محبت کا قصہ
تحریر: ہادیہ مسکان

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں

یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

یہ کہانی ہے ایک ایسی لڑکی کی جو سیاہ آسمان اور تھر تھراتی بارش کے نیچے تن و تنہا کھڑی اپنی قسمت پر افسوس کر رہی ہے جس کی قسمت میں صرف تنہائی ہے۔۔عارضی۔۔ مستقل۔۔اسے نہیں معلوم۔۔اس کا وجود تھر تھر کانپ رہا ہے، چہرہ سردی سے سفید پڑ رہا ہے، ہونٹ سردی کی شدت سے نیلے پڑ رہے ہیں لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں ہے ایسے جیسے ایک بت کو لا کر اس تیز بارش میں کھڑا کر دیا گیا ہو اور وہ کسی چیز کو محسوس نہ کر سکتا ہو۔ وہ سیاہ کپڑوں میں ملبوس مکمل بھیگی ہوئی لڑکی روئے جا رہی ہے۔اس کی کھلی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں اور بارش سے چہرہ ایسے تر ہے کہ کہاں آنسو ہیں کہاں بارش کا پانی ہے فرق کرنا مشکل ہے۔

"اس طوفانی بارش میں خود کو کیوں غرق کر رہی ہو؟؟"ایک آواز اس کے آس پاس سے گونجنے لگی تھی۔

"میں انتظار کر رہی ہوں۔۔"وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں مختصراً جواب دینے لگی۔اس کے ہونٹ جو کافی دیر سے برف کی مانند سخت تھے بمشکل ہل سکے تھے۔

"کس کا؟؟"آواز پھر سے گونجی۔ سوال پھر سے ہوا۔

"اس وقت کا جب مجھ سے چھینی گئی محبتیں مجھے واپس لوٹا دی جائیں گی۔۔" بارش نے مزید شدت اختیار کر لی لیکن اس نے اپنے قدم نہ ہلائے۔

"تو تمہیں یقین ہے ایسا ہو گا؟؟"سوال پھر سے ہوا۔

"یقین ہی تو نہیں ہے لیکن پھر بھی انتظار کرنے کو دل کرتا ہے۔۔"آواز مزید لڑکھڑانے لگی تھی ناامیدی کے ساتھ افسوس کے ساتھ۔

"جب یقین نہ ہو تو انتظار فضول ہے۔انتظار کے لیے یقین ضروری ہے جیسے بھوک کے لیے خوراک۔۔ جیسے پیاس کے لیے پانی۔۔ جیسے کامیابی کے لیے محنت۔۔ جیسے محبت کے لیے کوشش۔۔"آواز آنا بند ہو گئی۔

خاموشی نے ایک بار پھر سے اسے آگھیرا اور وہ یونہی کھڑی رہی یہ سوچتے ہوئے کہ کیا پتہ یہ شدت سے برستی بارش اس کے درد، غموں اور تکلیفوں کو دھو ڈالے۔

تو چلو اس کہانی کا آغاز کرتے ہیں۔ محبتوں اور نفرتوں کی جنگ کرتے ہیں۔کون جیتے گا کون ہارے گا وقت سب جانتا ہے۔ محبت کے قصے کتنوں کے پورے کتنوں کے ادھورے ہوں گے وقت سب جانتا ہے۔انتظار کے بعد کسے پھول ملیں گے کسے کانٹے وقت سب جانتا ہے۔۔

غرض سب ہی تو محبت کے گرد گھومتے ہیں•

کسی کے قصے پورے کسی کے ادھورے ہیں•

لاہور میں ساون کی تھرتھراتی بارشوں کے ساتھ آسمان میں گرج چمک نے ایک شور سا برپا کر رکھا تھا۔ایسے میں ہسپتال کے ایک روشن بتیوں سے جگمگاتے کمرے میں ایک عورت بیڈ پر لیٹی اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی۔ تکان زدہ چہرہ، سفید رنگت، حلقوں کے گرد گھری ہوئیں سوجی آنکھیں۔دفعتاًاس کی پلکوں میں لرزش ہوئی۔ڈھیروں پائپوں میں جکڑی اس عورت نے آہستہ آہستہ اب اپنی آنکھیں کھولنے کی بمشکل کوشش کی۔ سب کچھ دھندلا دھندلا سا تھا۔ سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔آنکھیں کھولتے ہی ان کی نظر اپنے شوہر پر پڑی جو ان کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھے تھے۔ پھر انہوں نے اپنی ادھ کھلی آنکھوں سے اپنے تیرہ سالہ بیٹے عالیان کو دیکھا جو ان کے بائیں طرف بیٹھا کب سے آنسو بہائے جا رہا تھا۔ دھیرے دھیرے انہی تھکی ہوئی سفر کرتی آنکھوں سے انہوں نے بلکل اپنے سامنے کھڑی اپنی بہن ناہیدہ کو دیکھا جو ساری امیدیں ہارے ان کے بیڈ کی پائینتی کے پاس کھڑی تھیں۔احمد صاحب بھی ان کے ساتھ ہی سر کو جھکائے اور آنسوؤں کو ضبط کیے کھڑے تھے۔اس وقت سب کے ساتھ ساتھ یہ ناہیدہ کے لیے بھی بہت کٹھن وقت تھا کیونکہ وہ عورت جو بیڈ پر لیٹے اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی وہ نہ صرف ان کی جھیٹانی تھیں بلکہ ان کی سگی بڑی بہن بھی تھیں۔

"بیا۔۔ میری بچی۔۔ بیا۔۔ کہاں ہے؟"انہوں نے بمشکل اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔سب سے پہلے جو نام ان کی زبان پر آیا تھا وہ انابیہ کا تھا۔انابیہ جو کونے میں پڑے ایک صوفے پر گھٹنوں میں سر دیے بیٹھے کب سے روئے جا رہی تھی تائی جان کے منہ سے اپنا نام سن کر تیزی سے اٹھی اور ان کے سرہانے جا کھڑی ہوئی۔۔

"میں یہاں ہوں۔۔آپ کے پاس تائی جان آپ ٹھیک ہو جائیں پلیز۔۔"گلابی رنگ کے پرنسس فراک میں ملبوس وہ دس سالہ بھوری آنکھوں اور بھورے بالوں والی ایک پیاری بچی تھی جس کا رو رو کر فلحال برا حال تھا۔وہ راحیلہ سے بہت پیار کرتی تھی۔راحیلہ بھی اس سے بے انتہا محبت کرتی تھی۔

"آپ پلیز ٹھیک ہو جائیں۔ آج میری برتھڈے پر مجھے یہی تحفہ دے دیں گھر چلیں تائی جان۔۔" وہ ان کی پیشانی پر ہلکا ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ راحیلہ نے نرمی سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو اس نے سوجی ہوئی آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"تم میری بہادر۔۔ بیٹی ہو بیا۔۔ میں ہر پل تمہارے ساتھ ہی ہوں گی۔۔" ان کو بولتے ہوئے بھی بہت تکلیف ہو رہی تھی۔۔ "ناہیدہ تم تو۔۔ مت رو ایسے میرے بعد۔۔ تم نے ہی تو سب سنبھالنا ہے نا۔" انہوں نے نظروں کا رخ ناہیدہ کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ انہیں زندگی کی امید نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کس تکلیف میں تھی اور اس تکلیف میں بھی اگر کچھ لمحوں کے لیے انہیں سانس لینے کا موقع مل رہا ہے اپنے پیاروں سے آخری دفعہ بات کرنے کا موقع مل رہا ہے تو یہ کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔۔

"میں کیسے کروں گی سب باجی یہ میرے لیے بہت مشکل ہے آپ ایسے کیسے جاسکتی ہیں مجھے یوں تنہا چھوڑ کر۔" ناہیدہ اپنے ہاتھوں کی پشت سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے گلوگیر لہجے میں ان سے شکوہ کرنے لگی۔

"تم سب کر سکتی ہو بس ہماری یہ فیملی کبھی ٹوٹنے مت دینا انکو جوڑ کر رکھنا۔۔" وہ تھوڑا رکی "میری بیا کو میرے عالیان کا کرنا چاہے کچھ بھی ہو میں رہوں یا نہ رہوں۔ میری آخری خواہش ہی سمجھ لو۔"

"بیا میری بہو ہی بنے گی لیکن تم بھی ہمارے ساتھ ہو گی ہمارے بچوں کی خوشی دیکھو گی۔۔" ناصر اپنی بھیگی آنکھوں سے اپنی بیگم کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولے۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں بہت بدقسمت ہوں بہت زیادہ۔۔" یکدم ناصر کو اپنے ہاتھوں پر راحیلہ کی گرفت کمزور ہوتی ہوئ محسوس ہوئی۔ وہ پتھر کے ہو گئے اور کچھ ہی پل میں سامنے پڑا وجود بے جان ہو گیا۔۔

"نہیں راحیلہ پلیز ایسے مت کرو تمھیں خدا کا واسطہ ہے۔۔" وہ اپنی بیوی کو بے بسی سے دیکھتے ہوئے اسکی منتیں کیے جا رہے تھے۔ وہ جا چکی تھی سب کو چھوڑ کر اکیلے انکے گھر کی بڑی جس نے دونوں بھائیوں کو جوڑ کے رکھا تھا جس نے اپنی بہن کا ہر قدم پر ساتھ دیا تھا جس نے انابیہ سے اپنی بیٹی کی طرح پیار کیا تھا۔ وہ چلی گئی۔۔

کمرے کے دروازے کی اوٹ میں کھڑا شخص تیزی سے باہر کی طرف بھاگا۔ وہ ایک ڈاکٹر کے حلیے میں تھا۔ ہسپتال کی عمارت سے باہر نکلتے ہی اس نے سرجیکل ماسک چہرے سے ہٹایا اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ پھر ہاتھوں کی پشت سے اپنی پیشانی پر سے پسینہ صاف کر کے اس نے پینٹ کی جیب سے اپنا موبائل نکالا اور کال ملانے لگا۔۔

"بولو شالا۔۔" دوسری طرف سے ایک بھاری مردانہ آواز گونجی۔۔

"وہ مر گئی ہے سائیں۔۔۔" اس نے قدرے دھیمی آواز میں کہا۔ دوسری طرف سے بنا کچھ کہے فون کاٹ دیا گیا تو وہ ادھر ادھر دیکھتے ہی سیدھا اپنی گاڑی کی طرف بھاگا۔۔

وہ اس وقت ایک نیم اندھیر کمرے میں ہاتھ میں ایک لڑکی کی تصویر پکڑے راکنگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس خاموش پناہ گاہ میں صرف اس چیئر کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ سیاہ آنکھوں اور سیاہ لمبے بالوں والی خوبصورت لڑکی تصویر میں مسکرا رہی تھی اور اس کی مسکراہٹ دیکھ کر جہانزیب کے ہونٹوں پر بھی طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

"آہ راحیلہ۔۔ تم ان سب کے لیے مجھے چھوڑ کر گئی تھی جو تمہاری حفاظت تک نہ کر سکے۔۔" اس نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔۔

"تم لوگ پچھتاؤ گے ہر قدم پر۔۔ تم لوگ مجھے یاد رکھو گے۔۔ میرے نام سے کانپو گے۔۔اور کچھ نہیں کر سکو گے۔ تم لوگ بے بس ہو ناصر اور احمد۔۔اور بے بسی سے محظوظ ہونا جہانزیب کو بہت پسند ہے۔۔۔"وہ کھل کے مسکرایا اور اگلے ہی لمحے اس نے اس تصویر کو پھاڑ دیا۔اپنے ہاتھ میں اس تصویر کے ٹکڑوں کو مڑوڑتے ہوئے وہ کافی دیر ایسے ہی بیٹھا رہا۔۔

آٹھ سال بعد:

لاہور میں آج نیلے رنگ کا آسمان بلکل صاف دکھائی دے رہا تھا گو کہ گرمی اپنے پورے عروج پر تھی۔ایسے میں وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر گود میں لیپ ٹاپ لیے بیٹھی تھی۔کمرے میں اے سی کی ٹھنڈک تھی۔پردے ڈوریوں میں بندھے تھے۔بند کھڑکیوں کے شیشوں سے کمرے میں داخل ہوتی روشنی پورے کمرے کو روشن کیے ہوئے تھی۔۔

"کیا مصیبت ہے ویبسائٹ کو بھی آج ہی کچھ ہونا تھا۔۔"چہرے پر بے پناہ سنجیدگی لیے وہ لیپ ٹاپ کی چمکتی ہوئی اسکرین کو دیکھے جارہی تھی اور یہی آس لیے بیٹھی تھی کہ شاید اب چل جائے مگر بے سود ویبسائٹ ہنوز ایرر دے رہی تھی۔اب کی بار اس کی پیشانی پر بل پڑنے لگے تھے کیونکہ یہ تو حد ہی ہو گئی تھی۔اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا جارہا تھا۔انتظار کرنا بھی کتنا مشکل ہوتا ہے نا۔اسی دوران ایک اور لڑکی ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑے کمرے میں داخل ہوئی اور کمرے کی حالت دیکھ کر دھنگ رہ گئی۔

"آپی اللہ کا واسطہ ہے کمرہ تو صاف کر کے بیٹھا کریں۔ صبح سے اس منحوس کے ساتھ چپکی ہوئی ہیں۔"

کپ کو سائڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے ردا کب سے بڑبڑائے جا رہی تھی اور انابیہ تو جیسے سن ہی نہیں رہی تھی اور مسلسل لیپ ٹاپ پر بس انگلیاں چلانے میں مصروف تھی۔

"میں نے آج چھٹی اس لیے تو نہیں کی کہ میں اب۔۔۔۔" الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے اور ہاتھ دونوں کانوں پہ جا لگے ظاہر ہے چیخ ہی ایسی تھی انابیہ صاحبہ کی۔

"کیا ہو گیا آپی کیا کر رہی ہیں ابھی پورا محلہ جمع ہو جائے گا احمد عالم صاحب کے دروازے پر-" لیکن انابیہ اسے نہیں سن رہی تھی اور خوشی کے مارے بہن کو زور سے پکڑے کمرے میں اچھلنے لگی۔

"Guess what??" اس نے رک کر تیز تیز سانس لیتے مسکراتی ہوئی شکل لیے پوچھا۔

"ایسا بھی کیا ہو گیا جنت کا ویزہ لگ گیا ہے کیا؟" ردا بس نا سمجھی سے اسے دیکھے گئی۔اسے تو ہر بات پر مذاق کرنا ہوتا تھا اور انابیہ بیچاری ٹھہری سنجیدہ مزاج لڑکی۔۔

اس کی ایسی بات پر انابیہ کے دل سے "آہ" نکلی۔۔ "اہم ایسے میرے نصیب کہاں۔اس سے بھی اچھی خبر ہے یہ میرے لیے۔" اسے چھوڑ کر اب وہ بیڈ پر سے اپنا سیاہ دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھ رہی تھی۔

"تو پھر عالیان مر گیا ہو گا؟" ردا اور اس کے اندازے!!! وہ تیورا کے اس کی طرف گھومی۔

"ہائے عالیان کہاں سے آ گیا بیچ میں۔۔ جاؤ دفع ہو یہاں سے ساری خوشی کو آگ لگا دی۔" وہ خاصا بدمزہ ہوئی۔

"اوکے اوکے۔۔ آئی ایم سوری۔۔" ردا عین اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی جو کمرہ چھوڑ کے جانے ہی والی تھی۔۔۔ "اب بتا بھی دیں گھوریں تو نا۔" وہ مسلسل اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"فائن لیکن اب تم صرف سنو گی۔۔" شہادت کی انگلی اٹھائے جب اس نے تنبیہی انداز میں اسے دیکھا تو ردا کسی فرمانبردار کی طرح فوراً سر اثبات میں ہلانے لگی۔

"مجھے اسی یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل گیا ہے یار میں اتنی ایکسائٹڈ ہوں۔۔۔"ایک تو وہ خوبصورت اور پھر اسکا مسکرانا!!

"بس اس لیے؟؟"ردا عجیب انداز سے بولی۔انابیہ کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔۔

"کیا بس؟؟میں جس یونیورسٹی میں چاہتی تھی وہیں ایڈمیشن ملا ہے مجھے اور پتہ ہے اتنی آسانی سے وہاں ایڈمیشن نہیں ملتا۔۔۔"

"ہاں تو ایڈمیشن تو ملنا ہی تھا ظاہر ہے آپ نے ان کا

SAT (Scholastic Assessment Test)پاس کیا تھا اور تو اور آپ کے

ایف۔ایس۔سی میں بھی اتنے اچھے نمبر ز تھے۔"انابیہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھے اس نے کہا۔اس نے تیزی سے اپنا کندھا چھڑوایا۔۔

"خیر جو بھی۔۔۔میں ماما کو بتاتی ہوں جا کے تم یہ کمرہ صاف کرو شاباش۔"اس پہ حکم کرتے ہی وہ کمرے سے بھاگنے کے انداز میں چلی گئ۔ردا نے پلٹ کر غصیلی نظروں سے اسے جاتے دیکھا۔۔

"ہاں کیوں نہیں مفت کی نوکرانی جو ملی ہوئی ہے آئندہ قسم ہے مجھے جو فضول میں چھٹی کروں۔"اپنے ساتھ بڑبڑاتے ہوئے وہ ناچاہتے ہوئے بھی صفائی کرنے لگ گئ۔

ناہیدہ بیگم اس وقت سنک میں ناشتے کے برتن دھونے میں مصروف تھیں جب وہ کچن میں آکر برتن سمیٹنے لگی۔

"ماما جان مجھے یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل گیا ہے۔" اس کی آواز پر نل بند کر کے ناہیدہ بیگم انابیہ کی جانب مڑی۔

"کب اپلائی کیا تھا تم نے؟" خوشی تو انکو تھی مگر چہرے پر ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی۔

"ایف۔ ایس۔ سی کے رزلٹ کے بعد سے ہی کوشش میں لگی تھی" بات تو ماما جان سے کر رہی تھی مگر نظریں کہیں اور تھیں۔

"ہمم۔۔ مبارک ہو لیکن جانتی ہو نا بابا اجازت کبھی نہیں دیں گے اور مجھ سے امید رکھنا فضول ہے۔" سپاٹ لہجے میں کہتی وہ پھر سے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔

"ہاں جانتی ہوں۔ میں آپ سے سفارش کرانے آئی بھی نہیں ہوں اپنی خوشی شئیر کرنے آئی تھی۔ جو اللہ یہاں تک لایا ہے آگے کا راستہ بھی وہی دکھائے گا۔" برے موڈ سے بولتے ہی وہ رکی نہیں۔

ناہیدہ پلٹ کر کچن کے دروازے کو افسوس بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی جہاں سے وہ ابھی ابھی گئی تھی۔۔ گلے میں آنسوؤں کا پھندا سا تھا۔ کاش کہ وہ ہر جگہ اپنی بیٹیوں کا ساتھ دے سکتیں۔۔

وہ دوبارہ کمرے میں آئی تو سیدھا الماری کی طرف بڑھی۔ ردا کمرہ صاف کرنے میں مصروف تھی جو تقریباً وہ صاف کر چکی تھی۔

"چلو ہمیں جانا ہے۔۔" اس نے الماری سے برقعے نکالے ایک ردا کی طرف اچھالا اور دوسرا خود پہننے لگی۔

"مگر کہاں؟؟" ردا برقعہ ہاتھوں میں پکڑے حیرانی سے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"بھاڑ میں!!! کتنے سوال کرتی ہو۔۔" وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔

"وہاں آپ اکیلے ہی جایئے گا ابھی کہاں جانا ہے یہ بتایئں؟" وہ بھی اسی کی بہن تھی۔۔

"میری کالج کی جو دوست تھی ناسعدیہ اس نے ریسینٹلی ایک اور فن اینج کھولا ہے وہ وہاں یتیم بچوں کی کفالت کرتی ہے خیال رکھتی ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی تھی اگر مجھے اسی یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا نا تو میں ان بچوں کے لیے کچھ گفٹس لے کر جاؤں گی۔ بچے بھی خوش ہونگے اور سعدیہ بھی۔۔" روانی میں بولتے بولتے وہ برقعہ پہن چکی تھی اور اب آئینے کے سامنے کھڑی حجاب لے رہی تھی۔ گول بیضوی چہرہ، بھوری بادامی پر کشش آنکھیں، گھنی پلکیں، پتلی سی ناک اور دل کو بھا جانے والی مسکراہٹ۔۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی پتلی لمبی لڑکی واقعی بہت خوبصورت تھی۔

"وائو!! اتنی سی عمر میں انٹرسٹنگ!! یہ تو اچھی بات ہے مگر ماما کو کیا کہیں گے؟؟" ردا اب تک ویسے ہی کھڑی تھی۔

"کچھ بھی کہہ دیں گے بابا ویسے بھی کراچی گئے ہوئے ہیں شاید شام تک آجائیں گے ہمیں جلدی کرنی ہوگی۔۔" وہ عجلت میں بولتی گئی۔

"اچھا مگر میں یہ برقعہ نہیں پہنوں گی۔ کیا ضروری ہے کہ برقعہ ایونجرز بن کر جائیں۔" ردا برقعے کو عجیب طرح سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اففو وا ابھی کے لیے پہن لو اور جلدی کرو۔۔" اس کے بار بار کہنے پر آخر ردا نے برقعہ پہن ہی لیا تھا۔

وہ دونوں ہی اب باہر آئیں ناہیدہ بیگم صوفے پر بیٹھی چاول صاف کر رہی تھیں انکو اپنے سامنے برقعہ پہنے تیار کھڑا دیکھ کر حیران ہوئیں۔

"ماما جان ہمیں ذرا بازار جانا تھا کچھ ضروری کتابیں چاہیئے ردا کو۔۔" اپنا نام سنتے ہی ردا نے کرنٹ کھا کر انابیہ کو دیکھا۔۔

"جج۔۔ہاں۔۔۔جی مم مجھے چاہئیے کتابیں۔۔" وہ قدرے بوکھلا کر رہ گئ۔۔ "کم از کم بتا تو دیتی ملبہ میرے سر ڈالنا ہے میں تیاری کر کے آتی۔۔" اس نے انابیہ کے کان میں سرگوشی کی جس پر انابیہ نے اسے کہنی ماری۔

"تم دونوں جانتے ہو نا احمد صاحب گھر پر نہیں ہیں۔۔" وہ چاولوں کی تھالی پر نظریں جھکائے بولیں۔

"جی تبھی تو جا رہے ہیں۔۔آپ فکر نہ کریں ہم جلدی واپس آجائیں گے پرامس۔۔" انابیہ تھوڑا جھجک کر بولی۔۔

"اچھا ٹھیک ہے جائو مگر جلدی آنا۔۔" آخر کار اجازت مل جانے پر دونوں نے گہری سانس لی اور باہر کی طرف چل دیں۔۔ باہر سڑک پر آکر انہوں نے رکشہ روکا اور اس پر سوار ہو گئیں۔

"کاش کہ گاڑی چلانے آتی ہوتی فضول میں پورچ میں کھڑی تھی بابا بھی نہیں تھے کتنا مزہ آتا۔۔اس گرمی میں رکشوں میں اچھل اچھل کے جائو حد ہے۔۔" ردا کو برقعے نے تنگ کیا ہوا تھا اور اوپر سے سورج بھی پتہ نہیں آج کے دن ہی اتنا کیوں تپا ہوا تھا۔۔

"زیادہ نخرے کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں بھی اسی مٹی کی بنی ہوں جس سے تم بنی ہو۔۔" وہ اسے جھڑکتے ہوئے بولی۔ ردا نے ہونہہ کر کے اسے دیکھا۔۔

"جھوٹ بول کر آنے کی کیا ضرورت تھی؟" ردا اپنی سبز کانچ کی آنکھوں سے اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"کونسا جھوٹ؟؟" انجان بنتے اس نے بیگ میں سے موبائل نکالا اب اس کا دھیان موبائل کی طرف تھا جس پر وہ ٹائپنگ کر رہی تھی۔

"یہی کہ ہم کتابیں لینے جا رہے ہیں۔"

"تو کتابیں بھی لینی ہیں میری بہن۔۔" سعدیہ کو میسج کرنے کے بعد وہ اب فون واپس بیگ میں رکھ رہی تھی۔۔" تمھاری الماری میں کچھ کتابوں کے لیے جگہ خالی تھی سو۔۔"۔ ردا نے ایک دم گردن گھما کر اسے دیکھا وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کیا کہنے والی ہے۔۔

"سچی!!" ردا کے چہرے پر ایک دم بہار آئی۔۔ وہ تقریباً چیخ کر بولی تھی جس کی وجہ سے رکشے والے نے بھی مڑ کر انہیں دیکھا اور پھر بڑبڑاتے ہوئے سامنے دیکھنے لگا۔ وہ لمبی سفید داڑھی والا ادھیڑ عمر شخص تھا اور اس طرح سے لڑکیوں کا چیخنا اسے بلکل پسند نہیں آیا تھا۔۔

"جی بلکل لیکن دو سے زیادہ مت لینا تمھارے ناولز ہوتے بھی مہنگے ہیں خیال کرنا میری جیب کا۔۔" ردا واقعی بہت خوش ہوئی۔۔

وہ دونوں رکشے سے اتری اور بازار میں سے بچوں کے لیے کپڑے کھلونے اور مزید کھانے پینے کی اشیاء خریدنے لگیں۔ بازار میں بہت لوگوں کے ہجوم میں وہ ردا کا ہاتھ اتنے زور سے پکڑے چل رہی تھی کہ اس کا ہاتھ سرخ ہونے لگا تھا۔ لوگوں کا رش، دکانداروں کی آوازیں اور اوپر سے گرمی ردا کا تو سر چکرا کر ہی رہ گیا تھا۔

"آپی بس نایہ کافی سامان ہے میں تھک گئی ہوں۔۔" وہ دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگز پکڑے چل رہی تھیں تبھی ردا قدرے تھکے ہوئے انداز میں بولی۔۔

"ہاں بس چلتے ہیں صرف مٹھائی رہ گئی ہے تم نے بکس لے لی نا؟؟" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو ردا نے سرہاں میں ہلایا۔ وہ دونوں پھر سڑک کے قریب آئیں تبھی ایک ہیوی بائک نے انکے سامنے زور سے بریک ماری ٹکر ہوئی نہیں تھی لیکن انابیہ کی چیخ سب نے سنی تھی اسکے ہاتھوں سے بیگز اور پھولوں کا گلدستہ گر گئے

تھے۔ وہ لڑکا فوراً بائیک سے اترا اور نیچے جھک کر سامان اٹھانے لگا اس نے سیاہ چمکتا ہوا ہیلمٹ، سیاہ ٹی شرٹ اور سیاہ ہی پینٹ پہن رکھی تھی۔ پورا کا پورا بلیک مین تھا۔۔

"اندھے ہو گئے ہو کیا بائیک چلانے نہیں آتی تو کیوں سڑکوں پر لوگوں کو مارنے کے لیے نکل آتے ہو۔۔" وہ مسلسل اس لڑکے کو سنائے جا رہی تھی لیکن وہ سامان اٹھانے میں مصروف تھا آگے سے کچھ بولا نہیں وہ شاید بہت جلدی میں تھا۔

"اوو بھائی کیا اندھے ہونے کے ساتھ ساتھ بہرے بھی ہو۔۔" اس کا غصہ ساتویں آسمان پر تھا۔۔ وہ اب بھی چپ تھا اس نے اس کو سامان اور وہ گلدستہ پکڑایا اور دوبارہ بائیک پر سوار ہوتے تیزی سے نکل گیا۔ انابیہ نے ایک نظر اسکے گلے میں پڑے سلور سے لاکٹ کو دیکھا جس پر ایک کھوپڑی بنی تھی اور پھر جاتے ہوئے اسکی پشت کو بس ہیلمٹ کی وجہ سے وہ چہرہ نہ دیکھ سکی۔۔

"اچھا بس بھی کر دیں مجھے وہ بیچارہ جلدی میں لگ رہا تھا دیکھا آپ نے اس نے کوئی بحث بھی نہیں کی اور ہمارا سامان بھی اٹھا کر دیا۔۔" ردا اپنی بہن کو چپ کراتے ہوئے بولی جواب بھی مسلسل غصے میں بڑبڑا رہی تھی۔۔

"بیچارہ نہیں کوئی شودا تھا آیا بڑا بیچارہ۔ اور بحث کرتا بھی کیوں جبکہ غلطی اس کی اپنی تھی۔" وہ ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکتے ہوئے بولی۔ پھر اس نے دوسرے ہاتھ میں پکڑے اپنے ٹیولپس دیکھے شکر وہ نہیں گرے تھے۔

"بھائی بس دائیں ہاتھ پر اس براؤن گیٹ کے سامنے روک دیں۔۔" کچھ ہی دیر میں وہ اپنی منزل تک پہنچ گئے تھے۔۔ دونوں نے اترتے ہوئے اپنا سارا سامان دھیان سے اتارا اور گھر کی طرف بڑھ گئیں۔۔

"کیا اس نے گھر پر ہی کھول رکھا ہے یتیم خانہ؟؟" ردا اس بڑے سے گھر کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"ہاں بلکل۔۔" وہ بیل بجاتے ہوئے بولی۔ بیل بجانے پر چوکیدار نے دروازہ کھولا تو وہ اندر داخل ہوئیں سامنے ہی لان میں سعدیہ بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی پھر انابیہ کو دیکھتے فوراً اسکی طرف آئی۔۔

"ارے انابیہ کیسی ہو؟؟" وہ اسکے گلے لگتے ہوئے بولی۔۔

"میں تو بلکل ٹھیک تم سناؤ تم اور تمہارے بچے کیسے ہیں؟" وہ بچوں کو کھیلتا ہوا دیکھ کر خوشی سے بولی۔

"سب ٹھیک اندر تو آئو۔۔"

"نہیں یار ابھی بہت دیر ہو گئی ہے گھر جانا ہے یہ لو ان بچوں کو دینا مجھے ایڈمیشن مل گیا ہے نا اسی خوشی میں لائی ہوں انکے لیے۔۔" وہ سارا سامان سعدیہ کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

"بہت بہت مبارک ہو لیکن اس سب کی کیا ضرورت تھی؟؟ اچھا بیٹھو نا پلیز پہلی دفعہ آئی ہو بہن بھی ہے تمہارے ساتھ اچھا نہیں لگتا نا۔۔" وہ انسسٹ کر رہی تھی لیکن انابیہ کو صرف ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں بابا جان بجائے شام کے ابھی ہی نہ آجائیں۔ خوامخواہ ماما جان کو بھی سننی پڑے گی۔

"نہیں یار پھر کبھی پرامس ابھی واقعی بہت دیر ہو گئی ہے رکشے والا بھی باہر کھڑا ہے ہم چلتے ہیں۔۔" وہ دونوں پھر ایک دوسرے کے گلے لگی اور الوداعی کلمات کہتے انابیہ اور ردا واپس جانے لگیں۔

سڑک پر ہنوز رش تھا وہ تیزی سے بائیک چلاتے اسی جگہ واپس آیا جہاں پر وہ لڑکی اس کے بائیک سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ اس نے ایک جگہ بائیک روکی اور اتر کر ادھر ادھر دیکھنے لگا جیسے کسی کو ڈھونڈ رہا ہو۔ وہاں سب کچھ ویسا ہی تھا بس وہ نہ تھی تبھی اس کی نظر زمین پر گرے ہوئے پھول پر ٹھہری۔ اس نے جھک کر وہ پھول اٹھایا تو جانا وہ نقلی ٹیولپ تھا۔ اس لڑکی کو شاید ٹیولپس بہت پسند تھے اور یہ موسم ٹیولپس کا نہیں تھا اسی لیے بس اپنے دل کو خوش کرنے کے لیے وہ یہی ٹیولپس اپنے ساتھ لے گئی۔ آسمان کی طرف سر اٹھاتے

ہوئے اس نے ایک ہارے ہوئے انسان کی طرح سانس خارج کی اور ہار مان کر دوبارہ سے بائیک پر سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا اس امید پر کہ کبھی نہ کبھی تو وہ اسے ضرور ملے گی۔

سورج کی سنہری کرنیں پگھلی ہوئی ندیوں کی طرح جہانگیر ہاؤس پر گر رہی تھیں۔ سیاہ اور سفید رنگ میں بنا جہانگیر ہاؤس خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔ عین درمیان میں پتھریلی راہداری کے دائیں اور بائیں تاحد نگاہ پھیلا سبزہ تھا۔ جہاں پر راہداری کا اختتام ہوتا تھا وہیں سے آگے گہری بھوری ووڈن فلور کی گول لابی تھی جس پر دو سفید ستون کھڑے تھے۔ اونچا اور بڑا داخلی دروازہ پار کر کے اندر دیکھو تو سامنے ہی ایک شاندار وسیع و عریض اونچی چھت والا لائونج تھا جو سفید رنگ کے صوفوں اور سنہرے جھومر سے مزین تھا۔ صوفوں کے ٹھیک دائیں طرف شیشے کی بنی ریلنگ والے زینے اوپر کی طرف جاتے تھے۔ لائونج کے بائیں طرف ڈائننگ ایریا اور اسی کے ساتھ کچن بھی تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی اور اس خاموشی میں ایک آواز شامل ہوئی۔ کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز۔۔۔

"اب کیا توڑ دیا نازو؟؟" سفید قمیض شلوار اور کندھے پر دوپٹہ ڈالے آمنہ بیگم تیز تیز قدم لیتی کچن کی طرف گئیں تو انہوں نے دیکھا نازو (کام والی) جھک کر کانچ کے ٹکڑے اٹھا رہی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے میں وہ تیسری بار آمنہ بیگم کا قیمتی جگ توڑ چکی تھی۔

"ہاتھ سے مت اٹھائو زخمی ہو جائو گی۔۔" وہ اس کے قریب جاتے ہوئے بولیں نازو نے سر اٹھا کر دیکھا آنکھوں میں ندامت واضح تھی۔۔

"کوئی بات نہیں بیگم صاحبہ میں اٹھالیتی ہوں۔۔" وہ ہنوز جھک کر کانچ کے بڑے بڑے ٹکڑے صاف کر رہی تھی۔

"اچھا احتیاط سے کرنا اور کبیر جاگ گیا کہ نہیں؟" ان کی دکھی نظریں سامنے ٹوٹے ہوئے جگ کی طرف ہی تھیں۔ کبھی کبھی انہیں اپنے نرم دل پر بہت غصہ آتا تھا۔۔

"نہیں جی۔۔ وہ اب تک سو رہے ہیں۔۔" سر اثبات میں ہلاتی وہ کچن چھوڑ کر زینوں کی طرف بڑھ گئیں۔ نازو کا سارا غصہ اب کبیر جہانگیر پر اترے گا۔۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ہی وہ سیدھا اندر گئیں۔ جہازی سائز کے بیڈ پر وہ الٹا لیٹا گہری نیند میں تھا۔ وہ ہلکے سرمئی رنگ کی دیواروں والا ایک نہایت ہی سادہ سا کمرہ تھا جس کے عین درمیان میں گہرے سرمئی رنگ کا بیڈ، ساتھ ایک بڑا سرمئی رنگ کا صوفہ، کونے میں سٹڈی ٹیبل اور دوسری طرف ہلکے سرمئی رنگ کے پردے تھے جو کمرے میں اندھیرے کا سبب بن رہے تھے۔ آمنہ بیگم بجائے اس کے پاس جانے کے سیدھا پردوں کی طرف گئیں۔

"کبیر بیٹا اٹھ بھی جاؤ دن کے بارہ بج گئے ہیں سورج سر پہ ہے۔" آمنہ بیگم کھڑکی سے پردے ہٹاتے ہوئے مسلسل بولے جا رہی تھی لیکن کبیر تو جیسے سن ہی نہیں رہا تھا اور سارے گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہا تھا۔

پھر بالکونی کے دروازے سے آتی سورج کی تیز روشنی چہرے پر پڑتے ہی اس کی بند آنکھیں مزید چندھیا گئیں تو وہ ناگواری سے کروٹ دوسری طرف کر کے پھر سے سو گیا۔

"بس بہت ہو گیا اگر اب تم نہ اٹھے نا تو میں تم پہ پانی پھینک دوں گی۔" اب کی بار وہ اس کے سر پہ کھڑی تھیں۔ پانی کا نام سنتے ہی کبیر نے چہرہ موڑ کر خفگی سے اپنی ماں کو دیکھا۔

"کیا ہے یار اٹھ گیا ہوں۔ کوئی سونے بھی نہیں دیتا سکون سے۔" انگڑائی لیتے وہ آخر اٹھ ہی گیا۔ بال ماتھے پر اس طرح بکھرے تھے کہ آنکھیں بمشکل دکھائی دے رہی تھیں۔

"ایک دفعہ جاگ کر تم دوبارہ اتنا کیسے سو سکتے ہو توبہ ہے۔۔" اس بار انکا رخ صوفے کی طرف تھا جو کپڑوں کے پھیلاوے سے سجا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ فجر کی نماز کے بعد وہ جم جاتا تھا اور چونکہ آج کل چھٹیوں کی وجہ سے وہ فارغ تھا اس لیے واپس آکر سو جایا کرتا تھا۔

"ایک مشہور ڈاکٹر نے کہا تھا کہ زیادہ سونا صحت کے لیے بہت اچھا ہوتا ہے۔" کبیر اپنے بالوں کو ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے آمنہ بیگم کے غصے کی پرواہ کیے بغیر مزے سے بول رہا تھا۔

"اور یہ کس پاگل ڈاکٹر نے کہا تھا؟ یقیناً وہ خود بھی اتنا ہی سوتا ہوگا تبھی اتنی بہکی بہکی باتیں کرتا تھا۔" تھی تو وہ غصے میں لیکن سامنے والا بھی بڑا ڈھیٹ تھا۔

"ہاہاہا۔۔ فائن میں ہار مانتا ہوں۔ آپکی ڈانٹ ختم ہوگئی ہو تو میں فریش ہونے جاؤں؟" آمنہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کو کہا اور سر جھٹک کر خود کچن کی طرف چل دیں۔

فریش ہو کر وہ گہرے نیلے رنگ کی جینز کیساتھ آدھی آستینوں والی سفید ٹی شرٹ پہنے سیدھا کچن کی طرف آیا۔ بال اسی طرح ماتھے پر بکھرے تھے۔ اس کے بال مکمل طور پر گھنگرالے نہیں تھے لیکن ان میں تھوڑا کرل تھا۔ شہد رنگ آنکھیں، نہایت صاف رنگت، گھنے بھورے بال، شارپ جا لائن، دراز قد کے ساتھ ورزشی جسامت۔ وہ بلاشبہ ایک ہینڈسم لڑکا تھا۔

"کیا مطلب میں اکیلے ناشتہ کروں گا؟" ٹیبل پر صرف ایک بندے کا ناشتہ دیکھ کر اس نے جیسے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔ کچن میں آمنہ بیگم نازو کو دن کے کھانے کی ہدایات دیے جا رہی تھیں تبھی اس کی آواز پر اس کی طرف پلٹیں۔۔

"نہیں تو کیا خیال ہے اسی پاگل ڈاکٹر کو بلالوں جو دیر سے اٹھنے کے مشورے دیتا ہے؟"آمنہ چہرے پہ شرارتی مسکراہٹ سجائے کبیر کی طرف گھومی۔۔"اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں جوائن کروں تو جان لو میں ناشتہ صبح کر چکی ہوں ایک گھنٹے بعد میں لنچ لوں گی۔"اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اسے چھیڑ رہی تھیں۔

"مینڈیو رویز کبیر۔۔کب تک بچے بنے رہو گے۔۔عابس سے ہی کچھ سیکھ لو اس وقت تک تو وہ آفس کے آدھے کام بھی دیکھ چکا ہو گا اور تم۔۔"وہ بولتے بولتے گہرا سانس بھر کر چپ ہو گئیں۔اسے سمجھانا مشکل کام تھا۔

"موم بھائی اپنی سٹڈیز کمپلیٹ کر چکے ہیں تو ظاہر ہے اب انہیں آفس ہی سنبھالنا ہے۔۔میری تو ابھی تک یونیورسٹی سٹارٹ نہیں ہوئی۔۔"بریڈ کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے وہ ناگواری سے بول رہا تھا۔

"بات سٹڈیز کی نہیں ہے۔۔خود کو وقت کے ساتھ ساتھ میچور بناؤ۔ابھی سے کوشش کرو گے تو عابس جیسے بن سکو گے۔۔۔"آمنہ اسے کہتے ہی پھر سے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔۔کبیر عجیب سی شکل بنائے پھر سے ناشتہ کرنے لگا۔

یہ شام کا وقت تھا اور ڈھلتے سورج نے آسمان کو نارنجی رنگ دیا تھا۔بیڈ پہ وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے کسی گہری سوچ میں گم بیٹھی تھی جیسے کوئی ضروری کال کرنی ہو پر ہمت نہ کر پا رہی ہو۔اس کا دماغ الجھ کر رہ گیا تھا وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔اس نے موبائل وہیں بیڈ پر پٹخ دیا اور کنپٹی مسلنے لگی۔۔اس کے عقب میں کھڑکی کے پاس ردا کارپٹ پر تصویروں کا پھیلاوا لے کر بیٹھی تھی۔وہ کافی دیر سے انابیہ سے ان تصویروں کے حوالے

سے باتیں کر رہی تھی۔ کبھی اپنی بچپن کی تصویر دیکھ کر ہنسنے لگ جاتی اور کبھی پرانی یادوں میں کھو کر خاموش ہو جاتی۔اس نے گردن گھما کر ردا کو دیکھا۔ڈوبتے سورج کی ترچھی کرنیں کھڑکی سے پار ہو کر کمرے میں پڑ رہی تھیں۔وہ قدم اٹھاتی اس کے سامنے جا بیٹھی۔

"یہ کیا پھیلاوا بنا رکھا ہے تم نے ہاں۔۔"ردا نے اس کی آواز پر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں سمیٹ دوں گی ویسے بھی صفائی میں نے ہی کرنی ہے۔۔"وہ جتانے کے انداز میں بولی اور پھر ہاتھ میں پکڑی ایک تصویر کو دیکھ کر مسکرائی۔

"یہ دیکھیں آپ کے کالج کی فرینڈز گروپ فوٹو۔۔"وہ مسکراتے ہوئے تصویر اس کے سامنے کرتے ہوئے بولی تو انابیہ نے اس سے وہ تصویر تھام لی۔ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر ابھری اور پھر اس نے وہ تصویر وہیں پھیلاوے میں رکھ دی۔ردا نے عجیب سی شکل بنا کر اسے دیکھا۔

"ارے جی بھر کر دیکھ تو لیں۔کیا پتہ اب یہ آپ کے ساتھ نہ ہوں۔"انابیہ کچھ نہیں بولی وہ ہنوز خاموش رہی۔

"اچھا آپ نے کبھی بتایا نہیں ان میں سے آپ کی بیسٹ فرینڈ کون سی ہے؟؟"اس نے وہی تصویر دوبارہ ہاتھ میں اٹھالی۔اب کی بار اسے اس کی کچھ اور تصاویر بھی ملی تھیں جن میں اسی طرح انابیہ کالج یونیفارم پہنے انہیں لڑکیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔

"کوئی بھی نہیں۔۔"اس کے ایسے جواب پر ردا نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"اچھا تو پھر پانچ چھ لڑکیوں کا جو یہ ٹولا ہے یہ سب کیوں ہیں؟؟"

"یہ جسٹ فرینڈز ہیں۔۔"جواب دوٹوک تھا۔

"تو سعدیہ کون ہے جس کے گھر گئے تھے ہم؟" اس کے سوالوں کی لسٹ تو جیسے ختم ہی نہیں ہو رہی تھی انابیہ نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"وہ بھی بس فرینڈ تھی۔۔" وہ پیچھے ہو کر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔ آنکھوں میں مزید اداسی در آئی۔

"کیا آپ کسی کو بیسٹ فرینڈ نہیں بناتی یا کوئی آپ کو نہیں بناتا؟" وہ سراپا سوال بنے اس سے پوچھے جا رہی تھی۔ انابیہ تلخی سے مسکرادی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں سنگدل ہوں؟" اس نے زخمی مسکراہٹ لیے اس سے پوچھا۔

"بلکل بھی نہیں آپ تو بہت اچھی ہیں نرم دل ہیں۔۔" جواب بہت آسان تھا اسے دینے میں سیکنڈز کی دیر بھی نہیں لگی۔

"کیا تم بیسٹ فرینڈ کا مفہوم جانتی ہو؟؟" اب کی بار سوال کرنے کی باری انابیہ کی تھی۔۔

"بیسٹ فرینڈ وہ ہوتا ہے جس سے آپ بلا جھجک اپنے دل کی ہر بات شئیر کر سکیں۔ جو آپ کے دکھڑے سنتے ہوئے کبھی بور نہ ہو جو آپ کو بہترین مشورے دے سکے۔ آپ سے بہت پیار کرے اور جو ہر مشکل میں آپ کا ساتھ دے۔" وہ روانی میں مسکراتے ہوئے اسے بتا رہی تھی۔ انابیہ ہنس کے سر نفی میں ہلانے لگی۔ ردا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ سب کام تو کوئی بھی دوست کرلیتا ہے چاہے مجبوری ہی کیوں نہ ہو۔ بیسٹ فرینڈ وہ ہوتا ہے جو دوسرے دوستوں کی موجودگی میں آپ کو کبھی اگنور نہ کرے۔ آپ اس کے لیے سب سے اہم ہوں۔" وہ دونوں براہ راست ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ "جانتی ہو سب سے زیادہ تکلیف دہ کیا ہوتا ہے؟ اپنے پسندیدہ لوگوں سے اگنور ہونا۔" اس نے خود ہی سوال کیا اور خود ہی جواب دیا۔ "میں نے سکول سے لے

کر کالج تک بہت دوست بنائے مگر بہت کچھ کر کے بھی بیسٹ فرینڈ نہیں بنا سکی اور نہ اب بنائوں گی کیونکہ مجھے اگنور ہونے سے بہت ڈر لگتا ہے۔" وہ کہتی جا رہی تھی اور ردا بغور اس کا چہرہ دیکھتے اسے سنتی جا رہی تھی۔

"لیکن اب مجھے کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ شاید مجھے یقین ہے کہ اس دنیا میں اللہ نے وہ انسان ضرور رکھا ہو گا جو مجھے ڈیزرو کرتا ہو گا اور جو مجھے کبھی اگنور نہیں کر سکے گا" انگلی اپنے سینے پر رکھتے ہوئے وہ ہنس دی۔

"وہ بہت بدنصیب لوگ تھے جنھوں نے آپ کی قدر نہیں کی۔" ردا اسے دکھی انداز سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"وہ بدنصیب نہیں تھے میں بے وقوف تھی۔ کہاں عزت ملتی ہے کہاں ذلت بس یہ نہیں سمجھتی تھی میں۔۔" اور پھر کندھے اچکا کر کہنے لگی۔" مگر اب بے وقوف نہیں رہی۔۔" وہ کچھ دیر ایسے ہی ہنستی رہی اور پھر رک کر بولی۔" میرا بس ایک بیسٹ فرینڈ تھا اور اس کے ہاتھوں بھی میں کھل کے اگنور ہوئی ہوں۔۔" وہ پھر تلخی سے مسکرا دی۔

"ان کا تو نام بھی مت لیجیے گا جس طرح امریکہ جا کر رنگ انہوں نے بدلا ہے نا ایسے تو گرگٹ بھی نہیں بدلتا۔" وہ عالیان کے ذکر پر ہمیشہ کی طرح خاصا بدمزہ ہوئی۔

"اس کو بھی کیا کہہ سکتے ہیں۔ خیر میری صرف اب تم بیسٹ فرینڈ ہو اور میرے خیال سے اگر آپ کی بہن ہی آپ کی بیسٹ فرینڈ ہو نا تو اس سے بڑی دنیا کی کوئی نعمت نہیں ہوتی۔۔" ردا کے چہرے پر تبسم بکھرا تو اٹھ کے اس کے پاس چلی گئی۔

"آپ مجھ سے کچھ بھی شئیر کر سکتی ہیں فلحال یہ بتائیں تایا ابو سے بات کی؟" اس کے سوال پر انابیہ سر نفی میں ہلانے لگی۔ اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی تھی۔۔

"ہمت نہیں ہو رہی کہیں وہ بھی منع نہ کر دیں۔۔" یکدم اس کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرائے۔

"انہوں نے پہلے کب آپ کو انکار کیا ہے جائیں اٹھے اور ابھی کال کریں۔۔" وہ اس کو حکم دیتے ہوئے بولی تو کچھ سوچتے سمجھتے انابیہ دوبارہ اپنے موبائل کی طرف بڑھ گئی اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔آخر کار اس نے کال کا بٹن دبا دیا کیونکہ ضروری تھا۔۔دوسری طرف سے سیکنڈز میں کال اٹھالی گئی۔۔

"ہیلو۔!!" بھاری مردانہ آواز گونجی۔

"السلام علیکم تایا ابو۔۔" وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"وعلیکم السلام۔۔کیسی ہو میری بیٹی؟" ناصر عالم اپنے آفس کی کرسی پہ براجمان تھے۔ہلکی سبز آنکھیں، قلموں سے سفید بال اور ہلکی ہلکی داڑھی انہیں ایک وجیہہ شخصیت کا مالک دکھارہے تھے۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔آپ بتائیں آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"بس تمہاری دعائیں ہیں بچے میں بھی ٹھیک ہوں۔سب خیریت ہے نا آواز سے پریشان لگ رہی ہو۔۔" وہ ہر روزان سے فون پر بات کرتی تھی اسی لیے آج انہوں نے اس کی آواز میں پریشانی بھانپ لی تھی۔

"جی سب ٹھیک ہے اللہ کا شکر۔۔بس آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" اب کی بار وہ پھر بیڈ پر بیٹھ گئی اور بس یہی سوچے جارہی تھی کہ تایا ابو ہی اب اسکی آخری امید ہیں۔

"بولو بچے میں سن رہا ہوں۔۔۔" وہ ہمیشہ کی طرح اسے سے نرمی سے بات کر رہے تھے۔۔اس نے گہری سانس لی اور اپنی خواہش ناصر صاحب کو بتادی۔

"ہمم خیر تم پریشان نہ ہو میں بات کروں گا احمد سے۔" انہوں نے پھر نہایت نرمی کا مظاہرہ کیا۔

"شکریہ تایا ابو اللہ حافظ۔۔"

دوسری جانب سے بھی دعا دیتے ہوئے فون رکھ دیا گیا۔۔انابیہ کی پریشانی میں کمی تو ہوئی تھی مگر احمد صاحب کی باتیں سننا ابھی رہتی تھیں۔

"میں آجائوں بھائی؟" احمد اس وقت ناصر کے کمرے کے دروازے پہ کھڑے تھے۔

"آجائو یار۔۔۔" ناصر ہاتھ میں اخبار لیے ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے پہ بیٹھے تھے۔

"آپ نے بلایا تھا بھائی؟"

"ہاں ضروری بات کرنی تھی تم سے بیٹھ جائو" اخبار ٹیبل پہ رکھ کر اب وہ مکمل طور پر احمد کی طرف متوجہ ہوگئے۔ "بیا کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن ملا ہے وہ پڑھنا چاہتی ہے آگے۔" بجائے بات کو طول دینے کے انہوں نے نہایت صاف گوئی کا مظاہرہ کیا اور ادھر ادھر کی باتیں کیے بغیر مدعے کی بات کی۔۔

"مجھے تو ایسی کوئی خبر نہیں دی گئی۔ میرے منع کرنے کے باوجود بھی وہ پیچھے نہیں ہٹی کمال ہے۔۔۔" ناصر انہیں گھور رہے تھے۔۔ "آپ کیا چاہتے ہیں مجھ سے؟" اب کی بار وہ تھوڑا پیچھے ہوتے ہوئے بولے۔۔

"میں بس چاہتا ہوں کہ وہ جو چاہتی ہے اسے کرنے دو۔" چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"ناممکن آپ جانتے ہیں بھائی میں اسے کالج چھوڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ وہ اسی کالج میں پڑھے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔" وہ بلکل نارمل انداز میں بات کر رہے تھے۔

"کیوں یونیورسٹی جانے میں کیا برائی ہے؟؟" ناصر صاحب کی پیشانی پر لکیریں واضح ہونے لگیں۔

"کوئی برائی نہیں ہے نہ ہی میں چھوٹی ذہنیت کا مالک ہوں آپ اچھے سے جانتے ہیں وجہ کیا ہے۔۔"

"تمہیں کس چیز کا خوف کھائے جا رہا ہے احمد؟ اب کیا ہم ڈر کے مارے اپنی بیٹیوں پر پڑھائی کی پابندی لگا دیں۔۔ وہ یونیورسٹی جائے گی اور ہر حال میں جائے گی۔ مت بھولو وہ میری بھتیجی ہونے کے ساتھ ساتھ میرے عالیان کی ہونے والی بیوی بھی ہے میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔ بہتری اسی میں ہے کہ اسے پڑھنے

دو۔۔" اب کی بار انکے ہاتھ میں پھر اخبار تھا۔ جبکہ احمد صاحب تیوڑیاں چڑھائے اپنے بھائی جان کو گھورے جا رہے تھے۔

"بھائی میں بس چاہتا ہوں کہ اگر وہ پڑھنا ہی چاہتی ہے تو اسی کالج میں پڑھے آپ جانتے تو ہیں کہ۔۔" وہ ایک لمحہ رکے اور ایک گہری سانس خارج کی۔۔ "خیر یہ بتائیں عالیان کب واپس آئے گا امریکہ سے؟"

"فون کی تھی میں نے اسے کہتا ہے کچھ مہینے لگ جائیں گے۔ تبھی کہہ رہا ہوں تب تک بیا کو اپنی مرضی کرنے دو عالیان آجائے پھر وہ جانے اور بیا۔۔" اب کی بار وہ پھر احمد صاحب کی طرف متوجہ تھے۔

"احمد اپنے دل سے ہر قسم کا خوف نکال دو پلیز۔۔" وہ جانتے تھے احمد کو کون سی پریشانی کھائی جا رہی ہے۔ صرف ایک شخص کی جو انہیں تباہ کرنے کے نت نئے طریقے ڈھونڈتا رہتا ہے۔۔

"ٹھیک بس وہ جلد آئے میں اس ذمہ داری سے فارغ ہونا چاہتا ہوں" انہوں نے دوٹوک لہجے میں کہا۔۔

"ایسا ہی ہوگا لاہور واپسی کب ہے تمھاری؟"

"بس آج ہی نکلوں گا۔ ابھی کچھ کام ہے چلتا ہوں خیال رکھیے گا۔۔" کہتے ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے کی جانب چل دیے۔۔ ناصر صاحب انکی پشت کو دیکھے گئے اور پھر اپنی اخبار کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔

"گڈ ایوننگ ڈیڈ۔ گڈ ایوننگ موم۔۔" یہ شام کا وقت تھا اور گھر میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر جہانگیر صاحب اور آمنہ پر پڑی جو اس وقت لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے تبھی کبیر ان سے ملنے آیا۔۔ وہ صبح سے لے کر اب تک دوستوں کے ساتھ تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے آمنہ بیگم نے اسے فون پر یہ خبر دی تھی کہ اس کے ابا

حضور تشریف لے آئیں ہیں تو براہ مہربانی اس سے پہلے وہ خود اسے کال کریں وہ گھر پہنچ جائے۔ بقول اس کے جہانگیر صاحب کو اچانک آنے کے سرپرائز دینے کا بہت شوق ہے اگر وہ کال کر کے بتا دیا کریں تو وہ کم از کم اس دن گھر سے باہر نہ جائے۔

"سلام برخوردار؟" جہانگیر صاحب نے نظریں گھما کر اپنے صاحبزادے کی طرف دیکھا۔

"اوہ۔۔السلام علیکم۔" بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نہایت معصومیت سے بولا۔ وہ ہمیشہ سلام کرنا بھول جاتا تھا اور یہ بات جہانگیر صاحب کو غصہ دلاتی تھی۔۔

"وعلیکم السلام۔۔ جناب کہاں تھے آپ؟" وہ بھی باپ تھے یہ سوال تو کرنا تھا۔

"دوستوں کے ساتھ تھا ڈیڈ۔۔" وہ نہایت خوش اسلوبی سے بولا۔ جہانگیر صاحب نے بغور اس کا مطمئن خوش چہرہ دیکھا۔ اب وہ کہیں سے بھی انہیں وہ کبیر نہیں لگتا تھا جو بچپن میں سکول میں کسی کی ٹانگ توڑ آتا تھا۔ کسی کے چہرے کا نقشہ بگاڑ آتا تھا یا کسی کے دانت توڑ آتا تھا۔ غصہ تو اسے اب بھی آتا تھا لیکن وہ ہاتھا پائی سے پرہیز کرتا تھا۔ ضدی تو وہ اب بھی تھا لیکن اب اسے خود پر کافی حد تک کنٹرول کرنے آتا تھا۔

"آپ کب آئے کراچی سے؟" اس نے بات کا رخ اپنے اگلے سوال سے ایک دم بدل دیا۔۔

"آج ہی آیا ہوں ذرا فری تھا سوچا تم لوگوں سے مل لوں۔ صبح واپس جانا ہے۔" ٹانگ پہ ٹانگ رکھے وہ ساتھ ساتھ چائے کے گھونٹ بھر رہے تھے۔

"ناصر انکل کی سنائیں وہ کیسے ہیں؟" آمنہ بیگم نے اس کے لیے بھی چائے بنا دی تھی اور اب انہوں نے اس کے سامنے رکھ دی تو کبیر نے اپنی ماں کی طرف ایک مسکراہٹ پاس کی اور کپ اچک لیا۔۔

"وہ اکثر بیمار رہتا ہے بیٹے کی بہت ٹینشن لیتا ہے اور بیٹا ہے کہ اسے کوئی پرواہ ہی نہیں۔ اتنا بھی نہیں ہوتا کہ باپ سے آکر مل ہی لیا کرے۔۔" آمنہ بیگم دونوں کی گفتگو توجہ سے سنے جا رہی تھیں۔

"تم بھی میاں جلدی جلدی پڑھو اور بھائی کے ساتھ یہاں کا کاروبار سنبھالو۔۔ میں کاروبار مزید بڑھانا چاہتا ہوں۔" ان کا انداز تنبیہی تھا۔ کبیر کے چہرے پر پھر سے ناگواری سی چھائی۔۔

"اتنا بڑھا بڑھا کے کیا کرنا ہے آخر حد ہی ہو گئی۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔ "بھائی سے ملے آپ؟" بلا کی سنجیدگی لیے وہ اپنے باپ سے مخاطب تھا۔

"میں گھر آنے سے پہلے آفس ہی گیا تھا۔ ماشاءاللہ زبردست سنبھالا ہوا ہے۔ خیر آخر بیٹا کس کا ہے۔ میں تھوڑا آرام کرنا چاہوں گا اب۔۔ صبح واپس جانا ہے۔" وہ اندر جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے کبیر انہیں دیکھ کر مسکرایا۔

"موم برا مت مانیے گا لیکن کوئی اور انسان نہیں ملا تھا آپ کو؟" کبیر ان کے جانے کے فوراً بعد آمنہ سے سرگوشی نما انداز میں بولا۔

"شرم کرو باپ ہے تمھارا۔۔ نازو وہ یہ سب اٹھا کے اندر لے جائیو۔ اور تم زرا اپنی روٹین درست کرو۔۔" حکم صادر کر کے وہ بھی اندر کی جانب چل دیں۔۔ وہ کندھے اچکا کر وہیں کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔

لاہور میں احمد عالم صاحب کے گھر میں اس وقت سب ڈائننگ ٹیبل پر رات کے کھانے کے لیے اکٹھے بیٹھے تھے سوائے انابیہ کے۔

"انابیہ کہاں ہے؟" سربراہی کرسی پر براجمان احمد صاحب کی نظریں اپنی دوسری بیٹی ردا پر تھیں۔

"وہ۔۔۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ ان کو بھوک نہیں ہے۔" ردا پلیٹ پر نظریں جھکائے دھیمی آواز سے بولی۔

سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ اب کھانا کھانے لگے۔ دو لقمے لینے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انکا رخ انابیہ کے کمرے کی جانب تھا۔ ناہیدہ بیگم بھی پریشانی کی حالت میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور انکے پیچھے چل دیں۔

"آپی تو گئی۔۔۔" مناہل چاول سے بھرا چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔۔ وہ اب ردا کے غصے میں اور اضافہ کر رہی تھی۔

"بکواس بند کرو اور کھانا کھاؤ چپ کر کے۔۔" ردا سے کھانا نہ کھایا گیا تو وہ بھی برتن سمیٹنے لگی۔

انابیہ اضطراب کے عالم میں اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی تبھی دروازہ زور سے کھلا تو وہ ڈر کے مارے پیچھے کو ہو دی۔

"بابا۔۔" اس کی آواز جیسے کسی کھائی سے آئی ہو۔

"مت کہنا مجھے بابا۔۔ مجھے باپ ہونے کا حق دیا کیا تم نے؟ جانتی ہو تم جیسی نافرمان اولاد ہوتی ہے جو اس زمین پر در در کی ٹھوکریں کھاتی ہیں۔" لہجہ نہایت سخت تھا۔۔ انابیہ کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا سا تھا۔ وہ بس مایوس کن نظروں سے اس شخص کی جانب دیکھے جا رہی تھی جو اسکا باپ تھا اور شاید اسکے زوال کا منتظر۔۔۔

"تمھیں کیا لگتا ہے بھائی جان کو بیچ میں لا کر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گی۔۔ نہیں بچے نہیں تمھاری یہ ضد پوری نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ جس دن عالیان واپس آ گیا نا میں تمہیں اسکے ساتھ رخصت کر دوں گا۔ پھر دیکھتا ہوں کس طرح ہو گا تمہارا یہ ڈگریوں کا ارمان پورا۔۔" ایک کے بعد ایک سخت جملہ اس کے دل کو مزید چھلنی کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو زار و قطار بہنے لگے۔۔ سینے میں اک درد سا اٹھ رہا تھا۔۔

"تم یہ سب صرف میری ضد سے کر رہی ہو تم اچھے سے جانتی ہو کہ میں یونیورسٹی کے خلاف ہوں کیوں ہوں تمہیں بتانا فرض نہیں سمجھتا۔۔۔ ایک بات میری کان کھول کر سن لو جب تک اپنی منمانی کر سکتی ہو کر وا گر

مجھے کوئی بھی الٹی سیدھی خبر ملی تمھارے بارے میں تو یاد رکھنا بہت برا پیش آئوں گا بہت برا۔۔" شہادت کی انگلی سے اسے تنبیہ کرتے ہوئے وہ جا چکے تھے۔اور انابیہ کے آنسو اسکا چہرہ مکمل طور پر بھگو چکے تھے۔وہ شکست خوردہ حالت میں وہی فرش پہ بیٹھ گئ۔ ناہیدہ کے لیے اب اپنی بیٹی کی ایسی حالت ناقابل برداشت تھی جو مسلسل روئے جا رہی تھی۔۔

"ماما جان یہ۔۔جو۔۔انسان۔۔۔مجھے اتنی۔۔۔باتیں۔سنا کے گئے ہیں۔۔۔یہ میرے باپ تھے۔۔اتنی نفرت۔۔۔۔اپنی بیٹی سے۔۔۔کوئی کیسے کر سکتا ہے کیسے ماما جان؟؟؟"وہ روتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بول رہی تھی۔۔ہمیشہ روتے ہوئے جیسے اس کی آواز اس کا ساتھ چھوڑ دیتی تھی آج بھی وہ بمشکل بول پا رہی تھی۔

"میں نے۔۔۔آج تک مانگا۔۔کیا۔ہے آپ لوگوں سے۔۔ہاں۔۔کیا ضد کی میں نے بس ایک۔۔۔۔ خواہش ہے میری پڑھنے کی۔۔۔۔میرا حق ہے یہ۔۔۔میں تو کبھی بوجھ نہیں بنی۔۔۔وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں ہمیشہ سے کرتے ہیں۔۔۔پھر بھی نافرمان اولاد میں ہوں۔۔۔" ناہیدہ اسکے پاس فرش پہ بیٹھے اپنی بیٹی کے آنسو صاف کرنے لگی۔

"خدا کے لیے چپ ہو جائو۔نہیں ہو تم نافرمان۔۔تم بہت اچھی بیٹی ہو۔تم پڑھنا چاہتی ہو اللہ چاہے گا تو تم ضرور پڑھو گی۔۔بس کسی کی بھی باتوں میں مت آنا باہر دنیا کے لوگ چہروں سے کچھ اور اندر سے کچھ اور ہوتے ہیں۔"انھوں نے رک کر اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔" جو تمھارے نصیب میں ہوگا وہ تمھیں ضرور ملے گا۔۔جو نہیں ہوا اسی میں اپنی بہتری سمجھنا۔۔"

تو کیا اسکے نصیب میں عالیان تھا؟۔۔وہ بے بسی سے اپنی ماں کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"وہ مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟؟" وہ انکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے بسی سے پوچھ رہی تھی۔

"ایسے نہیں بولو تم کیوں ایسی باتیں سوچتی رہتی ہو تمھارے بابا تھوڑے سخت مزاج ضرور ہیں مگر وہ تم سے نفرت نہیں کرتے۔انہوں نے ہمارے سارے حقوق پورے کیے ہیں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی۔۔۔تم بس اپنے نصیبوں کے لیے دعا کیا کرو۔اٹھو جائو اور منہ دھو لو میں تمھارے لیے کھانا بھجواتی ہوں۔"اسکے ماتھے پر بوسہ دے کر وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں۔جبکہ اس کے دماغ میں اب تک اسکے باپ کی باتیں گھوم رہی تھیں۔وہ ایسے کیوں تھے کیوں نہیں چاہتے تھے انکی بیٹیاں بھی آگے بڑھیں؟؟وہ کیوں اتنی سختی کرتے تھے؟بس یہ سوال ہر روز اسکے دماغ میں گردش کرتا رہتا تھا اور اسکا جواب اسے وہ خود دے سکتے تھے۔۔

ناہیدہ ہاتھوں میں دو چائے کے کپ پکڑے اپنے کمرے میں جا رہی تھیں تبھی انکی نظر بیرونی دروازے پر پڑی جہاں احمد صاحب پشت کیے کھڑے تھے۔۔انکے قدم اب اس جانب مڑ گئے اور ان کے ساتھ جا کھڑی ہوئیں۔چائے کا ایک کپ ان کے سامنے کیا۔۔احمد نے پہلے اپنی طرف بڑھتے کپ کو دیکھا پھر ناہیدہ کو جو نظریں نیچی کیے اداس سی کھڑی تھیں۔۔کچھ سوچتے سمجھتے انہوں نے کپ پکڑ لیا۔۔ناہیدہ وہاں سے جانے لگی تھی تبھی احمد نے انکو بازو سے پکڑ کر روکا۔۔

"ناراض ہو؟؟"وہ ان کو اپنے سامنے کرتے ہوئے بولے۔

"نہیں ہونا چاہیے؟؟"شکوہ کن نظروں سے انہوں نے احمد صاحب کو دیکھا۔

"نہیں ہونا چاہیے۔۔کیونکہ تم کسی بات سے بھی بے خبر نہیں ہو۔۔"وہ انکا بازو چھوڑتے ہوئے بولے۔

"پھر بھی آپ کو نہیں لگتا آپ نے ضرورت سے زیادہ ہی ڈانٹ دیا اسے۔۔"ان کی آنکھوں سے خفگی واضح جھلک رہی تھی۔۔

"ہاں شاید کچھ زیادہ ہی۔۔"انہوں نے سرسری انداز سے کہا۔۔

"شاید؟؟"وہ آنکھیں چھوٹی کیے انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔

"تم ہی بتائو میں کیا کروں وہ کیوں باز نہیں آجاتی ؟؟ جس کالج میں پڑھ رہی تھی وہیں پر کنٹینیو رکھ سکتی تھی۔۔ لیکن نہیں یونیورسٹی کی رٹ لگا رکھی ہے اس نے۔۔۔ وہ کالج اچھا تھا میری جان پہچان بھی تھی اور کوئی خطرے والی بات بھی نہیں تھی۔۔ تم بتائو وہ کیوں نہیں سمجھتی کیا ہر بات کھول کھول کر بتانا ضروری ہے اسے ؟؟" وہ تیزی سے کہتے گئے تو ناہیدہ نے نظریں جھکا لیں۔۔

"پھر بھی آپکے اتنے سخت الفاظ اتنے سخت جملے اس سے برداشت نہیں ہو رہے تھے اسے لگتا ہے آپ اس سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک بیٹی ہے۔۔۔" وہ نہایت دکھی انداز سے بولی تو احمد نے کچھ حیرت سے ان کو دیکھا۔۔

"لو جی !! ایک نمبر کی پاگل لڑکی ہے یہ تو۔۔ مانا میں غصے میں کنٹرول کھو بیٹھتا ہوں مگر اب ایسا بھی نہیں ہے۔۔۔ بہت عزیز ہے وہ مجھے۔۔۔" پھر رک کر چائے کا کپ لبوں سے لگایا اور پھر مسکرا دیے۔۔ "اسے سمجھایا کرو ناہیدہ۔۔ سمجھایا کرو کہ سب کرے مگر اپنے باپ سے ضد کرنا چھوڑ دے ورنہ میں شاید اس سے زیادہ برا ثابت ہو سکتا ہوں۔۔" وہ سر اثبات میں ہلاتے وہاں سے چلی گئیں۔۔ احمد صاحب کچھ دیر کھڑے رہے اور پھر گہرا سانس لیتے دروازہ بند کر کے اندر کی جانب چل دیے۔

اگلی صبح اسکی آنکھ قریب سے آتی ہوئی فجر کی اذان سے کھلی۔ سر میں شدید درد کے باوجود وہ وضو کرنے کے لیے واشروم کی جانب چل دی۔ جائے نماز پہ نماز ادا کرنے کے بعد اس نے قرآن کی تلاوت شروع کی۔ تلاوت کرتے کرتے اسکی نظر ایک آیت پر رکی۔۔

"اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد چاہو، اللہ تعالیٰ صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے "(2.153)

کافی دیر اس آیت کو دیکھنے کے بعد اس نے اپنی تلاوت وہیں مکمل کی اور قرآن پاک کو اسکی جگہ پہ رکھ کر وہ الماری کی طرف مڑ گئ۔الماری کے اندر سے کپڑے نکالے اور استری کرنے لگی۔ابھی اس نے سوئچ دبایا ہی تھا کہ اسکا فون بجنے لگا۔استری بند کر کے اس نے سائڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا۔ سکرین پہ عالیان کا نام دیکھتے ہی اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ایک نظر ٹائم پہ ڈالی اور فون کان سے لگایا۔

"ہیلو۔۔"

"انابیہ میڈم میں نے آپ کا حال چال پوچھنے کے لیے فون نہیں کیا۔ صرف اتنا سن لو کہ میرے باپ سے میرے حوالے سے سوال مت کیا کرو سمجھ آئ کیونکہ میں نہیں آئوں گا۔"اس کا لہجہ کافی سرد تھا۔

انابیہ نے موبائل کان سے ہٹا کے اسے گھورا اور پھر کان سے لگایا۔

"سن رہی ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

" بلکل میں سن رہی ہوں۔پہلی بات مجھے تمھارے حوالے سے بات کرنے کا کوئ شوق نہیں ہے۔دوسری بات تایا ابو کو اپنے ارادے سچ سچ کیوں نہیں بتا دیتے کہ وہ کوئی امید ہی نہ لگائیں"اس نے اب کی بار سختی کا مظاہرہ کیا۔۔

"بتادوں گا صحیح وقت آنے پر بلکہ تم ہی بتا دینا۔۔"

"میں کیوں بھلاااا۔۔۔"دوسری جانب سے فون کاٹ دیا گیا۔

"سمجھتا کیا ہے یہ خود کو بد تمیز انسان ہونہہ۔۔۔"فون کو بیڈ پہ اچھال کر وہ غصے سے بڑبڑانے لگی۔

"کیا کہہ رہا تھا آپی کیوں اتنے غصے میں ہو؟" ردا جائے نماز کو رکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔۔

"کہتا ہے کہ میں کبھی واپس نہیں آئوں گا تایا کو تم خود بتادو ہونہہ!!" وہ خاصا بدمزہ ہوئی تھی۔۔

"تو آپکو تو خوش ہونا چاہیے نا جائیں بتادیں سب کو۔" اس بات پر انابیہ آگے سے ہنس دی۔

"بھلا میں کیوں اپنے پیروں پہ خود کلہاڑی ماروں۔ بابا اسی آس میں رہیں گے کہ وہ آئے گا اور میں اپنی سٹڈیز کمپلیٹ کرلوں گی۔ تعلیم حاصل کر کے میں انڈیپینڈنٹ ہونا چاہتی ہوں ردا اور پھر میں دیکھوں گی کون کرتا ہے مجھ سے زبردستی۔" وہ چیلنجنگ انداز سے کہتی آئرن سٹینڈ کی طرف بڑھ گئی۔۔

"آئیڈیا اچھا ہے یہ تو۔" ردا نے داد دینے کے انداز میں کہا۔ وہ اب زیادہ خوش تھی اور استری میں مصروف ہوگئی جبکہ ردا واپس سونے کے لیے بستر میں گھس گئی۔

احمد صاحب کے گھر پر یہ صبح صبح کا وقت تھا جب سب اپنی تیاریوں میں مصروف تھے۔۔ ہر طرف افراتفری کا ماحول تھا۔۔

"ردا یار میری گھڑی کہاں رکھی تھی تم نے؟ ہر جگہ دیکھ لیا میں نے نہیں مل رہی۔" ہلکا گلابی اور سفید رنگ کا گھٹنوں تک آتا فراک ساتھ میں سفید رنگ کا ٹرائوزر اور ہمیشہ کی طرح سفید سنیکرز پہنے بنا میک اپ کیے وہ بالکل تروتازہ دکھائی دے رہی تھی۔۔

"ذرا ڈریسنگ ٹیبل کا دراز بھی کھول کر دیکھ لیں مہربانی ہوگی۔۔" ردا جو اپنی کتابیں بیگ میں ڈالنے میں مصروف تھی۔ "منو ذرا جلدی کرو گاڑی والا آگیا ہے یار۔۔ آپی آپ کیسے جائیں گی؟" ردا کے سوال کے جواب میں انابیہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ فون کی بیپ بجی جس پر تایا ابو کا ٹیکسٹ میسج تھا۔۔

"بچے میں نے تمہارے لیے گاڑی اور ڈرائیور بھجوایا ہے یونیورسٹی آنے جانے کے لیے تاکہ تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔اب سے وہ گاڑی اور ڈرائیور تمہارے زیر استعمال ہوں گے۔" وہ اس میسج کو دیکھتے ہوئے بری طرح چونکی تھی۔

"کیا کسی جن کا میسج آگیا ہے کہاں کھو گئی؟" ردا اسے موبائل میں کھویا ہوا دیکھ کر بولی۔

"تایا ابو نے گاڑی اور ڈرائیور بھجوایا ہے میرے لیے" اب کی بار اس کی حیرت کی زد میں آئی نظریں ردا پر تھیں۔

"واقعی؟؟ مزے۔۔۔اب اتنا حیران کیوں ہو رہی ہیں یہ تو اچھی بات ہے۔۔" حیران تو وہ بھی تھی۔

"مزے کی بچی۔۔ بابا اور غصہ ہوں گے۔" ڈریسنگ ٹیبل کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولی۔۔

"وہ کب غصہ نہیں ہوتے۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے ہم چلتے ہیں۔بیسٹ آف لک۔۔" ردا اسکے گلے لگ کر اپنے کالج کے لیے نکل گئی۔ وہ اب اپنے بھورے رنگ کے بالوں کو ڈھیلی ڈھالی گت میں باندھ رہی تھی اس کے بعد اس نے سفید رنگ کا ہی شیفون کا دوپٹہ بھی سر پر اوڑھا اور بیگ کندھے پر لٹکائے وہ کمرے سے باہر چل دی۔ اسکا ارادہ سیدھا باہر جا کر گاڑی میں بیٹھنے کا تھا لیکن نظریں باہر سے آتے ایک شخص سے ٹکرائیں۔ احمد صاحب اسے سخت نظروں سے گھور رہے تھے اور وہ بغیر پلکیں جھپکائے انہی کو دیکھے جا رہی تھی۔ماتھے پر ڈھیروں شکنیں لیے وہ شخص خود پر ضبط کرتا اس کے ساتھ سے ہو کر اندر کی جانب چل دیا۔انابیہ نے دل پہ ہاتھ رکھ کر گہرا سانس لیا۔۔ "ضرور تایا ابو نے پہلے ہی سمجھا دیا ہو گا۔" خود کو تسلی دیتے وہ سیدھا پورچ کی جانب بھاگی جہاں ایک نیلے رنگ کی KIA Picanto اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ ساتھ ڈرائیور اپنا یونیفارم پہنے کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ کچھ پل وہ ایسے ہی کار کو دیکھتی رہی اور پھر اس چوڑی جسامت والے ڈرائیور کو جو اسے ڈرائیور لگ نہیں رہا تھا۔۔

"حد ہے بیا ایسے نہیں گھورتے کسی کو۔۔" وہ دل میں خود کو کوستے سر جھٹک کر کار میں جا بیٹھی۔ کچھ ہی دیر کے بعد وہ اپنی منزل پر پہنچ گئی تھی۔ وہ عین یونیورسٹی کے سامنے کھڑی تھی۔

"مت کہنا مجھے بابا۔۔ مجھے باپ ہونے کا حق دیا کیا تم نے؟ جانتی ہو تم جیسی نافرمان اولاد ہوتی ہے جو اس زمین پر در در کی ٹھوکریں کھاتی ہے۔۔۔"

وہ الفاظ جیسے گونجنے لگے ہوں۔۔۔ وہ قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی۔

"تمھیں کیا لگتا ہے بھائی جان کو بیچ میں لا کر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائو گی۔۔ نہیں بچے نہیں تمھاری یہ ضد پوری نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ جس دن عالیان واپس آ گیا نا میں تمہیں اسکے ساتھ رخصت کر دوں گا۔ پھر دیکھتا ہوں کسطرح ہو گا تمہارا یہ ڈگریوں کا ارمان پورا۔۔"

آنسوؤں کا ایک ریلا تھا جو کسی بھی وقت جاری ہو سکتا تھا۔ وہ مسلسل آگے بڑھتی جا رہی تھی۔۔

"اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد چاہو، اللہ تعالیٰ صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے(2.153)"

ایک آنسو اسکی بائیں آنکھ سے ٹپکا جسے اس نے چہرہ تھوڑا نیچے جھکا کر اپنی انگلی کی پشت سے صاف کیا اور چہرہ واپس سے اٹھایا جس پر اب ہلکی سی مسکراہٹ تھی شاید اب وہ پر سکون تھی۔

"ایکسکیوز می۔۔۔" ایک لڑکی نا جانے کب اسکے ساتھ آ کھڑی ہوئی جس نے مہرون ٹاپ اور بلیک جینز پہن رکھی تھی۔ بال کھلے اور چہرہ میک اپ سے لدا ہوا تھا۔ کوئی شک نہیں کہ وہ بہت خوبصورت تھی۔

"دکھنے میں تو آپ بھی نیو سٹوڈنٹ لگ رہی ہیں لیکن کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ یہاں بی۔ ایس مینیجمنٹ کی کلاسز کہاں ہونی ہیں؟" وہ اسکا سر تا پائوں جائزہ لیتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"جی بلکل۔۔ بلکہ ساتھ چلتے ہیں میں بھی کلاس کے لیے ہی جارہی ہوں۔۔" کہتے ہی اپنی گھڑی پر ٹائم دیکھنے لگی اور پھر ایک نظر اپنے ہاتھ میں پکڑے پیپر پر ڈالی جس میں اس یونیورسٹی سے وابستہ کچھ تفصیلات درج تھیں۔۔

"یعنی آپ میری کلاس میٹ ہیں۔مائی نیم از زارا۔۔یور گڈ نیم؟؟"نام بتاتے ہی وہ اپنا ہاتھ انابیہ کی طرف بڑھا چکی تھی بلا جھجک اس نے بھی ہاتھ ملا لیا۔

"انابیہ۔۔"

"نائس نیم۔۔ کین آئی کال یو بیا؟؟" وہ پیار سے اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"جی بلکل سب یہی کہتے ہیں آپ بھی کہہ سکتی ہیں۔"زارا مسکرائی اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔۔

"دو دن ہو گئے میری ماریہ سے بات نہیں ہوئی۔لڑکیاں اتنی جلدی کیوں ناراض ہو جاتی ہیں؟"عاصم نے نہایت غمگیں لہجے میں کہا تھا۔وہ دونوں اس وقت کندھے سے بیگ لگائے یونیورسٹی کی سیڑھیوں سے اتر رہے تھے۔۔

"کون ماریہ؟؟"کبیر نے نا سمجھی سے عاصم کو دیکھا۔جبکہ عاصم نے نظریں کبیر کی طرف گھمائیں۔

"شرم کرو کیسے دوست ہو تم؟اپنے دوست کی محبت کو نہیں جانتے۔" غصے سے کہہ کر وہ دوسری جانب پلٹ گیا۔

"اب تمھاری محبتیں روز بدل جاتی ہیں تو میرا کیا قصور؟اتنی لڑکیوں کے نام کیسے یاد رکھوں؟"ہمیشہ کی طرح بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ نہایت معصومیت سے بولا۔ عاصم نے کبیر کی اس بات پر پھر اسے گھورا۔

"اچھا اب گھورنا بند کرو یہ بتاؤ کہ یہ وہی انسٹا والی لڑکی ہے نا؟" وہی معصومانہ انداز۔۔

"نہیں منحوس انسان وہ مریم تھی یہ لڈو والی ماریہ تھی۔۔" عاصم کا دل کیا کہ اپنے اس اکلوتے دوست کا قتل ہی کر دے۔

"اففف!! نام بھی ملتے جلتے۔۔" اس نے برا سا منہ بنا کر عاصم کو دیکھا۔۔ "خیر یہ بھی اب "تھی" ہو گئی۔ اگلا نمبر کس کا ہے؟" شرارتی مسکراہٹ اس کے لبوں پر سجی تھی۔ عاصم نے ایک بار پھر کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ "اچھا اچھا یار مار نا مت۔۔۔ سمجھ گیا تمھارے معاملے میں لڑکیاں بڑی بیوفا ہوتی ہیں۔۔" اس نے جیسے ہاتھ ہوا میں اٹھاتے ہوئے کہا۔۔

"ہاں نا معصوم سا دل ہے میرا اور اس پر یوں بے دردی سے پیر رکھ جاتی ہیں۔" عاصم نے خوپر افسوس کرتے ہوئے نہایت ہی دکھی انداز سے کہا تو کبیر نے آنکھیں گھما کر اسے دیکھا۔۔

"معصوم نہیں بے غیرت دل بولو میرے بھائی۔۔۔ بے غیرت دل جو ہر کسی کے قدموں میں بچھ جاتا ہے ۔۔" اس نے ڈانٹنے کے انداز سے کہا تھا لیکن عاصم کو یہ اس کا مذاق اڑانا ہی لگا تھا۔۔

"اچھا یار اب اپنا موڈ سیٹ کر لے۔۔" کبیر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔۔ کہتے کہتے وہ چپ ہو گیا کیونکہ اسکی نظر سامنے سے آتی لڑکی پہ رکی تھی۔ وہ نازک سراپے، لمبے قد کاٹھ اور سفید رنگت کی لڑکی اپنی آنکھوں کو ادھر ادھر گھمائے یونیورسٹی کا جائزہ لیتے ہوئے اسکی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔۔ کبیر کے لیے سب کچھ جیسے سلو موشن میں چل رہا ہو اس لڑکی کی موجودگی سب کچھ عدم کر گئی تھی جیسے اس کے علاوہ کوئی نہ ہو بس وہ ہو صرف وہ۔ بس ایک نگاہ اٹھی تھی اس پر جو پھر جھکنا بھول ہی گئی اور وہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ انابیہ نے قریب پہنچ کر ایک سخت نظر اس پر ڈالی جو مسلسل اسے گھورے جا رہا تھا۔ یہ لو محبت تو دل کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اب تو دستک باقی تھی۔

اور پھر عین اسکے ساتھ سے ہوتی ہوئی وہ چلی گئ۔دستک شروع ہو گئی اور ایسی ہوئ کہ آواز صرف اس دل کا مالک سن سکتا تھا۔اس کا دل پہلی بار اتنی زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔کیا وہ محبت کے لیے دروازہ کھول دے؟؟کبیر نے مڑ کر اسے جاتے ہوئے دیکھا۔۔

تو لو کھول دیا محبت کے لیے دل کا ہر دروازہ۔۔

ہو جائو قابض اس دل پر۔۔

بن جائو اس دل کے مکین۔۔

"اسکی آنکھیں!!"کبیر جیسے اب تک کھویا ہوا تھا۔

"اسکے کھلے بال!!"اب کی بار آواز مختلف تھی۔دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دونوں کی ہنسی چھوٹ گئ۔۔

"مل گیا تمھیں اگلا شکار؟؟"اپنے حواس میں واپس آتے ہوئے وہ پھر اپنے دوست کو چھیڑ رہا تھا۔

"اووو۔۔میں ایک نہایت شریف انسان ہوں۔۔یہ بتائو تم کس کی آنکھوں کا بول رہے تھے؟"اب تنگ کرنے کی باری عاصم کی تھی۔

"وہ تو میں بس ایسے ہی۔۔۔"کبیر کو سمجھ نہیں آئ کہ کیا کہے۔ایک لمحے کے لیے وہ ہر چیز سے بیگانہ ہو گیا تھا اور اب جیسے ہوش میں آنے لگا تھا۔

"ہاں۔۔۔پتر تو صحیح جا ریا ایں۔۔چھچھورپن تیرے اندر بھی خوب ہے۔"اس نے استہزائیہ انداز سے کہا تو کبیر نے عجیب سی شکل بنا کر اسے دیکھا۔

"پتر کے باپ۔۔چل کلاس میں چلتے ہیں دیکھیں تو صحیح کون کون سے عجوبے آئے ہیں۔۔" کبیر نے عاصم کے کندھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔۔کلاس میں گھستے ہی سامنے انہی دونوں لڑکیوں کو ساتھ بیٹھے دیکھ کر وہ

پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے جیسے حیران ہوں۔ پھر اپنے آپ کو کمپوز کرتے ہوئے اپنی نشست پر جا بیٹھے۔۔

"حد ہو گئی ویسے دیکھنے کا کوئی طریقہ ہوتا ہے میرا بس چلے تو اتنا گھورنے والوں پہ سیدھا سیدھا کیس کر دوں۔۔" انابیہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اسی دوران پروفیسر حمدان کلاس روم میں داخل ہونے۔ سفید بالوں والے وہ دراز قد آدمی تھے۔ یہ انکی مینجمنٹ کی کلاس تھی تھوڑا سا انٹروڈکشن اور کافی لمبا لیکچر دینے کے بعد وہ کلاس سے چلے گئے۔

"کافی اچھا پڑھاتے ہیں یہ سر۔۔۔" سر کی تعریف کرتے ہوئے زارا بولی تو انابیہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

"گڈ مارننگ لیڈیز۔۔۔" دونوں نے ٹھٹھک کر سر اٹھایا۔ شروعات عاصم کی طرف سے کی گئی تھی۔ کبیر سر نفی میں ہلاتا ہوا اسے دیکھنے لگا۔۔

"امید ہے آپ دونوں کو یہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی ہو گی۔" کہہ تو ایسے رہا تھا جیسے وہ دونوں پہاڑوں کو سر کر کے آئیں ہوں۔۔ "میرا نام عاصم چودھری ہے اور یہ جو پیچھے بیٹھا ہے نا یہ میرا بیسٹ فرینڈ ہے بد قسمتی سے۔۔ نام کبیر جہانگیر۔" عاصم نے اپنا ہاتھ اٹھا کے کبیر کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں بیک وقت پیچھے مڑیں اور وہ انابیہ کی طرف ہی مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اسے پھر غصہ آنے لگا تو وہ واپس آگے مڑ گئی۔

"آپ دونوں کا نام؟" عاصم کا رخ کھلے بالوں والی کی جانب تھا۔

"کتنا بولتے ہو تم صبح ناشتے میں طوطے کھا کر آئے تھے کیا؟" زارا نے سیدھا اسکے منہ پر بولا جس پر کبیر کی ہنسی چھوٹی تو عاصم اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ "خیر!! میرا نام زارا ہے اور یہ بیا۔۔"

"انابیہ۔۔۔انابیہ نام ہے میرا۔۔" اس نے فوری تصحیح کی۔

"ہاں وہی۔۔اٹھو بیا مجھے بھوک لگی ہے کچھ کھانے چلتے ہیں۔" زارا اپنی نوٹ بک بیگ میں رکھتے ہوئے بولی تو انابیہ سرہاں میں ہلاتی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اس نے شکر کیا ہو کہ جان چھوٹی کیونکہ عاصم صاحب کا منہ تو بند ہونے سے رہا۔

"ارے ارے آپ زحمت کیوں کرتی ہیں ہم آپ کے لیے کھانا یہیں لے آتے ہیں۔۔" یہ تو طہ تھا کہ عاصم جان نہیں چھوڑنے والا تھا۔ کوئی اعلیٰ نسل کا چھچھورا لگتا تھا۔

"کیوں تم کیوں لاؤ گے ہمارے لیے کھانا ہمارے پاؤں سلامت ہیں ہم خود جا سکتے ہیں۔" زارا منہ چڑھاتے ہوئے بولی جبکہ بیا کا دل کیا کہ اس انسان کا سر ہی پھاڑ دے۔

"اچھا اچھا اتنا غصہ ہونے کی کیا ضرورت ہے ایک آفر ہی تھی۔ ہم نہایت ہی شریف لڑکے ہیں ایسا ویسا سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" کبیر جو کب سے تماشا دیکھ رہا تھا اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔۔

"شریف تو خیر نہ ہی بولیں۔۔ شریف لوگ **گھورا** نہیں کرتے خاص کر لڑکیوں کو تو بلکل بھی نہیں۔۔" لفظ **گھورا** پہ زور دیتے ہوئے انابیہ تیوڑیاں چڑھائے کبیر کو سنا رہی تھی جس پر اس نے ایک نظر اس کے تمتماتے چہرے کو دیکھا۔

"ٹو پریٹی!!!" وہ مسکراتے ہوئے زیر لب بڑبڑایا۔۔

"جی؟" اس نے سنا تھا پھر بھی نا جانے کیوں انجان بن گئی۔

"کچھ نہیں۔۔۔" چہرے پہ مسکراہٹ لئے تھوڑا پرے ہٹا اور ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے ہاتھ سے انھیں جانے کا اشارہ کیا۔ انابیہ دانت پیستے ہوئے پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔ زارا بھی ہونہہ کرتے ہوئے اس کے پیچھے چل دی۔ ان کے جاتے ہی کبیر عاصم کی طرف گھوما جو اب تک کھویا ہوا تھا۔ ایک مزیدار سی چپت اس کے بازو پر لگائی جو اس کو ہوش کی دنیا میں لانے کے لیے کافی تھی۔

"آئے ہائے کیا ہوا ہے سٹیا گئے ہو کیا؟؟" وہ عجیب سی شکل بنائے اپنا بازو ملتے ہوئے بولا۔۔

"میرا تو نہیں پتہ لیکن تیرا دماغ ضرور سٹیا گیا ہے۔ منحوس انسان لڑکیوں سے بات کرنے کا طریقہ نہیں آتا کیا تجھے؟ اپنے ساتھ ساتھ میری امیج کا بھی کباڑا بنا دیا۔" کبیر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے پورا کا پورا کچا ہی حلق میں اتار لے۔

"اب میں نے ایسا کونسا طریقہ استعمال کر لیا ہے جو تو ایسے آگ بگولہ ہو رہا ہے؟؟"

"Cheap moves جسے ہماری زبان میں چھچھوری حرکتیں کہا جاتا ہے۔ تمہارے اس بھیجے میں عقل پتہ ہے کتنی ہے؟" اس نے دو انگلیوں سے اس کے ماتھے پر مارتے ہوئے کہا۔ "آٹے میں نمک کے برابر۔۔"

"یار کوئی اور مثال دو۔ اب مجھے کیا پتہ آٹے میں کتنا نمک ہوتا ہے میں تھوڑی نا سارا دن آٹا گوندھتا رہتا ہوں۔۔" اس نے کندھے اچکا کر نہایت ہی معصومانہ انداز سے کہا۔۔

"اس کا تو مجھے بھی نہیں پتہ لیکن اتنا بتا دوں حرکتیں ٹھیک نہیں کی نا تو یہ دونوں تجھے ضرور آٹے کی طرح گوندھ دیں گی۔۔" کبیر نے جیسے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا تھا مگر سامنے والا بھی عاصم تھا دل ہی دل میں اسے سو گالیوں سے نواز کر اب آگے بڑھ گیا تھا۔ کبیر نے ناگواری سے سر جھٹکا اور اس کے پیچھے چل دیا۔۔

سارا دن کی کلاسز لینے کے بعد وہ دو بجے کے قریب گھر پہنچی۔ گھر کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سب سے پہلے ماما جان کے کمرے میں گئی۔ وہ جانتی تھی کہ بابا اس وقت آفس میں ہوں گے۔ ہلکا سا دروازہ کھول کے اسنے اندر کی جانب جھانکا ناہیدہ اس وقت سو رہی تھیں۔ اس نے آرام سے دروازہ واپس سے بند کیا وہ انکو جگانا نہیں

چاہتی تھی۔اس کے بعد وہ کچن کی طرف گئ۔ فریج کا دروازہ کھول کر اس نے جیم اور پانی کی بوتل نکالی۔گلاس میں پانی انڈیلنے کے بعد اس نے دو گھونٹ پانی پیا۔

"ٹوپریٹی!!" بریڈ پر جیم لگاتے ہوئے اسے اچانک کبیر کی آواز سنائی دی۔ تیزی سے اس نے آس پاس دیکھا۔ وہ تو اپنے گھر پر تھی وہاں وہ کیسے آسکتا ہے بھلا۔۔

"یہ کیا بکواس ہے۔۔" سر جھٹک کر وہ بریڈ کھانے لگی۔اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اسے اندر سے ایک لڑکی کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔اس نے دھڑلے سے دروازہ کھولا سامنے بیڈ پہ بیٹھی ردا منہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے رو رہی تھی اسے روتا دیکھ کر انابیہ کے دل کو کچھ ہوا وہ تیز قدم لیتے اس کے پاس بیڈ پہ آبیٹھی۔

"ردا کیا ہوا ہے کیوں اس طرح سے رو رہی ہو؟"

"آپی۔۔۔" اسنے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھا کے انابیہ کو دیکھا اور پھر اسکے گلے لگ کے رونے لگی۔

"خدا کے لیے ردا مجھے بتائو۔۔۔ ماما جان تو ٹھیک ہیں نا۔۔۔ منو کدھر ہے۔۔ بابا بھی ٹھیک ہیں نا؟؟ بولو نا کچھ بول کیوں نہیں رہی تم؟؟" انابیہ کے دل میں مختلف خیالات جنم لینے لگے۔

"آپی وہ مر گیا۔۔۔" اس نے پھر سے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا اور دوبارہ اسکے گلے لگ کے رونے لگی۔

"وہ؟؟ کون وہ؟؟"" وہ اسے ساتھ لگائے پوچھ رہی تھی لیکن ردا بجائے جواب دینے کے بس روتی جارہی تھی۔انابیہ اس کی سسکیاں سن ہی رہی تھی تبھی اسکی نظر بیڈ پہ الٹی کی ہوئ کتاب پہ پڑی۔ وہ ضرور کوئ ناول تھا۔ سمجھ لگنے پر اس کا منہ حیرت سے کھلا اور شاک کی حالت میں اس نے پوری قوت سے ردا کو اپنے سے پرے دھکیلا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ایک انسان جسکا اس دنیا میں کوئی وجود ہی نہیں ہے تم اسکے لیے اتنا رو رہی ہو۔۔نہایت جاہل قسم کی عورت ہو تم۔۔۔"وہ بیڈ پر سے کھڑے ہو کر اس پر برسنے لگی۔۔

"وہ وجود رکھتا ہے۔۔"ردا آنسو صاف کرتے بہن کے سامنے کھڑی ہو گئ۔جواب تک رو رہی تھی اب اسکے چہرے پہ غصہ تھا۔

"اچھا جی اور کس دنیا میں؟؟"انابیہ ہاتھ باندھے اسے عجیب انداز سے دیکھ رہی تھی۔

"میری دنیا میں۔۔"انگلی اپنے سینے پہ رکھے اس نے میری پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"اور تمہاری دنیا کونسی ہے؟؟"جوابا ًردا کے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے تمہاری پر زور دیتے ہوئے وہ تھوڑا آگے کی طرف جھک کر بولی۔

"My own imaginative world!!!" وہ اترا کر سر اٹھا کر بولی۔

"Your own imaginative world?? Hahahahah"غصے سے اسکا چہرہ اب ہنسی میں بدل گیا تھا۔وہ اسے واقعی اس وقت احمق لگ رہی تھی۔ردا کو اس کا اس طرح ہنسنا کافی تپا رہا تھا۔

"میری دنیا پہ ہنسنے کی ضرورت نہیں ہے کم از کم وہ اس دنیا سے بہت اچھی ہے۔"ردا نے کچھ طنزیہ انداز سے کہا۔

"کیا خاک اچھی ہے جو تمھیں اتنا رلاتی ہے۔"اب کی بار انابیہ بھی ہنستے ہوئے طنزیہ انداز سے بولی۔

"یہ مجھے صرف رلاتی نہیں ہے ہنساتی بھی ہے، مجھے سنجیدہ بھی کرتی ہے، مجھے ایموشنل بھی کرتی ہے، مجھے بہت کچھ سکھاتی بھی ہے۔یہی ہے میرے کتابی دنیا۔۔۔اور سب سے اچھی بات۔۔۔کہ آپ کے بعد یہ دنیا

میری سب سے اچھی دوست ہے۔۔" کہتے ہی وہ اپنی کتاب اٹھا کے الماری میں رکھنے لگی۔ وہ جو اب تک اپنی بہن پر ہنس رہی تھی یک دم سنجیدہ ہو گئی۔۔

"کیوں خود کو رو رو کر ہلکان کرتی ہو۔ اچھے سے جانتی ہو میں نہیں دیکھ سکتی تمہیں ایسے روتے ہوئے۔ تمہیں پتہ ہے کتنا ڈرا دیا تھا تم نے مجھے۔۔ عجیب عجیب سے خیال آنے لگے تھے۔"

"اچھا اچھا صحیح اتنا ایموشنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جانتی ہوں کتنا خیال ہے آپکو میرا۔۔" وہ اسے چڑھاتے ہوئے بول رہی تھی۔ بیا آگے سے ہنس دی۔

"ویسے ایک بتا دوں جن ہیروز کو تم پڑھتی ہو۔۔ آئی مین امیجن کرتی ہو وہ اس دنیا میں نہیں پائے جاتے۔۔" وہ اب بیڈ پر بیٹھے جھک کر اپنے جوتوں کے تسمے کھول رہی تھی۔

"جانتی ہوں۔۔ پرنس چارم اور پرنس فلورین اس دنیا میں کہیں نہیں پائے جاتے۔۔" بات ہی ایسی تھی کہ اسے بولتے ہوئے تھوڑا افسوس ہوا۔۔ "اور میں کسی فیری ورلڈ میں نہیں رہتی۔ میں اس دنیا میں رہتی ہوں۔۔" اس نے دونوں ہاتھ ہوا پھیلاتے ہوئے کہا۔ انابیہ ایک جوتا اتار چکی تھی اور بجائے دوسرا اتارنے کے وہ بیڈ پر دونوں ہاتھ رکھے اسے سن رہی تھی۔۔

"میں جب کسی کتاب کو کھولتی ہوں تو بس اس دنیا کو بھلا کر اس کتابی دنیا میں چلی جاتی ہوں لیکن جب اس کتاب کو بند کرتی ہوں تو کتابی دنیا بھی ساتھ بند کر کے میں اصلی دنیا میں آجاتی ہوں۔۔ میں رئیلٹی اور امیجینیشن کو کبھی کمپیئر نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوتی اور ایک نارمل اور پریکٹیکل لڑکی بن کر رہتی ہوں۔۔" وہ ساتھ ساتھ کچھ کتابوں کو ترتیب سے رکھ رہی تھی۔۔

"پھر تو تمہیں ماننا پڑے گا۔۔ تم خود پر کسی چیز کو حاوی نہیں ہونے دیتی۔۔" اور یہ تعریف تھی۔ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خیالی دنیا کا سوچ سوچ کر روزانہ خود کو دکھی نہیں کرتے انہیں اصلی دنیا میں بھی رہنے آتا ہے اور خیالی دنیا میں بھی اور جو لوگ ہر چیز میں توازن رکھتے ہیں ان کا دل مشکل میں نہیں پڑتا۔۔

کار پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے وہ انگلی میں کی رنگ گھماتے ہوئے گنگناتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا تھا جب اسکی نظر سامنے لائونج میں صوفے پہ براجمان عابس جہانگیر پہ پڑی۔

"کیا حال ہے مسٹر بزنس مین۔۔" صوفے پر ٹک کے بیٹھتے ہوئے اس نے عابس سے پوچھا۔۔ وہ اسے عموماً مسٹر بزنس مین کہا کرتا تھا کیونکہ جس طرح ہر وقت اس کے ڈیڈ یعنی جہانگیر صاحب اس کے بڑے بھائی کے کارناموں کی مثالیں اسے دیتے رہتے تھے تو کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ شاید دنیا میں عابس جہانگیر ہی ون اینڈ اونلی بزنس مین ہے۔۔

"آ گئے تم؟" نظروں کا رخ کبیر کی طرف رکھتے ہوئے عابس نے اس سے پوچھا۔

"نہیں میری روح آئی ہے۔۔۔" ڈھٹائی سے جواب دیتے ہوئے اس نے عابس کے آگے پڑا ملک شیک کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔۔ عابس کے ماتھے پر سلوٹیں پڑیں۔۔

"کسی کو تو صحیح جواب دے دیا کرو کبیر۔۔۔" آواز آمنہ بیگم کی تھی جو کبیر کو گھورتے ہوئے گلدان میں پھول ڈال رہی تھیں۔

"رہنے دیں امی جان ایک یہی انسان تو ہے جسکے ٹیڑھے میڑھے جواب میں برداشت کرتا ہوں۔۔" عابس نے تھوڑا مسکرا کر کہا۔

"ارے میری ایسی کیا مجال جو میں آپ کے بڑے بیٹے کو ٹیڑھے میڑھے جواب دوں۔۔ میں تو بس مذاق کر رہا تھا۔۔ کیوں برو؟" آنکھ مارتے ہوئے اسنے بھائی کی جانب دیکھا۔۔

"ویسے برو۔۔ شادی کا کیا ارادہ ہے آپکا۔۔ عمر نکلتی جا رہی ہے۔۔ کر لیں کہ پھر میری باری آئے۔۔" اب کی بار وہ تھوڑا آگے جھک کے بولا۔۔

"پہلے یہ بتائو شادی کی فکر تمہیں میری ہے یا اپنی؟ اور بائے داوے یہ آج یونیورسٹی جاتے ہی تمہیں شادی کا خیال کیسے آگیا؟؟" اس نے ابرو اچکاتے ہوئے کبیر کو تفتیشی نظروں سے دیکھا۔۔ کبیر کے سامنے اسی سفید دوپٹے والی لڑکی کا چہرہ لہرایا۔۔ ایک پل کو خاموشی چھا گئی جسکو عابس کی چٹکی نے توڑا۔

"کیا ہوا کہاں کھو گئے؟" کبیر نے سر جھٹک کر بھائی کی جانب دیکھا۔

"کہیں بھی نہیں بس ایسے ہی کچھ یاد آگیا تھا۔۔" اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کبیر اپنے بھائی سے نظریں چرا گیا تھا۔۔

"تم لڑکیوں سے دور بھاگنے والے انسان کچھ تو ہوا ہے تمہیں ورنہ اچانک شادی کا خیال۔۔ ہضم نہیں ہو رہی یہ بات مجھے۔۔" عابس آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔

"جی نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں تھکا ہوا آیا ہوں یونیورسٹی سے۔۔ کیا پولیس کی طرح سوال جواب شروع کر دیے۔ شادی کا ہی تو کہا تھا۔ میں اب تھوڑا آرام کرنا چاہوں گا۔۔ رات کے کھانے میں ملاقات ہو گی۔۔" ایک ہی سانس میں کہتے ہوئے وہ گلاس ہاتھوں میں دبائے اٹھ کر چلا گیا۔

"ہونہہ نین مٹکے کر کر کے تھک گیا ہے۔ امی جان ذرا نظر رکھیں دال میں کچھ کالا ہے بلکہ شاید پوری دال ہی کالی ہے۔۔" صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے وہ کبیر کے جانے کے بعد بولا۔

"اہمم۔۔اس معاملے میں مجھے کبیر پہ یقین ہے ایسا نہیں ہے میرا بیٹا۔۔" آمنہ بیگم بڑے یقین سے بولی جبکہ عابس سر نفی میں ہلاتے ہوئے اب موبائل پر ای۔میلز چیک کرنے لگا۔

وہ سیمنٹ کی بنی سیڑھیوں پر خاموشی سے دبے قدم آہستہ آہستہ چڑھتے جا رہے تھے۔ان کے ہاتھ میں ٹارچ تھی کیونکہ وہاں مکمل اندھیرا تھا۔وقتاً فوقتاً وہ پیچھے مڑ کر دیکھتے بھی رہتے۔اوپر پہنچتے ہی انہوں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور پھر آگے کی طرف چلنے لگے۔تھوڑا ہی آگے انہیں ایک کمرے سے کسی کے کراہنے کی آوازیں آنے لگیں اور ان کے قدم وہیں رک گئے۔

"تمھیں کیا لگا تھا سب کچھ تم لے جائو گے اور جہانزیب ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔۔" اور پھر ایک زوردار قہقہہ۔۔ کمرے کے اس پار کھڑے احمد کی آنکھیں بے ساختہ پوری کھلیں۔وہ تیزی سے اندر کی طرف بھاگے اور پھر سامنے کا منظر دیکھ کر رک گئے۔ان کے چچا ابرار خان زمین پر اوندھے منہ پڑے تھے۔ان کی گردن میں رسی لپٹی ہوئی تھی جس کے سرے جہانزیب حیوان کے ہاتھوں میں تھے اور اس کا ایک پیر ان کی کمر پر تھا۔ان کا چہرہ تکلیف سے سرخ ہو رہا تھا اور وہ زمین پر کسی مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے لیکن اس حیوان کو زرا ترس نہیں آرہا تھا۔

"چھوڑو انہیں بے غیرت انسان چچا ہے وہ ہمارے۔۔" احمد نے آگے ہو کر پوری قوت سے جہانزیب کو پرے دھکیلنے کی کوشش کی لیکن اس نے رسی نہیں چھوڑی۔وہ اس وقت حیوانیت کی آخری حد پہ تھا۔۔احمد نے پھر سے اس کے جبڑے پر گھونسا مارا اتنا زور سے کہ اب کی بار وہ پیچھے کو گرا۔۔اس کے پیچھے ہوتے ہی وہ نیچے چچا کی طرف جھکے لیکن وہ وجود بے جان ہو گیا تھا۔۔انہوں نے جھنجھوڑ کر جگانے کی کوشش کی لیکن جانے

والا تو کب کا چلا گیا تھا۔ان کا دماغ مائوف ہونے لگا اور کچھ دیر وہ ساکت اور پتھرائی نظروں سے ان کی لاش کو دیکھے گئے۔کتنا مشکل وقت ہوتا ہے جب آپ کا جان سے پیارا آپ کے سامنے مر رہا ہو اور آپ اسے کچھ بھی کر کے بچا نہ سکے اور تب انسان کو خود بھی مر جانا چاہئے۔

احمد پیچھے ہو کر شاک کی حالت میں اس وجود کے ساتھ اسی طرح بیٹھے رہے۔۔جہانزیب کہاں تھا کسے پرواہ تھی۔۔کچھ دیر میں انہیں اسی وجود کے ساتھ کچھ لوگوں کے پیر دکھائی دیے۔انہوں نے بمشکل زخمی نظریں اٹھا کر ان کے چہرے دیکھے جو ڈھکے ہوئے تھے۔ان کے ہاتھوں میں موٹے اور بھاری ڈنڈے تھے۔وہ کس نے بھیجے تھے۔۔وہ کس مقصد سے بھیجے گئے تھے۔۔احمد جان گئے تھے۔۔انہوں نے نظریں پھر سے جھکا لیں۔۔ان کا دماغ سن ہو گیا تھا نہ بھی ہوتا تو وہ اتنے لوگوں سے کبھی نہ لڑ سکتے۔

دفعتاً ان کی آنکھیں کھلیں۔۔انہوں نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے اپنے ارد گرد دیکھا وہ کسی گودام میں نہیں بلکہ اپنے نیم اندھیر کمرے میں تھے۔ان کے برابر میں ہی ناہیدہ مکمل نیند کی وادیوں میں تھی۔اپنی پیشانی پر آتا پسینہ صاف کر کے وہ دوبارہ لیٹ گئے لیکن وہ جانتے تھے اب انہیں نیند نہیں آنے والی۔۔

کلاس روم میں ایک چیئر پر بیٹھے زارا چشمہ لگائے اپنے لیپ ٹاپ کے ساتھ مصروف تھی۔آج وہ سیاہ رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی اور بال ایک طرف سے تھوڑے آگے اور باقی پیچھے پھینکے ہوئے تھے۔

"ہائے زارا۔۔کیسی ہیں آپ؟؟"اسے دیکھتے ہی عاصم کا دل تو جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا ہو۔۔جبکہ کبیر کی متلاشی نظریں پوری کلاس میں جسے ڈھونڈ رہی تھیں وہ وہاں تھی ہی نہیں۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں تمہیں؟"اس نے عاصم کو سخت نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بہت حسین!!!" مسکراہٹ لئے وہ زارا کو دیکھتے ہوئے بولا اور وہ سر جھٹک کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔۔

"آپکی دوست نظر نہیں آرہی؟" کبیر سے رہا نہ گیا تو پوچھنے لگا۔

"ظاہر ہے یہاں ہو گی تو نظر آئے گی نا۔۔" ٹیڑھے جواب دینے میں کبیر سے بھی دو ہاتھ آگے تھی۔ کبیر کی تیوڑیاں چڑھ گئیں۔

"وہ لائبریری گئی ہے۔۔" کچھ سیکنڈز بعد اس نے خود ہی بتا دیا۔۔ وہ بنا کچھ کہے الٹے پیر وہاں سے چلا گیا۔ زارا اسکو جاتے ہوئے مسکرا کر دیکھنے لگی۔

"تمہارا دوست چلا گیا ہے تو تم کیوں کھڑے ہو میرے سر پر؟؟" اچانک اسکی نظر عاصم پہ گئی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"وہ تو اپنی محبوبہ کے پاس گیا ہے تو مجھے بھی اپنی محبوبہ کے پاس رہنے دیں۔۔"

"میرے ساتھ یہ فضول قسم کی بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے سمجھ آئی۔۔" لفظ محبوبہ سن کر اسکا خون کھولنے لگا تو اسکو انگشت شہادت اٹھا کے وارننگ دیتے ہوئے بولی۔

"اچھا اچھا سمجھ گیا آپ غصہ تو نہ کرو۔۔" کرسی آگے گھسیٹ کر وہ بلکل اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور اسکے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو آگے ہو کے دیکھنے لگا۔۔ زارا کو اسکی اس حرکت پہ پھر غصہ آنے لگا۔۔

"میں صرف غصہ نہیں کرتی منہ بھی توڑ دیتی ہوں۔ تھوڑا دور ہو کر بیٹھو۔۔۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی جس پر وہ فوراً تھوڑا سا کھسکا۔

"نہیں پلیز منہ مت توڑنا میرے پاس یہی ایک منہ ہے ورنہ تمہیں مجھ سے اور بھی نفرت ہو جائے گی۔۔۔ میں تو بس تمہارا کام دیکھ رہا تھا۔۔۔" وہ معصوم شکل بنائے شرارت سے کہنے لگا۔ زارا ہنس دی۔

"اب اگر یہاں بیٹھنا ہے تو منہ بند کرنا پڑے گا۔" کہہ کر دوبارہ کام میں مصروف ہو گئ۔ سر تابعداری سے اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ اسکی کی بورڈ پر چلتی ہوئی لمبی لمبی خوبصورت انگلیوں کو دیکھنے لگا۔

وہ اسوقت لائبریری میں بکس شیلف کے سامنے کھڑی کوئ کتاب ڈھونڈنے میں مصروف تھی جب وہ عین اسکے پیچھے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ آج اسنے برقعہ نما لمبے سے نیوی بلیو فراک کے ساتھ سیاہ دوپٹہ سر پر اوڑھ رکھا تھا۔ تبھی اس کو محسوس ہوا جیسے اس کے پیچھے کوئی کھڑا ہو وہ فوراً ایڑیوں کے بل پیچھے کو گھومی۔ اسکے مڑتے ہی کبیر بھی دھڑلے سے اپنے پیچھے بکس شیلف کی طرف مڑ گیا اور ظاہر کرنے لگا جیسے کوئی کتاب ڈھونڈ رہا ہو۔

"میرا پیچھا کر رہے ہو؟" وہ اسکی یہ حرکت دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے کھڑے پوچھنے لگی۔

"جی کچھ کہا۔۔ ارے تم!!" وہ انابیہ کی طرف مڑتے ہوئے نہایت اداکاری سے بولا جو غصے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"میں نے پوچھا کہ میرا پیچھا کر رہے ہو؟" وہ دوبارہ اپنا جملہ دہراتے ہوئے بولی۔ نظروں میں ہنوز تپش تھی۔

"نن۔۔ نہیں تو میں کیوں کروں گا تمہارا پیچھا۔" اس نے خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔۔

"اچھا جی تو میرے مڑتے ہی تم کیوں مڑ گئے؟"

"میں تو کب سے اپنی مطلوبہ کتاب ڈھونڈ رہا تھا تم الزام لگا رہی ہو۔۔" وہ تھوڑا بوکھلاتے ہوئے بولا۔ انابیہ نے اسے سر تا پیر دیکھا جو آج سیاہ جینز کے ساتھ سرخ رنگ کی چیک شرٹ پہنے اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"مینجمنٹ کے نوٹس بنانے تھے تو اس حوالے سے ہی کتاب ڈھونڈ رہا تھا۔۔" دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بڑے ڈیشنگ انداز میں کھڑا تھا۔۔

"اہاں ں!!!! انگلش فکشن سے تم مینجمنٹ کے نوٹس بناؤ گے۔۔انٹرسٹنگ!!" ہاتھ سینے پر باندھے وہ طنزیہ مسکراہٹ لئے کبیر کو کنفیوژ کر گئی تھی۔۔کبیر کرنٹ کھا کر کتابوں کے ریک کی طرف گھوما جہاں بڑا بڑا لکھا تھا۔۔(English fiction)۔

"وہ مم۔میں۔۔۔"انابیہ سے نظریں چراتے ہوئے وہ بمشکل بولنا چاہ رہا تھا۔۔

"ویسے تو بہت گھورتے ہو اب میری آنکھوں میں دیکھ کر جواب دو گے؟"

"فلحال نہیں دیکھ سکتا۔۔"وہ نظریں جھکائے اسکے چمکتے ہوئے سفید سنیکرز کو دیکھ رہا تھا۔

"کیوں نہیں دیکھ سکتے؟"انابیہ کے تیور مزید سخت ہوئے۔

"کیونکہ اس وقت تم اتنی خوبصورت لگ رہی ہو کہ مجھ سے بولا بھی نہیں جا رہا۔۔"اب کی بار کبیر نے اسکے چہرے کی طرف دیکھا جسکو وہ ابھی ایک سیکنڈ پہلے کنفیوژ کر گیا۔

"فلرٹ کر رہے ہو میرے ساتھ؟"اس نے سرخ ہوتے ہوئے چہرے سے پوچھا۔

"کم از کم یہ فلرٹ تو نہیں ہے۔۔ایمان سے مجھے خود بھی نہیں پتہ یہ کیا ہے؟ جلد پتہ چل جائے گا تمہیں بھی اور مجھے بھی۔" وہ اب تھوڑا آگے جھک کے بولا جس کی وجہ سے انابیہ نے ایک قدم پیچھے کو لیا۔بس ایک پل کو دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا تھا اور یہ جا وہ جا۔۔اس کی آواز میں جادو تھا ایسا جادو جو کسی بھی انسان کو فوراً اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور وہ بس اسی طرح لپٹتی چلی جا رہی تھی اس کے برعکس اگر کوئی کبیر سے اس کے بارے میں پوچھتا تو وہ ضرور اس بات کا اعتراف کرتا کہ انابیہ ایک جادوگرنی ہے اور اس کا جادو کبیر پر چل گیا ہے پہلے دن سے ہی اور اب جادو زور پکڑتا جا رہا ہے۔۔

''سوری فور ڈسٹر بنگ یو۔۔'' ہنستے ہوئے کہہ کر وہ قدم اٹھاتا وہاں سے چلا گیا۔ وہ بت بنے کھڑی اسے دیکھے گئ اور سر جھٹک کر واپس کتابوں کی طرف مڑ گئ۔ ''بد تمیز نہ ہو تو!!''۔۔ محبت کی ابتداء اچھی تھی کاش کہ انجام بھی ایسا ہی ہو۔۔

''عاصم اور کبیر تو مجھے پاگل خانے سے بھاگے ہوئے لگتے ہیں۔۔ مینٹل پیشنٹ ہیں دونوں شاید۔۔'' انابیہ اورنج جوس کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولی وہ دونوں اس وقت کیفیٹیریا میں بیٹھی تھیں۔

''ایک تمہارے پیچھے پاگل اور ایک میرے پیچھے۔۔۔'' زارا تھوڑا ہنستے ہوئے بولی۔

''بہت دیکھتا ہے وہ یار۔۔'' اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے نہایت ہی افسوس سے کہا اور سٹرا کی مدد سے جوس پینے لگی۔

''دیکھتا ہی تو ہے۔۔'' زارا نے ایسے کہا تھا جیسے کسی کو دیکھنا عام سی بات ہے۔ ہو گی عام بات زارا کے لیے لیکن انابیہ کو کیا معلوم وہ تو گرلز کالج سے سیدھا یہاں آ گئ تھی۔۔

''ایک ہوتا ہے دیکھنا۔ ایک ہوتا ہے مسرور ہو کر دیکھنا مسکرا کر دیکھنا ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھنا اور دیکھتے دیکھتے کھو جانا۔۔''

''تو؟؟'' زارا نے نا سمجھی سے کندھے اچکائے۔۔

''تو کیا؟؟ ایسے دیکھتا ہے وہ۔۔ پتہ نہیں عجیب انسان ہیں۔۔ چلو عاصم کی تو سمجھ آتی ہے تم ہو بھی تو اتنی پیاری اور اوپر سے تمہارا اسٹائل بھی یونیک ہے۔۔ مجھ میں کیا دکھ گیا نہایت سادہ قسم کی لڑکی ہوں فیشن سینس بھی نہیں ہے۔۔'' اپنا دوپٹہ سر پر ٹکاتے ہوئے وہ ناگواری سے بول رہی تھی۔۔

"آپکی سادگی !! یونو نیچرل بیوٹی۔۔" کبیر نا جانے کب اچانک اسکے سامنے والی کرسی پہ آبیٹھا۔

"تم پھر یہاں۔۔۔ مسئلہ کیا ہے تمہارا؟؟" اس کا دل کیا کہ یہ اورنج جوس اسکے منہ پہ ہی الٹا دے۔

"عاصم چلا گیا کوئی ضروری کام تھا اسے۔۔ اکیلا بور ہو رہا تھا سوچا تم دونوں کی کمپنی جوائن کر لوں۔۔" معصوم سی شکل بنائے وہ انابیہ کو دیکھنے لگا۔

"ایک منٹ یہ نیچرل بیوٹی کا طعنہ مجھے مارا ہے نا۔" زارا نے انگلی کا اشارہ خود کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "میں بھی کوئی میک اپ کے ٹین نہیں گراتی منہ پہ۔۔ یہ بھی سافٹ سا میک اپ ہے ہونہہ۔۔۔" کرسی سے تھوڑا آگے ہو کر اس نے لٹھ مار انداز سے کہا۔ کبیر نے غور سے اس کے میک اپ سے بھرے ہوئے چہرے کو دیکھا جو کہیں سے بھی اسے سافٹ سا میک اپ نہیں لگ رہا تھا۔۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے کچھ لوگ میک اپ میں پیارے لگتے ہیں اور کچھ سادگی میں ہی قیامت ڈھاتے ہیں۔۔" نظریں انابیہ پہ مرکوز کیے وہ زارا سے مخاطب تھا۔۔

"میں میک اپ کے بغیر بھی پیاری ہوں۔۔" ہار تو اس نے بھی نہیںماننی تھی۔

"تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم کوئی بھوتنی ہو ویسے بھی اب اس چہرے پہ میرا دوست دوبارہ مرمٹا ہے چاہے جیسا بھی ہو۔۔" وہ اس کے چہرے پہ انگلی کے اشارے سے دائرہ بناتے ہوئے بولا۔۔ رہی بات بیا کی تو وہ دونوں کو بحث کرتا دیکھ کر مسکرائے جا رہی تھی اور زارا نے پھر سے منہ پھلا لیا۔۔

"میں بہت اچھا انسان ہوں آپ کو میرے بارے میں رائے بدل لینی چاہیے۔۔" اب کی بار وہ پھر انابیہ کی طرف متوجہ تھا۔

"میری آپ کے بارے میں فلحال کوئی رائے نہیں ہے۔ میں کسی سے ایک دو دفعہ ملنے پر اس کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔۔ میرا ڈرائیور آگیا ہے کل ملیں گے۔۔ بائے۔۔" وہ روانی میں کہتے اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگی۔۔ کبیر افسوس بھری نگاہوں سے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

"فکر نہ کرو آہستہ آہستہ ہو جائے گی۔۔" زارا اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"کیا؟؟" کبیر نے یکدم نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"محبت۔" وہ یہ کہتے ہی ہنسنے لگی۔

"محبت؟؟" وہ زیر لب بڑبڑایا اور اسے بے یقینی سے دیکھتا رہا۔۔ زارا نے سڑ امنہ میں دبائے سر اثبات میں ہلایا۔

گھر پہ قدم رکھتے ہی انابیہ نے سامنے سے ماما جان اور ڈاکٹر کو آتے دیکھا۔۔ ڈاکٹر کو دیکھتے ہی وہ یک دم پریشان سی ہو گئی۔ ڈاکٹر اس کے ساتھ سے ہو کر چلا گیا اور ناہیدہ بیگم کی نظر دروازے پہ کھڑی پریشان لڑکی کی طرف رکی۔

"بیا وہاں کیوں کھڑی ہو اندر آئو۔۔" انھوں نے اسکو پکارا۔۔

"ماما جان ڈاکٹر کیوں آیا تھا؟؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگی۔۔

"کچھ نہیں بس تمہارے بابا کو تھوڑا بخار تھا۔۔۔" یہ کہنے کی دیر تھی اور وہ فوراً بابا کے کمرے کی طرف بھاگی۔۔ دروازہ کھولتے ہی وہ احمد صاحب کے پاس گئی جو اس وقت نیم اندھیر کمرے میں سو رہے تھے۔۔

"باباجان۔۔۔"اس نے انہیں دھیمی آواز سے پکارا۔احمد صاحب نے آنکھیں بمشکل کھولیں۔انکے آنکھیں کھولتے ہی بیاواپس جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئ۔۔

"رکو۔۔۔"انکی آواز سن کے وہ پلٹی۔۔

"معافی چاہتی ہوں بابامیں بس آپکودیکھنے آئ تھی میراارادہ آپکوجگانے کانہیں تھا۔۔۔"وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

"کوئ بات نہیں بیٹھو یہاں۔۔"وہ بس حیرت سے انکودیکھنے لگی اور پھرانکے برابر بیٹھ گئ۔

"پڑھائی کیسی جارہی ہے تمھاری؟؟"اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہے تھے۔

"جج۔۔جی اچھی جارہی ہے۔۔۔"بمشکل اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتے ہوئے وہ بولی۔۔

"چلواچھی بات ہے۔۔۔"کچھ پل خاموشی چھائ۔

"بیامیں تم سے اس دن کے لیے معافی مانگناچاہتاہوں۔۔"انابیہ نے چہرہ اٹھاکے انکی طرف دیکھا۔۔

"نن۔۔نہیں آپ کومعافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے بابا۔۔"اب وہ شرمندہ بھی ہورہی تھی۔۔

"میں اس دن کچھ زیادہ ہی بول گیاتھانہیں بولناچاہیے تھا۔۔"وہ رک کراس کاچہرہ دیکھنے لگے۔"تم اب جائو آرام کرومیں بھی کرتاہوں رات کوکھانااکٹھے کھائیں گے۔۔۔"کہتے ساتھ انہوں نے آنکھیں موندلیں۔۔

"جی بہتر۔۔"کہہ کروہ اٹھ کرچلی گئ۔۔

کمرے میں جاتے ہی وہ دیوار کے ساتھ لگ کے پھوٹ پھوٹ کررونے لگی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس کوآخراتناروناکیوں آرہاہے۔کافی دیررونے کے بعدوہ منہ دھونے چلی گئ۔۔بیسن کا نلکہ کھولتے ہی پانی دھارکی طرح نکلنے شروع ہوگیا۔۔اس نے دونوں ہتھیلیوں میں پانی بھربھر کرمنہ پرپھینکا۔۔

"واہ بیا واہ۔۔ کیا قسمت پائی ہے تم نے۔۔" شیشے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے وہ محض یہی کہہ سکی۔۔ مسلسل رونے کی وجہ سے اسکی آنکھیں سوج چکی تھیں۔ آنسو اور پانی کے قطرے یکجان ہو ہو کر اس کی ٹھوڑی سے ٹپک رہے تھے۔۔

میں لاہور کی گلیوں میں رہنے والی۔
اک عام سی لڑکی ہوں۔
تم مجھے دیوانی کہہ سکتے ہو۔
کیونکہ عشق میری ذات ہے۔
میری روح تک بس چکا عشق۔
میری جان پر قابض عشق۔
مجھے عشق ہے لفظ عشق سے۔
کیونکہ عشق ایک ایسا ہنر ہے۔
جو میں نے صرف اسے دیکھنے سے ہی سیکھ لیا۔
عشق میں جان دی بھی جا سکتی ہے۔
جان لی بھی جا سکتی ہے۔
عشق میں خود بھی فنا ہوا جا سکتا ہے۔

اور سب بھی فنا کیا جا سکتا ہے۔

کتنی طاقت ہے عشق میں۔

ہاں تم مجھے عاشق کہہ سکتے ہو۔

کیونکہ مجھے عشق ہے لفظ عشق سے۔

اندھیرا چھانے میں بس تھوڑا وقت باقی تھا اور ایسے میں آسمان کے نیچے کشادہ صحن میں چارپائی بچھائے سائرہ بیگم کپڑے تہہ کر کے ایک دوسرے کے اوپر رکھ رہی تھیں تبھی لکڑی کا بنا بیرونی دروازہ کھلا تو انہوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ایک چودہ سے پندرہ سال کے درمیان ایک موٹا سا لڑکا اندر داخل ہوا۔

"اے نومی تجھے کتنی بار کہا ہے کہ اندھیرا چھانے سے پہلے گھر آجایا کر تو کیوں نہیں سنتا؟؟" انہوں نے غصے سے اس سے پوچھا جواب سنک کے سامنے کھڑا اپنے ہاتھ دھو رہا تھا۔

"اماں کرکٹ کھیل رہا تھا نا۔" اس نے نل بند کرتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

"بس اس گلی کے لوفر لڑکوں کے ساتھ بلے ہی مار اکر پڑھائی تو تیری دادی کرے گی نا اللہ بخشے ان کو۔" وہ مسلسل بولے جارہی تھیں لیکن ان کی سن کون رہا تھا نومی تو کب کا کمرے میں بھاگ گیا تھا۔ ناگواری سے سر جھٹکتے ہوئے انہوں نے سامنے پڑی قمیض اٹھائی اور اسے تہہ کرنے لگی تبھی ان کے کانوں سے وائلن کی دھن ٹکرائی جس کی آواز غالباً اوپر کے کمرے سے آرہی تھی۔

"لے پھر سے لے کر بیٹھ گئی اپنا باجا۔" وہ اس کے وائلن کو باجا ہی کہتی تھیں جو اپنے کمرے میں بتیاں بجھائے ایک کونے میں بیٹھی آنکھیں بند کیے مسلسل وائلن اپنے کندھے پر رکھے اس کے سرے پر ٹھوڑی ٹکائے اور

دوسرے ہاتھ میں پکڑی سٹک اس پر چلاتے ہوئے ایک دھیمی افسردہ سی دھن بجارہی تھی۔اس کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ اور بند آنکھیں یہ ثابت کررہی تھیں کہ وہ اطمینان میں ہے اور پھر دھن تیز ہوتی گئی اس کے ہاتھ تیزی سے چلتے گئے اور پھر آہستہ سے۔۔ تیز اور پھر آہستہ۔۔وہ وائلن بجانے میں ماہر ہوچکی تھی۔۔ڈریسنگ ٹیبل پر صرف ایک شمع جل رہی تھی اور اس کے پاس دیوار سے ٹیک لگائے فلور کشن پر وہ بیٹھی تھی۔وہ مسلسل کھوئی ہوئی تھی اور کھوئی ہی رہتی اگر کوئی زور زور سے اس کے کمرے کا دروازہ نہ پیٹتا۔۔دفعتاً وائلن پر چلتا اس کا ہاتھ رکا۔دھن خاموش ہوگئی تھی۔۔اس نے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔۔

"اوہو۔۔کون ہے بھئی؟ دو منٹ کا سکون نہیں ہے۔۔"اس نے وائلن کو دیوار کے ساتھ رکھا اور اٹھ کر دروازے تک گئی۔۔

"کیا ہے موٹے؟؟ کیوں تنگ کررہے ہو؟؟"اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں غصہ تیر رہا تھا اتنا غصہ تھا کہ سامنے کھڑے لڑکے کو وہ کچا بھی چبا سکتی تھی۔۔

"یہ لو تمہارا فون۔۔"اس نے جویریہ کا فون اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔۔"کب سے نیچے پڑا بج بج کے پاگل ہورہا ہے۔۔"فون اس کے ہاتھ میں تھماتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔جویریہ نے بڑبڑ کرتے ہوئے اسے دیکھا اور ایڑیوں کے بل گھوم کر واپس کمرے کے اندر چلی گئی۔اس سے پہلے وہ دیکھتی کہ کالز کس کی تھیں کال دوبارہ آنے لگی اور اسکرین پر جگمگاتا نام دیکھ کر تو جیسے جویریہ کے چہرے پر ایسی بہار آئی تھی جس کے بعد کوئی خزاں نہیں آتی۔اس کے چہرے پر ایسی خوشی چھائی تھی جس کو کبھی زوال نہیں ہوتا۔دل پر ہاتھ رکھتے اس نے تیزی سے کال اٹینڈ کی اور دھڑکتے دل کے ساتھ فون کان سے لگایا۔۔

"یہ اچھا ہے ویسے۔۔اسائنمنٹ تم نے صبح سبمٹ کروانی ہے اور ٹینشن مجھے ہے۔۔"اس نے بات کی شروعات ہی خفہ ہوتے ہوئے کی تھی۔اس آواز کو سنتے ہی جویریہ کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے اور جسم سے جیسے

روح نکل کر ہوائوں میں اڑنے لگی تھی۔

"تمہارا کیا بنے گا تمہیں بلکل احساس نہیں ہے۔۔اب کچھ بولو گی بھی؟؟" وہ اپنے کمرے کے وسط میں کھڑا کانوں میں ائیر پوڈز لگائے مسلسل کچھ کاغذات پلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا وہ ضرور جویریہ کی اسائنمنٹ تھی۔

"تم بولو میں سن تو رہی ہوں۔۔"اس نے قدرے دھیمی آواز میں اسے جواب دیا۔کبیر نے رک کر ٹھنڈی آہ بھری اور پھر ہنس دیا۔اس کی ہنسی پر جویریہ بھی ہلکا سا مسکرائی۔

"میں نے چیک کرلی ہے اس میں بہت مس ٹیکس تھیں بہر حال میں نے ٹھیک کر کے پرنٹس نکالوا لیے ہیں صبح میرا ڈرائیور تمہارے گھر پہنچا دے گا۔یاد سے لیتی جانا ساتھ۔۔"اس کی سنتے سنتے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے قریب آئی اور جھک کر جلتی شمع کو دیکھنے لگی۔۔

"تھینک یو سے مچ۔۔"وہ بس یہی کہہ سکی۔ نظریں ہنوز جلتی مشعل پر تھیں۔۔

"ہمم چلو فون رکھتا ہوں۔۔"

"کیوں؟؟"وہ تیزی سے سیدھی ہوئی۔۔"مطلب بات کرو نا۔۔"وہ جیسے منت کرتے ہوئے بولی کبیر نے گہرا سانس بھرتے کال کاٹ دی۔وہ مزید بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ایسا کرنے پر اسے خاصی شرمنگی بھی ہوئی لیکن اسے یہی مناسب لگا تھا۔کانوں سے ائیر پوڈز اتار کر اس نے شیشے کے سامنے رکھے اور پل بھر کو شیشے میں اپنا عکس دیکھنے لگا۔جویریہ اس کی خالہ کی بیٹی تھی جو لاہور میں ہی رہتی تھی بس بد قسمتی سے اسے کبیر کی یونیورسٹی میں داخلہ نہ ملا کیونکہ وہ ایک عام سے سرکاری ملازم کی بیٹی تھی گریڈز بھی کچھ خاص نہیں تھے۔وہ جویریہ کی محبت سے اچھی طرح سے واقف تھا اور کیسے نہ ہوتا کتنی دفعہ تو وہ کھل کر اس سے اعتراف کر بیٹھی تھی لیکن کبیر کے دل نے کبھی اس کے لیے کچھ بھی محسوس نہیں کیا تھا۔اس کا دل کبھی بھی جویریہ کے لیے ویسے نہیں دھڑکا تھا جیسے انابیہ کے لیے دھڑکا تھا۔اس نے کبھی بھی جویریہ کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا

لیکن انابیہ کے لیے اس کی سوچ اس سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی تھی۔ محبت بھی عجیب چیز ہوتی ہے یا تو کسی سے ہوتی نہیں ہے یا پھر جس سے ہوتی ہے اس جیسی کسی سے نہیں ہوتی۔ وہ جانتا تھا کہ جویریہ اسے ٹوٹ کر چاہتی ہے پر اب تو وہ خود کسی کو ٹوٹ کر چاہنے لگا تھا۔

"دل نہ مانے تو کیا کروں؟ دل کسی اور کو چاہے تو کیا کروں؟" وہ شیشے میں اپنے عکس سے ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

شام میں وہ اپنے کمرے میں (Zero to one) کتاب سینے پر پھیلائے کائوچ پر لیٹی کبیر کے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔۔

"پتہ نہیں کیوں پیچھے پڑا ہے؟ شاید یہ لڑکوں کی عادت ہوتی ہے خوامخواہ لڑکیوں کو تنگ کرنے کی۔۔ لیکن شکل سے تو اچھا بھلا لگتا ہے۔۔ اور پتہ نہیں کیوں چھچھورا بھی نہیں لگ رہا جبکہ حرکتیں تو ہیں ایسی۔۔۔" وہ اپنے دل و دماغ میں سوچے جا رہی تھی۔۔ وہ اس سے پہلے گرلز کالج میں پڑھتی تھی اور سوائے عالیان کے اس نے کبھی کسی لڑکے سے بات تک نہیں کی۔ لیکن عالیان اور اس کا معاملہ مختلف تھا وہ دونوں بچپن سے بہت گہرے دوست تھے۔ انابیہ یہ بھی جانتی تھی کہ جیسے ہی وہ انٹر کر لے گی اس کی شادی عالیان سے ہی ہو گی۔ اس لیے وہ اس رشتے سے کافی حد تک مطمئن بھی تھی اور خوش تو بہت تھی۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی دوستی کمزور ہو گئی اور ایک وقت آیا جب دوستی کا وجود تک مٹ گیا اور اب اسے عالیان سے چڑ ہونے لگی تھی۔ اس کی وجہ بھی عالیان کا بدلا اور بگڑا رویہ تھا۔ اسے کبھی عالیان سے بہت محبت نہیں تھی بس پسندیدگی تھی۔ اگر محبت ہوتی تو وہ اسے ہر عیب کے ساتھ قبول ہوتا لیکن دن بہ دن بڑھتی نفرت

نے اسے کم از کم یہ یقین دلا دیا تھا کہ اسے اس شخص سے کبھی محبت نہیں تھی اور صد شکر اس بات کا۔۔وہ کچھ بھی کر کے بس یہ شادی روکنا چاہتی تھی اور وہ جانتی تھی کہ اگر وہ خود نہ روک سکی تو عالیان ضرور روک دے گا کیونکہ وہ واپس نہیں آنا چاہتا۔اس کا گول ایک کامیاب انسان بننا تھا اسے تایا ابو کی طرح بزنس کی دنیا میں قدم پکے کرنے تھے لیکن اب پھر ایک شخص اس کے دماغ پر حاوی ہونے لگا تھا۔۔خیر دل ہی تو ہے دل کا کیا کیا جا سکتا ہے۔

"میں سوچ رہی ہوں کمرے کی سیٹنگ تھوڑی چینج کر دوں۔۔کیا خیال ہے آپی؟" ردا ٹھوڑی پر انگلی رکھے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کھوئی ہوئی لڑکی سے پوچھ رہی تھی۔

"پتہ نہیں میں کیوں اتنا سوچ رہی ہوں اسے؟" وہ اب تک وہیں گم تھی اتنی کہ اسے ردا کی آواز بلکل سنائی نہیں دی۔۔

"آپی میں آپ سے پوچھ رہی ہوں۔۔" جواب نہ پا کر وہ اسکے سر پر جا کر چیخنے لگی۔۔انابیہ جھٹکے سے خیالوں کی دنیا سے باہر آئی۔

"ہاں کک۔۔کیا ہوا؟؟" وہ اسے اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر ایک دم بوکھلا سی گئی۔

"یعنی آپ نے نہیں سنا۔۔کہاں کھوئی ہوئیں ہیں خیر تو ہے نا۔۔" وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اسے گھورنے لگی۔

"کیا فضول باتیں تمہاری۔۔میں۔۔۔ہاں میں کتاب پڑھ رہی تھی۔۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔۔

"اچھا جی یہ کتاب سینے پر پھیلائے آپ کس طرح پڑھ رہی تھیں؟؟" اس نے پھر آنکھیں گھما کر مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں جیسے بھی پڑھوں تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ تم بولو کیا کہہ رہی تھی؟" وہ غصے سے بولتے ہوئے نظریں چرا گئی۔۔

"دیکھ رہی ہوں میں۔۔" ردا نے آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورا۔۔ "خیر کمرے کی سیٹنگ کی بات کر رہی تھی۔۔" انابیہ نے ایک نظر کمرے کو دیکھا۔اب بھلا اس میں کیا خرابی تھی۔۔

"جیسے مرضی تمہاری بس میری چیزیں ادھر ادھر نہیں ہونی چاہیے۔۔" وہ کہتے ساتھ کتاب رکھنے الماری کی طرف بڑھ گئی۔

"ایک منٹ!! میں اکیلے کچھ نہیں کرنے والی آپ بھی ہیلپ کریں گی اور یہ منو بھی۔۔" اس نے بولتے ہوئے مناہل کو بھی بیچ میں گھسیٹا جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے اپنے گیلے بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔۔

"اچھا اچھا کر دوں گی میں بھی۔۔مجھے بھی کچھ خاص پسند نہیں ہے اب یہ سیٹنگ۔۔" مناہل اسی طرح شیشے میں دیکھ کر کھڑے کھڑے بولی۔

"جیسی تم لوگوں کی مرضی میں کیا کہہ سکتی ہوں۔۔" انابیہ بھی انکی کی ہاں میں ہاں ملائی۔ایک دفعہ پھر کبیر اس کے سوچوں کے ارد گرد گھومنے لگا۔

وہ کھڑکی کھولے آسمان پر چمکتے ہوئے چاند میں اتنا کھوئی ہوئی تھی کہ کب ردا اس کے ساتھ آکھڑی ہوئی اسے بھنک تک نہ پڑی۔

"لڑکی چاند کے سامنے کھڑی ہے۔۔ لڑکی کے بال کھلے ہیں۔۔ لڑکی کا دماغ کہیں اور ہے۔۔ لڑکی کی آنکھیں مسکرا رہی ہیں۔۔ ماننا پڑے گا لڑکی زیادہ خوبصورت ہونے لگی ہے۔۔ سنو لڑکی!!" ردا کی آواز پر وہ کرنٹ کھا کر اس کی طرف گھومی۔

"کر بیٹھی ہو نا ظلم خود کے ساتھ؟؟" وہ کھڑکی کے ساتھ دیوار سے ٹیک لگائے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"کونسا ظلم؟؟" انابیہ نے اپنے چہرے سے زمانے کی لاتعلقی ظاہر کی۔

"ارے وہی ظلم جو نہیں کرنا تھا۔۔" وہ بولی تو وہ اس کی بات کو اگنور کرتے وہاں سے ہٹ گئی۔

"محبت یار محبت۔۔ بولو کر بیٹھی ہونا؟؟" ردا فوراً اس کے پیچھے لپکی اور پھر اس کے سامنے آکھڑی ہوئی جبکہ انابیہ وہیں تھم گئی۔۔ رک گئی۔۔

"پرے ہٹو۔۔" جھرجھری لے کر اس نے ناگواری سے ردا کو ہاتھ سے پیچھے کیا اور بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئی۔۔

"اب تو سب کو ہی پرے ہٹائیں گی نا۔۔ سمجھ گئی میں۔۔ ہم کتابی لوگ ہیں ہم سے محبت کے قصے چھپے نہیں رہ سکتے۔۔ کب تک چھپائیں گی۔۔۔" اس نے بھی پیچھا کب چھوڑنا تھا اس لیے اس کے سر پر جا کھڑی ہوئی۔۔

"تو جاؤ کتابیں پڑھو میرا چہرہ نہیں۔۔"

"اس وقت آپ کا چہرہ دنیا کی ہر کتاب سے خوبصورت لگ رہا ہے۔ اور مجھے تو بس اسی کو پڑھنا ہے ہر حال میں۔۔" ردا اس کے سامنے فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ انابیہ نے افسوس سے اسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو بلا چمٹ ہی گئی ہے۔۔

"معاف کرو بی بی پیچھا چھوڑو میرا۔۔" اس نے دونوں ہاتھ ردا کے سامنے باندھتے ہوئے التجائیہ انداز میں کہا۔۔

"چلو چھوڑ دیتی ہوں۔۔ ویسے بھی محبت تو پیچھے پڑ گئ ہے۔ وہ پیچھا نہیں چھوڑے گی۔۔" کہتے ہی وہ تیزی سے اٹھی اور اس کے ساتھ سے ہوتی بیڈ کے دوسری طرف لیٹ گئ جبکہ انابیہ اس کی آخری بات سے ڈر گئ تھی سہم گئ تھی۔۔

"کیا یہ محبت ہے آسیب ہے یا کچھ اور؟؟" اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹے وہ چھت کو دیکھ رہا تھا۔۔ کمرے کی ساری لائٹس آن تھیں۔۔

"نہیں یہ محبت نہیں ہو سکتی؟؟ مجھے کسی سے محبت نہیں ہو سکتی یہ میرا وہم ہے۔۔۔" وہ بیڈ پر بیٹھے اپنی ڈائری لکھتے لکھتے رکی۔۔ کمرے میں صرف سائڈ لیمپ کی روشنی تھی۔۔

"اسکا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹتا ہی نہیں ہے تو یہ محبت ہی تو ہوئ۔۔" کبیر کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔۔ وہ جیسے خود سے اعتراف کر رہا تھا۔

"تو اسکا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹتا کیوں نہیں ہے کیا یہ محبت؟؟ نہیں یہ میرا وہم ہے ہاں۔۔ میں شاید کچھ زیادہ ہی سوچتی ہوں۔۔" ڈائری گود میں پیبک کر اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔

"لیکن محبت ایسے اچانک۔۔۔ کیا ایسے محبت ہو جاتی ہے؟؟ کیا کوئی ایسے اچانک ہماری سوچوں پر حاوی ہو جاتا ہے؟؟" وہ اب اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔ نینداس سے کوسوں دور تھی۔۔

"نہیں ایسے محبت نہیں ہوتی۔۔اچانک نہیں ہوتی۔۔" ڈائری گود سے اٹھا کر اب وہ سائڈ ٹیبل پہ رکھ رہی تھی۔۔وہ دونوں ہی اب اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کھڑکی کی جانب بڑھ گئے۔

انابیہ نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر آسمان کی طرف دیکھا۔چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔۔

"نہیں وہ تم سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔۔" کبیر نے چاند کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔۔**"بس بہت جلد میں اظہار کر دوں گا۔"** کوئی چمک تھی اسکی آنکھوں میں کوئی امید تھی کوئی خوشی کی رمق تھی۔۔

"اگر اس کو محبت ہے بھی تو بس وہ کبھی اظہار نہ کرے وہ بھول جائے۔۔میں یہ سب افورڈ نہیں کر سکتی۔" اسکی آواز لڑکھڑا گئی خوف سے بے چینی سے پریشانی سے۔

"یااللہ!! اگر مجھے واقعی اس سے محبت ہے تو اسے میرا کر دے اسکی محبت میرے دل میں ڈال کے اسے مجھ سے دور نہ کرنا شاید میرا دل برداشت نہ کر سکے۔اسکے دل میں بھی میری محبت ڈال دے۔۔" آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ دعا کر رہا تھا۔۔

"یااللہ اسکے دل سے یہ خیال نکال دے۔۔اسکو مجھ سے دور کر دے مجھے اس سے محبت ہے یا نہیں میں نہیں جانتی لیکن میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ میں مزید دکھ نہیں اٹھا سکتی۔۔آمین۔۔۔" اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پہ پھیرتے ہوئے اس نے آمین کہا۔ دونوں نے اپنے حصے کی دعا کی لیکن دعا کس کی قبول ہو گی

قربت کی یا دوری کی؟

محبت جیتے گی یا مجبوری؟

مسکراہٹ جیتے گی یا اذیت؟

خوشی جیتے گی یا دکھ؟

عمر بھر کا ساتھ ہو گا یا روگ؟

"نام کیا ہے اسکا؟؟" دونوں بہنیں فجر کی نماز کے لیے اٹھی تھیں۔۔انابیہ کے سلام پھیرتے ہی ردا نے اس سے پوچھا۔اس کا انداز تفتیشی تھا۔اس نے نظریں اٹھا کے ردا کو حیرت سے دیکھا جو اسے ہی گھور رہی تھی۔۔

"کون؟ کس کی بات کر رہی ہو؟" وہ انجان بنتے ہوئے بولی۔ایک دم سے ردا کے دماغ کو پڑھنا اس کے لیے مشکل کام تھا بلکہ ناممکن۔۔

"وہی جس کے اظہار سے آپ ڈرتی ہیں، وہی جس سے آپ دور ہونا چاہتی ہیں۔۔وہی جو آپ سے محبت کرتا ہے۔۔" ردا بغیر بریک لگائے بول رہی تھی۔انابیہ نے تیزی سے نظریں چرائیں۔گلے میں کچھ اٹک گیا تھا۔

"تم کیا کہہ۔۔۔"

"اہمم۔۔میں بتاتی چلوں کہ میں رات کو جاگ رہی تھی اسی لیے سچ بتائیں کون ہے وہ جس نے لمحہ بھر کی دیر نہیں لگائی آپ کا دل چرانے میں۔۔" اس کی بات کو کاٹتے ہوئے وہ اب اسکا چہرہ غور سے دیکھ رہی تھی۔۔

انابیہ نے گہرا سانس بھرا اور جائے نماز تہہ کر کے دراز میں رکھا اور ردا کے برابر آ کے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئی۔

"نہیں نہیں آپی منہ میری طرف کریں میں آپکی آنکھیں پڑھنا چاہوں گی کہ آپ مجھ سے جھوٹ نہ بولیں۔۔۔"

اس کے کہنے پر انابیہ ٹانگیں اوپر کر کے اس کے سامنے ہو کر بیٹھ گئی۔۔ایک نظر ساتھ سوتی ہوئی مناہل پر ڈالی جو مکمل طور پر نیند کی وادیوں میں تھی۔وہ اسکو سب شروع سے بتانے لگی۔۔

"ایک لڑکا ہے میری یونیورسٹی میں بلکہ میری ہی کلاس میں۔۔" ردا ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے اسے غور سے سن رہی تھی۔ "مجھے لگتا ہے شاید اسے مجھ سے محبت ہے۔۔"

"ایک منٹ!! شاید؟؟؟" ردا نے ہاتھ کے اشارے سے اس کی بات کاٹی۔۔

"ہاں شاید کیونکہ اسنے ابھی صاف لفظوں میں کچھ نہیں بتایا۔۔بس وہ بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے اور آج تو میرے پیچھے لائبریری میں بھی آگیا۔۔میں نے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سیریس نہ ہو خوامخواہ مجھے تنگ کر رہا ہو۔۔ لیکن یقین جانو ردا میرے دل میں اسکے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔۔"

"خیر دل میں تو آپکے بہت کچھ ہے ورنہ آپ ساری رات سوچ سوچ میں نہ گزارتی۔۔ تبھی تو میں کہوں میڈم آج کل کہاں کھوئی کھوئی ہوتی ہیں اب پتہ چلا محبت دل کے دروازے پر کھڑی ہے۔۔" وہ تھوڑا پیچھے ہوتے ہوئے مزے سے بولی۔۔

"اسکی آنکھیں!! اسکی آنکھوں میں کچھ ہے جس کو میں پرکھ نہیں پا رہی۔۔اسکا دیکھنے کا انداز۔۔۔ردا وہ مجھے پاگل کرنے لگتا ہے۔۔مجھے لاجواب کر دیتا ہے۔۔میں ہرگز دھوکا نہیں کر رہی لیکن میں کیا کروں سب کچھ وہ کرتا ہے۔۔" انابیہ اپنی انگلیوں کو آپس میں مسلنے لگی۔وہ کافی بے بس دکھائی دے رہی تھی۔

"نہیں آپی اس نے تو ابھی کچھ کیا ہی نہیں۔۔ کیا اس نے اظہار کیا؟؟بقول آپ کے نہیں نا تو آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ سب وہ کرتا ہے۔۔سب انسان کا اپنا دل کرتا ہے سب آپکے اپنے دل نے کیا ہے۔۔آپ پہلے دن سے ہی اس کے بارے میں سوچنے لگی تھیں۔۔آپکو شاید سمجھ نہیں آئی لیکن ایسا ہی ہوا ہے۔آپ اسکو اگنور نہیں کر سکتی ہینا۔۔آپ وہاں سے آکر بھی اسکو یاد کرتی ہیں ہینا؟" وہ تیز تیز بولتی گئی اور ایسے بولتی گئی جیسے اس نے محبت کے مضمون میں پی-ایچ-ڈی کی ہو۔۔

"تمھارا مطلب ہے کہ مجھے محبت ہے؟؟" اس کی آواز جیسے کسی کھائی سے آئی تھی۔۔

"اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔۔ محبت تو بہت خوبصورت احساس ہے اگر وہ خالص ہو بغیر کسی ملاوٹ، دھوکے اور جھوٹ کے۔۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپکی محبت میں بہت دشواریاں ہیں۔"اسی بات کا تو خطرہ تھا اسے۔

"محبت میرے لیے نہیں بنی میں قسمت سے نہیں لڑ سکتی۔۔میں اسے کیسے سمجھائوں؟؟مجھے ڈر ہے وہ کبھی بھی اقرار کر سکتا ہے۔میں اپنے دل کو قابو میں رکھ سکتی ہوں لیکن اسکا دل میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔۔میں اپنا نام اپنا مقام بنانا چاہتی تھی میں سب سے جیتنا چاہتی تھی لیکن اب لگتا ہے میں ہار جائوں گی۔۔۔میں کیا کروں ردا مجھے بتائو پلیز؟؟"وہ خود کو بے بسی کی انتہا پر کھڑا سمجھ رہی تھی۔۔

"غلط آپ اپنے دل کو بھی قابو میں نہیں رکھ سکیں گی۔اس سے پہلے وہ اظہار کرے آپ اسے سب بتا دیں کیا پتہ وہ پیچھے ہٹ جائے یا پھر اسے چانس دے دیں لیکن اگر اس کی محبت سچی ہے تو۔۔خود کو کسی غلط انسان کے لیے تباہ مت کیجیے گا۔۔میں آپکو ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی آپی۔۔۔"ردا اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے بہت نرمی سے بول رہی تھی۔"رہی بات قسمت کی تو اس سے آپ واقعی نہیں لڑ سکتی لیکن آپ دعا تو کر سکتی ہیں نا۔۔صرف ہمارا رب جانتا ہے کہ اس نے آپ کے لیے کس کو چنا ہے۔کیا پتہ اس نے اسی شخص کو چنا ہو۔۔اگر اس نے آپ دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت ڈالی ہے تو کوئی تو وجہ ہو گی نا۔۔ بس میں اتنا جانتی ہوں کہ آپ عالیان جیسے گھٹیا انسان کو ڈیزرو نہیں کرتیں۔۔"وہ بلکل اسے کسی سمجھدار بڑے انسان کی طرح سمجھا رہی تھی۔۔"بس آپ زیادہ نہیں سوچیں جو ہو گا دیکھا جائے گا اب مجھے بڑی نیند آ رہی ہے باقی لیکچر صبح۔۔۔"انگڑائی لیتے ہوئے وہ پیچھے کو ہوئی۔

"آئی بڑی لیکچر دینے والی!!"انابیہ نے اسکے کندھے پر زور سے مارا۔۔

"حد ہے ویسے۔۔" کہتے ہوئے وہ چادر کھینچ کر لیٹ گئ۔۔اب اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ آگے کیا کرے۔وہ اپنی حدود جانتی تھی اور اپنی قسمت بھی۔ردا سو چکی تھی اور وہ کافی دیر ایسے ہی بیٹھی رہی۔۔

صبح صبح کے وقت نیلے آسمان کے نیچے جویریہ اپنے ہاتھ میں چائے کا کپ لیے چھت میں ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔بار بار اپنے ٹیبل پہ پڑے فون کو بھی دیکھ رہی تھی جیسے کسی کال کا انتظار ہو۔آخر کار فون بجنے لگا اس نے برق رفتاری سے فون اچک کے کان سے لگایا۔۔"کب سے انتظار کر رہی ہوں میں اور تم نے اب کال کی ہے؟؟"فون اٹھاتے ہی وہ جیسے برس پڑی ہو۔۔"اب بتاؤ گی کیا خبر ہے؟؟"

"فلحال تو بس وہ اسکے آگے پیچھے گھوم رہا ہے لیکن وہ تو جیسے اسے گھاس ہی نہ ڈالتی ہو۔۔"دوسری طرف سے ایک لڑکی کی آواز گونجی۔۔یہ فائزہ تھی جویریہ کی بچپن کی دوست جو اچھے گریڈز کی وجہ سے کبیر کی یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔

"کیا مطلب شاید؟ مجھے کنفرم بتاؤ سمجھی۔۔"اسکا غصہ ساتویں آسمان پہ تھا۔

"دیکھو جو مجھے پتہ چل رہا ہے میں بتا رہی ہوں تمہیں مجھ پر غصہ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔"دوسری طرف سے لڑکی خفگی سے بولی۔۔

جویریہ اپنا سر پکڑے کھڑی تھی۔۔۔"اوکے آئ ایم سوری۔۔۔تم جانتی ہو نا میں بہت محبت کرتی ہوں کبیر سے۔جب سے تم نے مجھے بتایا ہے وہ کسی لڑکی میں انٹرسٹڈ ہے میری جان پہ بنی ہوئی ہے یار۔۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا کروں۔۔"اس کی آواز جیسے رو دینے والی ہو گئ تھی۔۔

"تم پریشان نہ ہو میں سمجھ سکتی ہوں۔ میں پوری کوشش کروں گی کہ کبیر صرف تمہارا ہو۔۔ لیکن پلیز گھر بیٹھنے سے کچھ نہیں ہو گا جائو اسکے گھر جایا کرو ملا کرو اس سے وہ ویسے بھی جانتا ہے کہ تم اس سے محبت کرتی ہو۔۔ تم سن رہی ہو نا؟" دوسری طرف سے فائزہ اسے تسلی اور مشورے دیتے ہوئے بولی۔۔

"ہاں سن رہی ہوں۔۔ جائوں گی میں انکے گھر۔۔ ابھی ممکن نہیں ہے۔۔ بس تم اس لڑکی پہ نظر رکھو جتنا ہو سکے اسکی انفارمیشن مجھے اکٹھی کر کے دو وہ کہاں رہتی ہے کس کی بیٹی ہے کیا کرتی ہے۔ ایچ اینڈ ایوری تھنگ ابائوٹ ہر۔۔" وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی جو نا جانے کب اسکی آنکھوں سے نکلنے لگے۔۔

"ایسا ہی ہو گا اب میں فون رکھتی ہوں۔۔ بائے۔۔" دوسری جانب سے فون رکھ دیا گیا۔ "اففف کہاں پھنس گئی میں بتانا ہی نہیں چاہئیے تھا اسے۔ نوکر ہی سمجھ لیا ہے جیسے مجھے اور کوئی کام نہ ہو۔۔" وہ خاصا بدمزہ ہوئی۔۔

جویریہ اب لاچاری سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دبی دبی سسکیوں سے رو رہی تھی۔۔ جس محبت پر وہ صرف اپنا حق سمجھتی تھی اس پر کوئی اور قابض ہو رہا تھا۔ کبیر نے کبھی اس سے نہیں کہا کہ اسے اس سے محبت ہے۔ اسے لگتا تھا وہ کبھی نا کبھی اس کے دل میں جگہ بنا ہی لے گی لیکن اب اسے یہ کام مشکل لگ رہا تھا۔ وہ کیسے آرام سے ایسا ہونے دے سکتی تھی۔۔

انابیہ سر حمدان کے آفس سے باہر نکل رہی تھی۔ اس کے چہرے پر سجی مسکراہٹ اس بات کی عکاسی کر رہی تھی کہ وہ بہت خوش تھی اور اس خوشی کی وجہ یہی تھی کہ سر کو باقی سب سٹوڈنٹس کے علاوہ اسکی بنائی ہوئی اسائنمنٹ بہت پسند آئی تھی۔۔ کبیر اسے دیکھتے ہوئے سامنے سے ہی آ رہا تھا۔ وہ ابھی چل ہی رہی تھی کہ

ایک لڑکی بھاگتی ہوئی اسکے کندھے سے زور سے ٹکرائی اور وہ زور سے زمین پر گری۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ ٹکر جان کر ماری گئی یا غلطی سے بس وہ لڑکی وہاں سے بھاگ گئی۔۔

"آہ ہ ہ! !" وہ درد سے کراہ کر رہ گئی کیونکہ اسکے پائوں میں شدید چوٹ آئی تھی۔۔ اس سے پہلے کہ کوریڈور میں کھڑے سب سٹوڈنٹس اسکے آس پاس جمع ہوتے کبیر دور سے بھاگتے ہوئے اسکی طرف آیا۔

"تم ٹھیک ہو؟؟" کبیر نے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے ہوئے اس سے پوچھا جو اپنا پیر پکڑے بیٹھی تھی۔

"ہاں۔۔" درد کی وجہ سے وہ محض اتنا ہی کہہ سکی۔ وہ اب ادھر ادھر سے اسکی چیزیں اور موبائل اٹھانے لگا۔۔ "کیا زیادہ لگی ہے۔ میں دیکھ سکتا ہوں تمھارا پائوں؟؟" وہ پھر اسکی طرف متوجہ تھا۔

"نن نہیں۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔" اس نے یکدم اپنا پائوں پیچھے کیا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے اٹھو یہاں سے تھوڑا چلو صحیح ہو جائے گا۔۔" وہ اب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اپنا ہاتھ انابیہ کی جانب بڑھا کر کہنے لگا۔ اس نے پہلے اسکا اپنی طرف بڑھتا ہاتھ دیکھا پھر اسکا چہرہ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکے ہاتھ کو وہ نظرانداز کرتے خود اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن نہیں اٹھ سکی۔

"تم میرے ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھ سکتی ہو یقین جانو اس پر کانٹے نہیں لگے جو تمہیں چبھیں گے۔۔" کبیر کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔۔ کوئی اور آپشن نہیں تھا مجبوراً وہ اسکے ہاتھ کا سہارا لیتے بمشکل کھڑی ہوئی۔ وہ اب اسکا ہاتھ پکڑے باہر کی جانب لے جا رہا تھا۔

"اففففف یہ کہاں سے آگیا ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔۔" فائزہ اپنے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے کوفت سے کہا۔ انکو ساتھ جاتا دیکھ کر اسکو پھر غصہ آنے لگا۔

"یہاں بیٹھ جائو۔۔ اگر درد زیادہ ہو رہا ہو تو ڈاکٹر کے پاس لے جائوں؟؟" کبیر نے اسے بینچ پر بٹھاتے ہوئے فکرمندی سے پوچھا۔

"نہیں اتنا بھی کچھ نہیں ہوا بس ہلکا سا پاؤں مڑا ہے ابھی صحیح ہو جائے گا۔۔"وہ کہہ تو رہی تھی لیکن اسے واقعی بہت تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔۔

"بہتر۔۔تو میں زارا کو بھجواتا ہوں۔ تمہیں کچھ چاہیے تو نہیں؟"وہ پھر فکر مندی مگر سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔۔

اس نے سر نفی میں ہلایا اور کبیر اس کا سامان اس کے ساتھ ہی بینچ پر رکھ کر الٹے پیر وہاں سے چلا گیا۔

"عجیب انسان ہے کبھی تو پیچھا ہی نہیں چھوڑتا اور آج جب مجھے چوٹ آئی ہے تو اکیلے چھوڑ کر چلا گیا۔

ہونہہ۔۔"اس کے جاتے ہی وہ ناک چڑھائے بڑبڑانے لگی۔اس کے یوں چلے جانے سے اسے دکھ ہوا تھا۔

"نہیں یار تماشا بنانا تھا اسکا لیکن تمھارا ہیرو وہاں بھی ٹپک پڑا۔۔"فائزہ کان سے فون لگائے بولے جا رہی تھی پھر سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے ہی چپ ہو گئ۔

"میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔"فون کان سے ہٹا کر وہ آگے بڑھی۔ کبیر دیوار سے ٹیک لگائے سرد نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔۔بلیو ڈینم شرٹ اور بلیو ہی پینٹ پہنے وہ بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔

"او ہائے۔۔کیسے ہو کبیر بڑے دنوں۔۔۔۔"

"شششش!! میں یہاں تم سے ہیلو ہائے کرنے نہیں آیا۔۔"کبیر نے ہاتھ اٹھا کر درشتی سے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔"بیا کو دھکا کیوں دیا تھا؟"اسکے لہجے میں سختی تھی۔۔

"میں نے۔۔۔"وہ مکرنے ہی والی تھی کہ کبیر دو قدم آگے آیا اور اس کو بولتے ہوئے پھر سے ٹوک دیا۔

"کوئی جھوٹ کوئی بکواس نہیں۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں پہچانتا نہیں ہوں۔۔میں چاہتا تو اسی وقت تمہارے پیچھے آتا مگر مجھے بیا کی فکر تھی۔۔"وہ سرد مہری سے بول رہا تھا۔ "اسے نقصان پہنچانے کی کوشش تمہیں بہت مہنگی پڑے گی فائزہ۔ جس کے کہنے پر تم یہ سب کر رہی ہو نا اسکو تو میں دیکھ لوں گا۔۔"سرد لہجے میں وہ اسے تنبیہ بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے اور جویریہ کی کوئی غلطی نہیں ہے وہ تو بس تم سے محبت کرتی ہے۔۔" بولتے بولتے وہ پھر رکی۔۔

"ایک منٹ۔۔ جویریہ کا تو میں نے نام بھی نہیں لیا۔۔" ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی اسکے چہرے پر۔۔ "خیر جو بھی ہے آئندہ بیا کے آس پاس بھی مت نظر آنا۔۔ فلحال تم صرف ایک کام کر سکتی ہو۔۔"

"کیسا کام؟؟" وہ تھوڑا اچنبھے انداز سے پوچھنے لگی۔

"گو اینڈ اپولو جائز ٹو ہر۔۔" اسکا انداز نہایت سپاٹ تھا۔

"میں اور معافی!!" ایک قہقہہ گونجا تھا فائزہ کا۔۔ کبیر کے ابرو تن گئے۔

"کبھی بھی نہیں۔۔ کبیر میں نے آج تک کسی سے معافی نہیں مانگی ہیں۔۔ تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں تمھاری یہ فضول بات مانوں گی؟" اپنے ہاتھ سینے پہ باندھے وہ اسے طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔ جواباً کبیر نے بھی مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلایا اور اپنی جیب سے موبائل نکالا۔۔ موبائل کی اسکرین روشن کر کے فائزہ کے سامنے کی۔۔ جسے دیکھتے ہی فائزہ کے پیروں تلے سے مانو زمین نکل گئی ہو۔۔ اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں کیونکہ اسکرین میں ایک ریسٹورنٹ کی ویڈیو تھی جس میں فائزہ اور ایک لڑکا آمنے سامنے بیٹھے ہنس ہنس کے باتیں کر رہے تھے۔ دونوں میں بے تکلفی واضح تھی۔ دیکھنے سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ ڈیٹ پہ ہی گئی تھی۔ یک دم کبیر نے موبائل اسکے سامنے سے ہٹایا۔

"چچ چچ۔۔ شرم نہیں آتی تمہیں اپنے منگیتر کو دھوکہ دیتے ہوئے۔۔۔" وہ سر کو دائیں بائیں ہلاتے ہوئے جویریہ کے چہرے کی ہوائیاں اڑا گیا تھا۔

"یہ۔۔ یہ۔۔ کیا بکواس ہے کبیر؟؟" وہ قدرے بوکھلا کر رہ گئی۔

"بکواس نہیں ہے یہ تمہارے کرتوت ہیں ایک کلک کی دیر ہے اور یہ تمھارے فیانسی تک پہنچ جائے گی۔

تمہیں کیا لگتا ہے تم نے مجھ پر نظر رکھی ہوئی ہے اور میں پاگل ہوں جو سمجھتا نہیں ہوں۔۔ بہتری اسی میں ہے

کہ جائو اور بیا سے معافی مانگو۔۔ "اس کا انداز فاتحانہ تھا۔۔

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو ہاں۔۔۔ "خوف سے اس کی آواز کپکپا گئی۔۔

"کبیر جہانگیر نام ہے میرا اور میں صرف دھمکیاں نہیں دیتا کر کے بھی دکھاتا ہوں۔۔ کہو تو کر کے بتاؤں؟؟"

وہ اس کی اڑتی ہوئے رنگت دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔

"اوکے اوکے میں مانگوں گی معافی مگر پلیز اسکو ڈیلیٹ کردو میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔۔ "جواب تک اکڑ

دکھا رہی تھی ایک دم سہم گئی۔ اسے لوگوں کو زمین پر پٹخنے آتا تھا۔۔

"نووے۔۔ ڈیلیٹ تو میں کبھی نہیں کروں گا سیفٹی کے لیے ضروری ہے۔۔۔ کیا ہے نا مجھے تمہارا اور جویریہ کا

ذرا بھروسہ نہیں ہے۔۔ لیکن تم فکر نہ کرو یہ میرے پاس سیف رہے گی۔۔ میں لوگوں کی زندگیوں کو تباہ

کرنے والا انسان نہیں ہوں یہ کام تم لوگوں پہ ہی جچتا ہے مگر۔۔۔ "انگلی اٹھا کے وارننگ دیتے ہوئے وہ

بولا۔۔ "بیا کو نقصان پہنچانے والوں کی میں جان لینے سے بھی انکار نہیں کروں گا۔ سمجھی۔۔ اب بلکل سیدھا

چلو شاباش وہ گراونڈ میں ہے۔۔ "فائزہ نے ہار مان لی تھی اور اترا ہوا چہرہ لیے وہ بوجھل قدموں کے ساتھ

آگے کو چلنے لگی۔۔

"حد ہی ہو گئی ہے ویسے اتنی بھی کیا قیامت آئی ہوئی تھی جو تمھیں دھکا ہی مار گئی۔۔ "زارا اس کا ہاتھ پکڑے

اسے گراونڈ میں چلا رہی تھی۔۔

"چھوڑو بھی ویسے بھی دیکھو اب میں ٹھیک ہوں۔۔ "زارا کا ہاتھ چھوڑ کے وہ اب خود چلنے کی کوشش کرنے

لگی۔۔

"ایکسکیوز می۔" انابیہ کو اپنے پیچھے کسی کی آواز آئی تو وہ فوراً مڑ گئ۔۔ "ہیلو۔۔" فائزہ اسکو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو۔۔ایم سوری میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔۔" وہ بھی مسکرا کر اسے انجان نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

" وہ دراصل میں آپ سے اپولو جائز کرنے آئ تھی۔۔" اسی دوران کبیر بھی انکے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

" مگر کس لیے؟؟" وہ تھوڑا حیران ہو کر پوچھنے لگی۔

" وہ میں ذرا جلدی میں تھی تو غلطی سے آپ کو دھکا مارتے نکل گئ۔۔ میں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔۔ آئ ہوپ آپ مجھے معاف کر دیں گی۔۔" وہ نہایت اداکاری سے کہے جا رہی تھی۔

" جھوٹی!!" کبیر دل ہی دل میں بڑبڑایا۔۔ "افسوس کی بات ہے کہ آپکو اتنی بڑی لڑکی نظر نہیں آئ مانا کہ چاول کے دانے جتنا اسکا وزن ہوگا مگر ہائٹ میں تو اچھی خاصی ہے۔۔" کبیر نے انابیہ کو تنگ کرتے ہوئے کہا۔۔ جبکہ وہ اپنے وزن کی بے عزتی سنتے ہی دانت پیس کر اسے گھورنے لگی۔ وہ اب اتنی بھی پتلی اور کمزور نہیں تھی ہونہہ۔۔

" نہیں کوئی بات نہیں آپ نے سب جان کے تو نہیں کیا غلطی ہر انسان سے ہوتی ہے۔۔" اب کی بار وہ فائزہ کی طرف متوجہ تھی۔

" میں جانتی تھی آپ مائینڈ نہیں کریں گی تھینکس اب چلتی ہوں۔۔" اس نے بیا کو مسکرا کر دیکھا اور پھر ایک غصیلی نظر کبیر کو دیکھا جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اطمینان سے کھڑا تھا۔ اسکے جانے کے بعد انابیہ مکمل طور پر کبیر کی جانب گھومی۔

"ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم۔۔ چاول کے دانے جتنا وزن۔۔ ہاں۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے غصے سے بولی۔ جواب دینے کے بجائے کبیر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔۔

"میرے خیال سے کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے چلنا چاہیے۔۔" وہ اسکے پاس سے ہو کر جانے ہی والا تھا کہ انابیہ نے یکدم اسکی کلائی سختی سے پکڑ لی۔۔۔ "میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔ جواب دیے بغیر نہیں جا سکتے تم۔۔" کبیر نے ایک نظر اپنی کلائی کو دیکھا اور پھر اسی طرح سے مسکراتے ہوئے انابیہ کو۔

"اس چاول کے دانے کے برابر وزن کی لڑکی کی گرفت تو بڑی مضبوط ہے۔۔" بیا نے اپنے ہاتھ کو دیکھا اور ایک دم کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی وہ واقعی غصے میں تھی اسے سمجھ ہی نہیں آئی کب اسنے اسکی کلائی پکڑ لی۔ وہ اسے مزید شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے بغیر اسے دیکھے وہاں سے چلا گیا اور وہ وہیں بت بنے کھڑی رہی۔

"اہم اہم۔۔ لڑکی کہاں کھو گئی؟؟" زارا اپنا گلہ کھنکارتے اسکی طرف آئی۔

"کک کہیں نہیں۔۔" وہ سر جھٹک کے رہ گئی۔

"یہاں لوگوں کو محبتیں ہو رہی ہیں اور میرے تو مسئلے ہی ختم نہیں ہو رہے۔۔" زارا اپنے چشمے کے شیشے صاف کرتے ہوئے افسوس سے بولی۔

"کسے ہو رہی ہیں محبتیں ذرا تفصیل بتانا پسند کرو گی اور یہ تمھارے کونسے مسئلے ہیں جو ختم نہیں ہو رہے؟؟"

"میری نظر دن بہ دن خراب ہو رہی ہے یار اور رہی بات محبتوں کی تو میں تھوڑی اندھی ضرور ہوں لیکن بچی نہیں ہوں سمجھتی ہوں سب۔۔" اسے گھور کر وہ دوبارہ اپنے چشمے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"ایسی بات نہیں ہے وہ تو بس میں غصے میں۔۔۔"

"ہاں وہ تو بس تم غصے میں لوگوں کی کلائی پکڑ لیتی ہو بلکہ نہیں۔۔ لیٹ می کریکٹ مائی سیہ نٹینس۔۔ صرف کبیر کی کلائی پکڑ لیتی ہو مینا۔۔۔" کہتے ساتھ اس کی ہنسی چھوٹی۔

"مجھے نہیں پتہ بس کیا مسئلہ ہے؟ چلو کلاس کے لیے جانا ہے۔۔" زارا کا ایک قہقہہ تھا جو ہوا میں گونجا تھا پھر وہ بھی بیا کے پیچھے چل دی۔

وہ اپنی کار میں بیٹھی گھر جا رہی تھی اسی دوران اسکا فون بجنے لگا اور تبھی اس نے دیکھا کال ردا کے کالج سے تھی۔ اس نے پریشان ہوتے ہوئے کال آنسر کر کے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو یار آپی کہاں ہیں آپ اسوقت ؟" ردا کندھے سے بیگ لگائے پرنسپل کے آفس میں کھڑی تھی مناہل بھی اسکے پیچھے ہی صوفے پر بیٹھی تھی۔

"میں گھر جا رہی ہوں خیریت اتنی پریشان کیوں ہو کیا ہوا؟"

"جی بس خیریت ہے آپ ہمیں لینے آسکتی ہیں ہماری وین والا نہیں آیا۔۔ باقی میں آپ کو بعد میں بتاتی ہوں۔۔" وہ نہایت عجلت میں بول رہی تھی۔۔

"ہاں میں آجاتی ہوں۔۔۔" کال کاٹتے ہی اسنے ڈرائیور سے گاڑی کالج کی طرف لے جانے کو کہا۔۔

کالج پہنچتے ہی وہ خود گاڑی سے نکلی اور اپنی دونوں بہنوں کو بلوایا۔۔ ردا اور مناہل دونوں ساتھ باہر نکلی تبھی مناہل خوشی سے انابیہ کے گلے لگی۔ اسنے منو کا بیگ لیا اور اسے گاڑی میں بیٹھنے کو کہا جبکہ ردا کا میٹر بہت گھوما ہوا تھا رہی سہی کسر بائک والے نے نکال دی۔۔

"دیکھ رہی ہیں آپی منحوس مارا کیسے گندی نظروں سے گھور رہا ہے جیسے کوئی شو پیس ہوں میں۔ دل تو کر رہا ہے جا کر اسکی ٹانگیں توڑ دوں۔ ڈھیٹ نہ ہو تو۔۔" وہ دانت پر دانت جمائے غصے سے اس بائیک والے کو گھورتے ہوئے بولی۔

"انسان بنو ردا تم مت دیکھو اسے اور گاڑی میں بیٹھو۔۔۔" اسے اب اپنی بہن پہ غصہ آنے لگا۔ ردا ناک چڑھاتے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"ہاں تو اب بتاؤ وین والا کیوں نہیں آیا؟؟" گاڑی جب سڑک پر چلنے لگی تب انابیہ نے ردا سے پوچھا۔

"صاحب جی بیمار پڑ گئے اچانک۔۔ گاڑی چلانے کے قابل نہیں تھے تو نہیں آئے۔۔" ردا اب تک غصے میں تھی۔۔

"ایسے نہیں کہتے کیا پتہ زیادہ بیمار ہو۔۔" وہ اسے ٹوکتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو انسان ٹائم پر بتاتا ہے نا کہ میں آج نہیں آسکوں گا موت کا فرشتہ انتظار کر رہا ہے میرا۔۔تا کہ ہم کوئی بندوبست کر لیتے ٹائم پر۔۔ حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی بھی۔۔" اصل غصہ اسکا یہی تھا کہ وہ آدھا گھنٹہ لیٹ تھی۔

"توبہ توبہ!! ردا تم کتنی بدتمیز ہو۔۔" انابیہ سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے افسوس سے بولی۔

"کیا کہا میں بدتمیز ہوں؟؟ آپی ہم آدھا گھنٹہ اسکا انتظار کرتے رہے ہیں تب جا کے اسکی فون آئی۔۔ سوچیں اگر آپ فارغ نہ ہوتی تو کیا ہم اندر ہی بیٹھے رہتے۔۔" اس نے سخت نظروں کا رخ انابیہ کے چہرے کی طرف کیا۔۔

"ہاں تو میں چاہے کتنا بھی بزی ہوتی تم لوگوں کو لینے ضرور آتی ایسے اکیلا نہ چھوڑتی اور ایک اور بات ردا تم اچھی خاصی بڑی لڑکی ہو کوئی دیکھ بھی رہا ہو تو اسے آگے سے گھورتے نہیں ہیں۔" اس کا اشارہ اب اسی بائک والے کی طرف تھا۔۔

"اور وہ جو پوری کی پوری آنکھیں نکال کر مجھے دیکھ رہا تھا اس کا کیا؟ اور ویسے بھی میں نے کونسا سچ میں اسکی ٹانگیں توڑ دی مجھے بس اس پر غصہ آ رہا تھا۔۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے رخ کھڑکی کی طرف موڑتے ہوئے بولی۔

"کسی کی ٹانگیں توڑنا آسان کام نہیں ہے۔۔ اللہ نہ کرے تمہارا کبھی ایسے لوگوں سے پالا پڑے۔۔"

"ایک دن توڑ کے دکھائوں گی آپکو۔ردا سب کر سکتی ہے۔۔"اپنا حجاب سیٹ کرتے ہوئے وہ لٹھمار انداز سے بولی۔وہ چاہے کچھ بھی کہے کرنی ردا نے اپنی ہی منمانی ہے۔سر نفی میں ہلا کر وہ مناہل کی طرف مڑی جو کب سے باہر دیکھ رہی تھی۔۔

"منو کیا دیکھ رہی ہو باہر؟؟"اسکی آواز سنتے ہی مناہل نے اپنا رخ انابیہ کی جانب موڑا۔۔

"آپی آئسکریم والے کو ڈھونڈ رہی ہوں۔۔"مناہل تھی تو میٹرک کی سٹوڈنٹ لیکن انداز کیا معصومانہ تھا۔یہ تینوں بہنیں ایک دوسرے کی فوٹو کاپیاں تھیں تینوں ہی بہت خوبصورت بس مناہل اور انابیہ ذرا دکھنے میں پتلی تھیں جبکہ ردا صحت میں دونوں سے اچھی تھی اور قد میں تو تینوں ہی برابر تھیں۔

"بھائی کہیں آئسکریم پارلر دکھے تو روک دیجیئے گا۔میں ذرا ماما جان کو بتادوں وہ بہت پریشان ہونگی۔"کہتے ساتھ اس نے موبائل پر ان کا نمبر ملایا۔گاڑی ہنوز سڑک پر چل رہی تھی۔۔

"آپ کیا کر رہی ہیں؟؟"شام کے پانچ بجے کا وقت تھا۔ناہیدہ اپنے کمرے کی الماری میں کپڑے ترتیب سے رکھ رہی تھیں تبھی انابیہ ہاتھ میں دو کپ چائے کے لیے کمرے میں داخل ہوئی تو ماما جان کو کام کرتا دیکھ کے پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں تمہارے بابا کے کپڑے سمیٹ رہی ہوں۔۔تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"انکی اس کی طرف پشت تھی اور وہ اسی طرح مصروف انداز میں بولیں۔

"کیوں میں نہیں آسکتی کیا؟"کپ ٹیبل پہ رکھ کر وہ بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئی۔۔

"آسکتی ہو۔۔ تم کم ہی آتی ہو نا آجکل تو ویسے بھی بزی ہوتی ہو تم اس لیے کہہ رہی تھی۔۔" اسے لگا شاید وہ شکوہ کر رہی ہیں۔

"ایسا نہیں ہے۔۔ میں اتنی بھی بزی نہیں ہوتی۔۔" اس نے سادگی سے جواب دیا جس پر ناہیدہ نے کچھ نہیں کہا۔ کچھ پل خاموشی چھا گئ۔۔

"اگر آپ کام کر رہی ہیں تو میں چلی جاتی ہوں بعد میں آجائوں گی۔۔"

"نہیں بیٹھو یہیں۔۔ ایک تو تم ناراض جلدی ہو جاتی ہو۔۔" وہ مکمل طور پر اس کی طرف گھومی تبھی انکی نظر صوفے کے پاس ٹیبل پہ پڑی چائے کی طرف گئ۔ "اور بتا تو دیتی چائے لائ ہو بڑا دل تھا میرا۔۔" بولتے بولتے وہ صوفے پر جا بیٹھیں۔

"اب آجائو بیا چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔۔" ان کی آواز پر وہ قدم اٹھاتی انکے پاس جا بیٹھی۔۔

"ردا اور منو کدھر ہیں؟؟" وہ اب ساتھ ساتھ چائے کے گھونٹ بھر رہی تھیں۔

"ردا تھکی ہوئ تھی تو سو گئ اور منو اوپر چھت میں پڑھنے گئ ہے میں بور ہو رہی تھی سوچا چائے بنا کے آپ کے پاس ہی لے آئوں۔۔"

"اچھا کیا بہت ۔۔۔" کچھ دیر خاموش رہ کر وہ ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔۔

"ماما جان۔۔" وہ تھوڑا رکی۔۔ "ایک بات پوچھوں؟"

"بلکل پوچھو۔۔" انکی نظریں اب اس کے چہرے پر تھیں۔ گہرا سانس بھر کر اس نے بولنے کے لیے ہمت مجتمع کی۔

"بابا مجھ سے اب اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟ وہ پہلے تو ایسے نہیں تھے۔۔" اسکے چہرے پر کرب آسانی سے پڑھا جا سکتا تھا۔ جبکہ ناہیدہ اسکی بات پر کافی حیران ہوئیں۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے ؟؟ایسا نہیں ہے بیاوہ تم سے نفرت نہیں کرتے بیٹی ہو تم ان کی۔۔"آواز میں نرمی تھی البتہ حیرت کا وجود ویسا ہی تھا۔

"یہی تو مسئلہ ہے کہ میں انکی بیٹی ہوں بیٹا نہیں۔انہیں اب میں بوجھ لگتی ہوں نا ایسا ہی ہے نا؟"وہ زخمی انداز سے مسکرائی۔

"اب تم غلط بات کر رہی ہو۔۔۔وہ تھوڑے سخت ضرور ہیں مگر نفرت نہیں کرتے۔۔"ناہیدہ کے لیے اس بار نرمی برتنا تھوڑا مشکل ہو گیا تھا۔

"ایک ہی بات ہے۔۔۔"بے زاری سے کہتے ہوئے اس نے ٹیبل پر پڑا اپنا کپ اٹھایا۔

"ایک ہی بات نہیں ہے۔سخت ہونے اور نفرت کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔وہ تھوڑی سختی کرتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ تم لوگوں کی پرواہ کرتے ہیں وہ فکر کرتے ہیں کہ کوئی اونچ نیچ نہ ہو جائے۔۔اگر نفرت کرتے ہوتے تو پرواہ نہ کرتے۔اور تمہارے دماغ میں یہ باتیں کہاں سے آتی ہیں ؟؟کم یوز کیا کرو موبائل کم دیکھا کرو ڈرامے۔۔۔"ان کی سخت نظریں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔انابیہ کو ان کی آخری بات بری لگی تھی کیونکہ اس کے مطابق وہ بھی اچھے سے جانتی تھیں کہ وہ زیادہ ڈراموں کی شوقین نہیں ہے۔

"تو ان سب کا پڑھنے سے کیا تعلق ہے ماما جان ؟تعلیم تو ہمیں مضبوط بناتی ہے حالات سے لڑنا سکھاتی ہے خود مختار بناتی ہے۔۔"وہ چائے کا گھونٹ بھر کر اب کی بار تھوڑا اونچی آواز میں بولی۔

"پڑھو لیکن دنیا کی نظروں میں آئے بغیر۔بس تمہارے بابا چاہتے ہیں جس طرح میں نے اور باجی نے چار دیواری میں عزت سے زندگی گزاری ہے تم لوگ بھی گزارو۔۔"ان کے بولتے ہی وہ فوراً سے تیزی سے بولی۔

"نہیں ماما مجھے نفرت ہے چار دیواری سے مجھے گھٹن ہوتی ہے۔ میں عام لڑکی بن کر نہیں رہنا چاہتی۔ میں یہ دیواریں توڑنا چاہتی ہوں اور میں توڑوں گی۔۔" اس نے اپنا لہجہ مضبوط کرتے ہوئے سختی سے کہا۔ ناہیدہ آنکھیں چھوٹی کیے غصے سے اسے دیکھے گئیں۔

"اب توڑ دی نا دیواریں ہو گیا نا یونیورسٹی میں پڑھنے کا خواب پورا۔ اب پڑھو اور بنو خاص لڑکی۔ فضول باتیں مت سوچا کرو تم کچھ نہیں جانتی۔۔۔" اب کی بار وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوبارہ الماری کی طرف بڑھ گئیں۔ انابیہ نے خفگی سے ان کے کپ کو دیکھا جس میں چائے اب بھی باقی تھی۔

"کیا نہیں جانتی میں آپ بتا دیں نا۔۔" وہ بھی اٹھ کر ان کے پیچھے چل دی۔۔ "ہمارے ہاں رواج نہیں ہے حد سے زیادہ پڑھنے کا کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے یہ رواج رکھا ہوا ہے؟ کس کا ڈر ہے کہاں ہے ہمارا خاندان؟؟" وہ روانی میں ان سے سوال کرتی گئی۔

"ہمارا خاندان صرف ہم ہیں اور کوئی نہیں آئندہ مجھ سے اس بارے میں کچھ نہیں پوچھنا میرے پاس جواب نہیں ہے ہمت ہے تو جاؤ اپنے بابا سے پوچھو۔۔" وہ اسے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے بولیں۔

"ٹھیک ہے نہ بتائیں پھر مجھ سے مت کہا کریں کہ کیا فضول سوچتی ہوں مجھے جو صحیح لگتا ہے وہی سوچتی ہوں۔۔"

"تو تم یہاں مجھ سے باتیں نہیں اپنا دفاع کرنے آئی ہو۔۔" انھوں نے پلٹ کر ایک بار پھر چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں اپنا دفاع کرنے نہیں آئی۔۔ میں۔۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے رکی اور ایک گہری سانس لیتے دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ ناہیدہ سر جھٹک کر دوبارہ الماری کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"میں عالیان سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔" اسکی یہ بات سنتے ہی ناہیدہ تیزی سے دوبارہ اسکی طرف گھومی۔

"تمھارے ساتھ کیا مسئلہ ہے بیا؟ کیوں ایک کے بعد ایک نیا دھماکہ کرتی ہو ہمارے سر پر؟؟ اب عالیان میں کیا برائی دکھ گئ تمہیں؟؟" وہ ایک ہی سانس میں بولے جا رہی تھیں۔۔

"بس مجھے نہیں کرنی ماما وہ بھی نہیں کرنا چاہتا اسے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے مجھ میں۔۔ وہ اپنی زندگی میں خوش ہے۔۔" نظریں فرش پہ ٹکائے وہ بول رہی تھی۔۔

"یہ سچ نہیں ہے۔۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ جانے سے پہلے تم سے منگنی کر کے نہ جاتا۔ اور تمہیں تو وہ پسند تھا اب کیا ہو گیا؟؟؟ ایک بات یاد رکھنا تمھاری شادی اگر ہوئ تو اسی سے ہو گی سمجھی۔" ان کا انداز تنبیہی تھا۔۔

"پہلی بات تو یہ کہ کوئ منگنی نہیں ہوئ تھی بس بات ہوئ تھی آپ تینوں بڑوں کی۔۔ دوسری بات وہ میرا بچپنا تھا صحیح غلط انسان کی پہچان نہیں تھی مجھے۔۔ تیسری بات وہ ایک نہایت گھٹیا انسان ہے نہایت گندے کام کرتا ہے۔۔۔ چوتھی اور آخری بات میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔۔۔ سمجھی آپ؟" یہ سب غصے میں کہتے ہی وہ رکی نہیں اور تیز تیز قدم لیتے وہ وہاں سے چلی گئ۔ ناہیدہ الماری کے دروازے کا سہارا لیے پریشان کھڑی رہی۔ کمرے کے باہر دیوار کے اس پار کھڑا شخص سب سن چکا تھا۔ احمد صاحب ایک ضروری فائل لینے گھر آئے تھے اندر کمرے سے ان دونوں کی آوازیں سنتے ہی وہ اوٹ میں کھڑے ہو کر ان کی گفتگو سننے لگے تھے۔ ایک گہرا سانس لیتے دوبارہ باہر کی طرف جانے لگے۔ وہ کیا لینے آئے تھے سب بھول گئے تھے دماغ میں کچھ چل رہا تھا تو وہ صرف انابیہ کی باتیں تھیں۔

"افف۔ مجھے اتنی اونچی آواز میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی ماما جان سے۔۔" اپنے کمرے میں آتے ہی وہ سر پہ ہاتھ رکھے چکر کاٹنے لگی۔۔ تبھی مناہل سیڑھیاں پھلانگتے نیچے آئ۔

"یہ موٹی ابھی تک سو رہی ہے۔۔ شرم آنی چاہئے اسکے پیپرز ہیں۔۔۔" مناہل ہاتھوں میں کتابیں پکڑے اپنی بہن کو سوتا ہوا دیکھ کے بولی۔۔

"منو!! وہ بڑی ہے تم سے۔۔" پھر رک کر ردا کی طرف دیکھا۔ "اچھا تو اسکے پیپرز بھی ہیں؟ اور دیکھو کیسے گدھے گھوڑے بیچ کے سوئی ہوئی ہے۔۔۔"

"وہی تو کوئی ٹینشن ہی نہیں ہے۔۔ اور دیکھنا آدھی رات کو اٹھ کے شور کرے گی کہ مجھے تو کچھ یاد ہی نہیں ہے۔۔۔" مناہل منہ چڑھاتے ہوئے بولی۔۔۔

"تم دونوں کی بہتری اسی میں ہے کہ چپ ہو جاؤ کیونکہ میں جاگ رہی ہوں سمجھ آئی؟" ردا منہ پر چادر لیے بغیر ان دونوں کو دیکھے تھوڑا غصے سے بولی جبکہ انابیہ اور مناہل کا منہ کھل گیا۔۔

"اچھا تو میڈم جاگ رہی ہیں ڈرامے باز۔۔" بیا کمر پہ ہاتھ رکھے اسے گھورنے لگی جو کروٹ دوسری طرف لیے لیٹی ہوئی تھی۔۔۔

"ہاہاہا۔۔ چھوڑیں آپی ذرا مجھے یہ سوال تو سمجھا دیں میتھس کا۔۔" مناہل ڈانٹ نکالتے ہوئے بولی۔۔۔

"لائو سمجھاتی ہوں۔۔" اس نے حامی بھرتے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔

"فلحال تو میرا مشورہ یہی ہے کہ تم ابھی اس سے نہ ملو۔۔" وہ دونوں لائونج میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔۔ جویریہ ہاتھوں میں کشن رکھے آلتی پالتی مار کر بیٹھی تھی اور فائزہ اسکی طرف منہ کیے صوفے سے پشت لگائے بیٹھی تھی۔۔۔

"کیوں نہ ملوں؟؟میں ملوں گی اس سے پوچھوں گی کہ آخر کیا ہے اس لڑکی میں؟؟کیوں اسے میری محبت نہیں دکھتی؟"اسکی آواز تھوڑی اونچی تھی۔۔

"اور اس سب سے کیا ہو گا؟وہ جب تک خود نہیں چاہے گا وہ تمہارا نہیں ہو سکتا وہ شاید محبت کرنے لگا ہے اس سے۔"

"میں محبت کرتی ہوں اس سے سمجھی تم وہ صرف میرا ہے اسے ہونا ہو گا۔۔"وہ غصے سے دھاڑنے لگی۔۔

"کیا ہو گیا ہے پر سکون ہو جائو۔۔"فائزہ اسے سنبھالتے ہوئے بولی۔۔

"کچھ کرو نا یار تم ہی کچھ کر سکتی ہو۔۔"وہ فائزہ کی طرف چہرہ موڑتے ہوئے بے بسی سے بولی تھی۔۔ اسکی یہ بات سنتے فائزہ نفی میں سر ہلانے لگی۔۔

"نہیں۔۔میں کچھ نہیں کر سکتی اب۔۔جانتی ہو نا کہ وہ ویڈیو اب بھی اسکے پاس ہے بہت چالاک ہے وہ۔۔ میرا ذرا سا قدم میرے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔۔میرا باپ تو مجھے جان سے ہی مار دیگا۔۔شاید اسے ہم پر پہلے سے ہی شک تھا سب کچھ ایڈوانس میں تیار کر رکھا ہے۔۔"

"یعنی تم ہار مان رہی ہو۔۔اپنی دوست کو اکیلا چھوڑ دو گی تم؟؟"جویریہ کے چہرے پر زخمی سا تاثر تھا۔۔

"نہیں اب ایسا بھی نہیں ہے لیکن تم بھی تو سمجھنے کی کوشش کرو نا یار میں اب اس لڑکی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔۔"وہ پھر ناامیدی سے بولی۔۔ جویریہ نے اپنا چہرہ واپس کشن پر جھکا لیا۔۔

"اوکے فائن میں ایک کام کر سکتی ہوں اور وہ یہ کہ میں تمہیں اس لڑکی کی سب انفارمیشن لا کر دونگی اسکو کس طرح استعمال کرنا ہے کیا کرنا ہے یہ سب اب تم خود سوچو گی۔۔"وہ اب اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔۔"اسے کبیر کی زندگی سے کیسے نکالنا ہے سب کچھ تم ہی کر سکتی ہو لیکن خیال رکھنا کہ نہ تمہارا نام

آئے نہ میرا سمجھی۔۔"اسے دیکھتے ہوئے جویریہ نے محض سر اثبات میں ہلایا۔لیکن شاید وہ یہ نہیں سمجھتی تھی کہ دو لوگوں کو جدا کر کے انسان کبھی اپنی جگہ نہیں بنا سکتا کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔

انابیہ اس وقت موبائل ہاتھ میں لئے انسٹا گرام کھولے کمرے میں اکیلے بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔وہ مسلسل سکرول کر رہی تھی۔سکرول کرتے کرتے اسنے پتہ نہیں کیا سوچتے سمجھتے عالیان کی پروفائل کھولی۔اس نے آج ایک اور پوسٹ ڈالی تھی جس میں وہ پھر ایک سنہرے بالوں والی لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔

"توبہ توبہ پھر ایک نئی لڑکی!! ہے یہ شخص میرے قابل؟ہونہہ"اسکا دل کافی برا ہوا۔اس نے ایپ بند کی اور ٹائم پر نظر ڈالی بارہ بجنے میں پانچ منٹ تھے۔کمرے میں صرف سائڈ لیمپ کی روشنی تھی۔اسنے موبائل سائڈ ٹیبل پہ رکھا اور اپنے ہاتھوں سے کنپٹی مسلنے لگی۔۔اسی دوران مناہل دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔۔

"کیا ہے لڑکی سونا نہیں ہے کہاں ہے تمھاری بڑی بہن؟؟"منو کو اندر آتا دیکھ کر وہ اس پر برسنے لگی۔

"جی بس سونے ہی والے تھے آپکو کچھ دکھانا ہے اوپر آئیں گی؟"وہ تھوڑا آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"جی نہیں مجھے نیند آرہی ہے صبح دیکھ لوں گی۔۔"وہ بیڈ پر سے چادر کھینچتے ہوئے بولی۔۔

"صبح تک بہت دیر ہو جائے گی۔۔پلیز آپی آجائیں۔۔"منو اسے مسلسل پلکیں جھپکاتے ہوئے دیکھنے لگی۔۔بیا کو اتنا معصوم چہرہ دیکھ کر اٹھنا ہی پڑا۔۔وہ خوشی سے اسکا ہاتھ پکڑے اوپر کمرے کی طرف لے کر جانے لگی۔۔ سیڑھیاں چڑھتے ہی دائیں ہاتھ کی طرف ایک ہال نما کمرہ تھا۔اسنے دروازہ کھولا اب اچانک سے منو کہیں غائب ہو گئی تھی وہ اسکے ساتھ نہیں تھی ہر طرف اندھیرا تھا گہرا اندھیرا۔اسنے بمشکل سوئچ بورڈ ڈھونڈ کے کمرے کی لائٹس آن کیں۔۔

ہیپی برتھڈے ٹو یو۔۔ہیپی برتھڈے ٹو یو۔۔۔ہیپی برتھڈے ڈیئر انابیہ۔۔ہیپی برتھڈے ٹو یو۔۔۔"

وہ منہ پہ ہاتھ رکھے پھٹی آنکھوں سے سامنے دیکھتی ہی رہ گئ۔ ردا اور مناہل دانت نکال نکال کے ہنس رہی تھیں۔ وہ کمرہ ان دونوں نے بہت سادگی اور بہت خوبصورتی سے سجایا تھا۔۔ سرخ پتیوں سے بھرے ہوئے ٹیبل کے درمیان میں ایک چاکلیٹ کیک تھا جسکے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی چھری تھی۔ کیک کے بائیں طرف کچھ گفٹس پڑے تھے اور دائیں طرف کچھ کینڈلز تھیں۔۔ پیچھے دیوار پہ کچھ فیری لائٹس لگی تھیں اور درمیان میں ہیپی برتھڈے کے بیلونز لگے تھے۔

"آپی آگے آجائیں کیک کاٹے۔۔" ردا اسے مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ انابیہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے آگے آئ اور بلکل درمیان میں کھڑی ہو گئ۔ ردا نے اسکے ہاتھ میں چھری پکڑائی اور وہ کیک کاٹنے لگی۔ اسکی آنکھ سے ایک موتی ٹوٹ کے گرا تھا۔ باری باری ان دونوں کو کیک کھلایا۔ اور اپنے ہاتھوں کی پشت سے آنسو صاف کرنے لگی۔

"ہمیشہ کی طرح آپکو آج بھی یاد نہیں تھا ہینا؟" ردا اسکی آنکھ میں آنسو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہمیشہ کی طرح یہ میرے لیے خاص دن نہیں تھا۔۔" وہ زخمی انداز سے مسکرائ۔۔

"ایسا نا کہیں یہ آپکا سپیشل دن ہے۔۔" ردا اسکے گال پر تھوڑا سا کیک لگاتے ہوئے بولی۔

"اسکو سپیشل تم لوگ بناتے ہو ورنہ یہ میرے لیے اسپیشل تب ہوتا اگر اس دن تائ جان فوت نہ ہوتیں۔" ردا اور مناہل نے افسوس سے سر جھکا لیا۔ یکدم کمرے میں خاموشی سی چھا گئ تھی۔۔ انابیہ نے آنسو صاف کر کے باری باری دونوں کو دیکھا۔

"اچھا یار کیا ہو گیا ہے۔۔ تھینک یو سو مچ۔۔" اس نے دونوں کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے تھوڑا جھک کر کہا۔ وہ دونوں اب مسکرا کر اسے تحفے دکھا رہی تھیں جو انہوں نے اس کے لیے خریدے تھے۔

لاہور میں یہ صبح کے دس بجے کا وقت تھا۔ وہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ آج انکی کلاس گیارہ بجے ہونی تھی۔ تبھی اسکے فون کی رنگ بجنے لگی۔ وہ فون کی طرف بڑھی۔ اسکرین پر زارا کا نام دیکھ کر اسکے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ آئی اور پھر کال آنسر کر کے فون کان سے لگایا۔

"آج صبح صبح ہی لوگوں کو ہمارا خیال کیسے آگیا؟؟" انابیہ تھوڑا کھلکھلا کر بولی۔

"کیوں بھئی ہم فون نہیں کر سکتے کیا؟" جواباً زارا بھی کھلکلائی۔

"کیوں نہیں حکم کیجئے۔۔"

"ہاں تو میں نے کہنا تھا کہ یونیورسٹی پہنچ کر باہر ہی گیٹ کے پاس رکنا اور اور اپنے ڈرائیور کو جانے کا کہہ دینا۔۔" فون کی دوسری طرف سے زارا کی آواز گونج رہی تھی۔

"کیا؟؟ کیا کہہ رہی ہو میں باہر کھڑے ہو کر کیا کروں گی؟" وہ تھوڑا ہڑبڑا کر پوچھنے لگی۔

"اوہو باقی میں تمہیں بعد میں بتادوں گی فلحال تمہیں یہی کرنا ہے۔۔ اوکے بعد میں ملیں گے۔۔" کہتے ساتھ اسنے کال کاٹ دی۔۔ انابیہ فون کو حیرت سے گھورنے لگی اور پھر سے اپنی تیاری میں مصروف ہو گئی۔

یونیورسٹی پہنچ کر وہ گاڑی سے نکلی اور ڈرائیور کو جانے کا کہنے لگی لیکن ڈرائیور نے گاڑی اپنی جگہ سے نہ ہلائی۔۔

"میں نے آپ سے کہا آپ چلے جائیں۔۔" انابیہ کی آواز آہستہ مگر سخت تھی۔۔

"سوری میم جب تک آپ اندر نہیں چلی جاتی میں نہیں جا سکتا۔۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا تو وہ اسے گھورنے لگی۔۔ یہ پہلی دفعہ تھا جب انابیہ احمد نے اس ڈرائیور کے منہ سے کوئی جملہ سنا تھا شکل سے تو اسے

اسکے ڈرائیور ہونے پر شک تھا ہی لیکن آج اسکی آواز سن کر اسے کچھ کچھ یقین ہونے لگا تھا کہ یہ صرف اسکے ڈرائیور کے طور پر نہیں بھجوایا گیا۔

"دیکھیں آپ ڈرائیور ہیں آپ کا کام ختم ہوا آپ جا سکتے ہیں۔" اس نے سختی سے لب بھینچتے ہوئے کہا۔۔وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے فوراً باہر نکل کر اسکے سامنے کھڑا ہوا۔۔

"سوری اگین میم۔۔ میرا کام ختم نہیں ہوا آپ پلیز اندر جائیں۔۔" اب کی بار اسکا شک یقین میں بدل گیا وہ واقعی ڈرائیور نہیں تھا وہ کوئی گارڈ تھا۔۔

"بوڈی گارڈ!!" اس کے ہونٹ نہیں ہلے وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔۔

"فائن لیکن آپ مجھے آرڈر نہیں دے سکتے۔۔ جانتے ہیں نا آپ۔۔"

"بالکل میں آپ کو آرڈر نہیں دے سکتا۔۔ ریکویسٹ کر رہا ہوں۔۔" وہ آنکھیں سکیڑ کر اسے نرمی سے کہنے لگا۔۔انابیہ نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی اور یونیورسٹی کے اندر چلی گئی۔۔ گارڈ کو اطمینان ہوا تو گاڑی میں جا بیٹھا اسی دوران اسکے فون پر کال آنے لگی۔

"یس سر۔۔" وہ کانوں میں ائیر پوڈز لگائے بولا۔۔

"تم پانچ منٹ لیٹ ہو گئے تھے لگتا ہے اپنی ڈیوٹی صحیح سے نہیں نبھا رہے؟"

"سوری سر وہ اندر نہیں جا رہی تھیں بحث میں ٹائم لگ گیا۔۔"

"اسکے ٹائم ٹیبل کے مطابق اسکی کلاس کا یہی ٹائم تھا تو وہ کیوں نہیں جا رہی تھی؟؟" ناصر اچنبھے سے اس سے پوچھنے لگے۔۔

"آئی ڈونٹ نو سر۔ شاید اپنی فرینڈ کا ویٹ کر رہی ہوں۔۔" وہ اندازہ لگاتے ہوئے بولا۔

"خیر وہ چلی تو گئی نا تم نے اندر جاتے دیکھا ہے نا؟"

"یس سر وہ چلی گئیں ہیں۔۔" وہ فوراً سے بولا تو ناصر نے گہری سانس لی۔۔

"اسے شک نہیں ہونا چاہیے۔۔وہ کمفرٹیبل فیل نہیں کرے گی۔۔"

"آئی ول ٹرائی مائی بیسٹ سر۔۔"کال کاٹ دی گئی وہ گاڑی چلاتے ہوئے یونیورسٹی سے نکل گیا۔۔

انابیہ اندر گئی تو اسے زارا کی کال دوبارہ آنے لگی۔۔

"آئی ایم ویٹنگ بیا۔۔"اس کے بولنے سے پہلے ہی زارا بول پڑی۔

"میرا ڈرائیور۔۔۔"

"چلا گیا وہ میں نے دیکھا ہے اسے جاتے ہوئے باہر آئو۔۔" بیا اسکی بات سنتے باہر جانے لگی۔ اسی دوران ایک چمکتی ہوئی کالی civic اسکے سامنے آرکی۔

"اندر آجائو۔۔" ونڈا سکرین سے زارا نے اپنا چہرہ تھوڑا آگے کر کے اسے کہا۔انابیہ تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورنے لگی اور تیز قدم لیتے پیسنجر سیٹ پر جا بیٹھی۔

"اب بتائو یہ سب کیا ہے اور کہاں لے جارہی ہو؟"کچھ دیر گزرنے کے بعد اس نے ڈرائیو کرتی لڑکی سے پوچھا۔۔

"کدنیپ کر کے لے جارہی ہوں تمہیں۔۔زیادہ چوں چیں کی تو بہت اذیت پہنچے گی تمہیں۔۔بہت سخت اور بری کدنیپر ہوں میں۔۔"اس کے ماتھے پر پسینہ آنے لگا وہ چہرہ موڑ کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔۔زارا اسکی اس حرکت پر پھٹ کر ہنسی تھی۔۔اس کی ہنسی پر انابیہ نے برہمی سے چہرہ اسکی طرف موڑا۔۔

"سیریسلی میں تمہیں خطرناک کدنیپر لگتی ہوں تم تو ڈر گئی۔۔" وہ پھر سے قہقہہ لگانے لگی۔وہ بس آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھے جارہی تھی۔۔

"بہت مزہ آرہا ہے کیا؟اب سیدھی طرح بتائو کہاں لے جارہی ہو؟؟"وہ اسے شعلہ وار نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"یعنی تم سسپنس نہیں رہنے دو گی؟؟"انابیہ نے سر نفی میں ہلایا۔۔زارا نے ایک گہری سانس لی۔

"میرے گھر۔۔"

"کیا؟؟؟"وہ پورا زور لگا کے چیخی۔۔

"میرے کانوں کے پردے لوہے کے نہیں بنے آہستہ چیخو پھٹ جائیں گے"۔وہ ایک ہاتھ سٹیرنگ ویل پر اور ایک ہاتھ اپنے کان پر رکھتے ہوئے بولی۔۔

"تمہارے گھر؟؟کیوں کس لیے؟"انابیہ بھی جب تک بال کی کھال تک نہ پہنچ جائے سکون سے نہیں بیٹھتی۔۔

"یہ تم تھوڑی دیر چپ ہو کر نہیں بیٹھ سکتی؟ایک بات کے ساتھ چپک ہی جاتی ہو۔۔"وہ تھوڑا رکی۔۔

"مجھے ڈرائیونگ میں کونسنٹریٹ کرنے دو ورنہ میرے گھر پہنچنے کی بجائے اوپر پہنچ جائیں گے۔۔"زارا اب اسے غصے سے کہہ رہی تھی۔۔"اللہ تمہیں پوچھے کبیر۔۔"وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔۔

"بہت بری ہو تم زارا۔۔"وہ دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔۔

"ہاہاہا اور کچھ؟"وہ تھوڑا ہنسی تھی۔

"اور تم بدتمیز بھی ہو۔۔"

"اچھا اور؟؟"ڈھٹائی سے پوچھے جا رہی تھی۔۔

"اور ڈھیٹ بھی ہو۔۔"وہ ہاتھ باندھے سیٹ پر پیچھے ہو کر بیٹھ گئی۔۔اب اسکی نظریں زارا پر تھیں۔

"اور کچھ رہتا ہے؟"زارا نے ہنستے ہوئے چہرہ اسکی طرف موڑا تھا۔۔

"راستہ ختم ہو جائے گا لیکن تمھاری شان میں کہے جانے والے الفاظ نہیں۔"اب کی بار بیا بھی تھوڑا مسکرائی تھی۔۔

"ہاں ٹھیک ہے کہتی رہو جو کہنا ہے۔۔"

"بس مجھے اور کچھ نہیں کہنا ہو نہہ۔۔"وہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔۔کچھ ہی دیر بعد گاڑی ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے رکی۔زارا کے ایک دوہارن پر چوکیدار نے گیٹ کھولا تو وہ سیدھا پورچ میں گاڑی لے گئی۔۔

"لو جی پہنچ گئے ہم۔۔چلو اندر چلتے ہیں۔۔"وہ تیزی سے گاڑی سے نکلی جبکہ انابیہ آہستہ آہستہ قدم لئے چل رہی تھی۔

"بیا ڈر کیوں رہی ہو میرے گھر پہ سوائے مماں کے کوئی نہیں ہے۔"

"نہیں میں ڈر نہیں رہی۔۔اصل میں آج سے پہلے میں ایسے کسی دوست کے گھر نہیں گئی نا اس لیے تھوڑا جھجک رہی ہوں۔۔ "وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی۔

" جھجکنے کی ضرورت نہیں ہے یہ تمھای بیسٹ فرینڈ کا گھر ہے۔۔"وہ اسکے گرد بازو حائل کرتے ہوئے بولی۔

"ایک منٹ۔۔"وہ رکی۔"تم مجھے بیسٹ فرینڈ سمجھتی تو ہو نا؟زارا کچھ امید لیے اس سے پوچھنے لگی۔

"آف کورس۔۔تمہیں کیا لگتا ہے میں ایسے ہی کسی کے ساتھ کہیں بھی چلی جاتی ہوں۔۔"وہ دونوں اب اندر داخل ہو چکی تھیں۔۔سامنے ہی ایک عورت لال رنگ کی ساڑھی پہنے انہیں دیکھتے ہی انکی طرف قدم بڑھانے لگی۔۔انھوں نے ہلکا سا میک اپ کر رکھا تھا اور بالوں کو جوڑے میں باندھے وہ بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھیں۔۔بہت نرمی سے انھوں نے انابیہ کو گلے سے لگایا۔۔

"مائی موم مائی پیرا ڈائز۔۔" زارا اپنی ماں کا انٹروڈکشن کرواتے ہوئے بولی۔۔

"ہیپی برتھڈے ڈیئر۔۔" نرمین بیگم انابیہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ تبھی زارا نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا۔۔

"مماں یہ سرپرائز تھا یار۔" جبکہ انابیہ منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ہنسنے لگی۔

"اوپس سوری۔۔ چلو کوئی بات نہیں تم جاؤ اسے روم میں لے جاؤ میں کچھ کھانے کے لیے بھجواتی ہوں تم لوگوں کے لیے۔" وہ دونوں سر ہلاتے زینے چڑھ کر اوپر جانے لگیں۔

وہ اب کمرے میں آچکی تھیں۔ زارا کا کمرہ بہت وسیع اور بہت خوبصورت تھا۔

"تمھاری مماں بہت سمارٹ اور خوبصورت ہیں زارا۔۔" وہ دیوار پہ لگی فریم دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔

"ہاں سب یہی کہتے ہیں۔۔ یہاں آؤ آگے ہی دیر ہو گئی ہے۔۔" زارا اپنی الماری سے کپڑے نکالتے ہوئے بولی۔۔ انابیہ کی نظریں بیڈ پر پھیلے ہوئے کالے رنگ کے ڈریس پر رکی جس پر بہت محنت سے باریک کام کیا گیا تھا۔۔ دیکھنے سے ہی لگ رہا تھا کہ جیسے کسی کے لیے خاص بنوایا گیا ہو۔۔ وہ ایک بہت کھلے گھیر کی مکمل سیاہ میکسی تھی جیسے کسی شہزادی کے لیے بنائی گئی ہو۔۔ اس کا گھیر چمک رہا تھا اتنا کہ اگر اندھیرے میں اسے دیکھا جائے تو یوں لگے جیسے سیاہ آسمان چھوٹے چھوٹے ٹمٹماتے ہوئے تاروں سے بھر گیا ہو۔

"تمھارا یہ ڈریس تو بہت ہی پیارا ہے زارا واؤ۔۔۔" وہ اس سیاہ میکسی کی تعریف کرتے ہوئے بولی۔

زارا فوراً آگے بڑھی اور بیڈ پر سے اس میکسی کو اٹھا کر انابیہ پر رکھتے ہوئے اسکا جائزہ لینے لگی۔۔

"پرفیکٹ!!" زارا نے اسے اوپر سے نیچے دیکھتے ہوئے کہا۔۔ وہ اسکی اس حرکت پر چونکی۔۔

"نن نہیں میں نے اس لیے تعریف نہیں کی یہ تمہارا ہے۔۔" وہ قدرے بوکھلا گئی۔۔

"نہیں یہ میرا نہیں تمھارا ہے۔ جاؤ شاباش ڈریسنگ روم میں جاؤ اور پہن کے آؤ۔" وہ ڈریس اسکے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے بولی۔۔

"کیوں میں کیوں پہنوں یہ تمہاری چیز ہے میں کیسے لے سکتی ہوں؟؟"

"بیا بیا۔۔ یہ میرا نہیں ہے تمہارا ہی ہے سمجھو نا۔۔ جلدی سے پہنو تمھاری برتھڈے سیلیبریٹ کرنی ہے۔"

"مجھے پتہ ہوتا کہ تم اس لیے لائ ہو مجھے تو میں کبھی نہ آتی۔۔"

"اچھا بعد میں لڑ لینا قسم سے کچھ بولوں گی بھی نہیں لیکن اسوقت مجھے غصہ نہ دلائو اب جائو" اسے تھوڑا آگے دھکیلتے ہوئے بولی۔۔ آخر کار وہ ڈریسنگ روم میں چلی گئ۔۔

کچھ ہی دیر بعد وہ باہر نکل آئ زارا اسے دیکھتے ہی جیسے صدمے میں چلی گئ ہو۔ وہ اسے سر تا پیر دیکھ رہی تھی۔

"حسین ترین!!" وہ محض اتنا کہہ سکی۔ انابیہ چلتے چلتے فل مرر کے سامنے آ کھڑی ہوئ اور خود کا جائزہ لینے لگی۔ وہ واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"تم بھی بہت خوبصورت لگ رہی ہو زارا۔۔" وہ زارا کی طرف گھومتے ہوئے بولی جس نے سنہرے رنگ کا کافتان ڈریس پہن رکھا تھا۔

"تم سے زیادہ نہیں۔۔" وہ یہ کہتے ہوئے اپنی ڈریسنگ کی طرف گئ۔

"بیا تم یہاں شیشے کے سامنے آکر بیٹھو میں لینس لگا لوں اور کم از کم یہ ماسی والی گت بھی کھول دو آج کے دن۔۔" ماسی والی گٹ سنتے ہی وہ اسے گھورنے لگی جبکہ وہ اس کی سخت نظروں سے انجان اس کے ساتھ کھڑے اب آنکھوں میں لینس ڈال رہی تھی۔

"تمھاری ماما بھی ہونگی نا برتھڈے پر؟" انابیہ نے اپنے بال کھولتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہ تو چلی گئ ہوں گی۔۔" لینسز ڈالنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے اب پانی نکل رہا تھا۔

"کہاں؟" وہ تھوڑا حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"وہ ایک بزنس پرسن ہیں انکے ساتھ کام کرنے والوں نے آج ایک لنچ رکھا ہے وہ وہی گئی ہیں۔۔"۔وہ لینس ڈال چکی تھی۔

"تو کیا تم نے صرف ہم دونوں کے لیے اتنی محنت کی اتنا خرچہ کیا۔۔"وہ پھر سوال کرنے لگی۔

"چاروں کے لیے۔"وہ اس کی تصحیح کرتے ہوئے بولی۔

"چاروں کے لیے؟؟؟ مطلب دو ہم اور دو اور کون؟؟"اسکا برش کرتے کرتے ہاتھ رکا۔

"تم کتنے سوال کرتی ہو اففف۔۔ پتہ چل جائے گا بعد میں۔۔۔ دیکھو مجھے تمہیں تیار کر کے خود بھی ہونا ہے باہر ساری ڈیکوریشن مکمل ہو گئی ہے۔۔اب سوال نہیں ورنہ میں ٹیپ لگا دوں گی منہ پر۔۔"وہ میک اپ کے سامان کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں تیار ہو چکی تھیں۔زارا اب اپنے جوتے پہن رہی تھی تبھی اس نے انابیہ کو دیکھا جو سر پر جالی کا سیاہ دوپٹہ اوڑھ رہی تھی۔چہرے پر میک اپ نہ ہونے کے برابر تھا۔

"اے یہ تم کیا کر رہی ہو؟ایسی میکسی کے ساتھ دوپٹے بھی رکھے جاتے ہیں کیا؟"وہ تھوڑا حیران ہوتے ہوئے بولی۔۔

"کیوں دوپٹہ تو میں سر پر ضرور ٹکاتی ہوں چاہے کچھ بھی ہو۔اور یہ اسکے ساتھ ہی تھا سو میں نے پہن لیا۔"وہ کندھے اچکاتے شیشے میں دوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے بولی۔۔اسکی کمر پر اسکے لمبے بال جھول رہے تھے۔۔

"اچھا ٹھیک ہے چلو لان میں چلیں۔۔"وہ اب اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔۔

"تم نے بتایا نہیں باقی دو لوگوں کون ہیں؟"وہ اسکے چہرے پر نظریں ٹکائے بول رہی تھی۔۔

"اچھا بتاتی ہوں لیکن پلیز بدمزگی مت کرنا ہم نے بڑی محنت کی ہے۔"وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے سیڑھیوں سے اتر رہی تھیں۔

"کبیر اور عاصم۔۔" اس کے قدم وہیں جم گئے۔۔ زارا نے مڑ کر اسے دیکھا۔
"کیا ہوا رک کیوں گئی؟" وہ تھوڑی دیر یوں ہی کھڑی رہی۔۔
"کچھ نہیں چلو۔۔" وہ کچھ خرابی نہیں چاہتی تھی اس لیے ایک گہرا سانس لیتے چلنے لگی۔ ایسے دوست بہت مشکل سے ملتے ہیں خاص کر زارا جیسے۔

"اسے پتہ ہے کہ ہم دونوں بھی یہیں ہیں؟" عاصم اور کبیر دونوں اس وقت ڈیکوریشن کا معائنہ کر رہے تھے۔ کبیر نے سیاہ ڈریس شرٹ کے ساتھ سیاہ پینٹ پہن رکھی تھی اور بال جیل کی مدد سے پیچھے کر رکھے تھے اس طرح کہ تھوڑے ماتھے پر بھی پڑے تھے جبکہ عاصم نے وائٹ ڈریس شرٹ کے ساتھ بھورے رنگ کی پینٹ زیب تن کی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ہی بلاشبہ بہت ہینڈسم لگ رہے تھے۔۔
"شاید زارا نے بتادیا ہو۔۔" کبیر پینٹ کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے نظریں سفید اور گلابی کیک پہ مرکوز کیے ہوئے بولا جس پر انابیہ لکھا تھا۔ عاصم "ہمم" کرتے ہوئے تھوڑا سا گھوما تھا تبھی سامنے سے ان دونوں کو آتا دیکھا۔
" آ گئیں دونوں۔۔" اسنے کبیر کی طرف جھک کر بولا تھا۔ کبیر کی ان کی طرف پشت تھی عاصم کی آواز پر وہ اسی طرح جیبوں میں ہاتھ ڈالے پیچھے مڑا۔۔ انابیہ نے اسے آتے ہی دیکھ لیا تھا اس لیے وہ اب نظریں جھکائے چل رہی تھی وہ اس کی طرف نہیں دیکھنا چاہتی تھی یا شاید ہمت نہ کر سکی۔۔ جبکہ کبیر کے دل کی دنیا کو وہ پوری طرح ہلا چکی تھی۔ وہ تو سادگی میں ہی قیامت ڈھاتی تھی اور آج کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔

اس کی آنکھیں مکمل طور پر اس میں کھو گئی تھیں۔یہ آنکھیں صرف آنکھیں نہیں تھیں کیمرہ تھیں۔۔ایک ایسا کیمرا جو صرف اس لڑکی کو کیپچر کرتا تھا۔۔جو اس کا ہنسنا۔۔اس کا مسکرانا۔۔اس کا رونا۔۔اس کے آنسو۔۔سب کچھ اس کی میموری میں قید کر چکا تھا۔

ان دونوں کے درمیان راستہ اتنا نہیں تھا جتنا وہ اس وقت کبیر کو لگ رہا تھا شاید محبت میں راستے طویل ہو جاتے ہیں لیکن ان کے لیے یہ راستہ نہ صرف طویل تھا بلکہ کٹھن بھی تھا۔آہستہ آہستہ وہ قریب آتی گئی۔۔فاصلہ طے ہوتا گیا پھر ایک وقت تھا جب وہ عین اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔یہ پہلی دفعہ تھا جب انابیہ نے چہرہ اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا بس کچھ پل کے لیے بلکہ کچھ سیکنڈز کے لیے پھر اس نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا کیونکہ وہ کبیر ہی تھا جو مسلسل اسکی آنکھوں میں دیکھ سکتا تھا۔اس میں اتنی ہمت نہیں تھی۔۔

"اب ہٹ بھی جائو کبیر۔کیا نظر لگانی ہے؟"زارا ابرو اچکائے کبیر کو دیکھ رہی تھی۔۔

"ڈونٹ وری زارا۔۔میری نظر نہیں لگتی بیا کو تو بلکل نہیں لگے گی۔۔"وہ انکو راستہ دیتے ہوئے بولا۔انابیہ نے ایک نظر اس پر ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔

"ویسے مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ ڈریس تم پر اتنا جچے گا۔۔"اس نے تھوڑا جھک کے اس کے کان میں کہا تھا۔تو اس کے چلتے قدموں کو بریک لگی۔۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ میں نے یہی پہننا تھا؟"وہ اچنبھے سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم دونوں کیا سرگوشیاں کر رہے ہو؟"زارا انہیں باتیں کرتا دیکھ کر پوچھنے لگی۔جس پر کبیر سر نفی میں ہلانے لگا۔

لان بہت ہی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔وہ چاروں طرف دیکھ کر رہ گئی یہ سب اسپیشل اس کے لیے کیا گیا تھا آج اس کو اپنی قسمت پر رشک آرہا تھا اگر وہ کہتی تھی کہ اسے ایسا انسان ضرور ملے گا جو اسے ڈیزرو کرتا ہوگا تو

وہ صحیح کہتی تھی کیونکہ اسے ایسے دوستوں سے نواز دیا گیا تھا۔۔وہ کبھی اپنی سالگرہ اپنی مرضی سے نہیں مناتی تھی لیکن کبھی کبھی دوستوں کی خوشی کے لیے اپنا غم بھولنا پڑتا ہے چاہے وہ کتنا بڑا ہو۔۔اس نے آگے بڑھ کے کیک کاٹا۔ایک چھوٹا سا پیس اس نے زارا کو اپنے ہاتھوں سے کھلایا اور پھر زارا نے اسکو۔۔کبیر اور عاصم ہاتھ باندھے انہیں دیکھتے رہے۔

"کیا ہے اب ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟ہم نہیں کھلانے والے بہتری اسی میں ہے خود ہی کھالو۔۔"زارا انکو گھورتا ہوا دیکھ کر بولی۔

"ہمیں ایسی امید بھی نہیں ہے۔۔"عاصم نے سر جھٹکتے ہوئے کہا تو کبیر نے اسے کہنی ماری۔کبھی تو کسی کا لحاظ کرلیا کرے یہ لڑکا۔

"ہونی بھی نہیں چاہئیے۔۔بلکہ ایک کام کرو خود بھی کھاؤ اور ہمیں بھی سرو کرو۔"انابیہ اور کبیر تماشا دیکھ رہے تھے۔

"یہ لڑکیوں کے کام ہیں بہتر ہے لڑکیاں ہی کریں۔۔"عاصم کی یہ بات سنتے ہی انابیہ اسکی جانب غصے سے دیکھنے لگی۔

"آج کے دور میں کوئی کام لڑکے یا لڑکی کا نہیں ہوتا۔۔کام کام ہوتا ہے۔لڑکیاں صرف گھرداری ہی نہیں کرتی وہ اور بھی بہت کچھ کرسکتی ہیں۔۔سمجھے؟"وہ چھری عاصم کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے غصے سے بولی۔ عاصم کو سمجھ نہیں آیا کہ اس میں اتنا بھڑکنے کی کیا ضرورت تھی۔۔لیکن اسے پتہ ہونا چاہیئے تھا کہ ان کے ساتھ ساتھ وہ بھی بزنس کی سٹوڈنٹ ہے۔اس کے بھی اونچے اونچے خواب ہیں۔

"اچھا اچھا ہم کر دیتے ہیں کوئی مسئلہ نہیں۔۔" کبیر نے جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ جبکہ عاصم ہاتھ میں چھری پکڑے تیوڑیاں چڑھائے اپنے دوست کو گھور رہا تھا۔۔ اسی پل کبیر نے زارا کو آنکھ کے اشارے سے کچھ کہا جس پر اسنے سر اثبات میں ہلایا۔

"جی نہیں یہ کیک تو عاصم ہی کاٹے گا۔۔ بیا تم کبیر کے ساتھ جاؤ اسے تم سے بات کرنی ہے۔۔" زارا عاصم کو بازو سے پکڑ کر کیک کی طرف لائی جبکہ اسکی آخری بات سنتے ہی کبیر نے اپنے سر پر ہاتھ مارا اسکی طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ "حد ہی ہو گئی زارا کو کب عقل آئے گی ایسے بھیجتے ہیں کسی کو۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

انابیہ کے چہرے پر ناگواری سی گزری شاید وہ جانتی تھی کہ اسے کیا بات کرنی ہے۔

"جاؤ نابیا۔۔" وہ اسے تھوڑا آگے دھکیلتے ہوئے بولی۔ اس نے ایک نظر اٹھا کر کبیر کو دیکھا اور آگے کو چلنے لگی۔

وہ دونوں اب لان میں اکٹھے چل رہے تھے۔ زارا کے گھر کا لان بہت ہی بڑا اور خوبصورت تھا۔ مسلسل ہوا چل رہی تھی جسکی وجہ سے انابیہ کے بال اڑ اڑ کے اسکے شانوں پر بکھر رہے تھے۔ کافی دیر خاموشی رہی اور اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہونے لگا۔۔

"مجھے کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی۔" اس خاموشی کو کبیر کی آواز نے توڑا۔۔ وہ دونوں سامنے دیکھتے ہوئے چل رہے تھے۔

"بلکہ میں نے اس لفظ محبت کو ایک لفظ سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ مجھے لگتا تھا کہ انسان کو کبھی محبت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میں تو ہنستا تھا ان لوگوں پر جو محبت کرتے تھے میرے نزدیک یہ ایک بیکار فعل تھا۔" وہ بولتے بولتے تھوڑا رکا۔ وہ جیسے کچھ سننا نہیں چاہتی تھی وہ بھاگ جانا چاہتی تھی کہیں دور بہت دور۔۔ وہ ڈر رہی تھی

وہ اسی پل سے ڈرتی تھی وہ اسے چیخ چیخ کر بتانا چاہتی تھی کہ چپ کر جائو مجھے کچھ نہیں سننا۔ وہ مسلسل اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم مسلنے لگی۔ ہوا تیز ہو گئ تھی۔۔

"لیکن دیکھو جس محبت سے میں بھاگتا تھا وہ میرے پیچھے پڑ گئ ہے۔" انابیہ نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔۔

"مجھے محبت ہے بیا۔۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے۔" اس نے آنکھیں دوبارہ کھولیں ان میں نمی تھی۔ "مجھے پتہ ہی نہیں چلا کب کیسے تم میرے لیے اتنی اہم ہو گئ۔۔ میں تمہیں بتانا چاہتا تھا لیکن میں ہمت نہیں کر سکا۔ میں ڈرتا تھا بلکہ میں ابھی بھی ڈر رہا ہوں۔۔" وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

وہ دونوں اب رک چکے تھے انکے سامنے کیاری تھی مختلف پھولوں کی کیاری۔۔ نرمین بیگم کو پھول بہت پسند تھے اسی لیے ان کے لان میں چاروں طرف پھولوں کی چھوٹی چھوٹی کیاریاں تھیں۔۔ انابیہ پھولوں کے سامنے اب گھاس پر بیٹھ گئ تھی اس طرح کے اس کا وہ خوبصورت جوڑا چاروں طرف پھیل گیا تھا۔۔ اسکی آنکھ سے ایک آنسو جھلکا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے ایک خوبصورت سرخ پھول کو چھوا۔ کبیر نے اسکے ہاتھ کو دیکھا پھر اس پھول کو کوئ شک نہیں کہ دونوں ہی نرم و ملائم لگ رہے تھے۔۔

"تم نے کبھی پھولوں پر غور کیا ہے کبیر؟؟" وہ اسی طرح پھول کی پتیوں پر انگلی پھیرتے ہوئے بولی اور کبیر ویسے ہی کھڑا اسے سن رہا تھا۔

"یہ کتنے پیارے ہوتے ہیں نا نازک بھی ہوتے ہیں۔۔ آہہہ!!" وہ بولتے بولتے رکی کیوں کہ اسکی شہادت کی انگلی پر ایک کانٹا چبا تھا۔۔ کبیر فوراً زمین پر بیٹھ کر اسکا ہاتھ دیکھنے لگا جس پر خون کی ایک بوند سی بن گئ تھی۔ انابیہ نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا جو اسکا ہاتھ پکڑے بیٹھا تھا۔ اس نے ہاتھ نہیں کھینچا۔۔

"لیکن اس میں یہ جو کانٹے ہوتے ہیں یہ انسان کو اذیت پہنچاتے ہیں کہ پھر انسان سوچتا ہے کہ آخر اس نے اس پھول کو ہاتھ ہی کیوں لگایا نہیں لگانا چاہیے تھا۔۔"وہ تھوڑا زخمی انداز سے مسکرائی تھی کبیر اسکے قریب بیٹھا تھا اتنا کہ وہ اسکی متورم آنکھوں میں نمی دیکھ سکتا تھا۔

"محبت بھی ایسی ہی ہوتی ہے ایک خوبصورت احساس دلوں کو نرم کر دینے والا احساس ایک خوبصورت جزبہ ۔۔لیکن یہ محبت انسان کو اذیت بھی دیتی ہے بلکل اسی کانٹے کی طرح۔۔انسان کا سکھ چین سب چھین لیتی ہے اسے بہت تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔پھر وہی انسان کہتا ہے کہ اسے محبت کرنی ہی نہیں چاہئیے تھی کیوں کی محبت ؟"وہ اب بھی ایک دوسرے کو ہی دیکھ رہے تھے کبیر کے چہرے پر سنجید گی تھی جبکہ انابیہ کے چہرے پر ایک ہلکی اور زخمی مسکراہٹ۔

"تو ہم ایک کام کرتے ہیں۔۔ہم اپنی محبت سے کانٹے نکال دیتے ہیں۔۔"وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا اسکا ہاتھ اب تک اسکے ہاتھ میں تھا۔

"کیا تم ہر پھول میں سے کانٹے نکال سکتے ہو؟؟"

"نہیں۔۔لیکن کوشش تو کی جاسکتی ہے نا۔۔"اب وہ بھی تھوڑا مسکرایا تھا۔

"لوٹ جائو کبیر میرے پیچھے خود کو خوار مت کرو۔میں جس راستے پر ہوں وہاں میں اکیلے ہی چل سکتی ہوں "۔

"میں جس راستے پر بھی چل لوں میری منزل تم ہی ہو۔۔"کبیر کی آنکھوں میں زخمی سا تاثر ابھرا تھا۔انابیہ نے اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹالیں۔

"یہ بہت مشکل ہے بلکہ ناممکن۔۔"وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں سے چھڑاتے ہوئے بولی۔

"ناممکن کچھ نہیں ہوتا بیاایک کوشش کر کے دیکھو اتنا مشکل نہیں ہے۔مجھے ایک موقع دے کے تو دیکھو۔"

وہ دونوں اب کھڑے ہو چکے تھے۔

"میں ہمیشہ خود سے ایک بات کہتی ہوں۔۔"وہ ایک لمحہ رکی۔۔"محبت میرے لیے نہیں بنی۔۔۔تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔۔"یہ کہتے ہی وہ واپس جانے کے لیے مڑ گئی۔وہ ابھی دو قدم چلی تھی پھر اسکی آواز پر رکی۔

"کیا یہ کافی نہیں ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے؟"اسکے لہجے میں منت تھی۔وہ رک گئی۔ اور ایک گہرا سانس لیا۔۔

"میری منگنی ہو چکی ہے۔۔"یہ کہتے وہ تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔پیچھے رہ جانے والا شخص برف کے مجسمے کی مانند کھڑا رہا اسے اس جملے کی توقع نہیں تھی۔وہ حرکت نہیں کر سکا اسے لگا شاید وہ کبھی حرکت نہیں کر سکے گا۔وہ اب زارا اور عاصم تک پہنچ چکی تھی اور وہ وہیں تھا۔۔ ہوا رک چکی تھی۔

"زارا مجھے گھر جانا ہے۔"زارا اور عاصم کیک کاٹ کر کے پلیٹس میں سرو کر چکے تھے۔

"بیا کیک تو کھالو ابھی وقت ہی کیا ہوا ہے اتنی جلدی کیا ہے۔۔کبیر کہاں ہے؟"زارا پریشان حالت میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے کمرے میں جا رہی ہوں چینج کرنے اور پھر مجھے یونیورسٹی ڈراپ کر دینا میرا ڈرائیور پہنچنے والا ہو گا۔۔"وہ روکھے سوکھے انداز میں حکم صادر کرتے جانے لگی سامنے سے کبیر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا آ رہا تھا وہ بغیر اسے دیکھے اس کے ساتھ سے ہو کر چلی گئی۔کیا انسان اتنی جلدی انجان بن جاتا ہے؟ابھی وہ ان کے ساتھ مل کر ہنس رہی تھی اور اب یکدم اسے نظر انداز کرتے وہ اس کے ساتھ سے ہو کر چلی گئی اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔

"میں جارہاہوں عاصم تم نے چلنا ہے یار کو گے ؟"کبیر سنجیدگی سے اسے کہہ رہا تھا۔

"کبیر کیا ہوا ہے تم دونوں تو بات کرنے گئے تھے کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ پلیز مجھے ٹینشن ہو رہی ہے۔۔"زارا کبیر کے سامنے آتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں ہوا زارا میں کل بات کروں گا تم سے فلحال میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔تم چل رہے ہو؟"زارا سے کہتے وہ عاصم سے مخاطب تھا۔۔عاصم نے سر اثبات میں ہلایا اور پھر مسکراتے ہوئے زارا کو دیکھا۔۔وہ بھی مسکرادی۔

"صبح ملاقات ہوگی۔"عاصم ہاتھ ہلاتا کبیر کے ساتھ چلا گیا۔زارا بھی انکے جانے کے بعد اپنے کمرے میں گئ۔

"سپیڈ کم کر یار کیا ہو گیا ہے مجھے نہیں مرنا۔۔تجھے مرنا ہے تو مر۔۔"عاصم پیسنجر سیٹ پر بیٹھے کبیر کو بول رہا تھا جو اس وقت گاڑی چلا نہیں اڑا رہا تھا۔۔

"کبیر پلیز یار ہوا کیا ہے کچھ بتادے پلیز۔۔انابیہ نے ایسا کیا کہہ دیا ہے جو تیرا غصہ ساتویں آسمان پر ہے؟؟"وہ اسے مسلسل کہے جا رہا تھا لیکن کبیر تو جیسے سن ہی نہیں رہا تھا۔۔"کہا بھی تھا مجھ سے لڑکی پٹانے کی کلاسز لے لیکن تجھے تو میں دنیا کا سب سے بڑا احمق لگتا تھا نا۔۔اب دیکھ لیا نا انجام۔"

"عاصم چپ کر جاؤ ورنہ میں کہیں گاڑی ٹھوک دوں گا۔۔کہا ہے نا صبح بات کریں گے۔۔"اسنے عاصم کو درشتی سے ٹوکتے ہوئے سپیڈ مزید بڑھائی۔

"تمہیں بہت غصہ آتا ہے کبیر تمہارے اس غصے کا میں کیا کروں نہایت ضدی انسان ہو تم۔۔اپنی ضد کی وجہ سے ایک دن پچھتاؤ گے تم۔۔گاڑی۔۔آہستہ۔۔کرو۔۔"وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا اسے غصے سے کہہ رہا تھا۔۔کبیر نے تیوڑیاں چڑھائے سڑک کے بیچ و بیچ ایک زوردار بریک کے ساتھ گاڑی روک دی۔

"بہت ہو گیا اترو۔۔"وہ مکمل طور پر اسکی طرف گھومتے ہوئے بھڑکا تھا۔

"مجھے آنا ہی نہیں چاہئیے تھا تمہارے ساتھ۔۔اپنی گاڑی میں آنا چاہیے تھا۔" وہ اس پر ایک غصیلی نظر ڈالتا گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکل گیا۔۔کبیر دوبارہ گاڑی اڑانے کے انداز میں چلانے لگا۔۔کافی دیر وہ سڑکوں پر ایسے ہی گاڑی چلاتا رہا۔

"یہ سب کیا تھا بیا؟"انابیہ بیڈ پر بیٹھے نیچے جھک کر اپنے سنیکرز پہن رہی تھی۔وہ کپڑے بدل چکی تھی واپس صبح والے حلیے میں آچکی تھی۔ تبھی زارا زور سے دروازہ کھولتے اندر کمرے میں داخل ہوئ تھی۔

"کیا؟"اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"بنومت تمہارے اور کبیر کے درمیان کیا بات ہوئ تھی وہ اتنا غصے میں گیا ہے یہاں سے؟"زارا اب اسکے سر پر کھڑی تھی۔

"یہی کہ میری منگنی ہو چکی ہے۔۔"وہ نظریں جھکائے بولی۔

"وااااٹ؟؟"زارا منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔"بکواس کر رہی ہو جھوٹ بول رہی ہو۔۔"

"تم نے مجھے اتنا گھٹیا سمجھ رکھا ہے جو میں اس طرح کے جھوٹ بولوں گی۔"وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہی ایک قدم آگے آتے ہوئے غرائ تھی۔

"کب ہوئ تھی منگنی؟؟"

"بس میرا کزن سے رشتہ ہوا تھا وہ امریکہ میں ہوتا ہے اب۔۔مجھے نہیں پتہ کہ وہ کب آئے گا لیکن جب بھی آئے گا میرے بابا میرا اس سے نکاح کر دیں گے۔۔"انابیہ اب دبی ہوئ آواز میں اس سے بات کر رہی تھی۔

"تو بیا تم۔۔۔"

"پلیز زارا مجھ سے اور کچھ مت پوچھو پلیز میں ہاتھ جوڑتی ہوں تمہارے آگے۔۔"اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔۔اس کی ایسی حالت پر زارا کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔اس نے آگے ہو کے اسکے بندھے ہوئے ہاتھوں کو نرمی سے پکڑا۔

"اوکے اوکے۔۔میں نہیں پوچھتی رونا مت۔"زارا کو جیسے اس پر ترس سا آیا۔"چلو میں تمہیں یونیورسٹی چھوڑ دوں۔"وہ سر اثبات میں ہلاتے اس سے پہلے کمرے سے نکل گئی۔

زارا اسے چھوڑ کے جب واپس آئی تو اس نے بیڈ پر پڑے اسی کالے جوڑے کو افسردگی سے دیکھا جو کبیر نے انابیہ کے لیے لیا تھا اور سر جھٹک کر وہیں بیڈ پر لیٹ گئی۔۔اسی دوران اسے عاصم کی کال آئی۔اس نے فون کان سے لگایا اور دھڑلے سے اٹھی۔۔"کب کیسے؟کون سے ہسپتال میں؟؟میں آتی ہوں؟"وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکلی۔۔

"مزہ تو بہت آرہا ہوگا۔ایسا کرو ایک ایکسیڈنٹ اور کر آئو۔۔"وہ دونوں ہسپتال کے ایک سفید اور روشن کمرے میں تھے۔کبیر بیڈ پر بیٹھا تھا اور عاصم اس سے تھوڑا دور دیوار سے ٹیک لگائے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ ڈاکٹر کبیر کے سر پر پٹی باندھ رہا تھا اور کبیر مسلسل اپنی شان میں کہے جانے والے جملوں کو سنتے ہوئے عاصم کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"پریشانی کی بات نہیں ہے چھوٹی موٹی چوٹ ہے جلد ٹھیک ہو جائے گی۔۔آپکی قسمت اچھی تھی جو ایکسیڈنٹ بہت بڑا نہیں تھا۔"ڈاکٹر اسکے سر پر پٹی کو ارد گرد سے لپیٹتے ہوئے بولا۔

"قسمت تو اسکی واقعی بہت اچھی ہے جو اتنے ایکسیڈنٹ کرنے کے بعد بھی یہ صحیح سلامت بچ جاتا ہے۔۔"

عاصم اپنی جگہ سے تھوڑا آگے ہوتے ہوئے بولا۔۔

"کوئی بات نہیں ہوتا رہتا ہے ایسا۔۔ بس انسان کو تھوڑی احتیاط کرنی چاہئے۔۔ کچھ میڈیسنز بتاؤں گا جو آپکے سر، گردن اور بیک کے درد کو آرام فراہم کریں گی۔"

"اس کا دماغ ٹھکانے لگانے کے لیے بھی کوئی دوائی دے دیں۔۔" عاصم اس کی حالت پر واقعی محظوظ ہو رہا تھا۔۔ کبیر کا بس نہیں چل رہا تھا یہاں سے کچھ اٹھائے اور سیدھا اس کے سر پر دے مارے تاکہ اگلے ہی لمحے اس کے ساتھ اس سفید بستر پر وہ بھی بیٹھا ہو۔۔

"میں گھر جا سکتا ہوں؟؟" کبیر نے نظریں ڈاکٹر پر مرکوز کیے کہا۔

"جی بلکل آپ جا سکتے ہیں لیکن آیندہ احتیاط کیجئے گا۔" ڈاکٹر اسے ہدایت دے کر جانے ہی لگا تھا کہ زارا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ اس کو دیکھتے ہی کبیر نے پھر عاصم کو ہی گھورا۔۔

"یہ سب کیسے ہوا کبیر؟؟" وہ اندر آتے ساتھ پوچھنے لگی۔

"میں بتاتا ہوں۔ کبیر کار میں بیٹھا پھر اسنے سپیڈ بڑھائی اسے مزہ نہ آیا تو اور بڑھائی پھر اسکے سامنے ایک اور کار آئی اس نے سوچا ایک بار سامنے والے کی کار میں کار مار کے دیکھتا ہوں اور ایکسیڈنٹ ہو گیا اور پھر۔۔۔"

"چپ ہو جائو ہر وقت مذاق کے موڈ میں ہوتے ہو تم۔۔ حالت تو دیکھو اسکی۔۔" وہ روانی میں بولے جا رہا تھا تبھی زارا نے غصے سے اسے ٹوکا۔۔ ڈاکٹر جا چکا تھا۔۔

"اوہ مائی ڈیئر زارا۔۔ حالت تو ٹھیک ہے اسکی بلکل اور تم پریشان نہ ہو یہ ہر مہینے غصے میں ایسے ایکسیڈنٹ کرتا رہتا ہے عادت ڈال لو" اس نے زارا سے کہا اور کبیر کو دیکھا۔۔ " گھورو مت۔۔۔ اور ہاں۔۔ ایکسیڈنٹ

کرتے ہوئے دیکھ لیا کرو کہ سامنے والی گاڑی کسی امیر انسان کی ہے یا بیچارے غریب ڈرائیور کی۔۔اسکی گاڑی کا نقشہ بگاڑ دیا پیچھے سے۔۔"

"اور ضرور تم نے اسکو اسکے نقصان کے پیسے دے دیے ہونگے۔۔ فکر نہ کرو بتا دینا کتنے غریب ہوئے ہو تم۔۔ میں دے دوں گا تمہیں۔۔" اسکی یہ بات سنتے عاصم ہنس پڑا۔اسے اس کے ہنسنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔۔

"مجھے دینے کی ضرورت نہیں ہے وہ عام سی گاڑی تھی ویسے بھی خستہ حال تھی۔"وہ تھوڑا رکا اور پھر کبیر کی طرف جھک کر اسکی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔۔"اپنی (مرسڈیز)Mercedes کا سوچو۔۔ چچچ بیچاری کا فرنٹ برباد کر دیا تم نے۔۔"شرارتی مسکراہٹ اسکے لبوں پر بکھری تھی۔ جبکہ کبیر کے تو جیسے طوطے اڑ گئے تھے۔

"حد ہے اب ڈیڈ سے کیا کہوں گا میں۔۔" وہ افسوس سے بولا تو اسکی بات پر زارا بھی ہنس دی۔

"تم اپنے ڈیڈ سے ڈرتے ہو؟"زارا اسے چھیڑتے ہوئے بولی۔

"اس عمر میں سب ہی ڈرتے ہیں کیونکہ آپ اسی شخص کا پیسا برباد کر رہے ہوتے ہو۔۔اور ویسے بھی میں نے کہا نا ہر مہینے کے ایکسیڈنٹ سے اسکی ہڈیوں پر خرچہ نہیں ہوتا گاڑیوں پر ضرور ہوتا ہے۔"

"اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے تم شاید بھول رہے ہو میرا ایک عدد بڑا بھائی بھی ہے بابا کو خبر تک نہیں ہو گی۔۔"اس نے جیسے مسئلے کا حل بتاتے ہوئے کہا۔۔

"تمہیں اتنا غصہ آتا ہے کبیر؟"زارا آنکھیں پوری طرح کھولتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"تم جانتی تھی؟؟"وہ اسے جواب دینے کی بجائے سوال کر رہا تھا۔

"کیا؟؟"

"یہی کہ بیا کی منگنی ہوئی ہے۔۔" اس بار حیران ہونے کی باری عاصم کی تھی۔

"نہیں مجھے خود اسکے منہ سے آج پتہ چلا ہے۔۔"

"کمال ہے تم تو اسکی دوست ہو نا پھر بھی۔۔"

"کبیر مجھے واقعی نہیں پتہ تھا۔۔ میں نہیں جانتی اس نے کیوں نہیں بتایا لیکن میں اس سے ڈیٹیل میں بات کروں گی۔۔ ڈونٹ وری۔۔ تم اب عاصم کے ساتھ گھر جائو اور آرام کرو۔۔" کبیر نے اسکی بات سن کے سر اثبات میں ہلایا۔

"چلو۔۔ ملازم حاضر ہے۔۔" عاصم نے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تھا جسے اس نے جھٹکا تھا اور خود ہی کھڑا ہو گیا۔ عاصم کندھے اچکاتا اسکے ساتھ چلنے لگا۔۔

وہ جب سے زارا کے گھر سے آئی تھی تب سے کچھ بے چین سی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔ اس نے اپنے چہرے پر پانی کی کچھ چھینٹے ڈالی اور پھر رک کر شیشے میں اپنا عکس دیکھنے لگی۔۔ پھر اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔ اسکے سر میں شدید درد تھا۔ اس نے نل بند کیا اور کمرے میں آ گئی۔ پھر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ وہ جب بھی کسی چیز کے بارے میں زیادہ سوچتی تھی اس کا سر پھٹنے لگتا تھا۔ دراز سے سر درد کی گولی نکالی گلاس میں پانی انڈیلا اور پانی کے ساتھ گولی نگل لی۔۔

"میں کیا کروں ایسے سوچ سوچ کے میرا سر پھٹ جائے گا۔۔" اسی دوران ردا اور مناہل یونیفارم پہنے کمرے میں آئیں۔۔

"آپی کیا ہوا ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟" ردا بیڈ پر ڈھے جانے کے انداز میں بولی۔۔انابیہ نے اسکے سوال پر کچھ نہیں کہا نہ ہی اسکی نظریں اسکی جانب تھیں۔۔ جواب نہ ملنے کی صورت میں ردا اسکے چہرے کو دیکھنے لگی۔۔

"آپی میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔"

"پاستا۔۔" بیا اچانک بولی۔

"پاستا؟؟؟" ردا تھوڑا حیران ہوئ تھی۔

"ہاں پاستا۔۔"

"پاستا کہاں سے آگیا بیچ میں؟"

"پاستا بنائوں گی۔۔۔ تم کھائو گی؟؟" انابیہ اسکی طرف گردن گھماتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔

"آپی اسے چھوڑیں یہ تو ڈائٹنگ پہ ہے۔۔میں ضرور کھائوں گی۔۔" مناہل پاستا کا نام سنتے ہی انابیہ کی طرف گھومی۔۔

"اے۔۔ کونسی ڈائٹنگ؟؟؟" ردا اسکی اس بات پر برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔۔

"شرم کرو موٹی میں تو سمجھی تم نے ڈائٹنگ شروع کی ہو گی لیکن تم ڈھیٹ۔۔۔"

"ہاں تو تم بھی کھایا کرو نا زیادہ کہ ان ہڈیوں پر تھوڑا گوشت چڑھے جیلس خاتون۔۔ ہونہہ" مناہل منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔۔

"ارے یار چپ ہو جائو کیا سوتنوں کی طرح ہر وقت لڑتی رہتی ہو۔۔" انابیہ ان دونوں کے درمیان میں آتے ہوئے بولی۔۔

"اللہ نہ کرے یہ میری سوتن ہو پہلے میں اپنے شوہر کو شوٹ کروں گی اور پھر اسے۔۔" ردا نے دو انگلیوں سے پستول بناتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں تو جیسے مری جا رہی ہوں تمہاری سوتن بننے کے لیے اور ویسے بھی ایک ہی وقت میں دو بہنیں ایک دوسرے کی سوتنیں نہیں بن سکتیں۔۔"

"لڑتے رہو دونوں میں جا رہی ہوں پاستا بنانے تم لوگوں کا دل ہو تو چینج کر کے آجانا کھانے۔۔" کہتے ساتھ وہ وہاں سے چلی گئی۔۔

"بس بس جانتی ہوں میں زیادہ مجھے مت سکھاؤ اور کوئی اتنی موٹی نہیں ہوں میں سمجھی نا۔۔" اس کے جانے کے بعد بھی وہ دونوں چپ نہیں ہوئیں اور ردا اسکو دھکا مارتے ہوئے واشروم کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ مناہل اسے ناک چڑھائے دیکھنے لگی۔

"توبہ ہو گئی ایک تو بندے کے سر میں درد ہو اور ان چڑیلوں کی آوازیں برداشت کرو حد ہے۔۔" وہ کیبینیٹ سے چیزیں نکالتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔۔اور ناہیدہ بیگم اس کے پیچھے کھڑے اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔۔

"اب آج کچن میں بھول کے آہی گئی ہو تو کچن گند امت کرنا۔۔" ناہیدہ کی آواز سنتے اس نے گردن موڑ کے پیچھے دیکھا۔اسکی ماں ہاتھ باندھے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"آپ کب آئیں؟؟"

"جب تم میری دونوں بیٹیوں کو چڑیلیں بول رہی تھی۔۔" انکے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔

"تو اس میں کوئی شک؟؟"

"شک تو کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ اعلیٰ نسل کی چڑیلیں ہیں۔۔" کچن میں دونوں کا قہقہہ گونجا تھا۔۔

"میں بور ہو رہی تھی سوچا کچھ بنا ہی لوں۔۔"

"یہ تو اچھی بات ہے مگر تم ابھی آئی ہو تھکی ہو گی جاؤ میں بنا دیتی ہوں۔۔" ناہیدہ بیگم پلیٹس نکال کر شیلف پر رکھ رہی تھیں۔۔

"ماما جان میں نے کہا میں بور ہو رہی ہوں۔۔" اس نے دوبارہ دہرایا۔

"اچھا ٹھیک ہے کرو جو کرنا ہے میں دیکھ کر آئوں دونوں نے ایک دوسرے کا قتل تو نہیں کر لیا۔۔" وہ دوبارہ ہنسی تھیں۔۔

پاستا بنانے کے بعد اس نے پلیٹس میں نکالا اور ٹرے میں رکھ کر اپنے کمرے میں ہی لے گئ وہ تینوں بھی کمرے میں ہی بیٹھی تھیں۔

"لو جی کیا یاد رکھو گے کہ انابیہ احمد عالم نے تم لوگوں کے لیے پاستا بھی بنایا تھا۔" ٹرے بیڈ پر رکھتے ہوئے وہ تھوڑا احسان جتانے کے انداز میں بولی۔۔

"جی بلکل ہم یاد رکھیں گے کہ ہماری آپی جو کبھی کبھی صرف بور ہونے کی وجہ سے غلطی سے کچن کا رخ کر لیتی ہیں اور پھر صرف ایک پاستا بنا کر احسان جتاتی ہیں۔۔" ردا اس کو چھیڑتے ہوئے بولی۔۔

"بس شکر کرو کہ اتنا بھی کرتی ہے۔۔۔ ورنہ تم تو صرف رات کے برتن دھوتے ہوئے پوری دنیا کو سناتی ہو ۔۔" اب چھیڑنے کی باری ماما جان کی تھی وہ بھی ردا کو۔

"کچھ تو خدا کا خوف کریں ناہیدہ بیگم۔۔ تین ٹائم کے برتن دھلواتی ہیں آپ مجھ سے۔۔" ردا نے افسوس بھری نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔ جس پر وہاں بیٹھے سب لوگ ہنسنے لگے تھے۔۔

وہ کچھ بھولی تو نہیں تھی اسے کبیر کی باتیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن اس وقت وہ اپنی ماما جان اور بہنوں کے ساتھ تھی جن کی ہنسنے کی آوازیں اسے سکون بخش رہی تھیں۔ یہ اسکے لیے خوبصورت لمحہ تھا۔۔

اسکے دل میں اچانک خیال آیا کہ اگر کبھی اسے اپنی ان دونوں محبتوں میں سے ایک کو چننا پڑا تو وہ کیا کرے

گی۔۔یکدم اسکے چہرے کی ہنسی خوف میں بدل گئ۔وہ جانتی تھی کچھ بھی اسکی مرضی کا نہیں ہو گا اسکے نصیب میں کبیر نہیں عالیان ہو گا۔ لیکن پھر سر جھٹک کر انکے ساتھ ہنسنے لگی۔۔کل کس نے دیکھا ہے کل کیا ہو کون جانتا ہے کیا پتہ اسے وہ سب ملے جو وہ چاہتی ہے آزادی،ڈگری،ایک مقام،اپنی مرضی کے فیصلے اور کبیر سب کچھ۔۔۔وہ سوچوں کی دنیا سے باہر آچکی تھی انکے ہنسنے کی آوازیں پھر سے آنے لگی تھی وہ پھر انکے ساتھ مسکرانے لگی تھی۔

وہ یونیورسٹی آتے ہی کلاس میں جانے کے بجائے سیدھا گراونڈ میں آکر گھاس پر بیٹھ گئ۔اس میں بلکل بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ کسی کا بھی سامنا کرے اس لیے فلحال اس نے تنہا بیٹھنے کو فوقیت دی۔بیگ سے لیپ ٹاپ اور نوٹ بک نکالی اور لیپ ٹاپ آن کر کے نوٹ بک پر لکھنے لگی۔ابھی اسے بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئ تھی کہ کبیر اسکے ساتھ آبیٹھا اسکے ہاتھ میں اسی ڈریس کا بیگ تھا۔

"گفٹس واپس کرنے کے لیے نہیں دیے جاتے۔۔"وہ بیگ اسکے سامنے گھاس پر رکھتے ہوئے بولا۔انابیہ نے بے دھیانی سے بیگ کو دیکھا پھر کچھ کہنے ہی لگی تھی مگر کبیر کے سر پر لگی بینڈیج دیکھ کر اس کے ہونٹ رک گئے۔

"یہ تمہیں چوٹ کیسے آئ ہے؟؟"وہ فکرمندی سے پوچھنے لگی کیونکہ وہ اس کے ایکسیڈنٹ سے انجان تھی۔

"یہ تو معمولی سی چوٹ ہے ٹھیک بھی ہو گئ ہے۔۔"اس نے عام سے لہجے میں کہا۔۔

"پھر بھی تمہیں دھیان رکھنا چاہیے نا اور اسے لے جائو میں کسی سے گفٹس نہیں لیتی ایکسپینسو تو بلکل نہیں لیتی۔"نظریں نوٹ بک پر جمائے وہ خشک لہجے میں بولی۔

"کم آن بیا یہ ایک ڈریس ہے کوئی آئی فون کا نیا ماڈل تو نہیں۔ یہ میں نے تمھارے لیے لیا تھا۔۔"اس کے چہرے پر اداسی سی چھائی ہوئی تھی البتہ ڈریس واقعی مہنگا تھا۔

"کس حق سے؟"اس نے برہمی سے چہرہ کبیر کی طرف گھمایا۔

"اس سے تمہارا کیا مطلب ہے میرے خیال سے ہم بہت اچھے دوست ہیں۔۔ایم آئی رائٹ؟"کبیر نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"دوست؟؟"وہ طنزیہ مسکرائی۔"جو سب کچھ تم نے کل کہا تھا وہ ایک دوست کی حیثیت سے کہا تھا؟"اسے بے ساختہ کل والا دن یاد آیا۔۔

"جو میرے دل میں تھا میں نے تم سے کہہ دیا اور میں اپنی ایک ایک بات پر اب بھی قائم ہوں۔۔"وہ بولا تو انابیہ فوراً بولی۔۔

"یہ جانتے ہوئے کہ۔"

"کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے۔۔"اس کی بات ادھوری کر کے کبیر نے خود مکمل کی۔ وہ دونوں اب خاموش تھے۔ پھر خاموشی ٹوٹی۔

"کیا ہم تھوڑی دیر بات کر سکتے ہیں؟"وہ کچھ امید لیے پوچھنے لگا۔

"ہم کب سے بات ہی کر رہے ہیں۔۔"اس نے بیگ میں سے کچھ نوٹس نکالتے ہوئے مصروف انداز میں کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تمھاری اٹینشن میری طرف ہو۔"اس نے جیسے درخواست کرتے ہوئے کہا۔انابیہ نے چہرہ موڑ کر آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھا۔

"سمجھ گئی۔۔"اس نے لیپ ٹاپ بند کیا پھر نوٹ بک بند کی اور سب کچھ بیگ میں واپس ڈال کر وہ کبیر کی طرف مکمل طور پر گھومی۔ ٹھوڑی پر ہاتھ رکھا اور سپاٹ چہرے سے اسے دیکھنے لگی۔

"کہو کیا کہنا ہے۔۔" کبیر اسکی اس حرکت پر مسکرایا اور سر جھٹکنے لگا۔

"بولو بھی۔۔" وہ اسکو مسکراتا دیکھتے ہوئے بولی۔

"اچھا اچھا بول رہا ہوں۔۔" وہ ہمیشہ کی طرح بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ بلکل نہیں مسکرائی وہ نہایت سنجیدہ تھی۔

"کب ہوئی تھی تمہاری منگنی؟"

"منگنی؟" اسے یاد آیا اس نے کل لفظ منگنی کا استعمال کیا تھا۔ ایک دم وہ گھبرا سی گئی پھر دل میں خود کو ڈھیروں لعنتیں دیتے ہوئے وہ نارمل ہوئی۔ اس کی یہ خاموشی اور یوں نظریں چرانا کبیر کو بری طرح چبھ رہا تھا۔ وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"دیکھو بیا۔ تم جانتی ہو کہ مجھے تم سے محبت ہے لیکن میں تمہارے دل کی بات سے انجان ہوں۔ ہو سکتا ہے تمہیں مجھ سے محبت نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بتا دو میں قدم پیچھے لے لوں لیکن مجھ سے جھوٹ مت بولنا۔ مانا کہ واپس لوٹنا میرے لیے مشکل ہوگا مگر میں تمہارے لیے اتنی قربانی دے سکتا ہوں۔۔" حلق میں ابھرتی گلٹی کو اس نے بمشکل نیچے کیا اور نظریں اٹھا کر کبیر کو دیکھا وہ کس قدر سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں انابیہ کے جواب کی منتظر تھیں مگر وہ کیا جواب دے؟ وہ بس اتنا جانتی تھی کہ اگر اس میں اقرار کرنے کی ہمت نہیں ہے تو انکار کرنے کا حوصلہ بھی اس میں نہیں ہے۔

"کوئی منگنی نہیں ہوئی۔" ہمت مجتمع کر کے اس نے یہ جملہ بولا۔ کبیر نے آنکھیں چھوٹی کیے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ "جب مجھے اس دنیا میں آئے ہوئے ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا میری تائی جان نے مجھے اپنے بیٹے کے لیے مانگ لیا تھا۔ میرے بڑوں کی یہی خواہش ہے کہ میری شادی میرے کزن سے ہی ہو۔" کبیر پورے وثوق سے اسے سن رہا تھا۔۔ "جب میں دس سال کی ہوئی تو تائی جان کی وفات ہو گئی۔ سب کہتے ہیں کہ ان کی

موت کینسر سے ہوئی تھی لیکن مجھے یاد ہے وہ بلکل ٹھیک تھیں ان کی موت کینسر سے نہیں ہوئی۔ خیر۔۔" ماضی کی یادوں سے اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں لیکن آنسوؤں کو آنکھ سے نکلنے کی اجازت بلکل نہیں دی گئی۔ "ان کے آخری لمحات میں ہم سب ان کے ساتھ تھے تب بھی انہوں نے یہی کہا کہ میری شادی ہر حال میں ان کے بیٹے سے ہی ہو۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں بہت زیادہ بلکل جیسے ایک ماں اپنی بیٹی سے کرتی ہے۔۔" وہ ایک لمحے کو چپ ہوئی تو کبیر نے کچھ بولنے کے لیے اپنے لبوں کو حرکت دی۔

"تو تم اپنی تائی کی آخری خواہش کیوں نہیں پوری کرنا چاہتی؟؟" انابیہ نے اس کے سوال پر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں نے ایسا کب کہا؟؟"

"تمہارے ہونٹ جھوٹ بول سکتے ہیں لیکن تمہاری آنکھیں نہیں میں انہیں پڑھ سکتا ہوں۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ "تمہاری آنکھیں گواہی دے رہی ہیں کہ تم اس رشتے سے بلکل بھی خوش نہیں ہو۔۔" جیسے کتابیں پڑھنے والا گہرائی میں جا کر ایک کتاب کو پڑھتا ہے کبیر بلکل ویسے ہی اس کی آنکھوں میں گہرائی تک پہنچ چکا تھا۔

"میں ان سے بہت محبت کرتی تھی حد سے زیادہ اسی لیے ان کی خواہش پر میں نے حامی بھر لی تھی کیونکہ میں اس رشتے سے کافی مطمئن بھی تھی لیکن پھر آہستہ آہستہ سب خراب ہوتا گیا یہاں تک کے مجھے اپنے کزن سے نفرت ہونے لگی۔ وہ امریکہ جا کر بلکل بھی ویسا نہیں رہا جیسا ہوتا تھا۔ وہ بہت بدل گیا ہے۔" وہ نظریں جھکائے افسردہ آواز میں کہے جا رہی تھی اور وہ اس کا اداس چہرہ بھی اپنی آنکھوں سے کیپچر کر گیا تھا۔

"تو تم انکار کر دو۔ آئی ہوپ تمہارے گھر والے انڈرسٹینڈ کریں گے۔"

"بات میرے انکار یا اقرار کی نہیں ہے وہ بھی مجھے پسند نہیں کرتا اسے مجھ سے شادی نہیں کرنی اور تو اور وہ واپس بھی نہیں آنا چاہتا۔"

"بڑا ہی بدنصیب ہے کوئی تمہیں ناپسند کر سکتا ہے بھلا۔۔"اس نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں۔۔ وہ میرا بہت اچھا دوست ہوا کرتا تھا نا جانے ایسا کیوں ہو گیا ہے خیر وہ انکار کر دے تو زیادہ بہتر ہے میں نہیں کر سکتی۔۔"اس نے مغموم لہجے میں کہا۔

"انکار تمہارا حق ہے۔۔"

"حق وہاں جتایا جاتا ہے جہاں آپ کو امید ہو کہ آپکی بات مانی جائے گی۔ تایا جان کے بہت احسانات ہیں خاص کر مجھ پر۔ میں نہیں چاہتی دونوں بھائیوں میں دراڑ پر جائے وہ بھی میری وجہ سے۔۔"اسکا انداز مایوس کن تھا۔۔

"تو تم کر لو گی اس سے شادی؟؟"حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے کبیر نے آس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ کتنا مشکل سوال تھا نا۔

"نہیں میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ میں پڑھنا چاہتی ہوں میں بزنس کی دنیا میں قدم جمانا چاہتی ہوں۔۔ میں چاہتی ہوں دنیا مجھے کامیاب انسان کے نام سے جانے۔ میں فاتح بننا چاہتی ہوں۔ میں انڈیپینڈینٹ ہونا چاہتی ہوں۔ میں سب کچھ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ یہ میرا خواب ہے جسے میں ہر حال میں پورا کرنا چاہتی ہوں۔۔ لیکن میرے پیروں میں زنجیریں ہیں جنھیں میں چاہ کے بھی نہیں توڑ سکتی۔۔"وہ روانی میں کہتی جا رہی تھی آنکھیں اب بھی نم تھیں۔

"اور میں تمہیں سب کچھ اچیو کرتے دیکھنا چاہتا ہوں بس وہ کبھی نہ آئے۔ آمین۔۔"وہ دونوں ایک ساتھ مسکرائے۔

"چلو اٹھو کلاس کا ٹائم ہے۔۔" بیا اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے بولی۔

"مگر میں کچھ دیر اور تمہارے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہوں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔۔" اس نے جیسے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے میں مزید تمہارے ساتھ بیٹھوں گی باتیں کروں گی؟" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"شاید یہ میری محبت کا مان اور اعتماد ہے جسے تم ابھی توڑ کے چلی جاؤ گی آئی نو۔۔" وہ جو اٹھنے والی تھی اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں۔۔

"ٹھیک ہے نہیں جاتے لیکن ایک شرط ہے۔۔" کہتے ساتھ اسنے لیپ ٹاپ دوبارہ نکال کر سامنے رکھا۔ "تم میرے ساتھ مل کر پریزینٹیشن کی تیاری کرو گے۔" وہ لیپ ٹاپ کی سکرین آن کرتے ہوئے بولی۔ وہ پریزینٹیشن بہت اچھی دیتا تھا اسی لیے انابیہ نے بھی موقعے کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔ اس طرح سے کبیر کے اس کے ساتھ کچھ دیر اور بیٹھنے کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور انابیہ کی پریزینٹیشن کی تیاری بھی بہت اچھے سے ہو جائے گی۔۔

"میں اور تمہارے ساتھ یہاں بیٹھ کر صرف پریزینٹیشن کی تیاری کروں؟؟ میں کر سکوں گا؟" وہی شرارتی مسکراہٹ لیے اسے دیکھنے لگا۔ انابیہ نے اسکی اس بات پر اسے گھورا۔

"صرف کام کوئی فضول باتیں نہیں۔۔" اس کا انداز تنبیہی تھا۔

"ہائے تمہیں میری باتیں فضول لگتی ہیں؟" دل پر ہاتھ رکھے اس نے نہایت ہی ڈرامائی انداز سے کہا تو انابیہ پھر سے اسے شعلہ وار نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اچھا فائن کرتے ہیں کام کسی بہانے تم ساتھ تو ہو گی نا۔۔" اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھاتے ہوئے کہا جبکہ انابیہ اسے ہنوز گھور رہی تھی اور سر جھٹک کر اسکرین کی جانب دیکھنے لگی اسی دوران کبیر کی نظر ساتھ ہی

گرے ہوئے چمکدار ستاروں والے بریسلٹ پر پڑی جو انابیہ کی کلائی میں روز ہوتا تھا اس نے چپکے سے بریسلٹ اٹھایا اور اور بڑی مہارت سے اسے اپنی پینٹ کی جیب میں ڈال لیا اسے خود سمجھ نہیں آئی اس نے ایسا کیوں کیا اور ہنسنے لگا۔

"کیوں فضول میں ہنس رہے ہو؟" وہ اسکی ہنسی کی آواز سنتے اسکی طرف گھومی۔۔

"نہیں ایسے ہی کچھ یاد آگیا تھا۔۔" وہ یکدم سنجیدہ ہوا۔"ایک بات بتائوں؟"

"ہمم۔بتائو۔۔" وہ لکھ رہی تھی۔۔

"تم پر کھلے بال بہت اچھے لگتے ہیں۔۔ کیا تم انھیں روز نہیں کھول سکتی؟؟" وہ غالباً کل کی بات کر رہا تھا۔اس نے چہرہ پھر سے اٹھا کے اسے دیکھا اور اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ڈائریکٹ بولی۔۔"نہیں" انداز سپاٹ تھا۔۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔۔" وہ کہہ کر آسمان کو دیکھنے لگا۔۔

"لگتا ہے بارش ہونے والی ہے۔۔" وہ کالے بادلوں کو دیکھتے ہوئے بولا جو نا جانے کب آسمان پر چھا گئے تھے۔ بیانے بھی سر آسمان کی طرف اٹھایا۔

"چلو جلدی جلدی ختم کرتے ہیں اس سے پہلے بارش ہو جائے۔۔" انابیہ کا رخ اب اسکی طرف تھا۔کبیر نے سر اثبات میں ہلایا اور کام میں لگ گیا۔

"اچھا بھلا بیا کے ساتھ بیٹھا تھا موسم بھی اتنا اچھا ہو رہا تھا لیکن تو میری جان کا وبال۔۔" وہ عاصم کے ساتھ سر حمدان کے آفس سے نکلا تھا موڈ خاصا بدمزہ تھا۔

"اچھا جی اب وہ آگئی تو میں جان کا وبال ؟؟" دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ایک دوسرے کو گلی سڑھی سنا رہے تھے۔

"ہاں تو اور کیا منحوس انسان تمہیں کس نے کہا تھا میری ساری کی ساری اسائمنٹ کاپی کرنے کے لیے ؟"

"میں نے تم سے پوچھ کے ہی لی تھی تمہاری اسائمنٹ۔۔" عاصم اپنا دفاع کرتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

"شاباش اور تو نے سارا کاپی پیسٹ مار لیا۔۔ نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے لیکن تیری عقل تو گٹوں میں ہیں۔۔" کبیر نے اس کے پیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نہایت ہی غصے سے کہا۔

"اچھا یار بخش بھی دے نہیں گی ہوگی انابیہ دوبارہ بیٹھ جا اسکے ساتھ جا کر۔۔ آگے ہی سر حمدان نے اتنی سنائی ہے۔۔" وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔۔

"تو ڈیزرو بھی کرتا تھا میں تو فضول میں انکی ڈانٹ سن کر آیا ہوں۔۔" کبیر اپنے ماتھے پہ آتے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے بولا۔۔ تبھی دونوں کی نظر انابیہ پر پڑی جو ہاتھ میں وہی ڈریس کا بیگ اٹھائے کندھے سے اپنا بیگ لگائے زمین پر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے چل رہی تھی جیسے کچھ ڈھونڈ رہی ہو۔ایک پل کے لیے کبیر اسکے ہاتھ میں وہ بیگ دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"کیا ہوا انابیہ کچھ کھو گیا ہے کیا؟؟" عاصم نے اسکی نظروں کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔۔

"میرا بریسلٹ نہیں مل رہا میں نے کہیں گرا دیا شاید۔۔" کبیر کی مسکراہٹ گہری ہوئی لیکن دونوں میں سے کوئی بھی اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔۔

"او وہاں عاصم۔۔ زارا تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے باہر گیٹ کی طرف گئی ہے تمہارا فون بھی بند جا رہا ہے۔۔" اسکی بات سنتے عاصم نے اپنے سر پر ہاتھ دے مارا۔

"شٹ!! ہم دونوں نے لنچ پر جانا تھا میں کیسے بھول سکتا ہوں اففف۔ سوری انابیہ میں تمھارے ساتھ ضرور ڈھونڈ دیتا لیکن وہ زارا مجھے کچا کھا جائے گی مجھے جانا ہو گا۔۔" وہ سب کچھ ایک ہی سانس میں کہتا تیزی سے وہاں سے باہر کی طرف بھاگا۔۔ انابیہ اسے بھاگتا ہوا دیکھ کر زور زور سے ہنسنے لگی۔

"بہت قیمتی بریسلٹ تھا کیا؟؟" کبیر عاصم کے جانے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"نہیں نہیں عام سا بریسلٹ تھا بس مجھے بہت پسند تھا۔۔" وہ اسی طرح ہنستے ہوئے بولی۔ کبیر نے پھر بھی اسے واپس نہ کیا وہ اب تک اسکی جیب میں ہی تھا۔۔ وہ دونوں کوریڈور میں آمنے سامنے کھڑے تھے کہ اچانک انہیں پانی کی بوندوں کے گرنے کی آواز آئی۔

"ارے بارش!!" وہ نہایت جوش سے بولی۔ اس سے پہلے کبیر کچھ بولتا اس نے اپنا سامان کبیر کو تھمایا اور بھاگ کر آسمان پر سے برستی بارش کے نیچے سر کو اوپر کیے ہاتھ ہوا میں پھیلائے کھڑی ہو گئی۔ بارش کی رفتار ہلکی تھی اتنی کہ ایک ایک قطرہ اسے خود پر گرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ کچھ ہی پل میں بارش نے شدت اختیار کر لی اتنی کہ وہ مکمل طور پر بھیگ گئی مگر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ کبیر چہرے پر بے پناہ مسکراہٹ لئے اسے بارش میں چھوٹے بچوں کی طرح بھیگتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور پھر سارا سامان ستون کے ساتھ رکھ کر وہ قدم اٹھاتا اسکے پیچھے بلکل اسی کے انداز میں کھڑا ہو گیا۔۔ بازو پھیلائے اور سر کو اوپر اٹھائے وہ دونوں ایک ہی انداز میں کھڑے تھے۔ انابیہ نے کچھ کہنے کے لیے اپنے ہونٹ کھولے۔۔ پانی کے قطرے اس کے منہ میں جانے لگے۔۔ کبیر کے کانوں سے اس کی آواز ٹکرائی۔۔

" Look at the rain long enough, with no thoughts in your head and you gradually feel your body falling

loose, shaking free of the world of reality. Rain has the power to hypnotize."

(Haruki Murakami)

"ہیپنوٹائز۔!!" کبیر نے آنکھیں کھولیں۔ "بارش میں ہیپنوٹائز کرنے کی طاقت ہے۔۔ محبت میں بھی تو ہیپنوٹائز کرنے کی طاقت ہے۔۔" وہ سر جھٹک کر ہوش کی دنیا میں آیا۔ وہ عین اسکے پیچھے کھڑا تھا اتنا کہ اگر وہ مڑتی تو ضرور اس سے ٹکرا جاتی اس نے کچھ قدم پیچھے لیے۔۔ کچھ ہی دیر بعد وہ پیچھے مڑی وہ ستون سے ٹیک لگائے ہاتھ سینے پر باندھے سر تا پیر بھیگا ہوا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے خود کو دیکھا جیسے وہ اب ہوش میں آئی ہو اور فوراً بھاگ کر چھت کے نیچے کوریڈور میں کھڑی ہو گئی۔

"یا اللہ مجھے تو گھر جانا تھا اب ایسے کیسے جاؤں گی؟؟" وہ اپنے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ صد شکر اس نے لمبا فراک پہنا ہوا تھا اور دوپٹہ بھی اچھا خاصا بڑا تھا۔ اسی دوران اسکا فون بجا۔ "لو ڈرائیور بھی آگیا۔۔" اس نے اپنے سر پر ہاتھ دے مارا کبیر اب بھی ہنس ہی رہا تھا۔۔

"پھر ملیں گے بائے۔۔" انابیہ نے اسکو دیکھا نہیں تھا اپنا سامان اٹھایا اور وہاں سے تیز قدم لیتے چلی گئی۔ کبیر اسے جاتے دیکھ رہا تھا اور دوبارہ بارش میں اسی طرح کافی دیر کھڑا رہا۔ بارش تیز تھی تب بھی۔۔ بارش ہلکی ہوئی تب بھی۔

تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات

تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

"تمہاری ماں کیوں نہیں آئی؟؟" آمنہ بیگم اور جویریہ ایک ساتھ چلتے ہوئے لائونج میں داخل ہوئے۔۔

"شام میں آئیں گی پھپھو کی طرف گئیں ہیں ضروری کام تھا۔۔ کبیر کے ایکسیڈنٹ کا پتہ چلا تو آج ہی وقت نکال کے آئی ہوں۔۔" وہ کافی دنوں بعد اس سے ملنے آئی تھی اس لیے خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔

"اچھا کیا۔۔ اب آئی ہو تو کچھ دن رہ کر جانا میں ویسے بھی تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔۔ نوید کاکا یہ سامان اوپر کمرے میں پہنچا دیں اور نازو سے کہیں کہ کمرہ بھی دیکھ لے ذرا جویریہ بی بی آئی ہیں۔۔" ان کی آواز پر نوید کاکا آئے اور جھک کر سارا سامان اٹھانے لگے۔

"خالہ کبیر کہاں ہے گھر پر نہیں ہے کیا؟؟" وہ اپنی متلاشی نظروں سے آس پاس کبیر کو ڈھونڈتے ہوئے بولی۔۔

"آج اتوار ہے نا تمہیں پتہ ہونا چاہیے وہ کہاں ہوگا کیا کر رہا ہوگا۔۔" وہ کچھ دیر پرسوں انداز میں انہیں کا چہرہ دیکھے گئی۔

"پینٹنگ۔۔۔" وہ دماغ پر زور ڈالتے ہوئے بولی۔۔ "میں مل کر آتی ہوں اس سے۔۔" وہ کہتے ساتھ اوپر کمرے کی طرف بھاگی۔

کبیر اس وقت آدھے بازوؤں کی سرمئی ٹی شرٹ اور گہرے سبز رنگ کی کارگو پینٹ پہنے بڑے سے کینوس کے سامنے کھڑا تھا۔ یہ سفید چمکدار ٹائلز سے مزین کمرہ تھا جو اس نے صرف پینٹنگ کے لیے مخصوص کر رکھا تھا جہاں صرف اسکی بنائی ہوئی پینٹنگز تھیں۔ سلائڈنگ ڈور کے پار بالکونی سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ اسکی پینٹنگ تقریباً مکمل تھی بس وہ فنشنگ میں مصروف تھا۔ پینٹنگ اسکا واحد شوق تھا اور اتوار والے دن وہ اپنا یہ

شوق پورا کرتا تھا۔وہ مسلسل ان آنکھوں کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا جو اس نے کینوس پر رنگوں کی مدد سے بنائ تھیں۔ان آنکھوں کے تھوڑا اوپر ہی اس نے ایک عربی فقرہ لکھ رکھا تھا جسے وہ دہرانے لگا۔۔

"انا ضائع في عينيك"

(میں تمہاری آنکھوں میں کھو گیا ہوں۔)

کمرے کا دروازہ کھلا تھا وہ بغیر دستک دیے اندر داخل ہوئ کبیر کی اسکی طرف پشت تھی اسکے چہرے سے خوشی جھلک رہی تھی کیونکہ وہ بہت دنوں بعد اس سے ملنے آئ تھی لیکن پھر کیا ہوا؟وہ خوشی کہاں گئ؟

سامنے کینوس پر بنی آنکھوں کو دیکھتے ہی اسکے چہرے سے خوشی غائب ہو گئ اُس کے قدم وہیں منجمد ہو گئے اس نے غصے سے مٹھی بھینچ لی اس کا دل کیا سب کچھ جلا کر بھسم کر دے۔کبیر نے آہٹ پر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"اوہ جویریہ۔۔واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز!!"اس نے برش اور پینٹس جھک کر ٹیبل پر رکھے۔اس کی شرٹ کے سامنے کے حصے پر پینٹ کے نشان بھی تھے۔وہ اتنا مسرور ہو کر ان آنکھوں کو بنا رہا تھا کہ بس ہر چیز سے بیگانہ ہو گیا تھا۔

"کیسے ہو اور تمھاری چوٹ کیسی ہے؟؟"اسکے چہرے پر کوئی آثار نہیں تھے وہ سنجیدہ تھی۔

"ٹھیک ہے اس ایک چوٹ پر کافی پروٹوکول مل رہا ہے مجھے۔۔"وہ مسکرایا تھا لیکن وہ نہیں مسکرائ۔کچھ قدم لیتے وہ اس کینوس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔کبیر نے غور سے اسے دیکھا جو ٹکٹکی باندھے بس ان آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ آنکھیں اسی کی ہیں؟؟"نظریں انھیں آنکھوں پر جمائے وہ اس سے پوچھ بیٹھی۔۔

"ہاں۔۔"کبیر نے نہیں پوچھا کون سی آنکھیں کس کی آنکھیں؟؟اس نے بڑی ڈھٹائی سے ہاں بولا تھا کوئی تیر تھا تو جو سیدھا جویریہ کے سینے پر جا لگا۔

"اتنی محبت کرنے لگے ہو اس سے کہ بغیر دیکھے اسکی آنکھیں بنا ڈالیں؟؟"اسے حیرت تھی۔۔

"کس نے کہا کہ میں نے یہ بغیر دیکھے بنائی ہیں؟اسکا چہرہ ہر پل میرے سامنے ہوتا ہے بلکہ وہ مجھے حفظ ہو چکی ہے۔وہ مجھے کبھی بھولتی ہی نہیں ہے۔۔"وہ ساتھ ساتھ اپنی باقی پینٹنگز ایک جگہ اکٹھی کر رہا تھا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمھاری یہ باتیں مجھے کتنی تکلیف دیتی ہیں اور تم پھر بھی۔۔"

"تو مت کرو تم اسکاز کر کیوں کر رہی ہو۔۔"وہ اسکے سامنے ہوتے ہوئے تیزی سے بولا۔۔

"کیسے نہ کروں ذکر آج ہی میں آئی ہوں اور وہ آگئی ہمارے درمیان۔۔"اسکا انداز رو دینے والا تھا۔۔کبیر کے وجود میں قہر نے کروٹ لی۔۔

"واٹ دا ہیل۔۔۔"وہ غصے سے اسکی طرف بڑھا۔۔"ہم دونوں کے درمیان نہ کچھ تھا نہ ہی کچھ ہے اور نہ ہی کبھی کچھ ہو گا سمجھی۔۔"وہ سرد آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔اس کی آنکھوں میں انتہا کی بیزاری تھی صرف جویریہ سلطان کے لیے۔۔

"آہ کبیر۔۔"وہ آنکھوں میں آنسو لیے زخمی انداز سے مسکرائی۔"کیوں نہیں دکھتی تمہیں میری محبت کیوں آخر کیوں؟؟"

"یہ محبت نہیں ہے جویریہ یہ ضد ہے تم محبت نہیں کرتی مجھ سے تم صرف مجھے حاصل کرنا چاہتی ہو۔محبت میں زور زبردستی نہیں ہوتی محبت میں خود کو جھکا لیا جاتا ہے مان لیا جاتا ہے لیکن تم یہ نہیں سمجھو گی۔۔"وہ دوبارہ اسکے سامنے سے ہٹ کر اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

"کیا کہا تم نے مجھے محبت نہیں ہے میں جو تمہارے لیے ذلیل و خوار ہو رہی ہوں تمھارا یہ رویہ برداشت کر رہی ہوں کس لیے صرف اس لیے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔۔" وہ تیزی سے اس کے سامنے آتے ہوئے غصے سے بولی۔۔

"تو مت ہو ذلیل و خوار میرے لیے کیوں خود کو گرا رہی ہو کوئی سیلف ریسپیکٹ نام کی چیز ہے بھی تمھارے اندر یا نہیں۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں طیش سے دیکھ رہا تھا۔

"کتنا اچھا ہو نا کہ وہ لڑکی بھی تمہیں یہی سب کچھ کہے تمھاری محبت کو ٹھکرائے پھر میں تم سے سیلف ریسپیکٹ کا پوچھوں گی کبیر۔۔" وہ اس کے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر بولی۔۔

"اول تو ایسا ہو گا نہیں اور بالفرض وہ ایسا کرے بھی نا تب بھی میں اپنی محبت اس پر تھوپوں گا نہیں۔۔ لیکن جانتی ہو ایسا بلکل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔" کبیر کی مسکراہٹ گہری ہوئی اور جویریہ کے تو مانو کسی نے کانوں میں سیسہ انڈیل دیا ہو۔۔

"کاش کہ وہ تمھیں چھوڑ دے۔۔" کبیر نے ایک سخت نظر اس پر ڈالی لیکن اگلے ہی لمحے مسکرا گیا۔

"تو چھوڑ دے۔۔ کیا ہو گا؟ تم آجاؤ گی میری زندگی میں؟ ہونہہ۔۔" جھک کر اس کی دکھی آنکھوں میں دیکھا۔ "جانے والوں کے پیچھے میں نہیں جاتا۔۔ میں نے کہا نا محبت میں زور زبردستی نہیں ہوتی میں بھی نہیں کروں گا۔۔" وہ بس خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

"کیا ہے اس میں جو مجھ میں نہیں ہے کیا زیادہ خوبصورت ہے وہ؟؟" وہ واقعی قابل رحم لگ رہی تھی۔

"بس محبت ہے کیوں ہے کیسے ہے مجھے نہیں پتہ۔ میں تمھیں جوابدہ نہیں ہوں۔۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔۔

"میں مر جاؤں گی مت کرو میرے ساتھ ایسا۔۔" وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔۔

"آخر تمھارا مسئلہ کیا ہے کیوں ایسی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ جاؤ یہاں سے بعد میں بات کریں گے تمھاری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے۔۔ "اس کا اشارہ دروازے کی طرف تھا۔ وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی کبیر نے آنکھوں سے اسے دوبارہ اشارہ کیا وہ ویسے ہی کھڑی تھی۔

"ٹھیک ہے مت جاؤ میں جاتا ہوں ہر چیز کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔۔ "وہ غصے سے کہتا دروازے کی جانب گیا جویریہ ایک دم سہم گئی وہ بھی اسکے پیچھے گئی۔

"کبیر رکو میری بات سنو۔۔ "کبیر تیز قدم لئے چل رہا تھا اور وہ اسکے پیچھے آ رہی تھی۔

"کبیر کہاں جا رہے ہو پلیز رک جاؤ۔۔ "وہ دونوں سیڑھیاں اتر چکے تھے۔ ان کو دیکھتے آمنہ بیگم ان کی طرف بڑھی۔

"کیا ہوا تم دونوں کو کہاں جا رہے ہو تم ؟؟ "وہ پریشانی سے دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"دوستوں کی طرف جا رہا ہوں موم۔۔ "اسکے چہرے پر اب بھی غصہ تھا۔

"سنڈے ہے آج کے دن تو تم کہیں باہر نہیں جاتے ہمارے ساتھ ٹائم سپینڈ کرتے ہو اچانک کیا ہوا؟ "

"موم کہاں جانے دیں۔۔ "وہ رکا نہیں اور باہر کی جانب چل دیا۔۔

"کیا ہوا اسے ؟؟"

"آپ پریشان نہ ہوں میں لے کر آتی ہوں اسکو۔۔ "جویریہ بھاگنے کے انداز میں اسکے پیچھے گئی۔

"آئی ایم سوری کبیر مت جاؤ۔۔ تم غصے میں صحیح ڈرائیو نہیں کرتے پلیز۔۔ "وہ اسکے سامنے آتے ہوئے بولی۔ اسکا چہرہ مکمل آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔۔ ایک پل کے لیے کبیر کو اس پر ترس آیا۔ گہرا سانس بھر کر اس نے اپنی پیشانی کو چھوا۔

"کیوں کر رہی ہو خود کے ساتھ ایسا بھول گی ہم کتنے اچھے دوست تھے۔۔" اب کی بار اس کی آواز روئی جیسی نرم تھی ارر وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"آئی ایم سوری۔۔" وہ محض اتنا کہہ پائی۔

"واٹ سوری ہاں؟ دیکھو جویریہ میں تمھاری ایک غلطی نظرانداز کر چکا ہوں مجھے مجبور مت کرو کہ میں تم سے سختی سے پیش آئوں۔ تم نے فائزہ کو میرے پیچھے لگایا ہے نظر رکھنے کے لیے میں پھر بھی کچھ نہیں بولا آخر وہ کیا بگاڑ لے گی میرا اگر تم میری نظروں میں مزید گرنے کی کوشش نہ کرو۔۔ ہم بہت اچھے کزنز تھے اور ہیں بہتر ہے یہی رشتہ رہنے دو۔۔ اپنی محبت کے فلسفے مجھے مت سنایا کرو یقین جانو یہ مجھ پر کوئی اثر نہیں کریں گے۔ سمجھی تم۔۔" جویریہ نے زخمی اور سرخ متورم آنکھوں سے اسے دیکھا اور سر اثبات میں ہلایا۔ "فائزہ سے دور رہو۔۔ جائو اندر میں ایک ضروری کال کر کے آتا ہوں۔ اور یہ آنسو صاف کرو خواہ مخواہ موم مجھ پر غصہ ہوں گی۔۔" کبیر نے اپنی جیب سے فون نکالا اور دوسری طرف ہو گیا جبکہ جویریہ اپنے آنسو صاف کرتے اندر جانے لگی۔۔

"کیا ہوا کچھ بتائو گی؟" وہ جیسے لائونج میں آئی آمنہ اس سے پوچھنے لگی۔۔

"کچھ نہیں خالہ ایک چھوٹا سا مذاق کیا تھا میں نے وہ غصہ ہو گیا مگر اب سب ٹھیک ہے آپ پریشان نہ ہوں۔ میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کو تسلی دیتے وہاں سے چلی گئ۔

"آخر پرابلم کیا ہے اس لڑکے کی؟" اس کے جانے کے بعد آمنہ خود سے بولی۔

وہ کمرے میں آئی تو اس نے اپنے پیچھے دروازہ زور سے بند کیا اور پھر اسی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی ہو گی اُسکی آنکھیں غصے اور رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ دیوانہ وار بیڈ کی طرف بڑھی اور بیڈ شیٹ زور سے

کھینچ کر زمین پر پھینک دی۔ وہ چلانا چاہتی تھی مگر نہیں چلائی پھر اسی طرح بیڈ شیٹ سختی سے جکڑے زمین پر بیٹھ گئی وہ رونا چاہتی تھی مگر پھر آنسو صاف کرنے لگی۔۔

" صحیح کہا تم نے کبیر تم شاید میری ضد بن گئے ہو لیکن تم میری محبت تھے اور جب محبت ضد بن جائے نا تو اس سے خطرناک دنیا میں کوئی چیز نہیں ہوتی۔۔" وہ رک کر پھر آنسو پونچھنے لگی۔۔

"تم نے میری محبت کی تذلیل کی ہے تم نے میری محبت کی قدر نہیں کی۔۔ تم میرے نہیں ہو سکے تو کیا ہوا میں تمھاری زندگی میں انابیہ تو کیا کسی عورت کو بھی نہیں آنے دوں گی۔۔" پھر اپنے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے بولی۔۔"میں جویریہ سلطان آج یہ قسم کھاتی ہوں کہ اس لڑکی کو تمھاری زندگی سے ایسے نکال پھینکوں گی جیسے دودھ میں سے مکھی۔۔ مجھے جو کرنا ہوا میں کروں گی صحیح یا غلط مجھے چاہے جھوٹ کا سہارا لینا پڑے چاہے قتل کرنا پڑے میں سب کر گزروں گی اور آخر میں تمہیں میرا ہونا ہوگا۔۔" وہ اب پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھی۔ وہ عاشق نہیں تھی نہ ہی دیوانی تھی وہ بس ضدی اور جنونی تھی اور ضد چاہے محبت میں کی جائے یا نفرت میں خسارے میں انسان خود ہی پڑتا ہے۔۔

"مجھے بلکل اچھا نہیں لگا کبیر وہ تمھاری وجہ سے روئی ہے۔"آمنہ اور کبیر دونوں لونگ روم میں صوفے پر بیٹھے تھے۔ کبیر صوفے سے ٹیک لگائے پیچھے ہو کر بیٹھا تھا جبکہ آمنہ بیگم اسکے سامنے والے صوفے پر بیٹھی تھیں۔۔

"وہ میری نہیں اپنی احمقانہ باتوں کی وجہ سے روئی ہے موم۔۔"

"آخر ایسا بھی کیا کہہ دیا تھا اس بیچاری نے؟؟ جانتے ہو نا اکیلی ہوتی ہے ایک ہی چھوٹا بھائی ہے اسکا۔۔ میں اسے یہاں بلاتی ہوں اور تم اسے رلا دیتے ہو۔۔"

"فور گاڈ سیک موم مجھے بلیم مت کریں۔۔" وہ آگے ہوتے ہوئے بے زاری سے بولا۔

"یہی حالات رہے تو پھر تو بہت مشکل ہو جائے گی میں نے تم دونوں کے بارے میں کیا کیا سوچ رکھا ہے اور۔۔" کبیر نے یکدم نظریں اٹھا کر ان کو دیکھا۔۔

"نو وے۔ اگر ایسی ویسی کوئی بھی سوچ ہے آپکی تو اسے ابھی دفن کر دیں۔۔" اب کی بار اس کی آواز میں زور تھا۔

"کیوں دفن کر دوں اچھی لڑکی ہے مجھے پسند ہے تمھارے لیے۔۔"

"لیکن مجھے وہ پسند نہیں ہے بہتر ہو گا یہ چیپٹر یہیں کلوز کر دیں میں اسکے بارے میں مزید بات نہیں کرنا چاہوں گا۔۔" اسکا انداز سپاٹ تھا۔۔ آمنہ اب مزید اس سے بات نہیں کر سکیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ کبیر اپنی بات کا پکا ہے اسکا انکار انکار ہی رہے گا۔

"اففف کتنا خوبصورت ڈریس ہے یہ آپی۔۔ آپ نے مجھے کل ہی کیوں نہیں دکھایا؟؟" ردا وہی کالی میکسی ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی جو کبیر نے انابیہ کو تحفے میں دی تھی۔۔

"کیسے دکھاتی میں گھر آتی ہوں تو تم تو ایسے سوئی پڑی ہوتی ہو جیسے جنگ سے آئی ہو۔۔" بیا نیچے فرش پر بیٹھے مناہل کا سائنس پراجیکٹ کمپلیٹ کرنے میں مصروف تھی۔

"کافی اچھی پسند ہے آپکے۔۔۔ آپکے کیا؟؟ کیا کہوں؟۔۔" وہ تھوڑا چھیڑنے کے انداز میں بولی۔۔

"ردا کی بچی اپنا یہ اسپیکر آہستہ کر کے بولا کرو۔۔۔ فلحال کچھ نہیں ہے وہ میرا۔۔" اس بار انابیہ کے گال سرخ ہونے لگے تھے۔۔

"لو جی عشق دونوں کی طرف سے پھوٹ رہا ہے اور انکو دیکھو۔۔ فلحال کچھ نہیں ہے وہ میرا ہو نہہ۔۔" وہ اس کی نقل اتارتے ہو منہ چڑھا کے بولی۔۔

"تم شرافت کے دائرے میں نہیں رہو گی مینا واپس رکھو اسے کوئی آجائے گا۔۔" اسے غصہ آنے لگا تھا۔اسی دوران انکے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔۔دونوں نے ایک دم گردن گھما کر دیکھا۔۔

"جلدی رکھو اسے۔۔" وہ سرگوشی کرتے ہوئے بولی جبکہ ردا کے ہاتھ تیز تیز چلنے لگے اس نے جوڑے کو گھسانے کے انداز میں بیگ میں ڈالا۔۔ تبھی احمد صاحب اندر داخل ہوئے۔۔

"آئی ہوپ میں نے تم لوگوں کو ڈسٹرب نہیں کیا ہو گا۔۔" وہ ان دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے بولے۔۔ جبکہ وہ دونوں حیرانی سے انکو دیکھے گئیں۔۔

"بابا جان آپ ہمارے کمرے میں ؟؟" انابیہ حیرت سے پوچھنے لگی۔۔

"کیوں میں نہیں آسکتا کیا؟؟" چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"نہیں نہیں وہ دراصل آپ زیادہ آتے نہیں ہیں نا اس لیے پوچھا۔۔" وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔۔

"تم کیا کونے میں بیگ لیے کھڑی ہو۔۔ کیا ہے اس میں ؟؟" اب انکا رخ ردا کی طرف تھا۔

"وہ وہ۔۔ہاں وہ ساتھ والی کو کپڑے دیے تھے نا سینے کے لیے وہی بھجوائیں ہیں اس نے تو میں دیکھ رہی تھی۔ آپ بیٹھے میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔" وہ قدرے بوکھلا کر رہ گئی اور قدم اٹھاتے کمرے سے بھاگنے کے انداز میں نکل گئی جبکہ احمد صاحب سر جھٹک کر ہنس دیے۔۔

"میں تھوڑی دیر بیٹھ جاؤں تمھارے ساتھ ؟؟"

"بابا آپکو اجازت کی ضرورت نہیں ہیں بیٹھیں پلیز۔۔" وہ پراجیکٹ کا سامان سائڈ پر کرتے ہوئے بولی۔احمد صاحب بیڈ پر بیٹھ گئے۔۔

"یہاں بیٹھو میرے ساتھ۔۔" انہوں نے کہا تو وہ انکے ساتھ ہو کر بیٹھ گئی۔ "کیا تم اب بھی ناراض ہو مجھ سے؟" وہ اس کی طرف گردن گھماتے ہوئے بولے۔

"کیوں بھلا میں کیوں ناراض ہوں گی آپ سے؟" وہ نظریں اپنی ہتھیلیوں پر جھکائے بیٹھی تھی۔

"یعنی تم بھول بھی گئی ہو۔۔" وہ مسکرائے انکی مسکراہٹ بہت دلکش تھی اور جب وہ مسکراتے تھے تو انکی سبز آنکھیں بہت چھوٹی ہو جاتی تھیں لیکن وہ کم ہی مسکراتے تھے وہ انکا چہرہ دیکھنے لگی وہ ان سے اور ماما جان سے بہت پیار کرتی تھی اتنا کہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔۔

"وہ برا وقت تھا اسے بھولنا ہی تھا میں بھول گی آپ بھی بھول جائیں موو آن کرتے ہیں۔۔" اس نے چہرہ واپس جھکا لیا۔۔ دونوں خاموش ہو گئے۔

"میں تم سے نفرت نہیں کرتا بیا۔۔" انھوں نے اس کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے کہا۔۔اس نے یکدم نظریں اٹھائیں۔ "تم میری بڑی بیٹی ہو میں کیسے نفرت کر سکتا ہوں تم سے تمہیں یہ نہیں سوچنا چاہیے۔۔" انکی آواز میں بہت نرمی تھی۔۔انابیہ کی آنکھوں میں آنسو اترنے لگے۔۔

"میں تھوڑا سخت مزاج ہوں لیکن میں سب کے ساتھ ایسا ہوں یہ میری فطرت میں ہے میں ایسے ہی ماحول میں بڑا ہوا ہوں تو کیا سب یہی سوچنا شروع کر دیں کہ میں سب سے نفرت کرتا ہوں۔۔" وہ کچھ نہیں بولی۔۔

"لڑکیاں بہت معصوم اور نازک ہوتی ہیں اور باہر کی دنیا بہت ظالم بس یہی مائنڈ تھا میرا اسی لیے نہیں چاہتا تھا کہ میری بیٹیاں دنیا کی نظروں میں آئیں انکے جال میں پھنس جائیں مگر میں غلط تھا۔۔" وہ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مسلنے لگی۔

"میں غلط تھا ہمیں اپنی بیٹیوں کو مضبوط بنانا چاہئے تاکہ وہ سب سے مقابلہ کر سکیں سب کو جواب دے سکیں اپنے لیے آواز اٹھا سکیں۔۔ عورتوں کے لیے تعلیم بہت ضروری ہے۔ میں بس چاہتا تھا کہ لوگ میری بچیوں پر انگلی نہ اٹھائیں لیکن میں یہاں بھی غلط تھا۔ لوگوں کا تو کام ہوتا ہے باتیں کرنا مجھے چاہیئے کہ میں تمھاری ڈھال بنوں کوئی تمھارے خلاف بولے تو گدی سے اسکی زبان کھینچ لوں۔" وہ اب بھی اسکا چہرہ دیکھ رہے تھے وہ اسکے گرتے آنسو دیکھ سکتے تھے۔۔ اسکے آنسوؤں کی وجہ بس یہی تھی کہ وہ انکا مان توڑ چکی تھی وہ غلطی کر چکی تھی محبت کی غلطی۔۔ اسکا دل بند ہو رہا تھا۔۔

"لیکن ایک بات پر میں اب بھی قائم ہوں اور وہ ہے شادی۔۔" اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں وہ جانتی تھی کہ انکی اگلی بات یہی ہوگی۔۔

"شادی بہت ضروری ہے بیٹا انسان کتنا بھی پڑھ لکھ جائے وہ اکیلے زندگی نہیں گزار سکتا خاص کر ایک لڑکی۔۔ یہ فیکٹ ہے اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔۔ تم پڑھنا چاہتی ہو پڑھو جتنا چاہتی ہو پڑھو لیکن عالیان جب بھی آئے گا تمھاری شادی ہوگی وہ تمھیں پڑھنے سے نہیں روکے گا میں گارنٹی دیتا ہوں۔۔ تم سمجھ رہی ہو نا؟"

لیکن عالیان ہی کیوں کوئی اور کیوں نہیں کبیر کیوں نہیں وہ شخص جس سے وہ محبت کر بیٹھی تھی جسکا نام وہ اپنے دل پر لکھ چکی تھی۔ وہ انھیں بتانا چاہتی تھی لیکن کیسے بتاتی کس منہ سے بتاتی کیا کہتی کہ انکی بیٹی محبت کر بیٹھی ہے۔ اسکا شک صحیح جا رہا تھا وہ ہار رہی تھی یہ اسکے دل کی آواز تھی جسے سوائے اسکے کوئی نہیں سن سکتا تھا ۔۔ اسکے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔۔ احمد صاحب کی آواز دوبارہ گونجنے لگی تھی۔۔

"تمھاری ماں نے مجھے بتایا کہ تم شادی نہیں کرنا چاہتی ہو۔۔"

کیوں صرف یہی کیوں؟؟ یہ کیوں نہیں بتایا کہ عالیان سے شادی نہیں کرنا چاہتی پوری بات کیوں نہیں بتائی۔ اسکی آواز صرف وہ سن سکتی تھی۔۔

"دیکھو بیٹا میں کیا پتہ کب تک زندہ رہوں بھولو مت تمھاری دو بہنیں اور بھی ہیں میں سب کی ذمہ داری سے فارغ ہو کر سکون سے مرنا چاہتا ہوں ورنہ مجھے قبر میں بھی سکون نہیں ملے گا۔۔"اس نے تڑپ کر گردن گھمائی۔۔

"بابا یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں اللہ نہ کرے آپ کو کچھ ہو۔۔"اتنی دیر میں یہ پہلا جملہ تھا جو احمد صاحب نے بھی سنا تھا وہ اسکی بات پر مسکرا دیے۔۔

"یہ بھی فیکٹ ہے بچے کسی نے نہیں رہنا یہاں۔۔سب نے جانا ہے۔۔بیٹا عالیان بہت اچھا لڑکا ہے برائٹ فیوچر ہے اسکا تم خوش رہو گی۔۔"وہ اب اسے تسلیاں دیتے ہوئے بول رہے تھے۔

تو کیا لڑکے کا خالی برائٹ فیوچر ہونا شادی کے لیے کافی ہوتا ہے کیا محبت کوئی معنی نہیں رکھتی کیا لڑکے کا کردار کوئی معنی نہیں رکھتا؟؟اگر کچھ معنی رکھتا ہے تو بس لڑکی کا کردار اور اسکا صبر۔۔۔وہ خود سے سوال کیے جا رہی تھی اس میں ہمت نہیں تھی کہ یہ سارے سوال وہ اپنے باپ سے کرتی بے شک وہ اس وقت نرم لہجے میں بات کر رہے تھے لیکن وہ نہیں بھولی تھی وہ احمد عالم کے ساتھ بیٹھی ہے۔۔وہ سب کے سامنے پٹر پٹر بول سکتی تھی لیکن اس شخص کے آگے اسے چپ لگ جاتی تھی کچھ وہ انکی عزت بھی کرتی تھی کچھ محبت بھی کچھ وہ ان سے ڈرتی بھی تھی۔۔

"میں جانتا ہوں وہ تھوڑا بدل گیا ہے لیکن بیٹا ماحول کا اثر ہے مجھے تم پہ یقین ہے کہ تم اسے بدل لو گی۔۔"

وہی پاکستانی والدین کی ٹیپیکل چھوٹی ذہنیت والی باتیں جنھیں لگتا ہے کہ لڑکی اچھی ہے کافی ہے لڑکا چاہے جیسا بھی ہو ہماری لڑکی ہے نا قربانی کا بکرا وہ اسے ٹھیک کر دے گی اور لڑکی بیچاری ساری عمر اس انسان کے ساتھ اسی آس میں گزار دیتی ہے کہ آج یا کل اسکا شوہر ضرور انسان کا بچہ بن جائے گا۔مسئلہ محبت کا نہ ہوتا تو وہ

شاید مان بھی لیتی لیکن کمبخت محبت جو اسکے پیچھے پڑ گئی تھی۔۔ یہ سب باتیں اسکے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔۔

"تم اپنی پڑھائی پر توجہ دو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" یہی تو مسئلہ تھا جو ہو رہا تھا وہ اس سے دیکھا ہی نہیں جا رہا تھا بس مزید بد تر نہ ہو اسکے ساتھ۔۔

"ردا کی چائے تو نہ آئی میں خود ہی جا کے دیکھتا ہوں۔۔" وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی زبردستی مسکرا دی۔۔ وہ جا چکے تھے۔۔ وہ اسی انداز میں ٹانگیں لٹکائے بیڈ پر لیٹ گئی اور چھت کو دیکھنے لگی۔۔

"تو انابیہ احمد عالم یہ ہے تمہاری قسمت۔۔ شاید تمہیں سب مل بھی جائے لیکن کبیر بلکل نہیں وہ نہیں مل سکتا کیونکہ محبت تمہارے لیے نہیں بنی اگر تمہارے لیے کوئی بنا ہے تو وہ ہے عالیان ناصر عالم۔۔" اس نے آنکھیں بند کر لیں اور زخمی انداز سے مسکرانے لگی۔

"سب سے حسین چیز کیا ہوتی ہے؟؟"

"محبت۔۔"

اگلے دن کا سورج نکلے کافی دیر ہو گئی تھی۔ آسمان بلکل صاف تھا۔ کھڑکی سے روشنی کمرے میں ہر سو پھیلی تھی۔ انابیہ اور ردا دونوں گہری نیند میں سو رہیں تھیں تبھی انابیہ کی آنکھ کھلی اور آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی پھر خود پر سے چادر ہٹائی اور ایک زوردار انگڑائی لی وہ ایک کھلی قمیض اور ایک کھلے ٹراؤزر میں ملبوس تھی۔ وہ فجر پڑھ کر سوتی نہیں تھی لیکن آج اسے بہت نیند آ رہی تھی اس لیے آٹھ بجے کا الارم سیٹ کر کے سو گئی۔۔

"واہ میری تو الارم کے بغیر ہی آنکھ کھل گئ۔۔"خود پر حیران ہوتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر سامنے دیوار پہ لگی گھڑی کو دیکھتے ہی اسکا منہ کھل گیا۔۔

"ہائے میں مر گئ دس بج گئے۔۔"وہ فوراً فون کی طرف لپکی یہ دیکھنے کے لیے کے الارم کیوں نہیں بجا اور پھر اپنے سر پر ہاتھ دے مارا کیونکہ اس نے am کی جگہ pm لگا دیا تھا۔۔اور ساتھ ہی زارا کی دو مسڈ کالز بھی دیکھی۔۔

"لعنت ہو تم پر انابیہ اندھی کہیں کی۔۔بہری کہیں کی۔۔"خود کو ڈھیروں ٹائٹل دیتے ہوئے وہ معصوم گہری نیند میں سوئی ہوئی ردا کی طرف بڑھی اور اسکے اوپر سے زور سے چادر کھینچ ڈالی اور اس نے بھی مارے ڈر کے آنکھیں کھولیں سامنے اسکی بہن لال بھبھوکا چہرہ لئے اسے گھور رہی تھی۔۔

"جاہل لڑکی تم نے کالج نہیں جانا تھا؟؟"وہ ہاتھوں میں چادر پکڑے اس پر برسنے لگی۔۔

"جانا ہے میرا پریکٹیکل ہے وہ بھی بارہ بجے۔۔اور یہ کیا موت کے فرشتے کی طرح میرے سر پر کھڑی ہیں آپ؟"وہ اسی طرح لیٹے ہوئے غصہ ہو رہی تھی ظاہر ہے اسکی نیند میں خلل ڈالا گیا تھا۔۔۔

"ہاں تو کیا مجھے نہیں جگا سکتی تھی۔۔"اس نے چادر واپس اس کے اوپر ڈالی اس نے تو آرام سے جانا تھا اور اس کو یہ بات صبح فجر تک پتہ تھی اب کیسے بھول گئ۔ردا منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ آنکھیں موند گئ۔

"منحوس منو خود چلی گئ سکول مجھے جگا نہیں سکتی تھی۔۔"اب باری بیچاری مناہل کی تھی۔۔۔دور کلاس میں بیٹھی مناہل کو ایک زوردار چھینک آئی۔۔سب لڑکیاں یکدم اسکو دیکھنے لگیں ظاہر ہے اتنی خطرناک چھینک۔۔۔

"کیا ہوا مناہل تم ٹھیک تو ہونا؟؟"اسکے ساتھ بیٹھی ایک سانولی سی لڑکی اس شہد رنگ بالوں والی لڑکی سے پوچھنے لگی جسکے بال اونچی پونی میں بندھے تھے۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔وہ جسے ہلا کو خان کی بہن ہونا چاہیے تھا نا مگر غلطی سے ہمارے گھر پیدا ہو گی ضرور میری شان میں تعریف کر رہی ہوں گی۔۔۔" وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔۔

"شرم کرو تمہاری بڑی بہن ہے۔۔۔" اس لڑکی نے اسے کہنی ماری۔

"تم مجھے مت سکھاؤ مجھے پتہ ہے میری بڑی بہن ہے میں انکی بہت عزت کرتی ہوں۔۔"

"اور انہیں پتہ چل جائے نا کہ انکی کیا عزت کی جاتی ہے تو وہ تو تمہیں گھر سے ہی نکلوا دیں۔۔" جس پر وہ دونوں مسکرا دی۔۔

"گرلز خاموش ہو کر بیٹھیں یہ کون باتیں کر رہا ہے۔۔" ٹیچر کی آواز سنتے وہ دونوں سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔۔۔

وہ تقریباً بیس منٹوں کے اندر اندر تیار ہو کر اپنا بیگ اٹھانے لگی۔ "اور زارا منحوس زیادہ کالز نہیں کر سکتی تھی کیا مجھے؟" غلطی اس کی اپنی تھی لیکن منحوس اور جاہل کون تھے زارا، ردا، اور مناہل۔۔۔ وہ تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلی تبھی صوفے پر بیٹھی ناہیدہ بیگم نے اسے سر تا پیر گھور کر دیکھا سامنے ٹی وی پر ایک خوبصورت ہوسٹ کا چہرہ جگمگا رہا تھا وہ اس وقت مارننگ شو دیکھ رہی تھیں۔۔

"ماما جان آپ نے بھی نہیں جگایا مجھے؟؟" وہ انکو غصے سے دیکھتے ہوئے بولی۔۔ اب باری ناہیدہ بیگم کی تھی۔۔

"تم روز تو خود جاگ جاتی ہو آج مجھے الہام ہونا تھا میں سمجھی تمہاری کلاس لیٹ ہے۔" وہ ٹی وی کا والیوم کم کرتے ہوئے بولیں۔۔ جس پر وہ اف کرتے پیر پٹخ کر باہر جانے لگی۔۔

"اچھا ناشتہ تو کر جائو۔۔" وہ اسکے جاتے ہوئے پیچھے سے بولیں۔۔

"یونی سے ہی کچھ کھالوں گی۔۔" وہ رکی نہیں اور ناہیدہ شانے اچکاتے ہوئے دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔۔

یونیورسٹی پہنچتے ہی سامنے سے چلتی زارا اسے نظر آگئی تھی وہ سمجھ گئی تھی اسکی پہلی کلاس تو ختم۔۔

"لڑکی اتنا لیٹ ؟؟" زارا اسے پریشانی سے دیکھتے ہوئے بولی جس پر وہ اسے اپنی روداد سنانے لگی۔۔

"لو جی حد کرتی ہو تم بیا۔۔" اسکی متلاشی نظریں کبیر کو ڈھونڈ رہی تھیں جسکو زارا نے نوٹ کر لیا تھا۔۔

"ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے اسی کے پاس جا رہے ہیں ہم۔۔" زارا کی آواز پر اس کی نظریں ایک دم سیدھی ہوئیں جو چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔

"مطلب ؟؟ وہ کلاس میں نہیں تھا کیا ؟؟" ظاہر ہے ورنہ وہ دونوں اسکے ساتھ ہوتے اس لیے حیرت سے پوچھنے لگی۔۔

"نہیں وہ کلاس میں نہیں تھے۔ وہ ہال میں ہیں کچھ دنوں بعد انکا باسکٹ بال کا فائنل ہے تم بھول گئی؟؟"

"او ہاں یاد آیا۔۔" وہ واقعی بھول گئی تھی۔۔

"ہاں آجکل پریکٹس میچ چل رہے ہیں۔۔ چلو ان دونوں نے کہا تھا میں تمہیں لے کر وہی آجائوں۔۔"

"لیکن کلاس ؟؟ میری پہلی بھی مس ہوئی ہے۔۔" اسے اپنی اگلی کلاس کا غم تھا۔۔

"کم آن بیا اگلی کلاس میں تیس منٹ ہیں اور ویسے بھی انگلش کی ہے مس بھی ہو گی تو ایشو نہیں ہے انھوں نے انسسٹ کیا تھا۔۔" اس کے کہتے ہی وہ سر اثبات میں ہلا کر اسکے ساتھ چلنے لگی۔۔

سب لڑکے ہال میں باسکٹ بال کھیلنے میں مصروف تھے انھوں نے ٹیم کا ایک ہی طرح کا یونیفارم پہنا ہوا تھا کیونکہ وہ ایک ہی ٹیم آپس میں پریکٹس کر رہی تھی۔۔ بال اس وقت کبیر کے ہاتھ میں تھا اور سب اسکے ارد گرد بال چھیننے کے لیے جمع تھے لیکن اسکے ہاتھ سے بال لینا آسان کام نہیں تھا وہ اکیلا سب کے لیے کافی تھا تبھی اس نے اچھل کے بال باسکٹ کی طرف پھینکا اور بال سیدھا باسکٹ کے اندر۔۔ پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور سب کبیر کبیر کے نعرے لگانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد بال پھر اسی کے ہاتھ میں تھا پھر سب اس سے چھیننے میں لگے تھے اسی دوران اسکی نظر اندر آتی انابیہ پر پڑی جو مہرون رنگ کی سادہ قمیض شلوار میں بھی بہت حسین لگ رہی تھی وہ وہیں کھو گیا تھا اچانک بال اسکے ہاتھوں سے چھین لیا گیا اور دوسرے لڑکے نے موقع پاتے بال باسکٹ میں اچھال دی۔۔ ہال میں موجود سب لڑکوں کا قہقہہ گونجا۔۔

تم حسن کی خوراک دیناہو شاید تمہیں معلوم نہیں

محفل میں تمہارے آنے سے ہر چیز پر نور آجاتا ہے

"انابیہ تم فائنل دیکھنے مت آنا ورنہ یہ لڑکا ہمیں ہروا دیگا۔۔" عاصم دور سے اونچی آواز میں بولا تھا جس پر وہاں موجود سب لوگ زور زور سے ہنسنے لگے اور انابیہ کے تو مارے شرم کے گال سرخ ہونے لگے تھے۔۔

"یہ لڑکا تو گیا کام سے۔۔" آواز زارا کی تھی جس پر انابیہ نے اسے زور سے کہنی دے ماری اور وہ درد سے کراہ کر رہ گئ۔۔ کبیر اب اسکے سامنے کھڑا تھا۔۔

"میں واقعی اب کسی کام کا نہیں رہا میں تو بہت پہلے ہی ہار چکا ہوں۔۔" وہ اسکے بہت قریب کھڑا تھا۔ مسلسل کھیلنے کی وجہ سے اسکے بال سارے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔۔ اس کا چہرہ مزید سرخ ہونے لگا تھا ایک تو وہ اسکے بلکل سامنے اور پھر اسکی باتیں!!!

"ہائے تم تو بلش بھی کرتی ہو یار ایسے تو میرے لیے مشکل ہو جائے گی۔۔"اسکی شہد رنگ آنکھیں بیا سے ہمکلام تھیں۔۔

"اب بس بھی کر دو اففف شرمندہ کر دیا مجھے۔۔"جو بھی تھا وہ اسکی آنکھوں میں کبھی نہیں دیکھ سکتی۔وہ اسے بغیر دیکھے آگے بڑھنے لگی تب ہی اسکا سر چکرایا کبیر نے پھرتی سے اسے بازو سے پکڑ کر سنبھالا دوسری طرف سے زارا نے بھی اسکا ہاتھ تھاما۔۔

"تم ٹھیک تو ہو؟؟"وہ ایکدم پریشان ہوتے ہوئے پوچھنے لگا تو وہ فوراً سنبھلی۔۔

"ہاں پتہ نہیں چکر آ گئے تھے۔۔شاید صبح ناشتہ نہیں کیا نا اس لیے۔۔"وہ اسے کیسے بتاتی کہ اس کی ساری رات روتے روتے گزری ہے ناشتہ تو بس بہانہ تھا۔۔

"واٹ؟؟ یہ کیا بات ہوئی ناشتہ نہیں کر کے آئی۔۔"اسکی گرفت اب بھی بیا کے بازو پر تھی پھر احساس ہونے پر اس نے اس کا بازو چھوڑ دیا۔۔"تم چلو میرے ساتھ۔۔"اس نے آگے ہو کر اس کو کلائی سے پکڑا۔ انابیہ نے ایک نظر اپنی کلائی کو دیکھا اور پھر زارا کو۔وہ مزاحمت کر کے اس کے سامنے کبیر کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کبیر اسکو چکر آرہے ہیں تھوڑی دیر رکو۔۔"زارا اسے روکتے ہوئے بولی۔۔

"نہیں زارا یہاں میرے پاس ابھی کچھ کھانے کے لیے نہیں ہے اسے کیفیٹیریا لے جاتا ہوں کچھ کھائے گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔۔"وہ اس کے کہنے پر رکا نہیں اور اسکی کلائی پر نرم گرفت رکھتے اسے لے جانے لگا۔

"آئی ایم فائن ناؤ۔۔"ہال سے نکلتے ہی اس نے مزاحمت کرتے اپنی کلائی چھڑوالی۔محبت اپنی جگہ لیکن اسے بار بار کبیر کا یوں ہاتھ یا بازو پکڑنا بالکل پسند نہیں تھا۔۔کبیر نے ایک نظر اسے مسکرا کر دیکھا اور پھر سامنے دیکھنے لگا اسے برا نہیں لگا تھا۔وہ اسکے ساتھ ایک چھوٹی بچی کی طرح چلتی جا رہی تھی وہ مسلسل اسے دیکھے جا

رہی تھی وہ سنجیدہ تھا وہ اس کے لیے سنجیدہ تھا وہ اسکے ناشتہ نہ کرنے پر اسکے لیے سیریس ہو گیا تھا پریشان ہو گیا تھا اسکے دل میں محبت بڑھتی جا رہی تھی۔

"آئندہ ناشتہ کئے بغیر مت آنا۔۔"وہ اسکے سامنے برگر اور جوس رکھتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے بولا۔۔

"یہ میں نہیں کھاؤں گی۔۔"وہ برگر کو دیکھتے ہوئے منہ چڑھا کر بولی۔۔

"نہیں ہو گی تم موٹی۔۔ خیر میں کچھ اور لے آتا ہوں۔۔"وہ واپس جانے کے لیے مڑنے لگا تو وہ تیزی سے بولی۔

"رہنے دو میں کھا لیتی ہوں ویسے بھی اب تم نے اس پر پیسے لگا دیے ہیں۔۔"اسے موٹے ہونے کا ڈر کبھی نہیں تھا بس یہاں کا برگر اسے کچھ خاص پسند نہیں تھا۔

"سیریسلی تمہیں میرے پیسوں کی فکر ہے۔۔"وہ اسکی اس بات پر ہنسنے لگا اور کرسی کھینچ کر بلکل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"میرا مذاق مت اڑاؤ وہاں کافی نہیں تھا جو یہاں بھی۔۔"وہ برگر ہاتھ میں لیتے ہوئے منہ بسور کر بولی۔۔

"اچھا نہیں ہنستا اب خوش۔۔"وہ پھر اسے گھورنے لگی کیونکہ وہ مسلسل اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔

"تمہارا مجھے دیکھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے کہیں اور بھی دیکھ لو۔۔ایسے دیکھو گے تو میں کھاؤں گی کیسے ؟"وہ اسے غصے سے جھڑکنے لگی۔۔

"مطلب ہنسوں بھی نہیں تمہیں دیکھوں بھی نہیں تو کیا کروں ؟؟"کبیر نے لاچاری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"تو کچھ اور دیکھ لو موبائل یوز کر لو فلحال مجھے نہ دیکھو۔۔"

"میں نے اگر تمہیں دیکھنا چھوڑ دیا تو تمہیں میرا یہ دیکھنا بڑا یاد آئے گا۔۔" بیا کی رنگت پھیکی پڑ گئی اور اس نے اس کی اڑتی ہوئی رنگت فوراً نوٹ کی تھی۔

"مذاق کر رہا ہوں تم تو سیریس ہو گئی۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہے خوامخواہ کی خوش فہمی۔۔۔" اس نے کہہ کر برگر کی ایک بائٹ لی۔ وہ آج بھی ویسا ہی تھا بدذائقہ۔

"تمہیں دیکھنا چھوڑ دیا تو میری آنکھیں ویران ہو جائیں گی۔۔" وہ اتنی سنجیدگی سے بولا تھا کہ انابیہ اس کو دیکھتے ہی بے اختیار ہنس دی۔

"یقیناً تم پاگل ہو۔۔"

"صرف انابیہ کے لیے۔۔" اس نے اعتراف کیا تھا۔۔

"ہمیں تم سے خطرہ ہے کیونکہ تم پاگل ہو۔۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔۔ "تمہیں پاگلوں کے ڈاکٹر کی اشد ضرورت ہے۔۔"

"مجھے صرف انابیہ کی ضرورت ہے۔۔"

"لیکن مجھے پاگلوں کا علاج کرنے نہیں آتا۔۔ بزنس کی سٹوڈنٹ ہوں۔۔"

"جانتا ہوں لیکن میرا علاج صرف تمہارے پاس ہے۔۔"

"لگتا ہے تم فلمیں بہت دیکھتے ہو۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے افسوس سے بولی تھی۔۔

"اب کم از کم میرے ایموشنز کو ڈائیلاگ مت کہہ دینا پلیز۔۔" اس نے اسکی بات کاٹی۔۔ "ویسے بھی میرے خیال سے میں اس دنیا کا واحد لڑکا ہوں جو فلمیں نہیں دیکھتا۔۔" کہتے ہوئے اس نے جیسے فخر محسوس کیا تھا۔۔

"واقعی؟؟تو تم فری ٹائم میں کیا کرتے ہو؟؟" اس نے دو تین بائٹس لے کر برگر واپس رکھ دیا۔اس سے زیادہ وہ نہیں کھا سکتی تھی۔

"زیادہ کچھ نہیں بس پینٹنگ کا شوق رکھتا ہوں۔۔"

"آہاں!!میں بھی پینسل اسکیچ بنا لیتی ہوں۔۔رنگوں سے کھیلنا میرے بس کی بات نہیں۔۔"وہ ٹیبل پر کہنیاں ٹکائے ہتھیلیوں کا پیالہ بنائے اس میں سر دبائے بیٹھی تھی۔۔

"پھر تو ہماری کافی جمے گی۔۔"وہ بھی اسکے انداز میں آگے ہو کر بلکل ویسے ہی بیٹھ گیا۔۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟؟"وہ جز بز ہوتے پیچھے ہوئی۔۔

"ایک تو یہ جو تم جان بوجھ کے انجان بنتی ہو ناواللہ بڑی معصوم لگتی ہو۔۔"وہ آنکھیں چھوٹی کیے مسکرا رہا تھا۔

"زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔چلو تمہاری پریکٹس ہے ورنہ سب مجھے الزام دیں گے۔۔"وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی۔۔وہ بھی اٹھ کر اسکے ساتھ چلنے لگا۔۔وہ دوبارہ ہال پہنچے تو کبیر لڑکوں کی طرف بڑھ گیا جبکہ وہ زارا کے ساتھ نیچے زمین پر بیٹھ گئ۔۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟؟"زارا اسے آتا دیکھ کر فوراً پوچھنے لگی۔۔

"ٹھیک ہوں۔"

"گڈ۔۔۔"وہ کہتے ساتھ فون دیکھنے لگی۔

اسکی نظریں کبیر پر ہی جمی تھیں جو اپنی ٹیم کو گیم سے سے متعلق ٹپس بتا رہا تھا۔۔وہ اسکی ایک ایک حرکت دیکھ رہی تھی۔۔کبیر نے کچھ لڑکوں کی کمر پر تھپکی دی اور پھر جھک کر زمین سے بال اٹھا کر اسے شہادت کی انگلی پر گھمانے لگا۔وہ اسکی انگلی کو بال کو اور پھر چہرے کو مسلسل دیکھ رہی تھی۔۔کبیر نے اچانک آنکھیں اٹھا کر اس بھوری آنکھوں والی لڑکی کو دیکھا اور یکدم آنکھ ماری پھر مسکرانے لگا۔۔اس کی اس حرکت پر وہ ایک دم

سیدھی ہو کر آس پاس دیکھنے لگی زارا فون میں بزی تھی اور عاصم ایک لڑکے سے بات کرنے میں بزی تھا اس نے گہری سانس لے کر کبیر کی طرف دیکھا وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا اور پھر بے ساختہ مسکرا دی بال اب بھی اسکی انگلی پر ہی گھوم رہا تھا۔۔

گھر پہنچ کر وہ اپنی گاڑی سے اتری۔اس کے چہرے پر عجیب سی خوشی تھی شاید آج یونیورسٹی سے آنے کے بعد اسکا موڈ کافی اچھا تھا پھر ایک نظر پورچ میں کھڑی دوسری گاڑی کو دیکھا یعنی احمد صاحب گھر پر تھے وہ عموماً اس ٹائم گھر آتے تو نہیں تھے۔۔
"اوہو بیا کیا فضول ٹینشن لیتی رہتی ہو انکا گھر ہے جب دل کرے آئیں۔۔"خود کو کوستے وہ اندر بڑھنے لگی اسکے چہرے پر پھر مسکراہٹ تھی لیکن یہ خوشی پل بھر کی تھی شاید۔۔دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی وہ سامنے ایک شخص کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رہ گئ۔۔وہ شخص اسکی طرف پیٹھ کئے کھڑا تھا اور احمد صاحب سے باتیں کر رہا تھا۔۔وہ اسے میلوں دور سے پہچان سکتی تھی یہ تو پھر دروازے سے لائونج تک کا فاصلہ تھا۔۔لمبا قد، کسرتی جسم، مکمل گھنگرالے بال، کف کہنیوں تک فولڈ، ہاتھوں کی نسیں ابھری ہوئیں، کلائی میں لگے مختلف سیاہ رنگ کے بینڈز، سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ والا وہ شخص اس کے رنگ ڈھنگ اڑا گیا تھا۔۔اسکے قدم وہیں زنجیر ہو گئے۔۔چہرے کا رنگ فق سے اڑ گیا۔۔آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔۔اسے لگا اسکا دل ابھی دھڑکنا بند ہو جائے گا۔۔جس پل کا اسے ڈر تھا وہ پل آگیا تھا۔۔۔وہ آگیا تھا۔۔وہ اسکے سامنے تھا۔۔۔سب ختم۔۔اسکی کہانی تو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔۔

"بیا بچے وہاں کیوں کھڑی ہو دیکھو تو کون آیا ہے۔۔۔" احمد صاحب دروازے کا سہارا لئے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر اسے کہنے لگے۔۔اس لڑکے نے چہرہ پیچھے موڑ کر اسے دیکھا تو اسکی رات سی کالی آنکھیں انابیہ کی آنکھوں سے ٹکرائیں۔اس کے کانوں میں چھوٹی گول بالیاں چمک رہی تھیں۔اسے دیکھتے ہی اس کے ہونٹ دائیں طرف مسکراہٹ میں ڈھلے۔وہ اسکی سفید پڑتی ہوئی رنگت دیکھ سکتا تھا۔۔وہ بمشکل آگے بڑھی جیسے اسے کوئی زبردستی چلا رہا ہو اسکے قدم بھاری تھے۔۔وہ عین انکے سامنے آکھڑی ہوئی۔۔احمد صاحب کا فون رنگ کرنے لگا وہ ایکسکیوز کرتے باہر چلے گئے اور وہ۔۔۔وہ بت بنے کھڑے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"کیسی ہو؟؟" وہ اب بھی مسکراتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔۔

"تم نے تو کہا تھا تم نہیں آئو گے۔۔پھر کیوں آگئے؟؟" اسکی آواز لرکھڑائی تھی۔

"سرپرائز!!" اسکے ہونٹ شرارتی انداز سے مسکرائے۔۔" بائے داوے یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔۔" وہ یکدم سنجیدہ ہوا۔۔

"تم نے جھوٹ بولا تھا مجھ سے۔۔" وہ غصہ نہیں تھی وہ گھبرائی ہوئی تھی۔۔

"میں اپنی مرضی کا مالک ہوں کم از کم تمہیں جوابدہ تو نہیں ہوں۔۔" انداز سپاٹ تھا۔۔"اور مجھے تو لگا تم مجھے دیکھ کر خوش ہو گی لیکن یہاں تو کچھ اور ہی معاملہ ہے ویسے اتنے اچھے ویلکم کے لیے شکریہ۔۔" اس نے سر کو خم دیتے طنزیہ انداز سے کہا۔۔

"میں کیوں خوش ہوں گی۔۔۔۔" اسکی آواز منہ میں رہ گئ۔۔

"معافی بچوں آفس سے کال تھی۔۔یہ کیا تم دونوں یہیں کھڑے ہو۔۔" احمد صاحب اندر آتے انہیں ویسے ہی کھڑا دیکھ کر پوچھنے لگے۔۔

"کچھ نہیں چچا جان۔۔انابیہ کو میرے آنے کی اتنی خوشی ہوئی کہ کھڑے کھڑے میرا حال پوچھنے لگی۔۔"
شرارتی مسکراہٹ اسکے چہرے پر تھی اور نظریں انابیہ کے چہرے پر تھیں۔۔وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے جانے لگی۔وہ اسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔

وہ کمرے میں آئی تو بیگ زور سے اٹھا کے دائیں جانب پھینکا اور سر پکڑ کر کھڑی ہو گئ۔۔

"وہ کیوں آگیا کتنی خوش تھی میں کیوں میری خوشیوں کو آگ لگانے آگیا وہ کیوں؟"اسکی آواز میں درد تھا اور آنکھوں میں پانی۔۔

پھر اسکے اندر کی آواز گونجی۔۔"اسے تو آنا تھا نا انابیہ۔۔"

"مگر اس نے کہا تھا کہ نہیں آئے گا۔۔"وہ خود سے مخاطب تھی۔۔

"اس نے کہا تم نے مان لیا۔۔تم بھول گئ تھی کہ تمھارے مقدر میں یہی شخص ہے۔۔"آواز پھر گونجی۔۔

"اسے آنا ہی تھا تو کبیر کیوں آیا میری زندگی میں؟ کیوں میں ایسی کشمکش میں پھنس گئ ہوں آخر کیوں؟؟"اسکا سر پھر اسکے ہاتھوں میں جکڑا ہوا تھا۔۔آواز چلی گئ تھی الفاظ ختم ہو چکے تھے۔۔خاموشی بڑھ چکی تھی۔۔لیکن ایک آواز اب بھی تھی۔۔۔اسکی سسکیوں کی۔۔اسکے رونے کی آواز۔۔

"اور سناؤ بچے کیسا وقت گزرا اور اتنے عرصے بعد آئے ہو تمھیں اپنی خالہ کی یاد نہیں آئی؟؟"احمد صاحب، ناہیدہ بیگم اور عالیان تینوں اس وقت لائونج میں موجود تھے۔وہ ناہیدہ بیگم کو بچپن سے ہی خالہ کہتا تھا وہ انھیں چچی نہیں کہتا تھا۔۔

"کیوں نہیں خالہ مجھے آپ سب کی یاد آتی رہی تھی تبھی تو میں تقریباً ہر روز آپ لوگوں سے کال پر بات کرتا تھا۔۔"اسکے ہاتھوں میں چائے کا کپ تھا۔۔

"ہاں اور کبھی کبھی بھول بھی جاتے تھے۔۔"وہ اس سے شکوہ کر رہی تھیں۔۔

"بھولتا نہیں تھا بس وقت نکالنا مشکل تھا۔۔"

"کراچی گئے تھے تو بھائی کو بھی ساتھ لے آتے۔۔"احمد صاحب اب اس سے مخاطب تھے۔۔

"آپ تو جانتے ہیں نا چچا جان کہ وہ لاہور نہیں آتے انکی یہاں سے اچھی یادیں وابستہ نہیں ہیں اور میں بھی دو سالوں بعد آیا ہوں میرا دل بند ہو جانے لگتا ہے یہاں۔۔موم کی آوازیں آنے لگتی ہیں انکی یاد آنے لگتی ہے تبھی یہ سب چھوڑ کر میں یہاں سے چلا گیا تھا۔۔"ماں کے ذکر پر اسکی آواز لڑکھڑانے لگتی تھی۔۔

"اچھا یار چھوڑو یہ سب باتیں اتنے عرصے بعد آئے ہو تم۔۔اچھی باتیں کرو۔۔"انکی آنکھوں میں اپنی بہن کا ذکر سنتے ہی آنسو آنے لگیں۔۔

"خالہ عرصہ تو نہیں ہوا۔۔دو سال ہی ہوئے ہیں۔۔"

"کم از کم میرے لیے تو یہ عرصہ ہی تھا نا۔۔"ناہیدہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔۔

"جانتا ہوں آپ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں اسی لیے آپکو اسپیشل کال کرتا تھا میں۔۔"وہ ابھی بول ہی رہا تھا تبھی ردا اور مناہل کو آتا دیکھ کر انکی طرف گھوما وہ دونوں یونیفارم میں تھیں اور دونوں نے حجاب لے رکھا تھا۔۔ردا اسے دیکھتے ہی حیران ہوئی اور بغیر سلام دعا کئے وہ فوراً کمرے کی طرف بھاگی۔۔باہر بیا کی گاڑی وہ دیکھ چکی تھی۔۔وہ جانتی تھی کہ اسکی آپی اس وقت کس حال میں ہو گی۔۔عالیان کی نظریں اس پر جمی تھیں جو تیزی سے کمرے کی طرف بھاگی۔۔۔

"عالیان بھائی کیسے ہیں آپ؟؟"مناہل اسکے ساتھ صوفے پر تھوڑا دور ہو کر بیٹھتے ہوئے بولی۔۔

"میں تو ٹھیک ہوں گڑیا تم کیسی ہو؟؟" وہ مسکرا کر پوچھنے لگا۔

"میں بھی ٹھیک میں نے آپکو بہت مس کیا۔۔اب آپ واپس تو نہیں جائیں گے نا؟؟" وہ اسکی آنکھوں میں امید سے دیکھتے ہوئے بولی جس پر وہ صرف مسکرایا اور کوئی جواب نہیں دیا۔۔

ردا جب کمرے میں داخل ہوئی تو فوراً نابیہ کی طرف بڑھی جو نیچے فرش پر اکڑو بیٹھی تھی۔۔

"آپی ایسے کیوں بیٹھی ہیں آپ ٹھیک تو ہیں نا؟؟" وہ اسکے ساتھ نیچے بیٹھ گئی تھی۔۔

"ردا وہ آگیا وہ واپس آگیا اس نے تو نہیں آنا تھا نا اس سے پوچھو وہ کیوں آیا ہے۔۔" وہ روتے ہوئے بولی۔۔ ردا نے آگے ہو کر اسکے ہاتھ پکڑ لئے۔۔

"کچھ نہیں ہوگا آپی ریلیکس ہو جائیں پلیز۔۔" وہ اسکے ہاتھ نرمی سے پکڑے اسے تسلی دیے جا رہی تھی۔۔

"وہ باہر بیٹھا ہے ردا اور تم کہہ رہی ہو ریلیکس ہو جاؤں۔۔ کیسے ہو جاؤں میں ریلیکس ہاں وہ لے جائے گا مجھے یہاں سے وہ اسی لیے آیا ہے۔۔۔ بابا نے کہا تھا وہ آئے گا تو وہ اس سے میری شادی کر دیں گے۔۔ میری ساری دعائیں رائیگاں چلی گئیں۔۔" اسکی آنکھوں سے آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے۔۔

"دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں۔۔" اس کے علاوہ ردا کے پاس الفاظ نہیں تھے وہ کیا کہتی کیسے تسلی دیتی اپنی بہن کو وہ جانتی تھی کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے وہ نہ بھی کرتی تب بھی وہ کسی صورت اس شخص سے شادی کے لیے راضی نہ ہوتی۔۔

تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا تھا وہ روتے روتے سو گئی تھی اور اب جاگی تھی اس کے سامنے سٹڈی ٹیبل پر ردا بیٹھے اپنے اگلے پریکٹیکل کی تیاری کر رہی تھی۔۔ اس کے سر میں ایک شدید درد کی لہر دوڑی۔۔

"ردا سب کہاں ہیں؟؟" اس نے اٹھتے ساتھ اسے مخاطب کیا تھا۔

"بابا کچھ دیر کے لیے آفس گئے ہیں ابھی آجائیں گے۔۔ ماما جان کچن میں ہیں اور منو سٹڈی روم میں پڑھنے گئی ہے۔۔" وہ ایک ہی بار میں سب کا بتانے لگی۔۔

"اور وہ؟ بول دو وہ نہیں تھا میں نے برا خواب دیکھا ہے؟"

"بلکل نہیں وہ باہر بیٹھا ہے کوئی خواب نہیں تھا حقیقت ہے۔۔" اسکی نظریں کتاب پر جھکی تھیں۔۔

"جائو اسے کہو میں نے بات کرنی ہے اس سے۔۔ بلا کر لائو۔۔" وہ سنجیدگی سے بولی جس پر ردا اسکی طرف گھومی۔۔

"میں؟؟ کبھی نہیں میں اسکے سامنے نہیں جانے والی عجیب طرح سے گھورتا ہے وہ۔۔۔ مجھے اس سے گھن آتی ہے۔۔" اس نے تیوریاں چڑھائے اس سے کہا تھا۔۔

"یعنی تم نہیں جا رہی؟؟" وہ بھی لڑنے کے موڈ میں تھی۔۔

"آپی آپ۔۔۔ وہ خود پر ضبط کرتے رکی۔ "جاتی ہوں۔۔" اس نے کرسی زور سے دھکیلی وہ واقعی غصے میں تھی۔

"میں چھت پر جا رہی ہوں وہی بھیجنا اسکو۔۔" ردا نے ایک غصیلی نظر اس پر ڈالی اور پیر پٹختی باہر چلی گئی۔۔

وہ لائونج میں آئی تو وہ سامنے ہی صوفے پر ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔

"چڑیا کا گھونسلہ ہونہہ۔" وہ اس کے گھنگرالے بالوں کو دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

"آپ کو آپی بلا رہی ہیں چھت پر۔۔ بات کرنی ہے انکو۔۔۔" وہ سڑھے ہوئے لہجے میں کہتے ساتھ واپس جانے کے لیے مڑی تبھی اسکی آواز پر رکی۔۔

"رکو۔۔۔" اس نے موبائل پر سے نظریں اٹھا کر اسے پکارا اور چلتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"جی۔۔۔" اس نے چہرہ اٹھا کر اس چھ فٹ کے لڑکے کو دیکھا۔

"تم وہی ردا ہو نا جو مجھے بھائی بھائی کہتے تھکتی نہیں تھی۔۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا تھا وہ بھی ردا تھی ڈھیٹوں کی طرح اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔

"جی میں وہی ردا ہوں پر افسوس آپ وہی عالیان بھائی نہیں ہیں۔۔" اپنے سینے پر ہاتھ باندھے وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہے۔۔

"یہ میری ذاتی زندگی ہے میں جو بھی کروں تمہیں مجھ سے اس طرح سے بات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بھولو مت تم مجھ سے چھوٹی ہو۔۔" انداز تنبیہی تھا۔

"جی بلکل اور آپکو بھی مجھے روک کر سوال جواب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔۔" وہ دوٹوک جواب دیتے وہاں سے چلی گئ۔۔

"دونوں ہی بہنیں اپنی خوبصورتی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں۔۔ نخرہ بہت ہے ان میں۔۔۔" اور پھر یک دم مسکرایا۔۔ "جچتا بھی ہے۔۔" کہتے ساتھ سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔۔ تیسری منزل پر پہنچتے ہی اس نے سامنے کھڑی انابیہ کو دیکھا اور پھر آس پاس چھت کو۔۔اس کے قدم وہیں رکے۔۔وقت لمحے بھر کے لیے پیچھے گیا۔۔آنکھوں کے سامنے کا منظر بدل گیا۔

"پکڑ سکتی ہو تو پکڑ کے دکھائو۔۔" آگے آگے گھنگرالے بالوں والا لڑکا تھا اور اسکے پیچھے سبز آنکھوں والی لڑکی۔۔وہ اسے پکڑنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

"میں آپکو پکڑ لوں گی بھائی دیکھ لینا۔۔" وہ آٹھ سالہ بچی تیرہ سالہ لڑکے کے پیچھے مسلسل بھاگ رہی تھی۔۔

"عالیان وہ گر جائے گی۔۔" انابیہ کونے میں بیٹھی اپنی گڑیا کے ساتھ کھیل رہی تھی۔۔ تبھی ردا گر گئ۔۔ عالیان اسکی طرف بڑھا اور اسکی کہنی دیکھنے لگا جس پر سے سکن ادھڑ چکی تھی انابیہ بھی گڑیا پھینک کر اسکی طرف دوڑی۔۔

"کہا تھا نامیں نے۔۔" وہ اسکا بازو دیکھتے ہوئے بولی۔ پھر دونوں نے سر اٹھا کر ردا کو دیکھا جو دانت نکالے ہنس رہی تھی۔۔

"اتنی چھوٹی چوٹوں سے مجھے کچھ نہیں ہوتا۔۔" وہ اب بھی دانت نکال رہی تھی اور اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگی پھر زور سے عالیان کو کندھوں سے پکڑا۔۔۔

"پکڑ لیا نا دیکھا۔۔" اب کی بار انابیہ بھی ہنس دی۔۔

"چیٹر۔۔ گرنے کا بہانہ کر کے مجھے پکڑا ہے تم نے۔۔۔" عالیان منہ بناتے ہوئے بولا۔۔

"گری تو میں سچ کی ہوں جھوٹے۔۔۔" وہ پوری قوت سے چیخی تھی۔۔

"ردا وہ بڑا ہے تم سے تمیز کرو۔۔" اسکے سر پر ایک چت لگاتے ہوئے وہ بولی۔۔

"ہاں آپ تو انکی ہی سائڈ لیں گی نا۔۔" ردا نے منہ پھلا لیا تھا۔۔

"اسے چھوڑو عالیان آئو نا میری گڑیا دلہن بنے انتظار کر رہی ہے اور تمہارا گڈا اسکی بارات نہیں لایا۔۔"

"تو کرنے دو انتظار مجھے نہیں لانی کوئی بارات۔۔" وہ اسے چڑھاتے ہوئے بولا۔۔

"ایسے تو نہ بولو چلو میرے ساتھ۔۔" وہ اسکا ہاتھ پکڑے اسے ساتھ لے جانے لگی اور عالیان ہنسنے لگا۔

وقت تیزی سے کیوں گزرتا ہے اسکو پر کیوں لگ جاتے ہیں؟؟ وہ اب تک دروازے پر کھڑا تھا اور پھر چل کر اسکے ساتھ جا کھڑا ہوا۔۔

"مجھے گڈے کی بارات اسی وقت لے آنی چاہئے تھی۔۔" اسکی آواز پر انابیہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا وہ اس کے ساتھ کھڑا تھا۔۔ "میں نے دیر کر دی اور اب سب بگڑ چکا ہے۔۔۔" آواز میں نمی تھی۔۔ وہ اسکا چہرہ دیکھنے لگی وہ اس سے سوال کرنا چاہتی تھی وہ اس پر غصہ ہونا چاہتی تھی مگر وہ کچھ نہ کر سکی۔۔ "بلکہ سب ٹھیک ہی ہے شاید میں بگڑ چکا ہوں۔۔" وہ تلخی سے مسکرایا۔۔

"یقیناً۔۔"انانیہ نے زیر لب بولا تھا مگر وہ سن چکا تھا۔اسے دکھ ہوا تھا۔

"خیر۔۔کیا بات کرنی تھی تمہیں؟؟"عالیان نے اس کو دیکھا تو وہ نظریں چرا گئ۔۔آج اسے گھٹن ہو رہی تھی کیونکہ آج ہوا نہیں تھی کیونکہ آج کبیر نہیں تھا کیونکہ آج عالیان تھا۔وہ عالیان جو کبھی اس کا بہترین دوست ہوا کرتا تھا۔

"تم جانتے ہو کہ مجھے کیا کہنا ہے۔۔"وہ رک رک کر بولی۔۔"تم نے جھوٹ بولا تھا مجھ سے کہ تم نہیں آؤ گے۔۔"

"تمہاری سانس اب تک ادھر ہی اٹکی ہوئی ہے۔۔"

"میری پوری زندگی تم پر اٹکی ہے عالیان بلکہ تم ایک کانٹے کی طرح میری حلق میں اٹک چکے ہو جسے نہ میں نگل سکتی نہ اگل سکتی ہوں۔"وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔۔

"تم کیا چاہتی ہو؟"عالیان نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"ایک وقت تھا جب میں اس دنیا میں تمہارے ساتھ خود کو سب سے زیادہ محفوظ سمجھتی تھی۔۔"وہ رکی۔۔

"اور اب میں تم سے ڈرتی ہوں اور نفرت بھی کرتی ہوں۔۔"وہ اسکی اس بات پر عجیب طرح سے مسکرایا۔۔ تھوڑا حیران بھی ہوا۔

"نفرت کی تو سمجھ آتی ہے مگر ڈرنے والی بات ہضم نہیں ہوئی۔۔"اس نے ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔

"تمہاری حرکتیں عالیان۔۔وہ ایسی ہیں کہ تم سے ڈرا جائے۔۔"

"یو نو واٹ۔۔تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔۔"اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"حقیقت تم جیسے لوگوں کو انسلٹ لگتی ہے۔۔"اب وہ بھی طنزیہ مسکرائی۔۔

"ایک بات غور سے سننا۔۔مانا کہ میں شریف انسان نہیں ہوں لیکن۔۔"وہ تھوڑا آگے ہوا۔۔"احمد عالم کی بیٹیوں کے لیے میں شریف انسان ہوں کم از کم تم لوگوں کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔۔ایسے الفاظ کا چناؤ کرو جو مجھے تکلیف نہ دیں انابیہ۔۔"وہ اس کے اس جملے پر خاصا شرمندہ ہوئی۔۔

"اس میں برا ماننے والی بات نہیں ہے عالیان تم جان کر مجھے اپنی فضولیات دکھاتے تھے۔۔دکھاتے تھے نا؟؟"

"تمھارا اشارہ میرے سوشل میڈیا کی طرف ہے۔۔۔تو ہاں میں جان بوجھ کر تمہیں اپنی ہر پوسٹ پر ٹیگ کرتا تھا۔۔جانتی ہو کیوں؟؟"وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

"کیوں؟؟"اس کی آواز بمشکل نکلی۔۔

"تاکہ انابیہ میڈم تم خود شادی سے انکار کردو۔۔"وہ پھر رکا۔۔"مجھے تم سے شادی نہیں کرنی۔۔۔مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔۔"یہ تو وہ جانتی تھی اسی لیے اسکے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا وہ سنجیدہ تھی۔

"تم جانتے ہو میں انکار نہیں کرسکتی۔۔"

"میں بھی۔۔تم جانتی ہو میں اسپیشل تم سے فیس ٹو فیس بات کرنے کے لیے آیا ہوں تمہارے دل سے مجھ سے شادی کرنے کا خیال نکالنے کے لیے کیونکہ ڈیڈ مجھے پریشرائز کرتے ہیں لیکن یہاں آکر تو میں خود سرپرائز ہوگیا یہ جان کر کہ تمہیں تو واقعی میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے مجھ میں۔۔ہے تو بس نفرت۔۔"وہ بول رہا تھا اور وہ سن رہی تھی۔۔

"تم شادی ہی نہیں کرنا چاہتے یا مجھ سے نہیں کرنا چاہتے؟"انابیہ کی تفتیشی نگاہیں اس کے دودھ جیسے سفید چہرے پر تھیں۔

"میں اپنی اکیلی زندگی سے بہت خوش ہوں شادی بوجھ ہے۔۔میں تم سے تو کیا کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتا نہ کروں گا اکارڈنگ ٹو می یہ ایک فضول عمل ہے۔۔۔ہاں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اور ردا بہت خوبصورت ہو اور تم میری اچھی دوست ہو بھلے تم مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتی۔۔"شرارتی مسکراہٹ لئے وہ چہرہ پھیر گیا تھا جبکہ بیا نے دانت پر دانت جمائے۔۔ردا کا نام اسکے منہ سے سن کر اسکا دل کیا اسکا منہ ہی توڑ دے۔

"ابھی اگر ردا یہاں ہوتی تو تمھاری ٹانگیں سلامت نہ ہوتیں۔۔"اس نے اسکی آخری بات کو بلکل نظرانداز کیا۔۔عالیان کا قہقہہ گونجا تھا۔۔

"قسم سے میں اس سے بہت ایمپریس ہوا ہوں۔۔کافی بدل گئی ہے۔۔"اس نے آنکھ کو ونگ کرتے ہوئے کہا۔۔وہ کچھ نہ بولی کچھ پل خاموش رہی۔

"تم پڑھو انابیہ تم پڑھنا چاہتی ہو نا اپنی زندگی اپنی مرضی سے جیو۔۔مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے میرے بارے میں یہاں کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ایک وعدہ کرتا ہوں تم سے۔۔۔وہ یہ کہ میں واپس جا رہا ہوں۔۔"بیا نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔"اور ایم بی اے کر کے آؤں گا یا شاید تب بھی نہیں مجھے یہ ملک پسند نہیں ہے میں وہاں بہت خوش ہوں۔مجھے یہاں سکون نہیں ملتا میں بہت سٹریس میں آجاتا ہوں۔۔جب تمہاری پڑھائی مکمل ہو جائے گی میں تب واضح طور پر سب کو بتادوں گا کہ ہم شادی نہیں کر رہے۔۔ابھی سب کو ایسے ہی سمجھنے دو جیسے وہ سمجھ رہے ہیں ورنہ یہ سب مجھے واپس نہیں جانے دیں گے۔۔تم اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارو۔۔۔"وہ کچھ پل اس کے چہرے پر سے اپنی حیرت زدہ نظریں نہیں ہٹا سکی۔وہ فون پر کچھ اور سامنے کچھ اور تھا۔

"اور تم یہ احسان مجھ پر کیوں کر رہے ہو؟؟"انابیہ نے تفتیشی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کچھ زیادہ ہی ایکسٹرا نفرت کر رہی ہو تم مجھ سے میں اب اتنا بھی ڈیزرو نہیں کرتا۔۔"اس نے خفگی سے کہا تو وہ اگلے پل ہی وہ رخ پھیر گئی۔

"آئی ایم سوری۔۔۔"وہ نظریں گملے پر مرکوز کئے بولی۔۔

"اٹس اوکے۔۔۔سوری تم پر جچتا نہیں ہے۔۔"وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بابا کو اتنا پتہ ہے کہ تم پر امریکہ کے ماحول کا کچھ اثر ہوا ہے انہیں لگتا ہے میں تمہیں بدل سکتی ہوں۔۔"اس کی یہ بات سنتے ہی عالیان کا ایک زوردار قہقہہ گونجا۔۔۔

"سیریسلی!!"وہ اب بھی ہنس رہا تھا۔۔"یہ تمہارا کام نہیں ہے انابیہ۔۔"

"بلکل یہ میرا کام نہیں ہے۔۔ہدایت انکو ملتی ہے جو ہدایت کی چاہ کرتے ہیں۔۔ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔اور وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔۔"یہ کہہ کر وہ پلٹی اور پھر رکی۔۔ "اپنی بات پر قائم رہنا مسٹر عالیان۔۔۔" اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا جس پر عالیان نے سر اثبات میں ہلایا اور وہ چلی گئی۔

"میں خود کو تمہارے قابل نہیں سمجھتا انابیہ بلکہ تم تو کیا کسی بھی اچھی اور نیک لڑکی کے قابل نہیں سمجھتا۔۔ بس مجھے محبت نہ ہو۔مجھے محبت سے نفرت ہے۔"ایک تلخ مسکراہٹ اسکے چہرے سے ہو کر گزری۔۔وہ کافی دیر وہیں کھڑا رہا۔۔

ہر سمت محبت ہو گی اور محبت کی بات ہو گی
تم میرے ساتھ ہو گی تو کیا ہی بات ہو گی

اس حسین رات میں جو تم بھی آجائو
توکیا ہی بات ہو گی کیا ہی رات ہو گی

نہ میری ذات ہو گی نہ میری بات ہو گی
بس تمہاری زات ہو گی تمہاری بات ہو گی

نہ ہمیں دنیا کا غم ہو گا نہ اسکی بات ہو گی
بس اک چاند ہو گا اور تمہاری بات ہو گی۔

بس میں تمہارا اور تم میری ہو گی
ایسا میرا نصیب ہو تو کیا ہی بات ہو گی

تب میری جیت ہو گی نہ کوئی مات ہو گی
بس اک حسین رات ہو گی اور کیا ہی بات ہو گی

"محبت کیا ہوتی ہے؟؟؟"
"زندگی۔۔"

آسمان پر رات نے سیاہ پر پھیلا لیے اور چاند نے اپنا سفید نورانی مکھڑا دکھایا جس کے نور کی پھوار تلے وہ دونوں بیٹھے تھے۔ایک آسمان پر نور برساتے چاند کو دیکھے اور دوسرا اپنے سامنے بیٹھے چاند کو دیکھے۔رات گہری تھی خوبصورت تھی۔رات کا آسمان چاند کی روشنی اور ٹمٹماتے ہوئے تاروں سے جگمگا رہا تھا۔چاند خوش تھا کہ آج وہ تنہا نہیں اس کے ارد گرد ستارے ہی ستارے تھے جو اسکی تنہائی بانٹ رہے تھے اسکی خوشی کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ دونوں بھی تنہا نہیں تھے وہ بھی ساتھ اسی خوبصورت آسمان کے نیچے بیٹھے تھے۔تو آئو! ذرا چاند کی باتیں کریں یا چاند سے باتیں کریں۔۔کچھ اپنی کہیں تو کچھ اس کی سنیں۔وہ ہتھیلیوں پر چہرہ ٹکائے سامنے بیٹھی لڑکی کی آنکھوں میں کھویا ہوا تھا جو آسمان سے بے آواز باتیں کر رہی تھیں جو چاند کو اپنی محبت کی داستان سنا رہی تھی۔نرم ہوا انکو چھو کر گزر رہی تھی اسکو خود پر رشک آ رہا تھا۔۔رات کی مہک ہوا میں ہر سو پھیل رہی تھی۔

"اس خاموش رات کے آسمان میں چاند تیر رہا ہے اور ستارے اس کے ارد گرد جھوم رہے ہیں۔۔کیا خوبصورت منظر ہے!!اور تم یہ نظارہ چھوڑ کر مجھے دیکھ رہے ہو۔۔کتنے بد نصیب ہو تم۔۔"انابیہ نے نظروں کا رخ اسکی جانب کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مجھ سے زیادہ کوئی خوش نصیب ہو گا؟؟تم میرے سامنے بیٹھی ہو میرے لیے اس سے زیادہ خوبصورت اور حسین منظر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔۔"کیا انداز تھا محبت کے اقرار کا جو اس نے کیا تھا۔

"تم تھکتے نہیں ہو؟؟"

"میں ساری عمر بھی تمہیں دیکھنے میں صرف کر دوں تب بھی تھکوں گا نہیں"۔۔وہ اپنا ہاتھ نرم گھاس پر پھیر رہی تھی۔

"کیا تم چاند سے باتیں کرتے ہو؟؟"وہ پھر آسمان پر چاند کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں کبھی کبھی کرتا ہوں۔ لیکن مجھے لگتا ہے وہ مجھ سے ناراض ہے۔۔"

"کیوں بھلا؟؟"

"کیونکہ میں نے اس سے کہا کہ تم اس سے زیادہ خوبصورت ہو۔۔۔" کبیر نے ایک پل بھی اس سے نظر نہیں ہٹائی تھی۔

"اور تم نے کیوں کہا ایسا؟ وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے سمجھے۔۔" انداز تنبیہی تھا۔اسے برا لگا تھا کیونکہ چاند اس کا دوست تھا۔

"میرے لیے خوبصورت وہ ہے جو میرے سامنے ہے چاند مجھ سے بہت دور ہے۔۔" کبیر نے اسکی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے چاند کو دیکھا اور پھر اسکو۔۔ "مجھے اس سے جلن ہو رہی ہے میں تمھارے سامنے بیٹھا ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر اسے دیکھے جا رہی ہو۔۔۔" اس نے خفگی کا اظہار کیا۔ انابیہ نے حیرت سے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا اور پھر مسکرانے لگی۔

"اسے بھی تو مجھ سے جلن ہو رہی ہے نا کہ وہ آسمان پر چمک رہا ہے اور تم اسے چھوڑ کر مجھے دیکھے جا رہے ہو۔۔"

"جلنے دو اسے۔۔" اور پھر رک کر بولا۔۔ "اٹھو بیا میں تمھارے ساتھ اس نرم گھاس پر ننگے پیر چلنا چاہتا ہوں۔۔" وہ اس کی بات سنتے اسکے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور یونہی گھاس پر ننگے پیر ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

"کیا میں تمھارا ہاتھ پکڑ سکتا ہوں؟؟" انابیہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بس اپنے ہاتھ سے اسکا ہاتھ پکڑے وہ خاموشی سے قدم بہ قدم اس کے ساتھ چلنے لگی۔۔ان دونوں کے چہروں پر انوکھی مسکراہٹ تھی جو ہر محبت کرنے والوں کے چہرے پر ہوتی ہے۔

"میرا دل کرتا ہے کہ تم یونہی ساری عمر میرے ساتھ رہو۔۔اور میں ہر رات تمہارا ہاتھ پکڑے کھلے آسمان کے نیچے چلتا رہوں۔۔۔"اس نے جیسے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اور پھر؟؟"

"پھر کیا۔۔جب ہم چلتے چلتے تھک جائیں تو ایک گھنے سے درخت کے نیچے بیٹھ جائیں گے۔۔"

"پھر؟؟"

"پھر ہم اس درخت کو اپنی محبت کا قصہ سنائیں گے۔۔"

"درخت کو؟؟"اس نے پہلے تو بے یقینی سے اس پاگل کو دیکھا اور پھر زور زور سے ہنسنے لگی۔۔

"ہنس کیوں رہی ہو؟؟"ہنس وہ بھی رہا تھا۔۔۔انابیہ مزید ہنسنے لگی۔وہ ہنس ہنس کر دوہری ہو رہی تھی۔۔ دور سے ایک تیز طوفان انکی طرف بڑھ رہا تھا وہ انکے قریب آرہا تھا لیکن وہ دونوں مسلسل مسکرائے جا رہے تھے انکا دھیان ہی نہیں تھا اتنے میں وہ انکے بلکل قریب آگیا۔۔کبیر کی آنکھوں میں تیز ہوا کی وجہ سے مٹی چلی گئ وہ اپنے ہاتھوں سے آنکھوں کو ڑگڑ رہا تھا۔۔پھر اس نے دیکھا کہ بیا کا ہاتھ اسکے ہاتھ میں نہیں تھا طوفان اور تیز ہوا۔۔

"بیا!!!کہاں ہو تم؟؟"وہ بمشکل آنکھیں کھولے اسے پکار رہا تھا۔۔ مٹی اسکے گلے تک میں چلی گئ۔

"بیا؟؟"اسکی آواز کم تھی وہ مسلسل کھانس رہا تھا۔طوفان کم ہوا اور اسے وہ دور جاتی ہوئی دکھائی دی۔

"رکو بیا۔۔"وہ تیزی سے اسکی طرف بھاگا۔۔وہ جانتا تھا کہ وہ اسکی آواز سن سکتی تھی وہ پورا زور لگا کر چیخا تھا۔۔طوفان پھر آیا۔۔

"تم کیوں جا رہی ہو مجھے چھوڑ کر رک جائو۔۔۔"طوفان اسے آگے نہیں بڑھنے دے رہا تھا۔۔وہ پھر بھی بڑھ رہا تھا لیکن وہ ایک دفعہ بھی نہیں رکی نہ اس نے پیچھے مڑ کے اسے دیکھا۔۔

"اگر تم گئی تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔۔رک جائو پلیز!!"اس طوفان میں اسکے آنسو نہیں دکھ رہے تھے۔۔وہ ٹھوکر کھا کر زمین پر منہ کے بل گرا لیکن وہ نہیں رکی وہ جا چکی تھی۔

یکدم اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔وہ اپنے بیڈ پر تھا۔چاروں طرف اندھیرا تھا۔کمرے میں اے۔سی کی ٹھنڈک تھی۔اس نے سائڈ لیمپ آن کیا۔ہر طرف خاموشی تھی صرف ایک آواز تھی اسکی تیز تیز سانس لینے کی آواز۔اسکے دل کی دھڑکن کی رفتار تیز تھی۔اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا وہ مکمل بھیگا ہوا تھا اسے گرمی نہیں لگ رہی تھی اسے خوف تھا۔۔اس نے جگ میں سے گلاس میں پانی انڈیلا اور اسے لبوں سے لگا کر غٹا غٹ پی گیا۔

"یہ کیسا خواب تھا؟؟"وہ اٹھ کر کھڑکی کی طرف بڑھا اسے گھٹن ہو رہی تھی۔۔سلائڈنگ ونڈو کا شیشہ ہٹا کر وہ چاند کو دیکھنے لگا۔۔آسمان صاف تھا کوئی طوفان نہیں تھا بس ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا تھی۔۔وہ آج سے پہلے اتنا پریشان کبھی نہیں ہوا تھا جتنا آج ہو رہا تھا کیونکہ آج سے پہلے اسے ایسے خواب نہیں آئے۔وہ اسی طرح کھڑا رہا۔اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔

"سب سے خطرناک چیز کیا ہوتی ہے؟؟؟"

"جدائی۔۔"

ایک اور دن طلوع ہوا سورج کی روشنی احمد صاحب کے گھر پر پڑ رہی تھی سب اپنی اپنی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ناہیدہ بیگم کچن میں پراٹھے بنا رہی تھیں جن کی خوشبو پورے گھر میں پھیل رہی تھی۔۔احمد صاحب صوفے پر بیٹھے اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔۔ردا ناک چڑھائے ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھی آج اسکی چھٹی تھی

لیکن اسے صبح ہی صبح جگا دیا گیا تھا بقول اسکی ماما جان کے انکے گھر مہمان آیا ہوا تھا۔ بیا اور منو کمرے میں تیار ہو رہی تھیں کیونکہ ان بد قسمتوں کی چھٹی نہیں تھی۔۔

"ردا جائو اوپر سے عالیان کو بلا لائو ناشتے کے لیے۔۔۔" ناہیدہ بیگم پراٹھا توے پر ڈالتے ہوئے بولیں جبکہ ردا کے تو سر پر جیسے بم کا گولہ لگا ہو۔

"اتنی صبح وہ اٹھ ہی نہ جائے آوارہ کہیں کا۔۔" لفظ آوارہ اس نے آہستہ بولا تھا جو ناہیدہ نے نہیں سنا تھا۔

"وہ صبح جوگنگ پہ گیا تھا جاگ رہا ہے جائو بھی۔۔۔" وہ پیر پٹختی کچن سے نکل گئی۔ اس کے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر اس نے گہرا سانس لیا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔

"یسسس۔۔۔" عالیان کی آواز گونجی یعنی وہ واقعی جاگ رہا تھا۔۔ دروازہ صرف بند تھا وہ لاکڈ نہیں تھا مگر وہ اندر نہیں گئی۔

"ماما ناشتے کے لیے بلا رہی ہیں۔۔" وہ باہر سے ہی تیز آواز میں بولی۔ واپس جانے کے لیے پلٹی ہی تھی پھر اسکی آواز پر رکی۔

"سوری میں نے نہیں سنا اندر آ کر بتائو۔۔۔" ایسی بات پر ردا کا تو مانو خون کھول گیا ہو۔

"میرا کام تھا بتانا اور میں نے بتا دیا۔۔۔" وہ اب بھی باہر سے ہی بولی تھی۔

"ٹھیک ہے مت آئو میں بھی نہیں آ رہا کہہ دوں گا کہ کوئی بلانے نہیں آیا پھر خالہ جان کتنا غصہ ہوں گی چچ چچ۔۔۔" اسکا دل کیا دروازے کو لات دے مارے لیکن ماما جان اففف۔۔ پھر خود کو کمپوز کرتی دروازہ کھولنے لگی۔۔ دروازہ کھولتے ہی اسکو ٹھیک اپنے سامنے ہی کھڑا دیکھ کر اسکا دل حلق میں آ کر دوبارہ اپنی جگہ گیا۔۔ وہ غالباً نہا کے نکلا تھا۔۔ بال گیلے تھے جو اس کے ماتھے پر چپکے ہوئے تھے۔۔ بلیک ٹریک سوٹ پہنے لبوں پر

شرارتی مسکراہٹ لیے کھڑا وہ شخص اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بلکل نارمل انداز میں دیکھ رہا تھا لیکن ردا کو اس کا دیکھنا ہمیشہ عجیب والا دیکھنا ہی لگتا تھا۔

"ماما ناشتے پہ بلا رہی ہیں۔۔" وہ اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے بولی۔

"یہ تو میں سن چکا ہوں۔۔" ڈھیٹ کہیں کا۔۔

"تو میرا میٹر گھمانے کی کیا ضرورت تھی پھر۔۔" اس کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ چہرے پر بھی تپش واضح تھی۔

"کتنی دیر ہے ناشتے میں؟" کہتے ہی وہ چوکھٹ سے ٹیک لگا گیا اور بازو سینے پر لپیٹے اسے دیکھتا رہا۔

"بس تھوڑی۔۔۔ آپ نیچے آجائیں۔۔" جان چھڑانے کے انداز میں کہتے ہی وہ پلٹنے لگی پھر اس کے اگلے حکم پر رک گئ۔

"میں پہلے ایک گلاس فریش جوس پیوں گا۔۔" ردا کو اسکی مسکراہٹ سخت زہر لگ رہی تھی اس سے بھی زیادہ اس کا دیکھنا۔

"میں کوئی آپکی نوکرانی نہیں ہوں سمجھے۔۔۔" سرد برفیلی آواز تھی اس کی۔

"اوکے تم جاؤ تمہارا یہ جملہ ٹھیک ایسے ہی میں خالہ تک پہنچادوں گا۔۔" وہ کندھے اچکا کر ڈھٹائی سے بولا۔

"یہ بار بار آپ مجھے انکی دھمکی کیوں دے رہے ہیں؟؟"

"کیونکہ تم سوائے انکے اور چھپکلی کے اور چوہے کے اور کاکروچ کے اور ہاں انابیہ کے۔۔ کسی سے نہیں ڈرتی۔۔" بچپن میں وہ جن جن چیزوں سے ڈرتی تھی عالیان نے ایک ہی جملے میں سب کا ذکر کر ڈالا۔۔ ردا کا چہرہ اب مارے خفت اور غصے کے سرخ ہونے لگا تھا۔

"لاتی ہوں۔۔" وہ لمبے ڈگ بھرتی وہاں سے گئ ایک فاتحانہ مسکراہٹ عالیان کے چہرے پر بکھر گئ۔

کمرے سے کچن تک کے راستے تک وہ خود کو ڈھیروں لعنتیں دیتی گی کہ بچپن میں چھپکلی، چوہوں اور اپنی ماں کے ڈر سے وہ کیوں اس کے پاس چلی جاتی تھی۔

وہ اب ایک ہاتھ میں جوس کا گلاس پکڑے واپس آئی۔ کمرے کا دروازہ ویسے ہی کھلا تھا۔۔

"لے آئی میں جوس۔۔" وہ اب بھی اندر نہیں آئی تھی۔۔عالیان شیشے کے سامنے کھڑا کلائی میں گھڑی پہن رہا تھا پھر اسکی طرف گھوما۔

"تو اندر بھی لے آئو میں جانتا ہوں گلاس اڑ کے نہیں آئے گا۔۔"اس بار لہجہ سپاٹ تھا۔

"بڑا ڈھیٹ ہے آکر خود نہیں لے سکتا۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔ یہ تو طے تھا کہ وہ اندر نہیں جائے گی اگر اس شخص کے چہرے پر یہ شاطر لڑکوں والی مسکراہٹ نہ ہوتی تو وہ شاید چلی بھی جاتی اس نے دروازے کے بائیں طرف پڑے آسٹول کو دیکھا اور پھر ایک عجیب انداز سے مسکرائی۔

"میں نے کہا نا میں آپکی نوکرانی نہیں ہوں۔۔"گلاس کو سٹول پر رکھ کر وہ بھاگنے کے انداز میں وہاں سے چلی گئ۔

"افففف اتنا شک !!!"وہ پورا زور لگا کر ہنسا تھا۔ پھر سٹول کی طرف بڑھا اور اس پر سے جوس کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا اور اگلے ہی لمحے وہ جوس اس کے منہ سے فوارے کی طرح پھوٹا۔۔

"آئے ہائے اتنا گندا ذائقہ۔۔ یا اللہ یہ لڑکی تو مجھے جان سے مار دینا چاہتی ہے۔۔"اس نے گندی سی شکل بناتے ہوئے گلاس واپس وہیں پر رکھ دیا۔"سبز آنکھوں والی خوبصورت بھوتنی۔۔ "حلق تک کڑوا ہو گیا تھا اس کا۔۔

"آپی اس انسان کا میں گلا دبادوں گی۔۔"عالیان کو جوس دینے کے بعد وہ سیدھا اپنے کمرے میں آئی۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟؟"انابیہ بیگ میں چیزیں ڈال رہی تھی تبھی ردا کو بھڑکتا ہوا دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"امریکہ سے آئے ہوئے بندر کی۔۔مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ رشتہ اسکا آپ سے طہ ہوا تھا منگنی آپ سے ہونی تھی اور فری وہ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔۔"غصے سے کہتے وہ بیڈ پر دڑز کر کے بیٹھ گئ۔

"وہ ہر لڑکی کے ساتھ ایسا ہی ہے ردا۔۔"وہ اسکی طرف گھومی اور اسٹڈی ٹیبل سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئ۔

"لیکن میں ہر لڑکی جیسی بلکل بھی نہیں ہوں اور منو کو تو گڑیا گڑیا کرتا رہتا ہے جیسے اسکی سگی بہن ہو اور مجھے تو ایسی گندی سی مسکراہٹ لئے دیکھتا ہے دل تو کرتا ہے بتیسی توڑ دوں۔۔ چچھورا نہ ہو تو۔۔۔"اس کی آواز بلند ہوئی۔۔

"ششششش۔۔آہستہ بولو کوئی سن لے گا اور ویسے بھی اگر اسے پتہ چلا نا کہ تم نے اسکے کیا اعلیٰ اعلیٰ نام رکھیں ہیں تو وہ تو بیہوش ہی ہو جائے گا۔۔۔"

"میری بلا سے پوری دنیا سنے۔۔رہی بات بیہوش ہونے کی تو اب تک میرا نمکین جوس پی کر تو واقعی ہو گیا ہو گا۔۔"ردا نے کہا تو انابیہ منہ کھولے اسے دیکھ کر رہ گئ۔

"تم نے اس کے جوس میں نمک ڈالا ہے کیا؟؟"وہ بے یقینی کے عالم میں بولی مگر ردا کو تو جیسے کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔۔

"شکر کریں زہر نہیں ڈالا۔۔اگر اب اس نے مجھے طعنے ماریں یا کوئی بھی بدتمیزی کی تو قسم سے میں اسکا لحاظ نہیں کروں گی۔۔"اس کا غصہ تو واقعی ساتویں آسمان پر تھا۔انابیہ کو اس کے ایسے رویے پر کبھی کبھی کافی حیرت ہوتی تھی۔

"ہاں ابھی تو جیسے بڑا کرتی ہو۔۔"اس کی آواز قدرے آہستہ تھی۔۔

"بس بس۔۔۔آکر ناشتہ کرلیں۔۔" کہتے ساتھ وہ اٹھ کر چلی گئ۔۔ بیااسے جاتا دیکھ رہی تھی اور پھر سر جھٹک کراپنے کام میں مصروف ہو گئ۔

"تو پھر کیا سوچا ہے تم نے عالیان؟؟" سب لوگ ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ احمد صاحب سر براہی نشست پر براجمان تھے تبھی انھوں نے اپنی ساتھ والی کرسی پر بیٹھے عالیان کو مخاطب کیا۔۔

"کس بارے میں چچا جان؟؟" اس نے نظریں اٹھا کرانکو دیکھا۔۔ انابیہ کے کان بھی انھیں کی طرف تھے مگر وہ نظریں پلیٹ پر جھکائے بیٹھی تھی۔

"اپنے اور بیا کے بارے میں۔۔۔اب آہی گئے ہو تو یہ ذمہ داری بھی پوری کرتے جائو۔۔" انابیہ کے چہرے پر گھبراہٹ واضح تھی۔۔ چہرے کا رنگ سفید پڑنے لگا تھا۔ ناجانے عالیان اپنی بات سے پھر ہی جائے۔ اس کی تو عادت ہے انابیہ سے کچھ اور کہتا ہے اور گھر والوں سے کچھ اور۔

"میں چاہتا ہوں کہ انابیہ اپنی سٹڈیز پوری کرلے میں بھی ایم بی اے کر کے آجائوں تو پھر ضرور۔۔۔" اسکے چہرے پر کوئی تاثرات نہیں تھے وہ بلکل ایزی تھا۔

"پڑھائی شادی کے بعد بھی ہوسکتی ہے۔۔۔" وہ ناشتہ کر چکے تھے اور اب رومال سے ہاتھ صاف کررتے ہوئے بولے۔

"بلکل مگر میں ابھی اپنی اسٹڈیز میں کوئی انٹرفیئر نہیں چاہتا۔۔ شادی کا کیا ہے وہ ہو ہی جانی ہے۔ آپ فکر نہ کریں شادی میں آپکی بیٹی سے ہی کروں گا۔۔" اسکی اس بات پر انابیہ نے نظریں اٹھا کر اسے گھورا۔

"جھوٹا!!" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"چلو جیسے تمہاری مرضی۔۔بھائی جان سے بات کی ہے؟؟" وہ کرسی پر تھوڑا پیچھے ہو کر بیٹھے۔انابیہ نے سکھ کا گہرا سانس لیا۔۔اس کے باپ نے کوئی زور زبردستی نہیں کی اور فوراً مان گئے۔

"جی میں ان سے یہ بات کر چکا ہوں انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔"

"اور واپسی کب ہے تمہاری؟؟"

"بس کچھ اور دن آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گا اور پھر کچھ دن ڈیڈ کے ساتھ پھر واپس امریکہ۔۔ویسے مجھے لگتا ہے کہ کوئی ہے جس کو میرے یہاں آنے کی خوشی نہیں ہوئی۔۔۔" یہ آخری جملہ اس نے ردا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ردا نے ایک نظر اسے گھورا اور پھر چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

"کس کی بات کر رہے ہو بھلا؟؟" اس بار ناہیدہ بیگم نے پوچھا تھا۔

" ردا۔۔" اس نے ڈائریکٹ بولا۔۔جبکہ ردا بیچاری کو چائے پیتے ہوئے ایک دم اچھو لگی۔۔اسے اتنے ڈائریکٹ اپنا نام لیے جانے کی توقع نہیں تھی۔۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں ردا کچھ کہا ہے تم نے؟؟" ناہیدہ تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورتے ہوئے بولیں۔

"نن-- نہیں مذاق کر رہے ہیں یہ عالیان بھائی۔میں نے تو کچھ نہیں کہا۔۔" اور پھر دانت پر دانت جماتے ہوئے بولی۔۔" بتائیں نا انکو کہ آپ مذاق کر رہے ہیں۔۔"

" بلکل نہیں میں سنجیدہ ہوں خالہ۔۔۔" ردا ایک دم بوکھلا کر رہ گئی جبکہ انابیہ چائے میں چمچ ہلاتے ہوئے دبی دبی ہنس رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے تنگ کر رہا ہے جیسے بچپن سے کرتا تھا۔۔ہاں لیکن یہ الگ بات ہے کہ اب ردا کو اسکا تنگ کرنا بلکل پسند نہیں تھا۔۔ان دو سالوں میں اسکے حوالے سے ردا کی رائے اب کافی بدل چکی تھی۔۔

"کیا کہا ہے اس نے؟؟" ناہیدہ عالیان کے معاملے میں کافی سیریس تھیں۔

"بہت کچھ کہا ہے اس نے خالہ مجھے۔۔ کیا بتاؤں۔۔" ڈرامائی انداز سے بولا اور پھر ایک نظر ردا کے چہرے کو دیکھا جسکے رنگ ڈھنگ اڑ گئے تھے۔۔ اور پھر منہ کھول کر ہنسنے لگا۔۔ "مذاق کر رہا ہوں۔۔اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔۔ میں اسے تنگ کر رہا تھا بس۔۔ بلکہ اس گھر میں سب سے زیادہ خوشی ہی ردا کو ہوئی ہے میرے آنے کی۔۔۔" ردا نے سکھ کا گہرا سانس لیا اور پھر زبردستی مسکرا دی لیکن یہ آخری بات اسکے لیے پھر طنز تھی۔ وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"گھٹیا امریکہ میں رہنے والا اصلی افریقہ کا بندر۔۔" یہ اسکی دل کی آواز تھی۔

"تم بھی نا عالیان خوامخواہ میری بچی کا خون سکھا دیا۔۔" احمد صاحب ہنستے ہوئے بولے جبکہ ردا اٹھ کر برتن سمیٹنے لگی۔۔

"چائے ٹھنڈی کر دی تم نے بچے۔۔" ناہیدہ اسکی چائے کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"میں کافی لوں گا خالہ چائے نہیں پیتا۔۔ ردا تم میرے لیے کافی لاؤ لیکن بنا چینی اور نمک کے۔" عالیان نے گہری مسکراہٹ لیے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ چینی کی تو سمجھ میں آتی تھی لیکن یہ نمک والی بات ناہیدہ بیگم کو کچھ ہضم نہیں ہوئی تھی جبکہ انابیہ نے ایک بار پھر اپنی ہنسی دبانے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ ردا نے ضبط سے آنکھیں بند کیں اور پھر کھول کر ہونٹوں سے جبراً مسکرائی اور سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔

وہ زارا کے ساتھ اس وقت اپنی کلاس میں بیٹھی تھی۔ انکی پہلی کلاس ختم ہو چکی تھی اور سر پڑھا کر جا چکے تھے۔ تقریباً باقی سٹوڈنٹس بھی جا چکے تھے بس کبیر اور عاصم دو لڑکوں کے ساتھ سامنے کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ زارا انابیہ سے مسلسل کچھ کہے جا رہی تھی لیکن وہ صرف سر ہلا رہی تھی جیسے وہ اسے سن رہی ہو

لیکن وہ مکمل طور پر سامنے کھڑے کبیر کی طرف کھوئی ہوئی تھی جیسے اسکے فری ہونے کا انتظار کر رہی ہو جیسے اسے کچھ کہنا ہو۔۔

"تم سن تو رہی ہونا؟؟" زارا نے اسے کھویا ہوا دیکھ کر پوچھا۔ جس پر اس نے پھر سر ہلایا۔۔ زارا نے اسکے کندھے پر ایک چت لگائی۔

"کیا ہوا سن تو رہی ہوں۔۔" وہ اپنا کندھا ملتے ہوئے بولی۔

"سارا دھیان تو تمہارا اسکی طرف ہے مجھے کیا خاک سن رہی ہو۔۔" وہ چڑھتے ہوئے بولی۔

"نہیں دراصل مجھے اس سے بات کرنی ہے۔۔" ابھی اس نے کہا ہی تھا کہ کبیر وہاں سے ایکسکیوز کرتا ٹھیک اسکے سامنے ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا۔

"بولو۔۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔۔ وہ بس حیرت سے اسے دیکھے گئ۔۔ وہ خاصا شرمندہ بھی ہوئی۔

"بولو بھی کب سے گھور رہی ہو جیسے کوئی بات کرنی ہو اب بولو میں سن رہا ہوں۔۔۔" اس کے کہنے پر وہ یکدم سیدھی ہوئی۔

"وائو کیا محبت ہے دیکھو فوراً سمجھ گیا کہ تمہیں اس سے بات کرنی ہے۔۔" زارا ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھے بڑی معصومیت سے بولی۔ جس پر کبیر چہرے پر مسکراہٹ سجائے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

"اوئے کباب میں ہڈی تم یہاں میرے پاس آئو۔۔" عاصم زارا سے مخاطب تھا اسکے ساتھ کھڑے لڑکے بھی جا چکے تھے۔۔

"اے۔۔ یہ سستے عاشقوں کی طرح مجھے مت پکارا کرو۔۔ یہ میرے پاس آئو کیا ہوتا ہے ہاں۔۔۔" زارا اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے تیز آواز سے بولی۔

"آئی مین میرے ساتھ آئو انکو بات کرنے دو نا۔۔" وہ گھبرا گیا تھا۔

"ہاں اب ٹھیک ہے کیری آن لو برڈز ہم آتے ہیں۔۔"زارا یہ کہتے ہی اسکے ساتھ چلی گئ۔

"کیا پاگل ہیں یہ دونوں؟؟"انابیہ انکو جاتا دیکھ کر بولی۔۔کلاس میں صرف وہی دونوں رہ گئے تھے۔

"مٹی ڈالو۔۔تم بتاؤ نا کیا بات کرنی ہے ٹینشن ہو گئ ہے مجھے تو۔۔"انابیہ نے اس کو اپنی طرف متوجہ پا کر ایک گہرا سانس لیا۔

"میرا کزن واپس آگیا ہے۔۔"کبیر کو رات والا خواب یاد آگیا وہ یکدم سنجیدہ ہوا تھا اسے انابیہ کی یہ بات کرنے کی توقع نہیں تھی وہ خاموش ہو گیا۔

"کیا ہوا؟؟"اس کی آواز پر وہ جیسے ہوش میں آیا تھا۔

"تمہارا فیانسی؟؟"

"فیانسی نہیں ہے وہ میرا۔۔"وہ تیزی سے بولی۔۔

"واٹ ایور۔۔۔مگر تم نے تو کہا تھا کہ وہ نہیں آئے گا پھر کیوں آگیا؟؟کیا کہا اس نے بابا کیا کہتے ہیں تمھارے؟؟"ایک ہی سانس میں اس نے اکٹھے سوال کر ڈالے۔اس کے چہرے پر خوف کی رمق انابیہ دیکھ سکتی تھی۔

"کام ڈاؤن کبیر کیا ہو گیا؟پوری بات تو سن لو۔۔"اس نے اسے ایک ہی سانس میں بولتے ہوئے روکا۔۔

"ہاں بتاؤ۔۔"اس کے چہرے سے پریشانی واضح دکھائی دے رہی تھی۔۔

"اس نے کہا ہے کہ وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔میں اپنی پڑھائی مکمل کروں پھر وہ سب کو بتا دیگا کہ اسے شادی نہیں کرنی۔"

"تمہیں یقین ہے وہ اپنی بات سے مکرے گا نہیں۔۔"کبیر کے دل کو تھوڑا اطمینان ہوا۔

"اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اول تو وہ آئے گا ہی نہیں اور جب وہ بابا کے سامنے انکار کر دیگا تو بابا نے کہیں تو میری شادی کرنی ہو گی نا تو میں انکو تمہارا بتا۔۔دوں۔۔۔گی۔۔"اس کی آخری بات پر وہ خود حیران ہوئی۔ جبکہ کبیر مسکرانے لگا۔

"فائن تم بتادینا میں لے آئوں گا اپنے گھر والوں کو۔۔ویسے تم نے مجھے یہ بڑی خوشی کی خبر دی ہے قسم سے۔۔"وہ تھوڑا آگے ہو کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا جس پر وہ کنفیوژ ہو گئ تھی۔۔وہ تھوڑا خاموش رہی۔اور پھر کافی دیر بعد بولی۔۔

"تم میرا انتظار کر سکتے ہو؟؟"اسکی آنکھوں میں امید تھی۔۔

"مجھے انتظار سے نفرت ہے۔۔لیکن پھر بھی کتنا؟؟ڈگری پورے ہونے تک کا؟؟"وہ واپس پیچھے ہوتے ہوئے بولا۔۔

"نہیں۔۔تب تک جب تک میں ایک کامیاب انسان نہیں بن جاتی جب تک میں بزنس کی دنیا میں قدم نہیں جمالیتی۔۔"یہ اس کی سب سے بڑی خواہش تھی۔۔

"یہ تو بہت دیر ہے بلکل نہیں۔۔میرا بس چلے تو ابھی موم کو لے آئوں تمھارے گھر مگر میں تمھارے لیے مشکلات کا سبب نہیں بننا چاہتا۔۔بزنس تم شادی کے بعد کرنا یقین کرو میں تمھارے لیے رکاوٹ کا باعث نہیں بنوں گا۔۔"

"بات رکاوٹ کی نہیں ہے میں اپنے بل بوتے پہ سب کرنا چاہتی ہوں۔۔"

"بلکل حیاتی تم سب اپنے بل بوتے پر ہی کرنا میں صرف تمہیں موٹیویٹ کروں گا۔۔"وہ ہنوز مسکرارہا تھا جبکہ بیا کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔۔پھر اسکی مسکراہٹ غائب ہو گئ۔۔

"دراصل میں بہت ڈر گیا ہوں۔۔۔ تم مجھے کبھی چھوڑ کے تو نہیں جاؤ گی نا؟؟" وہ یکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔۔انابیہ نے بے چینی سے اسے دیکھا۔۔

"تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟؟" وہ اسکے چہرے پر اداسی دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"کیونکہ میں نے کل بہت برا خواب دیکھا تھا تم میرے ساتھ ہوتی ہو اور پھر مجھے طوفان میں تنہا چھوڑ جاتی ہو۔۔ تم میری منتیں کرنے کے باوجود بھی واپس نہیں آتی۔ میں دکھنے میں بھلے کمزور نہیں ہوں مگر میرا یہ دل تمھارے معاملے میں بہت کمزور ہے۔۔"

"لیکن وہ تو بس خواب تھا نا۔۔"

"ہاں وہ بس خواب تھا برا خواب۔۔انسان جس چیز کے بارے میں سارا دن ٹینشن لیتا ہے رات کو خواب میں بھی وہی سب دیکھتا ہے۔۔اب تو کوئی پرابلم نہیں ہے کوئی دیوار نہیں ہے ہمارے درمیان کوئی کانٹے نہیں ہیں۔۔اب تو تم میری ہو سکتی ہو۔۔"۔وہ اداسی سے مسکرایا۔۔

"کیا ایسا ہو گا؟؟" اسکی آواز دبی ہوئی تھی۔۔

"تمہیں میرے لیے ہی بنا گیا ہے۔ تم مجھے ہی ملو گی۔۔" وہ ایسے بول رہا تھا جیسے قسمت کے کاغذات پڑھ کر آیا ہو۔۔

"تمہیں یقین ہے؟؟" پتہ نہیں کیوں مگر اس کے دل میں کوئی ڈر سا تھا۔اسے اپنی قسمت پر ہمیشہ شک رہتا تھا۔۔اسے یقین کرنا نہیں آتا تھا۔

"یہ میری دعا ہے۔۔اس رب نے اگر ہمیں ملایا ہے نا تو وہ بہتر جانتا ہے کہ تمہیں کیسے میری زندگی میں شامل کرنا ہے بس تم اپنے رب پر بھروسہ رکھو۔۔" اسکی آواز میں نرمی تھی۔اسے یقین کرنا آتا تھا۔۔

"ایک بات پوچھوں؟؟" انابیہ آنکھوں میں چمک لیے اس سے پوچھنے لگی۔

"پوچھو؟؟"

"میں ہی کیوں کوئی اور کیوں نہیں؟؟" یہ سوال کبیر کو عجیب سا لگا لیکن جواب بہت آسان تھا۔۔

"جب تم ہو تو کوئی اور کیوں؟؟"

"اگر میں نہ ہوتی تو اور کوئی ہوتا؟؟"

"تمہیں ہونا تھا بیا۔۔ تم نہ ہوتی تو میں بھی نہ ہوتا۔۔ تمہیں اور مجھے ساتھ ہونا تھا۔۔ یہ پہلے سے طے تھا۔۔"

اب کی بار وہ جھینپ کر مسکرا دی۔۔

"تمہاری باتیں مجھے پاگل کر دیں گی۔۔" وہ نظریں اسکے چہرے پر سے ہٹاتے ہوئے بولی۔

"اور تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔۔" وہ اسکو نظریں چراتے ہوئے دیکھ کر مسکرایا۔

"جبکہ میں تم سے ایسی باتیں نہیں کرتی پھر بھی۔۔"

"تمہیں باتیں کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں ہے تمہاری یہ آنکھیں ہی کافی ہیں مجھے پاگل کرنے کے لیے۔۔" اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ کچھ نہیں بولی کیونکہ اسکی اس بات کا اس کے پاس واقعی کوئی جواب نہیں تھا وہ بس ہنسنے لگی تھی۔

"اب میں ایک بات پوچھوں؟؟" اس خاموشی کو توڑتے ہوئے وہ بولا۔

"پوچھو۔۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔

"کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟؟" کبیر نے آس بھری نگاہوں سے اس سے پوچھا۔ جسکا جواب دینے کی بجائے وہ نظریں چرا گئی کم از کم اس کا جواب وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نہیں دے سکتی تھی۔۔

"بتاؤ نا۔۔" وہ تجسّس کا شکار ہوتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"پتہ نہیں۔۔" وہ یہ کہتے ہوئے تھوڑا ہچکچائی۔۔۔وہ سر کو خم دے کر مسکرا دیا اور کچھ نہیں بولا۔۔ محبت کا اقرار اسکے لیے سب سے مشکل کام تھا وہ محبت کر تو سکتی تھی مگر اسکا اظہار وہ اسکے بس کی بات نہیں تھی۔۔

"پتہ نہیں سمجھتا کیا ہے خود کو۔ ایک دم سب کے سامنے میرا نام لے کر صبح صبح ہارٹ اٹیک ہی دینے لگا تھا۔۔" ردا اس وقت چھت میں موجود تھی۔ اس کے ہاتھوں میں پائپ تھا جس کے ذریعے وہ دیوار کے سامنے قطار میں پڑے گملوں کو پانی دے رہی تھی۔ آج کے دن گیلی مٹی کی خوشبو بھی اس کے موڈ کو خوش گوار کرنے میں ناکام رہی تھی۔

"منحوس کہیں کا!! بندر کہیں کا!! ایک دفعہ یہ یہاں سے چلا جائے سکون کا سانس لوں گی۔۔" وہ اس سے پہلے مزید کچھ بولتی تبھی اس کے عقب میں سے آواز گونجی۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔۔ کتنے اچھے اچھے ناموں سے مخاطب کرتی ہو تم مجھے۔۔" وہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی کیونکہ آواز سن کر مڑنے کے قابل تو رہی نہیں تھی۔ رہی بات پائپ کی تو وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔

"گھومو اس طرف۔۔" بس اس کے کہنے کی دیر تھی ردا روبوٹ کی طرح تیزی سے اس کی طرف گھومی۔ عالیان چوکھٹ سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"میں خالہ کو بتانے والا تھا کہ آپ کی بیٹی جس کا نام ردا احمد عالم ہے کتنی بد تمیز اور منہ پھٹ ہے۔" وہ اسی طرح کھڑی رہی اس بات سے بے نیاز کہ آس پاس کی زمین پائپ کے بہتے پانی سے گیلی ہو چکی ہے۔

"نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی کہ تم نے صبح میرے جوس میں نمک ملایا تھا جس کا ذائقہ میرے حلق سے اب تک نہیں جا رہا۔۔" اب کی بار وہ سختی سے بولا تھا۔ کہتے ساتھ وہ قدم اٹھاتے اپنے بائیں طرف جانے لگا۔ ردا کی نظریں اب اس کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھیں۔

"اور اب میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہیں بتایا میں نے کیوں؟" اس نے جھک کر نلکہ بند کیا جس کے ساتھ پائپ لگا تھا۔ کچھ ہی دیر میں پائپ سے پانی نکلنا بند ہو گیا۔ ردا نے آس پاس چھت کو دیکھا جدھر پانی ہی پانی جمع ہو گیا تھا۔

"مجھے بتانا چاہیئے تھا۔ افسوس۔۔" وہ سیدھا ہو کر سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔۔ "سب کے سامنے بھائی بھائی کرنے کے بجائے مجھے انہیں ناموں سے مخاطب کیا کرو تا کہ سب کو پتہ چلے کہ تم کتنی تمیز دار اور بااخلاق لڑکی ہو۔۔" پھر سے طنز اور اب کی بار ساتھ میں اس کے چہرے پر سجی تپا دینے والی مسکراہٹ جو ردا کو آخری حد تک تپانے کے لیے کافی تھی۔

"تاریخ گواہ ہے جو کام میں نے زندگی میں نہیں کیے ایک دفعہ تو ضرور کر کے دیکھتا ہوں۔ احسان۔۔ میں نے تم پر احسان کیا ہے جو میں نے کبھی کسی پر نہیں کیا۔۔" وہ اسے زچ کر رہا تھا اور وہ ہو رہی تھی۔

"گننا شروع کر دو۔۔ عالیان ناصر عالم کا تم پر پہلا احسان۔۔ گنتی یاد رکھنا کیونکہ ایک ایسا وقت آئے گا جب میں تم سے سود سمیت احسانات کا بدلہ مانگوں گا اور تمہیں بدلہ دینا ہو گا۔۔" ردا کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔ ہمت مجتمع کر کے وہ قدم اٹھاتے بلکل اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔۔

"تو جائیں سب کو بتا دیں جو بتانا ہے۔ جو کام کبھی کسی کے لیے نہیں کیا میرے لیے بھی نہیں کریں۔ براہ مہربانی مجھ پر احسان مت کریں۔۔" وہ اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چیلنجنگ انداز سے بولی تو عالیان کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"اور یہ میں اور تم دونوں جانتے ہیں کہ پھر خالہ تم سے کتنا ناراض ہوں گی۔ اتنا کہ شاید کچھ عرصہ تم سے بات کرنا بند کر دیں۔۔" اس نے تھوڑا جھک کر کہا تو ردا نے ایک قدم پیچھے کو لیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا ناہیدہ کو عالیان بہت عزیز تھا ان کی بیٹیوں سے بھی زیادہ۔۔

"میں نے منہ پر ٹیپ نہیں باندھ رکھی۔ بتاؤں گی انہیں کہ آپ کا بھانجا بہت بدتمیز ہے حد سے زیادہ۔۔" وہ لہجے میں مزید سختی لاتے ہوئے بولی۔

"ہاں بتا دینا جیسے انہوں نے تو تمہاری ہی ماننی ہے۔۔ ہینا۔۔" وہ پھر ہنسا تھا۔ اس سے بات کرنا پتھر پر سر مارنے کے برابر تھا۔ اس لیے وہ سر جھٹک کر وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتی چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی عالیان ہاتھ پر ہاتھ مارے زور زور سے ہنسنے لگا تھا۔

"وائو۔۔ مجھے اندازہ نہیں تھا اس پٹاخہ لڑکی کو تپانے میں اتنا مزہ آئے گا۔ ہونہہ تمیزدار لڑکی۔۔" اس نے یہ کہتے ہی نلکہ پھر سے کھول دیا تھا۔ فل سپیڈ میں نکلتا پانی چھت کو پھر سے گیلا کر رہا تھا اور وہ اسے ایسے ہی چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

ردا اپنے کمرے میں پہنچتے ہی سر پکڑے ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

"افف۔۔ پتہ نہیں کس منحوس کا چہرہ دیکھا لیا تھا صبح۔۔" بولتے ہوئے اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر لگے آئینے پر گئی تو اسے یاد آیا کہ اٹھتے ساتھ اس نے آئینے میں اپنا عکس ہی تو دیکھا تھا۔ دل تو کر رہا تھا شیشہ ہی توڑ دے پھر پیر پٹختی وہ بیڈ پر جا بیٹھی۔ کچھ ہی دیر میں اسے ناہیدہ بیگم کی اونچی آواز سنائی دی جو چھت سے آ رہی تھی۔۔ تیزی سے کمرے سے نکل کر اس نے سیڑھیوں کے پاس کھڑے کھڑے ہی پوچھا۔

"پانی کی دشمن لڑکی۔۔۔ نلکہ کیوں بند نہیں کیا پوری چھت گیلی کر دی۔۔۔ کام ڈھنگ سے کرنا نہیں ہوتا تو بگاڑا تو مت کرو۔۔" ان کے کہتے ہی اس نے سر پر ہاتھ دے مارا۔ نلکہ تو بند تھا۔۔

"بیڑا غرق ہو جائے عالیان تمہارا تو۔۔" اونچا اونچا بڑبڑاتے وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے اوپر چلی گئی اور اب اسے پانی کی اہمیت پر ایک بڑا سا لیکچر سننا تھا۔۔

"جو بھی کہو یار ایگزامز سر پر ہیں اور مجھے تو بڑی ٹینشن ہے۔" وہ چاروں ایک ساتھ گراونڈ میں آمنے سامنے بیٹھے تھے تبھی عاصم بڑی سنجیدگی سے پیپرز کی ٹینشن لیتے ہوئے بولا۔۔

"ٹینشن لینے سے بہتر ہے کہ پڑھ لو۔۔" زارا ناک پر چشمہ ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔۔

"یہ بھی الگ ٹینشن ہے کہ پڑھا بھی تو نہیں جاتا۔۔"

"اب اسکا تو ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے کیوں زارا۔۔" اس بار آواز انابیہ کی تھی۔

"بلکل ایسا ہی ہے۔۔" زارا نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ایگزام فوبیا ہے نا بیچارے کو۔۔ ایگزامز سے بڑا ڈرتا ہے۔۔" کبیر انگلیوں پر بال پوائنٹ کو بڑی مہارت سے گھماتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

"عاشق کسی چیز سے نہیں ڈرتے۔۔" عاصم اترا کر بولا۔۔

"کون ہے عاشق کہاں ہے عاشق دکھائی نہیں دے رہا۔۔" زارا انجان بنتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔ جبکہ عاصم ابرو اچکا کے اسکی یہ حرکت بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"چشمہ صاف کر لو پھر نظر آ جائے گا۔۔" وہ طنزیہ انداز سے بولا تو زارا فوراً سے اپنا چشمہ صاف کرنے لگی۔۔

"ابھی بھی نہیں دکھائی دے رہا قسم سے۔۔۔" وہ نہایت معصوم شکل بنائے بولی جبکہ انابیہ منہ پر ہاتھ رکھے دبی دبی ہنس رہی تھی۔۔

"ایک تم دونوں ہو جو ایک دوسرے کی محبت اشاروں میں سمجھ گئے اور ادھر میں لنچ پر بھی لے کر گیا آئسکریم بھی کھلائی کتنے جتن کیے ایون کہ بے عزت بھی ہوا ہوں اور پھر بھی لوگوں کو عاشق نہیں دکھائی دے رہا کمال ہے!" عاصم نے خفگی سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔۔

"کام تو سارے ملازموں والے کیے ہیں۔۔" انابیہ ٹھوڑی پر انگلی رکھتے ہوئے عاصم کو دیکھ کر بلا کی سنجیدگی لیے بولی۔اس کی اس بات پر زارا اچھٹ کر ہنسی تھی۔۔

"اسے ان سارے کاموں کی پریکٹس ہے۔پہلی بار تھوڑی نا کر رہا ہے۔" کبیر کی زبان کو بولتے بولتے ایک دم بریک لگی۔زارا نے سخت نظروں سے عاصم کو دیکھا اور پھر عاصم نے کبیر کو۔۔

"سمجھ گئی شک تو مجھے پہلے ہی تھا لیکن اب یقین ہو گیا ہے کہ میں پہلی لڑکی نہیں ہوں۔۔" وہ غصے سے عاصم کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"بلکل ٹھیک کہ رہی ہو۔پہلی لڑکی لائبہ تھی۔" وہ پھر بے دھیانی میں بولا۔عاصم بوکھلا کر زارا کو دیکھنے لگا اور پھر تنبیہی نگاہوں سے کبیر کو۔

(کمینے کو ویسے تو ایک بھی نام یاد نہیں ہوتا آج لائبہ کیسے یاد رہا ہے۔) وہ دل ہی دل میں کبیر کو سوا اعزازات سے نواز چکا تھا۔

"شرم تو نہیں آتی نا تمہیں۔۔" زارا افسوس بھرے لہجے میں عاصم کو دیکھ کر رہ گئی۔

"نہیں نہیں زارا یہ بکواس کرنے کی عادت ہے اس کو۔۔" وہ اپنا دفاع کرتے ہوئے بولا۔انابیہ نے ایک نظر کبیر کو دیکھا جس کی بتیسی کھلی ہوئی تھی تو رکھ کر نوٹ بک اس کے سر پر ماری۔۔

"آئوچ!!! یار مارا کیوں؟؟" وہ اپنا سر ملتے ہوئے کراہ کر رہ گیا۔۔

"کچھ تو شرم کرو کیوں بریک اپ کرانے پر تلے ہو۔۔دوست ہے وہ تمہارا۔" وہ لہجے کو سخت کرتے ہوئے بولی جبکہ کبیر عجیب سی شکل بنائے اسے افسوس سے گھورے جا رہا تھا۔۔

"ہاں تو اچھا ہے نا اس کے بھانڈے پھوڑ رہا ہے۔۔میں بھی تو جانوں کتنی لڑکیوں کا عاشق بنا پھرتا رہا ہے یہ۔۔" غصے سے اب اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔۔

"میری بات۔۔" وہ اب اپنی صفائی میں کچھ بولتا کہ زارا نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔

"خبردار جو مجھ سے بات کی۔۔منہ توڑ دینا ہے میں نے تمہارا۔" وہ نہایت غصے کے عالم میں بھڑکی۔عاصم نے خفگی سے کبیر کو دیکھا جو اب بھی اس کے حال پر ہنس رہا تھا۔جیسے ہی کبیر کی نظر انابیہ کی خود پر جمی سخت نظروں پر پڑی تو فوراً سے اسے اپنا دکھتا سر یاد آیا تھا۔۔

اسی دوران انابیہ کا فون رنگ کرنے لگا اس نے فون ہاتھ میں پکڑا اور ایک دم ٹھٹھک کر رہ گئی کیونکہ سکرین پر عالیان کا نام جگمگا رہا تھا۔اس نے کال آنسر کر کے کان سے لگایا۔۔

"میں باہر کھڑا ہوں آجائو۔۔" اس کا جملہ سنتے ہی وہ حیرت کا شکار ہوئی۔

"اچھا میں آئی۔۔" اس نے کال بند کی اور انکی طرف متوجہ ہو گئی۔"اوکے گائز میرا ڈرائیور آگیا ہے میں چلتی ہوں پھر ملیں گے۔۔" اس نے اٹھتے وقت ایک نظر کبیر کو دیکھا جو اسے دیکھتے ہی مسکرایا تھا۔وہ تینوں ویسے ہی بیٹھے تھے زارا منہ پھلائے، عاصم روندو شکل بنائے، کبیر بے غم اور وہ وہاں سے چلی گئی۔

"ایک تو اسکا ڈرائیور وقت کا بڑا پابند ہے۔۔" زارا اسکے جاتے ہی بولی۔۔

"زارا مجھے بیا کا نمبر چاہیے۔۔" کبیر نے زارا سے کہا۔۔

"واٹ؟؟" وہ کافی حیران ہوئی۔وہ کبیر کے ایسے مطالبے کے لیے بلکل تیار نہیں تھی۔

"فارسی نہیں بولی میں نے۔۔"

"آئی مین مجھ سے کیوں مانگ رہے ہو؟ اتنا وقت ہو گیا اور تمھارے پاس اسکا نمبر نہیں ہے۔۔ سٹرینج۔۔" وہ منہ کھول کر ہنسی تھی۔۔

"بس بس زیادہ کھی کھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے جتنا کہا ہے اتنا کرو۔۔" وہ بلکل نہیں ہنسا تھا۔۔

"اچھا دیتی ہوں پہلے میں اس سے اجازت لے لوں خوامخواہ مجھ پر غصہ ہو گی۔۔۔"

"تمہیں اس وقت اسکے غصے سے زیادہ میرے غصے کی پرواہ ہونی چاہیے۔۔۔ نہیں؟" کبیر ایک ابرو اچکاتے ہوئے بولا۔

"ایک منٹ! تم میرے سامنے زارا کو غصہ کر کے تو دکھائو۔۔" عاصم اسکی بات کے بعد تیزی سے بولا اور پھر رک کر زارا کو دیکھ کر سر جھکا گیا۔

"تم چپ کرو میں اپنی دوست سے بات کر رہا ہوں ہینا زارا؟" زارا نے گردن ہاں میں ہلائی اور زبانی کبیر کو نمبر بولنے لگی جسے وہ موبائل میں نوٹ کرنے لگا اور حیا تیتی کے نام سے سیو کر کے زارا کو دیکھ کر مسکرایا۔۔

"تھینک یو سو مچ چشمش تم واقعی بہت اچھی دوست ہو۔۔۔" زارا ابھی کھلکھلا کر مسکرا ہی رہی تھی کہ چشمش سن کر ایک دم سیدھی ہوئی۔ اور تیز نظروں سے اسے گھورنے لگی۔۔

"بدتمیز ہونہہ۔۔" جس پر وہاں بیٹھے کبیر کا قہقہہ گونجا۔

وہ تیز تیز قدم لیتی پارکنگ کی طرف آئی جہاں اس کی اپنی ہی گاڑی کھڑی تھی۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھی جہاں عالیان کالا چشمہ لگائے بیٹھا تھا اور اسے دیکھ کر ایک مسکراہٹ پاس کی۔۔ بجائے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولنے کے اس نے بیٹھنے کی غرض سے بیک سیٹ کا دروازہ کھولا کہ پھر اندر بیٹھی دو لڑکیوں کو حیرت

سے دیکھ کر وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔۔ مناہل دانت نکالے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ ردا کے منہ پر بارہ بجے ہوئے تھے۔۔

"تم دونوں کیا کر رہی ہو یہاں ؟؟" وہ انکو تیوڑیاں چڑھاتے ہوئے دیکھ کر بولی۔۔ اسکا لہجہ سخت تھا۔۔

"انابیہ سب یہاں کھڑے کھڑے ہی پوچھنا ہے بیٹھ تو جائو۔۔" عالیان گردن موڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے بولا۔۔ اس نے دروازہ زور سے بند کیا اور گھوم کر جا کر پیسنجر سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"یہ مجھے لینے کے لیے پورا ٹولا لانے کی کیا ضرورت تھی ؟؟" وہ ہاتھ سینے پر باندھے ڈرائیو کرتے ہوئے بندے کو گھور کر رہ گئی۔۔

"ایک سیکنڈ لیٹ می کلئیر۔۔۔ مجھے کوئی شوق نہیں تھا آنے کا میں زبردستی لائی گئی ہوں۔۔" یہ بات تو طے تھی کہ جب تک عالیان یہاں رہے گا ردا کا منہ ایسے ہی سوجا رہے گا۔۔

"اوہو آپی سیدھی طرح بولیں نا کہ ہمارا یہاں کباب میں ہڈی بننا آپ کو ہضم نہیں ہو رہا۔۔۔" منو شرارتی انداز سے کہنے لگی جس پر انابیہ نے گردن موڑ کر ایک تلخ نگاہ اس پر ڈالی جس پر وہ گردن نیچے کر گئی۔۔

"منہ تو بلکل بند کر کے بیٹھنا منو۔۔" وہ اسے غصے سے گھورنے لگی تبھی عالیان نے اسکی بات کاٹی۔۔

"خبردار جو میری گڑیا کو کچھ کہا تو۔۔ ویسے بھی ان دونوں کو میں ساتھ لایا ہوں۔"

"جو بھی ہے تمہیں بھی نہیں آنا چاہیے تھا۔۔" وہ دوبارہ آگے مڑتے ہوئے بولی۔۔

"مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔۔ اکیلے آنا مجھے مناسب نہیں لگا اس لیے انکو بھی ساتھ لے آیا ہوں۔۔"

"آہاں شکر ہے تھوڑی تہذیب تو باقی ہے تم میں۔۔" انابیہ نے ایک ابرو اچکاتے ہوئے کہا۔ عالیان نے ڈرائیو کرتے ہوئے گردن موڑ کر ایک غصیلی نظر اس پر ڈالی جسے وہ اگنور کر کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

اسی دوران انابیہ کے موبائل پر بیپ بجی جس پر ردا کا میسج تھا۔

"تھوڑا خیال کر لیں چغل خور ہمارے ساتھ ہی بیٹھی ہے ساری نیوز گھر جا کر دے دے گی کہ کتنے پیار سے بات کرتی ہیں آپ اس گھونسلے سے۔۔۔" لفظ گھونسلہ دیکھ کر وہ زور سے ہنسی۔۔

"گھونسلہ ہاہاہاہاہا۔۔" وہ پھٹ کر ہنسی اور پھر یکدم منہ پر ہاتھ رکھ کر سیدھی ہو گئی۔ جبکہ ردا کے تو ڈر کے مارے ہاتھ سے فون ہی گر گیا۔۔ عالیان نے ایک نظر انابیہ کو دیکھا اور پھر بیک ویو مرر کی مدد سے ردا کو جو جھک کر اپنا فون اٹھانے میں مصروف تھی لیکن اسکو سمجھ کچھ نہیں آیا تھا اور کندھے اچکا کر دوبارہ سامنے دیکھ کر ڈرائیو کرنے لگا۔

گاڑی میں تھوڑی دیر خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر اس خاموشی کو انابیہ کے اگلے سوال نے توڑا تھا جب عالیان نے گاڑی ایک ریسٹورنٹ کے سامنے روکی۔۔

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟؟" وہ اچنبھے سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"ریسٹورنٹ والوں کے برتن دھونے!! کم آن انابیہ یہاں کیوں آیا جاتا ہے۔۔" اس نے سن گلاسز اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کبھی ڈھنگ سے جواب نہیں دینا اس نے۔۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑا کر گاڑی سے اتری۔۔ عالیان اور مناہل آگے آگے چل رہے تھے اور انابیہ اور ردا انکے ٹھیک پیچھے۔۔

"ماما بابا کو پتہ ہے اس سب کا؟؟" داخلی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی اس نے ردا کے کندھے سے کندھا مارتے ہوئے رازداری سے پوچھا۔ ریسٹورنٹ میں رش نہ ہونے کے برابر تھی۔

"جی بلکل۔۔ بابا ویسے تو بڑی سختی کرتے ہیں اور اسکے ساتھ اتنی آسانی سے بھیج دیا۔۔ آئوچ!!!" ردا ابھی بول ہی رہی تھی کہ عالیان انکو دیکھنے کے لیے پیچھے مڑا تبھی ردا کا سر اسکے بازو سے زور سے ٹکرایا کہ اس بیچاری کا تو سر ہی چکرا گیا۔۔

"ہائے میرا سر کس کھمبے سے ٹکرا گئی ہیں؟؟؟" وہ اپنا سر مل رہی تھی تبھی سامنے عالیان کو دیکھ کر یکدم چپ ہو گئی۔۔ وہ اسکے بلکل ہی سامنے کھڑا تھا۔

"دیکھ کر تو چلو۔ زبان کی طرح آنکھوں کا بھی استعمال کر لیا کرو۔۔" وہ اسے سر پکڑے کھڑا دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔ انابیہ دونوں کو باری باری دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے کیوں ایک دم بریک لگا دی؟" اس نے سر پر سے ہاتھ ہٹایا۔

"ہاں تو تمہیں کس نے کہا ہے بلکل میرے ہی پیچھے چلنے کو۔۔" اسکی اس بات پر وہ خاصا شرمندہ ہوئی۔۔ اور پھر انکو آگے کر کے وہ خود انکے پیچھے چلنے لگا۔

"ہاں تو ڈیسائڈ ہوا کہ کیا کھانا ہے؟" وہ چاروں اب ریسٹورنٹ کے اندر آمنے سامنے ہو کر بیٹھ گئے۔۔ ایک طرف مناہل اور عالیان تھا اور انکے ٹھیک سامنے انابیہ اور ردا مینیو کارڈ ہاتھ میں پکڑے گم صم بیٹھی تھیں۔۔

"جی کر لیا ہے۔۔" بیا کارڈ پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے بولی۔۔

"منو دیکھو جھجکنے کی ضرورت نہیں ہے تم اپنے بھائی کے ساتھ آئی ہو۔۔۔"

ردا نے گردن موڑ کر انابیہ کو دیکھا اور سر نفی میں ہلانے لگی۔۔ "مجھے تو بہن سمجھتا نہیں ہے پتہ نہیں کن ہوائوں میں ہے۔۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

"ایکسکیوز می۔۔۔" اس نے ویٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور اسکے آنے پر اپنا آرڈر دینے لگا۔۔

"تھینک یو سو مچ بھائی۔۔واقعی میں آج بہت مزہ آیا۔۔" وہ چاروں کھانا کھا کر اب دوبارہ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے تبھی مناہل اسکا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی۔۔

"اٹس اوکے منو۔۔" یہ کہہ کر اس نے ایک نظر انابیہ پر ڈالی اور پھر ایک نظر مرر کے ذریعے پیچھے بیٹھی ردا پر۔۔

"لگتا ہے تمھاری ان دونوں بہنوں کو شکریہ کہنا نہیں آتا۔۔تم انکو بھی سکھا ؤ نا۔۔" نظریں انابیہ اور ردا پر مرکوز کیے وہ مناہل سے مخاطب تھا۔

"ہاں تو۔۔۔" ردا کچھ کہہ ہی رہی تھی کہ بیا نے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔"بہت شکریہ آپکا۔۔۔"اور زبردستی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسے دیکھنے لگی۔۔

"یہ ہوئی نا بات۔۔۔" یہ کہتے وہ سامنے سڑک کی طرف متوجہ ہو گیا جبکہ بیا اور ردا تو اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور کر رہ گئیں۔

اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر وہ گنگناتے ہوئے باہر نکلی۔اس کے ہلکے میک اپ کیے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔کالے بال کیچر میں ایک جوڑے کی شکل میں مقید تھے جسکی دو لٹیں سامنے چہرے پر گر رہی تھیں۔ اسکا ارادہ سیدھا سیڑھیاں اتر کر نیچے جانے کا تھا کیونکہ یہ کبیر کے واپس آنے کا وقت تھا تبھی راہداری سے گزرتے ہوئے اس کی نظر ساتھ والے کمرے پر ٹھہری۔بجائے سیڑھیاں اترنے کے وہ کبیر کے اس کمرے کی طرف بڑھ گئی جہاں وہ صرف پینٹنگ کرتا تھا۔اس نے دروازہ کھولا سامنے بہت ساری پینٹنگز تھیں لیکن

جویریہ کی نظریں جس پر ٹکی تھیں وہ سب سے منفرد تھی جس کو سب سے الگ رکھا گیا تھا۔ وہ چہرے پر بے پناہ غصہ لیے اس پینٹنگ کی طرف آئی اور کھڑے ہو کر اسے نفرت بھری نگاہوں سے گھورنے لگی۔ آج سے پہلے اسے کبھی کسی سے اتنی نفرت نہیں ہوئی تھی جتنی اسے ان آنکھوں سے ہو رہی تھی جن پر کبیر مر مٹا تھا۔ اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس پر پھیرنے لگی اور پھر اپنے لمبے ناخنوں کا رخ اس کی طرف کیا۔ اس کا بس چلتا تو اس لڑکی کی سچ میں اصلی آنکھوں کو اپنے ناخنوں سے نکال دیتی لیکن اصلی آنکھیں تو دور وہ اس کینوس پر بنی آنکھوں کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔۔ اس نے ایک دم اپنا ہاتھ روک کر پیچھے کیا۔

"نہیں نہیں جویریہ ابھی صحیح وقت نہیں ہے۔۔ اس بیوقوفی کی وجہ سے کبیر تم سے اور دور ہو جائے گا۔۔ بار بار وار کرنے سے اچھا ہے ایک ہی دفعہ میں ایسا وار کرو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ایک ہی دفعہ میں کچھ ایسا کروں گی کہ یہ آنکھیں تمہیں کبھی نہیں دکھیں گی کبیر کبھی نہیں۔۔" اسی دوران اسکے فون کی بیپ اسے واپس اپنی دنیا میں لائی۔ سر جھٹک کر اس نے فون کی سکرین اپنے سامنے کی جس پر فائزہ کا میسج تھا۔۔

"جب بھی فری ہو مجھے کال کرنا ضروری بات کرنی ہے تم سے۔۔" اس کے لب بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ فوراً اوکے لکھ کر اسے ریپلائی کیا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گئی اور وہاں سے نکل گئی۔ ابھی وہ نکلی ہی تھی کہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کبیر نے اسے دیکھا ایک لمحے کے لیے وہ گھبرا گئی اور پھر چلتے چلتے اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"آ گئے تم۔۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔۔" اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ تم کیا کر رہی تھی وہاں؟؟" اس نے آنکھوں سے اسی کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ۔۔ہاں خالہ نے کہا تھا کہ میں دیکھ لوں کمرہ صاف ہے کہ نہیں ورنہ نازو سے صاف کروالوں۔۔۔اس لیے دیکھنے گئی تھی۔۔" وہ سفاکی سے جھوٹ بولتی گئی۔

"ویل۔۔۔میں اپنے کمرے خود صاف کرتا ہوں۔۔ تمہیں یہ سب دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"اس کی بات سنتے وہ بمشکل مسکرائی۔

"اچھا چھوڑو۔۔ تم فریش ہو کر آجائو پھر ہم لنچ کریں گے ساتھ۔۔۔" اسے یہ کہتے وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے جانے لگی۔۔ کبیر سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ اس نے مڑ کر اس کمرے کو دیکھا اور پھر نیچے جاتی جویریہ کو اور پھر اسی کمرے کی طرف جانے لگا۔۔دروازہ کھولتے ہی اس نے ارد گرد نظر گھمائی کچھ گڑبڑ نہیں لگ رہی تھی۔ پھر اسی پینٹنگ کی طرف بڑھا۔۔ان آنکھوں کو دیکھتے ہی وہ سب بھول گیا اور اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔اس نے آگے بڑھ کر اس پینٹنگ کو اتار کر ہاتھوں میں لیا اور وہاں سے لے کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے جائزہ لیا کہ اسے کہاں لگانا چاہیے۔ پھر ایک نظر اپنے بیڈ کو دیکھا اور پھر اسکے سامنے دیوار کو۔

"پرفیکٹ پلیس!!!"اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی اور آگے بڑھ کر اسے دیوار پر لگانے لگا۔

احمد صاحب اپنے کمرے میں بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھے اپنی گھڑی اتارنے میں مصروف تھے۔۔وہ ابھی ہی آفس سے آئے تھے۔انکے چہرے سے پریشانی واضح تھی تبھی ناہیدہ بیگم ہاتھوں میں پانی کا گلاس پکڑے انکے سامنے کھڑی ہوئیں جسے انہوں نے شکریہ کہتے ہوئے اچک لیا۔ناہیدہ وہیں انکے ساتھ بیٹھ گئیں۔

"آپ پریشان لگ رہے ہیں کچھ ہوا ہے کیا؟؟" وہ انکے چہرے پر پریشانی دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔ احمد صاحب نے گلاس لبوں سے لگا کر دو گھونٹ پانی پیا اور گلاس وہیں سائڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔۔

"نہیں اتنا خاص کچھ نہیں ہوا۔۔" انھوں نے ناہیدہ کی طرف نہیں دیکھا مگر وہ انہیں کو دیکھ رہی تھیں۔۔

"تو اب آپ مجھ سے بھی چھپائیں گے۔۔ آپ چھپا سکتے ہیں مجھ سے؟" اتنی دیر میں یہ پہلی دفعہ تھا جب انہوں نے ناہیدہ کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔ انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ناہیدہ کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ وہ ایک دم ساکت رہ گئیں اور پھر انہیں دیکھنے لگی جبکہ احمد صاحب مسکرا رہے تھے۔

"میں نے تم لوگوں کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے نا بہت پابندیاں لگائیں ہیں نا۔۔ میں واقعی ایک برا شوہر اور برا باپ ثابت ہوا ہوں۔۔" نا جانے کیوں انکی آنکھیں نم ہونے لگیں تھیں۔ ناہیدہ کو سمجھ نہ آئی کہ آج وہ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔۔ وہ پچھلے کچھ دنوں سے ان میں تبدیلی محسوس کر رہی تھیں۔

"ایسا نہیں ہے آپ ایک بہت اچھے شوہر اور ایک بہت اچھے باپ ہیں۔۔ آپ نے کوئی زیادتی نہیں کی آپ نے ہمیشہ ہم سے محبت کی ہے اور یہ آپکی محبت کرنے کا طریقہ تھا۔ آپ صرف ہمیں پروٹیکٹ کرنا چاہ رہے تھے اور کچھ نہیں۔" وہ نہایت نرم لہجے میں بول رہی تھیں۔۔

"جو بھی کہو۔ میں نے ہمیشہ سے تمہیں اس گھر میں قید رکھا ہے۔۔ صرف ایک شخص کے ڈر سے۔۔" آخری جملہ انہوں نے بہت نفرت سے ادا کیا تھا۔ "میں ایک رات سکون سے نہیں سو سکتا۔ ہر پل مجھے لگتا ہے میرے گھر کی دیواریں اتنی کچی ہیں کہ کوئی بھی انہیں پار کر کے آسانی سے داخل ہو سکتا ہے۔ مجھے خوف آتا ہے ناہیدہ۔۔" احمد اپنا خوف کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے ناہیدہ پر بھی نہیں وہ خود کو ہر وقت مضبوط دکھاتے تھے لیکن کچھ دنوں سے انہیں واقعی ڈر لگ رہا تھا۔

"مت سوچا کریں اتنا اپنی طبیعت کا بھی پتہ ہے آپ کو اور ویسے بھی اس نے اپنا بدلہ لے لیا ہے ناباجی کی جان لے کر اب تو بہت سال ہو گئے ہیں وہ تو سب بھول بھی گیا ہو گا۔۔" احمد نے فوراً سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"تمہاری بھول ہے ناہیدہ جہانزیب کچھ نہیں بھولتا۔ میرے سامنے اس نے میرے خاندان کے دو افراد قتل کیے ہیں اور میں کچھ نہیں کر پارہا اور یہ سوچنا کہ وہ سب بھول گیا ہے ہماری سب سے بڑی بیوقوفی ہو گی۔۔"

کچھ پل وہ خاموش ناہیدہ کی آنکھوں میں دیکھتے رہے پھر مکمل طور پر ان کی طرف گھومے اور ہاتھوں پر گرفت سخت کر لی۔۔ "کراچی چلتے ہیں ناہیدہ بھائی جان کے پاس۔۔ ہم وہاں محفوظ رہیں گے۔۔" ناہیدہ بنا پلک جھپکے انہیں دیکھتی رہی اور پھر یکدم انہوں نے اپنے ہاتھ احمد صاحب کی گرفت سے آزاد کروائے لیے۔

"میری بچیاں احمد۔۔ ان کی سٹڈیز۔۔ نہیں۔۔ ہم کہیں نہیں جا رہے۔۔ آپ خوامخواہ اتنی ٹینشن لے رہے ہیں۔۔" وہ ان سے نظریں چرا گئی تھیں۔ ناصر نے احمد کی بہت دفعہ منتیں کی تھیں کہ وہ یہ شہر چھوڑ کر ان کے پاس چلے جائیں ان کا گھر ہر لحاظ سے محفوظ تھا لیکن احمد نے ان کی کبھی بھی نہیں مانی اور آج انہیں اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ وہ بھائی جان کے بغیر کچھ بھی نہیں ہیں۔

"میرے آفس والوں نے میرا کراچی ٹرانسفر کر دیا ہے۔۔" ناہیدہ نے برہمی سے گردن موڑ کر انہیں دیکھا وہ نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔ اس خبر پر وہ بری طرح سے چونکی تھیں۔

"تو آپ ان سے کہیں وہ اپنا مطالبہ واپس لے لیں۔ آپ بہت اچھی پوسٹ پر ہیں احمد وہ ضرور آپ کے فیصلے کو اہمیت دیں گے۔۔"

"مگر ناہیدہ۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔۔ میں کیا جواز پیش کروں گی؟ میری بچیاں ڈریں گی انہیں سب باتوں سے انجان ہی رہنے دیں تو بہتر ہے۔۔" ان کا انداز تنبیہی تھا۔ احمد نے گہرا سانس بھرا اور ان کی طرف گھومے۔

"ٹھیک ہے میں ان سے کہ دوں گا اپنا مطالبہ واپس لے لیں۔۔اب خوش؟؟" ان کے فوراً مان جانے پر ناہیدہ جبراً مسکرائی اور اٹھ کر جانے لگیں تبھی احمد کی آواز پر رکیں۔

"بچوں سے کہنا کل شام تیار رہیں میں نے حویلی میں بکنگ کرائی ہے۔۔" ناہیدہ نے پلٹ کر انہیں دیکھا وہ مسکرا رہے تھے جس پر وہ بھی مسکرا کر سر اثبات میں ہلاتے ہی کمرے سے نکل گئیں۔

لاہور میں ہمیشہ سے رہتے ہوئے بھی وہ آج زندگی میں پہلی مرتبہ حویلی ریسٹورنٹ آئی تھی۔ صرف وہی نہیں اس کی بہنوں کو بھی حویلی دیکھنے کا شرف پہلی مرتبہ دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ حویلی کے بالائی حصے میں کھلے آسمان کے نیچے وہ بلکل خاموش بیٹھی تھی جبکہ اس کے باقی گھر والے کھانے میں مگن تھے۔ ملائی بوٹی، چکن کڑاہی اور اچار گوشت سب کھانے اس کے منتظر سے ٹیبل پر پڑے تھے لیکن اس نے تو جیسے قسم کھا رکھی تھی۔ وہ گرل کے بلکل ساتھ والی نشستوں میں بیٹھے تھے جہاں سے گردن موڑ کر وہ باآسانی بادشاہی مسجد دیکھ سکتی تھی وہ واقعی بہت خوبصورت تھی۔ تبھی اس کے کانوں سے پیانو کی دھن ٹکرانے لگی۔ وہ کس گانے کی دھن تھی اس کے لیے جانچنا بہت مشکل تھا لیکن کچھ دیر بعد ہی ایک گلوکار اسی دھن کا گانا گانے لگا۔ انابیہ نے گردن موڑ کر دور کھڑے اس گلوکار کو دیکھا جو ہاتھ میں مائیک پکڑے "گلی میں آج چاند نکلا" گا رہا تھا۔ وہ بے اختیار ہی مسکرا اٹھی اور پھر آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو دیکھنے لگی جس کی چمک سیاہ آسمان کی خوبصورتی میں اور بھی اضافہ کر رہی تھی۔ لاہور میں اتنا خوبصورت چاند نکلے تو یہ گانا تو بنتا ہی تھا۔۔

"بچے کچھ کھا بھی لو۔۔" وہ چاند کو دیکھ رہی تھی جب احمد صاحب کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔

"میں کھا چکی ہوں بابا۔۔مزید نہیں کھا سکتی۔۔"اس نے عام سے لہجے میں کہا اور پھر گردن موڑ کر مسجد دیکھنے لگی تبھی اس کی نظروں نے دور گرل سے ٹیک لگائے کھڑے ایک شخص کو پایا۔وہ پلک جھپکنا بھول گئ کیونکہ وہ شخص کوئی اور نہیں کبیر جہانگیر ہی تو تھا۔۔وہی مسکراتا ہوا چہرہ۔۔ایک ساتھ دو دو چاند کیسے نکل گئے ؟؟

کیا یہ اس کا وہم تھا؟؟وہ پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی تبھی اس کے ساتھ بیٹھی ردا نے اسے بازو سے ہلایا۔۔

"کیا ہو گیا ہے کوئی بھوت دیکھ لیا ہے ؟؟"ردا نے اس کے چہرے کی اڑتی ہوئی رنگت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ انابیہ نے پھر سے اسی جگہ دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔اس نے آس پاس بھی نظر دوڑائی وہ کہیں نہیں تھا۔۔ تو وہ اس کا خواب تھا۔۔اس نے گہرا سانس بھر کر ردا کو دیکھا اور سر نفی میں ہلا دیا۔ردا کندھے اچکا کر پھر سے کھانے میں مصروف ہو گئ۔۔

حویلی میں کھانا کھانے کے بعد وہ فوڈ اسٹریٹ میں پیدل چلنے لگے۔روزمرہ کی طرح اس دن بھی فوڈ اسٹریٹ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ہر طرف دکانوں پر رش لگا ہوا تھا۔اس کے بائیں طرف کچھ لوگوں کا گروپ کھڑا کٹھ پتلیوں کا تماشا دیکھ رہا تھا تبھی اس کے قدم بھی بے اختیار اس طرف بڑھ گئے۔وہ اب ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر ان کٹھ پتلیوں کو ناچتے ہوئے دیکھ رہی تھی جن کی ڈوریاں کسی اور کے ہاتھوں میں تھی۔ ساتھ ہی ایک عورت ڈھولک بھی بجا رہی تھی اور اس کی نظر جس کٹھ پتلی پر جمی تھی وہ بہت خوبصورت تھی جو سنہرے رنگ کا چمکیلا لہنگا چولی پہنے ہوئے تھی۔اس نے مسکراتے ہوئے اب تالیاں بجانی شروع کیں۔اسے یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا تبھی کسی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔

"یہ کٹھ پتلی میں ہوں۔۔"اس کے تالیاں بجاتے ہاتھ ہوا میں ہی رک گئے اور اس کا جسم پل بھر کے لیے ساکت ہو گیا۔۔"جس کی ڈوریاں تمہارے ہاتھ میں ہے۔۔" وہ بول رہا تھا اس کے کان کے قریب جھک کر اور اس میں ہمت نہ ہوئی کہ پلٹ کر اسے دیکھ سکے۔۔

"تم مجھے کنٹرول کرتی ہو۔۔"اس نے تیزی سے اپنی گردن اس کی طرف گھمائی اور کبیر نے بھی اسی تیزی سے اپنا چہرہ پیچھے کیا۔۔وہ اسے پوری کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور وہ پاگل مسکرا رہا تھا۔۔

"تم۔۔تم یہاں ؟؟" بمشکل اس کے لب ہلے۔۔

"کیوں مجھ پہ ban لگا ہوا ہے ؟" وہ سینے پر ہاتھ باندھے کہنے لگا۔

"میری فیملی ہے یہاں۔۔دور ہٹو مجھ سے۔۔" وہ اس سے کچھ قدم لیتے دور ہوئی اور تبھی اس نے دیکھا اس کے گھر والے دور ایک جیولری کی دکان میں موجود تھے اور ان سب کی اس کی طرف پشت تھی۔۔صد شکر۔۔اس نے گہرا سانس بھر کر تیز نظروں سے کبیر کو گھورا اور وہاں سے بھاگ کر سیدھا ان کے پاس چلی گئ۔۔کبیر کے چہرے پر چھائی بہار کہیں دور چلی گئ اور وہ افسردگی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔۔

"آپ ٹھیک تو ہیں ؟؟" وہ ردا کے ساتھ کھڑے گہرے سانس لینے لگی جو اپنی انگلیوں میں انگوٹھیاں پہن پہن کر دیکھ رہی تھی۔۔

"نہیں کچھ نہیں۔۔یہ عالیان کہاں ہے ؟" اس نے فوراً بات بدلی۔۔

"انہیں حویلی میں کوئی پرانا دوست مل گیا تھا۔وہیں پر ہیں۔۔یہ کیسی لگ رہی ہے ؟" اس نے کہتے ساتھ اپنا ہاتھ انابیہ کے سامنے کیا جس میں ایک بڑے نگینے والی انگوٹھی چمک رہی تھی۔۔

"بہت اچھی ہے۔۔ایسا کرو میرے لیے بھی دیکھو کوئی اچھی سی۔۔"ردا سر اثبات میں ہلاتی دوبارہ انگوٹھیوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔اس نے گردن موڑ کر دوبارہ اسی جگہ دیکھا۔اب وہ وہاں نہیں تھا۔محبت بھی ایک بہت بڑی ٹینشن ہے۔۔اس نے وہیں کھڑے کھڑے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔

زارا اور کبیر تقریباً ساتھ ساتھ ہی یونیورسٹی میں داخل ہوئے تھے۔وہ دونوں ہی آج لیٹ ہو گئے تھے۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے جا رہے تھے تبھی کبیر کی نظر کوریڈور میں کھڑی انابیہ پر پڑی۔وہ کسی لڑکے کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔کبیر کے قدم وہیں رکے۔وہ لڑکے کا چہرہ نہیں دیکھ پا رہا تھا کیونکہ اس کی طرف اس لڑکے کی پشت تھی لیکن شاید وہ جانتا تھا کہ وہ کون ہے۔۔اگلے ہی لمحے اس نے دیکھا کہ اس لڑکے نے انابیہ کے سامنے کچھ پیپرز کیے جنہیں اس نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھوں سے لے لیے۔وہ کیا بات کر رہے تھے اتنی دور سے اس کے لیے سننا مشکل تھا۔مسئلہ باتیں کرنے کا نہیں تھا اس کا بار بار مسکرانا تھا۔زارا نے نظروں کا رخ کبیر کی طرف کیا جو ناگواری سے انابیہ کو دیکھے جا رہا تھا۔اسی دوران وہ لڑکا گھوما اس کا چہرہ کبیر کو واضح ہوا۔وہ اسے ذاتی طور پر نہیں جانتا تھا لیکن اس کے نام سے واقف تھا۔انابیہ مسکراتے ہوئے وہاں سے جانے لگی تھی تبھی اس کی نظر ان دونوں پر پڑی۔کندھے پر بیگ ٹھیک کرتے اب وہ ان کی طرف بڑھ گئی۔

"کہاں تھے تم دونوں کتنا لیٹ کیوں ہو گئے ؟؟"وہ ان دونوں کی طرف متوجہ تھی۔

"یہ لڑکا کون تھا؟"بجائے جواب دینے کہ کبیر سنجیدہ سی شکل بنائے اس سے پوچھنے لگا۔انابیہ کو اس کا سوال بے تکا بلکل بھی نہیں لگا تھا۔

"نبیل کی بات کر رہے ہو؟" کبیر کو اس کے منہ سے نبیل کا نام بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔۔

"ہمارا سینئر ہے۔۔ تمہیں پتہ ہے اس نے مجھے بہت امپورٹینٹ نوٹس دیے ہیں۔۔" اس نے پیپرز اس کے سامنے کرتے ہوئے نہایت خوشی سے کہا۔ "ہی از سچ آ ڈائون ٹو ارتھ پرسن۔۔ کہہ رہا تھا کہ مزید نوٹس بھی مجھے پرووائڈ کر دے گا۔ اچھا ہوا نا ہمارے ایگزامز میں ہمیں کافی ہیلپ ہو گی۔۔" آخری بات اس نے زارا کو دیکھتے ہوئے کہی۔

"اور ہماری کلاس میں اسے صرف تم ہی کیوں ملی نوٹس دینے کے لیے؟؟" اب کی بار انابیہ کو اس کی بات بے تکی لگی تھی۔ اس کی مسکراہٹ یکدم ہی غائب ہوئی۔ کبیر سخت نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"ایکسکیوز می مطلب کیا ہے تمہارا؟؟" وہ نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔

"تم اب اس سے کوئی نوٹس نہیں لو گی سمجھی۔۔ بلکہ بات بھی نہیں کرو گی۔۔" انابیہ کو اس کا تنبیہی انداز بلکل نہیں آیا تھا۔ اس نے مزید اس کی کوئی بات نہیں سنی اور اس کے ساتھ سے ہو کر چلا گیا۔ انابیہ ہکا بکا سی اسے جاتا دیکھتی رہی۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" وہ زارا کی طرف گھومتے ہوئے الجھے ہوئے انداز میں بولی۔۔

"پتہ نہیں شاید اسے تمہارا کسی لڑکے سے یوں بات کرنا پسند نہیں آیا۔" زارا کندھے اچکاتے ہوئے بولی وہ خود بھی کبیر کے ایسے رویے پر کافی حیران تھی۔۔

"دماغ خراب ہو گیا کیا اس کا۔ میں صرف بات کر رہی تھی کبیر ایسا تو نہیں کرتا۔۔"

"ہاں یہی تو جائو اسے کلئیر کر دو کہ تم بات ہی تو کر رہی تھی۔ اس سے بات کرو بس وہ تھوڑا پوزیسو ہو گیا ہے شاید تم بات کرو گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔۔" وہ آگے ہو کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے تسلی دینے لگی۔۔

"نو وے۔۔ مجھے جو بتانا تھا میں اسے بتا چکی ہوں۔ مزید صفائیاں نہیں دوں گی میں زارا۔ وہ اس طرح سے مجھے زلیل نہیں کر سکتا میں قطعاً برداشت نہیں کروں گی۔۔ "اس کا لہجہ کافی تلخ تھا۔۔

"تو اس میں کیا برائی ہے تمہیں بات کرنی چاہیے۔۔ کیا پتہ کیا بات ہو ورنہ وہ ایسا نہیں کرتا تم بھی جانتی ہو۔۔ "زارا کو اب کی بار اس پر تھوڑا غصہ آیا تھا۔

"وہ خود بات کرے میں نہیں جاؤں گی۔۔ "وہ سختی سے کہتے پیر پٹخ کر وہاں سے چلی گئی۔ زارا محض سر جھٹک کر رہ گئی۔

وہ جب کلاس میں آئی تو اس کی نظروں نے پوری کلاس کا سفر کیا وہاں کبیر نہیں تھا یعنی وہ کلاس میں نہیں آیا۔ وہ زارا سے تو کہہ آئی تھی کہ وہ اب اسے صفائی نہیں دے گی لیکن ایسا نہیں تھا کہ وہ پریشان نہیں تھی۔ اسے واقعی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کبیر نے اس سے اتنی تلخی سے بات کیوں کی؟ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے وہ اپنی نشست پر جا بیٹھی۔ اس کی نظریں مسلسل دروازے پر ٹکی تھیں کہ بس کہیں سے وہ آجائے وہ بات کر لے گی وہ اسے سمجھا لے گی۔ آہستہ آہستہ کلاس سب سٹوڈنٹس سے بھرنے لگی تھی زارا بھی آ گئی تھی عاصم بھی آگیا تھا بس وہ نہیں آیا تھا۔ اس کا دل جیسے بند ہونے لگا تھا۔ زارا اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی ایک پل کے لیے اس کا دل کیا زارا اسے ہی پوچھے لیکن پھر کچھ نہیں بولی۔ وہ مسلسل لب کاٹتے اس کا انتظار کرتی رہی۔ آخر کار وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔ زارا اس کی بے چینی دیکھ سکتی تھی لیکن اب کی بار اس نے بھی کوئی بات نہیں کی۔ یکدم وہ تیزی سے اپنی سیٹ سے اٹھی۔ زارا نے گردن اٹھا کر اسے حیرت سے دیکھا۔ وہ سیدھا عاصم کے پاس گئی تھی۔

"کہاں ہے تمہارا اسنکی دوست؟؟ "وہ اس کی سیٹ پر جھکتے ہوئے اتنا زور سے بولی کہ کلاس میں موجود سب کی گردنیں اس کی طرف گھومیں۔ عاصم ہڑبڑا کر اس کا سرخ چہرہ دیکھنے لگا۔

"باسکٹ بال ہال میں۔۔"اس کی بات سنتے ہی اس نے تیزی سے اپنا بیگ اٹھایا اور کلاس سے نکل گئی۔سامنے سے ان کے انگلش کے سر آرہے تھے یہ انہی کی کلاس کا وقت تھا مگر انابیہ سر کو جھکاتے ان کو اگنور کرتے وہاں سے چلی گئی۔

کبیر اس وقت اپنا سارا غصہ اکیلے ہال میں اس بال پر اتار رہا تھا۔ مسلسل کھیلنے کی وجہ سے وہ تھک بھی چکا تھا۔ سیدھا ہو کر اس نے بال باسکٹ میں اچھالا۔یہی عمل وہ بار بار کرتا رہا۔اس بار جیسے ہی اس نے بال باسکٹ میں اچھالا تو وہ سیدھا انابیہ کے پیروں میں جا کر رکا۔کبیر اس سے پہلے آگے بڑھتا اس کی نظر سامنے کھڑی لڑکی پر پڑی۔وہ کچھ پل ایسے ہی ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے پھر انابیہ نے جھک کر بال کو اٹھایا اور پوری قوت سے کبیر کی طرف پھینکا وہ اس حملے کے لیے بلکل تیار نہیں تھا مگر پھر بھی اس نے پھرتی سے بال کو کیچ کر لیا اور سر پر لگنے سے خود کو بچا لیا۔وہ اس کے چہرے پر غصہ دیکھ سکتا تھا اسے حیرت ہوئی کہ اپنی کلاس کبھی نہ چھوڑنے والی آج کیسے چھوڑ آئی مگر وہ کچھ نہیں بولا اور بڑے آرام سے بال اس کی طرف دوبارہ پھینک دیا۔ بال اب کی بار پھر سے اس کے پیروں میں تھا۔انابیہ نے جھک کر بال دوبارہ اٹھایا اور ایک بار پھر پورا زور لگا کر اس نے بال کبیر کی طرف پھینکا اور اب کی بار اس نے بازو سامنے کر کے بال خود کو لگنے دیا تھا۔درد سے اس کے منہ سے آواز بھی نکلی تھی اسے اندازہ نہیں تھا اس چاول کے دانے کے برابر وزن کی لڑکی میں اتنا زور ہو گا۔۔

"آئوچ یار تم باسکٹ بال میں حصہ کیوں نہیں لے لیتی کتنا زور ہے تم میں۔"وہ درد سے اپنا بازو ملتے ہوئے بول رہا تھا اسے واقعی زور کی لگی تھی۔۔

"ضرور لے لیتی اگر بال باسکٹ میں اچھالنے کے بجائے بار بار تمہارے سر پر مارنی ہوتی تو خوشی خوشی لے لیتی حصہ۔۔" اس نے کندھے سے بیگ اتار کر وہیں فرش پر رکھتے ہوئے نہایت غصے کے عالم میں کہا تو کبیر آگے سے ہنس دیا۔۔

"توبہ توبہ۔۔ کتنے بدتمیز ہو ناتم افف۔۔" اسے اس کے ہنسنے پر اور بھی تپ چڑھ رہی تھی۔

"مجھے لگا ناراض میں ہوں لیکن تمہارا غصہ تو مجھے ناراض بھی نہیں ہونے دیتا۔۔" وہ ابھی بول رہا تھا کہ انابیہ قدم اٹھاتے اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔۔ کبیر نے جھک کر بال دوبارہ اس کو تھمایا۔اب کی بار انابیہ نے بال اس کے سر پر مارنے کی بجائے باسکٹ میں اچھال دیا۔۔۔

"وائو۔۔ نشانہ اچھا ہے۔ میں اب بھی یہی کہوں گا تمہیں ٹیم جوائن کرنی چاہیئے۔۔" وہ کسی اینگل سے اب ناراض نہیں لگ رہا تھا۔ زارا ٹھیک کہہ رہی تھی اسے ایک دفعہ بات کرنی چاہیے تھی اور صد شکر کہ وہ ٹائم ضائع کیے بغیر اس سے ملنے آگئ۔۔

"میں اس لڑکے کو نہیں جانتی۔ تمہیں مجھ پر شک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں کتنا ہرٹ ہوئی ہوں تمہارے رویے سے۔ یو ہیو نو آئیڈیا۔۔" اس کی آواز اب کی بار نرم تھی اور لہجے میں شکوہ شکایت۔ کبیر کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔۔

"تمہیں لگا میں نے تم پر شک کیا۔ میں ایسا کیوں کروں گا؟؟" وہ کچھ حیرت کا شکار ہوتے ہوئے بولا۔۔

"تو پھر تم نے ایسے ری ایکٹ کیوں کیا؟"

"میں اتنی چھوٹی سوچ کا مالک نہیں ہوں اور کم از کم صرف کسی سے بات کرنے پر تم پر شک تو کبھی نہیں کر سکتا۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔ انابیہ نے پھر ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"میں نبیل کو ذاتی طور پر نہیں جانتا مگر دو تین دفعہ اسے فائزہ کے ساتھ دیکھ چکا ہوں بس اس لیے مجھے اس کا تم سے ملنا پسند نہیں آیا۔ آئو وہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔۔" اس نے کونے میں بیٹھنے کی جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جہاں اس کا بیگ اور مزید چیزیں پڑی تھیں۔

"فائزہ کون ہے؟؟" وہ اب اس کے پیچھے لپکی۔ کبیر نے جھک کر انرجی ڈرنک اٹھایا اور منہ سے لگایا اور وہ اس کے جواب کی منتظر سی اس کا چہرہ دیکھے گئ۔

"وہی جس نے تمہیں جان کر دھکا مارا تھا۔۔" وہ کہتے ساتھ نیچے فرش پر چونکڑی مار کر بیٹھ گیا۔

"جان کر نہیں غلطی سے اور اس نے معافی بھی مانگی تھی۔۔" وہ بھی اب اس کے سامنے ہی بیٹھ گئ تھی۔

"جان کر۔۔" وہ دوبارہ تصیح کرتے ہوئے بولا۔۔

"میری کسی سے دشمنی نہیں ہے تو وہ ایسا کیوں کرے گی میں تو جانتی بھی نہیں ہوں اسے۔۔"

"وہ میری کزن جویریہ کی بیسٹ فرینڈ ہے اور جویریہ۔۔" اس نے رک کر گہرا سانس لیا۔۔ "جویریہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ جب سے اسے پتہ چلا ہے کہ میں کسی لڑکی میں انٹریسٹڈ ہوں اس نے فائزہ کو ہم پر نظر رکھنے کے لیے کہا ہوا ہے۔۔" انابیہ گنگ سی اسے سنتی گئ۔

"اسی لیے فائزہ سے جڑا ہر بندہ مجھے مشکوک لگتا ہے۔ تم خود بتائو بیا چالیس سٹوڈنٹس کی کلاس میں اسے صرف تم ہی کیوں ملی نوٹس دینے کے لیے جبکہ ہماری کلاس کے کافی سٹوڈنٹس اس کے دوست ہیں وہ کسی اور کو بھی تو دے سکتا تھا۔۔" انابیہ واقعی لاجواب رہ گئ تھی شاید اسے کچھ کچھ سمجھ آنے لگی تھی۔

"کیا وہ تم سے اتنی محبت کرتی ہے؟؟" کچھ تھا اس کی نظروں میں جو کبیر نے فوراً نوٹ کر لیا تھا۔۔

"بکواس کرتی ہے۔ جن سے محبت کی جاتی ہے ان سے جڑے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچایا جاتا اور میں جانتا ہوں وہ کچھ نا کچھ ضرور کرے گی۔ مگر میں دیکھ لوں گا اسے۔۔" وہ اسے یقین دلاتے ہوئے بولا۔

"تو یہ وجہ تھی مجھے لگا تم اتنے پوزیسو ہو کہ مجھ پر شک کرنے لگے ہو۔۔" وہ خود پر ہنستے ہوئے بولی۔۔

"اگر تمہیں مجھ سے محبت ہو گی تو صرف مجھ سے ہو گی مجھے یقین ہے۔اگر نہیں ہو گی تو بھی مجھے قبول ہے کیونکہ میں محبت میں زور زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔میں کبھی اس لڑکی کی زندگی جہنم نہیں بناؤں گا جس سے میں بے انتہا محبت کرتا ہوں۔۔میں آج بھی تمہارے جواب کا منتظر ہوں۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔انابیہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور بس رشک بھری نظروں سے اسے دیکھتی ہی رہی۔۔

"آئی ایم سوری۔۔" وہ اٹھتے ساتھ بولی تو کبیر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔"میں نے تمہیں بال مارا اس لیے بول رہی ہوں۔۔میں غصے میں تھی۔۔" آواز میں ندامت اور شرمندگی واضح تھی۔

"چھوڑو یار کس کس کے لیے معافی مانگو گی کل تم نے نوٹ بک بھی ماری تھی اور اب بال۔۔اللہ نے مجھے بڑا صبر دے رکھا ہے۔۔" وہ خفگی ظاہر کرتے ہوئے بولا تو انابیہ نے آگے ہو کر پھر سے اس کے بازو پر مارا اور "بدتمیز" کہہ کر ہنسنے لگی۔کبیر ایک پل کے لیے مبہوت ہو کر بس اسے دیکھتا رہا اور وہ ہنس ہنس کر وہاں سے چلی گئی۔وہ وہیں کھڑا رہا ایسے جیسے وہ اس پر جادو کر گئی ہو اور وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا ہو۔۔

ہال سے نکلتے ہی اسے نبیل دکھائی دیا تھا وہ فوراً اس کی طرف گئی۔

"یہ آپ کے نوٹس۔۔" وہ نوٹس اس کے سامنے کرتے ہوئے بولی نبیل نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔۔

"مگر یہ تو میں نے آپ کو دیے تھے۔۔"

"اور مجھے ہی کیوں دیے تھے؟" اسے غصہ آ رہا تھا مگر خود پر کنٹرول کر گئی۔"مطلب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے میرے خیال سے یہ ایک تیار نوالہ ہے اور میں اس کی عادی نہیں ہوں میں اپنے نوٹس خود بناؤں گی یہ آپ واپس لے لیں اور براہ مہربانی آئندہ مجھے کچھ بھی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔اسے ریکویسٹ سمجھ لیں یا آرڈر۔۔چلتی ہوں۔۔" وہ ایک ہی سانس میں کانفیڈینٹلی سب کچھ اس سے کہتے ہی وہاں سے چلی گئی۔

"گھمنڈی لڑکی۔۔۔"وہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے جاتا دیکھنے لگا۔۔

"بچے تمہیں کچھ چاہیے تو نہیں؟؟"عالیان بیڈ پر ٹانگیں پھیلائے نظریں لیپ ٹاپ پر جمائے بیٹھا تھا اسی دوران ناہیدہ کمرے میں آئی تو اس سے پوچھنے لگی۔۔

"نہیں خالہ تھینکس۔۔۔"اس نے نظریں اٹھا کر انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"اچھا اگر کچھ چاہیے ہو تو ردا سے کہہ دینا میں اوپر کپڑے دھونے جا رہی ہوں۔۔"انھوں نے مسکرا کر عالیان کو دیکھا تو وہ بھی مسکرا دیا۔۔

"جی بہتر۔۔"وہ ان کے جاتے ہی دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔وہ کوئی نئی انگلش مووی دیکھ رہا تھا تبھی اس نے دیکھا کہ اسکے لیپ ٹاپ کی چارج ختم ہونے والی تھی۔اس نے فلم پاز کی اور اپنے بیگ کی طرف بڑھ گیا۔بیگ کو الٹا پلٹا کر ساری چھان بین کر لی مگر اس میں چارجر نہیں تھا۔

"یہیں تو ہونا چاہیے تھا کہاں گیا؟؟"اپنے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے اسے یاد آیا کہ وہ تو کراچی میں ہی چھوڑ آیا تھا۔

"ڈیم اٹ!!اب کیا کروں ابھی تو آدھی فلم بھی نہیں ہوئی۔۔"اس نے بیڈ کے کنارے لات مارتے ہوئے غصے سے کہا اور پھر وہیں کاؤچ پر ٹیک لگائے ڈھیر ہو گیا۔۔

"انابیہ سے لے لیتا ہوں اسکے پاس تو ہو گا ہی۔۔"وہ بجلی کی رفتار سے اٹھا اور سیڑھیاں پھلانگتے اسکے کمرے کی جانب چل دیا۔۔وہ جب اسکے کمرے کی طرف پہنچا تو اس نے دیکھا کہ دروازہ آدھے سے زیادہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے بغیر دستک دیے قدم اندر رکھے۔ابھی وہ دروازے میں ہی کھڑا تھا کہ اسکی نظر دائیں طرف کھڑی

کھلے بالوں والی لڑکی پر پڑی جسکی اس وقت اس کی طرف پشت تھی وہ آگے نہیں بڑھ سکا۔وہ کہیں کھو گیا تھا۔ ردا آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں پر برش پھیر رہی تھی۔اسکے شہد رنگ بال بہت لمبے نہیں تھے لیکن خوبصورت بہت تھے۔۔اس کا برش کرتا ہاتھ رکا اسے گمان ہوا جیسے اسکے ٹھیک پیچھے دائیں طرف کوئی کھڑا ہے وہ تیزی سے اسکی طرف گھومی اتنا کہ اسکی کمر پر جھولتے بال بائیں کندھے پر آ گرے۔وہ عالیان کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر ششدر رہ گئی جو آنکھیں چھوٹی کئے اسے دیکھے جا رہا تھا۔اسے دیکھتے ہی وہ دراز قد لڑکی فوراً بیڈ کی طرف لپکی اور اس پر سے اپنا دوپٹہ اچک کر دوسری طرف گھومتے ہوئے اسے سر پر اوڑھنے لگی اور پھر خود پر ضبط کرتے گہرا سانس لیتے وہ پھر اسکی طرف پلٹی۔۔کھلے بال یکدم ہی دوپٹے میں چھپ گئے تھے۔۔

وہ اب تک اسے ایسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ایسا نہیں تھا کہ اس نے خوبصورت لڑکیاں دیکھی نہیں تھیں لیکن جتنی حسین ردا اسے آج لگی شاید کوئی نہیں لگا۔

"حد ہو گئی عالیان بھائی کہاں کھو گئے؟؟"اسکی غصیلی آواز سنتے وہ جیسے واپس اپنی دنیا میں آیا ہو۔

"وہہہ۔وہ۔۔م میں۔۔۔"ایسے وہ پہلی دفعہ گھبرایا تھا۔۔

"کیا وہ وہ میں میں۔۔۔آپکو مینرز نہیں ہیں کہ لڑکیوں کے کمرے میں knock کر کے جایا جاتا ہے۔یہ امریکہ نہیں ہے۔۔"ردا اسکے ٹوٹے ہوئے لفظوں کو کاٹتے ہوئے بھڑکی۔

"مجھے لیپ ٹاپ کا چارجر چاہئیے تھا وہی لینے آیا تھا انابیہ سے۔۔"وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا۔ردا اسکی بات سنتے تیز تیز قدم لیتی سائڈ ٹیبل کے دراز کی طرف بڑھی اور اس میں سے چارجر نکال کر عالیان کے ہاتھ میں دیا۔۔

"یہ لیں چارجر اور اب جائیں یہاں سے۔۔" وہ اسے چارجر تھما کر واپس مڑ گئی۔عالیان نے اسے دیکھا اور پھر واپس جانے لگا تبھی اسکے قدم رکے شاید ابھی ایک منٹ پہلے کی گئی بے عزتی اسے اب یاد آگئی تھی۔۔

"ایک منٹ۔۔۔یہ مینرز مجھے سکھانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اچھے سے پتہ ہیں۔۔" وہ ایک پل رکا ردا نے پلٹ کے کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھا جسکے چہرے پر سے گھبراہٹ کی جگہ غصے نے لے لی تھی۔۔

"دروازہ آدھے سے زیادہ کھلا تھا اس لیے غلطی ہو گئی مجھ سے۔۔اور ویسے بھی اگر اتنی پرواہ ہوتی ہے نا کہ کوئی تمھارا سر بغیر دوپٹے کے نہ دیکھ لے تو اسے پورا بند کر کے بیٹھا کرو۔"اس نے دروازے کو زور سے پیر سے دھکیلتے ہوئے کہا۔۔"بھولنا نہیں چاہئیے کہ یہاں امریکہ کا بگڑا ہوا عالیان بھی رہنے آیا ہے۔۔"اس نے ہاتھوں میں پکڑا چارجر زور سے زمین پر دے مارا اور نہایت ڈھٹائی سے کہتا وہاں سے چلا گیا جبکہ ردا گنگ رہ گئی۔اسکا منہ تو جیسے کھلا کا کھلا ہی رہ گیا۔۔

"ایک تو بے غیرتی اور اوپر سے بدتمیزی۔۔افف پتہ نہیں کب واپس جائے گا یہ۔۔اب کیا میں اپنے گھر میں دروازے لاک کر کے بیٹھا کروں۔۔ڈھیٹ کہیں کا غلطی بھی اپنی اور سنا کر بھی مجھے چلا گیا۔۔۔"اس قدر بے عزتی پر اس کا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس سما جائے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ ادھر ادھر چکر کاٹنے لگا۔۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر اسے اتنا غصہ کیوں آیا جبکہ واقعی غلطی بھی اسکی اپنی ہی تھی۔

"ہاں تو کیا ہوا ایک ذرا سا اسکے بالوں کو کیا دیکھ لیا آگ بگولہ ہو گئی۔۔۔آخر کزن ہوں کچھ زیادہ ہی حیا والی بنتی ہے۔۔"وہ خود سے ہی بڑبڑائے جا رہا تھا۔۔وہ اس لڑکی کے بارے میں بات کر رہا تھا جس نے اسے کچھ دیر پہلے ہر سوچ سے بیگانہ کر دیا تھا۔۔

"پتہ نہیں کیا سمجھتی ہے خود کو جیسے کوئی حسین پری۔۔۔"وہ بولتے بولتے رکا اور پھر مسکرانے لگا۔۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ حجاب کے بغیر وہ اتنی خوبصورت ہو گی۔۔" بولتے بولتے وہ پھر رکا اور سر جھٹکنے لگا۔

"تو اس کا کیا مطلب ہے کہ خود خوبصورت ہو تو اگلے بندے کی عزت نہیں ہے کہ اسے سنا دی جائے۔۔۔"

"کیا ہو گیا ہے تمہیں عالی۔۔۔ بس اب میں مزید یہاں رہا تو پاگل ہو جاؤں گا مجھے واپس جانا چاہیے بس جلد ہی چلا جاؤں گا یہاں سے۔۔۔" وہ جیسے خود کو کوستے ہوئے بولا۔۔

اگلے دن اس کی طبیعت کچھ ناساز تھی اس لیے ناچاہتے ہوئے بھی ردا کے اصرار پر اس نے یونیورسٹی سے چھٹی کی تھی۔

"یہ لیں آپی سوپ پئیں۔۔" ردا ہاتھوں میں سوپ کا باؤل لئے اسکے ساتھ صوفے پر آ بیٹھی۔انابیہ لاؤنج میں ہاتھ میں ریموٹ پکڑے ٹی وی کے سامنے صوفے پر ٹانگیں اوپر کئے بیٹھی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں بہن۔۔ بخار نہیں ہے اب۔۔ خوامخواہ چھٹی کرا دی۔۔" وہ باؤل اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی۔۔

"چلیں کوئی بات نہیں کبھی کبھی موقع ملتا ہے کروالیا کریں خدمتیں اور اب کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانا کل ذرا سے کپڑے کیا دھو لیے بیمار ہی پڑ گئیں آپ تو۔۔" اسکی اس بات پر انابیہ نے چہرہ اٹھا کے اسے گھورا۔۔

"ذرا سے کپڑے!!!۔۔ توبہ کرو بہن زیادہ کپڑے بولتے ہوئے منہ ٹوٹتا ہے تمہارا۔۔" لہجہ کافی غصیلا تھا۔

"چلو تھوڑے زیادہ ہوں گے لیکن ایسے بیمار تو نہیں ہوتے نا اور کونسا آپ نے اکیلے دھوئے تھے ماما جان بھی تو تھیں آپکے ساتھ۔ خیر آپ یہ پئیں میں ذرا ہانڈی دیکھ لوں ماما اکیلے کچن میں مصروف ہیں۔۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔۔

"جاہل کو کنگ بہت اچھی کرتی ہے۔!!" وہ سوپ پینے میں مصروف تھی مگر ردا کی کو کنگ کی داد دیے بغیر رہ نہ سکی۔ تبھی عالیان اسکے سامنے والے صوفے پر آبیٹھا اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ بھی تھا۔

"یہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے عالیان؟؟" اس نے سوپ کا بائول ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"کراچی جانے کا ٹکٹ۔" وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔انابیہ ایک دم سیدھی ہوئی۔

"کب کی؟؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔۔

"کل شام کی۔۔"

"واٹ!!اتنی جلدی۔۔" وہ شاک کی حالت میں اسے دیکھنے لگی۔

"تو رکنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔۔" اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

"پھر بھی تم نے کچھ دن رہنا تھا۔۔" وہ پل بھر رکی۔۔"ایک سیکنڈ کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"مجھے کون کچھ کہے گا سوائے۔۔" وہ ابھی بول ہی رہا تھا۔

"ردا کے۔۔" وہ فوراً بولی اور پھر ہنسنے لگی۔۔"کم آن عالیان تم بھی اسکی باتوں کا مائنڈ کرتے ہو۔۔" وہ ہنستے ہوئے اسے کہہ رہی تھی۔۔

"زیادہ دانت نکالنے کی ضرورت نہیں ہے مانا کے میں شریف انسان نہیں ہوں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ یوں ہر بار میری بے عزتی کرے گی۔۔" انابیہ کی ہنسی بھک سے اڑی۔

"بتایا اس نے مجھے کل کا۔۔ غلطی بھی تو تمہاری تھی نا۔۔اسے بس غصہ آگیا تھا اسکا ارادہ تمہیں ہرٹ کرنے کا نہیں تھا۔۔"

"ہرٹ مائے فوٹ۔۔ میں نے سینے میں اتنا نازک دل نہیں رکھا ہوا کہ کسی کی بھی باتوں سے ہرٹ ہو جائے گا۔۔ پتہ نہیں اسے مجھ سے کیا مسئلہ ہے میری ہر بات کو دوسرے معنوں میں لے جاتی ہے۔" وہ اسکی بات کے فوراً بعد بولا۔

"حالانکہ اسے ایسا نہیں سوچنا چاہیے تمھارے بارے میں۔۔ تم جیسے بھی ہو اسے تو چھوٹی بہن سمجھتے ہو نا۔۔" عالیان کو ایک دم کھانسی لگی جیسے وہ اس جملے کے لیے تیار نہیں تھا۔۔ بہن والی بات سیدھا اس کے گلے میں کانٹے کی طرح اٹکی تھی۔

"آر یو او کے ؟؟" وہ یکدم اسے کھانستا ہوا دیکھ کر بولی۔

"ہاں بہن بلکل بہن۔۔ بہن ہی تو سمجھتا ہوں۔۔" وہ اب بھی کھانس رہا تھا۔

"خیر رہنے دو ان باتوں کو یہ بتاؤ سوپ پیو گے ؟؟" وہ اپنا باؤل اسکے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

"جی نہیں شکریہ مجھے تم سے محبت نہیں بڑھانی تمھارا جھوٹا کھا پی کر۔۔" انابیہ کا چہرہ ایک دم سرخ ہوا اور تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورنے لگی۔۔

"تم سے کوئی اچھی بات کی امید نہیں کی جا سکتی ویسے۔۔ میں نے تو ایسے ہی پوچھ لیا پہلے بھی تو مجھ سے چھین کر کھاتے تھے۔۔" وہ ہونہہ کے انداز میں بولی۔

"اور کوستا ہوں خود کو۔۔ یہی تو وجہ ہے کہ تھوڑی بہت محبت ہے تم لوگوں سے تبھی صبر کا گھونٹ پی جاتا ہوں۔۔۔"

"تم اور صبر امپوسیبل۔۔۔" وہ اس کی بات پر ہنس دی اور سر جھٹک کر دوبارہ سوپ پینے لگی۔

عالیان کافی دیر موبائل میں گھسا وہیں بیٹھا رہا۔۔ سوپ کا باؤل ہاتھ میں پکڑے وہ اب اٹھ کھڑی ہوئی ایک نظر عالیان کو گھورا جس کی شرٹ کے فرنٹ بٹن کھلے تھے۔۔

"شرٹ کے بٹن بند کرو۔ صرف اپنی خالہ جان ہی نہیں تھوڑی شرافت کا مظاہرہ ہمارے سامنے بھی کر لیا کرو۔۔"تیوڑیاں چڑھائے تنبیہی انداز سے کہتے وہ پیر پٹختی وہاں سے چلی گئ۔ عجیب سی شکل بنائے وہ اسے جاتا دیکھتا رہا اور پھر دل ہی دل میں بڑبڑاتے ہوئے شرٹ کے بٹن بند کرنے لگا۔

وہ وہاں سے سیدھا کچن میں گئ جہاں ردا سلاد بنانے میں مصروف تھی۔۔

"ردا ذرا ہانڈی دیکھنا میں آتی ہوں"ناہیدہ بیگم اسے حکم دیتے کچن سے چلی گئیں۔وہ ان کے جانے کے فوراً بعد ردا کے پاس گئ۔

"ایک بریکنگ نیوز دوں ؟؟"انابیہ اسکے کانوں کی طرف جھکتے ہوئے بولی۔۔

"ہوں۔۔"

"وہ جا رہا ہے۔۔"

"شکر اللہ کا۔۔۔"وہ کھیرا کاٹتے ہوئے بولی۔

"وہ تمہاری وجہ سے جا رہا ہے بہن۔۔۔ سوچو بابا پوچھیں گے اس سے اگر اس نے بتا دیا تو۔۔۔"ردا کا کھیرا کاٹتا ہوا ہاتھ رکا اور چہرا اٹھا کر اپنی بہن کو دیکھنے لگی۔ "مانا کہ غلطی ہمیشہ اسکی ہوتی ہے مگر ردا وہ مہمان ہے ہمارے گھر اگر تم تھوڑا لحاظ کر لیتی تو یقین جانو تمہارا کچھ نہ جاتا۔اب اتنا برا بھی نہیں ہے !!"اس نے ایک کھیرے کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے کہا جبکہ ردا نے سخت نظروں سے اسے دیکھا۔

"برا تو وہ بہت ہے۔۔ خیر !!آپ کیا چاہتی ہیں میں اب اس سے اپولو جائز کروں ؟؟"اس نے چھری ٹیبل پر پٹختے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں فورس تو نہیں کروں گی لیکن اگر معافی مانگ لو تو تمہارے لیے ہی بہتر ہو گا۔۔"وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔

"لائو یہ مجھے دو میں کر دیتی ہوں تم ہانڈی دیکھ لو۔۔" وہ اسکے سامنے سے سبزی لیتے ہوئے بولی جبکہ ردا واقعی سوچوں کی دنیا میں کہیں دور چلی گئی تھی۔

صبح کے وقت آفس میں حسب معمول لوگوں کی چہل قدمی تھی۔اپنے اپنے کیبنز میں بیٹھے ورکرز اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ایسے میں کبیر ہشاش بشاش سا ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ اور سفید پینٹ پہنے شیشے کے دروازے سے داخل ہوا۔سامنے سے ہی عابس کی سیکرٹری نظریں ایک فائل پر جھکائے چلتی ہوئی آ رہی تھی۔دفعتاً نظریں اٹھاتے ہی اس نے سامنے سے آتے کبیر کو دیکھا تو مسکراتے ہوئے فوراً اُس کی طرف بڑھ گئی۔

"گڈ مارننگ سر۔۔کیسے ہیں آپ؟؟" وہ مسکراتی ہوئی شکل لیے اسے دیکھے گی تو کبیر بھی مسکرا دیا۔۔

"ہمیشہ کی طرح خوبصورت اور ہینڈسم۔۔" وہ دونوں آئی بروز کو اٹھاتے ہوئے بولا۔

"No doubt." وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"بھائی فری ہیں؟" وہ اب آگے کو چلنے لگا تو سیکرٹری بھی اس کے ساتھ چل دی۔

"جی دو گھنٹوں بعد ان کی میٹنگ ہے تب تک فری ہیں۔۔" کبیر نے محض سر ہلایا تبھی اس کے قدم پیچھے سے آتی ایک آواز پر رکے۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔

"آر یو بلائینڈ؟ دیکھ کر نہیں چل سکتے اندھے ہو کیا؟؟" سفید شرٹ اور بھورے رنگ کی پینٹ میں ملبوس گھنگرالے بالوں والا لڑکا سامنے کھڑے نظریں جھکائے ادھیڑ عمر شخص پر چلا رہا تھا۔کبیر نے باری باری دونوں

کو دیکھا اور پھر اس کی نظریں ان کے پیروں کے قریب فرش پر پڑی جہاں دو کپ ٹوٹے گرے پڑے تھے جن میں سے گرتا مائع ان سفید ٹائلز کو گندہ کر گیا تھا۔

"معذرت چاہتا ہوں صاحب۔۔" وہ اسی طرح سر کو جھکائے ندامت سے بولا تو عالیان کا پارا مزید ہائی ہوا۔

"معذرت مائی فٹ۔۔اگر یہ کافی مجھ پر گر جاتی تو؟؟ تو کیا ہوتا تمہارے ساتھ جانتے ہو؟" کبیر کو ایک بار پھر اس کے چلانے کی آواز آئی۔ وہ تیز قدم لیتے ان کے قریب گیا۔

"کیا ہو گیا کیوں چلا رہے ہیں آپ؟؟" آواز پر عالیان نے سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔

"پارٹی ہو رہی ہے آئو تم بھی شامل ہو جائو۔۔" عالیان نے طنزیہ انداز سے کہا تو کبیر کی بھنویں تن گئ۔

"دیکھ نہیں رہے مجھ سے ٹکرا کر ساری کافی گرا دی ہے اس نے۔ پتہ نہیں کیسے کیسے لوگوں کو رکھا ہوا اس آفس میں۔" کبیر نے اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ اس کے کپڑے بلکل صاف تھے کافی کا ایک قطرہ تک اس پر نہیں گرا تھا۔

"اتنا چلانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کافی آپ پر گری نہیں ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ عالیان نے تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورا۔

"اور اگر گر جاتی تو؟؟" وہ اسی طرح ماتھے پر ڈھیروں بل لئے بولا۔

"لیکن گری نہیں ہے۔۔" کبیر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے گھورے گیا اور پھر کچھ قدم لیتے بلکل اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ "نہ ہی یہاں کوئی اندھا ہے نہ ہی بہرا۔ اس لیے آواز آہستہ رکھ کر بات کیجئے۔ ان سے غلطی ہوئی ہے اور انہوں نے معذرت کر لی ہے۔" رک کر ادھیڑ عمر شخص کی طرف گھوما۔۔

"آپ جائیں اور یہ سب صاف کروا دیں۔۔" کبیر نے بلا کی نرمی سے اس سے کہا تو وہ سر کو خم دیتا وہاں سے چلا گیا۔ ایک دفعہ پھر شہد رنگ اور کالی آنکھیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور اسی طرح سرد مہری سے دیکھتے

دیکھتے کبیر وہاں سے پلٹ کر سامنے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔عالیان اسی طرح بھنویں سکیڑ کر اس کی پشت کو دیکھے گیا اور پھر اس کی توجہ اس کے ہاتھ میں پکڑے بجتے ہوئے فون نے کھینچی۔

عابس آفس میں ٹیبل کے کنارے ہاتھوں میں کچھ کاغذوں کا پلندہ لیے کھڑا تھا۔ تبھی آہٹ پر سر اٹھا کر سامنے کھڑے کبیر کو دیکھا جو مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا۔۔

"واٹ آ سرپرائز تم اس وقت یہاں؟؟یونیورسٹی نہیں گئے؟"کاغذات کو ٹیبل پر اچھالتے وہ کبیر کی طرف بڑھا۔

"گیا تھا بس کچھ خاص تھا نہیں اس لیے یہاں آگیا۔۔"اس کا یونیورسٹی سے واپس آجانا نا بیہ کا یونیورسٹی نہ آنا تھا تو دل نے کہاں لگنا تھا اسی لیے بس ایک کلاس لیتے ہی وہ بھی واپس آگیا تھا۔

"خیر اچھا کیا میں تو ایک دوست کے آنے کی توقع کر رہا تھا۔۔"کبیر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔اس سے پہلے وہ اس دوست کے بارے میں پوچھتا دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔۔

"عالی میرے دوست تمہارا ہی انتظار تھا۔۔"عابس فوراً آگے ہوتے اس کے گلے لگا۔کبیر نے گردن موڑ کر دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔عالی یعنی عالیان۔۔کچھ ہی سیکنڈز لگے تھے اسے اب پہچاننے میں کہ یہ ناصر عالم کا بیٹا عالیان ناصر عالم ہے۔جتنا برا امیج اس کے ذہن میں عالیان کے حوالے سے بنا ہوا تھا وہ اس سے بھی زیادہ بدتمیز تھا ہونہہ۔۔

"تم تو عید کا چاند ہوگئے عالی۔۔خیر آئو بیٹھو۔۔"پھر ہاتھ اٹھا کر کبیر کی طرف اشارہ کیا۔"اس سے ملو میرا چھوٹا بھائی۔۔"

"کبیر جہانگیر۔۔"سرد مہری سے اس کا نام لیتے عالیان آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھور رہا تھا۔

"لگتا ہے تم دونوں کی ملاقات ہو گئی ہے۔۔" عابس نے باری باری دونوں کا چہرہ دیکھا اور دونوں کے چہروں پر ناگواری کا بسیرا تھا۔۔ "اور شاید یہ ملاقات اچھی نہیں رہی۔" وہ سر جھٹکنے کے انداز میں بولا۔

"اوکے بھائی میں چلتا ہوں۔۔" کبیر نے کہا تو عابس نے اسے تعجب سے دیکھا۔

"مگر کیوں؟ ابھی تو تم آئے ہو اور۔۔"

"وہ مجھے یاد آیا عاصم سے ملنا تھا۔۔ آپ بیٹھیں اپنے دوست کے ساتھ۔" ایک نظر عالیان کو دیکھا۔ "مجھے ویسے بھی آپ کے دوست سے مل کر کوئی خوشی نہیں ہوئی۔۔" نہایت سپاٹ لہجے میں بولا تو عالیان نے پھر سر تا پیر اسے گھورا۔

"ہاں تم تو جیسے سیلینہ گومیز ہو نا جس سے مل کر مجھے تو بڑی خوشی ہوئی ہو گی۔۔ بائے داوے سوری ٹو سے تمہارا بھائی بہت rude ہے۔۔" اب وہ نظریں عابس میں مرکوز کیے بولا۔

"اونسٹلی سپیکنگ۔۔ میں نے بھی تمہارے بارے میں جتنا برا سوچا تھا اس سے کہیں زیادہ بدزبان ہو تم۔۔" کبیر نے بھی حساب برابر کیا۔

"اوکے اوکے فائن۔۔" عابس نے دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میرے آفس میں اب لڑنا مت شروع ہو جانا۔۔ پلیز۔۔"

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے بدتمیز لوگوں کے منہ لگنے کا۔۔" کبیر ایک سخت نظر عالیان پر ڈالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا۔ وہ اب راہداری سے تیز تیز قدم لیے چل رہا تھا۔ چہرے پر انتہا کی ناگواری سی چھائی ہوئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر اسے عالیان سے اتنی نفرت کیوں ہو رہی تھی۔ کوئی وجہ تو تھی خیر۔۔ سر جھٹکتے وہ اسی طرح چلتا ہوا باہر نکل گیا۔۔

وہ کافی سوچ سوچ کر اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ اسے معافی مانگ لینی چاہیے۔۔ معافی ہی تو ہے زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا وہ پھر سے اس پر طنز کی بوچھاڑ کرے گا۔ فاتحانہ انداز سے مسکرائے گا جو بھی کرے گا وہ ماما جان کی ڈانٹ اور بابا جان کی ناراضگی سے زیادہ سخت نہیں ہو گا۔

"اسکا کیا پتہ ماما اور بابا جان کو ایک کی دس لگا کر سنا دے گا۔۔" کچھ دیر خود کے ساتھ بڑبڑاتے آخر اس نے فیصلہ کیا اور تیز قدم لیتے اس کے کمرے تک پہنچی۔ دروازہ کھلا تھا اور وہ دیکھ سکتی تھی کہ عالیان اپنے کپڑے بیگ میں ڈال رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ ائیر پوڈز لگائے کسی سے بات بھی کر رہا تھا۔۔

"نہیں یار کل پہلے کراچی جائوں گا پھر کچھ دنوں تک واپس آئوں گا۔۔" بات کرتے اسکی نظر چوکھٹ پہ کھڑی لڑکی پر پڑی۔ "میں بعد میں بات کرتا ہوں تم سے۔۔" یہ کہتے اس نے کال ڈسکنیکٹ کی اور اسکی طرف متوجہ ہوا۔۔

"کوئی کام ہے کیا؟؟" وہ ائیر پوڈز اتارتے ہوئے نہایت سپاٹ لہجے میں بولا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔۔" وہ دروازے پر کھڑے بولی۔

"ہاں تو کرو بات لیکن میری سننے کی سکت زیادہ تیز نہیں ہے تم اندر آسکتی ہو میں انسانوں کو کھاتا نہیں ہوں۔۔" اکھڑ انداز سے کہتے وہ دوبارہ کپڑے بیگ میں ڈالنے لگا جبکہ ردا خاصا شرمندہ ہوئی۔۔

"نہیں نہیں ایسا نہیں ہے میں آ ہی رہی تھی اندر۔۔" وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتے اندر آئی جبکہ عالیان ہنس دیا اسے اس دن والی ردا کی حرکت یاد آگئی تھی۔

"اچھا تو بولو کیا کہنے آئی ہو تم یہ آگ کا دریا پار کر کے۔۔" وہ نظروں سے دروازے سے اس تک آنے کا راستہ ناپتے ہوئے شرارتی انداز میں بولا۔۔

"میں۔۔۔آپ سے سوری کرنے آئی تھی۔۔" وہ نظریں نیچے کیے ہوئے بولی۔

"ہوہوہو۔ویٹ آمنٹ۔۔۔ردااحمد عالم آئیں ہیں مجھ سے معافی مانگنے۔۔۔زہے نصیب۔!!" اس نے انگلی اپنے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔۔ردانے آنکھیں اٹھا کر اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"آپ میری وجہ سے جارہے ہیں؟؟" اب کی بار اسکی نظر بیڈ پر پڑے کپڑوں پر تھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا؟؟"

"شاید اس لیے کہ آپ ناراض ہیں مجھ سے۔۔" عالیان اسکی بات پر پھر ہنس دیا۔

"میں بھلا کیوں ناراض ہونے لگا تم سے؟" وہ ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے ہنستے ہوئے پوچھنے لگا۔

"شاید میں نے آپ سے کچھ زیادہ ہی بدتمیزی کی ہے۔۔"

"شاید نہیں یقیناً!!!۔خیر میں اتنی چھوٹی باتوں پر میدان چھوڑ کر جانے والوں میں سے نہیں ہوں اور تم سے ناراض تو بلکل بھی نہیں ہوں بلکہ میں تو کافی انجوائے کرتا رہا ہوں۔۔سیریسلی۔۔" ردانے ایک نظر اسے دیکھا شاید وہ محظوظ ہو رہا تھا۔

"تو پھر آپ کیوں جارہے ہیں اتنی جلدی؟؟"

"تمہیں تو شکرادا کرنا چاہیے نا۔۔۔نہیں؟" ردا کا دل کر رہا تھا کہ اسے چیخ چیخ کر کہے کہ ہاں ہاں میں بہت شکر کروں گی تمہارے جانے کا بلکہ شکرانے کے نفل بھی پڑھوں گی اور اتنی جلدی واپس جانے کے تو دو ایکسٹرا نفل بھی پڑھوں گی لیکن وہ مزید خرابی نہیں چاہتی تھی آفٹر آل مہمان ہے جانا تو ہے ہی اس نے تو اچھا ہے عزت سے جائے۔۔

"دراصل ماما بابا بہت خوش تھے آپکے یہاں ہونے سے۔۔ماما جان تو آپکو ویسے بھی بہت یاد کرتی ہیں نا پھر پتہ نہیں آپ کب واپس آئیں اس لیے پوچھ رہی تھی۔۔۔" وہ خود پر کنٹرول کرتے ہوئے بولی۔

"اوہ تو یہ بات ہے خیر مجھے ضروری کام ہے اس لیے جانا ہے کچھ دن ڈیڈ کے ساتھ بھی گزارنے ہیں اس لیے لیکن میں کال کرتا رہوں گا خالہ کو ڈونٹ وری۔۔۔" وہ دوبارہ بیگ کی طرف متوجہ ہوا۔۔

"کیا ضروری کام ؟؟" وہ اسکے اس سوال پر ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا کیونکہ اسے تو کوئی ضروری کام نہیں تھا۔

"مت جائیں ماما واقعی خفا ہونگی۔۔ اگر ضروری کام نہیں ہے ورنہ کوئی مسئلہ نہیں۔۔"

"جانا ضروری ہے میں اگر کچھ اور دن یہاں رہا تو مجھے کچھ ہو جائے گا۔۔" وہ یکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔۔ جبکہ ردا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہیں ں !!! ایسا کیا ہو جائے گا آپکو یہاں ؟؟" وہ ناسمجھی سے اسے دیکھے گئی۔

"وہی ہو جائے گا جسکا مجھے ڈر ہے۔۔۔" وہ اپنی کالی آنکھوں سے مکمل اسکی سبز کانچ سی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔۔

"ایسا کیا ؟؟" ردا اس سے پوچھ رہی تھی جبکہ وہ کچھ دیر کے لیے خاموش اسکی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ وہ کچھ نہیں بول پایا۔۔

"بھائی !!!" اسکی اگلی آواز میں جیسے وہ ہوش میں آیا تھا۔

"نقصان ردا نقصان۔۔۔ نقصان ہو جائے گا نا میرا۔۔" وہ تیزی سے خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا۔

"نقصان ؟؟؟" اسے پھر سمجھ نہیں لگی۔۔

"ہاں نا تم نہیں سمجھو گی رہنے دو۔۔ تمہیں کیا پتہ میرے فائدے نقصان کا۔۔۔" وہ دوبارہ اپنے بیگ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔۔ جبکہ ردا عجیب سی شکل بنائے اسے دیکھ رہی تھی پتہ نہیں کیا ہے یہ انسان وہ اسے ہی نہیں سمجھ سکی تھی تو اسکے فائدے نقصان کیا سمجھتی۔

"اچھا جیسے مرضی آپکی میں چلتی ہوں۔۔" وہ مزید اسکی منتیں نہیں کرنا چاہتی تھی اور ویسے بھی وہ معافی مانگنے آئی تھی جو اس نے مانگ لی اس لیے پلٹ کر جانے لگی لیکن پھر اسکے ایسے جملے پر رکی جسکی اسے بلکل توقع نہیں تھی۔۔

"کیا تم مجھے یاد کرو گی؟؟" ردا کے قدم وہیں جم گئے اور پھر اس نے پلٹ کر اسے دیکھا جو آنکھیں چھوٹی کیے سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ردا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"آئی مین تم لوگ یعنی تم تینوں؟؟" وہ جیسے تصحیح کرتے ہوئے بولا۔۔

"منو تو ظاہر ہے کرے گی۔۔آپی کا مجھے نہیں پتہ۔۔۔رہی بات میری۔۔۔" وہ رک کر دو قدم آگے آئی اور ہاتھ سینے پر باندھے غور سے سر تا پیر اسے دیکھنے لگی اور پھر بولی۔۔

"میں آپکو بلکل یاد نہیں کروں گی نیور۔۔" وہ گردن اٹھا کر ایک ایک لفظ چبا کر بولتے وہاں سے چلی گئ۔۔

عالیان نے جاتے ہوئے اسکے سر پر اوڑھے گلابی دوپٹے کو دیکھا جسے اس نے بڑے سلیقے سے حجاب میں لے رکھا تھا اور زخمی انداز سے مسکرایا۔۔

"شاید میں تمہیں یاد کروں۔۔مجھے نہیں آنا چاہیے تھا۔۔" اس نے بہت سارا تھوک نگلا اور دوبارہ بیگ میں کپڑے ڈالنے لگا۔

"حد ہی ہو گئی فائزہ مجھے کل کا کہہ کر تم نے آج کال کی ہے۔۔" جویریہ کان سے فون لگائے اور ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑے ٹیرس کے چکر کاٹ رہی تھی۔

"یار اصل میں کل میرے سسرال والے آگئے تھے ورنہ میں نے تو تمہیں کال کرنی تھی پھر وہ لوگ رات کو لیٹ واپس گئے تھے میں نے سوچا تم سو گئی ہو گی۔ پھر صبح یونیورسٹی چلی گئی اب واپس آئی ہوں تو۔۔۔" وہ ایک ہی سانس میں بولے جا رہی تھی تبھی جویریہ نے اسے روکا۔۔

"اچھا اچھا بس بس سمجھ گئی بڑی بزی تھی تم۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اور نہیں تو کیا بہت کام تھے مجھے۔۔" وہ صوفے پر لیٹے بالوں کی ایک لٹ انگلی پر گھماتے ہوئے بول رہی تھی۔

"خیر سے آئے تھے تمہارے سسرال والے؟؟"

"شادی کی تاریخ رکھنے کے لیے آئے تھے۔۔۔" وہ تھوڑا شرما کر بولی تھی۔۔

"ہائے سچی۔۔۔۔" جویریہ زور سے چیخی۔

"ہاں ہاں بلکل سچ۔۔"

"افففف تم کتنے آرام سے بتا رہی ہو اتنی بڑی بات۔۔۔ بہت مبارک ہو۔۔ کب کی رکھی ہے ڈیٹ؟؟" وہ کافی ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے بول رہی تھی۔

"نومبر کے فسٹ ویک۔۔۔"

"ہائے۔۔ یہ تو بہت لیٹ نہیں ہے؟" وہ خفگی سے بولی۔۔

"ہاں ہے تو مگر عبید ابھی پاکستان نہیں آسکتے نا اس لیے۔۔"

"چلو کوئی بات نہیں اچھا ہے تیاری ہو جائے گی۔۔۔ یہ بتاؤ تم نے کل کیا ضروری بات کرنی تھی؟" اس نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔۔

"ارے ہاں اچھا یاد کرایا۔۔" وہ فوراً صوفے پر سے اٹھتے ہوئے بولی۔۔ "اس لڑکی کے بارے میں بمشکل جو پتہ چل سکتا تھا بس وہی پتہ لگا پائیں ہوں۔۔"

"جیسے کہ ؟؟؟" اس نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"جیسے کہ اسکے گھر کا ایڈریس اور اسکے فادر کے آفس کا ایڈریس۔۔ دونوں میرے پتے میں ہیں۔" فائزہ فاتحانہ انداز سے بول رہی تھی۔۔

"زبردست اور ؟؟"

"اسکے فادر گورنمنٹ آفیسر ہیں اور اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔۔۔ انکے بارے میں جتنا پتہ چلا ہے وہ کافی تو نہیں ہے مگر یہ کہ وہ ایک اکھڑ مزاج انسان ہیں اور اتنے زیادہ سوشل بھی نہیں ہیں۔۔" وہ اسے آہستہ آہستہ ساری ڈیٹیل دیے جا رہی تھی جبکہ جویریہ غور سے اسے سن رہی تھی۔۔

"اور مزید کچھ ؟؟" وہ اور بھی جاننا چاہتی تھی۔۔

"نہیں اور کچھ نہیں پتہ چلا۔۔ اسکے فادر اتنا سوشل نہیں ہیں جویریہ صرف یہی کچھ پتہ لگانے میں اتنا ٹائم لگا ہے مجھے اور تو اور اسکی فیملی کے بارے میں تو انکے آس پڑوس والے بھی کچھ نہیں جانتے۔۔۔" جویریہ نے اس کی بات پر سر جھٹکا۔۔

"یہ کافی نہیں ہے میرے پاس اسکے خلاف کیا ہے جو میں اسکے باپ تک پہنچاؤں۔۔۔" اسکے چہرے پر ناگواری سی چھائی۔

"ڈونٹ ٹیک می ٹو ایزی جویریہ ڈارلنگ۔۔۔ میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو اس انفارمیشن کے ساتھ کافی ہوگی اس لڑکی کو کبیر کی زندگی سے نکالنے کے لیے۔۔۔" وہ تھوڑا فاتحانہ انداز سے بولی۔

"کیا چیز ؟؟" اس نے تیزی سے پوچھا جیسے اسے کوئی امید بندھی ہو۔۔

"میں تمہیں کچھ پکچرز بھیج رہی ہوں انہیں دیکھو اور سوچو کیا کرنا ہے۔۔۔" فائزہ یہ کہتے اسے واٹس ایپ پر پکچرز سینڈ کرنے لگی۔۔ جویریہ نے کان سے فون ہٹا کر اسکی سکرین اپنے سامنے کی جس پر فائزہ کے نمبر سے کچھ تصویریں دیکھ کر پہلے تو اسے شدید غصہ آیا اور تیوڑیاں چڑھائے ایک ایک کر کے انہیں دیکھنے لگی۔۔ وہ ہر اس پل کی تصویریں تھیں جب جب انابیہ اور کبیر ساتھ ساتھ تھے۔۔ کسی نے بہت ہی احتیاط اور چالاکی سے انکی چھپ کر تصویریں بنائیں تھیں۔۔

"کمبخت ہے تو واقعی خوبصورت۔۔۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"اب ایک اور خبر سنو۔۔" فائزہ کی آواز پر اس نے فون دوبارہ کان سے لگایا۔

"اس لڑکی کی منگنی ہو چکی ہے۔۔" یہ ایسا جملہ تھا جس کی جویریہ کو بلکل بھی توقع نہیں تھیں۔۔

"منگنی؟؟ او مائی گاڈ۔۔" وہ کافی حیرت کا شکار ہوئی۔

"بھئی میرے تو جو کانوں نے سنا میں نے تمہیں بتا دیا اب تم اچھے سے جانتی ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ آج سے میرا کام ختم۔ کبیر اور انابیہ کے معاملے میں تم اب فائزہ کو نہیں جانتی سمجھی۔۔" وہ اسے وارننگ دینے کے انداز میں بولی۔۔

"تھینک یو سو مچ۔۔۔ یہ سب کافی ہے بلکہ بہت کافی ہے اب تم دیکھتی جائو میں اس کے ساتھ کرتی کیا ہوں ۔۔ فکر نہ کرو تمہارا نام نہیں آئے گا اس لیے میں ابھی کچھ نہیں کروں گی تھوڑا آرام سے تاکہ کبیر کا شک مجھ پر سے اور تم پر سے مکمل طور پر ہٹ جائے۔۔ ابھی جی لینے دو انہیں کچھ دن پھر ایک ہی دفعہ سانس نکالوں گی۔۔۔" وہ روانی میں کہہ رہ تھی۔۔ سخت نفرت بھرا لہجہ تھا اسکا۔ پھر اس نے کال کاٹ دی اسکا دماغ سوچوں میں چلا گیا۔۔

"گورنمنٹ آفیسر۔۔ سخت مزاج انسان۔۔ انابیہ کی منگنی۔۔" اسکی آواز قدرے دھیمی تھی۔ وہ جیسے لفظوں کو آپس میں جوڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر یکدم اسکے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلی۔۔
"میں سمجھ گی تمہارا باپ کیسا انسان ہے۔۔ اور مجھے کیا کرنا ہے۔۔" وہ فون ٹھوڑی سے لگائے سوچوں میں گم ٹہلنے لگی۔ چہرے پر عجیب سی خوشی تھی۔۔

یہ ایک نیا دن تھا اور آج کے دن اسے واپس جانا تھا۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھا۔ وہ کافی بور ہو چکا تھا۔ گھر پر سوائے ناہیدہ کے کوئی تھا ہی نہیں۔ انابیہ یونیورسٹی گی تھی۔ ردا اور مناہل بھی کالج گئے تھے اور احمد صاحب بھی آج ضروری کام سے آفس گئے تھے۔ وہ موبائل ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا تبھی اسے انابیہ کا میسج آیا۔۔
"اوکے آتی ہوں۔۔" اس نے کچھ دیر پہلے انابیہ کو جلدی آنے کا میسج کیا تھا یہ اسی میسج کا جواب تھا۔ کچھ دیر مزید انتظار کرنے کے بعد وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکلا اور سیڑھیاں پھلانگتے نیچے کے پورشن میں آگیا۔۔ کمرے میں تو جیسے اس کا سانس بند ہو رہا تھا۔ وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا تبھی اس کی نظر بائیں طرف کمرے میں کھڑی سفید بڑی سی چادر میں لپٹی ایک عورت پر پڑی جو نماز پڑھ رہی تھی۔ وہ راحیلہ تھی۔ اس کا رنگ فق سے اڑا۔ بے ساختہ قدم اٹھاتے وہ اندر جانے لگا۔ دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے غور سے دیکھا وہ راحیلہ نہیں ناہیدہ تھی۔ وہ تشہد کی حالت میں بیٹھی تھی اور وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ان کے ساتھ فرش پر آبیٹھا۔۔ انہوں نے سلام پھیرا اور پھر اپنے ساتھ بیٹھے وجود کو دیکھا جس کی آنکھیں نم تھیں۔۔
"ایک پل کے لیے مجھے لگا یہاں موم کھڑی ہیں۔۔۔" اس کی تر نظریں جائے نماز پر ٹکی تھیں۔۔

"تمہیں ان کی یاد آ رہی ہے؟؟" ناہیدہ نے بڑی نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔وہ آنکھیں بند کر گیا۔۔

"کب نہیں آتی۔۔" وہ زخمی سا مسکرایا۔۔"آپ میں مجھے وہی دکھتی ہیں۔۔"

"تو مت جائو میرے پاس ہی رہ جائو۔۔"ان کی آنکھیں بھی نم ہونے لگی تھیں۔۔

"کیسے؟؟ کیسے رہ لوں یہاں؟؟ نہیں رہ سکتا اس شہر میں جہاں ان کا قتل ہوا تھا۔۔۔اس ملک میں کیسے رہ لوں جس کا قانون انہیں انصاف نہیں دلا سکا۔۔" وہ اب باقاعدہ رو رہا تھا۔۔ناہیدہ بس آنسو بہاتی اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

"میرے ڈیڈا تنے بڑے بزنس مین ہو کر کچھ نہیں کر سکے ان کے لیے۔۔چچا جان کچھ نہیں کر سکے۔۔۔میں کچھ نہیں کر سکا خالہ۔۔ان کا قاتل سر عام گھوم رہا ہو گا آزادی سے اور ہم۔۔ہم صرف روز آنسو بہاتے ہیں۔۔"اس کے لہجے میں شکوہ ہی شکوہ تھا خود کے لیے۔سب کے لیے۔۔اسے سب سے گلہ تھا۔اور سب سے دور رہنے کی یہی وجہ تھی وہ سب کو سزا دے رہا تھا وہ خود سزا دے رہا تھا۔

"چپ ہو جائو عالیان مت رو ایسے۔۔اللہ ہے نا وہ بہتر انصاف کرنے والا ہے۔۔"اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔پلکیں آنسوؤں سے بھاری ہو گئی تھیں۔

"اللہ چاہتا تو یہ سب نہ ہوتا نا۔۔اس نے کیوں لے لی مجھ سے میری ماں؟؟ وہ کیوں نہیں کرتا میری مدد؟؟"وہ اس حد تک ناامید ہو چکا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔۔

"تم کرتے ہو اس سے دعا؟؟" ناہیدہ نے اس سے پوچھا وہ بس خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھے گیا۔۔

"نہیں۔۔نہیں کرتا میں۔۔"اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنا چہرہ رگڑا اور آنسو صاف کیے۔۔ناہیدہ افسوس سے اسے دیکھے گئی۔۔کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تو دونوں نے مڑ کر دیکھا وہاں انابیہ کھڑی تھی۔۔

عالیان اپنی جگہ سے اٹھا اور مڑ کر وہاں سے جانے لگا۔ انابیہ نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا وہ سمجھ گی کہ وہ روتا رہا تھا۔ اس کے جاتے ہی وہ ناہیدہ کے پاس گئ۔ اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی ناہیدہ خود بولنے لگی۔۔

"وہ ٹوٹا ہوا ہے۔۔" انہوں نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر انابیہ کا چہرہ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ "تم اسے سنبھال لو گی نا۔۔" وہ پوری آنکھیں کھولے انہیں دیکھے گئ۔۔

"وقت اسے سنبھال لے گا۔۔ وقت سب کو سنبھال لیتا ہے۔۔۔" اس نے انہیں کوئی جھوٹی امید نہیں دلائی۔۔ کوئی جھوٹی آس نہیں لگائی۔۔ اور وہاں سے چلی گئ۔ اس کا ارادہ سیدھا اپنے کمرے میں جانے کا تھا لیکن اس کا نرم دل افف۔۔ بیگ وہیں لائونج میں صوفے پر پھینک کر وہ سیڑھیاں پھلانگتے اوپر گئ۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور وہ دیکھ سکتی تھی عالیان صوفے کی پشت پر سر گرائے آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ ٹھنڈی آہ بھر کے اس نے دروازے پر دستک دی تو عالیان نے فوراً سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اندر گئ اور سیدھا اس کے سامنے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئ۔

"تم ٹھیک ہو؟" اس کا انداز فکریہ تھا۔ عالیان سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"مجھ جیسا انسان کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ مجھے تنہائی کی عادت ہو گئ ہے سو تم جا سکتی ہو۔۔" اس نے سپاٹ سے لہجے میں بنا اس کی پرواہ کیے کہا۔

"اگر کوئی مسئلہ ہے تو تم مجھ سے شئیر۔۔"

"تم کچھ نہیں جانتی انابیہ اور مجھے تمہارے قسمت پر رشک آتا ہے کہ تم ہر بات سے انجان ہو۔۔" وہ درشتی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ انابیہ پیشانی پر بل لیے اسے دیکھنے لگی۔ "چلی جائو انابیہ خوامخواہ مجھ سے کوئی بدتمیزی ہو جائے گی اور میں تمہیں مزید ہرٹ نہیں کرنا چاہتا۔۔" اس کے کہتے ہی انابیہ بنا کچھ بولے تابعداری سے سر ہلاتے ہی کمرے سے نکل گئ۔۔ عالیان افسوس بھری نگاہوں سے دروازے کو دیکھتا رہا

جہاں سے وہ ابھی گئی تھی۔ اس کا دل کیا کہ پاگلوں کی طرح روئے۔ اسے کیا ہو گیا تھا وہ خود اپنوں کا دل دکھاتا تھا۔ بس وہ جلد سے جلد یہاں سے جانا چاہتا تھا۔

"خالہ اب آپ ایسے دکھی ہوں گی تو مشکل ہو جائے گی۔۔" احمد صاحب کے گھر کے تمام افراد اس وقت لائونج میں موجود تھے کیونکہ عالیان واپس جانے کے لیے تیار کھڑا تھا تبھی اس نے ناہیدہ بیگم کا اداس چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو مت جائو نا کچھ اور دن رہ لو۔۔" وہ آنکھوں میں آنسو لیتے ہوئے بولیں۔۔

"مجبوری نہ ہوتی تو ضرور رکتا۔۔" اس نے یہ جملہ کہتے ہوئے ایک نظر ردا کو دیکھا جیسے وہ اس سے کچھ کہہ رہا تھا لیکن ردا اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"چھوڑو بھی ناہیدہ کوئی جا رہا ہو تو اسے خوشی خوشی سفر پر بھیجتے ہیں۔۔ بھائی جان کے ساتھ بھی تو تھوڑا وقت گزارے۔۔" احمد صاحب اپنی بیگم کو دیکھتے ہوئے بولے۔۔

"آپ فکر نہ کریں دوبارہ جب بھی فری ہوں گا آپ کے پاس ضرور آئوں گا وعدہ۔۔۔" وہ انکے گرد اپنا حصار باندھتے ہوئے بولا جس پر وہ مسکرا کر سر اثبات میں ہلانے لگیں۔

"یہ ہوئی نا بات پھر مجھے اجازت دیں۔۔۔ فلائیٹ نکل جائے گی۔۔۔"

"ہاں چلو میں گاڑی نکالتا ہوں۔۔" احمد صاحب ٹیبل پر سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے بولے۔۔

"بھائی میں بھی جائوں گی آپکو ائیر پورٹ چھوڑنے۔۔" مناہل فوراً عالیان کے سامنے آتے ہوئے معصومیت سے بولی۔۔

"کیوں نہیں گڑیا چلو تم بھی ساتھ۔۔" عالیان نے اسکے سر پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں میں سے کوئی جانا چاہتا ہے ساتھ ؟؟" احمد صاحب ساتھ کھڑی انابیہ اور ردا سے مخاطب تھے۔۔ اس سے پہلے کہ وہ انکار کرتیں عالیان فوراً بول پڑا۔۔

"ردا جانا چاہتی ہے چچا جان اس نے مجھ سے کہا تھا۔۔" وہ شرارتی مسکراہٹ لیے اسے دیکھنے لگا جبکہ آج تو واقعی ردا کا دل کیا کہ ٹانگیں توڑ ہی دے اسکی جبکہ انابیہ کی ہنسی چھوٹی تھی لیکن پھر جب ردا کی غصیلی نظر اس پر پڑی تو وہ ایک دم سیریس ہو گئ۔۔

"ہاں ٹھیک آئو تم لوگ میں گاڑی نکالتا ہوں۔۔۔" وہ باہر جانے لگے تو ردا بھی پیر پٹختی انکے پیچھے چل دی اور مناہل بھی خوشی خوشی جانے لگی جبکہ عالیان قدم بڑھاتا انابیہ کے سامنے کھڑا ہوا۔۔

"اوکے پھر چلتا ہوں انابیہ اپنا خیال رکھنا۔۔" وہ ناہیدہ بیگم کی موجودگی کی وجہ سے تھوڑا اونچا بولا۔ "تم نہیں چلو گی ساتھ ؟" اس کے پوچھنے پر انابیہ نے مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔ "جیسی تمہاری مرضی۔۔ میں تمہیں یاد کروں گا پارٹنر لیکن تم سے زیادہ تمہاری ہٹلر بہن یاد آئے گی مجھے۔۔" وہ تھوڑا جھک کر نہایت آہستہ آواز میں آنکھ کو ونک کرتے ہوئے بولا۔

"اچھے سے سمجھ گئ ہوں میں تمہارے ارادے۔۔" اس نے بھی دھیمی آواز میں اس سے کہا۔۔ جس پر وہ ہنس دیا اور وہاں سے جانے لگا جبکہ وہ نہیں ہنسی تھی اور سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی اندر جاتے اس نے دیکھا کہ اسکا فون مسلسل بج رہا تھا۔ اس نے بیڈ پر سے فون اٹھایا اور ان نون نمبر دیکھ کر حیران ہوئی اور پھر آخر کار کال اچک لی۔

"ہیلو۔۔۔کون بول رہا ہے؟؟"انابیہ نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"وہی جو آپکی محبت میں گرفتار ہے وہی جو آپکی آنکھوں پر فدا ہے وہی جسکا سر اب تک آپکی ماری ہوئی نوٹ بک اور بازو آپ کی ماری ہوئی بال کی وجہ سے دکھ رہا ہے۔۔"وہ روانی میں بولے جا رہا تھا جبکہ انابیہ کا حیرت سے منہ کھل گیا وہ اس کی آواز دو سیکنڈز میں پہچان گئی تھی اس نے فون کان سے ہٹا کر اسے گھورا اور پھر کمرے میں نظر دوڑانے لگی وہاں کوئی نہیں تھا تبھی اس نے سکون کا گہرا سانس لیا اور پھر تیز قدم لیتی دروازے کے پاس گئی اور باہر جھانک کر اسے لاک کر دیا اور دوبارہ فون کو کان سے لگایا۔۔

"کیا ہوا پہچانا نہیں تھوڑا اور انٹروڈکشن دوں؟"کبیر کوئی جواب نہ ملنے پر دوبارہ بولا۔

"تم۔۔۔تم نے مجھے کال کیسے کی؟؟"وہ تھوڑا غصے مگر دھیمی آواز میں بولی۔۔

"یقین جانو کال کرنا مشکل نہیں ہے بہت آسان ہے۔۔"اس دنیا میں ایک ہی ڈھیٹ تھا وہ تھا کبیر جہانگیر۔۔

"حد ہے۔۔۔نمبر کس نے دیا تمہیں؟؟"وہ ایک کے بعد ایک سوال کیے جا رہی تھی۔۔

"دی ون اینڈ اونلی زارا مبین نے۔۔۔"وہ ڈھٹائی سے اسے تنگ کیے جا رہا تھا۔۔

"اس زارا کی بچی کی تو میں۔۔۔۔"وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"یار اسے معاف کر دو۔۔میں نے زبردستی لیا ہے۔۔"

"ہاں تمہیں بھی اچھے سے جانتی ہوں میں۔۔"

"اچھا واقعی۔۔"

"جی بلکل۔۔"

"ویسے تمہارے گھر کی کھڑکیاں بہت پیاری ہیں سوچو تم یہاں سے شہزادی کی طرح کھڑی باہر جھانکو اور میں شہزادے کی طرح نیچے کھڑا تمہیں دیکھوں۔۔افففف کیا سماں ہو گا۔۔۔"وہ مزے لے کر بول رہا تھا جبکہ

انابیہ کو لگا کہ اسکے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو وہ فوراً کھڑکی کی طرف بھاگی اور باہر جھانکنے لگی پہلے دائیں دیکھا پھر بائیں اس نے ہر طرف دیکھ لیا تھا لیکن باہر انسان نام کی کوئی چیز نہیں تھی اسکی تو جیسے روح جسم سے نکل کر دوبارہ داخل ہوئی تھی۔۔

"جھوٹے باہر تو کوئی نہیں ہے کہاں ہو تم؟؟" وہ فون کان سے لگاتے پھر اس پر برسی۔

"تمہارے دل میں۔۔" وہ یکدم مسکراتے ہوئے بولا جبکہ انابیہ کا دل کیا اسکا سر ہی پھاڑ دے جا کر۔۔

"کیا ہوا نہیں ملا غور سے ڈھونڈو وہیں ہوگا سوائے تمہارے دل کے میرا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے۔۔" اس کے بعد اسکا زوردار قہقہہ گونجا۔۔ "تم تو واقعی ڈر گئی بھلا میں وہاں کیوں آؤں گا بیا اور ویسے بھی مجھے ایڈریس نہیں معلوم۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے بمشکل بول پا رہا تھا۔۔

"ہاں تو یہ بھی پوچھ لو زارا سے۔۔" وہ ہونہہ کہ انداز میں بولی۔

"مجھے فلحال ضرورت نہیں ہے جب آؤں گا تو ایسے آؤں گا کہ دنیا دیکھے گی۔۔" انابیہ اسکی اس بات پر ہلکا سا مسکرائی۔

"تب کی تب دیکھی جائے گی۔۔" وہ اسی طرح مسکراتے ہوئے بولی۔

"دیکھ لینا۔۔ ہاں یاد آیا تمہارا کبھی نہ ہونے والا منگیتر کہاں ہے؟" وہ ایک ہاتھ جیب میں ڈالے لان کی گھاس پر چل رہا تھا۔

"وہ تو چلا گیا۔۔ بلکہ ابھی ہی گیا ہے۔۔"

"چلو شکر یہ ٹینشن تو گئی۔۔۔ قسم سے جب تک وہ یہاں تھا مجھے تو عجیب عجیب سے خیال آتے تھے۔۔" اس نے شکر کا سانس لیتے ہوئے کہا۔۔

"ہاں اچھا ہوا۔۔۔ویسے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی اسے مجھ میں واقعی کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔۔۔"وہ بولتے بولتے بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔

"تو ظاہر ہے میری دعائیں کام کر رہی ہیں میرے علاوہ تم کسی اور کو پسند آؤ گی بھی نہیں۔۔"وہ اسے چھیڑنے کے انداز میں بولا۔۔

"کیا مطلب ہے تمھاری اس بات کا؟؟"

"مطلب اب ہر کسی کی پسند کبیر جہانگیر جیسی تو نہیں ہو سکتی نا۔کوئی تمہیں مجھ سے زیادہ نہیں چاہ سکتا۔۔"وہ کندھے اچکاتے ہوئے زرا اترا کا بولا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔۔۔یہ بتاؤ کال کیوں کی تھی؟؟"وہ فون کان سے لگائے اسی طرح بیڈ پر ڈھے گئی۔۔

"ایسے ہی میرا دل کر رہا تھا۔اب دل کچھ کہے تو اس کی سننی تو پڑتی ہے۔۔"کیا معصومانہ انداز تھا اس کا!!!!

"ویسے اتنی عادت اچھی نہیں ہوتی۔۔۔"

"کیوں نہیں ہوتی؟؟"

"کچھ بھی ہو سکتا ہے مطلب کچھ بھی۔۔"اسے خود سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔۔۔

"کیا کہنا چاہتی ہو زرا تفصیل دینا پسند کرو گی؟؟"اب کی بار وہ سنجیدہ تھا۔۔

"مطلب اگر میں کہیں چلی جاؤں تم چلے جاؤ تو کیا کرو گے تم؟؟"وہ صرف اسے تنگ کرنے کے انداز میں مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی لیکن وہ واقعی سنجیدہ ہو گیا تھا۔۔

"زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں کیوں جاؤں گا کہیں اور اگر تم گئی کہیں بھی مجھے چھوڑ کے تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔انا کا سخت برا انسان ہوں۔۔"وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا جبکہ انابیہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی۔

"اچھا جی۔۔۔مجھے تو لگا تم کہو گے نہیں یا تم اگر مجھے چھوڑ کر گی تو میں مر جائوں گا تمھارے بغیر جی نہیں سکوں گا۔۔" وہ ڈرامائی انداز میں بول رہی تھی۔۔

"ویری فنی۔۔میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میں مر جاؤں گا مگر ہاں میری زندگی موت سے بدتر ہو گی۔۔۔" وہ یکدم چپ سی ہو گئ۔۔۔ایک خوف کے گرد گھر گئ۔۔۔

"توبہ توبہ اتنی خطرناک باتیں نہ کرو۔۔" اس نے جھر جھری لے کر سر کو جھٹکتے ہوئے کہا۔۔

"توبہ توبہ تم نے ہی شروع کی تھیں۔۔" وہ کندھے اچکا گیا۔۔

"اب میں ہی کہہ رہی ہوں نا۔۔کچھ اور بات کرو۔۔"

"سیریسلی تم مزید باتیں کرنا چاہتی ہو میرے ساتھ۔۔کیا بات ہے۔۔"

"شکر کرنا چاہیے تمہیں اس بات کا۔۔۔خیر آج تو تم نے ایسے اچانک کال کی ہے آیندہ دھیان رکھنا میری بہنیں ہر وقت میرے سر پر ہوتی ہیں ردا تو سب جانتی ہے مگر پھر بھی مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔۔" انداز تنبیہی تھا۔

"اوکے اوکے سمجھ گیا اور کوئی حکم؟؟" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔۔ وہ کافی دیر اس سے اسی طرح باتیں کرتی رہی۔۔

نیلے رنگ کا آسمان بلکل صاف تھا جس پر ہلکے ہلکے سفید خوبصورت بادل تیر رہے تھے ایسے میں وہ گرائونڈ میں موجود ایک بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔وہ مکمل طور پر اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کی سکرین میں گم تھی۔سفید قمیض شلوار اور سفید دوپٹہ سر پر اوڑھے وہ ادھر ادھر سے بلکل بے گانہ تھی تبھی اس کی آنکھوں کے سامنے ایک خوبصورت گلاب کا پھول نمودار ہوا۔اس کی نظریں سکرین سے ہٹ کر اس ہاتھ پر رکیں جو پھول کو اس

کی ڈنڈی سے پکڑے ہوئے تھا۔ پھول تھامنے سے پہلے اس نے گردن گھما کر دیکھا تو اس کی بھوری آنکھیں شہد رنگ آنکھوں سے ٹکرائیں۔ عین اس کے پیچھے کھڑے کبیر کے چہرے پر سجی مسکراہٹ دیکھتے اس نے سر نفی میں ہلایا اور دوبارہ گردن سامنے موڑ کر پھول اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ کبیر گھوم کر اب اس کے ساتھ ہی بینچ پر آ بیٹھا۔۔

"ہاؤ بیوٹی فل اٹ از!!" وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے اس سرخ گلاب کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی تبھی اس نے کبیر کو دیکھا جو اس کے سامنے ایک ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ وہ ناسمجھی سے اسے دیکھے گئی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ میں نے تمہیں پھول دیا ہے اب تم بھی مجھے کچھ دو۔۔" پھول دینے والا شکایت کر رہا تھا۔۔

"کیوں آج کوئی خاص دن ہے؟؟" وہ تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ضروری نہیں ہے کہ انسان کسی خاص دن ہی کسی کو کچھ دے۔ مجھے تمہارے لیے یہ پھول پسند آیا میں لے آیا اب تمہیں بھی تو کچھ دینا چاہیے نا مجھے۔۔" وہ خفگی سے بول رہا تھا۔

"اب مجھے کیا الہام ہونا تھا کہ تم میرے لیے پھول لا رہے ہو۔۔"

"رہنے دو انا بیہ میڈم دل بڑا ہونا چاہئے ورنہ دینے کے لیے انسان کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے۔۔" وہ روٹھنے کے انداز میں ہاتھ سینے پر باندھے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ منہ کھولے اسے دیکھی گئی۔۔ پھول دینے والا ناراض ہو گیا تھا۔۔

"ایسی بات نہیں ہے میرا دل بہت بڑا ہے اتنا کہ۔۔" وہ جیسے رک کر سوچنے لگی۔ "کہ میں تمہیں یہ پورا درخت دے سکتی ہوں وہ بھی جڑوں سمیت۔۔۔" وہ اپنے بائیں طرف ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے زرا اترا کر بولی۔ کبیر نے گردن بائیں طرف گھما کر اس درخت کو حیرت سے دیکھا اور پھر اسے جیسے کہہ رہا ہو مذاق کر رہی ہو نا۔۔

"نہیں نہیں یہ اپنی جگہ پہ بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔" اس کے بولتے ہی انابیہ زور سے ہنس دی۔۔ وہ ہنس ہنس کر دوہری ہو رہی تھی۔۔

"میں نے کون سا دے دینا ہے میں تو بتا رہی تھی کہ دیکھو میرا دل کتنا بڑا ہے۔۔" کبیر نے پھر ایک خفا خفا نگاہ اس پر ڈالی اور خفگی سے چہرہ دوسری طرف موڑ گیا۔۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے میرے پاس شاید کچھ ہے۔۔" اس نے لیپ ٹاپ اپنے سائڈ پر رکھا اور جھک کر بیگ کی سامنے والی جیب ٹٹولنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں اس نے اس جیب میں سے ایک انگوٹھی برآمد کی۔ بلیک کلر ایک کوپر کی رنگ جس کے درمیان میں سنہری سی لکیر بنی تھی انابیہ نے دو انگلیوں میں پکڑ کر اس کے سامنے کی۔ کبیر نے آنکھیں چھوٹی کیے اس انگوٹھی کو دیکھا اور پھر انابیہ کو۔

"کسی کو رنگ دینے کا مطلب تو جانتی ہو نا تم؟" وہ شرارتی انداز سے انابیہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کا چہرہ ایک دم سرخ ہوا۔۔

"بہت اچھے سے جانتی ہوں لیکن اس کے علاوہ اب اور کچھ ہے نہیں میرے پاس اگر تمہیں نہیں چاہئیے تو۔۔" اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی کبیر نے اس کے ہاتھ سے وہ رنگ جھپٹ لی اور تیزی سے اپنی انگلی میں پہن لی۔ انابیہ نے حیرت سے اس کی انگلی میں پہنی اس انگوٹھی کو دیکھا جو اسے بلکل فٹ آئی تھی جیسے خاص طور پر اس کا ناپ لے کر بنائی گی ٔہو۔۔

"یہ تم نے اسپشل میرے لیے خریدی ہے نا۔۔" اس کی آواز پر وہ سیدھی ہوئی۔

"بلکل بھی نہیں یہ تو مجھے شاپ میں پسند آئی تھی افسوس سے مجھے پوری نہیں تھی۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے تھوڑا افسوس کرتے ہوئے بولی۔

"ویل۔۔تو تم نے خریدی کیوں؟؟"

"کہا نا پسند آ گئی تھی۔اب اگر کچھ پسند آجائے تو دل اسے چھوڑنے پر کہاں مانتا ہے۔۔"

"بلکل اب کوئی پسند آجائے تو دل اسے چھوڑنے پر کہاں مانتا ہے۔۔" یہ بات اس نے مسکراتے ہوئے انابیہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہی تو وہ جھینپ کر نظریں چرا گئی۔پھر جیسے کچھ یاد آتے ہی چونک کر اس کی طرف گھومی۔۔

"تم نے ایک بات نوٹ کی یہ تمہارے نصیب میں تھی اسے تم تک آنا تھا۔یہ میری انگلی کے لیے نہیں بنی تھی مگر پھر بھی میں نے خرید لی کیونکہ میرے ذریعے اسے تم تک پہنچنا تھا۔" وہ بلا کی معصوم تھی اور وہ یہ اقرار چیخ چیخ کر کر سکتا تھا۔۔

"بلکل جیسے تم میرے نصیب میں ہو اور تم مجھ تک ضرور آؤ گی۔۔" وہ ایک پل کے لیے خاموش رہ گئی۔کیا یہ شخص ٹھیک کہہ رہا ہے؟ کیا وہ اس کے نصیب میں ہو سکتی ہے؟ لیکن کیسے اتنے اچھے نصیب کیسے؟ اس کے ذہن میں پھر سے بہت سے سوال گردش کرنے لگے تھے وہ رخ موڑ کر دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔۔

"بائے داوے تم میرے سوال کا جواب کب دو گی؟" کبیر کی آواز پھر اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔

"تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتی کیونکہ مجھے خود بھی نہیں پتہ کہ اس سوال کا جواب مجھے کیا دینا چاہیے۔۔" وہ اب کی بار تھوڑے پھیکے انداز میں بولی۔

"ہر سوال کا جواب صحیح دینا چاہیے۔ تمہیں بھی جو درست لگتا ہے وہ جواب دو بیا لیکن جو سوال میرا ہے اس کا جواب دماغ سے نہیں دل سے پوچھ کر دو۔۔"

"اور دل کی آواز مجھ تک پہنچتے پہنچتے مر جاتی ہے۔ دل کی بات میرے منہ تک نہیں پہنچ پاتی۔۔"اسے لگا اس کی آواز بھیگنے لگی ہے۔۔

"ٹھیک ہے اگر تم مزید وقت لینا چاہتی تو لے لو اتنا پریشان مت ہو۔۔"وہ اب اپنی انگلی میں پہنی اس انگوٹھی کو دیکھنے لگا۔انابیہ نے ایک پل کے لیے بھی اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹائیں۔۔

"جب تم میرے ساتھ ہوتے ہو تو مجھے اچھا لگتا ہے۔۔"کبیر نے چونک کر سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔"میرا دل کرتا ہے کہ میں تمہاری باتیں سنتی رہوں۔۔"ایک ہلکی سی ہوا ان دونوں کو چھو کر گزری تھی۔اس نے اس پر سے نظریں ہٹا لیں مگر کبیر یک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور اب وہ نظریں پھول پر جھکائے اس کی پتیوں کو نرمی سے سہلا رہی تھی۔وہ اب اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

"تم آس پاس ہوتے ہو تو میں خود کو محفوظ سمجھتی ہوں۔اس خیال کو سوچ سوچ کر بہت خوش ہوتی ہوں کہ تم سے زیادہ محبت مجھ سے کوئی نہیں کر سکتا۔۔"بولتے بولتے اس نے جھک کر بیگ میں سے اپنی ڈائری نکالی۔

"مجھے خود سے محبت نہیں تھی لیکن تمہاری محبت نے مجھے خود سے محبت کرنا سکھا دیا ہے۔۔"سیاہ ڈائری اب اس کے ہاتھوں میں تھی۔۔

"یونیورسٹی سے جا کر بھی میں صرف تمہیں سوچتی ہوں۔۔"وہ اب ڈائری کے صفحے پلٹ رہی تھی۔۔

"ہر لمحے اس بات سے ڈرتی رہتی ہوں کہ بس وہ وقت کبھی نہ آئے جو تمہیں مجھ سے دور کر دے۔۔" صفحوں کے عین درمیان میں اس نے گلاب کو رکھا اور ڈائری بند کر کے اس نے گردن دوبارہ اس کی طرف گھمائی۔

"کیا یہ تمہارے سوال کا جواب ہے؟؟"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی جس پر اس نے محض سر اثبات میں ہلایا۔وہ کچھ بول نہیں سکا یا شاید الفاظ نہیں تھے۔مجھے تم سے محبت ہے، مجھے تم سے

عشق ہے، آئی لو یو۔۔ یہ وہ سرسری اور شارٹ کٹ جملے نہیں تھے۔ یہ اس کی پوری کہانی تھی۔ یہ اس کے خالص جزبات تھے جو بلآخر اس کی زبان پر آ ہی گئے تھے اور یہی جملے تو تھے اس کے سوال کا مکمل جواب جو دماغ سے نہیں دل سے پوچھ کر دیے گئے تھے۔

"آسمان کتنا صاف ہے نا۔۔" وہ اب کی بار سر آسمان کی طرف اٹھائے بیٹھی تھی۔۔

"صاف، پر نور، بے داغ اور بلا کا خوبصورت!!" کبیر صرف اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔

"مجھے آسمان پر تیرتے ہوئے سفید بادل بہت پسند ہیں۔۔" وہ ہنوز آسمان میں بادلوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"مجھے بھی یہ سفید چہرہ بہت پسند ہے۔۔" لفظ چہرہ سنتے ہی انابیہ نے اسے دیکھا۔

"میں آسمان کی بات کر رہی ہوں۔۔" وہ جیسے اسے یاد دلاتے ہوئے بولی۔۔

"اور میری بات تم سے شروع ہو کر تم پر ختم ہو جاتی ہے۔۔" وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا تو وہ جھینپ کر مسکرا دی اور دوبارہ سے اپنا لیپ ٹاپ ہاتھ میں لیے بیٹھ گئی۔ وہ اب بھی ویسے ہی اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ ساری عمر بھی اس کے ساتھ بیٹھا رہے تو بھی اس کا دل کبھی نہ بھرے۔۔

دن گزر ہی جاتے ہیں اچھے برے جیسے بھی۔۔

وقت بھی چلتا رہتا ہے کیونکہ اسکا کام ہوتا ہے چلتے رہنا۔۔

وقت کسی کے لیے نہیں رکتا۔۔

ہم رکتے ہیں وقت کے لیے ہم کرتے ہیں انتظار صحیح وقت کے لیے۔۔

بھلا وقت نے کب کیا ہے کسی کا انتظار۔۔

وقت کبھی اجازت مانگ کر نہیں آتا۔۔

وہ بس آجاتا ہے۔۔اچھا بن کر یا برا بن کر۔۔

اور یہی اس کی اچھی بات ہے۔۔

کہ وقت بدلتا رہتا ہے۔۔ کبھی اچھا کبھی برا۔۔

ان سب کا وقت بھی گزر ہی رہا تھا دن گزرتے گئے۔۔عالیان واپس امریکہ جا چکا تھا۔۔جویریہ واپس اپنے گھر جا چکی تھی۔۔اگر کوئی چیز بڑھی تھی وہ تھی محبت انکی محبت جس نے بڑھنا تھا وقت کے ساتھ وہ بھی بڑھتی گئی اتنی کہ اب جدائی تکلیف دہ ہو سکتی تھی۔سب کچھ پہلے کی طرح نارمل تھا لیکن کب تک وقت نے پلٹا بھی تو کھانا تھا نا۔

وہ اس وقت اپنے امریکہ والے اپارٹمنٹ میں تھا۔اس کے بکھرے بکھرے بال اور ادھ کھلی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ ابھی سو کر اٹھا ہے۔ گرے بغیر آستینوں کی شرٹ اور بلیک ٹرائوزر پہنے عالیان نے لائونج کے ووڈن فلور پر قدم رکھتے ہی ایک زوردار انگڑائی لی اور تبھی اس کی نظر سلائیڈنگ patio ڈور سے باہر کے منظر پر ٹھہری۔قریب جا کر اسے معلوم ہوا کہ باہر بارش ہوتی رہی ہے بلکہ ہلکی ہلکی بوندا باندی اب بھی جاری ہے۔آسمان پر سیاہ بادلوں کا بسیرا تھا اور زمین پوری طرح گیلی تھی۔اس سوسائٹی میں اور بھی اپارٹمنٹس تھے لیکن فلحال پوری سوسائٹی خاموش سی معلوم ہو رہی تھی۔اس کے ڈور کے بلکل سامنے تھوڑا سا سبزہ تھا یا یوں کہہ لیں ایک چھوٹا سا لان تھا۔جب سے وہ پاکستان سے آیا تھا تب سے اسے سبز رنگ میں کچھ کشش سی معلوم ہوتی تھی وجہ بھی وہ اچھے سے جانتا تھا یون کہ امریکہ آنے سے پہلے وہ کراچی میں اپنا کمرہ بھی سبز اور سیاہ

رنگ کی تھیم میں سجا آیا تھا۔اس نے اب تک ڈور کھولا نہیں تھا اس سے پہلے وہ وہاں سے پلٹتا اس کی نظر سامنے چھتری کے سائے میں بھاگتی ہوئی ایک لڑکی پر ہمیشہ کی طرح آج بھی رکی جو اپنے اپارٹمنٹ کی طرف بھاگ رہی تھی۔اس میں غور کرنے والا کچھ بھی نہیں ہوتا تھا سوائے ایک چیز کے۔۔اس کا حجاب !! یقیناً وہ اسے کسی کی یاد دلاتا تھا۔سر جھٹک کر اس نے پردے کھینچ دیے۔یہ پردے پہلے یہاں نہیں ہوتے تھے بھلا باہر کا خوبصورت منظر چھپانے کے لیے کوئی پردے کیوں لگاتا؟ لیکن پاکستان سے آنے کے بعد عالیان کو صرف اس حجاب والی لڑکی کی وجہ سے لگانے پڑے جو آئے روز اسے نظر آتی تھی اور وہ بغور اسے دیکھنے لگتا تھا جبکہ وہ پہلے بھی وہاں آتی جاتی اسے نظر آتی تھی لیکن اب وہ اسے کسی کی یاد دلاتی تھی۔۔اس کے بعد وہ سیدھا کچن کی طرف بڑھ گیا۔اس کا اپارٹمنٹ چھوٹا مگر خوبصورت تھا۔اسے اپنے لیے کافی بنانی تھی۔ابھی اس نے ایک کپ نکال کر کائونٹر پر رکھا ہی تھا کہ اسے بیل کی آواز سنائی دی۔اس کے کندھے ایک دم کوفت سے ڈھیلے پڑ گئے۔دروازے پہنچ کر اس نے دیوار پر لگے ڈیوائس پر فوراً ڈور کا بٹن دبا دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس وقت کون آسکتا ہے۔سر جھٹک کر وہ دوبارہ کچن کائونٹر کی طرف بڑھ گیا۔ٹھیک پانچ منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔اندر آتے ساتھ ہی اس نے لونگ کوٹ اتارا جو کافی گیلا تھا سر پر سے beret اتارا اور دونوں چیزیں بلکل دروازے کے ساتھ والی الماری کے اندر لٹکا دیں۔سب سے آخر میں اس نے اپنے لونگ شوز اتارتے ہوئے بائیں طرف کھڑے عالیان کو دیکھا جو کپ میں چمچ چلاتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔پھر فوراً سے مسکرا دی۔شوز اتار کر کونے میں رکھے اور بھاگتے ہوئے عالیان کے گلے جا لگی۔اتنا زور سے کہ اسے سنبھلنے تک کا موقع نہ ملا۔۔

"تم تو روز ایسے ملتی ہو جیسے بڑے دنوں بعد ملی ہو۔۔" وہ جب پیچھے ہوئی تبھی عالیان نے اس نیلی آنکھوں والی لڑکی سے کہا جس کے سنہرے بال کافی گیلے تھے۔

"یو ہیو نو آئیڈیا میرے لیے یہ کچھ گھنٹے بھی دنوں کے حساب سے ہوتے ہیں۔۔" وہ اس سے زیادہ تر اردو میں بات کرتی تھی۔ وہ اردو بولنا جانتی تھی اسکی وجہ اسکے باپ کا پاکستانی ہونا تھا جنہوں نے ایک امریکن عورت سے شادی کی تھی۔ اپنے بچپن کے دس سال اس نے پاکستان میں گزارے تھے باقی کے یہیں امریکہ میں۔۔

"ہو ہو۔۔ کم آن۔۔" مزاق اڑانے والے انداز سے کہہ کر وہ دوبارہ کپ کی طرف پلٹا۔۔ "کافی پیو گی؟؟" کپ میں چمچ چلاتے ہوئے اسے نے ایما سے پوچھا۔۔

"ہاں۔۔۔ لیکن تم نہیں میں بنائوں گی ہم دونوں کے لیے۔۔" وہ اسکے ہاتھ سے کپ جھپٹتے ہوئے خوش ہوتے ہوئے بولی۔ وہ کندھے اچکاتے لائونج میں اکلوتے پڑے تھری سیٹر پر جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر میں وہ دونوں ہاتھ کپ میں پکڑے اسکے بلکل ساتھ بیٹھ گئ۔

"آج میں سارا دن تمھارے ساتھ سپینڈ کروں گی اور تم منع نہیں کرو گے۔۔" مڑ کر اس نے دیکھا آج بھی سلائڈنگ ڈور پر پردے پڑے تھے۔ اسے بہت برا لگتا تھا لیکن اب کی بار اس نے عالیان سے کچھ نہیں کہا وہ جانتی تھی وہ پھر پردے ہٹانے سے منع کردے گا۔۔ "کل بھی تم نے مجھے بھیج دیا تھا میں کوئ ایکسکیوز نہیں سنوں گی۔۔۔" وہ کپ اسکے سامنے کرتے ہوئے بولی جبکہ عالیان نے کوئ جواب نہیں دیا۔۔

"تم سن رہے ہونا؟؟" جواب نہ ملنے پر وہ دوبارہ بولی۔۔

"ہاں ہاں ایما میں سن رہا ہوں۔۔۔"

"تو جواب کیوں نہیں دیا؟" وہ اسے گھورنے لگی تھی۔۔

"تم نے کو یسچن نہیں کیا آرڈر دیا ہے۔۔" وہ کافی کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے پر سکون انداز میں اس سے گویا ہوا۔

"ہاں تو گردن ہلا سکتے تھے نا۔" اس نے خفہ ہوتے ہوئے کہا۔ "کرس نے کال کی تھی کہہ رہا تھا آج کلب میں ملیں گے تم چلو گے نا؟؟" اس نے آنکھیں اسکے چہرے پر ٹکائے پوچھا۔۔

"آف کورس کرس کہے اور میں نہ جائوں۔۔"

"فائن میں تو ریڈی ہوں تم بھی ریڈی ہو جائو پہلے ہم دونون لنچ پر جائیں گے پھر انہیں جوائن کریں گے۔۔"

پھر کچھ پل دونوں میں خاموشی حائل ہو گئ۔ کافی کا ایک ایک گھونٹ بھرتے ہوئے وہ بغور گردن موڑ اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ پاکستان سے آنے بعد وہ کچھ زیادہ ہی خوبصورت ہو گیا ہے۔ رہی بات عالیان کی تو اس کی نظروں کی تپش سے وہ ضرور غیر آرام دہ محسوس کر رہا تھا۔۔

"تم جانتے ہو تم میں کیا چیز مجھے زیادہ پسند ہے؟ عالیان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ "تم یہاں امریکہ میں رہتے ہو اکیلے آزاد۔۔ اور تمہاری بہت لڑکیوں سے دوستی بھی ہے مگر آج تک تم نے کسی لڑکی کو غلط نگاہ سے نہیں دیکھا۔ میرے علاوہ تو تم کسی کو اپنے اپارٹمنٹ تک آنے کی اجازت نہیں دیتے۔" وہ پھر کچھ دیر خاموش ہو گئ۔ عالیان اسے سن رہا تھا مگر دیکھ نہیں رہا تھا۔ وہ کافی پینے میں مصروف تھا۔

"محبت کا تو نہیں پتہ مگر تم مجھے پسند کرتے ہو میں جانتی ہوں۔" کافی کا گھونٹ بھرتے عالیان رکا۔ محبت کے نام پر اسے صرف ایک لڑکی کی یاد آتی تھی۔

"مجھے تم سے بہت محبت ہے بس میرے ہو جائو عالیان۔ مجھے تمہیں حاصل کرنا ہے۔ مجھے تم تک رسائی چاہیے۔" عالیان نے پہلو بدلا۔ اسے ایما کی باتیں سخت چبھ رہی تھیں۔

"اپنی حد میں رہو ایما۔ "You know you are seducing me" وہ اپنا لہجہ سخت کرتے ہوئے بولا۔

"تو اس میں غلط کیا ہے عالیان مجھے تم سے محبت ہے تمہیں بھی ہو جائے گی مجھ سے محبت۔۔" ایما نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ عالیان نے ناگواری سے سر جھٹکا۔ اس سے پہلے وہ ہاتھ نکالتا ایما نے گرفت سخت کر لی۔ کپ نیچے فرش پر رکھ کر وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑے بیٹھ گئی۔

"ایما پلیز۔۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" اس نے ایک نظر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔ تم جیسے کہو گے ویسے ہو گا۔۔" اس نے ہار مانتے ہوئے کہا ہاتھ اب بھی اس کی گرفت میں ہی تھے۔۔ "تم اب کبھی واپس تو نہیں جاؤ گے نا؟؟" وہ آس لیے پوچھ رہی تھی۔

"کہاں؟ پاکستان کی بات کر رہی ہو۔۔"

"ہاں۔۔" ایما نے تیز تیز سر اثبات میں ہلایا۔

"جاؤں گا۔۔" جواب مختصر تھا۔۔ ایما نے یکدم گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔

"مگر کیوں تمہیں پاکستان نہیں پسند تھا اب کیوں؟؟" یکدم اس کی آنکھوں میں خوف سا ابھرا۔

"ہاں میں نے کہا تھا مگر میرے ڈیڈ کا سارا بزنس پاکستان میں ہے وہ سب چھوڑ کے میں یہاں کیا کروں گا۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے سپاٹ سے انداز میں بولا۔

"اور میں؟ میرا کیا ہو گا مجھے چھوڑ جاؤ گے؟؟" اس نے بہت سارا تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"مشرقی لڑکیوں کی طرح بیہیو کیوں کر رہی ہو۔۔ ہم دوست ہیں اور کس نے کہا کہ دوست ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں۔۔ ہمیں اپنی زندگیوں میں آگے بھی تو بڑھنا ہوتا ہے۔۔"

دوست؟؟ لفظ دوست سن کر اسکے چہرے کا رنگ ایک پل کے لیے اڑ گیا تھا۔۔ یعنی وہ اتنی بڑی غلط فہمی میں تھی وہ بس اسکے لیے دوست تھی اور کچھ نہیں۔

"کیا میں تمھارے لیے صرف دوست ہوں ؟؟" اسکی آواز جیسے کسی کھائ سے آئ تھی جس پر عالیان نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر ایک زوردار قہقہہ گونجا تھا اس اپارٹمنٹ میں اس کا۔۔ایما فق چہرے سے اسے دیکھے گئ۔۔

"تو ڈیئر تم نے کیا سمجھ لیا تھا خود کو میرے لیے ؟ تم نے کیا مجھے اتنے کچے کردار کا مالک سمجھ رکھا ہے جو تم یہاں بیٹھے مجھے seduce کروگی اور میں ہو جائوں گا۔۔" وہ اسی طرح ہنستے ہوئے بولا۔۔ایما کو لگا وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔۔

"میں نے تمہیں زندگی مان لیا۔۔ میں تم سے شادی۔۔"" وہ ابھی بول رہی تھی تبھی عالیان نے فوراً اسکی بات کاٹی۔۔

"دیکھو ایما۔۔ میں نے تم سے کبھی نہیں کہا کہ میں تم سے شادی کروں گا اور اگر تم نے خود سے ایسا سوچ لیا تو اس میں میرا کوئی فالٹ نہیں ہے سمجھی۔۔۔" وہ یکدم سرد لہجے میں بولا۔ جبکہ ایما کی ساری خوش فہمیاں وہ بھک سے اڑا گیا تھا۔۔

"تو جو اتنی کھلی چھوٹ تم نے مجھے دے رکھی ہے کہ میں باآسانی تمہاری اپارٹمنٹ آجا سکتی ہوں تم سے دن رات باتیں کر سکتی ہوں اس سب کا کیا مطلب تھا؟" وہ ایک دم بھڑک اٹھی۔اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئ۔عالیان کو اسکا بھڑکنا بلکل پسند نہیں آیا تھا اسی لیے تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورنے لگا۔عالیان جب یہاں آیا تھا تو لڑکیوں میں سب سے پہلی لڑکی ایما تھی جو اس کی دوست بنی تھی۔وہ بہت اچھی تھی۔اس کے ڈیپارٹمنٹ کی نہیں تھی پھر بھی سٹڈیز میں اس کی کافی مدد کرتی تھی اس کے علاوہ بھی اگر عالیان کو امریکہ میں کوئی دقت پیش آتی تھی ایما ہمیشہ اس کی مدد کے لئے حاضر ہوتی تھی بس یہی وجہ تھی کہ وہ ایما کے ساتھ

زیادہ وقت گزارتا تھا۔اسے لگتا تھا وہ امریکہ کی ایک براڈ مائینڈ لڑکی ہو گی اور دوستی کو بس دوستی تک محدود رکھے گی لیکن ایسا نہیں ہوا ایما اس کی محبت میں بری طرح مبتلا ہو گئی تھی۔

"میں نے کبھی کوئی زبردستی نہیں کی تمہارے ساتھ۔۔ڈونٹ فورگیٹ تم خود آتی رہی ہو میرے پاس۔۔۔ میں نے بتایا تھا کہ شادی نام لفظ سے مجھے الرجی ہے سمجھی تم۔۔ نائو لیو می الون۔۔"اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔۔ تمہیں مجھ سے شادی نہیں کرنی مت کرو

But I'll never let you go from here تمہیں میرے ساتھ رہنا ہو گا۔۔جائز یا ناجائز طریقے سے تمہاری مرضی۔۔I don't know anything"وہ ایک ہی سانس میں تیز تیز بولے گئی۔"مجھے پاکستانی ٹیپیکل لڑکی سمجھنے کی غلطی مت کرنا جو تمہارے لیے آنسو بہاتی رہے گی اور پھر بھول جائے گی۔مجھے تمہیں حاصل کرنے کے بہت سے طریقے آتے ہیں۔۔"

"میں بھی دیکھتا ہوں تم کیسے روکے رکھتی ہو مجھے۔۔یو کین گو نائو۔۔"وہ محض طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے بولا جس پر ایما کو اور آگ لگی۔۔

"گو ٹو ہیل!!"وہ غصے سے تیز قدم لیتی وہاں سے چلی گئی۔۔اپارٹمنٹ سے باہر نکل کر وہ سیدھا اپنی گاڑی کی طرف گئی۔گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی۔گاڑی سٹارٹ نہیں کی بس کچھ دیر سٹیرنگ پہ ہاتھ رکھے بیٹھ کر وہ زور زور سے چلاتی رہی پھر ایک گہرا سانس لیتے اس نے پرس میں سے موبائل نکالا اور کال ملانے لگی۔

"ڈیڈ وہ پاکستان واپس چلا جائے گا مجھے چھوڑ کر۔۔"وہ روتے ہوئے بولی۔۔

"ہنی تم رو کیوں رہی ہو کہیں نہیں جائے گا وہ۔۔"فون سے ایک بھاری مردانہ آواز گونج رہی تھی۔۔

"بٹ دز ٹائم ہی از سیریس ڈیڈ۔۔" مسلسل رونے کی وجہ سے وہ بمشکل بول پا رہی تھی۔۔

"ڈونٹ وری ہنی مجھے کچھ ٹائم لگے گا آنے میں۔۔ کچھ مسائل حل کر کے آئوں گا تمھارے پاس۔۔ دیکھتا ہوں کیسے جاتا ہے وہ۔۔"

"آپ جلدی آجائیں۔۔ ایم ویٹنگ۔۔" اس نے یہ کہتے فون رکھ دیا۔۔ اب وہ تھوڑی پر سکون تھی۔۔

سارا دن وہ اپنے اپارٹمنٹ میں رہا کہیں نہیں گیا وہ اکیلے رہنا چاہتا تھا اسے لگ رہا تھا جیسے ہر چیز سے اسکا دل اچاٹ ہونے لگا اور اسکے نزدیک موڈ خراب ہونے کی وجہ ایما تھی۔۔ تھری سیٹر پر بیٹھے بیٹھے اس نے لیپ ٹاپ پر ایک فلم لگائ جسے اس نے آدھے میں ہی چھوڑ دیا تھا اور پھر دوسری وہ بھی پوری نہیں دیکھ سکا۔۔ آخر کار اکتا کر اٹھ کر کچن کی جانب چل دیا فریج سے ایک ڈرنک نکال کر گلاس میں انڈیلا اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔ اس کے فوراً بعد وہ کمرے میں گیا اور فون ہاتھوں میں لیے سنگل بیڈ پر لیٹ گیا۔۔ سب سے پہلے اس نے انسٹا کھولا اور مسلسل سکرول کرنے لگا۔۔ اسکی آنکھیں جیسے بھاری ہونے لگی تھیں سر بھی درد کر رہا تھا اسے سمجھ نہیں آئ وہ کب اسی طرح سو گیا جب اسکی آنکھ کھلی تو تقریباً شام ہو گئ تھی اسکے سر میں درد سا تھا ایک نظر ٹائم پر ڈالتے وہ حیران رہ گیا تھا کہ وہ مسلسل چار گھنٹے سوتا رہا تھا جبکہ وہ بارہ بجے سو کر اٹھا تھا۔

"شاید ڈرنک کا اثر تھا۔۔" اس نے سر جھٹکنے کے انداز میں کہا۔۔ پھر اس نے فون اٹھایا اور اتنے سارے میسجز اور کالز دیکھ کر دھنگ رہ گیا۔۔ ہینری، کرس، ڈیوڈ اور عابد سب کے میسجز تھے لیکن سب کی بات ایک ہی تھی کہ وہ کلب میں اسکا ویٹ کر رہے ہیں وہ بیڈ پر سے فوراً اٹھا اور جانے کے لیے تیار ہونے لگا۔۔

وہ جب کلب پہنچا تو ان سب کو ڈھونڈنے کے لیے اسکی نظروں نے چاروں طرف سفر کیا وہ سب ایک کونے میں کھڑے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے تبھی ہینری کی نظر اس پر پڑی تو ہاتھ کے اشارے سے اسے بلانے لگا۔۔ پورے کلب میں میوزک کا شور تھا وہ انکو دیکھتا انکی طرف بڑھ گیا۔۔

"ہائے lucifer یو آر لیٹ۔۔" سانولی رنگت کا کرس اسکی طرف ہنستے ہوئے دیکھ کر تیز آواز میں بولا۔۔

"Yeah I know.. I was engaged in some work." عالیان نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکراتے ہوئے جھوٹ بول دیا۔

"اٹس اوکے برو۔۔ ٹیک اٹ۔" ڈیوڈ نے ایک گلاس اسکے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا جسے اس نے مسکراتے ہوئے فوراً تھام لیا۔

"ایما نظر نہیں آ رہی تمہارے ساتھ؟" اب کی بار عابد نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔

"وہ کیوں نظر آئے گی میرے ساتھ؟؟" عالیان نے ماتھے پر ڈھیروں بل لیے اسے دیکھا۔

"آف کورس شی از یور گرل فرینڈ۔۔ تمھارے ساتھ ہونا چاہیے اسکو۔۔" عابد کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

"او کم آن عابد وہ کوئی میری ون اینڈ اونلی گرل فرینڈ نہیں ہے جو ہر وقت میرے ساتھ پائی جائے گی۔۔۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔۔

"یہ ہوئی نا عالیان والی بات۔۔ بائے داوے اتنا غصہ کیوں ہو؟؟" اس کے چہرے کے تاثرات عابد کو کچھ اور ہی بتا رہے تھے۔ وہ کبھی ایسے روکھے پھیکے اور سنجیدہ لہجے میں بات کرنے کا عادی نہیں تھا۔۔

"پتہ نہیں۔۔ آئی تھنک آئی ایم نوٹ فیلنگ ویل۔۔۔"

"تمہیں تو پسینہ آ رہا ہے۔۔" عابد نے اسکے ماتھے پر نمودار ہونے والے قطروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ عالیان نے اپنا گلاس عابد کو پکڑایا اور اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔ اسکا دم گھٹ رہا تھا۔۔

"آہ۔۔میرا سر پھٹ جائے گا۔۔۔" وہ اپنا سر پکڑتے ہوئے چیخا۔اس کے سر میں پہلے سے درد تھا رہی سہی کسر وہاں کا تیز اور اونچا میوزک پوری کر رہا تھا۔۔

"تمہارا رنگ بھی پیلا پڑ رہا ہے عالیان۔۔۔" وہ اسکی زرد پڑتی رنگت دیکھتے ہوئے اونچی آواز میں فکر مندی سے بولا۔۔

"میں باہر جا رہا ہوں۔۔۔" عالیان یہ کہتے اپنا سر پکڑے تیز قدموں سے باہر جانے لگا جبکہ عابد بھی اسکی پرواہ کرتے ہوئے اسکے پیچھے چل پڑا۔وہ باہر نکل آیا میوزک کا شور کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔

"کیا اب تم بہتر فیل کر رہے ہو؟" اندھیرا چھا گیا تھا بارش بھی بلکل رک چکی تھی مگر آسمان پر کالے بادل اب بھی تھے۔اور وہ دونوں اب سڑک کے کنارے چلتے جا رہے تھے۔اسکے سوال پر عالیان نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

"ہوا کیا تھا تمہیں؟؟"

"پتہ نہیں کافی دیر سے طبیعت صحیح نہیں ہے میری۔۔"

"تو بتا دیتے عالیان مجھے میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا کلب آنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔بلکہ ابھی چلو ڈاکٹر کے پاس۔۔" وہ تفکر آمیز انداز میں بولا۔

"نہیں اب میں ٹھیک ہوں ضرورت نہیں ہے۔۔" وہ واقعی اب ٹھیک تھا۔باہر کی ہوا نے اس کے اعصاب پر مثبت اثر ڈالا تھا۔

"کوئی پریشانی لے رکھی ہے تم نے؟"

پریشانی؟؟کیا اسے بھی پریشانی لینے آتی تھی۔۔وہ یکدم سنجیدہ ہوا۔۔

"ہاں شاید۔۔" وہ محض اتنا بولا۔۔

"کیا؟؟" وہ اس کے چہرے پر اضطراب دیکھ سکتا تھا۔

"مجھے پاکستان واپس جانا ہے۔۔" اسے اپنی آواز کسی کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"پاکستان؟؟" عابد بری طرح چونکا تھا۔۔ "ابھی تو آئے ہو پھر کیوں جانا ہے؟؟"

"مجھے ہمیشہ کے لیے جانا ہے پاکستان اپنی فیملی کے پاس۔۔" وہ رک کر عابد کی طرف گھوما۔ "مجھے لگتا تھا کہ مجھے اپنی فیملی سے نفرت ہے لیکن عابد مجھے ان سب سے بہت محبت ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ دو سال میں نے کس کو اذیت میں رکھا ان کو جنہیں میں سب سے زیادہ چاہتا ہوں یا خود کو۔۔" اسے لگا اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہے۔ عابد پورے وثوق سے اسے سن رہا تھا۔

"میں نے کتنا وقت برباد کر دیا بجائے پاکستان میں رہ کر اپنی ماں کے قتل کا بدلہ لینے کے میں یہاں آکر کیا بن گیا ہوں۔ میں نے تباہ کر دیا خود کو عابد۔۔" اس کا سر اس کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔ عابد نے تڑپ کر اسے کلائیوں سے پکڑا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر واپس پاکستان جا کر تمہارے دل کو سکون ملتا ہے تو ضرور جائو۔۔" وہ تسلی آمیز انداز میں بولا تو عالیان نے روتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"میری ماں کے قاتل سر عام گھوم رہے ہوں گے۔۔ مجھے بدلہ لینا ہے۔۔ میں سب چھوڑنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایسی زندگی نہیں گزارنی۔" وہ رو رہا تھا کسی چھوٹے بچے کی طرح بلک بلک کر عابد نے آگے ہو کر اسے گلے سے لگایا اور اس کے سر پر تھپکی دینے لگا۔ آس پاس سے گزرتے لوگ ان کو رک رک کر دیکھ رہے تھے۔

"بس کچھ بھی ہو جائے یہاں سب کلیئر کر کے میں واپس جا کر ایم-بی-اے بھی وہیں سے کروں گا۔۔ میں خود کو بدلنا چاہتا ہوں۔" اس نے پیچھے ہو کر اپنا تر چہرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی پھر سے شروع ہو گئی اور وہ اسی طرح سڑک کے کنارے چلتے رہے۔

وہ اس وقت بلند عمارت کے سامنے کھڑی تھی۔ کالے رنگ کا برقعہ، مہرون رنگ کا سٹولر اور آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ پہنے وہ سر کو تھوڑا اوپر کیے اس عمارت کو دیکھ رہی تھی اور پھر قدم اٹھاتے اندر بڑھنے لگی۔ وہ تھوڑی گھبراہٹ کا شکار ہوئی اور پھر ایک گہرا سانس لیتے ریسیپشن کی طرف بڑھ گئی۔۔ ریسیپشنسٹ ایک دبلا پتلا لڑکا تھا جو انٹر کام اٹھائے کھڑا تھا وہ وہیں کچھ دیر اسکے فری ہونے کا انتظار کرنے لگی۔۔

"ہیلو میم۔۔ ہاؤ کین آئی ہیلپ یو؟" انٹر کام واپس رکھتے ہوئے وہ سامنے کھڑی لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے احمد عالم صاحب سے ملنا ہے۔۔" وہ فوراً بولی۔۔

"آپکی کوئی اپوئنمنٹ تھی انکے ساتھ؟؟"

"نن۔۔ نہیں مگر میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے۔۔" وہ تھوڑا گھبراتے ہوئے بولی۔۔

"اوکے آپ مجھے اپنا نام بتائیں پھر میں ان سے پوچھ کر آپکو بتاتا ہوں۔۔۔" اس نے انٹر کام دوبارہ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔۔

"جویریہ سلطان۔۔" ایک ٹھنڈی آہ بھر کے اس نے اپنا نام بتایا۔ اسکا نام سنتے ہی ریسیپشنسٹ نے سر ہلایا۔۔

"سر کوئی جویریہ سلطان آپ سے ملنے آئی ہے۔۔" وہ مسلسل ریسیپشنسٹ کا چہرہ دیکھے جا رہی تھی۔۔ "سر انکو آپ سے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔۔ اوکے سر۔۔"

"آپ جائیں وہ فری ہیں۔۔" ریسیپشنسٹ نے اسے مسکراتے ہوئے کہا۔۔

"آفس کس طرف ہے انکا؟" اسکو خوشی ہوئی کہ وہ مل سکتی تھی۔۔

"سیکنڈ فلور پر۔ آپ لفٹ کا استعمال کر سکتی ہیں۔۔" اس لڑکے نے مسکرا کر کہا۔۔

"تھینک یو سو مچ۔۔" جویریہ نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور لفٹ کی طرف چل دی۔۔

"آ جائیں۔۔" احمد صاحب اپنی کرسی پر براجمان تھے تبھی انکے آفس کے دروازے پر دستک ہوئی۔۔

"السلام علیکم سر۔۔" وہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔۔

"وعلیکم السلام۔۔ بیٹھیں۔۔۔" احمد صاحب نے غور سے اسکا چہرہ دیکھا۔۔ "معذرت۔۔ مگر میں نے آپکو پہچانا نہیں۔"

"آپ مجھے جانتے ہی نہیں ہیں تو پہچانے گے کیسے۔۔" وہ ان کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔

"اگر آپ ضروری سمجھیں تو بتا دیں اپنے بارے میں۔۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولے۔

"میرا نام جویریہ ہے۔۔۔ آپکی شخصیت کے بارے میں جیسا سنا تھا آپکو ویسا ہی پایا۔۔" وہ چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے بولی۔۔

"براہ مہربانی محترمہ مدعے پر آیئے۔۔" انکے چہرے پر سنجیدگی تھی۔۔ ان کا بات کرنے کا یہی طریقہ کار تھا۔۔

"شیور!! میں آپکی بیٹی انابیہ کے بارے میں بات کرنے آئی ہوں۔۔" اپنی بیٹی کا نام سنتے ہی احمد صاحب کے ماتھے پر بل پڑے۔

"میری بیٹی کا نام تو لے لیا ہے تو اب جو بھی بولنا ہے سوچ سمجھ کر بولنا کیونکہ میں کوئی فضول بکواس سنوں گا نہیں۔۔" جویریہ انکو پہلی نظر میں ہی پسند نہیں آئی تھی۔۔

"سوچ سمجھ کر تب بولتی کہ آپ کی بیٹی نے میری زندگی میں مداخلت نہ کی ہوتی۔۔" اس بار اسکا لہجہ بھی سرد تھا۔

"پہیلیاں نہ بجھاؤ لڑکی سیدھا سیدھا بولو کیا کہنا چاہتی ہو میری بیٹی کے بارے میں۔" وہ اسے گھورتے ہوئے بولے۔اب کی باران کی آواز اونچی تھی۔

"آپکی بیٹی میرے منگیتر سے چکر چلا رہی ہے۔۔" وہ فوراً بولی تو انہوں نے دھڑلے سے اسکی بات کاٹی۔۔

"بس!! کہا تھا کوئی بکواس نہیں۔۔" وہ مرکزی ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے دھاڑے۔

"بکواس نہیں یہ حقیقت ہے احمد صاحب اپنی بیٹی کو سمجھالیں اب بھی وقت ہے اسے کہیں دور ہو جائے میرے منگیتر سے۔۔" اس نے انگلی اپنے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔۔ احمد صاحب کے کان سائیں سائیں ہونے لگے وہ کچھ بھی سن سکتے تھے مگر یہ سب نہیں۔۔

"اور ہاں وہ صرف اسکے ساتھ ٹائم پاس کر رہا ہے شادی وہ مجھ سے کرے گا۔ہی از ناٹ سیریس ودھر۔۔ مگر میں اتنی بے غیرت نہیں ہوں جو یہ سب برداشت کروں۔۔"ٹائم پاس؟؟؟ کیا انکی بیٹی ٹائم پاس کے لیے تھی احمد صاحب کا چہرہ مارے خفت کے سرخ ہونے لگا تھا۔

"ہو گیا تو اب دفعہ ہو یہاں سے۔۔" انھوں نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نہایت سرد مہری سے کہا۔۔

"میں جانتی تھی آپ یقین نہیں کریں گے کچھ ہے میرے پاس جو آپکو یقین دلانے کے لیے کافی ہو گا۔۔" یہ کہتے ہی اس نے بیگ میں سے موبائل نکالا اور اسکی سکرین روشن کرکے انکے سامنے کیا۔جسے انہوں نے فوراً اسکے ہاتھ سے اچک لیا تھا۔۔ بیا کی تصویریں کسی لڑکے کے ساتھ دیکھ کر انکا خون واقعی کھولنے لگا تھا انکے ماتھے پر شکنیں پڑنے لگی اور سختی سے موبائل اسے واپس کیا۔۔

"دیکھیں سر مجھے آپ باعزت اور شریف انسان لگتے ہیں مگر جو آپکی بیٹی کر رہی ہے وہ کہیں سے بھی شرافت کے زمرے میں نہیں آتا۔اسے سمجھائیں پلیز کہ میرا گھر بننے سے پہلے ہی اجاڑنے کی کوشش نہ کرے۔۔"

احمد صاحب کچھ نہیں بولے وہ بولنے کے قابل رہے ہی نہیں تھے وہ لڑکی انکی بولتی بند کر گئ تھی انکو اب تک یقین نہیں آرہا تھا کہ انابیہ اس سب میں ملوث تھی۔۔

"میں مزید کچھ نہیں کہوں گی اگر آپ یا آپکی بیٹی کی وجہ سے میرا گھر اور زندگی برباد ہوئی تو میں وہ کروں گی جو پوری دنیا دیکھے گی مگر آپ سے نہیں دیکھا جائے گا۔۔" وہ یہ کہتے اٹھ کر وہاں سے تیز قدم لیتے نکل گئ اُسکے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی آج اسے لگ رہا تھا کہ سارے میدان وہ فتح کر آئی ہے اور ایسا اسے احمد صاحب کی اڑتی ہوئی رنگت بتا رہی تھی۔ پیچھے رہ جانے والا شخص بے یقینی کے عالم میں ویسے کا ویسا بیٹھا رہا وہ پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا۔۔انکے آفس میں گہری خاموشی سی چھا گئ تھی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے انھوں نے اپنا فون اٹھایا اور ایک نمبر ملا کر کان سے لگایا۔

"میں اپنا مطالبہ واپس لیتا ہوں۔ میری ٹرانسفر کنفرم کردو اور ہاں کل کی فلائٹ کے ٹکٹس کا بندوبست بھی کرو۔۔ پانچ بندوں کے۔۔" انھوں نے فون پھینکنے کے انداز میں ٹیبل پر رکھا اور کرسی سے پشت لگائے چھت کو افسوس بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔۔

وہ جب گھر پہنچے تو جارحانہ انداز میں سیدھا لائونج میں گئے جہاں ردا اور مناہل ٹی وی کے سامنے بیٹھے ٹیسٹ میچ دیکھ رہی تھیں۔۔

"اور یہ کنگ کی سینچری مکمل۔۔۔" ردا صوفے پر سے اٹھتے ہی پورا زور لگا کر چیخی تھی۔ خوشی کے مارے اچھلنے لگی اور گھومتے ہی سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے ہی نہ صرف اس کی ہنسی رکی تھی بلکہ نینو سیکنڈز میں اس نے اپنی قبر، کفن اور پتہ سب سوچ لیا تھا۔

"انابیہ کہاں ہے؟؟" ان کی بھاری اور غصے بھری آواز سنتے ہی اس کے جسم سے جیسے کوئی کرنٹ سا گزرا۔

"کمرے میں ہے۔۔" وہ بمشکل بول پائی۔

"میرے کمرے میں بھیجو اسے۔۔" یہ کہتے ہی انھوں نے ناہیدہ بیگم کو آواز دی جو کچن سے فوراً نکی آواز پر باہر آئیں۔ "تم بھی آئو بات کرنی ہے مجھے۔۔" وہ ناہیدہ اور ردا کو حکم صادر کرتے اپنے کمرے میں تیز قدم لیتے چلے گئے جبکہ ردا اور ناہیدہ کی نظریں ملیں تھیں جس پر ردا کندھے اچکاتے فوراً انابیہ کے پیچھے گئ۔۔

"آپی بابا بلا رہے ہیں آپکو۔۔" وہ اس وقت کمرے میں ٹہلتے ہوئے کانوں میں ہینڈ فری لگائے موبائل پر ایک نیا ڈرامہ دیکھ رہی تھی تبھی ردا اس کے پاس جا کر بولی۔۔

"اچھا جاتی ہوں۔۔ تمہارا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے؟" وہ کانوں سے ہینڈ فری نکالتے ہوئے بولی تبھی ردا نے آگے ہو کر اسے بازو سے پکڑا جس پر وہ اسے حیرت سے دیکھے گئ۔۔

"آپی کچھ ہوا ہے شاید۔۔ بابا کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ ضرور کچھ ہوا ہے۔۔" اسکی بات سنتے ہی انابیہ کا بھی رنگ اڑا ضرور تھا۔

"کیا مطلب؟؟ کہیں عالیان نے تو کچھ۔۔" اس کا ذہن الجھن سا گیا تھا۔

"افف مجھے نہیں پتہ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔۔ میں بتا رہی ہوں اگر وجہ وہ ہوا نا تو میں چھوڑوں گی نہیں اسے۔۔" ردا اسکی بات کاٹتے ہوئے دانت پیستے ہوئے بولی۔۔

"اچھا بازو چھوڑو دیکھنے تو دو جا کر۔۔" وہ ردا کی گرفت سے اپنا بازو آزاد کرتے ہوئے بولی۔۔

"میں بھی ساتھ آتی ہوں۔۔" انابیہ نے سر اثبات میں ہلایا تو ردا بھی اسکے پیچھے چل دی۔۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتائیں تو۔۔" احمد کمر پر ہاتھ باندھے نہایت غصے کے عالم میں کھڑے تھے تبھی ناہیدہ انکے پیچھے کھڑے بولی۔۔

"جو ہوا ہے اس سے برا کیا ہوگا میرے لیے۔۔" انھوں نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا اسی دوران انابیہ کمرے میں داخل ہوئی اسکے ٹھیک پیچھے ردا تھی جس نے دروازہ واپس سے بند کیا۔۔

"بابا آپ نے بلایا؟؟" وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی جبکہ احمد صاحب اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔۔اسے پہلی دفعہ انکی آنکھیں دیکھ کر بہت خوف ہو رہا تھا۔ انھوں نے بس ایک قدم اسکی طرف بڑھایا۔۔

"کبیر کون ہے؟؟" انابیہ کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں اسے ایسے سوال کی توقع نہیں تھی اسے لگا اسکے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہے اور وہ ابھی دفن ہو جائے گی۔ جبکہ ناہیدہ بیگم منہ کھولے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھیں اور ردا کے تو مانو آج سارے طوطے اڑ گئے تھے۔۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں کبیر کون ہے؟؟" وہ تقریباً پوری آواز میں دھاڑے تھے اتنا کہ انابیہ انکی آواز سنتے واپس ہوش میں آئی۔

"مم۔میری۔۔یونیورسٹی۔۔مم میں پڑھتا ہے۔۔" وہ ٹوٹے ہوئے لفظوں میں بمشکل بول پائی۔

"صرف یونیورسٹی میں؟؟" انکی آواز پھر اونچی تھی۔

"مم میرا کلاس۔۔فف۔۔فیلو بھی ہے۔۔" وہ بول نہیں پا رہی تھی۔الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"صرف کلاس فیلو؟؟" وہ ایک قدم اور اسکے قریب آئے۔۔وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔وہ چہرہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"آپ کیا سننا چاہتے ہیں اس سے کیسے سوال کر رہے ہیں؟" ناہیدہ اسی طرح پیچھے کھڑے تیز آواز میں بولی۔

"سچ صرف سچ۔۔۔"انھوں نے پیچھے مڑ کے ناہیدہ کو نہیں دیکھا انکی سخت نظریں اب بھی انابیہ پر تھیں۔۔

"بولو بیا کیا سچ ہے بتاؤ مجھے۔۔۔"انھوں نے ایک اور قدم بڑھایا اب وہ اسکے سامنے کھڑے تھے اس نے مارے خوف کے ایک قدم پیچھے لیا۔

"بابا۔۔وہ۔۔۔"انھوں نے فوراً اُسے ٹوکا۔۔

"کوئی جھوٹ نہیں۔۔کم از کم اب جھوٹ بول کر میرا مان مزید مت توڑنا۔۔میں سب جانتا ہوں۔۔لیکن میں تم سے سننا چاہتا ہوں۔۔خدا کی قسم آج تم جو بھی بولو گی میں یقین کروں گا لیکن وقتی جان چھڑانے کے لیے جھوٹ مت بولنا۔جو سچ ہے مجھے بتاؤ۔"انکا لہجہ سخت تھا مگر آواز آہستہ تھی۔

"بولو بیا بولتی کیوں نہیں گونگی ہو گئی ہو کیا؟؟"انھوں نے اسکا بازو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے تیز آواز میں کہا۔ناہیدہ فوراً آگے آئی مگر دوسرے ہاتھ کے اشارے سے احمد نے انہیں روک دیا۔۔ جبکہ انابیہ کا چہرہ مکمل بھیگ چکا تھا۔پیچھے کھڑی ردا اپنے منہ پر ہاتھ رکھے زرد چہرے سے ان کو دیکھ رہی تھی۔

"محبت۔۔کرتا۔ہے۔۔وہ۔مجھ سے۔۔۔"وہ روتے ہوئے بولی۔۔

"اور تم؟؟"گرفت مزید سخت ہوئی۔وہ کچھ نہیں بولی۔۔

"اور تم انابیہ؟؟؟"آواز پھر اونچی تھی۔۔

"مم میں۔۔بھی۔۔"وہ ڈر کے مارے آنکھیں بند کر گئی کیونکہ اسے ایک زوردار تھپڑ کی توقع تھی۔انکی گرفت ایک دم ڈھیلی ہوئی اور انابیہ کے آنسوؤں کی رفتار اور تیز ہو گئی۔۔ چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔۔"اعتبار"۔۔مکمل خاموشی ہو گئی۔۔کچھ سیکنڈز بعد انابیہ نے چہرہ دھیرے سے اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے اپنے باپ کو دیکھا وہ سانس نہیں لے سکی اسے لگا اسکا دل ابھی پھٹ جائے گا اسکا باپ احمد عالم رو رہا تھا انکی آنکھوں میں آنسو تھے صرف اس کی وجہ سے۔۔وہ کچھ نہیں بول سکی سوائے۔

"بابا۔" اسکی پکار میں شدید درد تھا وہ سب دیکھ سکتی تھی مگر اپنے عزیزوں خاص کر اپنے باپ کو روتا ہوا بلکل نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔

"بلکل چپ!! نہیں ہوں میں تمہارا باپ۔۔۔ تم اگر مجھے باپ سمجھتی تو میرا مان ایسے نہ توڑتی۔۔۔" وہ درد بھری آواز میں بولے۔۔ "تم ایسا کیسے کر سکتی ہو تم نے ہم سب کو دھوکہ دیا ہے میں نے بھروسہ کیا تھا تم پر تم جانتی تھی تمہارا رشتہ طے ہوا ہوا ہے اور تم پھر بھی عشق معشوقی کے چکر میں پڑ گئی۔۔ تمہیں ذرا احساس نہیں ہوا میری عزت کا۔۔۔" وہ کچھ نہیں بول سکی وہ بولنا چاہتی تھی انکو سب بتانا چاہتی تھی مگر وہ صرف روتی رہی۔۔

"بابا۔۔ وہ اچھا انسان ہے آپ ایک دفعہ اس سے ملیں۔۔ مجھے عالیان سے شادی نہیں کرنی آپ یہ بات جانتے تھے۔"

"تم نہایت بے شرم ہو انابیہ تم میں شرم مر چکی ہے۔۔ یہی وجہ تھی جو میں عورتوں کے گھر سے نکلنے پر راضی نہیں تھا۔۔ لیکن تمہاری ضد کی وجہ سے آج یہ سب ہو رہا ہے۔۔ کیسے ڈھٹائی سے کہہ رہی ہو کہ مل لیں اس سے۔۔" انکے لفظ سخت تھے اتنے کہ انابیہ کا سینا چیر رہے تھے۔۔

"بے شرم نہیں ہے وہ بابا۔۔۔" اس بار آواز ردا کی تھی جو انکے سامنے آتے ہوئے بولی۔۔ "کیا آپ نے کبھی سمجھا ہے اسے کہ وہ کیا چاہتی ہے وہ نہیں کرنا چاہتی عالیان سے شادی تو نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ لڑکی کی مرضی کی اجازت تو ہمارا مذہب بھی دیتا ہے تو آپ۔۔۔" انھوں نے درشتی سے اسکی بات کاٹی۔۔

"تو کیا مذہب یہ کہتا ہے کہ چھپ چھپ کر عشق معشوقیاں کرو ہاں۔۔ کیا وقت دیکھنا پڑ رہا ہے مجھے کہ آج میری بیٹیاں میرے سامنے کھڑے ہو کر میرے فیصلوں کو غلط کہہ رہی ہیں۔۔۔" انابیہ نے ردا کا بازو پکڑ کر اسے پیچھے کھینچا۔۔

"ردا ایسے بات نہیں کر سکتی تم ان سے۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تنبیہی انداز میں بولی۔۔

"مگر آپی۔۔"ردا اس کے گھورنے پر چپ ہو گئ۔۔

"بابا عالیان اچھا نہیں ہے وہ بہت برا ہے میں اس سے شادی نہیں کر سکتی۔۔" وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔۔

"تم اچھی ہو؟؟ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو انابیہ کیا تم کسی کے قابل ہو جو تم کرتی پھر رہی ہو۔۔۔"

اسکے پاس الفاظ نہیں تھے اسے بد کردار بنا دیا گیا تھا۔۔

"وہ نہیں کرنا چاہتا آپی سے شادی بابا آپ کیوں نہیں سمجھ رہے۔۔"ردا وہیں کھڑے بولی۔۔

"ایک کے بعد ایک نیا بہانہ ایک نیا جھوٹ۔۔ تمہاری بہن شادی ہی نہیں کرنا چاہتی اس سے۔۔"

"آپ یقین کیوں نہیں کر رہے ہماری کسی بھی بات کا؟؟"اب کی بار ردا کی آواز کافی اونچی تھی۔وہ سخت نظروں سے انہیں گھور رہی تھی۔۔

"ردا!!!! چپ کر جائو۔۔"انابیہ اسے دیکھتے ہوئے پھر سے چیخی۔۔

"بابا آپ یقین کرے میرا میں سچ بول رہی ہوں اس نے کہا تھا کہ وہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔ کبیر اچھا انسان ہے وہ برا نہیں ہے۔۔"وہ آگے ہوتے ہوئے منت کرتے ہوئے بولی۔۔

"یقین ہی تو نہیں رہا۔۔ اگر اب تم نے اس گھٹیا لڑکے کا نام میرے سامنے لیا تو میں لحاظ نہیں کروں گا۔۔۔" بولتے ہوئے انہوں نے اپنی جیب سے فون نکالا اور اس کے ہاتھ میں دیا۔اس نے ایک نظر فون کو دیکھا اور پھر ناسمجھی سے اپنے باپ کو جو اسے گھورے جا رہے تھے۔۔

"فون ملائو عالیان کو ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔۔"اس نے تیزی سے نمبر ملایا اور کال کی۔۔رنگ جا رہی تھی۔۔

"سپیکر آن کرو۔۔"انھوں نے سخت مگر آہستہ آواز میں کہا۔انابیہ نے فوراً سپیکر کھولا۔۔کچھ ہی دیر میں فون سے عالیان کی آواز گونجنے لگی تھی۔۔

"السلام علیکم چچاجان۔۔"وہ یقیناً سورہا تھا۔اور نیند میں بولا۔۔

"میں انابیہ بات کررہی ہوں۔۔"وہ تیزی سے بولی۔۔ عالیان نے آنکھیں ملتے ہوئے فون کان سے ہٹا کر اسکرین کو دیکھا اور پھر کان سے لگایا۔

"تم چچاجان کے نمبر سے۔۔۔"

"چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ تم نے کہا تھا نا کہ مجھ سے شادی نہیں کرنی اور یہ بھی کہ تم واپس نہیں آؤ گے۔۔" وہ روانی میں اک آس لیے بولی۔۔

"میں واپس آؤں گا"۔اس نے اسکا جواب صحیح سے نہیں دیا بلکہ ایک اور دھماکہ اس کے سر پر پھوڑ دیا۔۔

"اور میں آکر شادی بھی کروں گا لیکن۔۔"اس سے پہلے کہ وہ آگے بولتا احمد صاحب نے اس کے ہاتھ سے فون کھینچ کر کال کاٹ دی۔انابیہ تو جیسے صدمے میں چلی گئی تھی۔۔۔وہ ساکت نظروں سے ان کو دیکھے گئی۔ دوسری طرف عالیان بے یقینی سے اپنا فون دیکھنے لگا۔۔ "واٹ دا ہیل!!بات تو پوری سن لیتی۔۔"وہ سر جھٹک کر واپس سونے لگا۔۔

"اور کوئی جھوٹ ہے بیا تمہارے پاس؟؟"وہ ماتھے پر شکنے لئے اسے سخت نگاہوں سے گھور رہے تھے۔۔

"جھوٹا مکار!!"ردا کی آواز پر احمد صاحب نے اسے بھی گھورا۔۔جبکہ انابیہ بے یقین سی کھڑی رہی۔اسے لگا آج سب ختم ہو گیا سب کچھ۔۔

"اور کچھ کہنا ہے تمہیں؟؟"احمد صاحب نے اسکی سرخ آنسوؤں سے بھری آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"اب میری سنو۔۔۔ہم کراچی جارہے ہیں اپنا سامان سمیٹو۔۔ہم صبح کی فلائٹ سے جارہے ہیں۔۔۔" یہ ایسی بات تھی جس نے سب کو حیران کردیا تھا۔انابیہ اسی طرح روتے ہوئے زمین پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔ ردافوراً اسکے پاس آبیٹھی۔۔

"آپی!!! یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ بابا ہم اپنا سب کچھ چھوڑ کر کیسے جاسکتے ہیں؟؟"آنسو ردا کی آنکھوں سے ٹم ٹم گر رہے تھے۔۔

"یہ سب پہلے سوچنا چاہیے تھا۔میری ٹرانسفر ہو گئی ہے اور میں تم لوگوں کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔" تنبیہی انداز سے کہتے ہی ایک نظر انھوں نے روتے ہوئے انابیہ کو دیکھا جو کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں بیٹھی تھی ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔اسکے آنسو ایسے بہہ رہے تھے کہ کوئی بھی دیکھتا تو اس پر ترس ضرور کھاتا یہ تو پھر باپ تھا۔۔وہ اسی طرح اسکے سامنے زمین پر بیٹھ گئے۔۔

"بیا!!!"انھوں نے بہت دھیمی آواز میں اسے پکارا۔۔"اتنا کیوں رو رہی ہو؟؟بہت محبت کرتی ہو اس سے؟"اس نے کوئی جواب نہیں دیا وہ بس روتی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔۔

"بتاؤ بیا کیا ہم سے بھی زیادہ محبت کرتی ہو اس سے؟؟"اس بار انکا لہجہ نرم تھا۔۔وہ بس انہیں دیکھے جارہی تھی۔۔

"بولو بیا اگر میں کہوں کہ ایک کو چنو ہم یا وہ۔۔کسے چنو گی تم؟؟" یہ وہ سوال تھا جس سے انابیہ احمد سب سے زیادہ ڈرتی تھی اور وہ آج اس سے پوچھا جارہا تھا۔۔اسکے چہرے کی رنگت پیلی پڑ گئی۔۔

"جانتا ہوں مشکل سوال ہے تمھارے لیے آسان کردیتا ہوں۔۔"ناہیدہ بیگم اٹھ کر انکے ساتھ آبیٹھی۔۔پل میں سخت پل میں نرم انابیہ کچھ نہیں سمجھ پارہی تھی۔۔

"میں تمہیں آپشنز دیتا ہوں۔۔ بلائو اسے۔۔ کہو اسے میرے سامنے تم سے نکاح کرے اور لے جائے تمہیں۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا مجھ سے میرا اکلوتا بڑا بھائی چھن جائے گا نا تمہیں تو تمہاری محبت مل جائے گی۔۔۔ لیکن۔" اس کے آنسو اب بھی اسکے گالوں پہ بہہ رہے تھے۔۔

"پھر تمھاری زندگی میں صرف وہی ہو گا ہم نہیں۔ میں کم از کم اپنی زندگی میں تمہیں اپنی ماں، بہنوں اور خود سے کبھی نہیں ملنے دوں گا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایسا کروں گا۔۔" وہ کچھ نہیں بولی وہ صرف انکا چہرہ دیکھ رہی تھی انکی آواز سن رہی تھی۔۔

"یا پھر بھول جائو اسے ہمارے ساتھ چلو۔۔" اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔۔

"تم سے غلطی ہوئی ہے شاید میں تمہیں معاف بھی کر دوں۔ لیکن اسے بھولنا ہو گا یا ہمیں۔۔۔" اس نے آنکھیں کھولیں وہ پہلے کی طرح سرخ تھیں۔۔

"میں تمہیں ایک اور موقع دوں گا تمہیں کراچی میں بھی پڑھنے دوں گا۔۔ تم ایک غلطی دوبارہ نہیں کر سکتی۔ میں جانتا ہوں۔۔" اسکے آنسوؤں کی رفتار اب کم تھی۔۔

"سب کچھ پھر سے شروع کرو بھول جائو کہ تمہارا کبھی محبت جیسی بلا سے پالا پڑا تھا۔۔ وہ سیریس نہیں ہے تمہارے ساتھ بچے وہ استعمال کر رہا ہے تمہارا آجکل کے دور میں سوائے اپنوں کے کوئی مخلص نہیں ہوتا۔۔" انکی اس بات پر بیا تلخی سے ہنس دی کم از کم اس بات پر تو وہ یقین نہیں رکھتی تھی وہ کبیر کی محبت پر اندھا اعتبار کرتی تھی وہ اتنا تو جانتی تھی کہ وہ اس سے سچی محبت کرتا ہے اور اسکا استعمال کرنا!! ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔

"میں تمہیں رات تک وقت دیتا ہوں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔۔" وہ یہ کہتے اپنی جگہ سے اٹھ کر تیز قدم لیتے کمرے سے نکل گئے۔۔

"میں پانی لاتی ہوں۔۔" ردا اپنی بہن کی بے سدھ حالت دیکھتے ہوئے بولی۔۔وہ جب کمرے سے گی تو ناہیدہ انابیہ کے سامنے آکر بیٹھ گئ۔۔انہوں نے مڑ کر ایک نظر دروازے کو دیکھا اور پھر انابیہ کو۔۔

"تمہارا باپ دل کا مریض ہے۔۔" اس نے یکدم نگاہیں اٹھا کر سامنے بیٹھی عورت کو دیکھا۔۔وہ یہ بات نہیں جانتی تھی۔۔ایک کے بعد ایک بڑی خبر وہ بے یقینی کے عالم میں اپنی ماما جان کو دیکھے گئ۔۔

"خدا کا واسطہ ہے آپکو کہہ دیں ایسا نہیں ہے؟" وہ انکی آنکھوں میں امید سے دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"کوئی بھی بری خبر انکے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے بیا۔۔ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔۔یاد رکھنا وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔ تمہارا غلط فیصلہ وہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔۔۔" وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولیں۔۔ "ردا اور منو کو کچھ نہیں بتانا۔۔" وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی تبھی ردا پانی کا گلاس ہاتھ میں پکڑے اندر آئی اور بیا کو اپنے ہاتھوں سے پلانے لگی اور پھر اسے ہاتھ کا سہارا دے کر اٹھنے میں مدد دی اور اسے اپنے ساتھ لگائے وہاں سے اپنے کمرے میں لے گئ۔۔۔

شام ہو گئ تھی احمد صاحب اپنے کمرے میں راکنگ چیئر پر بیٹھے چھت پر نظریں ٹکائے مسلسل جھول رہے تھے۔انکے چہرے پر عجیب سی سوگواری تھی۔۔

"آپ کب تک اس طرح اداس بیٹھے رہیں گے؟؟" ناہیدہ سے رہا نہ گیا تو پوچھنے لگی وہ انکے دائیں طرف پڑے صوفے پر بیٹھی تھیں۔۔وہ انکے سوال پر کچھ نہیں بولے۔۔

"ایک بات کہوں؟؟" ناہیدہ انکی مسلسل خاموشی دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"ہمم۔۔"

"آپ بیا کی بات مان لیں ایک دفعہ اس لڑکے سے بھی مل لیں کیا پتہ وہ۔۔" احمد صاحب نے چہرہ اٹھا کر انکی طرف دیکھا ناہیدہ کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں اتنا سنگدل ہوں۔۔ میں جانتا ہوں وہ پسند کرتی ہے اس لڑکے کو اگر وہ ایک اچھا انسان ہوتا تو میں ضرور اس بارے میں سوچتا۔۔" وہ سرد لہجے میں انکی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔۔

"کیا مطلب اچھا لڑکا نہیں ہے ؟؟" ناہیدہ نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"تمہیں کیا لگتا یہ سب مجھے خواب میں پتہ چلا ہے۔۔ ظاہر ہے ناہیدہ کوئی تھا جس نے مجھے یہ سب بتایا اور وہ اور کوئی نہیں اس لڑکے کی اپنی منگیتر تھی وہ میرے آفس آئی تھی" یہ سنتے ناہیدہ کا منہ حیرت سے کھلا اور وہ گنگ رہ گئیں۔۔ "وہ ہماری بیٹی کے ساتھ سنجیدہ نہیں ہے میں کیسے اس سے ملوں ؟؟"

"تو آپ نے بیا سے کیوں کہا کہ وہ اسے بلائے اور نکاح کرے آپ تو جانتے ہیں پھر بھی ؟؟" ناہیدہ کی آواز تھوڑی اونچی ہوئی تھی۔۔

"اُفف ناہیدہ میں نے واقعی زیادتی کی ہے تمہارے ساتھ تمہیں چار دیواری میں رکھ کر۔۔۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے بولے۔۔

"کیا مطلب ؟؟" وہ اچنبھے سے پوچھنے لگیں۔۔

"مطلب یہ کہ اگر وہ سنجیدہ ہوگا تو ہی تو آئے گا ورنہ وہ اسے ٹال دے گا۔۔ یہ میں نے اس سے اسی لیے کہا کہ وہ خود جان لے کہ اسے دھوکہ دیا جا رہا تھا۔ میں چاہتا ہوں وہ خود فیصلہ کرے اور مجھے وہ منظور ہوگا لیکن اسے پریشرائز کرنے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی اسے میری بیماری کا پتہ چلے۔۔۔" یہ آخری جملہ سنتے ہی ناہیدہ کے چہرے کے تاثرات پل میں بدلے تھے کچھ تھا جو انکے گلے میں اٹکا تھا۔۔

"آپ نے اسے اس لڑکے یا ہمیں چننے کا کہا ہے آپکو کیا لگتا ہے آپ نے اسے پریشرائز نہیں کیا؟؟" وہ خود کو کمپوز کرتے انکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"یہ ضروری تھا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اب پھر وہ میرا مان توڑے گی یا نہیں۔۔" وہ بولے اور پھر گردن ناہیدہ کی طرف گھمائی۔۔ "جہانزیب تمہیں بھولا تو نہیں ہو گا نا۔۔ وہی جہانزیب جس نے اپنی محبت کا قتل اپنے ہاتھوں سے کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ لڑکی جو میرے آفس آئی تھی میری بیٹی کی زندگی میں جہانزیب بن کر داخل ہو۔ میں اسے اس لڑکی سے بچانا چاہتا ہوں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ میری بیٹی نے جس لڑکے کو اپنے دل میں جگہ دی ہے وہ اس کے ساتھ سنجیدہ نہیں ہے اور اگر ہے بھی تب بھی میں انابیہ کو یہاں نہیں رہنے دوں گا۔۔" کہہ کر وہ دوبارہ آنکھیں بند کر گئے۔ ناہیدہ کچھ دیر خاموش رہی۔ بڑی ہمت مجتمع کر کے انہوں نے ان سے اگلا سوال کیا۔

"وہ عالیان سے شادی نہیں کرنا چاہتی اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟؟"

"تو نہ کرے۔۔ بس میرے ساتھ چلے۔ میں کوئی زبردستی نہیں کروں گا۔ وہ میری مان میں اس کی مان لوں گا۔۔ اب مزید باتیں نہیں سامان پیک کرو۔ ہمیں صبح نکلنا ہے۔۔" وہ انکو حکم دیتے دوبارہ راکنگ چیئر پر جھولنے لگے۔۔ جبکہ ناہیدہ سوچوں کی دنیا میں دور جا چکی تھیں۔۔

وہ کمرے میں فرش پر گھٹنوں پر سر ٹکائے خاموش بیٹھی تھی۔ مسلسل رونے کی وجہ سے اسکی آنکھیں مکمل سوج چکی تھیں مگر اب وہ رو نہیں رہی تھی وہ بلکل خاموش تھی جیسے اسکا تو سب ختم ہو چکا تھا۔۔ کیا ایسے ایک دم سب ختم ہو جاتا ہے کیا وقت ایسے ایک دم پلٹ جاتا ہے کیوں؟؟ ہم کیا کیا نہیں سوچ کر رکھتے اپنی زندگی

کے لیے۔ انسان کیا ہوتا ہے؟ وہ ہر وقت اپنے ماضی حال اور مستقبل کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ باقی سب تو ٹھیک ہے لیکن مستقبل۔۔ مستقبل کے بارے میں تو صرف رب جانتا ہے تو وہ کیوں اپنے دماغ کو سوچ سوچ کر ہلکان کرتا ہے جس مستقبل کے بارے میں اسے کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا تو کیوں خواب دیکھ دیکھ کر اپنا مستقبل ڈیزائن کرنے لگ جاتا ہے۔ کیا وہ بھول جاتا ہے تقدیر رب لکھتا ہے مستقبل رب لکھتا سب وہ جانتا ہے تو وہ کیوں خوابوں میں خود کو غرق کر دیتا ہے۔ ہمیں ہر چیز نہیں مل جایا کرتی کیونکہ ضروری نہیں ہے ہر چیز ہمارے لیے ہو ہر حال میں ہمیں ہی ملے کبھی کبھی کمپرومائز بھی کرنا ہوتا ہے قربانی بھی دینی ہوتی ہے اور صبر وہ تو بہت کرنا ہوتا ہے۔۔

اور آج کی رات انابیہ نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کبھی بھی خواب نہیں دیکھے گی اور خواب دیکھ کر خود کو کبھی دکھی نہیں کرے گی کیونکہ خواب انسان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ وہ صرف اپنے حال کا سوچے گی ماضی کا سوچ سوچ کر ضرور تڑپے گی لیکن کبھی مستقبل کو ڈیزائن نہیں کرے گی جو کچھ اب اس کے ساتھ ہو گا وہ سب اسے اب دل سے منظور ہو گا۔

"آپی کچھ بولیں بات کریں۔۔ مجھ سے آپکی خاموشی نہیں دیکھی جاتی۔۔" ردا اسکے سامنے بیٹھ کر اسکی منتیں کر رہی تھی لیکن وہ اسی طرح خاموش بیٹھی رہی۔

"پلیز آپی بات کریں میں جانتی ہوں آپ فیصلہ کرنا چاہ رہی ہیں مگر کر نہیں پا رہی۔۔۔ آپی آپکی محبت سچی ہے اور میں جانتی ہوں آپ غلط انسان سے محبت نہیں کر سکتی وہ ضرور بہت اچھا ہو گا اور آپ سے سچی محبت کرتا ہو گا۔۔" اس نے زخمی نظریں دھیرے سے اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

"آپ سن رہی ہیں نا؟" وہ اسکی ویران آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔ وہ کچھ نہیں بولی۔۔ اسی دوران دروازہ کھلا اور مناہل اندر داخل ہوئی۔ دونوں نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔۔

"کیا؟؟؟ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں مجھے۔۔اب ماما بابا کے کمرے سے لاؤنج تک کے راستے میں اتنا فاصلہ نہیں ہے جو مجھے کچھ سنائی نہ دیتا میں سب جانتی ہوں کیری آن!!" وہ قدم بڑھاتے بیڈ پر آ بیٹھی۔

"آپی آپ بتائیں اس کو سب۔۔بلائیں اسے کہیں لے جائے آپکو۔۔میں ایسے نہیں دیکھ سکتی آپکو۔۔" ردا دوبارہ اسکی طرف متوجہ ہوئی۔

"فضول کے مشورے مت دو ردا یہ کیا کہہ رہی ہو تم جب بابا نے کہا کہ وہ آپی کے لیے اچھا نہیں ہے تو تم کیوں انہیں اپنی زندگی برباد کرنے کے مشورے دے رہی ہو۔۔۔" مناہل تیزی سے بولی۔

"تو کیا عالیان اچھا ہے؟؟تم چپ کرو منو بلکل تم کچھ نہیں جانتی۔۔" وہ یکدم بھڑک اٹھی۔

"عالیان بھائی میں کیا برائی ہے؟سب لڑکے ایسے ہی ہوتے ہیں۔۔" وہ جیسے ردا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"سب ایسے نہیں ہوتے سمجھی تم۔۔" ردا لال بھبھوکا چہرہ لیے چیخی۔

"چیخو مت مجھ پر چیخنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا فیصلہ آپی کو کرنا ہے بہتر ہے انہیں ہی کرنے دو۔۔" مناہل ہاتھ باندھے اسے گھورنے لگی۔۔

"میں انکو غلط فیصلہ کبھی نہیں کرنے دوں گی۔۔ سمجھنے کی کوشش کرو وہ محبت کرتی ہیں اس شخص سے کیسے چھوڑ دیں اسے۔۔" وہ منت بھرے انداز سے بولی۔۔

"مجھے تمہاری یہ باتیں سمجھ نہیں آتی براہ مہربانی انہیں مت بھڑکاؤ۔۔" بولتے بولتے اس نے ایک نظر انابیہ کو دیکھا جو واقعی قابل ترس لگ رہی تھی۔۔

"میں بھڑکا نہیں رہی انہیں سمجھا۔۔۔"

"چپ کر جائو تم دونوں۔۔۔" انابیہ اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے بلند آواز میں چیخی۔۔ دونوں نے یکدم اسے دیکھا۔۔ "پلیز چپ کر جائو پاگل کر دیا ہے مجھے۔۔" وہ روتے ہوئے چیخ رہی تھی۔۔اس کا سارا ضبط ٹوٹ چکا تھا۔۔اس کا سارا صبر جواب دے چکا تھا۔۔وہ جو کب سے اپنے منہ کو سیئے بیٹھی تھی اب بھڑک اٹھی تھی۔۔

"میں کون ہوں ہاں کون ہوں میں؟؟ایک جیتی جاگتی لاش۔۔۔زندہ لاش ہوں میں سمجھے۔۔"اس نے سرخ متورم آنکھوں سے دونوں کو باری باری دیکھا۔۔"لیکن پھر بھی میرا فیصلہ میں خود کروں گی۔۔ تم دونوں میرے معاملے سے دور رہو۔۔"اس نے انگلی اٹھا کے دونوں سے کہا۔ رداور مناہل اسے منہ کھولے دیکھے جا رہی تھیں انہوں نے آج سے پہلے انابیہ کو اتنا بھڑکتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ تو بہت نرم مزاج اور نرم لہجے میں بات کرنے والی لڑکی کو جانتے تھے یہ تو واقعی انکے لیے کون بن گئی تھی۔۔ وہ بات کرتے کرتے کھڑی ہو گئی اسکے ساتھ ہی ردا بھی کھڑی ہوئی۔۔اب وہ ادھر ادھر پاگلوں کی طرح دیکھنے لگی جیسے کچھ ڈھونڈ رہی ہو۔۔کالا دوپٹہ اسکے سر سے ڈھلک کر اسکے کندھے پر آ گرا اسکے بکھرے سے بال ڈھیلے سے کیچر میں بندھے تھے۔۔وہ بیڈ کی طرف بڑھی اور تکیوں کو زور سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اسکی مطلوبہ چیز وہاں بھی نہیں تھی۔ پھر وہ فوراً ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی اور بجلی کی رفتار سے موبائل وہاں سے اٹھا کر ہاتھ میں لیا اور اسکی سکرین کو دیکھنے لگی۔ وہ اپنا موبائل ڈھونڈ رہی تھی جو اسے مل گیا تھا۔۔

"میں فیصلہ کر چکی ہوں۔۔"وہ گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے بولی۔ ردا کے چہرے پر ایک دم خوشی لہرائی جیسے وہ جانتی تھی کہ اسکی بہن کیا کرنے والی ہے جبکہ مناہل نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے افسوس سے دیکھا۔ ردا دو قدم بڑھاتی اسکے پاس گئی پھر اسکے جملے پر رکی۔۔

"محبت میرے لیے نہیں بنی۔۔" وہ ہاری ہوئی آواز میں بولی آنسو زارو قطار اسکی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

اس نے ایک نظر اپنے موبائل کو دیکھا اور پھر ٹھیک اپنے سامنے والی دیوار کو۔ ردا نے اسکی نظروں کا پیچھا کرتے ہوئے گردن موڑ کر اسی دیوار کو دیکھا وہ شاید سمجھ چکی تھی کہ انابیہ کیا کرنے والی ہے۔۔ اسکی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں۔ پھر اس نے اپنی گردن اس کی طرف تیزی سے گھمائی۔

"محبت۔۔ میرے۔۔ لیے۔۔ نہیں بنی۔۔۔" اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا موبائل پوری قوت سے سامنے دیوار پر دے مارا اتنا زور سے کہ اسکے حصے دور دور جا گرے تھے اسکی آواز سخت تھی اسکا چہرہ سرخ تھا۔۔

مناہل منہ پر ہاتھ رکھے موبائل کے ٹکڑوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ ردا تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔۔ پھر بھاگتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گئی ردا جیسے ہوش میں آتے فوراً اسکے پیچھے گئی۔۔

"آپی کہاں جا رہی ہیں؟؟" وہ اسکے پیچھے بھاگتے ہوئے بولی۔۔ انابیہ دروازے پر دستک دیے بغیر سیدھا ماما جان اور بابا کے کمرے میں گئی۔۔ احمد صاحب جو اسوقت راکنگ چیئر پر ہی بیٹھے تھے آہٹ پر نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگے جو دروازے پر کھڑی تھی ناہیدہ بیگم بھی اسے اچانک اس طرح دیکھ کر دھنگ رہ گئیں۔۔ اسکی حالت پہلے سے کافی مختلف تھی۔۔ لیکن اس کی زخمی اور ویران نظریں صرف اپنے باپ کی طرف تھیں وہ تیز قدم لیتی انکے پیروں میں جا بیٹھی۔۔

"مجھے۔ معاف۔۔ کر دیں۔۔ بابا۔۔۔" ٹوٹے پھوٹے لفظ اس نے روتے ہوئے ادا کیے۔۔ "میں واقعی بہت بری بیٹی ہوں۔۔ میں نے ہر بات میں اپنی منمانی کی۔ میں نے آپکا بھروسہ توڑا۔ آپکا مان توڑا۔۔ میں معافی مانگتی ہوں پلیز بابا۔۔" وہ انکے گھٹنوں پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ احمد صاحب کے دل کو کچھ ہوا انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ اسکے سر پر رکھا اور اس کے بالوں کو ہلکے سے سہلانے لگے۔

"مت کرو بیا ایسے اٹھ جائو۔۔" انکی آواز لرکھڑائی تھی۔ انابیہ نے گردن اٹھا کر اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے انکی آنکھوں میں دیکھا۔۔ "کراچی چلو گی نا؟" انکا ہاتھ اب تک اس کے سر پر ہی تھا۔ کچھ پل کے لیے وہ کچھ نہ بولی ردا پیچھے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی اس آس میں کہ وہ فوراً انکار کر دے۔۔ لیکن انابیہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"بیا!" انکی آواز قدرے دھیمی تھی۔ انابیہ انکی آنکھیں باری باری دیکھ رہی تھی وہ انکے اگلے الفاظ کی منتظر تھی۔ وہ اسے بتانا چاہتے تھے سب کچھ جو کچھ آج آفس میں ہوا تھا وہ سب بتانا چاہتے تھے لیکن وہ چپ رہے وہ اسے مزید پزل نہیں کرنا چاہتے تھے وہ بس چاہتے تھے کہ انابیہ اب اپنے فیصلے سے نہ مکرے۔

"جائو سامان پیک کرو صبح سات بجے کی فلائٹ ہے۔۔" احمد صاحب نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اسکے سر پر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ وہ سر ہلاتی اٹھنے لگی تھی تبھی احمد صاحب نے اسکا ہاتھ نرمی سے پکڑا۔۔

"ایک وعدہ کرو۔۔۔ اس لڑکے کو نہیں پتہ چلنا چاہیے کہ تم کہاں جا رہی ہو بلکہ کسی کو بھی نہیں تمہاری کوئی دوست ہو تو اسکو بھی نہیں۔ سمجھ رہی ہو نا؟ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ وہ تمھارے پیچھے نہ آجائے۔۔" انابیہ نے صبر کا کڑوا گھونٹ بھرا۔

"ایسا ہی ہوگا آپ پریشان نہ ہوں۔۔" اس نے اٹکی ہوئی آواز میں کہا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑاتے اٹھ کھڑی ہوئی اور بھاری قدموں سے واپس جانے لگی۔ جاتے ہوئے اس نے ایک نظر ردا کو دیکھا جو اسے ملامت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"آہ نصیبِ دشمناں۔۔۔ کیا فیصلہ کیا ہے آپ نے!!!" انابیہ الماری کے پٹ کھولے اسکے سامنے کھڑی تھی تبھی ردا کی طنزیہ آواز اسکے عقب سے آئی مگر اس نے جیسے سنا ہی نہیں تھا اور ایک بڑا سا سفری بیگ نکال کر بیڈ کے اوپر رکھ دیا۔۔

"آپ سن رہی ہیں مجھے؟؟" وہ چلتے چلتے اسکے پیچھے آئی۔

"ہاں سن رہی ہوں۔" مصروف انداز میں کہتے ہوئے اس نے بیگ کی زپ کھولی اور دوبارہ الماری کی طرف بڑھ گئی۔

"کیوں کر رہی ہیں آپ ایسا۔ کیسی محبت ہے یہ؟؟" ردا وہیں بیڈ کے ساتھ کھڑے افسوس سے بولنے لگی۔۔ انابیہ نے الماری سے کپڑے نکالے اور بیگ میں ڈالنے لگی اور پھر رک کر اس کی طرف گھومی۔

"محبت؟؟ میں کیسی اور کتنی محبت کرتی ہوں یہ سب میں جانتی ہوں اور میرا دل جانتا ہے کوئی نہیں جھانک سکتا اسکے اندر۔۔" سخت لہجے میں کہتی وہ مزید کپڑے نکالنے لگی۔ ردا نے بغور اس کی آنکھوں کا زخمی پن دیکھا۔

"یہی تو کہہ رہی ہوں آپی ہمارے لیے اپنی محبت کی قربانی مت دیں ہم نہیں سمجھ سکتے آپ کو ہم صرف اذیت دے سکتے ہیں آپ کو۔۔" اس کا انداز پھر سے التجائیہ تھا۔

"تو کیا چاہتی ہو تم میں اپنی محبت کے لیے اپنوں کو چھوڑ دوں۔۔ تم لوگ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو میں نہیں چھوڑ سکتی۔۔" اسکے کپڑے نکالتے ہاتھ رکے اور وہ پوری طرح ردا کی طرف متوجہ ہوئی۔۔

"آپی آپی۔۔ میری بات سنیں۔۔" اس نے آگے بڑھ کر اسکے دونوں ہاتھوں کو تھاما اور اسے لیے صوفے پر جا بیٹھی۔۔ "کچھ نہیں ہوگا ہم آپ سے کہاں دور ہوں گے بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا آپ پلیز بات کر لیں اس سے۔۔" وہ نہایت نرمی اور رسانیت سے اسے سمجھا رہی تھی۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہو گا سب خراب ہو چکا ہے۔۔" اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے وہ نا امیدی سے بولی۔ "تم پاگلوں والی باتیں کر رہی ہو ردا مانا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے مجھے۔۔ لیکن کیا گارنٹی ہے میں چلی بھی جائوں اس کے ساتھ تو اسکی فیملی مجھے اس طرح ایکسیپٹ کرے گی۔اس طرح لڑکیوں کی کوئی عزت نہیں رہتی۔۔مانو وہ ایکسیپٹ کر بھی لیں تو تمہیں کیا لگتا اپنے شریف اور عزت دار ماں باپ کا دل دکھا کے میں کبھی اسکے ساتھ خوش رہ سکوں گی۔۔ نہیں کبھی بھی نہیں۔۔" بوجھل آواز سے کہتے کہتے وہ ذرا چپ ہوئی تو اس نے دیکھا ردا اسے شکوہ کن نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اس سب کا ڈر تھا تو کیوں کی محبت ؟؟ اچھے سے جانتی تھیں نا آپ کہ یہ سب دشواریاں آپکی راہ میں آئیں گی تو روک لیتی خود کو۔۔" وہ اسے گھورتے ہوئے اب کی بار سرد لہجے میں بولی۔

"اکیس توپوں کی سلامی ہے تمہیں !! محبت سوچ سمجھ کر نہیں کی جاتی وہ تو بس ہو جاتی ہے۔دل پر اختیار نہیں ہوتا میرا بھی نہیں تھا لیکن میں نے پھر بھی کوشش کی تھی۔۔اسکی محبت نے مجھے مجبور کر دیا تھا میں کچھ نہیں کر سکی۔۔" اس نے نظروں کا زاویہ بدلا اور اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مسلنے لگی۔

"محبت کرنے پر اختیار نہیں تھا مگر محبت چھوڑنے پر اختیار ہے ؟" اسکا سوال طنزیہ تھا۔ "آپ نے محبت کرنا تو خوب سیکھا لیکن محبت کے لیے لڑنا نہیں سیکھا محبت پر یقین کرنا نہیں سیکھا۔" آواز کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں ابھرتا طنز بھی واضح تھا۔

"محبت پر یقین ہے اپنی قسمت پر نہیں ہے اور قسمت کے خلاف کوئی ہتھیار نہیں۔"

"قسمت کا کام آپکا نہیں ہے اللہ کا ہے آپ کا کام اس سے اپنی اچھی قسمت کے لیے دعا کرنا ہے اس پر بھروسہ کرنا ہے۔۔" اب کی بار ردا کی آواز تھوڑی اونچی ہوئی۔۔ "ایک بات بتایئں آپ نے کبھی اس کے ملنے کی دعا کی ہے ؟"

"نہیں۔ کیونکہ مجھے اسے مانگنے کا بھی خوف ہے اور اسے کھونے کا بھی۔۔ یہی لکھا تھا میری قسمت میں جو ہو رہا ہے اسے ہونے دو۔۔" ردا نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔۔ کتنی ڈرپوک تھی نا اس کی بہن۔۔ کتنی جلدی ہار مان لی تھی اس نے۔۔

"خود ہار مان لو اور الزام قسمت کو دے دو یہ بھی ٹھیک ہے ہونہہ۔۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی۔۔

"میں بھول جائوں گی اسے وہ بھی بھول جائے گا مجھے سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ کچھ ہی مہینوں کی محبت ہے بھول جائے گی۔۔" وہ اب باقاعدہ اس سے نظریں چراتے ہوئے بولی۔۔

"ایک نظر کی محبت نہیں بھلائی جاسکتی اور آپ چلی ہیں مہینوں کی محبت بھلانے۔۔۔" وہ طنزیہ انداز سے مسکرائی۔ "خیر میں بھی کس پتھر سے سر مار رہی ہوں۔۔ جیسی آپ کی مرضی۔۔ میں صرف ایک کام کر سکتی ہوں آپ کے لیے۔۔" بیا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ "دعا۔۔۔ میں آپ کے لیے اللہ سے دعا کر سکتی ہوں کہ آپ کو کبیر کو بھولنے میں آسانی ہو وہ آپ کو کبھی یاد نہ آئے کیونکہ اگر آپ اسے نہ بھلا سکی تو جس کرب سے آپ گزریں گی وہ نہ آپ سے برداشت ہو گا نہ مجھ سے۔۔۔" ردا یہ کہتے اٹھ کر الماری سے باقی کے کپڑے بیگ میں ٹھوسنے کے انداز میں ڈالنے لگی اور وہ خاموش بت بنے وہیں بیٹھے اسے کام کرتا دیکھ رہی تھی۔

اس سب کے بعد عالم ہاوس میں مکمل خاموشی تھی کوئی شخص کسی سے بات نہیں کر رہا تھا سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ انابیہ کے پاس تو جیسے الفاظ ختم ہو چکے تھے یا شاید اسکی زندگی ہی ختم ہو چکی تھی۔۔ ردا بھی مکمل خاموش تھی وہ زیادہ تر باتیں انابیہ سے ہی کرتی تھی مگر آج اس کے ساتھ وہ بھی چپ تھی وہ مزید اس بارے میں انابیہ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی مزید اسے کچھ بھی سمجھانا اسے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی فضول دماغ کھپائی ہی لگا تھا۔ اور مناہل نے تو پہلے سے ہی اس معاملے سے خود کو دور رکھا ہوا تھا اس

کے نزدیک وہ اس بحث کے لیے ابھی چھوٹی تھی تو لہٰذا بڑوں کو ہی فیصلہ کرنے دیا جائے۔ کھانے کی ٹیبل پر بھی کسی نے کوئی بات نہیں کی چپ چاپ سب نے رات کا کھانا کھایا اور باری باری اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگے۔۔ ردا اور مناہل بیڈ پر لیٹتے ہی سو گئے تھے جبکہ انابیہ جاگ رہی تھی۔۔ تقریباً رات کے دو بج گئے تھے وہ سوئی نہیں تھی کبھی کروٹ دائیں کبھی بائیں۔۔ اسکی نیند تو جیسے اس سے روٹھ گئی تھی۔ اسکا دماغ سوچوں میں گم تھا اسکی سوچ باپ کی بیماری سے شروع ہو کر کبیر سے جدائی پر ختم ہوتی تھی۔ کل کا دن جدائی کا دن تھا اور جدائی آسان نہیں ہوتی۔ اس کی محبت کا اختتام کتنی جلدی ہو گیا۔ سارے وعدے ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گئے۔ وہ اچھے دن کتنی جلدی گزر گئے اور یہ غم کی بھاری رات گزرنے کا نام نہیں لے رہی۔ گھڑی کی ٹک ٹک جیسے میلوں کا فاصلہ طے کر رہی تھی۔ وہ کبیر کو کبھی نہیں دیکھ سکے گی وہ اس سے دور چلی جائے گی ہمیشہ کے لیے۔۔ اسکے ذہن میں خود کے لیے بس ایک سوال تھا کیا وہ اسے بھلا پائے گی کیا اسکے لیے یہ آسان ہو گا؟؟ جس شخص سے دوری کا سوچتے ہی اسکی روح کانپ اٹھتی تھی کیا وہ اسے اپنے ذہن سے نکال پائے گی؟ اس سے بھی اہم سوال یہ تھا کیا وہ اسے بھلا پائے گا کیا اس کے لیے یہ آسان ہو گا؟ اسکی زندگی میں اب اور کیا کیا ہونا ہے وہ یہ تو نہیں جانتی تھی بس وہ اتنا جانتی تھی جو بھی ہو گا اب آسان نہیں ہو گا۔۔ اسکا ذہن ابھی سوچوں میں ہی ڈوبا ہوا تھا کہ اسکے کانوں میں فجر کی اذان گونجنے لگی۔ اذان ختم ہو گئی اور پھر سے خاموشی کا بسیرا ہو گیا اور وہ یوں ہی چھت کو تکتی رہی۔ آنکھیں کھلی تھیں اور آنسو بہتے جا رہے تھے۔ کافی وقت گزر جانے کے بعد اسے یاد آیا کہ اذان کے بعد نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔ اپنے آنسو صاف کر کے وہ اٹھی اور وضو کرنے چلی گئی۔۔ وضو کر کے اس نے جائے نماز بچھایا اور اس پر نماز ادا کرنے لگی۔ سلام پھیرنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اسکا دل بھاری تھا۔ اس نے بس کچھ عربی میں چھوٹی چھوٹی دعائیں پڑھی اور رک

کر اپنی ہتھیلیوں کو دیکھنے لگی۔ آنسو کا ایک قطرہ اس کی ہتھیلی پر گرا۔۔ پھر دوسرا۔۔ پھر تیسرا۔۔اور یوں وہ زار و قطار رونے لگی دبی ہوئی آواز اور سسکیوں سے وہ منہ پر دونوں ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔

"میں کیا دعا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا اللہ جی۔۔ بس مجھے صبر عطا کریں اور مجھے معاف کر دیں۔ اے زمین و آسمان کے مالک۔۔ پلیز مجھے صبر دیں اللہ جی میرے دل کو سکون دے دیں پلیز میری دعا قبول کریں۔۔۔" روتے روتے وہ پھر سجدے میں جا گری اور اسی حالت میں پھر رونے لگی۔ تقریباً آدھا گھنٹہ وہ اسی طرح جائے نماز پر لیٹی رہی اب وہ رو نہیں رہی تھی۔۔ اسی دوران اسے کمرے کے باہر سے کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی اس نے یکدم آنکھیں کھولیں یعنی کوئی جاگ رہا تھا ضرور ماما جان۔۔ وہ فوراً سے اٹھی جائے نماز اٹھایا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ کر کمرے سے نکل کر لائونج کی طرف گئی جہاں کی لائٹس آن تھیں اسکا شک صحیح تھا ماما جان جاگ رہی تھیں وہ کچھ ضروری سامان کاٹن کے بڑے ڈبوں میں ڈال رہی تھیں۔

"ماما جان۔۔" اس نے انکی عقب سے ہی انکو پکارا جس پر ناہیدہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔

"کیا ہوا؟؟"

"بابا جان کہاں ہیں؟" اس نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"مسجد گئے تھے کہہ رہے تھے تھوڑی دیر لگے گی ضروری کام نپٹانے ہیں بس وہ جیسے آئیں گے ہم نے نکلنا ہے انکا حکم ہے کہ ہم تیار رہیں۔۔۔ تم جائو اور ان دونوں کو بھی جگا دو۔۔" انھوں نے دو کاٹن ایک دوسرے کے اوپر رکھے اور تیسرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"جی بہتر۔۔" وہ جانے لگی تھی پھر انکی آواز پر رکی۔۔

"سنو!۔۔" ناہیدہ نے گردن گھما کر اسے روکا۔

"جی۔۔" اس کے رکتے ہی ناہیدہ مکمل طور پر اس کی طرف گھومی۔

"تم تو قید کی دیواریں توڑنا چاہتی تھی نا لیکن تم نے کیا کیا خود کو دیواروں میں خود ہی قید کر دیا۔خاص لڑکی بننا چاہتی تھی نا لیکن خود کو محبت کے چکر میں کتنا گرا دیا۔" ان کے الفاظ تیر کی طرح اس کے سینے میں گھپ رہے تھے۔۔اس کا دل پھر سے رونے والا ہو گیا تھا۔"سب ضروری چیزیں ساتھ لے جانا سوائے اپنے دل کے جس میں وہ شخص ہے۔۔اسے ساتھ لے کر جانے کے بجائے یہیں دفنا جاؤ تو بہتر ہو گا۔۔" اس نے دکھی نظروں سے انہیں دیکھا اور سر ہلاتے واپس مڑ گئی اپنے کمرے کی طرف جاتے اسکے قدم پل بھر کے لیے رکے اور فوراً ماما جان کے کمرے کی طرف پلٹ گئی۔اندر جاتے ہی اس نے تیزی سے بیڈ کے سرہانے پڑا ماما جان کا فون اٹھایا۔۔

"بس ایک آخری دفعہ ماما جان۔۔۔" اس نے موبائل اپنے دوپٹے میں چھپایا اور تیز قدم لیتی اپنے کمرے میں گئی۔۔ایک نظر بیڈ پر ڈالی جس پر صرف مناہل سو رہی تھی۔۔پھر اسے واشروم سے پانی کی آواز آئی وہ سمجھ گئی کہ ردا واشروم میں ہے۔اس نے دراز سے ایک سیفٹی پن نکالی اور اپنے ٹوٹے ہوئے موبائل کی طرف بڑھ گئی جو اب تک زمین پر ویسے ہی بکھرا ہوا پڑا تھا۔۔اس نے وہ ٹوٹا ہوا موبائل ہاتھ میں اٹھایا اور سیفٹی پن کی مدد سے اس میں سے سم نکال کر ماما جان والے فون میں ڈالی یہ سب اس نے بہت تیزی سے کیا اور ایک دو دفعہ واشروم کی طرف گردن گھما کر بھی دیکھا جو اب تک بند تھا اور تیزی سے اٹھ کر چھت کی طرف بھاگی۔۔اوپر پہنچتے ہی اس نے فون کی سکرین آن کی اور یکدم پریشانی کے سایے اسکے چہرے پر لہرائے کیونکہ اسکا کوئی بھی نمبر سم ڈالنے کے باوجود بھی موبائل میں نہیں آیا تھا کیونکہ وہ نمبرز فون میں ہی سیو کرتی تھی سم میں نہیں اور یہ اسکی بری عادت تھی لیکن اچھی بات یہ تھی کہ اسے کبیر کا نمبر زبانی یاد تھا اور آج اسے خود پر بے تحاشا پیار آیا۔۔اس نے ذہن پر زور ڈالتے کبیر کا نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔وہ ایسا کیوں کر رہی تھی وہ نہیں جانتی

تھی۔۔رنگ جارہی تھی لیکن دوسری طرف سے کال نہیں اٹھائی گئی وہ یقیناً سورہا تھا۔۔اس نے دوبارہ کال ملائی۔۔اب کی بار کال اٹھالی گئی تھی۔۔

"ہیلو۔۔"کبیر نے لیٹے ہوئے ہی فون کان سے لگایا۔۔اس نے دیکھا نہیں تھا کہ کال کس کی تھی اسکی وجہ اسکی گہری نیند تھی۔۔ دوسری طرف اسکی آواز سنتے ہی انابیہ کی آنکھیں پھر سے بھر آئی تھیں۔۔شاید یہ آواز وہ اب دوبارہ کبھی نہیں سن سکے گی۔۔کبیر نے فون کان سے ہٹا کر سکرین کو دیکھا اور سامنے حیا تیی دیکھتے ہی اس کی آنکھیں پوری کھلیں اور نیند تو ایسے غائب ہوئی جیسے کبھی آئی ہی نہیں تھی۔

"بیا۔۔ہیلو۔۔آواز آرہی ہے میری؟"وہ برق رفتاری سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں۔۔"وہ محض اتنا بولی۔

"اس وقت تم نے کال کی۔۔از ایوری تھنگ اوکے؟؟"وہ اضطراب کے عالم میں اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔۔بس ایسے ہی تم سے بات کرنے کو دل کررہا تھا۔۔"اسکی آنکھوں میں آنسو تھے مگر اسکی آواز سے فلحال کبیر کو کوئی ایسا شک نہیں ہوا۔۔

"ہائے۔۔تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔۔"اس نے بے ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اطمینان کا سانس لیا۔

"کیا میں نے تمھاری نیند خراب کردی؟؟"

"نہیں بلکل نہیں تم نے تو میرا دن خوشگوار بنادیا۔۔تو آج کسی کو ہم یاد آرہے ہیں مجھے کہیں کچھ ہو ہی نہ جائے۔۔"اس نے مسکراتے ہوئے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"کبیر۔۔۔"اس نے بہت نرمی سے اسکا نام لیا۔

"پتہ نہیں کیوں بیا لیکن تم ایسے میرا نام لے رہی ہو مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔سیریسلی"وہ ہنستے ہوئے بولا

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔۔"ہلکی سی ہوا اس کے چہرے کو چھو کر گزری۔اسے تسلی دے کر گزری۔اسے ہمت دے کر گزری۔

"تو کہونا۔۔میں وہ کچھ سننا چاہوں گا۔۔۔"

"مجھے۔۔"وہ رکی۔وقت رک گیا۔سب رک گیا۔

"تمہیں؟"اسکا تجسس بڑھا۔

"مجھے۔۔میں تم سے محبت کرتی ہوں۔۔"اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اقرار وہ اس سے ایسے حالات میں کرے گی۔۔اس کے آنسوؤں کی رفتار تیز ہو گئی۔کبیر نے کچھ پل کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔یہ اقرار اس کے لیے صرف اقرار نہیں تھا۔اس کا اطمینان تھا اور اسے ایک نئی زندگی بخش گیا تھا۔

"میں انابیہ احمد عالم آج اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ مجھے صرف تم سے محبت ہے کبیر۔۔"اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں اور ذہن کی اسکرین پر صرف ایک چہرہ تھا۔انابیہ کا چہرہ۔۔وہ اس کے سامنے تھی اسی سیاہ لباس میں جس میں اس کے کھلے بال ہوا کے ساتھ رقص کرتے دکھائی دے رہے تھے اور وہ اس ہوا میں جھوم رہی تھی جیسے ہوا کی تال سے تال ملا رہی ہو۔جیسے ہوائیں اس کی ہوں۔وہ بس ایک اشارہ کرے سب اس کا ہو جائے۔۔کبیر اس کا ہو جائے۔

"تم کیا چاہتی ہو کہ تم قتل کے جرم میں جیل چلی جاؤ۔۔"اس نے آنکھیں دوبارہ سے کھولتے ہوئے اسے چھیڑنے کے انداز میں کہا۔منظر بدل گیا اور وہ بدنصیب اپنے کمرے میں تھا۔

"قتل کے جرم میں؟؟"اس نے ناسمجھی سے فقرہ دہرایا۔۔

"ہاں بلکل۔۔"وہ محظوظ ہو رہا تھا۔

"کیوں؟؟"

"ظاہر ہے اگر تم صبح کے اس ٹائم اتنے پیارے انداز سے ایک نازک دل شخص سے اس طرح اظہار محبت کرو گی تو اسکا دل دھڑکنا بند ہو جائے گا اور اگر وہ مر گیا تو تم جیل جاؤ گی اور پھر تمہیں ہو گی سزائے موت یعنی پھانسی۔۔" وہ اسکے اظہار پر ہوائوں میں بھی تھا اور اسے چھیڑ بھی رہا تھا۔۔

"افففف کبیر تم اور تمہاری فضول باتیں" وہ سنجیدہ تھی۔۔

"اففف بیا تم اور تمہاری پیاری باتیں۔" کبیر نے مسکراتے ہوئے اسی کے انداز میں کہا۔

"میں سیریس ہوں۔۔۔ کم از کم آج مذاق نہیں کبیر۔۔" اسکی آواز میں اب ضرور ایسا کچھ تھا جسے کبیر نے فوراً بھانپ لیا تھا۔۔

"جانتا ہوں تم سیریس ہو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟؟"

"اگر میں تم سے کہوں کہ ابھی اسی وقت مجھے اپنے ساتھ کہیں بہت دور لے جاؤ تو تم کیا کرو گے؟؟" افففف اتنے آنسو۔۔

"تو میں اسی وقت تم سے تمہارا ایڈریس پوچھوں گا۔۔" اسکی بات پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔۔

"ہنس کیوں رہی ہو میں ایسا ہی کروں گا۔۔" ہنس تو وہ خود بھی رہا تھا۔۔

"اور اگر میں تم سے کہوں کہ میں تمہیں چھوڑ کر جا رہی ہوں تو تم کیا کرو گے؟؟" یہ سوال بہت مشکل تھا۔۔

"تو میں یقین نہیں کروں گا۔۔" وہ اسکے سوال پر حیران نہیں ہوا تھا۔ اور ہنستے ہوئے بولا۔۔

"اور اگر میں کہوں کہ میں سچ بول رہی ہوں تو تم کیا کرو گے؟؟"

"کیا ہوا ہے تم واقعی ہارٹ اٹیک دے دو گی مجھے۔۔ پھر یاد کرتی رہنا۔۔ ہونہہ صبح صبح فضول مزاق۔۔" ایک پل کے لیے کبیر کی ہنسی چھن سے غائب ہوئی تھی۔

"کبیر!!" وہ پھر دبی ہوئی آواز میں بولی۔۔

"میں نہیں سن رہا۔۔۔پلیز کوئی فضول بات نہیں۔۔"اس نے بہت سارا تھوک نگلا اور کہا۔۔

"بابا کو سب پتہ چل گیا ہے۔۔"اس نے گیلی آواز سے کہا اور کبیر یکدم اپنی جگہ مبہوت ہو گیا۔

"ہمارے بارے میں؟؟"اس کے چہرے کے سارے رنگ اڑ گئے تھے۔۔

"ہاں۔۔ہمارے بارے میں سب کچھ۔۔"اب وہ باقاعدہ آواز کے ساتھ رو رہی تھی۔

"کک۔۔کیسے؟؟"اسکی آواز لرکھڑائی۔

"میں نہیں جانتی۔۔۔وہ مجھے لے جا رہے ہیں کبیر۔۔"کبیر کو لگا اسکے کانوں میں سیخ ڈال دی گئ ہے۔

"کہاں ایسے کیسے لے جا سکتے ہیں؟؟تم پریشان نہ ہو میں بات کروں گا ان سے سمجھاؤں گا انہیں۔۔"وہ اب تک ہواؤں میں تھا اسے لگا کسی نے زور سے اسے زمین پر پٹخ دیا ہو۔ایسا کسی نے نہیں انابیہ احمد عالم نے کیا تھا۔۔

"اب دیر ہو چکی ہے۔۔۔مجھے معاف کرنا کبیر میں ہماری محبت کے لیے کچھ نہ کر سکی۔۔"اس کی آواز شکست خوردہ تھی۔۔

"اگر تم مذاق کر رہی ہو تو جان لو بہت برا مزاق ہے یہ۔۔"وہ صدمے کی حالت میں بولا۔یہ الگ بات تھی کہ انابیہ کی آواز سے اس کو یہ تو یقین تھا کہ کم از کم وہ اب مزاق کرنے کی حالت میں نہیں ہے۔۔

"جس لڑکی کی پوری زندگی مذاق بن گئ ہو وہ کسی سے کیا مذاق کرے گی۔۔"وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے زخمی انداز سے بولی۔

"بکواس سب بکواس۔۔۔تم انکو روک کر رکھو میں کچھ کرتا ہوں تمھیں ایسے جانے نہیں دوں گا۔۔بتاؤ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں وہ تمھیں؟"وہ بے چینی کی حالت میں یکدم بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے کہا نا دیر ہو چکی ہے۔۔سب ختم ہو گیا ہے۔۔"وہ پھر ناامیدی سے بولی۔

"بیا!!!!!"اس نے چیختے ہوئے اسکا نام لیا۔۔"تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟تم روک سکتی ہوا نہیں اور یہ سب تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایاہاں کیا سمجھ رکھا ہے تم نے محبت کو کھیل ہے تماشا ہے کوئی۔۔"وہ پہلی بار اس سے اتنے سخت لہجے میں بات کر رہا تھا۔۔اسکی آنکھیں اور چہرہ ایک دم سرخ ہوا۔۔"کچھ بھی کرو جانا مت۔۔"اس نے تیز قدم دروازے کی طرف لیے اور فون میں سے آتی ایک آواز پر اس کے قدم وہیں زنجیر ہو گئے۔

"آپی بابا بلا رہے ہیں دیر ہو رہی ہے۔۔ جلدی کریں۔"مناہل دروازے پہ کھڑی بول کر چلی گئ۔۔کبیر کو لگا اسکے پیر جم گئے ہیں اسکی روح جسم میں نہیں رہی بلکہ خون کا ایک قطرہ تک اسکے اندر نہیں رہا تھا۔۔وہ مار دیا گیا تھا۔۔

"ہیلو بیا۔۔ سن رہی ہو۔۔رک جائو جانا مت۔۔ سن رہی ہو نا۔۔ قسم ہے بیا تمہیں محبت کی قسم ہے جانا مت میں آرہا ہوں۔۔ کم از کم یہ تو بتا دو جا کہاں رہی ہو تم؟؟اگر تم گئی تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا"وہ اس سے منتیں کر رہا تھا وہ رو رہا تھا گڑ گڑا رہا تھا اسکے سامنے۔۔۔کبیر جہانگیر جو کبھی نہیں رویا خاص کر کسی لڑکی کے لیے کبھی نہیں۔۔۔یہ تو انابیہ تھی جس کے لیے وہ سب کر سکتا تھا مگر اسے یقین نہیں تھا۔۔اسے یکدم اپنا وہ خواب یاد آیا جس میں انابیہ اسے طوفان میں اکیلا چھوڑ کر جا رہی تھی۔وہ تب بھی اس سے اسی طرح منتیں کر رہا تھا مگر وہ نہیں رکی تھی۔۔وہ آج بھی نہیں رکے گی۔۔

"اللہ حافظ!!!"اس نے روتے ہوئے فون کاٹ دیا۔۔کبیر کے اعصاب اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔

"ہیلو۔۔ہیلو۔۔۔بیا۔۔۔ایسا مت کرو۔۔"کال کاٹ دی گئ تھی۔۔انابیہ نے فوراً سم نکالی اور اسے وہیں چھت پر پھینک دیا یہ سب اس نے روتے روتے کیا۔۔

کیا ہوا ایسے روتے کیوں ہو؟؟

محبت ماردی گئی۔۔

کیسے؟؟

گلا گھونٹ کر۔۔

سانس روک کر۔۔

کس نے ماردی؟؟

وقت نے، قسمت نے، اپنوں نے، اور۔۔

اور؟؟؟

انابیہ احمد عالم نے!!!

کبیر نے کال دوبارہ ملائی نمبر بند تھا اسنے یہی عمل دہرایا نمبر بند تھا۔۔ او خدایا نمبر بند تھا۔۔ پیروں کے نیچے سے زمین نکلنا کیسا ہوتا ہے سر پر آسمان کا آگرنا کیسا ہوتا ہے یہ سب کوئی کبیر جہانگیر سے پوچھتا۔۔ اس نے تیز تیز قدم باہر کی طرف لیے۔ وہ کھلی شرٹ ٹرائوزر اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ہی بھاگنے کے انداز میں گھر سے نکلا اور گاڑی کی طرف دوڑا پھر رکا اسکے پاس چابی نہیں تھی۔۔

"او خدایا چابی۔۔" وہ دوبارہ تیزی سے اندر کی طرف بھاگا۔۔ اسے یاد نہیں تھا کہ آتے جاتے اسے کتنی چیزوں سے ٹھوکریں لگی تھیں وہ بس ہوش میں نہیں تھا۔۔ اس کی زندگی تاریک ہو چکی تھی اور تاریکی میں ٹھوکریں ہی تو لگتی ہیں۔۔ روشنی جا چکی تھی اسے اندھیروں میں دھکیل کر وہ تو جا چکی تھی۔۔

"کہاں رہ گئی تھی؟" احمد صاحب نے انابیہ کے آتے ہی اس سے پوچھا۔۔ وہ اپنے آنسو پونچھ کر آئی تھی۔ چہرے کے تاثرات نارمل تھے وہ الگ بات تھی کہ اس کی سرخ متورم آنکھیں دیکھ کر کوئی بھی پہچان سکتا تھا کہ وہ رو رو کر آئی ہے مگر سب نے نظر انداز کیا کیونکہ سب اسکے رونے کی وجہ جانتے تھے۔۔

"کہیں نہیں۔۔ بس آ گئی ہوں۔۔" پھیکے انداز سے کہتے وہ تیزی سے باہر نکل گئی اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر جا بیٹھی۔۔ احمد صاحب نے دوسری گاڑی میں سارا سامان رکھوایا اور اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ میں بیٹھ کر ڈرائیو کرنے لگے جس میں ناہیدہ، انابیہ، ردا اور مناہل سب ساتھ بیٹھے تھے۔۔ جس گاڑی میں سامان تھا اسے انابیہ کا ڈرائیور ڈرائیو کر رہا تھا۔ زندگی کہاں رکتی ہے۔۔ زندگی کی گاڑی چلنے لگی تھی آہستہ آہستہ وہ آگے بڑھ رہے تھے باقی سب پیچھے جا رہا تھا بس ایک اسکی سانس تھی جو اٹک چکی تھی۔۔ بس ایک دل تھا جو رک چکا تھا۔ یادیں دور رہ گئی تھیں۔۔ محبت زندہ دفن کر دی گئی تھی۔۔

"کاش کہ اسی وقت مجھے موت آ جائے۔۔" وہ دل ہی دل میں بولی۔ اس نے اپنی قمیض کا کونا سختی سے جکڑ رکھا تھا۔۔ ردا نے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ نرمی سے رکھا اور پھر اسکے کندھے پر اپنا سر ٹکا گئی۔

کبیر نے تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھولا۔۔ "گیٹ کھولو۔۔" اونچی آواز میں اس نے چوکیدار سے کہا جو فوراً گیٹ کی طرف بڑھ کر گیٹ کھولنے لگا۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور تیزی سے باہر لے آیا۔۔

"شٹ ایڈریس!" اس نے سٹیرنگ ویل پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور پھر گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کال ملانے لگا۔ رنگ جا رہی تھی۔۔

"پک اپ تھا فون ڈیم!!" دانت پر دانت جماتے ہوئے اس نے کہا۔ زارا اس وقت گہری نیند میں تھی لیکن مسلسل رنگ کی وجہ سے وہ آنکھیں ملتے اٹھ ہی گئی۔

"کیا موت آ گئی صبح صبح۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کال آنسر کر کے کان سے لگایا۔۔

"ہیلو!!"

"زارا بیا کا ایڈریس جانتی ہو؟؟" وہ تیزی سے بولا۔ جبکہ زارا اسکے ایسے سوال پر حیران رہ گئی اور وہ بھی اس ٹائم۔۔

"کیا ہوا ہے صبح صبح تم۔۔۔۔"

'زارا!!!" وہ غصے سے دھاڑا۔۔ جبکہ زارا دھنگ رہ گئی۔۔ "میں تمھارے گھر آرہا ہوں پانچ منٹ کے اندر باہر آئو۔۔"

"مگر۔۔" اس سے پہلے وہ کچھ کہتی کال کاٹ دی گئی۔۔ وہ ڈر کے مارے فوراً بیڈ پر سے اٹھی اسکی سخت آواز اسے ڈرانے کے لیے کافی تھی اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ کوئی تو بات ہوئی ہے۔۔ اس نے الماری سے بس ایک بڑی سی کالی چادر نکالی اور پھیلا کے اوڑھ لی۔۔ وہ ٹراوزرز اور شرٹ میں تھی کپڑے بدلنے کا اس کے پاس بلکل بھی وقت نہیں تھا۔۔ کبیر سے اس کے گھر تک کا فاصلہ بس آٹھ سے دس منٹ کا تھا۔۔ اس لیے اس نے یہ سب کام جلدی میں کیا بیچاری نے تو منہ بھی نہیں دھویا تھا اور اسی طرح سیڑھیاں پھلانگتے باہر چلی گئی۔۔

تقریباً دو منٹ کے اندر کبیر آچکا تھا اور وہ گیٹ کے پاس کھڑی تھی۔۔

"گاڑی میں بیٹھو جلدی۔۔" وہ سر ہلاتے تیز قدم لیے اسکے ساتھ فرنٹ سیٹ پر جا بیٹھی۔۔ کبیر نے گاڑی دوبارہ چلانی شروع کی۔۔

"کیا ہوا ہے کبیر سب ٹھیک تو ہے نا؟؟" وہ گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے بولی۔۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہے زارا پہلے مجھے بیا کا ایڈریس بتائو جلدی۔۔" زارا بغیر کوئی سوال کیے اسے تیز تیز ایڈریس بتانے لگی۔۔

"پلیز کچھ بتا دو۔۔ تمھیں میں نے اتنا پریشان کبھی نہیں دیکھا۔۔۔"

"وہ چلی جائے گی زارا اسکا باپ اسے لے جائے گا۔۔"اس کہ حالت شکست خوردہ تھی اور اس کی بات سنتے ہی زارا کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"کیوں اور کہاں ؟؟"وہ بمشکل بول پائی۔

"اسکے باپ کو سب پتہ چل گیا ہے اس نے نہیں بتایا وہ کہاں جا رہی ہے۔۔۔"زارا کو لگا کہ یہ ابھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گا۔۔

"تم پریشان مت ہو ہم پہنچ جائیں گے وقت پر۔۔ بات کریں گے اسکے بابا سے ڈونٹ وری۔۔"اس نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔۔اس کا شدت سے دل چاہا کہ بس یہ برا خواب ہو اس کی آنکھ کھلے اور وہ پہلی فرصت میں کبیر اور انابیہ کو یونیورسٹی میں ایک دوسرے کے ساتھ دیکھے۔۔

"کاش ایسا ہی ہو۔۔۔میں نہیں رہ سکتا اسکے بغیر۔"زارا نے اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھا اگر وہ ایسا کہہ رہا تھا تو غلط نہیں کہہ رہا تھا۔۔وہ گاڑی سڑکوں پر دوڑائے جا رہا تھا تقریباً کچھ ہی دیر بعد اس نے ایک کشادہ گلی میں گاڑی روکی۔۔ گاڑی سے اتر کر اس نے چاروں طرف نظر گھمائی وہاں بس چار یا پانچ گھر ہی تھے۔زارا تیزی سے انابیہ کے گھر کی طرف لپکی اور ساتھ ہی کبیر بھی اس گھر کے گیٹ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔اس نے بیل پر ہاتھ رکھا اور ہٹانے کی زحمت بھی نہیں کی وہ مسلسل بیل بجائے جا رہا تھا زارا اسکے پیچھے ہی کھڑی تھی۔۔

"بیٹا یہ گیٹ نہیں کھلے گا۔۔۔"کبیر کو اپنے پیچھے ایک آواز آئی اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔سفید داڑھی اور سفید ہی بالوں والا بوڑھا سا آدمی اپنے ہاتھ کمر پر باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"کیوں نہیں کھلے گا انکل ؟؟"زارا ایک قدم آگے آتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔

"کیونکہ اس کے لیے ضروری کہ اندر کوئی ہو اور اندر کوئی نہیں ہے بچوں۔۔۔"اس آدمی نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے کہا۔۔

"کیا۔۔یہ۔۔لوگ۔۔۔"کبیر ٹوٹے ہوئے لفظوں میں کچھ بولنا چاہ رہا تھا۔۔

"چلے گئے ہیں اور میرے سامنے ہی گئے تھے۔ تم لوگ کون ہو انکے رشتہ دار ہو؟؟"اس آدمی نے باری باری دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ہم۔۔۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں وہ کہاں گئے ہیں۔۔"کبیر تو اپنی جگہ سے نہ ہل سکا سارے سوال شاید زارا کو ہی کرنے تھے۔

"دیکھو بیٹا میں کچھ بھی نہیں جانتا ان لوگوں کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ کہاں گئے ہیں۔۔۔بس اتنا جانتا ہوں کہ احمد صاحب کی ٹرانسفر ہو گئی ہے۔۔"وہ آدمی اسی طرح کھڑا تھا۔

"پھر بھی انکل کچھ تو پتہ ہو گا نا آخر آپ انکے پڑوسی ہیں۔۔"زارا بلکل انکے سامنے کھڑی تھی۔۔ اس کی بات پر وہ آدمی ہنسنے لگا۔۔

"بیٹا جی۔۔احمد صاحب سخت مزاج آدمی تھے یہاں کسی سے نہیں لگتی تھی انکی کبھی ضرورت کی بات بھی نہیں کی انھوں نے ہم سے۔۔میری تو مشکل سے مسجد میں ملاقات ہو جاتی تھی بس سلام دعا کی حد تک تھے وہ۔۔۔"

"تو کوئی اور جانتا ہو گا وہ کہاں گئے ہیں ہم یہاں کسی اور سے پوچھ لیتے ہیں۔۔"کبیر پیچھے کھڑا ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا وہ شاید ہوش میں ہی نہیں تھا اسکی بولتی ہی بند تھی۔۔

"وہ دو بنگلے دیکھ رہی ہو۔۔"اس آدمی نے سامنے دو بنگلوں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔۔" ان دونوں گھروں کے ساتھ احمد صاحب کی بلکل نہیں بنتی بہت آزاد خیال لوگ ہیں یہاں کے یہ لوگ کچھ نہیں جانتے ہوں گے۔۔۔"پھر کونے میں ایک چھوٹے اور خوبصورت گھر کی طرف اپنی انگلی کا رخ کیا۔۔"یہاں پر چار

بچیاں اور ایک انکا چھوٹا بھائی اکیلے رہتے ہیں انکے ساتھ اگر کوئی مرد ہوتا تو شاید کچھ جانتا ہوتا۔۔" اور پھر اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا۔۔

"یہ ہے میرا غریب خانہ جہاں صرف میں اور میری معذور بیوی رہتے ہیں۔۔" زارا آگے بڑھی۔۔

"آپ انکے آفس کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتے؟؟" زارا اداسی سے آس لیے یہ آخری سوال پوچھنے لگی۔۔

"معذرت۔۔۔" وہ یہ کہتے آگے بڑھ گئے۔۔ زارا بت بنے انہیں جاتا دیکھنے لگی اور پھر کبیر کی طرف گھومی جو گیٹ کا سہارا لیے بمشکل کھڑا تھا۔۔ وہ فوراً اس کی طرف دوڑی۔۔

"تم ٹھیک ہو؟؟"

"دیکھا تم نے زارا محبت کرنے کا انجام۔۔۔" وہ زخمی انداز سے مسکراتے ہوئے بولا۔۔ زارا اسے اداسی سے دیکھے گئی۔۔ "وہ ٹھیک کہتی تھی محبت انسان کو اذیت دیتی ہے اتنی کہ انسان کہتا ہے کیوں کی محبت نہیں کرنی چاہیے تھی۔۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔۔ ہم ڈھونڈ لیں گے اسے۔۔" وہ اسے امید دلاتے ہوئے کہنے لگی۔۔

"کہاں ڈھونڈو گی تم اسے۔۔ لاہور کے کس کس ایئرپورٹ کس کس ریلوے اسٹیشن کس کس بس اسٹیشن میں تم اسے ڈھونڈو گی۔۔ ڈھونڈا اسے جاتا ہے جو کھو گیا ہو زارا جو خود چھوڑ کر جائے اسے ڈھونڈا نہیں جاتا۔۔۔"

"تم ہار مان رہے ہو؟؟" وہ اس کی آنکھوں میں ناامیدی دیکھ کر بولی۔۔

"محبت کے لیے دونوں طرف سے لڑنا ضروری ہوتا ہے۔ محبت پانا مشکل ہوتا ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اگر ایک ہار مان جائے تو دوسرا کتنی بھی کوشش کرلے محبت کامیاب نہیں ہوتی۔۔۔"

"وہ مجبور ہو گی۔۔"اس جملے پر کبیر نے سخت تاثرات سے اسے دیکھا۔

"مجبوری مائی فٹ!!!!ایک کال کی بات تھی زارا وہ کچھ بتاتی مجھے۔۔ تمہیں تو بتا سکتی تھی نا۔اسے ڈیفینڈ کرنا بند کرو۔۔وہ خود گئی ہے خود۔۔ تم کیوں نہیں سمجھ رہی؟؟اس نے خود کہا کہ وہ کچھ نہیں کر سکی۔۔وہ۔ ایک۔۔ڈرپوک۔۔لڑکی۔۔۔ تھی۔۔۔"وہ یک دم بھڑکا تھا زارا اسے ہانپتے ہوئے دیکھنے لگی۔۔"ایک کمزور لڑکی۔۔!!وہ مجھے برباد کر گئی ہے تباہ کر گئی ہے مجھے۔۔"یہ کہتے وہ تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھ گیا زارا کچھ دیر صدمے میں وہیں کھڑی رہی۔۔وہ ہوش میں تب آئی جب کبیر نے زور زور سے گاڑی کا ہارن دیا۔۔وہ آہستہ آہستہ چلتے گاڑی میں بیٹھی۔۔گاڑی چلنے لگی تھی تھوڑی دیر بعد وہ سڑک پر آ چکے تھے۔۔زارا نے اسکے سٹیرنگ ویل پر چلتے ہاتھوں کو دیکھا پھر اسکے پیروں کو پھر میٹر کو۔۔وہ گاڑی کی رفتار کو جج کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔گاڑی نارمل سپیڈ میں چل رہی تھی اتنے غصے میں بھی اس نے سپیڈ نہیں بڑھائی کیا وہ اسکا لحاظ کر رہا تھا؟؟پھر اس نے ایک نظر اسکے چہرے کو دیکھا۔۔وہاں غصہ نہیں تھا کچھ اور تھا اسکی حالت قابل رحم تھی۔۔کبیر نے اپنے چہرے پر نظروں کی تپش فوراً بھانپ لی۔۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟؟" وہ اسکے سوال پر کچھ نہیں بولی۔۔ "ڈونٹ وری۔۔میں سپیڈ نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ اس وقت میں اکیلا نہیں ہوں۔۔"وہ رکا کچھ دیر وہ خاموش تھے۔۔"لوگ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے چلے جانے سے زندگی رک نہیں جاتی اور میں اس بات سے متفق تھا لیکن اب جان گیا ہوں وہ غلط کہتے تھے میری زندگی رک چکی ہے۔۔"

"کیا پتہ وہ آجائے تم صبر سے کام لو ایک دو دنوں میں وہ کال کرے گی ضرور۔۔وہ بھی محبت کرتی ہے تم سے نہیں رہ سکتی تمہارے بغیر۔۔"کبیر تلخی سے مسکرایا۔

"تم تسلیاں بہت اچھی دیتی ہو لیکن میں تسلیوں میں جینے والا شخص نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے ایسی کوئی امید ہے لیکن پھر بھی تمھارے کہنے پر میں صرف دو دن نہیں پوری زندگی اسکا انتظار کروں گا بس وہ آجائے اور مجھے کہے کہ میں سب چھوڑ آئی ہوں میں بغیر کسی گلے شکوے کے اس کی محبت قبول کروں گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ خود آئے۔۔اگر قسمت نے مجھے اس سے اچانک ملایا تو وہ صرف میری نفرت دیکھے گی۔۔انا کا سخت برا انسان ہوں میں۔" وہ بظاہر اپنے ہر تاثرات چھپانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسکی آنکھیں یہ بتانے کے لیے کافی تھیں کہ اس وقت اس سے زیادہ دکھ میں کوئی نہیں ہے۔۔

"مگر کبیر۔۔۔" وہ کچھ کہنے لگی کہ کبیر نے اسکی بات کاٹی۔۔

"کبیر جب محبت کرتا ہے تو پوری دنیا دیکھتی ہے اور جب نفرت کرتا ہے تب بھی ساری دنیا دیکھتی ہے صرف وہ نہیں دیکھ سکے گی۔۔"

"تم اتنی سخت باتیں کیوں کر رہے ہو؟؟"

"کیوں نہ کروں وہ مجھے ایسا کر گئی ہے وہ مجھے ویران اور بنجر کر گئی ہے۔۔" وہ تیزی سے بولا۔۔"تم جانتی ہو اس نے کیا کیا ہے میرے ساتھ۔۔اس نے مجھے منہ کے بل گرایا ہے۔۔وہ اتنی ظالم ہے کہ مجھ سے محبت کا اقرار کر کے مجھے چھوڑ گئی۔۔" وہ چپ ہو گیا۔زارا کچھ نہیں بولی۔۔اس کا گھر آچکا تھا اس نے گاڑی روکی۔۔ زارا دروازہ کھول کر اترنے لگی تھی لیکن رک کر اسکی طرف گھومی۔

"پلیز کبیر خیریت سے گھر پہنچنا میں مزید بری خبریں برداشت نہیں کر سکتی۔۔"

"فلحال کے لیے وعدہ کیونکہ ضروری کام نپٹانا ہے۔۔"اس نے دکھی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔۔زارا اسے افسردگی سے دیکھ کر اتر گئی۔۔کبیر نے گاڑی کی رفتار بڑھائی جیسے اسے کہیں جانے کی جلدی تھی۔۔

"سب سے پہلے تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا جس نے میری زندگی برباد کی۔۔" وہ تیوڑیاں چڑھائے سامنے سڑک کو دیکھے جارہا تھا سپیڈ مزید بڑھائی۔

جہاز اپنی اڑان بھر چکا تھا۔ وہ ٹیک لگائے جہاز کی کھڑکی سے باہر سفید بادلوں کو دیکھ رہی تھی۔۔

"کاش کہ تم مجھے دوبارہ کبھی نہ ملو۔۔۔" دل ہی دل میں کہتے وہ اپنی آنکھیں موند گئی۔۔

"جدائی کیا ہوتی ہے؟؟"

"موت۔۔۔۔"

کبیر نے گاڑی ایک لکڑی کے بنے دروازے والے گھر کے سامنے روکی اور تیزی سے اتر کر دروازہ زور زور سے پیٹنے لگا۔۔ یہ عام سی گلی کا عام سا گھر تھا۔۔

"آرہا ہوں کیا توڑنا ہے ہمارا دروازہ۔۔" نومی سر پر سفید ٹوپی پہنے مسلسل دروازہ بجنے پر غصے سے دروازہ کھولنے کے لیے گیا۔۔

"ارے بھائی آپ؟" سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔۔ کبیر بنا کچھ بولے اسے ہاتھ سے پرے کرتے تیزی سے آگے بڑھ کر اندر گیا۔۔ وہ اسی طرح غصے میں سیڑھیاں عبور کرتے ایک کمرے کی طرف گیا اور زور سے اسکا دروازہ کھولا۔۔ جویریہ گہری نیند میں تھی لیکن دروازے کی آواز سنتے ڈر کے مارے فوراً اٹھ گئی۔۔ کبیر تیزی سے آگے بڑھا اور اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ سے نیچے اتار کر اپنے سامنے کیا۔

جویریہ اسکا سرخ غصے سے بھرا چہرہ دیکھ کر دھنگ رہ گئی جیسے اس نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔۔

"تت۔۔ تم؟؟" اسکے الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔۔

"ہاں میں۔۔"اسکا بازو اب تک اسکی سخت گرفت میں تھا۔۔

"بازو چھوڑو میرا درد ہو رہا ہے مجھے۔یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔"اسے کبیر کا یہ طریقہ بلکل اچھا نہیں لگا تھا۔۔کبیر نے گرفت مزید سخت کرتے ہوئے اسے آگے کیا۔۔

"دوسروں کو درد دیتے ہوئے تمہیں بڑا مزہ آتا ہے۔۔۔کیا بتایا ہے تم نے انابیہ کے باپ کو ہاں؟"اسکی آواز حد سے زیادہ تیز ہوئی۔۔

"آہستہ بولو کوئی آجائے گا۔۔"اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔۔

"مجھے پرواہ نہیں ہے جو پوچھا ہے وہ بتائو۔۔"

"کیا بول رہے ہو تم میں۔۔۔"

"بکواس بند کرو جویریہ انجان مت بنو سچ بتائو مجھے غصہ مت دلائو ورنہ خدا کی قسم تمہارا وہ حال کروں گا کہ یاد رکھو گی۔"وہ جارحانہ انداز میں کہتا گیا۔

"میں نہیں جانتی تم کیا کہہ رہے ہو؟؟آہ۔۔"کبیر نے زور سے اسکا بازو چھوڑا جویریہ نے گہرا سانس لیا لیکن اگلے ہی پل وہ پھر کراہ کر رہ گئی۔۔کبیر نے سختی سے اسکے بال اپنی مٹھی میں جکڑے۔

"میرا ضبط مت آزمائو۔۔۔"وہ پھر غرایا۔

"اچھا پلیز بتاتی ہوں چھوڑو مجھے۔۔"اسکے کہنے پر کبیر نے بال چھوڑے تو نہیں لیکن گرفت تھوڑی کمزور کی۔۔

"یہ۔۔سب ہاں یہ سب فائزہ نے کیا ہے۔۔۔"فائزہ کا نام سنتے ہی اسکا دماغ گھومنے لگا تھا۔۔

"وہ تمہارے اشاروں پر ناچتی ہے۔۔"وہ اسے سرد آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔

"ہاں لیکن اس سب میں میرا کوئی قصور نہیں ہے میں عام سی لڑکی کیسے کچھ بھی کر سکتی ہوں اپنا دماغ استعمال کرو۔۔" وہ اسکا ہاتھ اپنے بالوں سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ اتنی سخت جان کا بازو ہٹا سکے۔۔

"اسکی کیا دشمنی مجھ سے تم ہی ہو جو میرے پیچھے پڑی ہو۔۔" گرفت مزید سخت کی وہ پھر کراہ کر رہ گئی۔۔

"چھوڑو مجھے کبیر۔۔۔" وہ چیخی۔۔

"جب تک سب نہیں بتاتی نہیں چھوڑوں گا۔۔" وہ بضد تھا۔۔

"بتا تو رہی ہوں اس نے بدلہ لیا ہے تم سے۔۔" ایک لمحے کے لیے وہ نا سمجھی سے اسے دیکھے گیا۔۔

"کس چیز کا بدلہ؟"

"وہ جو تم نے اس سے معافی منگوائی تھی تو اس نے کہا تھا کہ وہ ضرور تم سے بدلہ لے گی اس نے ہی کچھ کیا ہے۔۔ بتائو تو ہوا کیا ہے؟؟"

"اسکا باپ اسے لے گیا ہے انکو کسی نے سب بتایا ہے اور ایسا تمہارے یا فائزہ کے علاوہ کوی نہیں کر سکتا۔۔۔" ایک لمحے کے لئے جویریہ کو اپنی ساری تکلیف بھول گی اُس کا دل کیا خوشی سے ناچنا شروع کر دے مگر ابھی اسے اپنے تاثرات نارمل رکھنے تھے۔۔

"کیا؟؟ یہ تو برا ہوا۔۔۔ یقین جانو کبیر میرا اس سب میں کوئ ہاتھ نہیں ہے میں تو اپنی محبت دفنا بیٹھی تھی سب بھول بھال چکی تھی یہ سب اس منحوس عورت نے تم سے بدلے کے لیے کیا ہے اگر مجھے پتہ ہوتا تو ضرور بتاتی تمہیں۔۔۔" کبیر نے زور سے اسے پیچھے دھکیلا وہ لڑکھڑا کر بیڈ پر گر گئ۔۔

"اگراس سب میں تم ہوئ تو بخشوں گا نہیں۔۔ تم مجھے کچھ بھی کر کے حاصل نہیں کرسکتی جویریہ میں صرف بیا سے محبت کرتا ہوں سمجھی تم وہ نہیں تو کوئ نہیں۔۔۔" وہ اسے شہادت کی انگلی سے تنبیہ کرتے وہاں سے نکل گیا۔۔ جویریہ اسکے جاتے ہی زور زور سے قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی۔۔۔

"میں کامیاب ہوئ میں کامیاب ہوئ۔۔ میں جویریہ سلطان کامیاب ہوئ۔۔ میں نے کر دکھایا۔۔" وہ پاگلوں کی طرح ہنسے جارہی تھی۔

"نہ صرف تمھاری زندگی سے میں نے تو اسے شہر سے ہی نکلوادیا۔۔" وہ ہاتھ پر ہاتھ مارے ہنسے جارہی تھی۔۔

"تمہاری زندگی میں صرف میں ہوں صرف میں اب تم دیکھو میں کیسے بناتی ہوں اپنی جگہ کبیر تم صرف میرے ہو صرف میرے۔۔"

اس نے باہر آتے ہی غصے سے گاڑی کو لات دے ماری اور سر پکڑے ادھر ادھر چکر کاٹنے لگا۔۔ پھر یکدم جیب سے موبائل نکالا اور واٹس ایپ کھولا پھر عبید نامی شخص کو وہی ویڈیو بھیج دی جس نے فائزہ کے ہوش اڑائے تھے نہ صرف وہ ویڈیو بلکہ اس بار اس کے پاس مزید کچھ پکچرز تھیں وہ بھی اس نے ساتھ ہی بھیجی۔۔

"میں لوگوں کی زندگیوں کو تباہ کرنے والا شخص نہیں ہوں لیکن جو میری زندگی میں انٹرفیئر کرے گا میں اسکی زندگی جہنم بنادوں گا" اس نے سر اوپر کیے آسمان کو دیکھا اور ایک گہرا سانس لے کر دوبارہ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل گیا۔۔

چلو یہ خواہشات تمام کرتے ہیں

اب ہم تم ترکِ وفا کرتے ہیں

تمہاری منزل اور ہماری منزل اور ہے
اب ہم اس سفر کا اختتام کرتے ہیں

منظور نہیں جو قسمت کو ساتھ ہمارا
اب ہم یہ قصۂ محبت تمام کرتے ہیں

ملیں گے کسی دورِ حیات میں دوبارہ
یہی امید ہم خدا سے کرتے ہیں

منظور جو ہوتا تم کو ساتھ ہمارا
نچھاور تم پر اپنی وفائیں کرتے

نہیں یقیں تم کو ہماری وفائوں پر
بس یہی گلہ ہم خدا سے کرتے ہیں

تم کو تمہاری جیت مبارک

ہم اپنی ہار تسلیم کرتے ہیں

مخلصی جرم ہے اس دورِ حیات میں
اس لیے خود کو سزا کا حقدار سمجھتے ہیں

چلو یہ خواہشات تمام کرتے ہیں
اب ہم تم ترک وفا کرتے ہیں
(علینہ کمال)

oooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

سفید ٹائلز سے آرائش راہداری عبور کرتے وہ ایک کمرے کے سامنے آ کر رکے۔ ایک ہاتھ بڑھا کر انہوں نے ہلکے سے دروازہ کھولا۔ سامنے ہی ریولونگ چیئر اور سیاہ لکڑی کے ٹیبل سے لے کر دیوار گیر ڈھیروں کتابوں سے لدی بک شیلفز تک احمد صاحب کی نظروں نے سفر کیا وہاں سوائے ان چیزوں کے کوئ بندے کی ذات انہیں نہیں دکھی۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے انہوں نے اپنا رخ دائیں جانب موڑا اور نظر وہاں کھڑے ایک شخص پر رکی۔ انکے قدم ہلے۔ سامنے دیواروں سے جڑے دو گول زینوں کو پار کرتے وہ آگے بڑھے۔ سٹڈی کے ساتھ ہی وہ سفید چمکدار ٹائلز سے آرائش ایک بڑا سا ہال نما کمرہ تھا جس کے درمیان میں سرخ رنگ کے صوفے گولائی میں سیٹ کیے گئے تھے۔ ان صوفوں کے ٹھیک اوپر ایک خوبصورت بڑا سا سفید بتیوں سے جگمگاتا ہوا فانوس تھا جو اس کمرے کی سادگی میں اور خوبصورتی پیدا کر رہا تھا۔ ناصر عالم شیشے کے سلائڈنگ ڈور

کے سامنے کھڑے تھری پیس سوٹ پہنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے باہر لان میں پھیلے سبزے کو دیکھ رہے تھے۔ روشنی اب بھی تھی جو کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔۔ آہٹ پر انہوں نے گردن موڑ کر دیکھا احمد چلتے ہوئے انکے پیچھے آ کھڑے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح قمیض شلوار میں ملبوس تھے۔

"بچیاں ٹھیک ہیں اب؟؟" وہ وہیں کھڑے پوچھنے لگے۔

"نہیں بھی ہیں تو ہو جائیں گی آپ پریشان نہ ہوں۔۔" احمد صاحب نے روکھے انداز میں جواب دیا۔

"جب آئیں تھیں تو بہت خفا تھیں۔۔ بیٹھو۔۔" انہوں نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود بھی صوفے کی ٹیک پر بازو پھیلائے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گئے۔۔ احمد انکے بلکل سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"ظاہر ہے اپنا گھر چھوڑ کر آئیں ہیں آہستہ آہستہ سیٹ ہو جائیں گی۔۔" وہ تسلی دیتے ہوئے بولے۔

"تمہیں انہیں یہاں نہیں لانا چاہئیے تھا احمد۔۔ تم جانتے ہو نا۔۔"

"جی بلکل جانتا ہوں لیکن کوئی اور چوائس نہیں تھی۔۔" وہ ان کی بات ادھوری چھوڑتے ہوئے تیزی سے بولے۔ "آپ بھی تو یہی چاہتے تھے۔"

"ویسے تو میں بہت خوش ہوں میرا اکیلا پن ایک دم دور ہو گیا ہے۔۔" وہ مدھم سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولے۔۔ "کسی بھی بات سے پریشان مت ہونا احمد میرے اس گھر میں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔۔" اب کی بار تسلی ناصر صاحب کی طرف سے دی گئی۔

"پھر بھی یہ کراچی ہے انکے بہت نزدیک ہیں ہم۔۔ میں پہلے بھی دوسرے شہروں میں جاتا رہا ہوں لیکن میں اتنا پریشان کبھی نہیں ہوا کیونکہ آپ ہوتے تھے انکے ساتھ۔۔ آپ کو لاہور چھوڑ کر نہیں آنا چاہئے تھا۔۔" وہ پل بھر رکے۔۔ "اتنے سالوں بعد انہوں نے اچانک میرے سر پر ٹرانسفر کا دھماکہ چھوڑ دیا اور کچھ مجبوری

بھی تھی مجھے آنا پڑا۔۔"وہ افسوس بھرے لہجے سے کہنے لگے۔۔ٹرانسفر کے علاوہ جو وجہ تھی وہ ناصر صاحب کو نہیں بتانا چاہتے تھے۔

"تم اچھے سے جانتے ہو راحیلہ کے بعد میں وہاں مزید رہتا تو پاگل ہو جاتا اسکی آوازیں اسکے آخری پل مجھے نہیں رہنے دیتے تھے وہاں۔۔میں نہیں چاہتا تھا کہ عالیان بھی پاگل ہو جائے۔۔"وہ گلوگیر لہجے میں بولے۔

"آپ نے عالیان کو امریکہ بھیج کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔۔"احمد کے لہجے میں خفگی تھی۔

"جانتا ہوں لیکن اسکی حالت دیکھتے ہوئے مجھے یہی مناسب لگا۔۔"اب کی بار انکی آنکھیں بھی نم ہونے لگیں تھیں۔"میں بلکل اچھا شوہر اور اچھا باپ ثابت نہیں ہوا۔اپنی بیوی کو تحفظ تو دے نہیں سکا اور اپنے بیٹے کو بھی خود سے دور کر دیا۔۔"لاچاری،بے بسی،افسوس سب ایک ساتھ آنسو کے چہرے پر امڈ آیا۔

"اس میں آپکا کوئی قصور نہیں ہے بھائی سب میری غلطی ہے مجھے آپکے پیچھے نہیں آنا چاہیے تھا۔۔لیکن میں کیا کرتا اس حیوان کی باتیں سن گیا تھا میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔"ماضی ایک بار پھر انہیں یاد آنے لگا تھا۔

کئی سال پہلے:

"ہاں ہاں ڈھونڈو اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ کر لائیو۔۔"احمد دروازے کی عقب میں کھڑے اندر سے آتی آوازوں کو غور سے سن رہے تھے۔

"سائیں ڈھونڈ تو رہے ہیں آپ حکم کیجیئے۔۔"سفید پگڑی پہنے نظریں جھکائے وہ اپنے مالک سے مخاطب تھا۔

گھنی کالی مونچھیں اور کالے ہی بالوں والا شخص جسکی آنکھوں میں نفرت ہی نفرت تھی مسلسل ہاتھ پیچھے کمر پر باندھے اس عالیشان کمرے میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

"میں اس کی زندگی آہستہ آہستہ برباد کروں گا شالا۔۔اسکی نسلوں کو تباہ کر دوں گا مگر دھیرے دھیرے۔"

پھر ایک زوردار قہقہہ گونجا اس کمرے میں۔۔احمد کے ماتھے پر ڈھیروں پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔

"ابھی اسے اپنی زندگی گزارنے دوں گا۔۔وہ خوشیاں بانٹے گا اسکی اولاد ہو گی۔۔"ایک اور قہقہہ۔۔"پھر مزہ آئے گا۔۔اسکا ٹھکانہ ڈھونڈ کر رکھو۔۔وہ ساری عمر اس خوش فہمی میں رہے گا کہ ارے جہانزیب تو بھول بھال گیا۔۔لیکن جہانزیب نہیں بھولتا۔ہولے ہولے وار کروں گا میں۔۔"احمد نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں لیکن صبر کی حد ہوتی ہے کس سانپ کو پال رکھا تھا انہوں نے اس حویلی میں۔۔وہ دھڑلے سے کمرے میں داخل ہوئے اور جہانزیب کو اسکے گریبان سے پکڑ کر چند سیکنڈ گھورنے لگے اور ایک زوردار مکا اسکے جبڑے پر رسید کیا۔۔وہ قدرے ہل کر رہ گیا۔۔شالا فوراً آگے بڑھا تو احمد نے ایک مکا اسے بھی رسید کیا تو وہ بھی دور جا کے لگا۔۔

"کان کھول کر سن لے جہانزیب میرے ہوتے ہوئے تو انکا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔۔اپنی سوچ بدل لے نہیں تو میں تیرے چہرے کا نقشہ بدل دوں گا۔۔بھول مت باباسائیں نے تجھے عزت دی ہے اگر انکو تیرے ارادے بتا دوں تو منٹوں میں تو یہاں سے فارغ۔۔"وہ تیز آواز سے دھاڑتے ہوئے بولے۔۔ جہانزیب نے سرد نگاہوں سے انکو دیکھا اور اپنے ہونٹوں کے پاس سے نکلتے خون کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو جا ئو نا احمد بتا دو باباسائیں کو سب۔لیکن کیا ہے نا تم سے زیادہ میری سنتے ہیں وہ چچ چچ۔۔تیرا مان ٹوٹ جائے گا۔۔جا شاباش۔۔جانا۔۔"وہ چیختے ہوئے بولا تبھی احمد دوبارہ آگے بڑھے لیکن اس بار جہانزیب کے گارڈز جو نا جانے کب اندر آ گئے انہوں نے مل کر احمد کو جکڑ لیا۔

"چھوڑو مجھے زلیلوں میں باباسائیں کا دوسرا بیٹا ہوں۔۔"وہ بمشکل اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے غرائے۔

"نہ نہ احمد تصحیح کرو دوسرا نہیں تیسرا بیٹا۔۔ میں جہانزیب عالم خان ہوں انکا پہلا بیٹا پھر ناصر اور پھر تو۔۔" انگلی کا اشارہ وہ احمد کی طرف کرتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"خبیث ہو تم جہانزیب۔۔ بھولو مت تمہاری ماں یہاں ہماری چوکھٹ پر پھینک کر گئی تھی تمہیں۔۔"

جہانزیب نے طیش سے مٹھیاں بھینچ لیں وہ آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ عالم خان اندر کمرے میں داخل ہوئے۔

"یہ کیا شور مچا رکھا ہے تم دونوں نے؟" غصے اور رعب کی علامت کالی گھنی مونچھیں سر پر گدی کی پگ ڈالے وہ تیز دھار آواز سے گرجے تو گارڈز نے ایک دم احمد کو چھوڑا اور پیچھے ہوئے۔

"آپکی غیر موجودگی میں اور کیا ہو گا بابا سائیں ایک طوائف کا بیٹا ہونے کے طعنے مل رہے ہیں مجھے۔۔ آپکی چوکھٹ پر پھینک دیے جانے کے طعنے مل رہے ہیں مجھے اور کیا ہو گا بابا سائیں۔۔۔" موقعے پر چوکا لگایا تھا جہانزیب نے انکو دیکھتے ہی اپنے ہونٹوں کے گرد خون صاف کرنے لگا۔۔ اداکار کہیں کا!!

"یہ بھائی جان کو مارنے کی دھمکیاں دے رہا ہے بابا سائیں اسے سمجھا لیں ورنہ میں۔۔۔"

"ورنہ کیا؟؟" وہ اونچی آواز میں دھاڑے۔۔ "ورنہ کیا احمد؟؟"

"ورنہ اسکی لاش ڈھونڈتے پھریں گے آپ۔۔۔" بس اتنا ہی کہنا تھا کہ ایک زوردار تھپڑ عالم خان نے آگے بڑھ کر احمد کے چہرے پر دے مارا۔ وہ اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے پھٹی آنکھوں سے بابا سائیں کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"بس اب۔۔ اگر اب تم نے جہانزیب کے خلاف کچھ بھی کہا تو میں بہت برا پیش آؤں گا۔۔ سمجھے!!" احمد چند سیکنڈ زا نہیں گھورتے رہے۔

"واہ بابا سائیں آپکے اس تھپڑ نے آج یہ ثابت کر دیا کہ یہی آپکی سگی اولاد ہے ہم نہیں۔۔" وہ دکھ بھرے لہجے میں بولے لیکن تاثرات ہنوز سخت تھے۔

"یہ بھی بیٹا ہے میرا تم لوگوں کی طرح بھول کیوں جاتے ہو؟" وہ دونوں بازو ہوا میں پھیلاتے ہوئے دھاڑے۔

"جس کی ماں اسے آپ کے آنگن میں پھینک کر چلی گئی۔ یہ تو اتنی عزت کے قابل ہی نہیں تھا۔ عزت اسے دیں جو عزت سمجھتا ہے۔۔"

"احمد!!!! بکواس بند کرو اپنی۔۔" وہ حلق کے بل دھاڑتے ہوئے آگے بڑھے۔

"کس کس کی بکواس بند کریں گے آپ؟ سب جانتے ہیں کہ آپ کی غلطی کی سزا خان حویلی اب تک بھگت رہی ہے اور آج آپ کو ناصر بھائی کی حرکت پر غصہ آ رہا ہے ارے انہوں نے تو نیک کام کیا عزت بنا یا را حیلہ کو اپنی اور اس گھٹیا شخص سے بچایا ان کو اور یہ معصوم لوگوں کا قاتل۔۔ ہمارے جوان چچا جان کا قاتل۔ ارے خون سے کھیلنا تو اسکا شیوہ ہے۔۔" وہ ایک ایک جملہ سختی سے ادا کر رہے تھے۔

"بس بہت ہو گیا!!!!" انہوں نے ہاتھ ہوا میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

"جی اب بس بہت ہو گیا آپکو اپنا یہی بیٹا مبارک ہو میں نہیں رکوں گا یہاں جہاں میرے بھائی کی کوئی عزت نہیں ہے۔۔ جہاں ہمارے بابا سائیں ہماری کہی کسی بات کا یقین نہیں کرتے۔۔" وہ مڑ کر جانے لگے۔۔ پھر رکے۔

"ٹھیک ہے جائو تم بھی یاد رکھنا کہ کوئی جائیداد میں حصہ نہیں ہے تم دونوں کا مر گئے تم دونوں میرے لیے۔۔" جہانزیب شائع انداز میں مسکرایا لیکن اس کی طرف بابا سائیں متوجہ نہیں تھے البتہ احمد نے ضرور یہ زہریلی مسکراہٹ دیکھی تھی یہی تو وہ چاہتا تھا خان حویلی پر قبضہ۔ آج اسے وہ بھی مل گیا۔ وہ ہر وقت کا بادشاہ تھا۔ وقت اس کا تھا۔

"ہم زندہ ہیں باباسائیں اور اگر یہ گھٹیا انسان میرے یا میرے بھائی کے پیچھے آیا تو اسے قبر تک پہنچانے کے لیے ہم زندہ ہیں باباسائیں۔۔" یہ کہتے ساتھ وہ رکے نہیں اور وہاں سے چلے گئے۔

موجودہ وقت:

"کاش میں نہ آتا۔۔" وہ ماضی سے واپس آچکے تھے۔ کمرے میں گھٹن زدہ ماحول بن گیا تھا۔

"تم نے بہت احتیاط کی تھی احمد اسی لیے وہ ایک دم ہم تک نہیں پہنچ سکا اسے وقت لگا ہمیں ڈھونڈنے میں۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر احمد صاحب کے ساتھ جا بیٹھے۔۔ "چھوڑو ان باتوں کو اب سب صحیح ہے۔"

"کچھ صحیح نہیں ہے بھائی مجھے اسکا ایک ایک لفظ یاد ہے اب اسکا نشانہ آپ ہوں گے یا ہمارے بچے۔ آپ نہیں جانتے مجھے ہر شخص میں وہی دکھائی دیتا ہے۔"

"پہلے کی بات اور تھی اب اسے مجھ تک پہنچنے کے لیے سخت پلاننگ سے کام لینا ہوگا۔۔ شاباش اٹھو اور جھٹکو ان باتوں کو خوامخواہ کوئی سن گیا تو پریشان ہی ہو جائے گا۔۔" انہوں نے احمد کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا تسلی آمیز انداز میں کہا۔

"میں نے اپنی بیٹیوں کو کمزور کر رکھا ہے بھائی ایک دل کرتا ہے کہ انابیہ کو سب بتادوں لیکن بجائے حالات سے لڑنے کے وہ ڈر ڈر کر زندگی گزارے گی۔ وہ بیوقوف ہے کسی کی بھی باتوں میں آجاتی ہے۔۔"

"لیکن وہ سمجھدار ہے اب۔۔ کچھ ٹائم اور گزرنے دو پھر جو مناسب لگا وہی کریں گے۔۔" وہ انکے کندھے پر ہاتھ رکھے نرمی سے بولے جس پر احمد نے محض سر اثبات میں ہلا یا۔

مسلسل سڑکوں پر گاڑی دوڑانے کے بعد وہ تقریباً چار بجے کے قریب گھر پہنچا۔۔ گاڑی سے نکلتے اس نے زور سے دروازہ بند کیا اور اندر جانے لگا۔

"اُف نازو تم کب صحیح صفائی کرنا سیکھو گی مجھے تو۔۔۔" آمنہ بیگم نازو کو سنائے جا رہی تھیں تب ہی کبیر کو اندر آتا دیکھ کر چپ ہو گئیں۔۔ وہ قدرے حیرانی سے اسے دیکھے جا رہی تھیں جو اب تک نائٹ سوٹ میں تھا انکو لگا شاید وہ یونیورسٹی سے آئے گا مگر اسکی حالت بتا رہی تھی کہ وہ کافی پریشان ہے اور یونیورسٹی ایسے تو وہ جا بھی نہیں سکتا تھا۔۔ وہ انکو ایسے اگنور کرتے وہاں سے سیڑھیاں عبور کر کے جانے لگا جیسے وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔۔ وہ اس کے پیچھے نہیں گئیں۔

"یہ ضرور لڑ کر آیا ہے مگر یہ تو بلاوجہ ایسے نہیں کرتا اور یہ رات والی حالت میں کیوں ہیں کیا ہوا ہو گا؟؟؟"

انکے ذہن میں مختلف خیالات جنم لینے لگے مگر وہ جانتی تھیں ابھی اس سے بات کرنا فضول ہے۔۔ کمرے میں پہنچتے ہی اس نے اپنے پیچھے دروازہ دھڑام سے بند کیا اور سر پکڑے ادھر ادھر چکر کاٹنے لگا۔ وہ چیخنا چاہتا تھا چلانا چاہتا تھا مگر خود پر ضبط کر رکھا تھا۔۔ اس نے آس پاس کمرے کو دیکھا اور طیش کے عالم میں بیڈ کی طرف بڑھا۔۔ بیڈ شیٹ تکیے سب اس نے اتار کر زمین پر پٹخ دیے۔۔ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتے اس نے اس پر پڑا سامان اٹھا پھینکا پرفیومز، شیونگ کریم، نائٹ کریمز نا جانے کیا کیا جو ترتیب سے رکھا گیا تھا اگلے کچھ ہی پل میں زمین پر بے دردی سے بکھرا پڑا تھا۔۔ صوفے کے کشن بھی اٹھا پھینکے۔ سائڈ ٹیبل پر پڑا جگ اور گلاس اس نے بے دردی سے زمین پر پھینکا جس کا کانچ دور دور تک پھیل گیا تھا۔۔ سٹڈی ٹیبل پر پڑی کتابیں، لیپ ٹاپ، سٹیشنری، فائلز کچھ بھی اب ویسے نہیں تھا سب کچھ زمین پر ڈھیر تھا۔۔ یہ سب کرتے ہوئے وہ ذرا سا بھی نہیں چیخا نہ ہی چلایا۔۔ پھر تھک ہار کر تیزی سے سانس لینے لگا۔۔ سکون تو اسے اب بھی نہیں آیا تھا لیکن جو غبار اس کے اندر کب سے پل رہا تھا وہ شاید نکل چکا تھا۔۔ سامنے دیوار پر لگی اسی پینٹنگ پر تو اسکی نظر اب پڑی

تھی وہ جارحانہ انداز میں اسکی طرف بڑھا اور اسے اتار کر ان آنکھوں کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر پاگلوں کی طرح ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو ایک چیز پر اسکی نظر رکی۔۔ فرش پر بکھرے ہوئے سامان میں موجود کٹر پر۔۔ اس نے آگے بڑھ کر تیزی سے وہ کٹر اٹھایا اور ہاتھ میں پکڑے کینوس کی طرف بڑھایا اسکا ارادہ تھا کہ اس کا براحشر کر دے لیکن اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکا۔ سختی سے لب بھینچتے اس نے کینوس دیوار پر دے مارا۔۔ لیکن وہ آنکھیں خراب نہیں کیں جن آنکھوں سے محبت تھی جن کو دیکھ کر وہ جیتا تھا وہ بھلے اصلی نہیں تھیں پینٹ سے بنائیں گئیں تھیں اور بھلے اسکو اس وقت شدید نفرت ہو رہی تھی لیکن پھر بھی وہ اسے دور پھینک تو سکتا تھا مگر ایک کٹر سے تشدد!!! یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی یہ حوصلہ اس میں نہیں تھا۔۔ وہ سر دونوں ہاتھوں میں جکڑے بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔ اس وقت سب سے زیادہ ضبط اس نے اپنے آنسوؤں پر کر رکھا تھا مگر آنکھوں کے آنسوؤں پر۔۔ دل کے آنسو وہ نہیں روک سکتا تھا اسکا دل دھاڑے مار مار کر رو رہا تھا۔۔ کافی دیر وہ ایسے ہی بیٹھا رہا اور پھر سر اٹھا کر کمرہ دیکھنے لگا جس پر تو گویا قیامت آئی تھی۔۔ ہاتھ اپنی جیب کی طرف بڑھایا اور فون نکال کر ایک کال ملائی۔۔

"نوید کاکا۔۔ فوراً اوپر میرے کمرے میں آئیں۔۔۔" کہتے ساتھ اس نے فون بیڈ پر پٹخا۔۔ تھوڑی دیر میں ایک ادھیڑ عمر شخص دروازہ کھٹکھٹاتے کمرے میں داخل ہوا اور کمرے کی حالت دیکھ کر تو جیسے صدمے میں چلا گیا۔

"کاکا مجھے یہ کمرہ تھوڑی ہی دیر میں پہلے جیسا چاہیئے اور ہاں موم کو پتہ نہ چلے۔۔" کہتے ساتھ اس نے وارڈروب سے اپنے کپڑے نکالے اور واشروم میں گھس گیا۔۔ کاکا تو جیسے پریشان ہی ہو گئے تھے کہ کہاں سے شروع کیا جائے۔۔ انہوں نے ابھی کام شروع ہی کیا تھا کہ آمنہ بیگم بھی آ پہنچی اور منہ کھولے اس طوفان کی زد میں آئے کمرے کو پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگیں۔

"بی بی صاحبہ آپ کو نہیں آنا چاہیئے تھا چھوٹے صاحب مجھ پر غصہ ہوں گے۔۔" وہ زمین پر جھک کر شیشے کے ٹکڑے اٹھاتے ہوئے بولے۔

"کاکا آپ اٹھیں یہ آپ کا کام نہیں ہے اور جائیں نازو کو بھجوا دیں پلیز۔۔" ان پر حکم کرتے وہ جھک کر پرفیوم کی شیشیاں اپنے ہاتھوں سے اٹھانے لگیں۔ انہوں نے اپنے ذہن کو کئی طرح کے سوالوں سے جکڑ رکھا تھا۔

"ارے ارے بڑی بیگم آپ ہٹیں میں کر دیتی ہوں۔۔" نازو اندر داخل ہوئی تو آمنہ بیگم سے کہنے لگی۔

"یہ سب صاف کر دینا میں چلتی ہوں اور کبیر کو پتہ نہ چلے کہ میں آئی تھی تمھیں دیکھے تو کہہ دینا کاکا کو تم نے بھیجا ہے سمجھ گئی۔۔" حکم صادر کرتے وہ پریشانی کے عالم میں وہاں سے جانے لگیں تبھی ان کی نظر چوکھٹ پر گری ایک پینٹنگ پر رکی۔ انہوں نے نا سمجھی سے اس پینٹنگ کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے انہوں نے جھک کر اسے اٹھالیا۔ اس پر بنی خوبصورت آنکھیں دیکھتے ہی ان کو ان کے سارے سوالوں کے جواب مل گئے تھے۔ دکھ سے آنکھیں بند کرتے وہ پینٹنگ اپنے ساتھ لے گئیں۔

سیاہ بادلوں سے ڈھکی رات میں چمکتا چاند آسمان پر خاموش لٹکا ہوا جیسے ڈھیروں اداسی سے بھرا ہوا جیسے کسی سے بات نہ کرنا چاہتا ہو جیسے خاموشی اسے پسند ہو۔ وہ خاموشی سے کبھی گھنے کالے بادلوں میں چھپ جاتا پھر سامنے آتا پھر چھپ جاتا پھر آ جاتا۔ وہ آسمان پر تنہا تھا آج ستارے نہیں تھے اس کے ساتھ جو اسکے ارد گرد ٹمٹماتے آج وہ اکیلا اس لڑکی سے بے آواز باتیں کر رہا تھا جو آسمانی رنگ کا دوپٹہ سر پر لپیٹے سفید رنگ کی قمیض شلوار پہنے بالکونی میں ہینگنگ چیئر پر بیٹھے اداس سوچی ہوئی بے دریغ آنسوؤں سے گیلی آنکھیں چاند پر ٹکائے

ہوئے تھی۔چاند جو اس کا خاموش رازدار تھا۔اس کی سرگوشیاں سنتا تھا اس کا دوست تھا کیا وہ اس کی کہانی اس شہر پہنچا سکتا تھا جہاں وہ اپنی محبت کو زندہ درگور کر آئی تھی؟

"کچھ بھی کرو جانامت۔۔"کبیر کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔"کچھ بھی کرو جانامت۔۔"وہ خاموش بیٹھی اسکی گونجتی ہوئی آواز سن رہی تھی۔۔"کچھ بھی کرو"وہ کیا کرتی وہ پہلے بھی سپیکر سے باہر آتی اسکی منتیں سن رہی تھی اور اب بھی وہ اسکی گونجتی آواز صرف سن ہی سکتی تھی کچھ کر نہیں سکتی تھی۔

"اگر تم گی تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔۔"معافی؟؟اسکی تو دعا تھی وہ کبیر سے کبھی دوبارہ نہ ملے۔۔معافی کی نوبت کبھی آئے ہی نہ وہ مشکل گھڑی اسکے سامنے کبھی آئے ہی نہ۔

"قسم ہے بیا تمہیں محبت کی قسم ہے جانامت"اسکی منتیں اسکا رونا اس پر چلانا ایک بار پھر اس کا دل چھلنی ہونے لگا ایک بار پھر اسکی آنکھ اشک بار ہونے لگی جو سارے سفر سے لے کر اب تک نہیں روئی پھر رونا چاہ رہی تھی۔۔ نظریں اب بھی چاند پر ٹکی تھیں۔

"میں جانتی تھی۔۔"آنسوؤں پر ضبط کرتے وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولنے لگی۔۔ "میں جانتی تھی کہ ہم بچھڑنے کے لیے ملے ہیں میں پھر بھی محبت کے راستے پر چل دی۔۔یہ جانتے ہوئے کہ تم مجھے نہیں مل سکتے میں پھر بھی محبت کر بیٹھی۔۔یہ جانتے ہوئے کہ محبت میرے لیے نہیں بنی۔تم میرے نہیں تھے کبھی نہیں تھے لیکن تمھیں کھو دینے سے میں خود کھو گئی ہوں ایسے ویرانے میں جہاں صرف تنہائی ہے۔۔"خاموشی نے پھر آگھیرا وہ چند پل اسی طرح بیٹھی رہی اور اس کی چھت سے لٹکتی چیئر اب بھی پینڈولم کی طرح جھولتی رہی۔

"جسے چھوڑ آئی ہیں اب اسے چاند میں ڈھونڈنے کا کیا فائدہ۔۔۔"اسے پتہ بھی نہ چلا کہ ردا کب اس کے ساتھ نیچے بچھی گراس کارپٹ پر آ بیٹھی۔۔انابیہ نے اسکی آواز سنتے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔۔

"تم کب آئی؟؟"

"جب آپ مکمل طور پر چاند کو دیکھنے میں مصروف تھیں۔۔"وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی تھی۔

"وہ تو بس کمرے میں تھوڑی گھٹن ہو رہی تھی۔اس لیے یہاں بیٹھ گئی۔۔"اس نے یہی جواز پیش کیا۔

"یعنی آپ مکر رہی ہیں ؟"

"کس بات سے ؟؟"

"کہ آپ واقعی اسے یاد کر رہی ہیں۔۔"

"یاد اسے کیا جاتا ہے جو بھول جائے نہ میں اسے بھولی ہوں اور نہ بھولوں گی بلکہ اسے بھلانا میرے بس میں نہیں ہے۔۔۔"اس کی نظریں اب پھر آسمان پر تھیں۔

"یہ تو میں جانتی تھی۔۔"وہ طنزیہ انداز سے ہنسی۔۔"یعنی آپ خود کو اذیت میں رکھیں گی۔۔"

"اذیت ؟؟"وہ کرب سے مسکرادی۔۔"تمہیں پتہ ہے مجھے ایسے لگتا جیسے میں نے کوئی حسین خواب دیکھا ہو جس میں وہ ایک شہزادہ تھا۔۔میں کوئی شہزادی تو نہیں تھی مگر وہ میرے لیے شہزادہ بن کر آیا تھا مجھے اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جانے کے لیے اور میں بھی اس کے ساتھ جانے لگی لیکن۔۔"اس نے رک کر گہرا سانس لیا۔۔ "میں اسے اس سفر میں اکیلے چھوڑ کر واپس اپنی اسی دنیا میں آگئی۔۔"

"تو اگر آپ اسے خواب ہی سمجھیں تو آپ کے لیے آسانی ہو جائے گی کیونکہ خواب بھلائے جا سکتے ہیں۔۔" ردا نے اس سے کہا۔۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم خواب بھلائے جا سکتے ہیں مگر سب سے بہترین اور بدترین خواب کبھی نہیں بھولتے وہ ساری عمر ساتھ رہتے ہیں۔۔"

"تو پھر آپ بتائیں کہ یہ آپ کے لیے بہترین خواب تھا یا بدترین ؟؟"

"آغاز بہترین اور حسین تھا مگر انجام بدترین سے بھی بدتر۔۔"اس نے زخمی انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر بہتر یہی ہے آپ اس حقیقت کو حقیقت ہی سمجھے خواب نہیں۔۔"ردا سر جھٹکتے ہوئے بولی۔

"اس سے آخری دفعہ بات کرتے ہوئے مجھے لگا کہ میں کمزور پڑ جائوں گی اپنا ارادہ بدل دوں گی اور۔۔"بولتے بولتے اس نے یکدم ردا کے چہرے کا بدلا ہوا تاثر دیکھا اسے خود سمجھ نہیں آئی کہ اس نے یہ ذکر کیوں چھیڑا۔۔

"کیا مطلب آخری دفعہ بات؟؟"ردا نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"چھوڑو کچھ نہیں۔۔ کافی رات ہو گئی اندر چلتے ہیں۔۔"حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتی وہ ہینگنگ چیئر سے اٹھ کر اندر جانے لگی۔۔ تبھی ردا تیزی سے اٹھ کر اس کا راستہ روکے اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے؟"اس نے سوالیہ ابرو اٹھائی۔"کب ہوئی آپکی آخری دفعہ بات کیسے ہوئی؟؟"

"فون پر۔۔"وہ جگہ سے ایک انچ نہ ہلی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ردا ایسے جان نہیں چھوڑتی۔۔

"مگر آپ نے فون میرے سامنے توڑا تھا۔۔"

"فون توڑا تھا ردا سم نہیں۔۔ ماما جان کے فون میں اپنی سم ڈال کر بات کی تھی میں نے۔۔ ہو گیا؟؟"وہ کہہ کر سائڈ سے ہو کر جانے لگی جب ردا نے فوراً اسے بازو سے پکڑا اور پھر اسکے سامنے ہوئی۔

"ایسی کیا آفت آ گئی تھی؟؟ کیا بات کی تھی آپ نے؟؟"اس نے باری باری اسکی دونوں آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔

"کیوں ہر بات کے پیچھے پڑ جاتی ہو۔۔ ہو گیا جو ہونا تھا اب کیا فائدہ۔۔ فکر نہ کرو میں نے اسے ایسا کچھ نہیں کہا کہ وہ میرے پیچھے یہاں تک آ جائے گا"وہ بلاوجہ غصہ کرنے لگی تھی۔

"یہی تو کیا کہا تھا آپ نے مجھے بتائیں؟"انابیہ نے اس کے بگڑتے ہوئے تیور دیکھے تو جیسے ہار مان گئی۔۔

"بس یہی کہ میں جا رہی ہوں بابا سب جان گئے ہیں۔۔"

"بس یہی؟؟"

"نہیں۔۔"

"شروعات کہاں سے کی تھی؟؟"

"اقرارِ محبت۔۔"

"واٹ؟؟"اس کا منہ حیرت سے کھلا۔۔ سرہاں میں ہلاتے وہ بیڈ کی جانب بڑھ گئی اور تکیے ٹھیک کرنے لگی۔۔

ردا پھر اس کے پیچھے آئی۔

"کیوں کیا یہ سب؟؟آپ کو اندازہ ہے کہ آپ نے کیا کیا ہے؟"وہ دبی غرائی تھی۔

"نہیں ہے مجھے اندازہ نہ ہی لگانا ہے۔۔"

"آپ نے اسے ایک پل کی خوشی دے کر اس کے سر پر اچانک اتنا بڑا بم پھوڑ دیا۔یو ہرٹ ہم۔۔میں نہیں جانتی تھی آپ اتنی بے رحم ہو سکتی ہیں۔۔"2ہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"شٹ اپ ردا پلیز۔۔"

"کیوں؟؟ایسا کیوں کیا آپ نے؟؟"اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا یا شاید وہ دینا نہیں چاہتی تھی۔

"نہیں بتائیں گی؟؟میں بتائوں؟"اس کے ایسے انداز پر انابیہ نے نظروں کا رخ اسکی طرف کیا۔

"آپ نے یہ سب اس لیے کیا کہ وہ آپ سے نفرت کرنے لگے۔۔"انابیہ نے یکدم نظریں چرائیں۔۔"کیا لگتا ہے اس طرح وہ بھول جائے گا سب؟؟بھول ہے آپ کی۔۔وہ اب بھی یاد کرے گا آپ کو لیکن نفرت بھی کرے گا۔۔آپ کو کال کرنی ہی نہیں چاہئیے تھی یا آپ اس سے کبھی نہ کہتی کہ آپکو محبت ہے اس سے افففف آپی کیا ثابت کرنا چاہتی تھی آپ کہ آپ ہار مان گئی ہیں آپ نہیں لڑ سکی محبت کا دفاع نہیں کر سکی۔۔۔"

"میں کال نہ بھی کرتی تب بھی یہی ہوتا ہر طرف سے برا میرے ساتھ ہی ہونا تھا۔۔"

"آپ کال نہ کرتی تو وہ مان جاتا کہ کوئی مجبوری ہو گی آپ کی۔ ناجانے کیا ظلم ہوا ہو گا آپ کے ساتھ۔۔۔ آپ نے اسے کال کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کال کر سکتی تھیں بعد میں تو پہلے بھی کر سکتی تھیں آپ نے اسے ثابت کر دیا کہ آپ سب روک سکتی تھیں اسے بلا سکتی تھیں آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کی محبت کمزور تھی۔۔ آپ کو کال کرنی ہی تھی آپی تو پہلے کر دیتی کیا پتہ وہ سب ٹھیک کر دیتا سمجھا لیتا بابا کو۔۔ لے جاتا آپ کو۔۔۔"

"کیا ٹھیک کر لیتا وہ؟؟" وہ یکدم بھڑ کی۔

"آپی وہ۔۔۔" وہ روہانسی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"بابا ہارٹ پیشنٹ ہیں۔۔" وہ بہتے آنسوؤں سے چیخ کے بولی تو رداشششدر رہ گئی۔۔۔ برف کے مجسمے کی طرح بغیر کوئی حرکت کیے وہ انابیہ کو دیکھے گئی۔

"کیا کرتی میں ہاں؟ میں نے بابا کا بھروسہ توڑا تھا بھولو مت میں نے ان کا مان توڑا تھا۔۔ جانتی ہو انہوں نے مجھے آپشنز کیوں دیے تھے کیونکہ انہیں پھر بھی ایک آس ایک امید تھی کہ اب کی بار انابیہ وہی فیصلہ کرے گی جو اسکا باپ چاہتا ہے۔۔ جو بھی ہے تھے تو وہ پرانے خیالات کے مالک نا انکی جگہ کوئی اور باپ ہوتا نا تو رکھ کے میرے منہ پر چپیڑ مارتا اور مجھے چوائسز نہیں دے رہا ہوتا بلکہ زبردستی مجھے لے کر جانے کی تیاری کرتا مجھے کمرے میں بند کر دیتا میرا فون جو میں نے توڑا تھا وہ میرا باپ توڑتا۔۔" وہ یک ٹک پھٹی آنکھوں سے انابیہ کا چہرہ دیکھے گئی۔

"لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور آخری دفعہ مجھ پر بھروسہ کیا۔ میں ان کا دل پھر سے چھلنی نہیں کر سکتی تھی ساری عمر کا روگ ساتھ لے کر نہیں چل سکتی تھی میں کسی لڑکے کو اپنے باپ کے سامنے لا کر کھڑا نہیں کر سکتی تھی۔ میں محبت تو کر سکتی تھی لیکن اس کے لیے لڑ نہیں سکتی تھی۔۔ ہاں میں نے جان کے فون کیا تھا اور

جو تم نے سمجھا بلکل ٹھیک سمجھا۔۔ میں نے اس لیے کیا کیونکہ میں محبت کرتی ہوں ردا اس سے میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ میرے لیے تڑپ تڑپ کر مرے۔۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ مجھے جگہ جگہ ڈھونڈتا پھرے۔ ایک دفعہ کا رونا ساری عمر کے رونے سے بہتر ہے۔۔ میں نے جان کے اسے کال کی اور غلط ٹائم پر کی تا کہ وہ جان جائے کہ انابیہ سب کر سکتی تھی لیکن اس نے نہیں کیا۔۔ میں نے کہا اس سے کہ میں ہماری محبت کے لیے کچھ نہ کر سکی تا کہ وہ جان جائے کہ انابیہ ایک کمزور لڑکی ہے جو محبت کا دفاع تک نہیں کر سکی جس نے کوئی کوشش تک نہیں کی۔۔۔" وہ اتنا روانی میں بولے جا رہی تھی کہ تھک کر گہرے سانس لینے لگی اور ردا پتھر بنے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"میں نہیں جانتی کہ بابا کو کیا بتایا گیا ہے کس نے بتایا لیکن مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ضرور انہیں کچھ غلط بتایا یا دکھایا گیا ہے ان سے غلط بیانی کی گئی ہے میں نہیں جانتی کون ہے میرا دشمن اور میں ان سے پوچھوں گی بھی نہیں کیونکہ میں سوائے اسکی یاد کے سب لاہور میں دفنا آئی ہوں۔۔ میں نے ہمیشہ بابا کی آنکھوں میں غصہ اور رعب دیکھا تھا لیکن اس دن میں نے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے ردا جن کی وجہ میں تھی۔۔ اس دن میں نے ان کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت بھی دیکھی تھی۔ انھوں نے اپنی طرف سے میرے لیے اچھا ہی سوچا ہو گا۔۔ میرے ایک غلط فیصلے کی وجہ سے اگر ان کو کچھ۔۔"

"آپی!! سوچ سمجھ کر بولیے گا۔۔" ردا ایک دم پھٹ پڑی۔۔ اسکا چہرہ مکمل بھیگ چکا تھا وہ فوراً آگے ہو کے انابیہ کے گلے لگ کر بلک بلک کے رونے لگی۔۔ اور کافی دیر اس کے گلے لگ کر روتی رہی۔۔

"آئی ایم سوری۔ میں نہیں بتانا چاہتی تھی تمہیں یہ سب اب چپ ہو جائو۔۔" اس نے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔۔

"نہیں آپی مجھے معاف کردیں مجھے کوئی حق نہیں ہے آپ کو اس طرح سے روک روک کر سوال جواب کرنے کا۔۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"تمہیں سارے حق ہیں ردا بس میرے لیے پریشان ہونا چھوڑ دو۔۔ میں نے محبت کو اپنوں پر قربان کیا ہے میں نے اسے کوئی دھوکا نہیں دیا نہ ہی کسی اور لڑکے کے لیے اسے چھوڑا ہے مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہے اگر میں روتی ہوں چیختی ہوں چلاتی ہوں اداس ہوتی ہوں تو اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہو گا کہ مجھے کوئی ریگریٹ ہے بس میں اسے بھلا نہیں سکتی اس پر میرا کنٹرول نہیں ہے آفٹر آل وہ میری محبت ہے کوئی گپ تو نہیں۔۔" وہ ہلکا سا مسکرا دی۔۔ جس پر ردا بھی مسکرائی۔

"لیکن آپ میرے سامنے اسکا نام لے کر نہیں روئیں گی۔۔۔" اس نے انگلی اٹھا کر اس سے کہا جس پر اس نے سرہاں میں ہلایا۔۔ "اور ایک اور بات آپ آئندہ مجھ سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کریں گی۔۔ مجھ سے مشورہ لیں چاہے پھر آپ کو پسند نہ آئے۔۔ میں بھلے عمر میں آپ سے چھوٹی ہوں لیکن دماغ میں عقل اور سمجھداری آپ سے زیادہ رکھتی ہوں۔۔" ردا ہاتھ سینے پر باندھے اسے کہنے لگی جبکہ انابیہ نے شکل بنائے اسے سر تا پیر دیکھا اور پھر بولی۔۔ "ہمم صحیح۔۔" پھر وہ دونوں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اپنے آنسو پونچھنے لگیں۔

"ایک تو میں اپنی بھولنے والی بیماری سے بڑی تنگ ہوں سوچ سوچ کے اب یاد آیا۔۔" سائرہ بیگم چارپائی پر بیٹھے کٹے ہوئے سیب کی ایک ڈلی منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔۔ صحن میں بلب کی روشنی تھی۔

"کیا اماں ایسا کیا یاد آگیا؟؟" جویریہ نے ہاتھوں میں پکڑی گیلی قمیض ہوا میں جھاڑی اور اسے تار پر پھیلاتے ہوئے بولی۔۔ بال ڈھیلے جوڑے میں باندھے لمبی قمیض کے آستین کہنیوں تک فولڈ کیے وہ ابھی کپڑے دھو کر انہیں سکھانے کے لیے تار پر پھیلانے میں مصروف تھی۔۔

"اے نومی یہ صبح ہی صبح کون ہمارا دروازہ ہی توڑنے لگا تھا؟؟" نومی نے اپنی سائیکل کی چین ٹھیک کرتے کرتے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا جویریہ فوراً بول پڑی۔۔

"کوئی نہیں اماں دودھ والا تھا۔ فکر نہ کریں خوب سنا کے بھیجا ہے میں نے۔۔ کیوں نومی؟؟" نومی عجیب شکل بنائے اسے دیکھنے لگا اور پھر اوپر نیچے سر ہلانے لگا۔

"ہائے کل خبر لوں گی اسکی بھلا کوئی ایسے پیٹتا ہے دروازہ میں تو خود اٹھ جاتی لیکن بڑا درد تھا میری ٹانگوں میں۔۔" وہ اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے درد سے بولیں۔

"رہنے دو نا اماں میں نے خوب بے عزت کیا ہے نہیں بجائے گا آئندہ ایسے دروازہ۔۔" وہ ان کے پاس وہیں چارپائی پر آ بیٹھی۔

"دھل گئے سارے کپڑے۔۔ شاباش میری سگھڑ بیٹی۔۔" وہ تار پر قطار سے دھلے کپڑے ٹنگے دیکھتے ہوئے بولیں۔ تو وہ فوراً سے مسکرا دی۔۔ "منحوس بڑا بدنصیب ہے وہ جسے تیری قدر نہیں ہے۔۔" اس کے چہرے سے یکدم مسکراہٹ غائب ہوئی۔۔

"منحوس تو نہ کہیں اسے۔۔" وہ نہایت دھیمی آواز میں بولی۔۔

"کیوں نہ کہوں میری پھول جیسی بیٹی کو انکار کیا ہے اس نے۔۔"

"کیا خالہ نے انکار کر دیا؟؟" اس نے گردن موڑ کر انہیں حیرت سے دیکھا۔۔

"نہیں۔۔ لیکن کوئی جواب بھی نہیں دیا۔ وہ بیچاری کیا کرے اسکا بیٹا مانے تو نا۔۔"

"آپ ایک بار پھر سے بات کریں نا خالہ سے۔۔"وہ زخمی انداز سے بولی۔

"نہ جی اب نہیں کرنی میں نے اس سے بات۔۔ بھلا میری خوبصورت بیٹی کو کوئی کمی ہے لڑکوں کی ہزار لڑکوں کی لائن لگ جائے تمہارے لیے تو۔۔ کمی کیا ہے تم میں۔۔ کیوں بھیک مانگتی پھروں اس سے۔۔وہ نہیں تو کوئی اور سہی۔۔"

"ہزار لڑکے نہیں صرف ایک کبیر چاہیئے آپ کیوں نہیں سمجھ رہیں؟"وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔۔

"تم کیوں نہیں سمجھ رہی میری بچی مت ذلیل ہو اس کے لیے۔۔"

"ذلیل ہونا منظور ہے بس وہ مل جائے۔۔"اس نے نظریں زمین پر ٹکائیں۔

"آخری بار پھر سے بات کروں گی آمنہ سے اگر وہ نہ مانی تو۔۔"

"انہیں ماننا پڑے گا۔۔"وہ تیزی سے بولی۔۔ سائرہ بیگم چپ اپنی بیٹی کا اداس چہرہ دیکھنے لگی۔۔

"مجھے کبیر ٹھیک نہیں لگ رہا عابس۔۔"آمنہ بیگم اور عابس ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کے لیے آمنے سامنے بیٹھے تھے تبھی انھوں نے عابس سے پوچھا۔

"کیوں کیا ہوا ہے اسے؟؟"اس کے بریڈ پر مکھن لگاتے ہاتھ رکے۔

"دو دنوں سے بجھا بجھا ہے بات بھی نہیں کرتا مذاق بھی نہیں کرتا ہنستا بھی نہیں ہے اور تو اور یونیورسٹی بھی نہیں جا رہا کل بھی اسکی ایک کلاس فیلو زارا آئی تھی اس سے ملنے اس سے بھی زیادہ بات نہیں کی۔۔۔"وہ کبیر کی چینج ہوتی روٹین بتانے لگیں۔

"عاصم کہاں ہے؟؟"وہ اسی طرح آمنہ بیگم کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"زارا کہہ رہی تھی اس کی پھپھو فوت ہو گئی ہے تو اسلام آباد گیا ہے۔۔"

"تو آپ زارا سے ہی پوچھ لیتی کہ کیا ہوا ہے۔۔"

"میں نے پوچھا تھا اسے خود نہیں پتہ۔۔ مجھے بہت پریشانی ہو رہی ہے اس کی۔۔" وہ پیشانی پر فکریہ انداز میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولیں۔

"پریشان نہ ہوں میں آج رات کو پوچھوں گا اس سے۔۔" کہتے اس نے بریڈ کا ٹکڑا منہ میں ڈالا۔۔

"کیسے نہ ہوں پریشان دو دن پہلے جو اس کے کمرے کا حال تھا تہس نہس کر رکھا تھا اس نے۔۔" ان کی آواز تھوڑی اونچی ہوئی جبکہ عابس منہ کھولے انہیں دیکھنے لگا۔۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟؟" وہ قدرے حیرانی سے پوچھنے لگا۔۔ اور پھر اٹھ کر اسکے کمرے کی طرف جانے لگا۔

"عابس رکو۔۔ تمہارا آفس۔۔۔" انکی آواز پر اس نے چہرہ موڑ کر انہیں دیکھا۔۔

"بھاڑ میں گیا آفس۔۔۔ آپ یہیں رکے میں بات کرتا ہوں اس سے۔۔" اور دوبارہ چلنے لگا۔۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اسکی نظروں نے پورے کمرے کا سفر کیا لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔۔ پھر الٹے پیر اس کے دوسرے کمرے میں جانے لگا اب کی بار دروازہ کھولتے ہی اسے وہ سامنے کھڑا نظر آگیا۔۔ وہ ڈارک بلو سلیو لیس شرٹ کے ساتھ بلیک ٹرائوزر پہنے بڑے سے کینوس پر سبز رنگ کی پہاڑیاں بنانے میں مصروف تھا۔۔

"کبیر۔۔" عابس نے دروازے پر کھڑے کھڑے اسے پکارا۔۔ کبیر نے آواز سنتے گردن موڑ کر اپنے بھائی کو دیکھا اور ہلکا سا مسکرا دیا۔ اسکے ایک ہاتھ میں برش تھا اور دوسرے ہاتھ میں ووڈن پیلیٹ تھا۔۔ بال بکھرے سے تھے۔

"بھائی۔۔اندر آجائیں وہاں کیوں کھڑے ہیں؟"اسے مسکراتا دیکھ کر عابس بھی مسکرادیا اور قدم لیتے اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔عابس اس سے عمر میں چھ سال بڑا تھا پھر بھی دونوں بھائی قد میں برابر تھے۔

"کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟؟"کبیر نے اسے گھورتا ہوا پایا تو مسکراتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔

"تمہارا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"وہ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا دکھا پھر آپ کو؟؟"وہ پھر مسکرایا۔

"نقلی مسکراہٹ۔۔اذیت،تکلیف اور اداسی جسے تم چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔۔"عابس سنجیدہ تھا اور اسکی سنجیدگی نے اس کے چہرے سے نقلی مسکراہٹ بھی غائب کر دی۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہے آئی ایم فائن۔۔"اس نے فوراً نظریں چرائیں۔

"اچھا تو میری آنکھوں میں دیکھ کر بولو۔۔"لہجہ سپاٹ تھا۔۔

"آپ کیا سننا چاہتے ہیں؟؟"اس نے ہاتھ میں پکڑی چیزیں ٹیبل پر رکھیں۔

"وہ جو تم بتانا نہیں چاہتے۔۔"کبیر خاموش رہا۔۔اسکا ایک برش نیچے گر گیا تھا جسے اٹھانے کے لیے وہ جھکا۔۔

"کوئی محبت کا قصہ ہے؟؟"وہ اسی طرح جھکا رہا وہ سیدھا ہونا بھول گیا تھا۔

"تھا۔۔"صدمے کی حالت سے نکلتے ہی فوراً بولتے ہوئے وہ سیدھا ہوا۔۔اب کی بار دونوں کی نظریں ملیں۔

"کیا مطلب تھا؟؟"عابس آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورنے لگا۔۔

"تھا مطلب تھا اب نہیں ہے۔۔۔"

"کیوں؟؟"

"جو گزر گیا سو گزر گیا۔۔ میرا ماضی تھا میں نہیں دہرانا چاہتا بھولنا چاہتا ہوں۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بڑے اطمینان سے بولا۔

"یہ تو اچھا ہو گا کہ تم بھول جائو۔۔ خود کو سیٹ کرو موم پریشان ہوتی ہیں تمہیں ایسے دیکھ کر۔۔۔ سب بھول جائو موو آن کرو۔۔" اسکے کندھے پر تھپکی دیتے وہ وہاں سے جانے لگا لیکن دروازہ کھولتے ہکا بکا رہ گیا کیونکہ آمنہ بیگم سامنے کھڑی تھیں کبیر نے گردن تھوڑی ٹیڑھی کر کے دیکھنا چاہا سامنے ان کو دیکھ کر لمحہ بھر وہ بھی ٹھٹکا۔

"موم جو بھی تھا وہ بھول گیا ہے مزید اس بارے میں یہاں کوئی بات نہیں ہو گی نہ ہی مجھے گھر کا ماحول خراب چاہیئے۔۔" ایک تنبیہی نظر کبیر پر ڈالی اور چلا گیا۔ جبکہ آمنہ بیگم آنکھوں میں ڈھیروں سوال لیے اسے دیکھے گئیں۔

"تو یہ وجہ تھی جو تم جویریہ کے لیے انکار کرتے رہے۔۔" کبیر نے کوئی جواب نہیں دیا اور ٹیبل پر جھک کر اپنا سامان اٹھانے لگا۔۔ آمنہ نے اب کوئی سوال نہیں کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ کوئی جواب نہیں دے گا اور سر جھٹک کر وہاں سے نکل گئیں۔ کبیر نے گردن گھما کر ان کو جاتے ہوئے دیکھا وہ چلی گئیں لیکن اسکی نظریں اب بھی راہداری پر ہی تھیں۔

بالکونی کا دروازہ کھولے وہ تازہ ہوا کو اپنے اندر سمونے لگی۔۔ ان دنوں میں یہ سکھ کا گہرا سانس تھا جو اس نے لیا تھا۔ کھلے بال اس کی کمر پر پھیلے ہوئے تھے۔ منٹ کلر کا شارٹ فراک اور سفید ٹرائوزر پہنے وہ چہرے سے بلکل فریش لگ رہی تھی لیکن اسکی آنکھوں کے گرد پڑتے سیاہ حلقے یہ بتانے کے لیے کافی تھے کہ اسکی نیند اب بھی

پوری نہیں تھی وہ ان دنوں ایک لمحے کے لیے بھی سکون سے نہیں سو پائی تھی۔ تھوڑا آگے جا کر اس نے ریلنگ پر ہاتھ رکھے بالکونی سے باہر جھانکا جہاں تک اسکی نظر جاتی تھی وہاں تک سبز گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ یہ صرف گھر کے پچھلے حصے کا لان تھا بہت وسیع۔ جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہاں نیچے کچھ گارڈز بھی تھے جو کسی روبوٹ کی طرح پہرا دے رہے تھے۔ اس نے قدم واپس لیے اور وینٹری کی طرف آئی پھر اپنے بالوں کو جوڑے میں باندھنے لگی ایک نظر دیوار گیر گول آئینے میں آتے اپنے عکس کو دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے بالوں پر سے ہاتھ ہٹا دیے وہ پھر سے آبشار کی طرح اسکی کمر پر گر گئے۔

"تم پر کھلے بال بہت اچھے لگتے ہیں۔۔ کیا تم انھیں روز نہیں کھول سکتی؟؟" کبیر کی آواز اسے پھر سے سنائی دینے لگی۔ سر جھٹک کر وہ پھر سے انہیں جوڑے میں لپیٹنے لگی دراز سے ایک کیچر نکالا اور اپنے بال اس میں مقید کر دیے۔ پھر ایک نظر کمرے میں دوڑانے لگی ان دنوں میں پہلی بار اس نے کمرے پر غور کیا تھا وہ بلکل ویسا نہیں رہا تھا جس میں وہ آج سے چھ سال پہلے آئی تھی وہ مکمل چینج تھا فرنیچر سے لے کر دیوار پر لگیں پینٹنگز حتیٰ کے ڈیکوریشن پیسز، پردے، دیواروں کا رنگ سب مختلف اور بہت خوبصورت تھا۔ وہ جب سے آئی تھی اس کا دماغ کہیں اور تھا اس نے کسی چیز پر بھی غور نہیں کیا تھا اور آج ایک پل کے لیے اس کا بڑے زوروں سے دل کیا کہ وہ سارا گھر تسلی سے دیکھے۔ اس کے چہرے پر ایک مدھم سی مسکراہٹ آئی اور وہ فوراً بیڈ کی طرف گئی اپنا منٹ کلر کا دوپٹہ اٹھایا اور سر پر اوڑھتی دروازے کی طرف بڑھی۔۔ باہر نکلتے ہی اسکی نظر چاروں طرف گھومنے لگی۔ سفید چمکتی ٹائلز سے مزین راہداری عبور کرتے وہ ہر طرف اپنی نظر دوڑا رہی تھی۔ ایک ہاتھ ریلنگ پر رکھے وہ بلکل مرکز میں کھڑی ہو گئی۔ دائیں اور بائیں دونوں طرف سے گولائی زینے نیچے کی طرف جاتے تھے۔ اس نے ریلنگ سے گردن نیچے جھکا کر دیکھا نیچے جاتی دونوں طرف کی سیڑھیوں کے اختتام پر درمیان میں سنہری لکڑی کے بنے ٹیبل پر رکھا ایک بڑا سا سفید پھولوں کا گلدان تھا۔ وہ سفید پھول

رکھنے کی وجہ جانتی تھی وہ راحیلہ بیگم کو بہت پسند تھے۔۔ایک بار پھر اسے انکی یاد آنے لگی۔ چہرے کے سامنے دھیرے دھیرے ایک منظر ابھرنے لگا۔

"تائی جان آپ ہمیشہ سفید پھول ہی اس گلدان میں کیوں ڈالتی ہیں؟؟" بالوں کی دو پونیاں بنائے وہ چہرے پر بے پناہ معصومیت لیے ہاتھ میں چپس کا پیکٹ پکڑے سامنے کھڑی راحیلہ بیگم سے پوچھنے لگی جو گلدان میں سفید پھول ڈال رہی تھیں۔

"کیونکہ مجھے یہ بہت پسند ہیں۔۔" وہ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔۔

"تو سفید ہی کیوں آپکو اور پھول پسند نہیں ہیں کیا؟" اس نے پاس پڑا اسٹول گھسیٹا اور اس پر بیٹھ گئی۔۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے مجھے سب پھول بہت پسند ہیں مگر وائٹ روز اور وائٹ ٹیولپ سے مجھے کچھ خاص لگاؤ ہے۔۔" چہرے پر ہنوز مسکراہٹ تھی۔

"لیکن وائٹ ہی کیوں؟؟ روز تو ریڈ بھی ہوتے ہیں اور ہاں ٹیولپ پنک بھی ہوتے ہیں میں نے باربی تھمبلینا میں دیکھے تھے۔۔" وہ معصوم سی شکل بنائے پوچھ رہی تھی۔

" بلکل وہ بہت سے کلرز میں ہوتے ہیں۔ لیکن سفید رنگ کی اپنی جگہ ہے مجھے لگتا ہے سفید رنگ بہت صاف ہوتے ہیں بہت پاکیزہ۔۔ یہ امن و سلامتی کی عکاسی کرتے ہیں اور اس سے کوئی نفرت نہیں کر سکتا یہ سب سے منفرد ہوتے ہیں۔"

"یعنی آپ کو وائٹ کلر پسند ہے۔۔"

" بلکل ایسا ہی ہے۔۔ تمہیں کونسا کلر پسند ہے؟" وہ پھول ڈال چکی تھیں پھر پوری طرح سے اس کی طرف گھومی۔

"مجھے تو سارے کلرز پسند ہیں۔۔" وہ چپس کا دانہ منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔۔

"بلکل جیسے اسے ہر کھانے کی چیز پسند ہے۔۔" وہ گھنگرالے بالوں والا بچہ ہاتھ میں فٹبال لیے اندر داخل ہوا تو بیا کے ہاتھ میں پکڑا چپس کا پیکٹ دیکھتے ہوئے بولا۔۔

"ہاں بلکل اور مجھے کھاتا ہوا دیکھ کر تمھارے پیٹ کے چوہے کودنا شروع کر دیتے ہیں۔۔"اس نے بڑے ہی معصومانہ انداز سے چپس کا پیکٹ اپنے پیچھے چھپاتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور تمہیں کم از کم میرا خیال نہیں ہے تو میرے چوہوں کا ہی رکھ لیا کرو۔۔" وہ نہایت خفگی سے بولا۔

"تم نے پال رکھیں ہے نا تم ہی پرواہ کروان کی۔۔ ہونہہ" وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔۔عالیان اس کے ساتھ سے ہو کر گزر گیا۔۔اس نے ایک نظر اسے جاتے دیکھا اور پیکٹ اپنے سامنے کر کے دوبارہ راحیلہ بیگم کی طرف گھومی۔

"ہاں تو ہم امپورٹنٹ ڈسکشن کر رہے تھے نا تائی جان۔۔۔آآآ چور بھوکا۔۔تائی جان۔۔۔" اسے پتہ ہی نہیں چلا کب عالیان واپس آیا اور تیزی سے اس کے ہاتھ سے پیکٹ جھپٹا اور اڑن چھو ہو گیا۔

"عالیان کیا بدتمیزی ہے۔۔"راحیلہ بیگم اونچی آواز میں بولی جبکہ وہ جا چکا تھا۔۔اور پھر روتی ہوئی انابیہ کے آنسو صاف کرنے لگیں۔

"چھوڑو بیا میں تمہیں اور لا دوں گی رونا بند کرو پلیز۔۔" وہ نیچے جھک کر اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی تو بیا فوراً سٹول سے اٹھی۔۔

"ابھی دیکھیں میں کیسے لے کر آتی ہوں اس سے واپس۔۔" وہ آنسو صاف کرتے لال بھبھو کا چہرہ لیے تیز قدم لیتے اس کے پیچھے گئی۔۔۔یادوں کا تسلسل پھر سے ٹوٹا وہ وہیں کھڑی تھی بے حس و حرکت۔۔پھر وہ چہرہ اٹھا کر سیلنگ دیکھنے لگی تو اسکی نظر درمیان میں لٹکے بڑے سے فانوس پر پڑی۔"وائو!!!"بے ساختہ اسکے منہ سے نکلا۔۔پھر اس کا ارادہ زینے اترنے کا تھا مگر نظریں بے ساختہ بائیں جانب کے دو کمروں کی طرف

رکیں۔ جن میں سے پہلا کمرہ وہ تھا جس پر مناہل نے آتے ساتھ قبضہ کر لیا تھا اس کی یہ خواہش پوری ہوئی تھی وہ کھکھلا کر ہنس دی۔۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اسکی نظروں نے چاروں طرف سفر کیا وہ بلکل ویسا ہی تھا جیسے اسکا اور ردا کا۔ سب ایک جیسا تھا اس نے وہیں سے دروازہ بند کیا اور ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھی مگر پھر بے ساختہ اس کے قدم رکے کیونکہ وہ عالیان کا کمرہ تھا۔ بمشکل ہاتھ بڑھا کر اس نے دروازہ کھولا وہ کمرہ بھی پہلے جیسا نہیں تھا وہ بلکل چھ سال پرانا بچوں والا کمرہ نہیں تھا بلکہ بلیک اور کیوی گرین کے تھیم کا نہایت ڈیسنٹ اور خوبصورت کمرہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے قدم لیتے وہ اندر آتی گئی۔۔ جہازی سائز سیاہ بیڈ اس پر بچھی سیاہ بیڈ شیٹ اور کیوی گرین کمفرٹر، تکیوں اور کشنز سے سیٹ کیا گیا تھا۔ گہری سرمئی رنگ کی دیواریں فلوٹنگ شیلوز، مختلف اور بہت سی اینٹیک پینٹنگز اور اس کی تصویروں سے بھری پڑی تھیں۔ سامان جتنا کم تھا دیواریں اس سے زیادہ بھری پڑی تھیں۔ بیڈ سے آگے ایک سیاہ چمکتا ہوا صوفہ تھا جس پر تین سبز کشنز تھے۔ بیڈ کے بائیں طرف سٹڈی ایریا تھا۔ بالکونی کے دروازے کے دائیں اور بائیں طرف سیاہ مخملی پردے سبز موٹی ڈوریوں میں بندھے تھے۔۔ اس کا ذہن ایک دم پیچھے دوڑا۔

"توبہ توبہ عالیان تم کتنے بڑے ہو گئے ہو اور تمہارا کمرہ کیا بچوں والا ہے ہاہاہا۔۔" بیا ہنستے ہوئے جیسے اس کے کمرے کا مذاق اڑا رہی تھی۔۔ دراز قد کے اس بچے نے نظر گھما کر دانت نکالتی ہوئی انابیہ کو گھورا اور فوراً اسکی طرف بڑھا۔۔ اسکی اونچی پونی کو بے دردی سے کھینچنے لگا جس پر بیا کی چیخ نکلی۔

"میری چیزوں کا مذاق اڑانے سے تم باز نہیں آؤ گی نا۔۔" وہ اپنی کالی آنکھیں اس کی بھوری آنکھوں میں گاڑھتے ہوئے بولا۔۔

"اگر اسی وقت تم نے میرے بال نہیں چھوڑے تو میں جو تمہارا حشر کروں گی نا دنیا دیکھے گی۔۔" اسکی دھمکی سنتے اس نے فوراً سے اس کے بال چھوڑے۔

"افففف 9 کلاس میں چلے گئے ہو اور اپنی دوست پر تشدد کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی بتائوں گی تایا جان کو اور آیندہ آئوں گی بھی نہیں۔۔" وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔ عالیان نے یکدم بے چینی سے اسے دیکھا۔۔

"تو کیا تم بھی موم کی طرح ناراض ہو جائو گی اور مجھے چھوڑ کے چلی جائو گی؟" وہ جیسے رونے والا ہو گیا تھا۔۔

"نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔" بیا ہکلائی۔۔

"میں چلا جائوں گا تم لوگوں کو چھوڑ کر یاد بھی کرو گے تو نہیں آئوں گا۔۔"

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو میں صرف مذاق کر رہی تھی۔۔" اس معصوم سی بچی کے چہرے پر یکدم اداسی کا بسیرا ہوا۔ وہ اس کا دوست تھا اور جب بھی جانے کی باتیں کرتا تھا اس کا دل بری طرح سے دکھتا تھا۔

"یہ سب چیزیں موم کی پسند کی تھیں۔ لاہور میں بھی تو میرا کمرہ ایسے ہی ہوتا تھا نا۔۔ اسی حساب سے بابا نے سیٹ کیا ہے۔۔"

"تمہیں کیا ہوتا جا رہا ہے تم اب میرے پہلے جیسے دوست نہیں رہے۔۔" بیا نے فرش پر گرا بھالو ہاتھ میں اٹھایا اور اسے سہلانے لگی۔۔

"مجھے موم کی بہت یاد آتی ہے لاہور میں بھی آتی تھی لیکن یہاں بھی آتی ہے۔ تم لوگ یہیں آ جائو نا۔۔" وہ نہایت معصومیت سے بولا۔

"تم واپس آ جائو ہم پھر سے فن کریں گے۔۔"

"نہیں میں وہاں نہیں جائوں گا ڈیڈ کہتے ہیں میں وہاں بیمار رہتا ہوں۔۔"

"ہم اتنا دور رہتے ہیں ہماری دوستی اس لیے کمزور ہو گئی ہے۔۔" اس کی اداس نظریں بھالو پر ہی تھیں عالیان نے بغور اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

"لیکن پھر بھی تم میری سب سے اچھی دوست ہو یو نو بیسٹ فرینڈ۔۔" عالیان نے ہنستے ہوئے فٹبال بیا کے سر پر دے مارا اور وہ چکرا کے نیچے جا گری وہ فوراً اس کی طرف بڑھا اور نیچے بیٹھ گیا بیا ہنسنے لگی تو وہ بھی ہنس دیا۔ پھر دونوں ایک ساتھ بولے۔

"We were friends, we are friends and we will remain friends.."

وہ جھٹکے سے ماضی سے نکلی۔۔ ہر طرف سب پہلے جیسا تھا وہ اسی کمرے میں موجود تھی۔ اسکی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔۔

"نہیں ہو تم میرے دوست۔۔ بلکہ تم نے تو مجھے دوستی کی ایسی سزا دی ہے عالیان کہ میں چاہ کر بھی تمہیں معاف نہیں کروں گی آج میں جس حال میں ہوں اس کی وجہ صرف تم ہو۔۔ نفرت ہے مجھے تم سے۔۔ شدید نفرت۔ جھوٹے ہو تم مکار ہو تم۔" اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ نفرت سے بولی اور پھر تیز قدم لیتے وہاں سے نکل کر زینے اتر کر نیچے جانے لگی۔۔ اس طرف کی زینوں کے اختتام پر دائیں طرف کچن تھا اور اس کے ساتھ ہی ڈائننگ روم۔ اس نے جھانک کر اندر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ وہیں سے بائیں جانب مڑ گئی جہاں ایک بڑا سا لونگ روم تھا۔۔ سامنے ہی اسے صوفے پر ناصر صاحب اور انکے ساتھ احمد صاحب بیٹھے دکھائی دیے۔ ناصر صاحب نے نظریں فون سے اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرا دیے۔۔

"اندر آ جائو بیا۔" وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتے انکے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔۔ احمد صاحب مکمل طور پر اخبار میں گم تھے۔

"کیسی طبیعت ہے تمھاری؟؟"

"طبیعت؟؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں طبیعت ردا بتا رہی تھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسی لیے زیادہ کمرے میں رہتی ہو۔۔آج باہر آئی ہو۔۔" وہ بہت نرمی سے بات کر رہے تھے جبکہ بیا کو بہت شرمندگی ہوئی۔۔

"دراصل تایا ابو۔۔"

"میں جانتا ہوں بیا لاہور تمہارا گھر تھا ایک دم نئی جگہ انسان ایڈجسٹ نہیں کر پاتا مگر اس طرح سے کمرے میں بند نہ رہو سٹریس کا شکار ہو جاؤ گی۔۔" وہ ترکی با ترکی بولے تو اس نے سر جھکا لیا۔۔

"آگے کا کیا سوچا ہے تم نے؟؟" آگے ہو کر فون ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔ وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہونا چاہتے تھے۔۔

"آگے کا؟؟" اس نے سر پھر اٹھایا۔

"ہاں بیا آگے کا کیا ہو گیا ہے ایسے ڈر ڈر کے بات کیوں کر رہی ہو؟"

"نہیں وہ میں بس۔۔۔آپ کس حوالے سے پوچھ رہے ہیں؟؟" اس نے خود کو کمپوز کرنے کی بھرپور کوشش کی۔۔

"ایک ہی تو خواب ہے تمہارا پڑھنے کا اسی کا پوچھ رہا ہوں کیا کرنا ہے؟؟" وہ ہنستے ہوئے بولے۔ خواب؟ اب کیا رہ گیا تھا خوابوں میں کچھ بھی تو نہیں۔ سب خواب ایک بلبلے کی طرح تھے جو تھوڑا اوپر اڑتے ہی پھوٹ جاتے ہیں۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر دھیرے سے نظریں اٹھا کر احمد صاحب کی طرف دیکھا جو گلاسز پہنے اب تک اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔۔ ناصر اسکے جواب کے منتظر تھے۔۔

"نزدیک کی یونیورسٹی میں پتہ کروا دوں گا بھائی۔۔" بیا نے کرنٹ کھا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا لیکن انہوں نے نظریں اخبار پر سے نہ ہٹائیں۔۔ "مناہل کے رزلٹ میں ابھی ٹائم ہے اور ردا کا تو مائگریشن کا ایشو ہے بس ان کا بھی کچھ سوچتا ہوں۔۔" اب کی بار انہوں نے اخبار ٹیبل پر رکھا گلاسز اتار کر جیب میں ڈالے اور

یکدم بیا کو دیکھا وہ انہیں ہی دیکھ رہی تھی یکدم جیسے بوکھلا سی گئی لیکن اگلے ہی پل حیران ہوئی احمد صاحب اسے دیکھتے ہوئے مسکرائے تو جواباً وہ بھی مسکرادی۔۔

"چلو احمد نے تو سارے مسئلے ہی حل کر دیے۔۔"ناصر صاحب خوشی کے عالم میں بولے۔۔

"کیا تمہاری عالیان سے ان دنوں بات ہوئی ہے؟؟"جواب تک مسکرا رہے تھے اب نہایت اضطراب کے عالم میں بیا سے پوچھنے لگے جبکہ عالیان کا نام سنتے ہی بیا کے دل کو جو تکلیف پہنچتی تھی اس کا اندازہ کسی کو نہیں تھا۔ان کے سوال پر وہ سر نفی میں ہلانے لگی۔۔

"دو دنوں سے میری بات نہیں ہوئی اس کا نمبر بھی بند ہے بہت ہی غیر ذمہ دار لڑکا ہے ایک دفعہ آجائے نا تو دونوں مل کر اس سے بدلہ لیں گے۔۔"وہ پھر ہنس کر موبائل کی طرف متوجہ ہو گئے جبکہ بیا نہیں ہنسی وہ سنجیدہ شکل بنائے ایسے ہی بیٹھی رہی۔۔

رخصت ہوا تو آنکھ ملا کر نہیں گیا
وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا

یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
جاتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا

بس اک لکیر کھینچ گیا درمیان میں

دیوار راستے میں بنا کر نہیں گیا

شاید وہ مل ہی جائے مگر جستجو ہے شرط
وہ اپنے نقش تو مٹا کر نہیں گیا

OOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOO

"اسے کچھ دیر اکیلا چھوڑ دیں موم۔۔" عابس ہاتھ میں چائے کا کپ لیے لان میں میں موجود چیئر پر بیٹھا تھا آمنہ بیگم بھی اس کے ساتھ ہی موجود تھیں۔۔

"مجھے اس کی بہت فکر ہے۔۔" وہ اداسی سے بولیں۔۔

"کہا نا ٹھیک ہو جائے گا۔۔" اس نے پھر سے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھتے سر اثبات میں ہلایا۔۔ تھوڑی ہی دور اپنے کمرے کی گلاس ونڈو سے وہ باہر جھانک کر دونوں کو لان میں بیٹھا دیکھ رہا تھا وہ جانتا تھا کہ اس وقت اسی کی بات ہو رہی ہے اور ایسا اسے آمنہ بیگم کا اداس چہرہ بتا رہا تھا۔ وہ سارا سارا دن ایسے ہی کمرے میں رہتا زیادہ باہر بھی نہیں جاتا تھا کیونکہ ایسے میں اسے ڈرائیو تو بلکل نہیں کرنی تھی اپنی ماں کے لیے وہ زیادہ پریشانی کا باعث نہیں بننا چاہتا تھا۔ بمشکل آج صبح وہ بس تھوڑی سی واک پر گیا تھا لیکن جلد ہی واپس آکر اس نے بے نام سا ناشتہ کیا اور واپس کمرے میں آ گیا اور اب جبکہ شام ہونے والی تھی وہ کمرے میں ہی تھا۔ گردن گھما کر اس نے پیچھے ٹیبل پر پڑے کچھ فروٹس کو دیکھا جو کچھ ہی دیر پہلے نازو آمنہ بیگم کے کہنے پر اس کے لیے چھوڑ کر گئی تھی۔ اسے کافی کمزوری محسوس ہو رہی تھی اور اس کی وجہ وقت پر کچھ نہ کھانا تھا۔ پھر کچھ فیصلہ کرتے وہ اس فروٹس کی ٹرے کی طرف بڑھ گیا۔ صوفے پر بیٹھے اس نے ایک سیب اور چھری ہاتھ میں لی اور سیب کاٹنے لگا۔۔

"آہ ہ ہ!!!!!" ایک کراہتی ہوئی آواز اس کے منہ سے نکلی کیونکہ اسکے بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی چھری سے بری طرح زخمی ہوئی تھی۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسکی انگلی سے کافی خون بہہ چکا تھا۔ سفید ٹائلز پر بھی خون کے کچھ قطرے گرے۔ اس نے چھری اور سیب واپس رکھا اور اٹھ کر الماری کی طرف آ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ فرسٹ ایڈ باکس نکالتا اس کی نظر سائڈ پر پڑے ایک چھوٹے سے سیاہ ڈبے پر پڑی۔ وہ تو جیسے سب بھول ہی گیا تھا بجائے فرسٹ ایڈ باکس اٹھانے کے اس نے وہ چھوٹا ڈبہ اٹھایا۔ ڈبہ کھولتے ہی اس میں رکھی چیز اس کی آنکھوں میں پھر سے نمی لانے لگی تھی۔ انابیہ کا وہی بریسلٹ جو اس نے زمین پر سے اٹھا کر اپنے پاس رکھا تھا۔ اس کو نکال کر ہاتھ میں پکڑ کر اپنے سامنے کر کے دیکھنے لگا۔ وہ نازک ستاروں والا بریسلٹ اب صرف اس کی یادوں سے ہی بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ انگلی سے خون اب بھی بہہ رہا تھا مگر پرواہ کس کو تھی۔۔

"میں نے اسے تم سے اس لیے چرایا تھا کہ جب جب تمہیں نہ دیکھوں تو یہ مجھے تمہاری یاد دلاتا رہے۔۔" ایک کرب ایک درد اور دل میں اٹھتی تکلیف اسے پھر اس کی یاد دلانے لگے۔۔ اس کے پیچھے کھڑی الماری کی چمکیلی سطح اس کے غم زدہ چہرے کی عکاسی کر رہی تھی اور وہ خود اس کے درد کو محسوس کر رہی تھی۔

"لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ اس چوری کی مجھے اتنی بڑی سزا ملے گی کہ ساری عمر اسی کو دیکھ کر تمہیں یاد کرنا میری قسمت میں لکھ دیا جائے گا۔۔" وہ اس بریسلٹ کو اپنے سامنے کیے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے کہہ رہا تھا۔

"لیکن بس اب میں تمہیں یاد نہیں کروں گا اور اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ بھی میرے پاس نہ ہو۔۔" وہ یہ کہتے غصے سے اپنی نم آنکھوں کو رگڑتا دوسری طرف کی بالکونی کی طرف بڑھا۔ بریسلٹ پھینکنے کے لیے اس نے اپنا ہاتھ زور سے ہوا میں اٹھایا لیکن کیا ہوا؟؟ پھر وہ ہاتھ آگے نہ بڑھا سکا وہ ہوا میں ہی رہ گیا اس کی ساری ہمت جواب دے گئی سارا غصہ کہیں دور جا مرا وہ اسی طرح اسکو اپنے ہاتھ میں زور سے جکڑے گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا۔ اس کا دل جیسے پھٹنے پر آ گیا تھا آنسو اس کی آنکھوں سے زار و قطار بہہ رہے تھے اور اس بار وہ

بے آواز نہیں بلکہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا اتنے دن اسکی آنکھیں نم رہیں لیکن آج وہ صحیح معنوں میں رو رہا تھا جو اتنا بوجھ اس کے دل پر کب سے تھا آج وہ سارا اتر رہا تھا۔اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے جکڑ رکھا تھا وہ کوئی پاگل سا لگ رہا تھا جس کا سب لٹ گیا تھا جس سے سب چھن گیا تھا۔سب؟؟؟سب ہی تو تھی انا بیہ اس کے لیے سب کچھ ہی تو تھی اسے اور کسی سے غرض نہیں تھا وہ ہی نہیں رہی تو سب کا اس نے کیا کرنا تھا۔وہ کافی دیر اسی طرح روتا رہا اور پھر جیسے تھک ہار کر چپ ہو گیا تھا۔بہت کوشش کر کے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور لڑکھڑاتے قدم وہ کمرے میں آیا فرش سے ڈبہ اٹھایا بریسلٹ زور سے اس میں ڈالا اور اسے الماری کے اندر دے مارا۔پھر دوبارہ سلائیڈنگ ونڈوز سے باہر جھانکنے لگا۔ایک ادھوری محبت کا قصہ مختصر ہوتا ہے لیکن اس کا درد بہت بڑا اور ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ایک دم سے اسے زور سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور پھر ایک اور آواز!!

"تم جیسا گھٹیا اور بے وفا انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا ایک لڑکی کیا چلی گئی تم سب کو بھول گئے میں کچھ دن اسلام آباد کیا چلا گیا تم نے میری ایک کال بھی ریسیو نہیں کی۔۔۔" عاصم غصے سے بھڑکتا اندر داخل ہوا تو کبیر کے تو جیسے ہوش اڑ گئے تھے وہ قدم اٹھاتا عاصم کے پاس چل کر جانے لگا جو نا جانے کب سے غصے میں بڑبڑائے جا رہا تھا۔۔

"تمہیں ذرا شرم نہیں آئی یہ سب کرتے کیا سمجھ رکھا ہے تم نے میں کوئی۔۔۔۔۔" الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے جسم جیسے ساکت ہو گیا وہ ہل نہ سکا۔کبیر چلتے چلتے زور سے اس کے گلے جا لگا اور ایک بار پھر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔۔عاصم اپنی جگہ ویسے ہی کھڑا تھا کبیر کی رونے کی آوازیں اس کا دل جیسے چیر کر رہ گئیں اسے کچھ سمجھ نہیں آیا وہ کیا کرے وہ تو کبھی نہیں رویا تھا یہ اس کے لیے یہ بلکل ہی نئی سچویشن تھی جس کا

سامنا اس نے کبھی نہیں کیا تھا یہ رونے کی آواز اس کے لیے بلکل نئی تھی جو اس نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔۔

"وہ کیوں چلی گئی؟؟ عاصم کیوں؟؟ وہ مر جاتی۔۔۔ مگر یوں نہ جاتی۔۔ مجھے صبر آ جاتا۔۔۔ وہ مجھے مار گئی ہے تو دفنا بھی جاتی۔۔" وہ کافی دیر اس کے ساتھ لگے روتا رہا اور وہ صرف اس کی سسکیوں کو سنتا رہا وہ کرتا بھی کیا کہاں سے لاتا تسلی بخش الفاظ۔۔ کیسے اسے چپ کراتا۔۔ کیسے اسے کوئی امید دلاتا۔۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے فرش پر چپ چاپ بیٹھے تھے۔ مکمل خاموشی تھی۔۔ آخر ایک طرف سے ٹوٹی۔۔۔

"تم روئے کیوں؟؟" عاصم اب بھی بے یقینی کے عالم میں بولا۔

"کیونکہ میں تکلیف میں ہوں اور اس تکلیف کو میں نے خود اپنے گلے کا ہار بنایا ہے۔ نام محبت۔۔ کام صرف تباہ کرنا۔۔" دونوں کا رخ سامنے دیوار پر تھا۔۔

"پھر بھی میں نے تمہیں کبھی روتے نہیں دیکھا۔۔"

"محبت ایسی ہی ہوتی ہے زیادہ تر رلاتی ہے۔۔" اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔۔

"تو پھر آگے کا کیا سوچا ہے کیا ساری زندگی یونہی گزارنی ہے؟؟" اب کی بار عاصم نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔۔

"کون ایسی زندگی گزارنا چاہے گا۔۔" وہ گہرا سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"یہی تو بھول جائو سب۔۔"

"یہ سب سے مشکل کام ہے۔۔" وہ زخمی سا مسکرایا۔۔

"مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔" نظریں ہنوز کبیر کے چہرے پر تھیں۔

"میں ٹوٹے شیشے کی طرح چکنا چور ہو چکا ہوں تم شاید مجھے سمیٹ تو سکو لیکن کبھی جوڑ نہیں سکتے۔۔" خاموشی پھر سے حائل ہو گئی۔

"یونیورسٹی کب سے جانا شروع کرو گے ؟" اس کی خاموش شکل دیکھتے ہوئے عاصم نے پوچھا۔

"اس جگہ نہیں جا سکتا جہاں صرف اس کے لیے جاتا تھا۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔۔

"میں تمہیں تمہارا فیوچر نہیں برباد کرنے دوں گا۔۔" انداز تحکمانہ تھا۔

"تو کیا کروں میں ؟؟" یہ پہلی دفعہ تھا جو کبیر نے عاصم کو دیکھا۔۔

"ایک بیسٹ آپشن ہے میرے پاس۔۔" وہ یکدم بولا تو کبیر نے اسکی آنکھوں میں ایسے دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو

"لندن !!۔۔" وہ بولا تو کبیر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔۔ "ایسے کیوں دیکھ رہے ہو جہنم جانے کو نہیں کہا لندن کا کہا ہے۔۔"

"مگر کیوں ؟؟"

"تم یہاں رہو گے تو ڈپریشن کے مریض بن جائو گے تمہیں ایک ڈیفرنٹ انوائرنمنٹ کی ضرورت ہے۔۔ لندن ٹھیک رہے گا۔۔" عاصم کو یہ بہترین حل لگ رہا تھا۔

"میں وہاں اکیلا رہوں گا تب بھی ڈپریشن کا مریض ضرور بنوں گا۔۔" اس نے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے کہا۔۔

"ایک منٹ میں نے تو کہیں نہیں کہا کہ تم اکیلے جا رہے ہو۔۔۔" کبیر نے تیزی سے گردن گھما کر اسے حیرت زدہ نظروں سے دیکھا۔۔

"کیا مطلب ہے تمہارا ؟؟"

"مطلب صاف ہے کہ میں بھی ساتھ جائوں گا تمہیں اکیلے بھیجنے کا رسک نہیں لے سکتا۔۔" عاصم کندھے اچکاتے ہوئے بولا تو کبیر کی بھنویں تن گئی۔۔

"نووے تم زارا کو کیسے چھوڑ کر جا سکتے ہو؟؟"

"اب زارا کہاں سے آگئی بیچ میں؟؟ دیکھو کبیر ہم سب نے اپنی سٹڈیز کمپلیٹ کر کے اپنا کیرئیر سیٹ کرنا ہے اینڈ آف کورس زارا کو بھی یہی کرنا ہے۔۔ شی کین ویٹ۔۔ اور میرے لیے محبت سے زیادہ اہم دوستی ہے جس کی تمہاری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔۔" وہ روانی سے بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ اور پھر مڑ کر اسے دیکھا تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ میرا فائنل ڈیسیژن ہے اور تمہیں ایکسیپٹ کرنا ہو گا۔۔ جو سب میں نے آج دیکھا ہے یقین جانو میں مر کر زندہ ہوا ہوں کبیر۔۔۔ میں تمہیں یہاں نہیں رہنے دے سکتا سمجھو۔۔۔" وہ نہایت سنجیدگی سے بولا تو کبیر ہلکا سا مسکرا دیا اور پھر سر اثبات میں ہلانے لگا۔۔ عاصم نے اسے غصے سے دیکھا۔۔ "بدتمیز!!" ایک سخت نظر اس پر ڈالی اور وہاں سے تیز قدم لیتے چلا گیا۔۔

عاصم کے جانے کے بعد وہ مسلسل اس کے فیصلے پر غور و فکر کرتا رہا۔۔ کافی حد تک یہ سب کرنا اسے ٹھیک لگ رہا تھا لیکن پھر رک کر سوچتا کہ کیا پتہ وہ آجائے اور پھر سر جھٹک کر وہ بس یہی کہتا کہ اگر اسے آنا ہوتا تو اب تک آجاتی ورنہ جاتی ہی کیوں ایک کال تک بھی نہیں کی کال تو دور کی بات میسج تک کر کے بھی کچھ نہیں بتایا ۔۔ ان دونوں عاصم نے دو دفعہ اس سے کال کر کے پوچھا بھی تھا جس پر اس نے مزید سوچنے کے لیے وقت مانگا۔۔ آخر دو دن بعد اس نے پکا فیصلہ کر لیا کہ وہ جائے گا اور یہ بات اس نے عاصم کو کال پر بتا دی تھی اب بس اسے گھر میں سب کو اپنے اس فیصلے سے آگاہ کرنا تھا اور اس کے لیے اس نے اگلے دن کا سورج طلوع ہونے کا انتظار کیا۔۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم ؟؟؟" ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھی آمنہ بیگم نے اپنے بیٹے کے اچانک فیصلے پر حیرت سے پوچھا جبکہ عابس بھی ایسی بات کے لیے تیار نا تھا۔

"میں فیصلہ کر چکا ہوں موم۔۔" نظریں پلیٹ پر جھکائے آج وہ پہلے والے کبیر کی طرح بلکل فریش لگ رہا تھا۔۔

"یہ کیسا فیصلہ کیا ہے اور کیوں ؟؟" آمنہ غصے اور پریشانی سے بولیں۔۔

"موم اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں ٹھیک اور خوش رہوں تو پلیز مجھے جانے دیں میں یہاں نہیں رہ سکتا مزید۔۔" نظریں اٹھا کر آمنہ بیگم کو دیکھا۔۔

"میرے خیال سے اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔۔" عابس نے جوس کا گھونٹ بھرتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔۔ "اگر تم وہاں خود کو سیٹ کر سکتے ہو تو اس میں واقعی کوئی برائی نہیں ہے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔۔"

"مگر عابس۔۔۔" ان کی بات کاٹ دی گئی۔۔

"موم آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں وہ کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہے اپنی زندگی کے فیصلے وہ خود کر سکتا ہے اور اسے کرنے دیں ویسے بھی عاصم ہو گا نا اس کے ساتھ میرے خیال سے کوئی ٹینشن کی بات نہیں ہے۔۔"

"اور جہانگیر صاحب ؟؟ ان کو کیا کہو گے ؟؟"

"وہ تو ویسے بھی چاہتے تھے کہ میں کسی انٹرنیشنل یونیورسٹی سے ایجوکیشن حاصل کروں۔۔ جسٹ لائک برو !!" تاثرات نارمل تھے۔

"ہاں اور تم نے یہیں رہنے کی ضد کی تھی بھول گئے۔۔ اچانک اتنے بڑے فیصلے کی کیا وجہ پیش کروں گی میں ان کو ؟"

"توجو سچ ہے سب بتا دیجئے گا مگر میرے جانے کے بعد۔۔۔میں ان کا کوئی ری ایکشن نہیں دیکھنا چاہتا۔۔
فلحال آپ صرف اتنا بتا دیں کہ مجھے لندن جانا ہے۔۔۔" کہتے ساتھ اس نے چائے کا گھونٹ بھرا۔۔
"تم تیاری کرو اپنی کبیر ڈیڈ کو میں سمجھا دوں گا سب۔۔ مگر پلیز خود کو سیٹ کرو یہ سب میں برداشت نہیں کروں گا۔" کبیر نے اسکی بات پر سر اثبات میں ہلایا۔۔
"اچھا جیسے تم لوگوں کی مرضی لیکن کچھ دن رکو۔۔۔"
"رکنے کی وجہ؟؟" کبیر نے سوالیہ نظروں سے ان کو دیکھا۔۔
"عابس کے لیے لڑکی دیکھی ہے رشتہ پکا ہو جائے تو تم چلے جانا۔۔" آمنہ بیگم نے پر سکون ہوتے ہوئے کہا جبکہ عابس نے کرنٹ کھا کر ان کو دیکھا۔۔اور کبیر کی تو یہ خبر سنتے ہی بتیسی کھلی۔۔
"لڑکی بھی دیکھ لی یہاں تک کے رشتہ پکا کرنے کا بھی سوچ لیا اور مجھ غریب کو کوئی خبر ہی نہیں ہے۔۔" عابس نے نہایت افسوس بھرے لہجے میں کہا۔۔
"تمہیں خبر دے کر کیا کرتی اب بتا رہی ہوں نا تم نے پہلے بھی نخرہ ہی کرنا تھا اور اب بھی وہی کر رہے ہو۔۔ بس مجھے وہ لڑکی پسند ہے میری بہت اچھی دوست کی بیٹی ہے سر سری بات بھی ہو گئی ہے ایک دفعہ فائنل رشتہ لے کر جانا ہے بس۔۔۔" انکا لہجہ حتمی تھا۔۔
"واہ موم آپ نے تو ساری پلاننگ کر رکھی ہے۔۔" کبیر مسکراتے ہوئے بولا تو اگلے ہی لمحے عابس کی شعلہ وار نگاہوں نے اسے سیدھا ہونے پر مجبور کر دیا۔۔
"بس اب میں مزید کچھ نہیں سنوں گی ہر دفعہ تم لوگوں کی سننی پڑتی ہے بھولو مت میں ماں ہوں تم لوگ نہیں ہو میرے باپ۔۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولیں۔۔

"اب تو میں مٹھائی کھا کر ہی جائوں گا موم۔۔۔ چلیں برو پھر ہم دونوں ہی اپنی نئی زندگی شروع کرتے ہیں۔۔"اس نے بمشکل اپنی ہنسی دبائے کہا۔"موم دیکھیں بھائی بلش کر رہے ہیں۔"اس سے پہلے کہ عابس کوئی چیز اٹھا کر اس کے سر پر مارتا وہ فوراً سے اٹھ کر وہاں سے بھاگ گیا۔۔

"بدتمیز!!جاہل!!غصے سے میرا چہرہ سرخ ہو گیا ہو گا اور اسے دیکھو۔۔موم دیکھیں بھائی بلش کر رہے ہیں!!۔۔ایڈیٹ!!"عجیب شکل بنائے وہ اسکی ہو بہو نقل اتارتے ہوئے نہایت غصے کے عالم میں بولا تو ساتھ بیٹھی آمنہ بیگم بھی ہنس دیں۔۔

"آپ نے بلایا تایا ابو؟"کمرے کے ادھ کھلے دروازے کو دو انگلیوں کی پشت سے ناک کرتے اس نے وہیں کھڑے کھڑے پوچھا۔۔

"جی بچے اندر آجائو۔۔"بیڈ کے ساتھ کھڑے وہ ایک نیلے رنگ کی فائل ہاتھ میں پکڑے اس کا معائنہ کر رہے تھے تبھی انابیہ کی آواز سنتے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔۔

"سب سے پہلے تو ایڈمیشن کی مبارک ہو۔۔"لہجہ نہایت نرم۔۔بیا سر کو خم دیے مسکرائی۔۔

"میں نے تمہارے لیے جو ڈرائیور لاہور بھجوایا تھا اسی کو بلوایا ہے پھر۔۔تم پھر اسی کے ساتھ جائو گی۔۔"نظریں فائل پر مرکوز کیئے ہوئے وہ بولے۔۔

"ڈرائیور نہیں گارڈ!!!" ناصر صاحب نے نظریں اٹھا کر سے دیکھا۔۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟؟"نظریں چراتے ہوئے نہایت انجان بننے کی کوشش کی گئی۔۔

"مطلب صاف ہے آپ جانتے ہیں کہ میں کسی پرسنل گارڈ کے ساتھ کمفرٹیبل نہیں ہوتی آپ نے پھر بھی اسے بھجوایا۔۔ کوئی مجھ پہ نظر رکھے مجھے بلکل پسند نہیں ہے۔۔"

"وہ تم پر نظر نہیں رکھتا بس تمہیں بحفاظت یونیورسٹی پہنچاتا ہے۔۔ یقین کرو میں نے اسے اور اجازت نہیں دی۔۔"

"ایک یونیورسٹی ہی تو جاتی ہوں میں تایا ابو وہاں بھی میرے ساتھ ایک گارڈ جائے کیوں کس چیز سے خطرہ ہے ہمیں؟؟ ردا اور مناہل کی وین والا بھی کوئی عام آدمی نہیں تھا میں جانتی ہوں۔۔"

"تم میرے ساتھ بحث کر رہی ہو؟؟" ان کے چہرے پر ناگواری سی چھائی۔۔

"آئی ایم سوری مگر پلیز آپ کوئی عام ڈرائیور ارینج کر دیں میرے لیے۔۔"

"میں نے کہا نا بیا وہ تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گا۔ تمہاری بات بلکل فضول ہے۔ It doesn't make any sense" انہوں نے فائل بیڈ پر رکھی۔

"تو پھر بتا دیں آخر کس سے خطرہ ہے مجھے جو ایک پرسنل باڈی گارڈ ہو گا میرے ساتھ؟؟" اس نے اپنا لہجہ مضبوط کرتے ہوئے کہا۔۔

"اب سے تم کہیں بھی جاؤ گی وہ تمہارے ساتھ ہو گا۔۔ مجھے سختی کرنے پر مجبور نہیں کرو۔۔ رہی بات خطرے کی تو بہت جلد پتہ چل جائے گا تمہیں۔۔" لہجے میں تھوڑی سختی تھی مگر آواز دھیمی۔۔

"ٹھیک ہے نہ بتائیں میں بھی نہیں جاؤں گی یونیورسٹی۔۔۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولی۔۔

"یعنی تم نہیں مانو گی۔۔" اس نے اسی طرح ہاتھ باندھے گردن دائیں اور بائیں نہ میں گھمائی۔۔

"احمد عالم کی سب سے بڑی بیٹی اور آپ کی سب سے بڑی بھتیجی ہوں۔ سوچ لیں پھر۔۔" اسے اس طرح اپنے سامنے بارعب کھڑا دیکھ کر ناصر صاحب مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔۔

"اچھا ٹھیک ہے تم جیتی میں ہارا۔۔ کوئی گارڈ نہیں ہو گا لیکن پھر تمہیں پک اینڈ ڈراپ میں خود دوں گا۔۔"

انابیہ یکدم سیدھی ہوئی۔۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" اسے اس بات کی خوشی تھی۔۔

"بلکل۔۔"

"مگر آپ کا آفس ڈسٹرب ہو گا میری وجہ سے۔۔" اسے تھوڑی بہت شرمندگی بھی تھی اور خوشی بھی۔۔

"کوئی بات نہیں۔ اب ہر بات میں تمہاری ہی تو نہیں مانوں گا احمد عالم کا بڑا بھائی اور تمہارا ہی تایا ہوں۔۔"

اب کی بار انہوں نے بھی ہاتھ سینے پر باندھ کر کہا تو انابیہ فوراً سے ہنس دی۔۔

"ایسے ہی ہنستی رہا کرو پریشان مت ہوا کرو جو بھی ہو گا ہم دونوں بھائی دیکھ لیں گے۔۔ بس اپنی سٹڈیز پر فوکس کرو بہت کچھ سوچ رکھا ہے میں نے تمہارے لیے۔۔ اور ہاں اپنا ٹائم ٹیبل شئیر کر دینا مجھے۔۔" انکے لہجے میں اتنی نرمی اور آنکھوں میں اپنے لیے اتنا پیار دیکھ کر اسکی آنکھیں لمحہ بھر کے لیے نم ہوئیں لیکن خود پر ضبط کرتے وہ مسکرا دی۔۔

"رہی بات ردا اور مناہل کی تو انکا کالج تو کچھ ہی فاصلے پر ہے وہ میرا ڈرائیور دیکھ لے گا۔۔ اب میں چلتا ہوں میری ایمپورٹنٹ میٹنگ ہے۔۔" دوبارہ سے فائل بیڈ پر سے اٹھائی اور اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے وہ وہاں سے چلے گئے۔

"آپ اپنے وعدے پر قائم رہیں گی نا؟؟"جویریہ دیوار سے ٹیک لگائے کچن میں کام کرتی آمنہ بیگم سے مخاطب تھی۔۔

"میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا جویریہ۔۔ مگر ہاں میری پوری کوشش ہو گی کہ جب وہ عابس کی شادی کے لیے واپس آئے گا تو اسی دن تم دونوں کی منگنی کر دوں گی۔۔"وہ پر سکون انداز میں بولی۔۔ "اچھا تم رکو میں ذرا اس کی پیکنگ میں مدد کرا دوں۔۔"وہ اس کے ساتھ سے ہو کر جانے لگی تو وہ فوراًان کے سامنے ہوئی۔۔

"اگر آپ کہیں تو میں کرا دوں مدد؟؟"اس کے کہنے پر آمنہ نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تو وہ فوراً زینے چڑھ کر اسکے کمرے کی طرف جانے لگی۔۔

"ہاں ہاں میری تیاری مکمل ہے بس تم تھوڑی دیر تک آجانا۔۔"وہ فون کان سے لگائے عاصم سے بات کر رہا تھا اسی دوران جویریہ دروازے پر کھڑی کھنکھاری تو کبیر نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔۔

"تمہاری کوئی مدد کر دوں؟"وہ کمر پر ہاتھ باندھے اندر قدم رکھتے ہوئے بولی۔۔ جبکہ کبیر نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنا سامان سمیٹنے میں لگ گیا۔۔

"کم از کم جاتے ہوئے تو ناراض ہو کر مت جائو۔۔"اس نے بیڈ کے پاس فرش پر گری گھڑی اٹھا کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔۔ کبیر نے سرد نظروں سے اسے دیکھا اور گھڑی اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔۔

"ناراض ان سے ہوا جاتا ہے جن سے کوئی رشتہ ہو اور میرا جویریہ تم سے اب کوئی رشتہ نہیں ہے بہتر ہے جان لو۔۔ اور جائو یہاں سے کیوں آئی ہو؟"اسکی نظریں اس پر نہیں تھیں۔۔ جویریہ کے چہرے پر دکھ کے ڈھیروں سائے لہرائے۔۔

"اور میرا کیا جس کا ہر رشتہ تم سے شروع ہو کر تم پر ختم ہوتا ہے۔۔" اس سے پہلے کبیر اسے پھر کچھ بولتا اس نے ہاتھ ہوا میں اٹھاتے ہوئے کہا۔۔ "اوکے اوکے نہیں کہہ رہی کچھ گولی مارو مجھے۔۔" جبکہ کبیر کا بس چلتا تو وہ سچ مچ اسے گولی مار دیتا۔۔

"میں تمھارے لیے ایک گفٹ لائی تھی۔۔" اس نے کندھے پر لٹکے پرس سے ایک چھوٹا سا گلابی ڈبہ نکال کر اس کے سامنے کیا۔۔ کبیر نے ایک تیکھی نظر سے پہلے وہ ڈبہ دیکھا پھر جویریہ کا مسکراتا چہرہ اور اس کے ہاتھ سے مسکراتے ہوئے لے لیا جس پر جویریہ کے چہرے پر اک بہار سی آئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ بہار خزاں میں بدلی کبیر نے وہ ڈبہ اٹھا کر دروازے کی چوکھٹ پر دے مارا۔۔ جویریہ نے خفگی سے اس ڈبے کو دیکھا لیکن اگلے ہی لمحے خود کو کمپوز کر گئی۔۔

"تم نے فائزہ کے ساتھ بہت غلط کیا۔۔" کبیر ہنوز اپنے کام میں مصروف تھا۔۔ "اسکی پڑوسن نے مجھے بتایا کہ اس کے منگیتر کو کسی نے کوئی ویڈیو بھیجی تو اس نے رات و رات ہی اس سے نکاح کیا اور کینیڈا لے گیا۔۔ کتنے خواب تھے اس کے کوئی عزت نہیں رہی اس کی اسے قید کر کے رکھ دیا ہے اس نے۔۔ تمہیں ایسا نہی۔۔۔۔"

"ول یو پلیز شٹ اپ۔۔" کبیر قدرے اونچی آواز میں دھاڑا تو جویریہ ڈر کے مارے ایک قدم پیچھے ہوئی۔۔ "مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمھارا فائزہ نامہ سننے کا۔۔ اس کے ساتھ جو ہوا اسکی ذمہ دار وہ خود ہے بلکہ تم بھی ہو۔۔ اب دفعہ ہو جائو یہاں سے میرا موڈ آگے ٹھیک نہیں ہے۔۔" وہ ایک دم بھڑکا تو جویریہ کا تو جیسے وجود کانپنے لگا پھر کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔۔ کچھ دیر بعد کبیر نے پھر اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ واقعی بڑی ڈھیٹ ہے۔۔ وہ ون آرم صوفے پر فرش پر نظریں جھکائے خاموش بیٹھی تھی کبیر کی پیکنگ مکمل ہو چکی تھی وہ سر جھٹک کر باہر جانے ہی لگا کہ اس کی آواز پر رکا۔۔

"جانتے ہو وہ کیوں گئ تمہیں چھوڑ کر۔۔" نظریں ہنوز فرش پر جھکی تھیں چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔کبیر نے مڑ کر نہیں دیکھا مگر اس کے قدم ضرور رکے تھے۔۔

"کیونکہ اسے تم سے محبت نہیں تھی۔۔اور جانتے ہو تمھارے ساتھ یہ سب کیوں ہوا۔۔" وہ اٹھ کر اسکی طرف گھومی اور طنزیہ مسکرائ کبیر کی اسکی طرف پشت تھی۔۔

"کیونکہ تم کو سزا ملی ہے۔۔" وہ رک رک کر اپنے جملے مکمل کر رہی تھی۔۔

"میری سچی محبت ٹھکرانے کی سزا مجھے دھتکارنے کی سزا۔۔" آہستہ آہستہ اسکی آواز تیز ہو رہی تھی وہ اب بھی نہیں مڑا۔۔

"اب تو تمہیں میرے جذبات کا احساس ہوا ہوگا نا کہ کس طرح تم نے مجھے تڑپایا ہے قدرت کو بھی مجھ پر ترس آیا تمہیں نہیں آیا۔۔" اسکے الفاظ میں طنز تھا جو کبیر کو سمجھنے میں ذرا دیر نہیں لگی وہ تیزی سے اسکی طرف گھوما چہرہ غصے سے سرخ تھا۔۔

"تم جیسی گھٹیا لڑکی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔۔میری زندگی اپنے ہاتھوں سے برباد کر کے تم یہ کہہ رہی ہو کہ مجھے قدرت نے سزا دی ہے۔۔" وہ غصے میں بھڑکتا ایک قدم آگے آیا۔۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔" جواباً وہ بھی بھڑکی۔۔

"چیخو مت۔!!!" آواز حد سے زیادہ اونچی تھی۔۔

"کیوں نا چیخوں تم مجھ پر الزام لگاؤ اور میں چیخوں بھی نہ۔۔" اسکی پتلی آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکرائ۔۔

"جب بات کھل ہی گئ ہے تو بتاؤ کیا کیا تھا تم نے ہاں بتاؤ مجھے؟؟" وہ لمحہ بھر اسکا سرخ ہوتا چہرہ دیکھے گئ۔۔

"فائزہ نے کیا سب یونو واٹ اس نے یہ سب کیوں کیا کیونکہ وہ میری دوست تھی اس سے میرے آنسو دیکھے نہیں گئے۔۔ہاں میں سب جانتی تھی مگر یہ سب پلان میرا نہیں تھا میرا ہاتھ نہیں تھا میں نے روکا تھا اسے وہ نہیں مانی۔۔۔" وہ بہت صفائی سے اپنی ہر بات سے مکر رہی تھی۔۔۔

"جھوٹی، مکار، دھوکے باز، کیا کیا ہو تم چچ چچ۔ تم نے دوستی اچھے سے نہیں نبھائی ضدی محبت کیا نبھاتی۔۔۔اپنی دوست کی زندگی تم نے برباد کی۔۔ میں نہیں مانتا کہ ان سب میں صرف اس اکیلی کا ہاتھ ہے کوئی کیوں بلاوجہ کسی کی زندگی میں انٹرفئیر کرے گا۔۔" جویریہ نے بہت سارا تھوک نگلا۔۔

"میں تمہیں پھر کہہ رہی ہوں میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔۔" وہ ایک بار پھر بھڑکی اس کا یہی بھڑکنا ہی تو کبیر کو یقین دلا گیا تھا۔۔

"تم میری زندگی میں کہیں اگزسٹ نہیں کرتی میں تم سے شدید نفرت کرتا ہوں اتنی کہ میں تمھاری جان بھی لے سکتا ہوں۔۔" وہ سخت لہجے میں کہتا ایک قدم آگے آیا۔

"تو لے لو نا جان میری یہی تو ہے میری سزا جو میں نے تم سے محبت کی۔۔"

"افسوس جویریہ۔۔۔ میں لعنت بھیجتا ہوں تمھاری محبت پر۔۔۔" جویریہ کا چہرہ مارے خفت کے سرخ ہونے لگا۔۔

"فائزہ کو اس کے کیے کی سزا ملی ہے۔۔ مکافات عمل دیکھو جویریہ اور اپنی سزا کا انتظار کرو۔۔ جسے تم سزا کہہ رہی ہو نا وہ میرے لیے آزمائش ہے محبت کی آزمائش جس میں میں اترنے کی پوری کوشش کروں گا۔۔ لیکن تم ساری عمر اسی روگ میں گزار دو گی اپنے کیے کا ایک ایک حساب دو گی۔۔ اگر اس سب میں تمہارا ہاتھ ہے نا تو اس دنیا کی آگ میں جلو گی تم۔۔ اس محبت کی آگ میں جلو گی تم۔۔۔" اس نے ایک ایک لفظ سختی سے کہا اور باہر نکل گیا پیچھے جویریہ اس کی باتیں سن کر تو جیسے فریز ہو گئی تھی۔ وہ ڈری تو بالکل نہیں تھی مگر اس کے

چہرے سے یہ انکشاف ضرور ہو رہا تھا کہ پیچھے وہ بھی نہیں ہٹے گی اور کہیں پر وہ بہت زیادہ خوش بھی تھی کہ اس نے ایک ہی وار کیا لیکن بہترین کیا۔۔دوستی؟؟دوستی کی فکر کس کو تھی اسے تو محبت سے غرض تھی جسے وہ غلط صحیح ہر طریقے سے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ محبت میں خود کو جھکا دیا جاتا ہے خود کو ہرا دیا جاتا ہے مگر یہ جویریہ کی محبت تھی جو خود جیت کر کبیر کو ہرانا چاہتی تھی۔۔

دل ہی اس کو جانتا ہے جس پر گزرا ہے ہی حال
عشق کا صدمہ زبانوں سے بیاں نہیں ہوتا

چھ مہینوں بعد:

آکسفورڈ سٹریٹ کی فٹ پاتھ وہ سیاہ پولو شرٹ کے ساتھ ہلکے بادامی رنگ کی چینو پینٹس پہنے ارد گرد سے بیگانہ بس چلتا جا رہا تھا۔ اسکا دماغ کہیں اور ہی کھویا ہوا تھا۔ عاصم اس کے ساتھ مسلسل اسے کچھ کہے جا رہا تھا مگر اس کی باتوں پر تو جیسے اس کا دھیان ہی نہیں تھا۔ دائیں اور بائیں طرف کی دکانیں اور لوگوں کے ہجوم کی رونقیں اپنے پورے عروج پر تھیں۔۔آکسفورڈ سٹریٹ کو یورپ کی بہترین شاپنگ سٹریٹس میں شامل کیا جاتا ہے جہاں پر بیشتر دکانیں ہیں اور لوگوں کا ہجوم تو یہاں ہر وقت ہی رہتا تھا۔۔اسے لندن آئے ہوئے اب تقریباً چھ مہینے ہو گئے تھے مگر اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ ویسا ہی تھا جیسا پاکستان سے لایا گیا تھا۔

"کبیر!!!"ایک آواز جس پر اس کے قدم رکے نظریں فٹ پاتھ پر تھیں۔اس کے ارد گرد سب کچھ عدم ہونے لگا۔۔

"کبیر!!!"آواز پھر سے آئی اس نے چہرہ اٹھا کر دائیں اور بائیں دیکھا اب تک جو لوگوں کا ہجوم تھا وہ تو جیسے غائب ہی ہو گیا تھا وہ تنہا وہاں کھڑا تھا صرف ایک آواز تھی۔۔کوئی تھا جو اسے کب سے پکار رہا تھا۔یکدم اسے لگا جیسے اس کے کپڑے بھیگنے لگے تھے اس نے چہرہ اوپر کر کے دیکھا بارش تھر تھر برسنے شروع ہو گئی تھی کب؟؟کیسے؟؟اسے کچھ سمجھ نہیں آئی۔۔

"کبیر سنو نا میں کب سے پکار رہی ہوں تمہیں۔۔!!"وہ سمجھ گیا آواز اس کے عقب میں سے آ رہی تھی وہ مڑ کیوں نہیں رہا تھا اسے یہ بھی سمجھ نہیں آئی۔۔

"کبیر!!کبیر!!"بہت مشکلوں سے وہ اپنے پیچھے کی طرف گھوما اور پھر جیسے ہل نہ سکا۔۔وہ وہیں تھی سڑک کے عین درمیان میں بارش کے نیچے ہاتھ ہوا میں پھیلائے وہ گھوم رہی تھی ہنس رہی تھی اس کے قہقہے کبیر کے کانوں سے ٹکرا رہے تھے اور وہ دم سادھے اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔پھر گھومتے گھومتے اس نے رک کر مسکراتے ہوئے اسے ہاتھ کے اشارے سے بلایا وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔کیوں نہ خوش ہوتا اس کے سامنے انابیہ تھی اور جہاں انابیہ ہو وہاں خوشی فرض کر دو۔۔مسکرانا فرض کر دو۔۔بمشکل خوشی میں پاگل ہوتے اس نے ایک قدم اٹھایا پھر دوسرا۔۔پھر تیسرا۔۔قدم تھے جو بڑھتے ہی جا رہے تھے بارش تھی جو تیز ہوتی ہی جا رہی تھی آنکھیں تھیں جو مسلسل آنسو بہا رہی تھیں ہونٹ تھے جو مسلسل مسکرائے جا رہے تھے دل تھا جو خوشی کے مارے پھٹا جا رہا تھا وہ اس کے سامنے تھی ایک بار پھر۔۔وہ اسے بلا رہی تھی اور وہ جا رہا تھا بس تھوڑا فاصلہ باقی تھا یکدم وہ کسی چیز سے ٹکرایا اور پیچھے کو ہوا اپنا سر ملتے اس نے سامنے دیکھا۔۔چیز؟؟وہ کوئی چیز نہیں ایک

بھاری وجود کا انسان تھا جو اسے تیوڑیاں چڑھائے گھورے جا رہا تھا جس سے وہ ٹکرایا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا لوگوں کی چہل قدمی ویسی ہی تھی وہ آدمی اسے گھور کر اس کے ساتھ سے ہو کر چلا گیا۔۔

"کبیر!!!" اس نے مڑ کر دیکھا عاصم دور سے اسے آوازیں دیتے ہوئے بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔۔

"کبیر کہاں رہ گئے تھے تم میں کب سے ڈھونڈ رہا تھا تمہیں تم تو میرے ساتھ تھے پھر یہاں کیوں رک گئے؟؟" وہ تیز تیز سانس لیتے ہوئے بولا جبکہ کبیر کا چہرہ یکدم ہی زرد پڑنے لگا۔۔

"عاصم وہ وہاں۔۔" اس نے دوبارہ گردن اسی سڑک کی طرف گھمائی جہاں ابھی کچھ سیکنڈز پہلے اسے بیا بارش میں بھیگتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی لیکن وہاں وہ نہیں تھی۔۔

"کیا ہے وہاں؟؟" عاصم نے وہاں چلتی بس، گاڑیوں اور لوگوں کو سڑک پار کرتے ہوئے دیکھا۔

"وہ تھی وہاں کہاں گئی؟؟" وہ جیسے ہوش میں نہیں تھا عاصم کو پھر سے اس کی پریشانی ہونے لگی۔۔

"نہیں ہے وہ وہاں بلکہ کہیں نہیں ہے۔۔" اس نے کبیر کو کندھوں سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔۔

"ابھی بارش تھی دیکھو مم میں۔ بھیگ چکا ہوں۔۔" پھر یکدم اپنے کپڑوں پر ہاتھ پھیرنے لگا وہ خشک تھے پھر آسمان کو دیکھا وہ صاف تھا۔ "مم مجھے کک کیا ہو گیا ہے؟؟" کبیر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ٹوٹے ہوئے لفظوں میں کہا آواز رندھی ہوئی تھی۔۔ اسے اپنی ٹانگوں سے جان ختم ہوتی محسوس ہوئی۔ عاصم اسے پکڑے تھوڑا آگے بس سٹاپ تک لے کر گیا اور وہاں بٹھا دیا بس سٹاپ پر بیٹھے لوگ اس کی خراب ہوتی طبیعت دیکھنے لگے۔ ساتھ بیٹھے ایک لڑکے نے عاصم کو پانی کی بوتل پکڑائی جس کو اس نے تھینکس بولتے لے لیا اور کبیر کو پلانے لگا۔۔ کبیر نے کچھ گھونٹ پانی پیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنی پیشانی پر سے پسینہ صاف کرنے لگا۔۔ عاصم بلکل اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔

"کیا ہو گیا تھا تمہیں کبیر؟؟"

"وہ میری زندگی سے جا کر بھی میرے دل و دماغ سے کیوں نہیں جاتی۔۔۔وہ میرے ساتھ نہ ہو کر بھی کیوں میرے ساتھ ہے وہ کیوں نہیں چلی جاتی؟" وہ نہایت بے بسی سے چیخ رہا تھا۔۔عاصم کو ایک بار پھر اس پر ترس آنے لگا۔۔

"کبیر میں اس خاطر تمہیں یہاں لایا ہوں کہ تم سب بھول جاؤ مگر تم۔۔" عاصم کی بات کاٹتے وہ ایک دم بھڑک اٹھا۔۔

"ماضی کی یادوں کو ذہن سے جھٹکنا آسان نہیں ہوتا پھر خاص کر کے پہلی محبت کو بھلانا۔۔ایمپوسیبل!!۔۔ اس شخص کو بھلانا آسان نہیں ہوتا اسکی آوازیں، اسکی باتیں، اس کے قہقہے یہ سب پیچھا نہیں چھوڑتے خواہ انسان کچھ بھی کرے وہ کہیں بھی چلا جائے چاہے وہ پاکستان کا شہر لاہور ہو یا یو—کے کا شہر لندن۔۔" چیختے ہوئے اسکا چہرہ سرخ ہونے لگا تو عاصم نے اس کے کندھے پر تھپکی دینے شروع کر دی۔۔
"اچھا ریلیکس ہو جاؤ پلیز کبیر۔۔!!" لہجہ نہایت التجائیہ تھا۔۔کبیر نے نم ہوتی سرخ آنکھوں سے اسے خفگی سے دیکھا اور اٹھ کر وہاں سے جانے لگا عاصم سر جھٹک کر اس کے پیچھے چل دیا۔انسان آگے بڑھ بھی جائے تو دل نہیں بڑھتا وہ وہیں رک جاتا ہے وہ وہیں اٹک جاتا ہے۔۔بس ایک شخص پر۔۔

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

سٹڈی ٹیبل پر بیٹھے وہ مسلسل اپنی ڈائری کے صفحے پلٹ رہی تھی دفعتاً وہ اس صفحے پر رکی جس کے درمیان میں وہی گلاب کا پھول تھا جو کبیر نے اسے دیا تھا بس فرق صرف یہ تھا کہ اب اس پھول کی پتیاں مرجھا چکی تھیں

بلکل ویسے جیسے ان کی محبت مرجھا چکی تھی۔ کمرے میں صرف ٹیبل لیمپ کی روشنی تھی باقی ہر طرف اندھیرا تھا۔ بالکونی کا دروازہ کھلا تھا جس سے ہلکی ہلکی ہوا اندر داخل ہو رہی تھی۔ نرمی سے اس سوکھے مرجھائے ہوئے پھول پر اپنا ہاتھ پھیر کر وہ پھر سے صفحے پلٹنے لگی۔ ایک خالی صفحے پر رک کر اس نے سامنے پڑے ہولڈر سے ایک بال پوائنٹ نکالا اور اس پر لکھنے لگی۔۔

"لوگ کہتے ہیں مووآن کرنا آسان ہوتا ہے میرے نزدیک یہ سب سے مشکل کام ہے۔۔ اور جو لوگ کہتے ہیں نا کہ ہاں ہم نے مووآن کر لیا تو یا تو وہ اتنے حساس نہیں ہوتے یا خود سے جھوٹ بولتے ہیں خود کو تسلیاں دے رہے ہوتے ہیں جبکہ ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ میں نے خود کو تسلیاں دینا چھوڑ دی ہیں۔ اگر میں اسے ان چھ مہینوں میں بھی نہیں بھلا سکی تو آگے بھی یہ نہیں کر سکتی۔۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اسے بھلا کر اب آگے بڑھا جائے لیکن نہیں میں یہ نہیں کر سکی۔۔ میرا دل بند ہو چکا ہے اب نہ اس میں کوئی اور داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی جو اسکے اندر ہے وہ اب باہر نکل سکتا ہے۔ میرے خیال سے یہ بہتر طریقہ ہے۔۔ میری اللہ سے یہی دعا ہے کہ اس کیفیت سے بس وہ نہ گزرے اسے مجھے بھولنے میں آسانی ہو۔ ہو سکتا ہے وہ مجھے بھول گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ اذیت میں ہو اور اگر ایسا ہے تو اللہ اس کی اذیت ختم کر دے۔ میں اپنے لیے یہ دعا نہیں کرتی کیونکہ مجھے یہ اذیت بہت پسند ہے اسے یاد کرتے رہنا مجھے بہت پسند ہے اگر اسے یاد کرنا چھوڑ دوں گی تو شاید اگلے لمحے کی سانس بھی مجھ پر بھاری پڑ جائے۔۔۔" رک کر اس نے دیکھا کہ اس کی ڈائری کا صفحہ تقریباً اسکے آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آئی کب وہ اتنا رونے شروع ہو گئی۔ اسے لکھتے ہوئے بھی اندازہ نہیں ہوا کہ وہ گیلے صفحے پر لکھ رہی ہے۔ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اس نے اپنے چہرے پر سے آنسو صاف کیے اور پھر وہ بھیگے صفحے کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگی۔۔ ایک زخمی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر ابھری اور دوبارہ اسی لائن کے آگے سے لکھنے لگی۔۔

"مجھے بس اپنی قسمت سے صرف ایک شکایت ہے کہ وہ میرے دل میں ہے دماغ میں ہے سوچوں میں ہے تو میری زندگی میں کیوں نہیں ہے۔وہ ہر پل ہر لمحے میرے ساتھ ہو کر بھی میرے ساتھ کیوں نہیں ہے؟"

مزید لکھنے کی ہمت اس میں نہیں رہی ڈائری کو بند کیا اور پیچھے کر کے رکھ دی بال پوائنٹ کو واپس اپنی جگہ پر رکھ کر وہ کچھ دیر ایسے ہی ٹیبل پر سر رکھ کر بیٹھی رہی۔۔کچھ ہی دیر میں کمرے کی ساری لائٹس آن ہو گئیں وہ تیزی سے سیدھی ہوئی اور مڑ کر دیکھنے لگی جہاں سوئچ بورڈ کے پاس ردا سینے پر ہاتھ باندھے اسے ہی گھور رہی تھی۔۔

"کتنی دفعہ کہا ہے آپ سے کہ اتنا گھپ اندھیرا کر کے مت بیٹھا کریں۔۔"وہ کچھ قدم اپنی جگہ سے ہلتے ہوئے غصے سے بولی۔۔

"میرے اندر اتنا اندھیرا ہے کہ مجھے اس اندھیرے سے فرق نہیں پڑتا۔۔"وہ کرسی پر سے اٹھتے ہوئے عام سے لہجے میں بولی۔۔

"لیکن مجھے فرق پڑتا ہے اندر گھستے ساتھ کسی چیز سے میرا پیر زور سے ٹکرا جاتا ہے آج تو بچ گئ۔۔"اس نے خفگی سے کہا جبکہ انابیہ ہنس دی۔۔

"زیادہ ہنسنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کیا یونیورسٹی سے آکر بس اس کمرے میں ہی رہتی ہیں باہر نکلا کریں۔۔تایا ابو بھی کتنا خفہ ہوتے ہیں۔۔" وہ اسے ڈانٹ رہی تھی مگر انابیہ بلکل خاموش تھی اور اسکی یہ خاموشی دیکھ کر ردا کا پارا مزید ہائی ہو رہا تھا۔۔

"کوئ دوست وغیرہ ہی بنالیں ایسا کب تک چلے گا؟"اس نے ایک ابرو اٹھا کر پوچھا۔۔

"میں نے دوست بنانا چھوڑ دیے ہیں۔۔"اداسی سے کہتے وہ سامنے کاؤچ پر جا بیٹھی۔۔

"مگر کیوں؟؟"وہ وہیں کھڑے پوچھنے لگی۔۔

"میں خود کو دوستی کے قابل نہیں سمجھتی۔۔ میں دوست بنا کر انہیں چھوڑ دیتی ہوں۔۔ ویسے بھی تم ہو نا مجھے نہیں ضرورت مزید کسی کی۔۔" ردا نے اس کی بات پر گہرا سانس لیا اور سر جھٹک کر رہ گئی۔

"سونے کی تیاری کرتے ہیں مجھے نیند آرہی ہے۔۔" ردا کہتے ساتھ بیڈ کی طرف بڑھی۔

"مجھ سے تایا ابو کا اداس چہرہ نہیں دیکھا جاتا۔۔" وہ نظریں فرش پر ٹکائے اداسی سے بولی۔۔

"پتہ نہیں کہاں ہیں عالیان بھائی کوئی احساس بھی ہے ان کو؟ ہمیں تو چھوڑیں کم از کم اپنے باپ کا ہی خیال کر لیں۔۔" عالیان کے حوالے سے ردا کا لہجہ ہمیشہ سخت ہی ہوتا تھا۔۔

"مجھے لگتا ہے وہ کسی مشکل میں نہ ہو۔۔" بیا نے نظریں اٹھا کر سامنے کھڑی ردا کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔

'بس کر دیں آپی کیا مشکل ہو گی مزے میں ہیں وہ تو۔۔ وہاں جا کر سب کو بھول جاتے ہیں۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی۔۔ انابیہ اب کی بار کچھ نہیں بولی۔ ردا بیڈ میں خود پر کمبل اوڑھے سو گئی تھی اور وہ کچھ دیر ایسے ہی بیٹھی رہی پھر اٹھ کر پہلے بالکونی کا دروازہ بند کیا۔ پھر ساری لائٹس آف کیں اور پھر ردا کے ساتھ جا کر لیٹ گئی۔ نیند اس سے کوسوں دور تھی۔ کافی دیر کروٹیں بدل بدل کر وہ آخر کار اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بیڈ پر سے اٹھ کر دروازہ کھول کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ راہداری بتیوں سے جگمگا رہی تھی۔ زینے اتر کر وہ سیدھا نیچے آگئی۔ آخری زینے پر رک کر اس نے دیکھا ریلنگ کے عین نیچے والے کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے روشنی کی ایک دھار سی نکل رہی تھی۔ یہ ناصر صاحب کا سٹڈی روم تھا۔ وہ چپ چاپ دبے قدم اس کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ خاموشی سے اس نے وہ دروازہ کھولا تو اندر جھانکنے پر اس کی نظر سامنے کھڑے ایک شخص کی پشت سے ٹکرائی جو غالباً ہاتھ میں پکڑی ایک کتاب کی طرف جھک کر کھڑا تھا۔ وہ فوراً وہاں سے واپس پلٹنے لگی لیکن ان کی آواز پر رکی۔۔

"اب آہی گئی ہو تو اندر بھی آجائو۔۔" وہ اس کی طرف گھومے نہیں تھے اور کتاب کو واپس سے سامنے شیلف میں رکھتے ہوئے بولے۔۔

انابیہ نے بہت سارا تھوک نگلا اور ان کی طرف بڑھی۔۔ "کمرے کی بتی جل رہی تھی تو۔۔میں نے سوچا دیکھ لوں۔۔"

"سوئی نہیں تم ابھی تک؟" اب کی بار وہ اس کی طرف گھومتے ہوئے پوچھنے لگے۔۔

"نہیں بس نیند نہیں آرہی تھی۔۔"

"آپس کی بات ہے۔۔مجھے بھی نہیں آرہی تھی۔۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے تھے جبکہ انابیہ بس حیرت سے انہیں دیکھے گئی۔ کیا وہ سب کچھ بھول گئے تھے؟ کیسے میں نے ان کا اعتبار توڑا تھا کیا وہ بھول گئے تھے؟

"چونکہ ہم دونوں کو نیند نہیں آرہی تو ہمیں ساتھ بیٹھ کر باتیں کر لینی چاہیئے۔۔" وہ پھر سے مسکراتے ہوئے بولے۔ وہ کچھ نہیں بولی بس قدم اٹھاتے ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ ایک دو دفعہ وہ ٹھنڈ کی وجہ سے بری طرح کھانسی بھی تھی اور احمد صاحب نے مڑ کر سر جھٹک کر اسے دیکھا جو بس قمیض شلوار کے ساتھ پتلا سا دوپٹہ سر پر اوڑھے ہوئے تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھنے لگی تھی تبھی احمد صاحب نے اپنی شال اتار کر اس کے کندھوں پر ڈال دی۔ اس کے قدم ایک پل کے لیے پھر سے رکے۔ احمد اب اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔۔

"بیٹھ بھی جائو۔۔" ان کی آواز پر بلآخر وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔۔ "مجھے بہت خوشی ہے انابیہ تم نے میری ہر بات مانی ہے۔۔" اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا یعنی وہ کچھ بھی نہیں بھولے تھے ان کو سب یاد تھا۔

"تم نے مجھ سے کبھی پوچھا نہیں کہ یہ سب مجھے کیسے پتہ چلا کس نے بتایا۔۔"

"جس نے بھی بتایا کچھ نہ کچھ غلط ہی بتایا۔۔" وہ بولنا نہیں چاہتی تھی بس بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا۔

"تم اب بھی یہی کہہ رہی ہو؟" وہ ایک ابرو اٹھا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے گئے۔

"معذرت کے ساتھ۔۔آپ نے جو بھی کہا تھا میں نے کیا۔اب یہ سب باتیں آپ کیوں دہرا رہے ہیں؟" اپنا لہجہ مضبوط کرتے ہوئے اس نے بمشکل کہا۔۔

"بیا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تم جانو تم نے غلط انسان سے محبت کی تھی میری جان۔۔تم نے غلط شخص کو اپنے دل کا مکین بنایا تھا۔۔" وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ ایک بار پھر اسے تکلیف سے دوچار کر رہے تھے۔۔

"جانتی ہو اس دن میرے آفس کون آیا تھا؟؟ تم جانو گی تو خود بھی حیران ہو گی۔۔" اس نے انہیں ایسے دیکھا جیسے وہ واقعی جاننا چاہتی ہو۔

"اس لڑکے کی منگیتر۔۔" انابیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔۔"ہاں بیا اس کی منگیتر آئی تھی۔۔کتنی بکواس کی تھی اس نے تمہارے بارے میں مجھ سے کچھ بھی برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔" وہ یک ٹک ان کا چہرہ دیکھے گئی۔

"کیا نام بتایا تھا اس نے اپنا؟؟" بمشکل اس نے سوال کیا۔

"جویریہ نام تھا اس کا۔۔" ایک لمحے کے لیے اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

(جویریہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔جب سے اسے پتہ چلا ہے کہ میں کسی لڑکی میں انٹریسٹڈ ہوں اس نے فائزہ کو ہم پر نظر رکھنے کے لیے کہا ہوا ہے۔) کبیر کی آواز جیسے اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔وہ لمحے بھر کے لیے اپنے باپ کا چہرہ دیکھتی رہی۔

(بکواس کرتی ہے۔جن سے محبت کی جاتی ہے ان سے جڑے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچایا جاتا اور میں جانتا ہوں وہ کچھ نا کچھ ضرور کرے گی۔مگر میں دیکھ لوں گا اسے۔) اس کے کندھے یکدم ڈھیلے پڑ گئے۔یعنی ان کی

محبت کے خلاف سازش ہوئی تھی۔ وہ ٹھیک کہتا تھا وہ ضرور کچھ کرے گی اور اس نے کچھ نہیں بہت کچھ کر دیا تھا۔

"بیا تم ٹھیک ہو؟؟" وہ اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر پریشانی سے پوچھنے لگے۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں بابا۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے ٹرانس کی سی حالت میں بولی۔ کہتے ساتھ وہ اٹھ کر ان کے قدموں میں جا بیٹھی۔۔

"بابا۔۔" اس نے نرمی سے ان کو مخاطب کیا۔ احمد اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئے۔ پھر اس نے ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا لیکن اب کی بار وہ رو نہیں رہی تھی۔

"میں نے غلط انسان سے محبت نہیں کی تھی۔۔" اس نے ایک بار پھر وہی جملہ دہرایا۔۔ "ہمارے خلاف سازش ہوئی ہے وہ لڑکی اس کی منگیتر نہیں تھی اور یہ بات مجھے وہ بہت پہلے ہی بتا چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی کزن ایسا ویسا کچھ ضرور کرے گی کیونکہ وہ اسے پسند کرتی ہے۔۔" احمد صاحب یک ٹک اس کا چہرہ دیکھے گئے۔ اس کی آنکھوں کو پڑھتے گئے۔۔

"میں نے کبھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑا بابا لیکن پھر بھی میرے دشمن بن گئے مگر اب سب پیچھے رہ گیا ہے اب کوئی فائزہ مجھے دھکا مار کر نہیں جائے گی۔۔ کوئی نبیل مجھے نقصان پہنچانے کے منصوبے نہیں بنائے گا۔۔ کوئی جویریہ میری راہ میں کانٹے نہیں بچھائے گی۔۔ کیونکہ یہ سب میری محبت کے دشمن تھے اور محبت میں زندہ دفنا آئی ہوں۔۔" بولتے بولتے اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے اور اس کی آواز لڑکھڑانے لگی تھی لیکن وہ خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی جبکہ احمد صاحب پچھتاوے کے ارد گرد گھرنے لگے تھے۔۔

"انابیہ اپنی منمانیاں کر کر کے تھک چکی ہے اب وہ صرف آپ کی مانے گی آپ کی سنے گی اور اگر آپ کی سنے گی تو کبھی نہیں پچھتائے گی۔۔ میری بات سنے نا بابا۔" ضبط ٹوٹ گیا اور آنسو بہہ نکلے۔۔ "اب ہم اس بارے میں بات نہیں کریں گے کیونکہ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔۔ آپ سن رہے ہیں نا ہم اس بارے میں اب بات نہیں کریں گے۔۔" وہ بہتے آنسوؤں سے ان کی منت کر رہی تھی۔ احمد نے بمشکل سر اثبات میں ہلایا۔

"مجھے آپ سے بہت محبت ہے بابا اور میں جانتی ہوں آپ نے مجھے معاف کیا۔۔" وہ ان کے ہاتھوں پر نرمی سے بوسہ دیتے اٹھ کھڑی ہوئی اور مڑ کر ایک گہرا سانس لے کر لڑکھڑاتے قدم وہاں سے چلی گئی۔ پیچھے رہ جانے والے شخص کی دنیا ایک دم اندھیر ہونے لگی۔ وہ پتھر کے مجسمے کی طرح بے حس و حرکت ویسے ہی بیٹھے رہے۔

"تو کیا مجھ سے اتنی بڑی غلطی ہو گئی؟؟ کیا میں نے اپنی بیٹی کی خوشی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالا؟؟ کیا میں اسے سمجھ نہیں سکا؟؟ کیا میں پچھتا رہا ہوں؟؟" کتنی ہی سرگوشیاں وہ بیٹھے سنتے رہے۔۔ انہیں لگا اس کمرے کی در و دیوار انہیں الزام دے رہے ہیں۔۔ انہوں نے جھک کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا اس پر اس کا لمس اب بھی موجود تھا۔۔۔

وہ مسلسل ننگے پیر سڑک کے کنارے چلتی جا رہی تھی۔ کالی گھنی رات کے آسمان پر گرج چمک کے ساتھ تیز ہوائیں بھی تھیں۔ اپنے بازوؤں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے خود کو خود ہی میں لپیٹے وہ لڑکھڑاتے قدم چل رہی تھی۔ ٹھنڈ کی شدت کی وجہ سے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے جسم لرز رہا تھا مگر وہ چلتی جا رہی تھی۔ دفعتاً

اس کی نظر سامنے کھڑے گھنگرالے بالوں والے لڑکے کی طرف رکی۔پل بھر کے لیے وہ رکی اور پھر اس کے قدموں کی رفتار تیز ہوئی لیکن پھر اس کے ہاتھ میں پسٹل دیکھ کر رک گئ۔حواس شل تھے۔۔ جسم ساکت تھا۔۔آنکھیں پوری کھلیں تھیں۔اس لڑکے کے تھوڑا ہی آگے ایک اور شخص کھڑا تھا۔اس نے دیکھا کہ اس کی پسٹل کا رخ اب اس شخص کی جانب تھا۔

"نہیں۔۔عالیان!!" وہ پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گئ۔موسم کی خرابی کی وجہ سے اس کی آواز بیٹھ گئ تھی۔وہ چیخ نہیں سکی۔تبھی عالیان نے گولی چلادی۔وہ کانوں پر ہاتھ رکھے اندر ہی اندر چیخے جارہی تھی۔پھر ایک اور گولی کی آواز۔۔

"وہ مر جائے گا۔۔" وہ بے ساختہ کانوں پر ہاتھ رکھے آنکھیں بند کیے سڑک کے کنارے ہی بیٹھ گئ۔

"مت کریں ایسا پلیز!!!" سر کو جھکائے اور نفی میں ہلاتے ہوئے وہ اسے پکارتی جارہی تھی۔پھر جیسے خاموشی ہو گئ تھی۔تیز تیز سانس لیتے اس نے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا۔پھر جو دیکھا تو خوف کے مارے پیچھے ہوتی گئ۔عالیان کے چہرے اور ہاتھوں پر خون ہی خون تھا۔وہ شاک کے عالم میں اسے دیکھتی گئ سانس جیسے رک سا گیا تھا۔ہاتھوں کے سہارے وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے پیچھے پیچھے جارہی تھی۔

"مت جائو پلیز۔۔"اس کی درد بھری آواز پر ردا کا پیچھے گھسیٹتا وجود رک گیا۔

"ردا۔۔دیکھو میرے ہاتھوں پر خون ہے۔۔" وہ روتے چیختے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔

"میں نے قتل کیا ہے ردا۔۔۔" وہ پھر سے دھاڑا۔ردا کا وجود اس بار ٹھنڈ نہیں خوف کی وجہ سے کانپنے لگا تھا۔آنسو اس کا چہرہ مکمل طور پر بھگو چکے تھے۔۔

"ردا!!!!!"انابیہ کی آواز پر وہ جھٹکے سے اٹھی۔۔سانسوں کی رفتار تیز تھی دل کی دھڑکن تیز تھی چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔انابیہ نے فوراً گلاس میں پانی ڈال کر اس کے لبوں سے لگایا۔اس نے تیزی سے پانی پیا جیسے عرصے کی پیاسی ہو۔وہ روہانسی ہو کر ہر طرف دیکھے گئی۔۔

"کیا بہت برا خواب دیکھا ہے۔۔"ردا نے اس کی آواز سنتے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

"آپ صحیح کہہ رہی تھیں۔۔"وہ تھکی ہوئی آواز میں بولی۔۔

"کیا؟؟"انابیہ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔

"وہ واقعی کسی مصیبت میں ہے۔۔"انابیہ نے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔۔

"یہ بس خواب تھا ردا۔۔"اس کو تسلی دیتے ہوئے بولی لیکن پتہ نہیں کیوں ردا کو یہ محض خواب نہیں لگا۔

"سو جاؤ ابھی کافی رات باقی ہے۔۔"وہ اس کو تسلی دیتے ہوئے بولی تو ردا بہت سارا تھوک نگلتے لیٹ گئی۔اب پتہ نہیں اسے نیند بھی آئے گی یا نہیں۔۔

میں بھی بہت عجیب ہوں اتنا عجیب ہوں کہ بس
خود کو تباہ کر لیا اور ملال بھی نہیں

وہ اس وقت اپارٹمنٹ کی صفائی میں مگن تھا۔۔اس کا لندن والا اپارٹمنٹ چھوٹا مگر بہت خوبصورت تھا۔کچن کاونٹر صاف کرنے کے بعد وہ باہر لائونج میں آیا اور ناگواری سے سامنے ٹیبل پر پڑے کھانے کے خالی ڈبوں کو

دیکھا جو کچھ دیر پہلے عاصم نے قریبی ہوٹل سے منگوائے تھے اور بے تکے طریقے سے کھا کر اب وہ نا جانے کہاں دفع ہو گیا تھا۔ کبیر چڑتے ہوئے ٹیبل تک آیا اور اب جھک کر سارا کچرہ اٹھا رہا تھا۔

"پتہ نہیں زارا اس لڑکے کے ساتھ کیسے گزارا کرے گی۔۔" اس نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔ عاصم ایسا ہی تھا گند پھیلانے میں ماہر اور کبھی صفائی کا کہہ دو تو بھاگ جایا کرتا تھا۔۔ اس کا دل کیا کہ اس سب کی تصویر کھینچ کر وہ زارا کو بھیج دے۔۔ ابھی وہ سب کچھ ڈسٹ بن میں ڈال کر ہاتھ دھو کر دوبارہ لائونج میں آیا ہی تھا تبھی اسے بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً سے دروازے کی طرف لپکا۔ دروازہ کھولتے ہی اس کی نظر عاصم پر پڑی۔ اس سے پہلے وہ اسے وہیں کھڑے کھڑے ذلیل کرتا اس کی نظر اس کے ساتھ کھڑے ایک اور وجود پر پڑی۔۔ وہ کرن تھی۔ انڈین مسلم لڑکی جو ان ہی کی یونیورسٹی میں سکالرشپ پر پڑھتی تھی۔۔ چھوٹے کندھوں کے اوپر تک آتے سیاہ بال۔۔ گندمی رنگت اور سیاہ موٹی آنکھوں والی وہ بلاشبہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔۔ کبیر نے ایک نظر عاصم کو گھورا اور دونوں کو اندر آنے کا راستہ دیا۔۔

"کرن تم سے ملنا چاہتی تھی اسی لیے میں اسے یہیں لے آیا۔۔" کبیر کو ایک اکیلی لڑکی کا یہاں آجانا بلکل اچھا اور مناسب نہیں لگا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ عاصم اسے یہاں کیوں لایا ہے۔۔ وہ ان کے بیچ کی نہیں تھی ایون کے ان کے ڈیپارٹمنٹ کی بھی نہیں تھی لیکن پھر بھی روز یونیورسٹی میں ان دونوں سے ہیلو ہائے کرنے آجاتی تھی۔ زیادہ ڈیٹیل میں کبھی بھی ان کی بات نہیں ہوئی اور ایسا کبیر کی وجہ سے ہوتا تھا وہ کسی کو زیادہ باتیں کرنے کا موقع ہی نہیں دیتا تھا۔ عاصم نے ہی اس کے کان میں یہ بات ڈالی تھی کہ کرن شاید اسے پسند کرتی ہے اور تب سے کبیر کو اس لڑکی سے اور بھی زیادہ نفرت ہونے لگی تھی۔ وہ یونیورسٹی میں اسے اگنور کر کے چلا جاتا تھا لیکن عاصم کی وجہ سے نوبت یہاں تک آ گئی تھی کہ اب وہ اس کے سامنے اسی کے اپارٹمنٹ میں کھڑی تھی۔۔

"کیوں؟؟"اس نے سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔۔ کرن مکمل طور پر اس کی طرف گھومی۔۔

"عاصم نے مجھے بتایا کہ تم پینٹنگ بہت اچھی کرتے ہو۔۔"اس کی آواز بے حد پتلی تھی۔ وہ ہمیشہ ان دونوں سے ہندی میں ہی بات کرتی تھی۔۔ کبیر نے پھر سے کھا جانے والی نظروں سے عاصم کو دیکھا تو وہ اس سے نظریں چرا گیا۔۔

"میں ہمیشہ سے چاہتی تھی کوئی میرا چہرہ بھی کاغذ پر اتارے۔ کیا تم رنگوں سے میرا چہرہ بناؤ گے؟؟"وہ بہت معصومیت سے بول رہی تھی۔ اس سے پہلے کبیر صاف صاف اس کے منہ پر انکار کرتا عاصم تیزی سے بولا۔۔

"کیوں نہیں کرن میں اسی لیے تو تمہیں یہاں لایا ہوں۔۔ یہ ضرور بنائے گا تمہاری تصویر۔۔ ویسے بھی فارغ ہی ہے آج کل۔۔"اس کے ہاتھ میں پاپ کارن کا ڈبہ تھا بڑی ڈھٹائی سے اس نے پاپ کارن کے دانے نکال کر منہ میں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔۔ کبیر کا دل کیا دونوں کو اٹھا کر اپارٹمنٹ سے باہر پھینک دے۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ اس طرف۔۔"اس نے حامی بھرتے ہوئے کونے والے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔۔ کرن اس کے فوراً مان جانے پر بے تحاشا خوش تھی اتنی کہ شاید اچھل اچھل کر اپنی خوشی کا اظہار کرتی لیکن صرف کھل کر مسکرا دی وہ اب اس کمرے کی طرف جا رہی تھی۔۔ کبیر نے رک کر عاصم کو دیکھا جس کی ہنسی اسے زہر لگ رہی تھی۔ آگے بڑھ کر کر اس نے عاصم کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ڈبے کو زور سے اسی کے منہ پر اچھالا۔ وہ یکدم بوکھلا کر پیچھے ہوا۔ سارے دانے نیچے فرش پر گر گئے تھے۔۔

"دو منٹ میں مجھے یہ جگہ صاف چاہیے سمجھے تم۔۔۔"شہادت کی انگلی سے اسے تنبیہ کرتے وہ اب اسی کمرے کی طرف چل دیا۔۔

"جاہل۔۔ کھڑوس۔۔۔ بد تمیز آدمی۔۔۔"عاصم نے ناگواری سے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔۔

وہ ووڈن فلور کا ایک چھوٹا کمرہ تھا لیکن بلکل خالی ہونے کی وجہ سے بڑا بڑا معلوم ہوتا تھا۔ سامنے دیوار پر ایک کھڑکی تھی جس سے روشنی ایک دھار کی طرح اندر آ رہی تھی۔ ساتھ والی دیوار کے پاس ایک اسکیچ بورڈ پڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک سٹول نما ٹیبل کے اوپر پینٹس اور برشز پڑے تھے۔۔ وہ اندر آتے ہی ایک جگہ کھڑی ہو گئ تھی۔ جہاں وہ کھڑی تھی اس کے عقب میں ایک الماری تھی جس کے آگے دو کرسیاں پڑی تھیں۔۔ کبیر نے آگے بڑھ کر سکیچ بورڈ اٹھا کر بلکل کھڑکی کے سامنے رکھا جہاں روشنی میں آسانی سے پینٹنگ کر سکتا تھا۔۔ پھر چل کر اس کے عقب سے ایک کرسی اٹھا کر تھوڑا آگے بلکل اپنے سکیچ بورڈ کے سامنے کرن کے لیے رکھ دی۔ وہ مسکرا اس کرسی پر بیٹھ گئ۔ پھر اس نے دوسری کرسی اپنے لیے اٹھائ اور بلکل کھڑکی کے سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔۔ وہ دونوں بلکل خاموش تھے۔۔ لیکن کرن کو اس کی خاموشی نئ نہیں لگ رہی تھی وہ جانتی تھی وہ ایسا ہی ہے خاموش طبیعت کا مالک۔ وہ دونوں ہاتھ اپنی ٹانگوں پر رکھے ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بلکل کسی بت کی طرح اس کے سامنے بیٹھ گئ۔۔ کبیر نے کینوس پر پنسل چلانی شروع کر دی۔۔ ایک دفعہ اس نے اس کے چہرے کو دیکھا پھر کینوس کو۔۔ اس کے ہاتھ چل رہے تھے۔۔ یہی عمل اس نے پھر سے دہرایا۔۔ کرن مطمئن سی بیٹھی تھی۔۔ پھر اس نے دیکھا کافی دیر سے کبیر نے اس کے چہرے کو نہیں دیکھا جب کہ پینٹر ایک یا دو منٹ کے بعد اپنے سامنے بیٹھے وجود کو ضرور دیکھتا ہے۔۔

"شاید یہ ان پینٹرز میں سے ہے جو ایک دو دفعہ چہرہ دیکھنے پر اسے حفظ کر لیتے ہیں۔۔۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔۔ تقریباً ایک گھنٹہ ہونے والا تھا۔۔ کبیر نے اب تک اسے دوبارہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔۔ اسے نیند آنے لگی تھی۔۔ کافی دیر سے ٹانگیں لٹکائے اب اس کی ٹانگیں بھی دکھنے لگی تھی۔۔ اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائ روکنے کی بھرپور کوشش کی۔۔ کسی خاموش پینٹر کے سامنے بلکل خاموشی سے بیٹھنا کتنا بورنگ کام ہوتا ہے اس کا اندازہ کرن کو اس ایک گھنٹے میں ہو گیا تھا۔۔ وہ بار بار نیند کو بھگانے کے لیے پلکیں جھپک رہی

تھی کبیر کون سا اسے دیکھ رہا تھا۔۔ یکدم کبیر نے زور سے اپنے ہاتھ میں پکڑے برش کو زمین پر پٹخ دیا۔۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔۔ نیند تو ایسے بھاگی جیسے کبھی آئی ہی نہیں تھی۔۔

"سوری سوری۔۔ میں سونا نہیں چاہتی تھی۔۔ میں تو بس۔۔" وہ ٹوٹے ہوئے لفظوں میں اس سے معذرت کرنے لگی۔۔ جبکہ کبیر کے چہرے کے تاثرات کچھ اور ہی کہہ رہے تھے شاید اسے اس پر غصہ نہیں ہے تو کس پر ہے؟ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس نے دیکھا سارے رنگ زمین پر بکھرے پڑے ہیں۔۔ کبیر اب اس کی طرف پشت کیے کھڑا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔۔ کرن نے اسے مخاطب نہیں کیا۔۔ شاید اس کی پینٹنگ کمپلیٹ ہو گئی تھی۔۔ دل ہی دل میں خوش ہو کر اب وہ سکیچ بورڈ کی طرف چل دی۔ رک کر اس نے مسکراتے ہوئے کینوس پر بنی ہوئی شکل کو دیکھا یکدم اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔۔ جسم اور نظریں ساکت سی اس چہرے پر جمی تھیں جو کبیر نے کینوس پر بنایا تھا۔۔ یہ اس کا چہرہ نہیں تھا۔ یہ تو ایک سفید دوپٹے میں لپٹی ہوئی بھوری آنکھوں والی لڑکی کا چہرہ تھا۔۔

"واٹ دا ہیل از دز؟؟ یہ میرا چہرہ نہیں ہے۔۔" حیرت سے بولتے ہوئے وہ کبیر کی طرف گھومی۔۔

"میں تم سے بات کر رہی ہوں۔۔ یہ تم نے میرا چہرہ نہیں بنایا۔۔" وہ اس سے پھر شکایت کر رہی تھی لیکن کبیر ہنوز کھڑکی سے باہر ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"میں کتنی دیر سے بت بنے تمہارے سامنے بیٹھی ہوں اور تمہیں کوئی احساس ہے یا نہیں۔۔ اگر تمہارا من نہیں تھا تو صاف میرا منہ پر بول دیتے یہ سب کیا ہے؟؟؟" وہ اب کی بار حلق کے بل دھاڑی۔۔ کبیر نے پھر اسے اگنور کیا جیسے وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔۔۔

"یو نو واٹ۔۔ تم ایک سائیکو انسان ہو۔۔اس بات کا اندازہ تو مجھے بہت پہلے ہی ہو گیا تھا۔۔ پھر بھی پتہ نہیں کیوں آ گئی میں یہاں۔۔ "اسے لگا وہ کسی پتھر کی مورتی سے بات کر رہی ہے۔ سر نفی میں ہلاتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہاں سے نکل گئی۔۔ کبیر ویسے ہی وہیں کھڑا رہا۔۔

عاصم باہر صوفے پر بیٹھا ایل۔ای۔ڈی میں انگلش مووی دیکھ رہا تھا۔ تبھی اس نے کرن کو غصے سے باہر نکلتے دیکھا۔اس نے صوفے پر سے اپنا بیگ اٹھایا اور کھا جانے والی نظروں سے عاصم کو گھورنے لگی۔۔۔

"Pakistanis are crazy, ill-mannered and ignorant people.." وہ غصے میں عاصم کو دیکھ کر ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتے اپارٹمنٹ سے نکل گئی۔عاصم ناسمجھی سے اسے دیکھتا رہا اور اٹھ کر کمرے کی طرف بھاگا۔۔

"خبیث انسان کونسی نسل کی چڑیل بنا دیا ہے اسے کہ ایسے آگ بگولہ ہو کر گئی ہے۔۔ "کبیر نے مڑ کر اسے دیکھا اور بنا جواب دیے جھک کر اپنی چیزیں اٹھانے لگا۔۔عاصم نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا اور اسکیچ بورڈ کی طرف بڑھ گیا۔۔ سامنے بنی تصویر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے کھلیں۔ چھت کو دیکھ کر اس نے گہرا سانس بھرا اور پھر کبیر کو دیکھا۔۔

"یہ میں نے نہیں بنائی۔۔ "کبیر نے خود پر اس کی نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔۔عاصم نے بغور آنکھیں چھوٹی کر کے اسے عجیب طرح سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو پاگل ہے۔۔ کبیر نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔

"کہا نا یہ میں نے نہیں بنائی۔۔ میرا ہاتھ خود بخود چل رہا تھا جیسے وہ میرے قابو میں نہیں تھا۔ "اس نے کہا تو عاصم نے اکتا کر زور سے زمین پر پیر مارا اور تیز قدم لیتے الماری کی طرف گیا۔الماری کا دروازہ کھولتے ہی اس نے اندر پڑے بہت سارے کینوس اٹھا اٹھا کر باہر کبیر کے قدموں کے پاس پھینکنے شروع کر دیے اور پھر اس

کی طرف گھوما۔۔ کبیر نے زخمی نظروں سے ان پینٹنگز کو دیکھا۔۔ کسی میں اس کا مکمل چہرہ بنا تھا۔۔ کسی میں صرف اس کی آنکھیں تھیں۔۔ کسی میں وہ کھل کر مسکرا رہی تھی۔۔ کسی میں وہ رو رہی تھی۔۔ کسی میں وہ مدھم سا مسکرا رہی تھی۔۔ کسی میں اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔۔ کسی میں اس کا سائڈ پوز اور کسی میں اس کے چہرے کا فرنٹ پوز۔۔۔۔۔

"یہ سب۔۔" عاصم نے تیز آواز میں زمین پر بکھری پینٹنگز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔ "یہ سب تم نے راتوں کو جاگ جاگ کر بنایا ہے۔۔ تمہیں کیا لگا میں بے خبر ہوں۔۔۔" اس کی آواز حد سے زیادہ اونچی تھی۔۔ "وہ ہنستے ہوئے کیسی لگتی تھی روتے ہوئے کیسی لگتی تھی۔۔ تم نے ہر اینگل سے اس کی تصویریں بنا ڈالی ہیں کبیر۔۔۔ وہ کس قدر تمہارے دماغ کو جکڑے ہوئے ہے۔۔ کس قدر تمہارے حواسوں پر سوار ہے۔ چند دنوں میں تم اسے حفظ کر چکے ہو اس قدر یار۔۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟؟"

"میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔۔" اس نے دبی دبی آواز میں کہا۔۔

"یہ نفرت کرتے ہو تم اس سے۔۔ یہ ہاں۔۔" اس نے دوبارہ ان پینٹنگز کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔ "فور گاڈ سیک کبیر مجھے پاگل مت بنائو۔۔ بھول جائو اسے یار۔۔" اب کی بار اس کا انداز التجائیہ تھا۔۔

"خود ہی تو تم نے کہا ہے کہ میں اسے حفظ کر چکا ہوں۔ جو چیز حفظ کر لی جائے اسے بھلایا نہیں جا سکتا۔۔" اس نے پھر عام سے لہجے میں کہا تو عاصم چپ سا ہو گیا۔ اسے سمجھانا بہت مشکل کام تھا۔ وہ سر جھٹک کر وہاں سے چلا گیا۔۔ زخمی دل کے ساتھ کبیر جھک کر تمام پینٹنگز کو اٹھا رہا تھا۔ ایک ایک کر کے اس نے بڑے طریقے سے ساری پینٹنگز الماری میں واپس رکھ دیں۔۔

تقریباً شام کے وقت سب لونگ روم میں بیٹھے تھے۔انابیہ اور اس کے پیچھے پیچھے ردا بھی اسی دوران لونگ روم میں داخل ہوئے۔وہ دونوں صبح بھی لیٹ اٹھی تھیں اور ناشتہ بھی اکیلے کیا تھا اس لیے اب جب سب ساتھ تھے تو شام کی چائے کے لیے وہیں آگئیں۔ناصر صاحب انابیہ اور ردا کو اندر آتا دیکھ کر مسکرائے وہ ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئ۔جبکہ ردا وہیں کھڑی سخت نظروں سے سامنے مناہل کے ساتھ کھیلتی بلی کو دیکھ رہی تھی پھر بیا کی آواز پر اسکے ساتھ جا بیٹھی۔۔

"کیا ہوا ایسے کیوں رک گئ تھی؟"

"اس ایلفی کی وجہ سے۔۔"انابیہ نے اسکی نظروں کا پیچھا کیا تو اس سفید بالوں والی بلی کو دیکھا جس کے ساتھ مناہل کارپٹ پر بیٹھے کھیل رہی تھی۔۔۔وہ زور سے ہنس دی۔۔

"کم آن تمہیں اب تک اس کی عادت نہیں ہوئ مجھے تو ہو گئ ہے۔جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تمہیں تو بلیوں سے نفرت نہیں تھی اور ہاں اس کا نام فلوفی ہے ایلفی نہیں۔۔۔"وہ جیسے اسے یاد دلاتے ہوئے بولی۔۔

"فلوفی نہیں ایلفی ہی جچتا ہے اس پر۔۔مجھے بہت بری لگتی ہے پیچھا ہی نہیں چھوڑتی۔۔"ابھی وہ کچھ اور بولتی ہی کہ فوراً سے اس بلی کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اس نے اپنی ٹانگیں اوپر کر لیں۔۔

"ہاہاہا سو کیوٹ!!دیکھو اسے تمھارے پاس آنا ہے۔مجھے لگتا ہے اسے تم میں عالیان دکھتا ہے۔۔"وہ بلی اپنی چھوٹی سی گردن کو اوپر کیے ردا کو دیکھ رہی تھی۔۔اور اس کی یہ حرکت دیکھ کر بیا کو اس پر بڑا پیار آرہا تھا۔۔

"خدا کو مانیں آپی مجھ میں ایسا کیا اس گھونسلے سے ملتا ہے۔۔"وہ خاصا بدمزہ ہوئ۔۔انابیہ نے نیچے جھک کر اسے اپنی گود میں لیا اور اس کے بال سہلانے لگی لیکن کچھ ہی سیکنڈز میں وہ سیدھا ردا کے اوپر کودی وہ اس سب کے لیے بلکل تیار نہیں تھی۔ایک چیخ تھی اس کی جس پر سب اسکی طرف متوجہ ہوئے۔۔

"خدا کا واسطہ ہے میرا پیچھا چھوڑ دو۔۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولی جبکہ فلوفی مزے سے اس کی گود میں سونے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ ناہیدہ بیگم اور احمد صاحب ان کو دیکھ کر ہنس دیے جبکہ ناصر صاحب پھر خاموش تھے اور اس خاموشی کو انابیہ نے ان کا چہرہ دیکھتے فوراً بھانپ لیا تھا۔۔

"میرے عالیان کی فیورٹ بلی ہے یہ۔" وہ زخمی سا مسکرائے۔۔ جبکہ ردا کے دل میں خیال آیا کہ شاید یہی وجہ ہے اسے یہ بلکل پسند نہیں ہے۔۔

"وہ آجائے گا آپ پلیز پریشان نہ ہوں۔۔" انابیہ نے انکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ان کو تسلی دینے کی بھرپور کوشش کی۔

"وہ کہاں ہے ؟؟ میں کیسا باپ ہوں جو اسے نہیں ڈھونڈ سکا۔۔" ان کی آواز لڑکھڑانے لگی۔

"آپ نے کوشش تو کی ہے نا اس کی خاطر امریکہ تک گئے کافی دن وہاں رہے اسے ڈھونڈنے کے لیے۔۔ مگر آپ پریشان نہ ہوں اس کا پتہ جلد لگ جائے گا۔۔ بس تھوڑا صبر سے کام لیں"

"کتنا صبر ؟؟ مجھے سمجھ نہیں آتا ہر آزمائش اور صبر سے مجھے ہی کیوں گزرنا ہوتا ہے جبکہ نہیں ہے مجھ میں صبر ایک ہمت تھی اب وہ بھی جواب دے گئی ہے۔۔" ان کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ چہرے کی رنگت زرد پڑنے لگی۔ آنکھوں میں ایک کرب سا ٹھہر گیا تھا۔۔

سفید چمکتی ہوئی ٹائلز پر چھت پر لگے ایل-ای-ڈی بلبز کی پڑتی روشنی ان ٹائلز کو مزید چمکدار بنا رہی تھی۔ ان ٹائلز سے آرائش راہداری پر اس کی ہائی ہیلز کی ٹک ٹک کا شور تھا۔ وہ نازک سراپے اور سنہرے بالوں والی لڑکی بلیک تھری پیس سوٹ پہنے مغرور چال سے چلتی جا رہی تھی۔ اسکی نیلی آنکھوں کا رخ سامنے لفٹ کی طرف تھا۔ لفٹ کا دروازہ کھلا۔۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا موبائل اپنے سامنے کیا۔۔ سکرین روشن کر کے ایک نمبر ملایا اور ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے ہاتھ سے فون کان

کے ساتھ لگائے وہ لفٹ کے اندر شیشے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ رنگ جا رہی تھی۔ لبوں پر شاطر مسکراہٹ ابھری۔

ناصر عالم اپنا سر ہاتھوں میں جکڑے بیٹھے تھے اور انابیہ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے ان کے بلکل ساتھ اداس سی شکل بنائے بیٹھی تھی۔۔ وہاں موجود سب لوگوں کے منہ پر تو جیسے خاموشی کے تالے لگ گئے تھے۔۔ پھر یکدم وہ خاموشی ٹوٹی۔ ٹیبل کے درمیان پر پڑے ایک فون کی رنگ سے۔۔ ناصر صاحب نے سر اٹھا کر دیکھا یہ انہی کے فون کی آواز تھی تھوڑا آگے ہو کر انہوں نے فون اٹھایا اور ایک غیر شناسہ نمبر کو آنکھیں چھوٹی کیے حیرت سے دیکھنے لگے۔ پھر کچھ سوچ کر کال آنسر کر کے کان سے لگایا۔۔ سب کی نظروں کا مرکز اس وقت ناصر عالم ہی تھے۔

"ہیلو!!" انکی آواز بھاری ہونے کے باوجود اس وقت نرم سی تھی۔

"ہیلو!! سسر جی کیسے ہیں؟؟" ایک لڑکی کی آواز ان کے کان سے ٹکرائی مگر لفظ سسر سن کے وہ کچھ حیرت کا شکار ہوئے۔۔

"کون بول رہا ہے؟؟" اب کی بار ان کی آواز سخت ہوئی۔ اب لگ رہا تھا جیسے ناصر عالم اپنے رعب میں آئے تھے۔

"لو یہ کیا بات ہوئی؟ میں آپکو سسر جی بول رہی ہوں اور غالباً ایک بہو ہی اپنے سسر کو سسر بولتی ہے آپ پھر بھی پوچھ رہے ہیں کون۔۔ ہاہاہا انٹرسٹنگ۔۔" لفٹ کا دروازہ کھل گیا وہ باہر نکلی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو لڑکی کونسی بہو؟ میری کوئی بہو نہیں ہے سمجھی۔۔" وہ بھڑکتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔ جبکہ ان کے منہ سے لفظ بہو سن کر سب پر ایک سکوت سا چھا گیا اور منہ کھولے ان کو دیکھے گئے۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپکا ایک ہی بیٹا ہے تو اس لحاظ سے میں آپ کی ایک ہی بہو ہوئی۔۔ Aliyan's wife!!" وہ پارکنگ ایریا میں پہنچ چکی تھی چہرے پر بے پناہ مسکراہٹ سجائے۔۔

ناصر صاحب اپنی جگہ ساکت کھڑے رہے۔انکو اپنے جسم سے روح نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔وہ اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب ہوئی اور ایسا اسے دوسری طرف کی مکمل خاموشی بتا رہی تھی۔۔ایک فاتحانہ مسکراہٹ لیے اس نے اپنے چہرے پر پھسلتی لٹ کو کان کے پیچھے کیا اور فاتحانہ چال لیے اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگی۔۔

انابیہ کچھ کہنے کے لیے آگے بڑھی تو ناصر نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔۔

"میرا بیٹا کہاں ہے؟؟"لہجہ مزید تلخ ہوا۔

"جہاں بھی ہے بہت خوش ہے۔۔ان فیکٹ ہم دونوں ہی ساتھ بہت خوش ہیں آپ پلیز یقین کر لیجیے۔۔"

گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گی مگر گاڑی سٹارٹ نہ کی اور ایک ہاتھ سٹیرنگ پر رکھے فون کان سے لگائے وہ ایسے ہی بیٹھی رہی۔۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔۔"ان کے تاثرات ہنوز سخت تھے لیکن اگلے ہی لمحے انہیں ایما کا ایک زوردار قہقہہ سنائی دیا۔۔انہوں نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"ویری فنی سسر جی۔۔آپ کو لگتا ہے میں اتنی فارغ ہوں جو آپکے ساتھ مذاق کرنے کے لیے کال کروں گی۔۔"وہ یکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔۔"ذرا اپنا واٹس ایپ چیک کیجئے گا پلیز۔۔"

انہوں نے فوراً سے فون سامنے کر کے دیکھا اور جو دیکھا اس کے بعد ان کو لگا کہ وہ اندھے ہو گئے ہیں اور مزید کچھ نہیں دیکھ سکیں گے۔۔ان کے چہرے کی اڑتی ہوئی رنگت دیکھ کر بیا فوراً سے آگے ہو کر موبائل کی روشن سکرین کو دیکھنے لگی۔اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔۔سامنے دو پکچرز تھیں جن میں سے ایک نکاح نامے کی

تھی اور دوسری عالیان کے ساتھ ایک خوبصورت دلہن کی۔یہ وہی لڑکی تھی جس کی تصاویر عالیان کے ساتھ وہ انسٹا گرام پر دیکھتی رہی تھی۔۔۔وہ ہکا بکا سی رہ گئی۔

ناصر نے کچھ کہنے کے لیے فون دوبارہ کان سے لگایا لیکن اس کی آواز پر چپ سے ہو گئے۔۔

"یہ ہمارے نکاح کے پیپرز ہیں اور جو ہم دونوں کی پکچر آپکو دکھ رہی ہے یہ ہمارے نکاح کے دن کی ہے۔۔ کائنڈلی اب یقین کر لیجیے۔"

"میری اس سے بات کروائو۔۔"ناصر کو اپنی آواز کسی کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"سوری وہ آپ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔۔وہ آپ سب کو بھول چکا ہے۔اور آپ لوگ بھی اسے ڈھونڈنے میں اپنی انرجی ویسٹ نہ کریں۔اسے اپنی زندگی گزارنے دیں اور ہاں وہ واپس کبھی نہیں آئے گا اس کا انتظار کرنا بھی فضول ہے۔۔"اس نے کال نہیں کاٹی تھی وہ ان کے اگلے جملے کے انتظار میں تھی مگر ناصر کے پاس تو جیسے الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے۔۔۔

"اسے بھول جائیں اور اگر نہیں بھول سکتے تو اس کے ساتھ اسکی وائف یعنی مجھے بھی یاد رکھیں۔۔۔"کہتے ساتھ اس نے کال کاٹ دی اور گاڑی سٹارٹ کر کے وہاں سے نکل گئی۔۔۔

ناصر اسی طرح بے یقینی کے عالم میں صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئے۔۔ان کا حلق خشک تھا اور دماغ جیسے مائوف تھا۔سب لوگ بغور انکا زرد چہرہ دیکھنے لگے احمد انکی حالت دیکھتے فوراً سے ان کے سامنے آکر بیٹھے۔۔

"بھائی آپ ٹھیک ہیں ؟؟"وہ بلکل ان کے سامنے زمین پر بیٹھے تھے۔۔انابیہ نے بمشکل گلے میں ابھرتی گلٹی کو نیچے کیا بات کی تہہ تک تو وہ تقریباً پہنچ ہی چکی تھی۔۔

"ردا پانی لے کر آئو۔۔"ناہیدہ کے کہتے ردا فوراً سے اٹھی اور پانی لینے چلی گئی۔۔

"بھائی کچھ تو بولیں؟ بیا تم ہی بتادو کیا ہوا ہے کس کی کال تھی؟؟" احمد نے صدمے میں کھڑی انابیہ سے پوچھا جو انکی آواز پر ہوش میں آئی۔۔ وہ خاموش رہی کچھ نہ کہہ سکی۔۔

"عالیان نے شادی کرلی۔۔" ناصر بمشکل بول پائے۔۔ کسی چیز کے گرنے کی آواز پر ان سب نے دروازے کی طرف کھڑی ردا کو دیکھا جس کے ہاتھ سے یہ جملہ سنتے ہی پانی سے بھرا کانچ کا گلاس چھوٹ کر فرش پر گرتے چکنا چور ہو گیا۔۔ پھر ہوش میں آتے ہی وہ جھک کر کانچ اٹھانے لگی اسی دوران پیچھے سے کام والی نے اسے روکا اور خود اٹھانے لگی وہ اٹھ کر بمشکل دو قدم لیتے پیچھے ہوئی۔۔ نظریں ہنوز کانچ کے ٹکڑوں پر تھیں اور دماغ کہیں اور۔۔ انابیہ حیرت سے اسے دیکھے گئی اور پھر ناصر صاحب کی آواز سنتے ان کی طرف گھومی۔۔

"وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ وہ میرا بیٹا ہو کر ایسا کیسے کر سکتا ہے؟؟" وہ تقریباً چیخ رہے تھے غصے سے دھاڑ رہے تھے۔۔ جبکہ احمد بے یقینی سے انہیں دیکھے گئے۔۔

"پلیز تایا ابو آپکی طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔ بابا پلیز ان سے کہیں نا۔۔" وہ راحیلہ کو کھو چکی تھی مزید اس میں ہمت نہیں تھی اس سے انکی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔۔

"بھائی ریلیکس ہو جائیں۔۔" وہ ان کو پر سکون ہونے کا تو کہہ رہے تھے لیکن وہ خود ایک گہرے صدمے میں تھے۔ نظریں اٹھا کر انہوں نے انابیہ کو دیکھا جو مکمل طور پر ناصر صاحب کی طرف متوجہ تھی۔ وہ اسکی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو دیکھ رہے تھے وہ اسے دیکھ رہے تھے۔۔

(بابا عالیان اچھا نہیں ہے وہ بہت برا ہے میں اس سے شادی نہیں کر سکتی۔۔) بیا کی وہی روتی ہوئی آواز انہیں پھر سے یاد آنے لگی۔

(بابا آپ یقین کرے میرا میں سچ بول رہی ہوں اس نے کہا تھا کہ وہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔)انابیہ کی آواز ان کو ان کے کانوں کے پردے پھاڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ آج انکو اپنی بیٹی کا یقین نہ کرنے کا بہت افسوس ہو رہا تھا ان کے دل میں ایک تکلیف سی اٹھی تھی۔۔

(میں نے غلط انسان سے محبت نہیں کی تھی۔۔) بے ساختہ انہوں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔انابیہ نے یکدم انکو دیکھا اور فوراً ان کی طرف بڑھی۔۔"بابا!!" اسکی آواز پر ناصر نے سر اٹھا کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا جو دل پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔۔

"احمد۔۔" وہ فوراً انکی طرف بڑھے۔۔انابیہ اور ناہیدہ نے ان کو سہارا دیتے صوفے پر بٹھایا۔ مناہل پانی کا گلاس پکڑے کھڑی تھی انابیہ نے مڑ کر اس سے پانی لیا اور احمد صاحب کو پلانے لگی۔۔انہوں نے دو گھونٹ پانی پیا اور بمشکل پیچھے ہوئے۔۔ردا باہر سیڑھیوں پر بیٹھی تھی اندر سے آتی آوازیں سنتے وہ بھاگتے ہوئے اندر گئی۔۔

"کیا ہوا ہے بابا کو؟"اس نے انابیہ کو سائڈ پر کرتے ہوئے آگے بڑھ کر انکو دیکھا۔۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔آپ۔۔۔لوگ پریشان نہ ہوں۔۔۔" وہ دل پر ہاتھ رکھے بمشکل بول پائے۔

"شہناز ڈرائیور کو بولو گاڑی نکالے جلدی۔۔"ناصر نے دروازے پر کھڑی کام والی کو حکم دیا اور احمد کو ہاتھ کے سہارے سے اٹھنے میں مدد دینے لگے۔۔

"ہمیں ابھی ہاسپٹل جانا ہے۔۔"

"نہیں بھائی جان میں ٹھیک ہوں اب۔۔" وہ تسلی دیتے ہوئے بولے۔۔

" بلکل نہیں ہم ابھی جائیں گے۔۔ناہیدہ تم بھی ساتھ چلو۔۔"ناہیدہ سے کہتے وہ احمد صاحب کا بازو اپنے کندھوں پر حائل کرتے ہوئے انہیں باہر لے جانے لگے۔۔

"تایا ابو میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔۔"انابیہ فوراً انکے سامنے ہوتے ہوئے بے چینی سے بولی۔۔

''نہیں بچے زیادہ فکر کی بات نہیں ہے تم یہیں اپنی بہنوں کے پاس رکو دیکھو ان کی حالت انکا خیال رکھو۔۔ ہم جلد واپس آئیں گے۔۔''انکی بات سنتے انابیہ سائڈ ہوئی اور روتی ہوئی مناہل کے پاس جاکر اس کے آنسو صاف کرنے لگی۔ایک نظر ردا کو دیکھا جو بلکل خاموش کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں صوفے پر بیٹھی تھی۔۔ وہ لوگ جا چکے تھے۔۔

''آپی۔۔ بابا کو کچھ نہیں ہوگا نا۔۔ ہاں انکو کچھ نہیں ہوگا۔۔ وہ جلد واپس آئیں گے۔۔ انشاءاللہ وہ جلد آئیں گے۔۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔۔ انکو کچھ نہیں ہوگا۔۔''ردا تیز تیز بولے جا رہی تھی۔۔اس کے جسم پر کپکپی سی طاری تھی۔۔ آنسو گالوں پر پھسل رہے تھے۔۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی اور یہی کچھ حال انابیہ کا بھی تھا وہ کیا کرتی کس طرح کس کو چپ کراتی وہ تو خود بھاری تنفس کے ساتھ کھڑی تھی اسکی ٹانگوں میں جان نہیں تھی اسے لگا وہ ابھی لڑکھڑا کر گر جائے گی مگر اسے خود کو مضبوط کرنا تھا کم از کم وہ اپنی بہنوں کے سامنے یوں ہمت نہیں ہار سکتی تھی۔۔ وہ مناہل کا ہاتھ پکڑ کر ردا کے ساتھ جا بیٹھی وہ خود درمیان میں تھی دائیں طرف ردا اور بائیں طرف مناہل تھی اس نے دونوں کا سر اپنے دونوں کندھوں پر رکھا اور باری باری انکا سر تھپتھپانے لگی۔۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔''وہ رندھی ہوئی آواز سے بولی۔۔ اسکی سانس تو بلکل رک ہی گئی تھی۔۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ سب اتنا اچانک ہو جائے گا۔۔ ہر طرف پھر سے خاموشی تھی۔۔ کافی دیر ہو گئی تھی وہ تینوں اسی طرح خاموش بیٹھی تھیں۔انابیہ اپنے پاس پڑے موبائل کو بار بار دیکھ رہی تھی اس دوران اس نے کافی دفعہ تایا ابو کا نمبر ملایا تھا مگر انہوں نے ایک دفعہ بھی کال اٹینڈ نہیں کی اس کی بے چینی میں اب مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

"بی بی جی کھانا لگادوں ؟"اس سے پہلے انابیہ اسے کوئی جواب دیتی اسکے فون کی رنگ بجنے لگی۔اس نے تیزی سے فون اٹھایا رداور مناہل بھی کرنٹ کھا کر اسے دیکھنے لگی۔۔"تایا ابو کالنگ" دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا اور دل پر ہاتھ رکھے کال اٹینڈ کی۔۔

"کب سے کال کر رہی تھی میں۔۔"وہ کال اٹھاتے ہی گلہ کرنے لگی۔۔

"ہاں میری جان معافی چاہتا ہوں نہیں پتہ چلا بس ہم گھر ہی آرہے ہیں احمد کا چیک اپ کر لیا ہے ڈاکٹر نے۔۔ سب ٹھیک ہے پریشان مت ہو ٹھیک ہے نا۔۔"وہ تحمل سے اسے تفصیل بتا رہے تھے۔انابیہ کی تو جیسے سانس میں سانس آئی اور مسکراتے ہوئے وہ اپنی بہنوں کی طرف گھومی اس کے چہرے کے تاثرات اور ایک مسکراہٹ دیکھ کر وہ دونوں سمجھ گئیں تھیں کہ سب ٹھیک ہے دونوں نے ایک پر سکون سانس خارج کی۔اس نے کال کاٹی اور شہناز کو آواز لگائی۔۔

"کھانا لگا دو وہ لوگ بھی آرہے ہیں۔۔"اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو شہناز بھی مسکرا کر سر ہاں میں ہلاتے کچن کی طرف چلی گئی۔۔

"عالیان نے یہ بلکل بھی ٹھیک نہیں کیا بھائی۔۔"احمد گاڑی کی بیک سیٹ پر موجود تھے اور ناہیدہ انکے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔۔ جبکہ ناصر فرنٹ پیسنجر سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے تھے۔۔

"نام مت لو اس کا۔۔"لہجے میں عالیان کے لیے سخت نفرت تھی۔۔

"ایسے نہ کہیں بیٹا ہے وہ آپ کا ویسے بھی اپنی زندگی کے فیصلے وہ خود کر سکتا ہے۔۔"ناہیدہ عالیان کی حمایت میں بولیں تو احمد نے سخت نظروں سے انکو دیکھا۔۔

"اگر اسے اپنی مرضی ہی کرنی تھی تو میری بیٹی کو کس آس میں انتظار میں رکھا۔۔ کیوں اسے میرے سامنے جھوٹا بنادیا۔۔ یعنی وہ بیچاری سچ کہتی تھی کہ عالیان کو شادی نہیں کرنی اس سے۔۔ افففف میں نے اپنی بیٹی کے ساتھ کیا کر دیا ناہیدہ۔۔ کیوں نہیں سنی اس کی میں نے آخر کیوں ؟؟" اسی پچھتاوے نے ان کو آگھیرا جو کل رات سے ان کو گھیرے ہوئے تھا۔ بس ان کا دل تھا وہ واپس جا کر انابیہ کے لیے سب ٹھیک کر لیں۔ وہ خود اس لڑکے سے بات کر لیں گے۔ ہاں وہ اپنی بیٹی کی خوشی اس کو پھر سے لوٹا دیں گے۔۔

"میں تم دونوں سے بہت شرمندہ ہوں بلکہ بیا سے بھی۔۔ یقین جانو میں کبھی معاف نہیں کروں گا اسے کبھی نہیں۔۔" ناصر کے چہرے کے تاثرات ہنوز سخت تھے۔

"اب اس سب کا کیا فائدہ بھائی جان میری بیٹی کے ساتھ تو زیادتی ہو گئی نا۔۔" ناصر کچھ نہ بول سکے۔ کچھ دیر کے لیے گاڑی میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی خطرناک ہوتی جا رہی تھی۔۔

گاڑی ہنوز سڑک پر چل رہی تھی۔ ان سے تھوڑا آگے ہی بائیں طرف ایک ٹرک تھا۔۔ ڈرائیور کو بلکل اندازہ نہیں تھا کہ ابھی تھوڑی ہی دیر میں کیا ہونے والا ہے وہ اپنی دھن میں نارمل سپیڈ سے گاڑی چلا رہا تھا۔ ٹرک بلکل اپنی لائن میں تھا یکدم سامنے والے ٹرک کے ڈرائیور نے ایک خطرناک ٹرن لے کر بلکل ان کے سامنے روک دیا۔۔ ڈرائیور نے ایک زوردار بریک دینے کی پوری کوشش کی لیکن جو ہوا سب آنا فاناً ہوا اسے کچھ سمجھ نہ لگی اور گاڑی اس بھاری بھرکم ٹرک سے جا ٹکرائی۔۔

"آپی آپی!!!" وہ صوفے سے اٹھتے فوراً انابیہ کے پاس بھاگتے ہوئے کچن میں گئی۔ وہ اس وقت شہناز کے ساتھ کھانے کا بندوبست کر رہی تھی کہ یکدم ردا کی آواز پر پلٹی۔۔

"کیا ہوا ہے ردا؟" وہ براہراست ردا کی آنکھوں میں دیکھے گئ۔۔

"پلیز ایک دفعہ پھر سے کال کر کے پوچھیں ناان سے۔۔۔" وہ ڈری سہمی سی لگ رہی تھی۔

"ابھی تو بات ہوئی تھی آجائیں گے کیوں پریشان ہوتی ہو؟"

"نہیں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے بس ایک دفعہ۔۔ پھر نہیں کہوں گی آپ سے بس ایک دفعہ اور تسلی مل جائے مجھے پلیز!!" وہ کپکپائی ہوئی آواز سے کہے جارہی تھی یکدم انابیہ کے چہرے کے تاثرات بھی بدلے اور سر اثبات میں ہلاتے اس نے دوبارہ کال ملائی۔ رنگ جارہی تھی اس نے کان فون سے لگائے ردا کو مسکرا کر دیکھا لیکن بس رنگ ہی جارہی تھی دوسری طرف سے کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔۔ چہرے پر سے مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔۔

"میں دوبارہ ٹرائی کرتی ہوں۔۔" اس نے کپکپاتی انگلیوں سے کال دوبارہ ملائی۔۔ رنگ ہنوز جاری رہی تھی۔۔ اس کا دل خوف اور اندیشوں میں ایک بار پھر سے گھر چکا تھا۔۔

"نہیں اٹھا رہے؟؟" ردا نے آس بھری نگاہیں لیے اس سے پوچھا تو وہ سر نفی میں ہلانے لگی۔۔

"تم پریشان نہ ہو وہ پہلے بھی تو کال نہیں اٹھا رہے تھے نا لیکن دیکھو پھر خود کی تھی۔۔ ابھی آجائیں گے دیکھنا۔۔" ردا کا دل مزید تنگ سا ہونے لگا پتہ نہیں کیوں مگر اس کو بیا کی دی ہوئی تسلیوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔۔ وہ تیز قدم لیتی بیرونی دروازے کی طرف دوڑی اور وہیں کھڑی رہی۔۔ پیچھے کھڑی انابیہ پھر سے کال ملانے لگی اب تو کافی دیر ہو گئ تھی ہاسپٹل اب اتنا بھی دور نہیں تھا کہ اتنی دیر ہو جائے۔ وہ تھک ہار کر وہیں کرسی پر بیٹھ گئ۔۔

"مناہل کو دیکھو جا کر۔۔" شہناز اس کے حکم پر لائونج میں گئی تو دیکھا کہ وہ وہیں صوفے پر ہی سو گئی۔۔اس نے جا کر انابیہ کو بتایا تو اس نے کوئی بھی جواب نہ دیا بس ایسے ہی خاموش رہی۔۔اس کا دل وحشت سے دھڑک کے جا رہا تھا۔۔

"نہیں نہیں ماما جان کہتی ہیں مایوسی گناہ ہے ہمیں اچھے کی امید کرنی چاہیے سب بہتر ہو گا۔۔ تھنک پوزیٹیو انابیہ۔۔۔" وہ جیسے خود کو تسلیاں دیے جا رہی تھی اس کا دل تنگ ہونے لگا تو وہ بھی اٹھ کر ردا کے پیچھے چل دی موبائل اس کے ہاتھ میں تھا۔۔ردا بیرونی دروازے کے زینوں پر اک امید لیے بیٹھی تھی۔وہ بھی اس کے ساتھ آ بیٹھی مگر کچھ نہیں بولی کافی دیر خاموش رہی۔۔دونوں کی نظریں سامنے گیٹ پر تھیں۔۔

گاڑی کا تو حلیہ اب پہچاننے والا ہی نہیں تھا۔۔ شیشے چکنا چور تھے۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا۔ پیچھے احمد صاحب کی طرف کا دروازہ اور آگے ناصر صاحب کی طرف کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ باہر سڑک پر گرے پڑے تھے۔۔احمد کی کراہتی ہوئی آواز صرف وہ خود سن سکتے تھے۔۔ سر پر گہری چوٹ چہرہ خون سے لت پت۔۔ بمشکل گردن موڑ کر انہوں نے ناہیدہ کی طرف دیکھا جن کی گردن دوسری طرف ڈھلکی ہوئی تھی اپنا ہاتھ انکی طرف بڑھانے کی کوشش کی مگر ساری طاقت جواب دے گئی۔۔

"آہ۔۔بھائی۔۔" وہاں مکمل خاموشی تھی۔ وہ ہل نہیں پا رہے تھے۔ سوائے احمد کے سب کی آنکھیں بند تھیں۔ کسی کے قدموں کی آہٹ پر انہوں نے باہر کی طرف دیکھا ایک شخص فاتحانہ مسکراہٹ لئے انکی طرف جھکا۔۔ چہرہ پہچاننے میں انہیں لمحے بھر کی دیر نہ لگی۔۔

"جہان زیب!!!" مشکل سے ان کے لب ہلے۔۔ وہ ہنوز مسکرائے جارہا تھا۔اور پھر ایک قہقہہ تھا جواس کا گونجا تھا۔۔

"کیا کہا تھا تم نے تم زندہ ہو مجھے قبر تک پہنچانے کے لیے تم زندہ ہو۔۔۔ ہاہاہا!!" پھر ایک قہقہہ احمد اپنی جگہ سے ہل نہیں پارہے تھے۔۔ "لیکن دیکھو میں زندہ تھا تمہیں قبر تک پہنچانے کے لیے۔۔ "تاثرات سخت تھے۔۔ اچانک وہاں لوگوں کی گاڑیوں کا ہجوم سالگ گیا سب ان کی گاڑی کی طرف بڑھنے لگے۔

"ارے ارے دیکھو کوئی بچالو انہیں۔۔۔ "نہایت اداکاری سے جہانزیب اونچا اونچا کہنے لگا۔۔ پھر احمد کی طرف جھکا۔۔

"تم اگر یہاں بچ بھی گئے تو ہسپتال میں نہیں بچو گے۔۔اب دیکھتے ہیں تمھاری قسمت۔۔۔ "وہ دوبارہ ہنستے ہوئے پیچھے ہوا اور لوگ ان کو گاڑی سے نکال رہے تھے۔۔ایمبولینس کا شور ان کے کانوں میں گونج رہا تھا۔۔

"اتنا بے بس کوئی کیوں ہو جاتا ہے؟ "لوگ انہیں اسٹریچر پر ڈال رہے تھے اچانک سارا منظر دھندلا سا گیا انکی آنکھیں بند ہو رہیں تھیں۔ایک اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔کانوں میں آوازیں آنا بھی بند ہو گئیں تھیں۔۔ مکمل تاریکی مکمل خاموشی!!

"بس بہت ہو گیا۔میرا سارا صبر جواب دے گیا ہے۔۔ میرا دل بند ہو جائے گا آپی کچھ کریں نا۔۔۔ "ردا زینوں پر سے اٹھتے ہوئے تیزی سے بولی۔۔انابیہ نے ریلنگ سے ٹیک لگائے زخمی نظروں سے اسے دیکھا دل تو اس کا بھی بند ہو رہا تھا کیونکہ اب تو بے حد دیر ہو گئی تھی اور ان کی کوئی خبر نہیں تھی۔۔وہ وہیں ساکت جسم لیے بیٹھی رہی۔۔یکدم اس کی توجہ ساتھ پڑے فون نے کھینچی۔۔اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا لیکن سامنے

وہ نمبر نہیں تھا جس کا اسے انتظار تھا کوئی اوران نون نمبر تھا۔اس نے حیرت سے نمبر کو دیکھا اور پھر ردا کو جو اسے اشاروں میں کال اٹینڈ کرنے کا کہہ رہی تھی۔۔کچھ سوچتے سمجھتے اس نے کال اٹینڈ کی۔۔

"ہیلو!!کیاانابیہ بات کر رہی ہیں؟؟"ایک پتلی سی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔۔

"جی میں انابیہ ہوں۔۔آپ کون؟؟"کچھ ڈرتے سہمتے اس کے لب ہلے۔۔

"ڈاکٹر حاجرہ۔۔ناصر صاحب آپ کے کیا لگتے ہیں؟؟"

"میرے تایا ہیں۔۔آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟؟" اس نے ڈاکٹر کو گہرا سانس لیتے سنا۔

"آپ کو تحمل اور ہمت سے کام لینا ہوگا۔آپ کے تایا کا شدید قسم کا کار ایکسیڈنٹ ہوا ہے ان کے ساتھ کچھ افراد اور بھی تھے۔۔آپ کو اسی وقت ہاسپٹل آنا ہوگا۔۔"اس کے حواسوں نے کام کرنا بند کر دیا۔۔وہ سانس لینا بھول گئی۔۔وجود بھاری لگنے لگا۔۔موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرا۔۔اس کے قدم لڑکھڑائے۔ردا نے بجلی کی تیزی سے اسے بازو سے تھاما۔۔اس کی ٹانگوں میں جان نہیں تھی ایک پل کے لیے اسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سب سے مشکل کام لگا۔۔"آپی!!!"ردا نے اسکی سفید پڑتی رنگت دیکھتے ہوئے اسے جھنجھوڑا۔۔

"ایکسیڈنٹ ردا۔۔یہ کیا ہو گیا؟"وہ خوف کے عالم میں بولی تو ردا آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگی۔۔انابیہ تیز قدم لیتے گاڑی کی طرف بھاگی ردا بھی فوراً سے اس کے پیچھے گئی۔۔ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے اس نے گاڑی سٹارٹ کی ردا اسکی برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔۔چوکیدار نے گیٹ کھولا اور وہ ریورس کرتے گاڑی باہر لے آئی۔۔سڑک پر پہنچتے اس نے گاڑی کی سپیڈ بڑھائی۔۔ان چھ مہینوں میں اس نے اور ردا نے ناصر صاحب سے ڈرائیونگ سیکھ لی تھی اور یہ پہلی دفعہ تھا جب وہ اکیلے اس طرح سڑک پر گاڑی دوڑائے جا رہی تھی۔اس

کے ساتھ بیٹھی حواس شل لیے ردا سامنے سڑک کو دیکھ رہی تھی۔۔ ہاسپٹل کے سامنے اس نے گاڑی روکی اور خود کو بھاگتے ہوئے پایا۔۔ راہداری پر وہ مسلسل اپنی بے جان ٹانگوں سے بھاگے جا رہی تھی۔

"یا اللہ مجھے کسی ایسی آزمائش میں مت ڈالنا۔ میں برداشت نہیں کر سکوں گی۔۔" سامنے ہی اسے آئی-سی-یو سے نکلتی ڈاکٹر دکھائی دی وہ فوراً سے اس کی طرف بھاگی۔۔

"ڈاکٹر میں انابیہ۔ میرے گھر والے سب کیسے ہیں؟؟" وہ روانی مگر تھکی ہوئی سانس میں بولے جا رہی تھی۔

ڈاکٹر نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔

"ناصر صاحب کو ہم نے روم میں شفٹ کر دیا ہے۔۔ احمد صاحب آئی-سی-یو میں ہیں انکی ہارٹ بیٹ نارمل نہیں ہو رہی وہ کافی زخمی حالت میں لائے گئے تھے۔۔" انابیہ کے آنسوؤں کی رفتار تیز ہو گئی وہ اپنا سر پکڑے کھڑی تھی۔۔

"ماما۔۔ میری ماما جان وہ کہاں ہیں؟؟ آپ نے ان کا ذکر نہیں کیا بتائیں نا؟؟" وہ ڈاکٹر کے دونوں بازوؤں کو جکڑتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔

"وہ جو عورت تھی ان کے ساتھ؟؟"

"تھی؟؟؟" بیا نے زیر لب دہرایا۔۔ "کیا مطلب ہے آپ کا تھی؟؟ ہاں" وہ چیخنے لگی۔۔

"آئی ایم سوری!! آپکی ماما اور ڈرائیور حادثے والی جگہ پر ہی دم توڑ گئے تھے انکی ڈیڈ باڈی کو یہاں لایا گیا تھا۔"

ڈیڈ باڈی اس کی ماں کی ڈیڈ باڈی!! کوئی اس کے سامنے اتنی آسانی سے ایسے یہ کہہ دے گا اسے اندازہ نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ پتھرائی سی کھڑی تھی۔۔

"ایسا نہیں۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر گلے میں اٹکا اسکے آنسوؤں کا پھندا اس کے لفظ دبا گیا۔۔ وہ قدم لیتے پیچھے گئی اور یکدم زمین پر گر گئی۔۔ وہ ڈاکٹر فوراً اس کی طرف بڑھی۔۔

"نرس!! پیچھے وہ لڑکی بے ہوش ہو گئی اُسے اٹھا کر روم میں لے کر جائیو۔۔ ہری اپ!!!۔" وہ پیچھے کھڑی نرس پر چیختے ہوئے بولی۔اس کا اشارہ ردا کی طرف تھا جو ماما جان کی موت کا سنتے ہی زمین پر ڈھیر ہو گئی تھی۔۔ "انابیہ ہوش کرو۔۔" وہ اسکو بازو سے پکڑے بیٹھی تھی۔۔

"ماما۔۔ میں کیسے رہوں گی؟؟" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔ "خود کو سنبھالو تمہیں ہمت سے کام لینا ہو گا۔۔" وہ اس سے کہہ رہی تھی تبھی پیچھے سے ایک نرس دوڑتے ہوئے آئی۔۔

"ڈاکٹر پیشنٹ بار بار کسی بیا کو پکار رہے ہیں انکی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔۔" بس اس کے یہ کہنے کی دیر تھی بیا فوراً سے اٹھی اور بھاگتے ہوئے آئی-سی-یو میں گئی۔۔ سامنے ڈھیروں پائپوں میں جکڑے چہرے پر آکسیجن ماسک پہنے وہ ادھ کھلی آنکھوں سے انابیہ کو اندر آتا دیکھ رہے تھے۔۔اس کے قدم بھاری ہونے لگے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔ایک قدم۔۔ دوسرا قدم۔۔ تیسرا قدم۔۔ وہ بمشکل چلتے ہوئے ان کے قریب آئی۔۔ احمد نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو بیا نے فوراً جھک کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔۔ دوسرے ہاتھ سے انہوں نے آکسیجن ماسک اتارا۔اس نے روکنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اتار دیا۔انکی آنکھوں سے آنسو بہہ کر انکے کان کی لو کو چھو رہے تھے۔۔

"مجھے معاف کر دو بیا۔۔" وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولے تو انابیہ ان کے چہرے پر نرمی سے ہاتھ پھیرنے لگی۔

"ایسا مت کہیں بابا پلیز ٹھیک ہو جائیں۔۔۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"ایک بار کہہ دو تم نے مجھے معاف کیا۔۔" اپنے ہاتھوں میں پکڑا ان کا ہاتھ اس نے اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

"خدا کے لیے بابا۔۔ مجھے گناہگار مت کریں۔۔ میں آپ کو بھی نہیں کھو سکتی۔۔۔" اس کے جسم سے بھی جان جا رہی تھی اور پیروں پر کھڑا ہونا اس وقت سب سے بڑا عذاب تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی ایسے کہ اس کا چہرہ بابا جان کے چہرے کے بلکل قریب تھا۔

"میں تمہارا گناہ گار ہوں میں ہوں۔۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بہتی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔۔

"ناہیدہ۔۔۔وہ کہاں ہے کیسی ہے؟؟" اس سوال پر اس نے کوئی جواب نہیں دیا بس پھوٹ کر بلند آواز سے رونے لگی اور انکے سینے پر سر رکھ گئی۔ وہ اس کے اس طرح رونے کی وجہ سمجھ چکے تھے۔۔

"تبھی میں کہوں مجھے سانس۔۔(انہوں نے بمشکل سانس لیا) کیوں نہیں آرہا۔" انکی آواز سنتے وہ مسلسل روئے جارہی تھی۔ "وہ نہیں رہی تو میں کیسے زندہ رہ سکتا ہوں۔۔۔" اس نے تیزی سے چہرہ اٹھا کر تڑپ کر انہیں دیکھا۔۔۔

"بابا!!!" وہ درد سے چیخی۔۔"مت کریں ایسا میں مر جائوں گی پلیز آپ ٹھیک ہو جائیں۔۔۔" منت التجا سب تھا اس کی آواز میں۔ کاش وہ وقت کو یہیں روک سکتی یا اس کے بعد جو ہونا تھا اس سے پہلے وہ خود مر جاتی۔

"بیا!!" وہ یکدم تیز تیز سانس لینے لگے۔۔

"جہانزیب۔۔۔وہ جہان۔ وہ تھا وہاں۔۔۔" آواز دم توڑ گئی۔۔ان کا ہاتھ بیا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا وہ دم سادھے انہیں دیکھے گئی جیسے اس کی خود کی جان بھی ساتھ ہی نکل گئی ہو۔۔ وہ خاموش ہو گئے ہمیشہ کے لیے اس کے سامنے!!!! ڈاکٹر نے اس صدمے میں بیٹھی لڑکی کو پیچھے کیا اور احمد صاحب کے بے جان وجود کی طرف بڑھی۔ ان کا سانس رک چکا تھا دل کی دھڑکن رک چکی تھی۔۔ یہ کیسی آفت آپڑی تھی یہ کیسی قیامت آپڑی تھی یہ کیوں سارا کا سارا آسمان ایک ہی دفعہ میں اس کے سر پر آ گرا تھا۔ یہ کیوں ایک ہی دم میں اس کے اپنے اس سے چھن گئے تھے۔۔ یہ کیسی آزمائش تھی۔۔ سب سے بڑی آزمائش تو یہ تھی کہ وہ خود زندہ تھی۔ اسے یہ زندگی گزارنی تھی۔۔ جن کے بغیر وہ ایک منٹ نہیں گزار سکتی تھی اب اسے یہ زندگی گزارنی تھی۔۔

آج صحیح معنوں میں اس کا سب کچھ ختم ہو چکا تھا آج اس کا سب کچھ اجڑ چکا تھا۔۔اس کا چہرہ آنسوؤں سے مکمل بھیگ چکا تھا۔۔

"میں تم سے نفرت نہیں کرتا بیا۔۔" وہ پیچھے ہوتے ہوتے دیوار سے جا ٹکرائی اور اس سے لگ کر کھڑی رہی کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں کسی صدمے میں۔

"تم میری بڑی بیٹی ہو بیا میں کیسے نفرت کر سکتا ہوں تم سے تمھیں یہ نہیں سوچنا چاہیے۔۔" وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔۔اسکے قدم ساکت تھے جامد تھے۔۔اس نے دیکھا کہ ڈاکٹر حاجرہ اسکے بابا جان کی کھلی آنکھوں کو بند کر رہی تھیں۔کاش کہ وہ ڈاکٹر کا ہاتھ جھٹک سکتی اور وہ آنکھیں کبھی نہ بند ہونے دیتی۔۔لیکن سارا مسئلہ اس لفظ "کاش" کا ہی تو ہے۔۔اس نے بمشکل سانس لینے کی کوشش کی اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔۔

"خود کو سنبھالو انابیہ۔۔ تمھیں اللہ نے آزمائش کے لیے چنا ہے اور وہ صرف اپنے خاص بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔۔۔"ڈاکٹر حاجرہ اسکے کے سامنے آتے ہوئے بولی۔۔

آزمائش ؟؟خاص بندے ؟؟کیا میں ہوں خاص بندی ؟؟میں نے تو ہمیشہ اپنے والدین کی نافرمانی ہی کی تھی میں تو ضدی تھی اپنی چلاتی تھی۔۔انکا بھروسہ توڑا انکا مان توڑا۔ان کو کبھی نہیں سمجھا میں نے۔۔ہمیشہ تو ان کی محبت اور خلوص پر شک کیا۔۔یہ آزمائش نہیں ہے یہ سزا ہے میری۔۔!!

وہ یہ سب چیخ چیخ کر کہنا چاہتی تھی مگر اس کی آواز گلے میں دب گئی تھی مر گئی تھی۔۔اس کا دل تھا جو چیخ رہا تھا دھاڑے مار رہا تھا۔۔

"چلو انابیہ تمھارے تایا کو ہوش آگیا ہے ان سے مل سکتی ہو تم۔۔"اس نے کرنٹ کھا کر ڈاکٹر کو دیکھا جیسے اس کے جان میں جان آئی تھی۔۔

"وہ ٹھیک ہیں؟؟" آواز دبی ہوئی تھی۔۔ ڈاکٹر حاجرہ نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ لے جانے لگی۔۔۔ وہ لڑکھڑاتے قدم انکا ہاتھ پکڑے ان کے ساتھ کھنچتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئی جہاں ناصر صاحب آنکھیں بند کیے لیٹے ہوئے تھے۔۔ ان کے سر پر پٹی بندھی تھی۔۔ پیسنجر سیٹ پر ہونے کی وجہ سے انکے چہرے کا بیشتر حصہ شیشے کی وجہ سے زخمی تھا گلے پر بھی سٹچز کے نشان تھے۔۔

"کیا یہ ٹھیک ہیں؟؟" جس طرح کی انکی حالت تھی اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو یقین نہ کرتا کہ وہ ٹھیک ہیں۔۔ اس نے بے بسی سے ڈاکٹر کو دیکھا تو وہ نظریں چرا گئیں اور ہاتھ میں پکڑی ایک فائل کی طرف متوجہ ہو گئ ۔۔ کچھ تھا جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں جو وہ بتانا نہیں چاہ رہی تھیں مگر کب تک؟؟

انہوں نے بمشکل آنکھیں کھول کر سامنے کھڑی انابیہ کو دیکھا تو ہلکے سے اس کا نام لیا۔ انابیہ نے فوراً سے چہرہ ان کی طرف گھمایا۔۔ ایک آس تھی ایک ہلکی سی مسکراہٹ جیسے ان سے کہہ رہی ہو کہ بس وہی ایک آخری سہارا ہیں اس کا۔۔ اس تنہا دنیا میں اب وہی ہیں جو اسکا ہاتھ پکڑ کر ہر کٹھن راستہ اسے پار کرا سکتے ہیں۔۔

"احمد کہاں ہے مجھے اس کے پاس لے چلو۔۔۔" مشکل سے انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔۔ لیکن سامنے مکمل خاموشی تھی۔

"چپ کیوں ہو وہ سب ٹھیک ہے نا؟؟" ان کی ادھ کھلی آنکھیں بیا کے چہرے پر ٹکی تھیں۔۔ بنا سوچے سمجھے انابیہ نے سرہاں میں ہلا دیا۔۔ اس وقت وہ بس چاہتی تھی کہ تایا جان ٹھیک ہو جائیں انکی حالت ایسی نہیں تھی جو اتنی بڑی خبر برداشت کر سکتے۔۔

"بس گھر چلتے ہیں مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔ ان سے کہو مجھے ڈسچارج کریں مجھے میرے بھائی اور بھابھی سے ملنا ہے۔۔۔" وہ آہستہ آہستہ اپنا جملہ مکمل کرتے گئے۔۔ بیا نے اپنے آنسوؤں پر جو ضبط ان کے سامنے کر رکھا تھا وہ برقرار نہ رہ سکا۔۔ وہ فوراً سے دوسری طرف گھومی اور منہ پر ہاتھ رکھے بے دردی سے روتی گئ۔۔ ناصر

صاحب نے آنکھیں دوبارہ بند کرلیں وہ شاید انجیکشن کے زیر اثر تھے۔۔ کچھ دیر ایسے ہی روتے روتے اس نے اپنا چہرہ رگڑا آنسو پونچھے اسی دوران ایک اور نرس بھاگتے ہوئے آئی تھی۔۔

"ڈاکٹر حاجرہ وہ لڑکی ہوش میں آگئی ہے اور بہت شور کر رہی ہے۔۔" ڈاکٹر فائل ہاتھ میں پکڑے فوراً اس کے پیچھے بھاگی۔ انابیہ کو تو جیسے اب ہوش آیا تھا کہ وہ اکیلی تو یہاں نہیں آئی تھی اسکے ساتھ ردا بھی تھی جسے اس سب میں وہ بلکل بھول گئی تھی۔۔ اب اسے اس کو بھی تسلیاں دینا تھیں اسکے آنسو بھی پونچھنے تھے اسے بھی سب بتانا تھا۔۔

"کیوں اللہ جی کیوں؟؟ مجھ میں تو صبر نہیں تھا۔۔ مجھے ہی کیوں اس آزمائش میں ڈال دیا؟" تر آنکھوں سے کہتے فوراً انکے پیچھے بھاگی۔۔ وہاں پہنچتے ساتھ اس نے دیکھا ردا بے دردی سے اپنی ڈرپس اتار رہی تھی۔۔ نرس اسے روکنے کی مسلسل کوشش کر رہی تھی مگر وہ کسی کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔۔ اور وہ ڈرپ اتارنے میں کامیاب ہوئی۔ انابیہ نے دیکھا اسکے ہاتھوں پر خون تھا وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھی۔۔

"ردا کیا کر رہی ہو؟؟" وہ سوجی ہوئی آنکھوں مگر غصے سے اس پر بھڑکی۔۔

"آپی ماما جان کہاں ہیں؟؟ کہاں ہیں وہ؟؟" وہ انابیہ کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے بولی تو انابیہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔ "ایک بار کہہ دیں وہ ٹھیک ہیں بس ایک بار۔۔ خدا کی قسم میں بلکل چپ بیٹھ جاؤں گی ذرا سی چوں نہیں کروں گی۔۔ ایک بار کہہ دیں نا آپی۔۔۔ بولیں نا کچھ بول کیوں نہیں رہی آپ؟؟" وہ چیختے ہوئے روتے ہوئے تڑپتے ہوئے اسے جھنجھوڑ رہی تھی۔۔ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی پیر جیسے زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔۔ انابیہ نے اسکا سرخ ہوتا روتا ہوا چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں لے لیا۔۔

"ردا میری جان!!" ردا نے سسکتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔ وقت تھم گیا رک گیا۔۔ وہ اسکے اگلے الفاظ کی منتظر تھی۔۔

"ماما جان اور بابا جان کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔۔" نہایت ہی دھیمی آواز میں اس نے اس سے کہا تھا لیکن لفظ ایسے تھے کہ ردا کو لگا کوئی زور سے اس کے کان میں چیخا ہے۔اس کے اعصاب جواب دے گئے۔۔ کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔۔ جواب تک چیخ رہی تھی چلا رہی تھی وہ یکدم خاموش ہو گئی۔۔

رونقیں تھیں جہاں میں کیا کیا کچھ
لوگ تھے رفتگاں میں کیا کیا کچھ

اب کی فصل بہار سے پہلے
رنگ تھے گلستان میں کیا کیا کچھ

کیا کہوں اب تمہیں خزاں والوں
جل گیا آشیاں میں کیا کیا کچھ

یہ اس کی زندگی میں وہ پہلی رات تھی جب اسے سب سے پہلا پینک اٹیک آیا تھا۔وہ اکیلے کمرے میں نیم اندھیرا کیے بیٹھی تھی۔اس کے سامنے چیزوں کا پھیلاوا تھا۔ماما جان اور بابا جان کے کپڑے۔۔ان کی تصویریں اور دیگر چیزیں جن کا استعمال وہ اپنی زندگی میں کرتے تھے۔آنکھوں سے پانی زار و قطار جاری تھا۔ان کے کپڑوں سے ویسی ہی خوشبو اٹھ رہی تھی جیسے روزان سے آتی تھی۔جانے والے چلے جاتے ہیں لیکن اپنی

خوشبو چھوڑ جاتے ہیں چلو تھوڑا ترس تو ہم پر کھاتے ہیں۔اس نے سارے کپڑے اکٹھے اٹھا کر اپنے سینے سے لگائے اور رونے لگی لیکن دبی دبی سسکیوں سے۔

"میں کیا کروں؟ میں کیسے آپ کو انصاف دلاؤں گی؟ میں کیسے خود کو مضبوط کروں ماما جان؟ کیوں آپ نے مجھے لڑنا نہیں سکھایا کیوں مجھے عام لڑکیوں کی طرح زندگی گزارنے دی؟" وہ بھاری دل سے کہتی گئی۔اس بار وہ بلند آواز میں نہیں روئی۔ کچھ دیر ایسے ہی گزر گئی تب اسے احساس ہوا اس کے ساتھ کچھ عجیب ہو رہا تھا جو آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔اسے محسوس ہوا اس کے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ کپڑے وہیں فرش پر رکھ کر اس نے اپنے ہاتھ سامنے کر کے دیکھے پھر اسے معلوم ہوا نہ صرف ہاتھ بلکہ اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ کیا سردی کی وجہ سے؟ لیکن اسے تو ٹھنڈ نہیں لگ رہی تھی۔۔ اگلے ہی لمحے وہ ایک درد سے کراہ کر رہ گئی۔بے ساختہ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔اس کے سینے میں بہت تکلیف ہو رہی تھی ساتھ ہی وہ مسلسل کانپ رہی تھی۔ اسے سانس لینے میں بھی مشکل ہونے لگی تھی۔ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟ چند منٹوں میں اس کا چہرہ پسینے سے بھر گیا تھا۔ وہ فوراً سے کھڑی ہوئی اور اگلے ہی لمحے وہ دڑ سے زمین پر گری۔اس کی ٹانگوں میں بلکہ پورے جسم میں جان نہیں تھی۔ گرتے ساتھ ہی وہ زمین پر لیٹ گئی اور کانپتے ہوئے بلند آواز سے رونے لگی۔ اس کا ایک ہاتھ سینے پر تھا اور دوسرا بے جان زمین پر پڑا تھا۔ کیا وہ مرنے والی تھی؟

"نہیں نہیں۔۔ "اس نے چیخنا شروع کر دیا چلانا شروع کر دیا۔۔

"ردا۔۔ردا۔۔" وہ مسلسل اسے ہانپتے ہوئے آوازیں دے رہی تھی لیکن کوئی نہ آیا۔ کچھ ہی دیر میں اس کا سر چکرانے لگا۔۔ پھر سب کچھ دھندلانے لگا۔۔اور پھر اندھیرا چھانے لگا۔اس کی آواز اس کی آنکھوں کے ساتھ بند ہو گئی۔

بے بسی کی وہ کون سی آخری حد ہوتی ہے جس میں انسان خود کو تنہا محسوس کرتا ہے؟؟؟جب والدین ساتھ چھوڑ جائیں۔جب آپ انہیں شہر خاموشاں میں تنہا مٹی تلے دبا آئے۔۔خود سے دور بہت دور چھوڑ آئیں وہاں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔۔تب آپ کو سمجھ آتی ہے کہ اب تھپکی دینے والا کوئی نہیں ہے نہ بائیں طرف نہ دائیں طرف۔

اس نے گردن دائیں طرف گھمائی۔۔ماماجان اس کے ساتھ کھڑی تھیں مسکراتے ہوئے آسمان کو دیکھ رہی تھیں۔

"خود کو اکیلا مت سمجھنا بیا۔۔تم اکیلی نہیں ہو۔۔ہار مت ماننا۔۔حالات سے مت گھبرانا۔۔لڑنا چاہے اکیلے ہی لڑنا پڑے مگر لڑنا اپنی بہنوں کے لیے۔۔انکی ڈھال بننا۔۔انکی ماں بننا۔۔۔" وہ مسکرائی تو بیا بھی مسکرادی۔۔چاند کی روشنی انکے چہرے کو مزید روشن کررہی تھی۔۔اس نے گردن بائیں طرف گھمائی۔۔باباجان اس کے ساتھ کھڑے تھے نظریں آسمان پر تھیں۔۔

"تم میرے لیے وہ خزانہ تھی جسے میں دنیا کی نظروں سے چھپا کر رکھنا چاہتا تھا۔۔تم مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی۔۔میں نے تم سے کبھی نفرت نہیں کی صرف اس دنیا سے کی۔۔" انکی نظروں کا کارخ اب بیا کے چہرے پر تھا۔۔"اگر کوئی تم سے کہے کہ تمھارے ارد گرد دشمن ہیں تو یقین کرلینا کہ ایسا ہے۔۔ہر انسان کا کوئی دوسرا انسان دشمن ہوتا ہے۔جو آپکے پیچھے آپکو نقصان پہچانے کے منصوبے بنارہا ہوتا ہے۔۔بس ان کے منصوبوں کو کس طرح ناکام کرنا ہے یہ آپ کی صلاحیتوں پر ہے۔۔۔"اس نے بغور انکا چہرہ دیکھا اور پھر آسمان کو دیکھنے لگی۔۔کچھ ہی سیکنڈز کی دیر تھی اس نے دائیں دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔۔اس نے بائیں دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔۔یکدم اس کی کی آنکھ کھلی۔۔وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھی۔۔وہ جہازی سائز کے بیڈ کے عین درمیان

میں لیٹی تھی۔۔اس نے تیزی سے دائیں دیکھا وہاں ردا تھی گہری نیند میں۔۔پھر اس نے بائیں دیکھا وہاں مناہل تھی نیند میں خراٹے لیتی۔۔گہرا سانس بھرتی وہ بے ساختہ مسکرا دی۔۔

"خود کو اکیلا مت سمجھنا بیٹا۔ تم اکیلی نہیں ہو۔" ماما جان کی آواز اسے پھر سے سنائی دی۔۔وہ پھر مسکرا دی۔۔

اور دوبارہ سے خود پر کمبل ڈالتے وہ لیٹ گئی۔۔ چھت کو کچھ دیر تکنے کے بعد اس نے آنکھیں موند لیں۔لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اب بھی تھی اور اب تو دل کو بھی سکون تھا۔۔اسے جینا تھا اپنوں کے لیے اسے جینا تھا۔وہ خود کو سنبھال لے گی سب کے لیے۔وہ قربانی دیتی رہے گی جیسے دیتی رہی ہے۔اب وہ اپنے آنسوؤں اپنی تکلیفوں کی قربانی دے گی۔اپنا ہر دکھ پرے رکھ کر اپنوں کا دکھ دیکھے گی۔اپنے آنسو خود میں چھپا کر وہ سب کے آنسو پونچھے گی۔۔

نومبر کی یہ آخری تاریخیں تھیں۔۔کچن میں موجود وہ شہناز کے ساتھ کھانے کا انتظام دیکھ رہی تھی۔اس ایک ہفتے میں وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔۔اپنے ایموشنز اپنے آنسو دل میں دبائے وہ بظاہر اپنے آپ کو بہت مضبوط دکھا رہی تھی لیکن وہ اندر سے کتنی بکھری ہوئی تھی یہ بس وہ جانتی تھی۔۔ردا اور مناہل کو بھی باتوں باتوں میں ہنسانے کی کوشش کرتی تھی مناہل تو کس حد تک سنبھل بھی گئی تھی مگر ردا ہنوز خاموش ہی رہتی تھی اور اسکی خاموشی اس کو بھی بہت اداس کرتی تھی۔۔

"شہناز جاؤ ردا اور مناہل کو کھانے کے لیے بلا لاؤ۔۔" وائٹ کلر کا لمبا فراک اور اس کے اوپر ہلکے پنک کلر کی سویٹر اور پنک ہی گرم سٹولر سر پر لپیٹے وہ ایک شیلف کے سامنے کھڑے سلاد بنانے میں مصروف تھی۔۔ تبھی اس نے شہناز سے کہا جو اس وقت ایک باؤل میں سوپ ڈال رہی تھی۔۔

"جی میں یہ پہلے صاحب جی کو دے آئوں ؟؟" وہ سوپ کا بائول ہاتھ میں پکڑے انابیہ سے پوچھنے لگی۔ شہناز مناہل کی عمر کی تھی۔ وہ حسن چچا کی بیٹی تھی۔ حسن چچا ناصر صاحب کے پرانے ملازم تھے۔

"نہیں یہ تم مجھے دو۔۔ دیکھنا وہ دونوں کھانا ضرور کھائیں۔۔ میں نہیں کھائوں گی۔۔" اس نے بائول اس کے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا۔۔ شہناز اداسی سے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی۔ وہ اتنے دنوں سے کھانا ٹھیک سے نہیں کھا رہی تھی اور رات کا کھانا تو بلکل ہی چھوڑ دیا تھا۔

سٹڈی روم کے اندر داخل ہوتے ہی وہ دو گولائی زینوں کی طرف بڑھ گئ۔ کمرہ مکمل روشن نہیں تھا بس کہیں کہیں ایل-ای-ڈی بلب جل رہے تھے۔ اس نے وہیں کھڑے سامنے شخص کو دیکھا جو اسکی طرف پشت کیے ہوئے تھے۔۔ ناصر صاحب ویل چیئر پر بیٹھے سلائڈنگ ڈور سے باہر کا اندھیرا دیکھ رہے تھے۔۔ وہ زخمی انداز سے مسکرادی۔۔ منظر بدلا!!!

وہ ڈاکٹر حاجرہ کے آفس میں بلکل ان کے سامنے کرسی پر بیٹھی تھی۔۔ ڈاکٹر اپنی نشست پر بیٹھی ٹیبل پر کہنیاں ٹکائے اس کی کپکپاتی ہوئی انگلیوں اور اس کی زرد پڑتی رنگت کو بغور دیکھ رہی تھی۔۔ اس نے نظروں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس ہوتے ہی سامنے ڈاکٹر کو دیکھا جو ہنوز اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ اپنا نچلا لب اس نے دانتوں تلے دبایا اور بمشکل بولی۔

"بتائیں۔۔ اب کیا بتانا ہے آپ کو؟؟" ڈاکٹر خاموشی سے اسے دیکھے گئ۔۔ "اب کچھ بھی چھپانے کا فائدہ نہیں ہے۔۔ مجھے سمجھ آگئی ہے میں بہت ڈھیٹ ہوں فکر نہ کریں مجھے کچھ نہیں ہوگا۔۔" وہ طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے بولی جیسے خود پر ہنس رہی ہو۔

"مجھے ناصر صاحب کے بارے میں بات کرنی ہے۔" اپنا چشمہ ناک پر ٹکاتے ہوئے انہوں نے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے کہا۔

"وہ۔۔"ڈاکٹر حاجرہ نے رک کر ایک گہرا سانس لیا۔۔"وہ اپنی ٹانگوں پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ایکسیڈنٹ میں ان کی ٹانگیں بری طرح سے متاثر ہوئی ہیں۔"ایک کے بعد ایک بڑی، بری اور بدترین خبر!!وہ صدمے سے انکا چہرہ دیکھے گئی۔

"میں جانتی ہوں یہ تمھارے لیے بہت مشکل وقت ہے۔۔مگر وقت ہی تو ہے گزر جائے گا۔۔"

"آپ میری تکلیف کا اندازہ نہیں لگا سکتی۔۔یہ وقت نہیں ہے یہ قیامت ہے میرے لیے۔۔"

"مجھ سے زیادہ کوئی بہتر طریقے سے تمھاری تکلیف کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔۔"انابیہ نے اس کے چہرے پر درد بھری مسکراہٹ ابھرتے ہوئے دیکھی۔۔"جب تمہیں میں نے ہسپتال کی راہداری میں اپنوں کے لیے بھاگتے دوڑتے دیکھا تھا نا مجھے بے ساختہ اپنا آپ یاد آیا تھا۔۔کچھ ایسی ہی صورتحال سے میں بھی گزری تھی۔۔بس فرق صرف یہ ہے انابیہ کہ تمھاری عمر کم ہے۔۔"حاجرہ نے اپنا ہاتھ بیا کے ہاتھ کی طرف بڑھا کر اسے نرمی سے تھاما۔

"اب سب کا خیال تم نے رکھنا ہے اپنی بہنوں کا اپنے تایا کا اور کوئی نہیں رکھ سکتا کوئی ہے ہی نہیں۔۔"وہ اسے نرمی سے سمجھا رہی تھی جس پر اس نے محض سر ہلایا۔۔

"وہ ٹھیک تو ہو جائیں گے نا؟؟"

"میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے۔۔بس پروپر کیئر کی ضرورت ہے انہیں وہ جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں گے۔۔انشاءاللہ۔۔۔"اپنی سسکیوں کو دبائے وہ نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔

اس پر چھایا سکوت ٹوٹا ہاتھ میں پکڑا سوپ کا باؤل ٹھنڈا ہو گیا تھا۔۔سر جھٹک کر وہ دوبارہ سے حال میں آئی اور قدم اٹھاتے انکے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"کیا سوچ رہے ہیں ؟؟" وہ انکے سامنے زمین پر بیٹھتے ہوئے نرمی سے پوچھنے لگی۔۔ ناصر نے نظروں کا رخ اسکی طرف کیا۔ ان کے سر پر اب بھی سفید پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ انہیں دیکھ کر مسکرائی مگر وہ نہیں مسکرائے نہ ہی مسکرا سکتے تھے۔۔ پھر چمچ میں سوپ بھرتے ان کے منہ کے قریب لے کر گئی جسے انہوں نے بغیر ضد کیے منہ میں لے لیا۔۔

"اہمم ٹھنڈا ہو گیا ہے۔۔" عجیب سی شکل بنائے انہوں نے کہا۔۔ اتنی سردی میں تو کچھ بھی جلدی ٹھنڈا ہو سکتا تھا۔۔

"اوپس!! سوری۔۔ میں دوبارہ گرم کر لاتی ہوں۔۔" وہ معذرت کر کے اٹھ کر جانے لگی تو ناصر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا۔

"نہیں چاہئیے۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔۔" انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔۔ "میرے پاس بیٹھو گی تھوڑی دیر؟" سر ہاں میں ہلاتے وہ اٹھ کر ٹیبل تک گئی باؤل ٹیبل پر رکھا اور پھر انکی ویل چیئر گھسیٹتے صوفے کے پاس لے آئی اور خود بلکل ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔۔

"بابا کی یاد آرہی ہے آپ کو؟؟" کچھ دیر خاموشی کے بعد اس نے پوچھا۔

"ہر وقت ہی تو آتی ہے۔۔ ایسا لگتا ہے ابھی کہیں سے آجائے گا اور کہے گا بھائی جان یہاں ایسے اداس کیوں بیٹھیں ہیں میں مر گیا ہوں کیا۔۔۔" وہ نہایت افسردگی سے بولے تو بیانہ چاہتے ہوئے بھی ان کے سامنے اداس ہو گئی لیکن آنسوؤں پر ضبط کر رکھا تھا وہ اس وقت انکی سننا چاہتی تھی۔۔

"کیا ہو گیا ناں یہ سب۔۔ تم لوگوں کو میری ضرورت تھی اور دیکھو میں تو خود محتاج ہو گیا ہوں۔۔" آنکھیں نم تھیں۔۔

"آپ جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔۔"اس نے آگے ہو کر انکی جھولی میں پڑے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے کہا۔۔

"کاش!! ایسا ہی ہو۔۔"وہ انکی آنکھوں میں امڈتے آنسو دیکھنے لگی۔۔

"ایسا ہی ہو گا۔۔"اس نے مسکراتے ہوئے انہیں روزانہ کی طرح امید دلائی۔۔دونوں طرف کچھ دیر خاموشی رہی۔۔

"تایا ابو۔۔"اس نے نرمی سے ان کو مخاطب کیا۔۔نظریں اٹھا کر انہوں نے بیا کو دیکھا۔۔"ایکسیڈنٹ کیسے ہوا تھا؟؟"بہت مشکل سے اس نے ان سے یہ سوال کیا تھا۔۔

"وہ۔۔آہ۔۔"ذہن پر زور ڈالنے کی کوشش کی مگر سر پر گہری چوٹ لگنے کی وجہ سے انکو تکلیف سی ہوئی۔۔بے ساختہ انہوں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔۔

"نہیں رہنے دیں پلیز دماغ پر زور نہ دیں۔۔۔"وہ یکدم سہم گئی۔۔

"وہ ٹرک یکدم سامنے آگیا تھا پھر۔۔"وہ وقفے وقفے سے یاد کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔دوبارہ سے وہ خطرناک منظر انکی آنکھوں کے سامنے لہرانے لگا۔۔اس نے فکرمندی سے انہیں دیکھا اور خود کو کوسنے لگی کہ آخر یہ ذکر چھیڑا ہی کیوں۔۔

"رہنے دیں تایا ابو بھول جائیں۔۔"

"نہیں مجھے یاد کرنے دو مجھے کرنا ہے۔۔وہ ٹرک ایک دم سے سامنے آگیا تھا پتہ نہیں کیسے؟؟"انابیہ نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"ٹرک ایک دم سامنے کیسے آگیا؟؟آئی مین وہ تو اپنی لین میں ہو گا نا۔۔ڈرائیور ہوش میں تھا نا؟؟"

"ہاں وہ ہوش میں ہی تھا۔۔ٹرک نے اچانک ہی ٹرن لیا تھا۔۔شاید ٹرک ڈرائیور سے بیلنس نہ ہو پایا ہو؟؟"

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ یہ بس ایکسیڈنٹ ہی تھا؟؟"ناصر حیرت اور صدمے سے اسے دیکھ کر رہ گئے۔۔

"تو پھر کیا تھا؟؟"

"سازش۔۔"اس نے تیزی سے بغیر سوچے سمجھے کہا۔۔

"سازش؟؟"

"جہانزیب کون ہے؟؟"یہ سوال ناصر کے لیے غیر متوقع تھا۔۔

"جہانزیب؟؟" گلے میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے ہوئے وہ بولے۔۔انابیہ باری باری ان کی دونوں آنکھوں کو دیکھنے لگی جیسے ان میں اپنے سوال کا جواب ڈھونڈ رہی ہو۔۔۔

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟؟اور تم نے یہ نام کہاں سنا؟؟"ان کے چہرے میں خوف سا تھا جسے انابیہ نے فوراً بھانپ لیا۔۔

"بابا جان جب اپنی آخری سانسیں لے رہے تھے تب انہوں نے نام لیا تھا اس کا۔۔"

"صرف نام؟؟" ان کے پوچھنے پر انابیہ سر نفی میں ہلانے لگی۔۔

"جہانزیب تھا وہاں۔۔۔۔میں کچھ یہی سمجھ سکی۔۔۔"وہ احمد کا کہا ہوا جملہ دہراتے ہوئے بولی۔۔ناصر کے چہرے پر ایک تاریک سایہ لہرایا۔۔انکو اپنا سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔۔جس کا خوف تھا وہی ہوا جہانزیب نے ان سے ان کے پیارے ایک بار پھر چھین لیے۔۔ان کو گھٹن محسوس ہونے لگی۔۔انابیہ پھر پریشانی سے انہیں دیکھنے لگی۔۔

"یعنی یہ واقعی ایکسیڈنٹ نہیں تھا۔۔۔"انہیں لگا ان کی آواز کسی کھائی سے آئی ہو۔۔"یہ ایک سوچی سمجھی اس کی سازش تھی۔۔یہ قتل تھا!!"انہوں نے بے ساختہ نگاہیں اٹھا کر انابیہ کو دیکھا جو بغور انکا چہرہ ہی دیکھ رہی تھی۔۔"میں ایک بار پھر ہار گیا۔۔وہ ایک بار پھر جیت گیا۔۔"

"پولیس اس ٹرک ڈرائیور کو ڈھونڈ رہی ہے تایا جان ہم ضرور جیتیں گے۔۔۔" وہ ان کو تسلی دیتے ہوئے بولی ایک امید باندھتے ہوئے بولی۔۔

"وہ ہمیشہ ایسا وار کرتا ہے کہ اپنے پیچھے کوئی سراغ نہیں چھوڑتا۔۔ جیسے پولیس راحیلہ کے لیے کچھ نہیں کر سکی۔۔۔ احمد اور ناہیدہ کو بھی انصاف نہیں دے سکے گی۔۔۔" وہ نہایت افسردگی سے بولے۔۔ جبکہ راحیلہ کا نام سن کے انابیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔۔

"مگر تائی جان کی وفات تو کینسر سے ہوئی تھی نا۔۔" وہ براہ راست انکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی تو ناصر نے سر نفی میں ہلا دیا۔۔

"اسے زہر دیا گیا تھا۔۔۔" انابیہ بے ساختہ پیچھے ہوئی۔۔ آنکھوں میں کچھ حیرت اور کچھ صدمہ لیے پتھر کا مجسمہ بنے وہ سامنے ویل چیئر پر بیٹھے ناصر صاحب کو دیکھے گئی۔۔ جو نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔۔

"آپ نے کیوں چھپایا مجھ سے؟؟" کچھ بے یقینی کے عالم میں وہ ان سے پوچھنے لگی۔۔ شکوہ کن نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔۔ ناصر خاموش رہے ان کے پاس جواب نہیں تھا۔۔

"کون ہے یہ جہانزیب؟؟" لہجہ سخت تھا۔۔ وہ ہنوز نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔۔ انابیہ نے پھر سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔۔

"ایک طوائف کا بیٹا، میرا بڑا سوتیلا بھائی، میرے چچا جان ابرار خان کا قاتل، راحیلہ کا قاتل، خان حویلی کا موجودہ مالک، جہانزیب عالم خان!!" کہتے وہ چپ ہو گئے۔۔ مکمل خاموشی تھی۔ انابیہ کا دماغ تو جیسے الجھ کر رہ گیا تھا۔ لبوں کو ہلکی سی جنبش دی لیکن سمجھ نہ آیا کیا کہے کیا پوچھے۔۔ بولنے کی سکت نہیں تھی مگر سننے کی تھی وہ ان کے اگلے جملوں کی منتظر تھی انکی اگلی بات سننا چاہتی تھی۔۔ حیرت سے دوچار آنکھیں ناصر کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اگلے پل ناصر نے خاموشی توڑ دی وہ اسے مزید بتانا چاہتے تھے۔۔

"میرے باباسائیں نے ماں سے شادی کرنے سے پہلے ایک طوائف سے شادی کی تھی۔۔بس ان کا رشتہ دو سال تک چل سکا اور پھر دونوں میں علیحدگی ہو گئی اور وہ جہانزیب کو باباسائیں کے پاس ہی چھوڑ کر چلی گئی۔۔"انابیہ نے اٹھ کر کمرے کی مزید لائٹس آن کر دی۔۔مکمل اندھیرے میں اسے الجھن سی محسوس ہونے لگی تھی۔۔ناصر صاحب کی آواز وہ اب بھی سن رہی تھی۔۔

"کچھ مہینوں بعد باباسائیں کی شادی ماں سے ہوئی۔۔وہ انہیں پسند نہیں کرتے تھے اور اس حویلی میں وہ مقام ان کو کبھی نہیں دیا جو ایک طوائف کو دیا گیا تھا۔۔جیسے جیسے ہم نے ہوش سنبھالا احمد کو باباسائیں سے نفرت ہونے لگی۔وجہ ماں پر ہونے والی ظلم و زیادتی تھی۔۔جہانزیب کو باباسائیں کی محبت ہم سے زیادہ ملتی تھی وہ اسے زیادہ پیار کرتے تھے اگر کبھی کبھار وہ ہمیں غلطی سے پیار کر دیتے تو وہ جل کر بھسم ہو جاتا۔اسے ہمیشہ ہم دونوں بھائیوں سے نفرت تھی۔۔"آگے بڑھ کر اس نے سلائڈنگ ڈور کھول دیا۔۔ٹھنڈی ہوا کمرے میں داخل ہونے لگی۔۔وہ اب بھی ان کو سن رہی تھی۔۔

"اکیس سال کی عمر میں اس نے اپنا پہلا قتل کیا تھا۔۔میرے چچا جان ابرار خان کا۔۔راحیلہ اور ناہیدہ کے بابا کا۔۔"وہ دوبارہ وہیں صوفے پر ان کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔۔اس نے بغور ان کا چہرہ دیکھا۔۔انکی آواز، چہرے کے تاثرات، لہجہ کچھ بھی نارمل سا نہیں تھا۔۔

"کیا وجہ تھی قتل کرنے کی؟؟"اس نے بے بسی سے سوال کیا۔۔

"گدی کے لیے۔۔۔"انہوں نے مختصراً جواب دیا۔۔انابیہ نے حیرت سے انہیں دیکھا۔۔اس نے اب کی بار کچھ نہیں کہا۔۔

"چچا جان کی عمر اس وقت پینتیس سال تھی۔راحیلہ سمجھدار تھی مگر ناہیدہ کافی چھوٹی تھی تقریباً تیرہ سال کی تھی۔۔باباسائیں ان کو اپنی جگہ دینا چاہتے تھے۔۔انکو گدی نشین بنانا چاہتے تھے اور یہ بات جہانزیب سے

ہضم نہیں ہورہی تھی کچھ بھی کر کے وہ یہ جگہ حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس نے حاصل کر لی چچا جان کی جان لے کر۔۔۔" رک کر انہوں نے گہرا سانس لیا۔۔انابیہ نے پاس پڑے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور ان کو پلانے لگی۔۔

"اس نے ان کو دھوکے سے مارا تھا۔دھوکے سے ان کو گودام میں بلا کر اس نے رسی سے گلا گھونٹ کر بے دردی سے ان کو مار دیا۔احمد کو کچھ شک تھا اسی لیے ان کے پیچھے پیچھے وہ بھی گودام میں چلا گیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ چچا کو مار چکا تھا اور پھر۔۔" ذہن میں دھیرے دھیرے ایک منظر ابھرنے لگا اور زبان منظر کو بیان کرنے لگے۔۔

ماضی:

(جس دن ابرار خان کا قتل ہوا۔۔)

ہسپتال کے بستر پر لیٹے سولہ سے سترا سال کے لڑکے نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔منظر پہلے تو دھندلایا ہوا تھا اور سر میں بھی بہت درد تھا۔ان کے سر پر پٹی بھی بندھی تھی۔جسم میں جان بھی نہیں تھی کہ وہ تھوڑا ہل سکتے۔جب ان کی سبز آنکھیں پوری طرح سے کھلیں تو ان کی نظر سب سے پہلے اپنے والد صاحب عالم خان پر پڑی جو تیزی سے ان کی طرف آئے۔۔

"احمد میرے بچے۔۔تم ٹھیک ہو نا؟" ان کی آنکھیں نم تھیں۔اندازہ لگانا بہت آسان تھا وہ روتے رہے ہیں۔

"باباسائیں خود کو سنبھالیں" ناصر فوراً سے ان کے ساتھ جا کھڑے ہوئے۔باباسائیں نے ہاتھ بڑھا کر ان کے چہرے پر پیار دیا تو احمد نے ان کا ہاتھ درشتی سے جھڑک دیا۔ان کی اس حرکت پر ناصر نے خفگی سے انہیں دیکھا جبکہ عالم خان بھی ان کی اس بیزاری پر کس قدر تکلیف سے گزرے تھے۔تبھی احمد نے چہرہ دوسری

طرف کیا تو ان کی نظریں دور کھڑے دیوار سے ٹیک لگائے جہانزیب پر رکی جس کے چہرے کے تاثرات بظاہر نارمل تھے لیکن صرف احمد جانتے تھے وہ اندر سے کتنا خوش ہے اور ان پر ہنس رہا ہے۔

"شیطان!!! طوائف کے بیٹے!!" وہ فوراً سے غراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھے۔ ناصر اور بابا سائیں یکدم پریشانی سے انہیں دیکھے گئے۔۔ "قاتل۔۔ تم نے چچا جان کو مار دیا۔۔ قاتل۔" وہ بستر پر سے اٹھ کر جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھے۔ پتہ نہیں کیسے لیکن ان کی ٹانگوں میں جان آ ہی گئی تھی نہ صرف ٹانگوں میں بلکہ ہاتھوں میں بھی۔ اس کے پاس پہنچتے ہی انہوں نے ایک زوردار مکا اس کے جبڑے پر رسید کیا۔ جہانزیب لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہوا۔ سب کچھ اتنی جلدی جلدی میں ہوا تھا کہ ناصر اور بابا سائیں کو کچھ سمجھ ہی نہ آئی۔ ناصر تیزی سے احمد کے قریب گئے اور ان کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر انہیں روکنے کی بھرپور کوشش کی جو کسی بپھرے شیر کی طرح جہانزیب پر لپکے تھے۔۔

"چھوڑ دیں بھائی جان۔۔ آج یہ مرے گا میرے ہاتھوں سے۔۔" وہ پھر سے غرائے لیکن ناصر نے ان کو نہیں چھوڑا۔

"احمد رک جائو کیا کر رہے ہو یار؟؟ ہوا کیا ہے کچھ بتائو تو؟؟" وہ ہر بات سے انجان تھے بلکہ سب ہی انجان تھے سوائے احمد کے۔۔

"اس نے چچا جان کو مارا بھائی۔۔ اس خبیث انسان نے۔۔" انہوں نے اپنا آپ چھڑانے کی بھرپور کوشش کی لیکن ناصر نے بھی قسم کھا رکھی تھی کہ آج کسی قیمت پر احمد کو نہیں چھوڑیں گے۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا؟؟ کیا بکواس کیے جا رہے ہو؟" اب کی بار رعبدار آواز بابا سائیں کی تھی جو ان کی طرف آئے جبکہ جہانزیب کسی ماہر اداکار کی طرح مظلوم سی شکل بنائے کھڑا تھا جیسے ہر بات سے انجان ہو جیسے اس پر الزام لگایا جا رہا ہو۔۔

"آپ بیچ میں نہ آئیں۔۔ میں آپ سے نہیں اس طوائف کے بیٹے سے بات کر رہا ہوں۔۔" احمد نے ناگواری سے انہیں دیکھتے ہوئے تنبیہی انداز سے کہا جبکہ ناصر انہیں پکڑے پھر سے انہیں گھورنے لگے۔۔ "ہوش میں آئو احمد۔۔"

"وہ میرا بیٹا ہے۔۔" انہوں نے تیز آواز سے جتا کر کہا۔۔

"آپ کو یقین ہے؟؟" احمد کا انداز طنزیہ تھا۔ جبکہ ان کی اس بات پر بابا سائیں کا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا اور وہیں رک گیا۔ اگر احمد کا چہرہ پہلے سے اتنا زخمی نہ ہوتا تو آج یہ ہاتھ کبھی نہ رکتا۔۔

"رک جائیں بابا سائیں بیٹا ہے وہ آپ کا۔۔" اتنی دیر میں یہ وہ پہلا جملہ تھا جو جہانزیب کے منہ سے نکلا تھا۔

"کس بات کا بدلہ لے رہے ہو احمد؟؟ میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟؟" وہ بہت ہی لاچاری اور مظلومیت سے کہنے لگا۔ بابا سائیں نے ایک گہرا سانس بھر کر اپنے بیٹے جہانزیب کو دیکھا۔۔

"میں کیوں ماروں گا چچا جان کو؟" پھر بابا سائیں کی طرف گھوما۔۔ "یہ ہمارے دشمنوں نے کیا ہے بابا سائیں انہوں نے جان لی ہے چچا کی۔ میں آپ کو پہلے بھی آگاہ کر چکا تھا نا؟" وہ سوالیہ نظروں سے ان کو دیکھے گیا جس پر انہوں نے سر کو اثبات میں جنبش دی۔۔

"بلکہ جب میں گودام میں آیا تو میں نے دیکھا کچھ لوگ مل کر تمہیں بری طرح سے پیٹ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ تم بیہوش ہو گئے۔۔ ایک تو میں نے تمہاری جان بچائی ہے اور تم سارا الزام مجھ پر ڈال رہے ہو۔۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو۔۔" دیکھو ذرا یہ کون کس کو خدا کا خوف دلا رہا تھا جسے خود خدا کا خوف نہیں تھا جسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ کیا منہ لے کر جائے گا وہ رب کے پاس۔۔ احمد نے دانت پر دانت جمائے مٹھی زور سے دبائی اتنی کہ ان کے ہاتھ کے پشت کی رگیں نمایاں ہونے لگیں۔

"جھوٹے مکار!!" میں آج تمہیں جان سے مار دوں گا۔۔" وہ پھر سے آگے بڑھے اس بار ناصر نے ان کو چھوڑ دیا۔ ساری دنیا جو بھی کہے لیکن احمد جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ جہانزیب کا گریبان ان کے مضبوط شکنجے میں تھا تبھی شور شرابہ سنتے ہی وہاں ڈاکٹر آ گئے۔۔

"یہ ہسپتال ہے کبڈی کا میدان نہیں۔۔" ڈاکٹر اندر آتے ہی سختی سے بولا۔ ناصر نے احمد کو بازو سے پکڑا۔۔

"چھوڑ دو۔۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔۔" انہوں نے بہت ہی ہار ماننے والے انداز میں کہا اور جہانزیب کو گھورا۔ احمد نے خود پر ضبط کرتے ہی اسے چھوڑ دیا۔ وہ کس قدر بے بس تھے۔ ان کے چہرے پر کس قدر تکلیف تھی۔۔ سب سے جہانزیب محظوظ ہو رہا تھا۔۔

موجودہ وقت:

"احمد کا یقین صرف میں نے راحیلہ اور ناہیدہ نے کیا تھا بابا سائیں نے نہیں کیا۔۔ ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا جیسے آج نہیں ہے۔۔ ہم اس وقت بھی بے بس تھے جیسے آج ہیں۔" ان کا سر پھر سے جھک گیا۔۔ "اسے اپنی عزت بہت پیاری تھی۔۔ اور احمد سے جہاں تک ہو سکتا تھا اسکی عزت کی دھجیاں ضرور اڑا دیتا تھا حویلی میں، باہر پورے حیدر آباد میں اسے جہاں موقع ملتا وہ جہانزیب کو ذلیل کر دیتا تھا کیونکہ وہ قاتل ہے۔۔ اس نے تو بس ایک نام رکھا ہوا تھا جہانزیب کا۔۔ قاتل قاتل۔۔۔ بس یہی دشمنی تھی اسکی احمد سے اسی سب کا بدلہ لیا ہے اس نے۔۔" انابیہ نے گہرا سانس بھر کر انہیں دیکھا۔ اس کے اپنے سب کس قدر بے بس تھے نا اور آج وہ بھی کسی ایسے ہی مرحلے سے گزر رہی تھی۔۔

"آپ سے کیا دشمنی تھی؟؟"انہوں نے سر اٹھا کر انابیہ کو دیکھا۔۔

"مجھ سے۔۔" کہتے ساتھ وہ ہنس دیے۔۔انابیہ کو ان کی ہنسی کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔۔"میں نے کام ہی ایسا کیا تھا اس کے ساتھ۔۔"وہ کچھ نا سمجھی سے بس انہیں دیکھے گئی۔۔

ماضی:

(ابرار خان کا قتل ہوئے چار سال گزر گئے تھے۔۔)

"کچھ کریں ناصر۔۔"راحیلہ بیڈ کی پائینتی کا سہارا لیے کھڑی خوفزدہ آواز سے ناصر سے کہہ رہی تھی۔جامنی رنگ کی ہمرنگ قمیض شلوار،کندھوں پر شال لپیٹے،لمبے کالے گھنے بال جو آدھے کندھے سے آگے اور باقی پیچھے کو کھلے تھے،وہ کسی پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت کھڑی تھی۔ناصر اضطراب کے عالم میں ادھر ادھر چکر کاٹ رہے تھے۔۔کالے رنگ کی قمیض شلوار پہنے وہ مکمل خاموش تھے گو کے الفاظ ختم ہو چکے تھے۔

"میں کسی صورت کل اپنے باپ کے قاتل سے نکاح نہیں کروں گی۔۔روک لیں یہ سب۔۔"انکی آواز رندھی ہوئی سی تھی،سیاہ بڑی بڑی آنکھیں مکمل سوجی ہوئیں تھی جیسے کافی دیر روتی رہی ہوں۔۔ناصر نے رک کر پلٹ کر ایک غصیلی نظر راحیلہ پر ڈالی۔۔

"فضول باتیں مت کرو۔۔کیسے ہونے دے سکتا ہوں میں یہ سب؟بیوی ہو تم میری۔۔"لہجہ سخت اور حتمیہ تھا۔۔راحیلہ نے بمشکل نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔وہ کچھ دن پہلے ہی سب سے چھپ کر نکاح کر چکے تھے۔ اس کے اگلے دن ہی دھوم دھام سے احمد اور ناہیدہ کا بھی نکاح ہو گیا تھا لیکن ان دونوں کے نکاح کے بارے میں احمد اور ناہیدہ کو بعد میں معلوم ہوا تھا۔۔

"اور اس خبر سے بڑے باباسائیں اور جہانزیب دونوں ہی بے خبر ہیں۔۔ کیا کریں گے آپ نکاح کیسے روکیں گے ہاں؟" نا چاہتے ہوئے بھی ان کی آواز سخت ہو گئی۔

"سب کو بتادوں گا ضرورت پڑی تو اس حویلی میں چیخ چیخ کر بتادوں گا کہ بیوی ہو تم میری۔۔" وہ بھڑکتے ہوئے دو قدم آگے آئے۔ راحیلہ کی تو جیسے سانس رک سی گئی تھی۔

"ایسا مت کیجئے گا وہ مار دے گا آپ کو۔۔" انکی آواز سے خوف واضح تھا۔ ناصر نے انکی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس لے کر سر جھٹک کر رہ گئے۔۔

"یار تم رو کیوں رہی ہو؟ نہیں مارے گا وہ مجھے نہ ہی مار سکتا ہے۔۔" وہ قدم اٹھاتے انکے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ تو وہ یکدم باآواز رونے لگ گئی۔ ناصر کے تو جیسے چھکے ہی چھوٹ گئے تھے۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے میں کچھ اور سوچتا ہوں پلیز رونا بند کر دو۔۔" وہ بڑی نرمی سے انکے چہرے پر سے آنسو پونچھتے ہوئے بولے۔۔

"آپ احمد سے کوئی مشورہ لیں نا۔۔" روتی ہوئی آواز سے وہ ایک بار پھر بولیں۔۔

"کیا مشورہ لوں اس سے؟ بلایا تھا میں نے اب تک نہیں آیا۔۔ پتہ نہیں اس کو کیوں غصہ ہے مجھ پر؟" وہ سر پکڑے کھڑے ہو گئے۔

"آ گیا ہوں میں۔۔ اور نہیں ذرا ایک بات بتائیں سب کچھ خود کرنے کے بعد اب مجھ سے کس چیز کا مشورہ چاہیئے۔۔ چھپ کر نکاح کر لیا مشورہ تو دور بتانا تک ضروری نہیں سمجھا اب کیوں ضرورت پڑ گئی میری اور میرے مشوروں کی؟؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی احمد تیزی سے بولے گئے اور شکوہ کن نظروں سے باری باری دونوں کو دیکھے گئے۔ ان کی موجودگی پر ناصر خوشی سے مسکرائے۔

"اب تو ہو گیا نا۔۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں؟؟" ناصر اپنی پیشانی کو مسلتے ہوئے بولے۔

"ناہیدہ کہاں ہے احمد؟؟" راحیلہ ان کے آس پاس ناہیدہ کو نہ دیکھتے ہوئے ان کا پوچھنے لگی۔

"تمہارے لیے رو رو کر ہلکان ہو رہی تھی ابھی نیند کی دوائی دے کر سلا کر آیا ہوں۔۔"

"اس وقت؟" وہ سرگوشی نما انداز میں بولی اور پھر کھڑکی کے پار دیکھنے لگیں آسمان پر اب بھی اندھیرا چھانے میں تھوڑا وقت باقی تھا۔

"ایک تو ان دونوں بہنوں کا رونے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں ہے۔۔" ناصر کی بربراہٹ واضح تھی تو راحیلہ نے ایک تیز نظر ان پر ڈالی۔۔

"آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں اس کے کمرے میں جہانزیب یا باباسائیں نے دیکھ لیا تو قیامت لے آئیں گے۔۔۔" احمد ناصر کی طرف بڑھتے ہوئے تیزی سے بولے تو ناصر ابرو اچکا کر ان کو دیکھنے لگے۔

"بیوی ہے یہ میری۔۔ڈرتا نہیں ہوں کسی سے۔۔" وہ براہراست انکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نڈر ہو کر بولے۔احمد نے انہیں سر سے لے کر پیر تک پورا گھورا۔۔

"او آئی سی۔۔ تو جائیں نا ڈر کس بات کا ہے بتادیں نا سب کو کہ بیوی ہے یہ آپ کی۔۔۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے طنزیہ اور چیلنجنگ انداز سے کہنے لگے۔

"بتا تو دوں لیکن اس پاگل کو جو بیوہ ہونے کا خوف ہے۔۔" آنکھ کے اشارے سے راحیلہ کو مخاطب کیا تو ان کا چہرہ غصے سے فوراً سرخ ہونے لگا۔

"فضول کے مشورے مت دو تم احمد۔۔" وہ سرخ ہوتے چہرے سے احمد کو کہنے لگی تو وہ کندھے اچکاتے ساتھ پڑے صوفے پر جا بیٹھے۔

"جو کرنا ہے کرو میرے دماغ میں کوئی آئیڈیا نہیں ہے فلحال۔" وہ اپنے آپ کو ان کے معاملے سے لا تعلق دکھا تو رہے تھے لیکن یہ صرف وہی جانتے تھے کہ سارا دن حرب سوچ سوچ کر ان کے دماغ کا ستیاناس ہو گیا تھا۔

"ہاں اپنی محبت تو تمہیں پلیٹ میں سجا کر ملی ہے نا۔۔ مجھے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا۔۔" ان کی اس بات پر احمد نے بھنویں سکیڑ کر ان کو دیکھا۔

"طنز کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ بابا سائیں کا فیصلہ تھا یہ۔۔۔" وہ جیسے تصیح کرتے ہوئے بولے۔

"بس بس بڑا بھائی ہوں تمہارا اہلکا نہ لینا۔۔ سب جانتا ہوں۔۔ بس فیصلہ کر لیا ہے میں نے۔۔۔" راحیلہ اور احمد نے ایک ساتھ نظر اٹھا کر ان کو دیکھا کہ آخر اتنی جلدی کون سا فیصلہ کر لیا انہوں نے۔

"اپنا ہر ضروری سامان لے لو راحیلہ۔۔ میں اور تم آج رات ہی لاہور کے لیے نکل جائیں گے۔۔" ان کا یہ فیصلہ محض فیصلہ نہیں تھا کوئی بم تھا جو ان دونوں کے سر پر پھوڑا گیا تھا۔۔ احمد تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھے۔۔ راحیلہ بے یقینی کے عالم میں انہیں دیکھے گئی۔۔ دونوں تو جیسے پلکیں جھپکنا بھول ہی گئے تھے۔

"کیا ہو گیا ایسی کیا انہونی بات بول دی میں نے کہ طوطے ہی اڑ گئے دونوں کے۔۔" ناصر نے باری باری ان دونوں کی اڑتی ہوئی رنگت دیکھی۔

"کیا بول رہے ہیں بھائی؟؟ آپ یہ حویلی چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں؟؟" احمد بمشکل بول پائے اور سوالیہ نظروں سے ان کو دیکھنے لگے۔

"یہ گدی نہ چچا جان کی تھی نہ میری ہو گی نہ ہی تمھاری ہو سکے گی۔۔ یہ صرف جہانزیب کی ہے۔۔" وہ دکھی انداز سے مسکراتے ہوئے بولے۔

"پھر بھی آپ اتنی آسانی سے سب اس کے حوالے کر کے چلے جائیں گے؟؟" وہ کچھ بے یقینی سے انکا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"سب میرا تھا ہی کب؟؟ نہ میرے بابا سائیں میرے رہے اور نہ یہ سب کچھ۔۔ انہوں نے کبھی ہمارا یقین نہیں کیا۔۔ کیا تو صرف اس جہانزیب کا۔۔۔" آواز میں کچھ درد سا تھا۔۔

"آپ مجھے بھی چھوڑ جائیں گے؟؟" احمد کے گلے میں پھانس کی طرح کچھ اٹک سا گیا تھا۔

"کوئی اور چارہ نہیں ہے احمد۔۔ یہاں رہا تو راحیلہ کو کھو دوں گا۔۔ تم تو سمجھو۔۔۔" ناصر نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو احمد نے فوراً ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔ آپ جائیں جانے کا بندوبست کریں۔۔" انکے چہرے پر ابھرتی ناراضگی کو دیکھتے ہوئے ناصر کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرائے۔۔ان سب میں راحیلہ اب تک خاموش ساکت سی کھڑی تھی انکو صرف ایک غم تھا۔

"میری بہن!!!" بس یہ دو لفظ تھے جو وہ بمشکل کہہ پائیں۔

"اس کی فکر نہ کرو وہ میرے ساتھ ہے راحیلہ۔۔۔" احمد نے تسلی بخش انداز سے کہا۔ "جہانگیر سے رابطہ کریں اور اسے کہیں کہ لاہور میں کسی گھر کا بندوبست کر دے۔۔۔ میں اس بات کو یقینی بناؤں گا کہ جہانزیب کو کچھ پتہ نہ چلے کہ آپ کب گئے کہاں گئے۔۔۔" وہ یہ سب کہتے تیزی سے وہاں سے نکل گئے۔ ناصر انکو جاتا ہوا دیکھ کر اداسی سے مسکرائے اور پھر راحیلہ کی طرف گئے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔" راحیلہ نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے انکو دیکھا اور سر اثبات میں ہلا گئی۔

موجودہ وقت:

"آپ ان کو ساتھ لے گئے تھے ؟؟" وہ کافی ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔ محبت کے قصے دلچسپ ہوتے ہیں بہت ہی زیادہ۔

"جس سے محبت کی جاتی ہے اسے بیچ راستے میں تنہا نہیں چھوڑا جاتا۔ محبت کر کے اسے نبھانا پڑتا ہے آخری سانس تک۔۔" انابیہ کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔۔ وہ تو اپنی محبت کو بیچ راستے میں تنہا چھوڑ آئی تھی۔اس نے تو محبت نہیں نبھائی تھی۔

"اور اگر محبت کو چھوڑنا مجبوری ہو تو؟؟" وہ مرجھائی ہوئی آواز سے پوچھنے لگی۔۔نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگیں۔

"مجبوری بھی تو پھر مختلف طرح کی ہوتی ہے۔۔ لیکن پھر بھی جیسا کہ میں نے کہا محبت حاصل کرنے کی آخری دم تک کوشش کرنی چاہیئے پھر آگے آپکی قسمت۔۔"

"جب آپ چلے گئے تو اس کے بعد کیا ہوا؟؟" وہ مزید اسکے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی اسے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے آنسوؤں پہ کیا ہوا ضبط تایا ابو کے سامنے توڑ بیٹھے گی۔

"میرے جانے کے ٹھیک دو دن بعد۔۔" وہ اسے مزید بتانے لگے اور وہ ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے انہیں سن رہی تھی۔۔۔وقت ایک بار پیچھے گیا۔

ماضی:

(جس رات ناصر اور راحیلہ حویلی چھوڑ کر لاہور آگئے تھے اس رات کے ٹھیک تین بعد۔۔)

لاہور میں اس رات بارش تھر تھر برس رہی تھی۔ بارش کے ساتھ آسمان پر گرج چمک بھی تھی۔ ناصر اس وقت کچن میں فریج کا دروازہ کھولے کھڑے تھے۔ ایک پانی کی بوتل نکال کر کچن کاونٹر کی طرف بڑھے اسی دوران انکے دروازے پر دستک ہوئی پھر بیل بجی۔

"اس وقت کون ہو سکتا ہے ؟" وہ زیر لب بڑبڑائے۔۔ انہوں نے بوتل وہیں رکھی اور دروازہ کھولنے کی غرض سے وہاں سے چلے گئے۔ دروازہ کھولتے ہی وہ سامنے کھڑے دو بندوں کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رہ گئے۔ احمد اور ناہیدہ انکے سامنے مکمل بھیگے ہوئے کھڑے تھے۔ وہ تیزی سے سامنے سے ہٹے اور ان کو اندر آنے کا کہا۔ دروازہ بند کر کے وہ دوبارہ ان کے پیچھے چل دیے۔۔ وہ دونوں سر تا پیر بھیگے ہوئے تھے۔ ناہیدہ بڑی سی چادر میں لپٹی مسلسل چھینکے جا رہی تھی۔

"سب سے پہلے تو اس کمرے میں جائو چینج کر لو جا کر۔ احمد میں تمھارا یہیں انتظار کر رہا ہوں۔۔" ناصر نے تیوریاں چڑھائے احمد سے کہا تو وہ ناہیدہ کو لیے بائیں طرف کے کمرے میں چلے گئے۔ کچھ ہی دیر میں احمد سفید رنگ کا کرتا شلوار پہنے، کرتے کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کیے، گیلے بال کنگھی کی مدد سے پیچھے کیے ناصر صاحب کے سامنے کھڑے تھے جو ان کو بڑی ہی سخت نظروں سے صوفے پر بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ احمد خود کو کمپوز کرتے ایک گہرا سانس لیتے انکے سامنے صوفے پر جا بیٹھے۔

"وہ۔۔۔" کچھ کہنے کے لیے لب ہلائے مگر اپنے اوپر ان کی سخت نظریں دیکھ کر ایک پل کے لیے چپ ہو گئے۔۔ بہت سارا تھوک نگلا اور ہمت مجتمع کر کے دوبارہ کہنے لگے۔ ناصر کو لگا وہ اپنے یہاں تشریف لانے کی وجہ بتائیں گے مگر۔۔

"جوشاندہ ہو گا آپ کے پاس ؟؟" کچھ ڈرتے سہمتے وہ آخر بول ہی پڑے۔ ناصر نے غصے سے انہیں دیکھا اور مٹھی بھینچتے اٹھ کر کچن کی طرف چل دیے۔۔ احمد نے ان کو جاتے دیکھا تو سکھ کا سانس لیا۔۔ کچھ ہی دیر بعد

وہ ان کو ہاتھوں میں دو کپ پکڑے آتے ہوئے نظر آئے۔ناصر نے قریب آکر ایک غصیلی نظر سے ان کو دیکھا اور پھر دونوں کپ انکی طرف بڑھا دیے۔احمد نے ڈرتے ہوئے مسکرا کر دونوں کپ تھام لیے۔

"شکریہ!! صرف ناہیدہ کے لیے چاہیے تھا میں تو ٹھیک ہوں۔۔"ناصر نے آگے سے کچھ نہ کہا اور آنکھ کے اشارے سے انکو جانے کا حکم دیا۔احمد جانتے تھے کہ وجہ پوچھے بغیر وہ چھوڑیں گے تو نہیں اس لیے اپنا کپ وہیں ٹیبل پر رکھ کر وہ دوسرا کپ ناہیدہ کے لیے کمرے میں لے گئے۔

"بہتر۔۔"ٹیبل پر رکھا کپ دیکھ کر انہوں نے سر اثبات میں ہلایا اور پھر اپنی نشست پر جا بیٹھے۔

"کیا ہے یہ؟"احمد کپ منہ سے لگائے بیٹھے تھے ان کے سوال پر پہلے انہیں دیکھا پھر چونک کر کپ کو دیکھنے لگے۔

"جوشاندہ ہے۔۔"مختصر اًجواب دے کر وہ دوبارہ گھونٹ بھرنے لگے۔ناصر کی بھنویں تن گئیں۔۔

"بکواس بند کرو۔۔کیا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے؟؟"اگلے ہی لمحے وہ غرائے۔

"تو آپ مجھے کچن بتادیتے میں خود بنالیتا آپ کو زحمت۔۔۔"

"احمد احمد میرا صبر مت آزمائو۔۔۔"وہ انکی بات کاٹتے ہوئے طیش میں آکر بولے۔

"اوکے اوکے بتاتا ہوں۔۔"احمد نے جیسے ہار مانتے ہوئے ہاتھ ہوا میں اٹھاتے ہوئے کہا۔۔"جہانزیب ڈھونڈ رہا ہے آپ کو؟؟"

"تو ڈھونڈنے دو تم یہاں کیوں آگئے؟؟"لہجہ مزید تلخ ہوا۔

"نہیں بنوں گا میں آپ پر بوجھ۔مت ہوں پریشان۔۔"احمد نے کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔انکی بات سنتے ناصر سر نفی میں ہلانے لگے۔"خود تو آپ اس کی لڑکی لے کر بھاگ آئیں پیچھے اس نے میرا دماغ خراب کر کے رکھ دیا تھا۔۔"انداز میں بے زاری واضح تھی۔

"لیکن تمھیں حویلی چھوڑ کر نہیں آنی چاہئیے تھی میں نے سوچا چلو تم تو ہو گے نا بابا سائیں کے ساتھ تم کیوں چھوڑ آئے ان کو؟؟؟"

"جہاں آپ کی عزت نہ ہو وہ جگہ چھوڑ دینی چاہئیے۔۔ میں نے بھی چھوڑ دی۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولے۔

"کیا ہوا تھا؟؟"

"بابا سائیں نے ہاتھ اٹھایا تھا مجھ پر سب کے سامنے بھائی کیا آپ یقین کریں گے؟؟" احمد دکھ بھرے لہجے میں بولے تو ناصر کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"مگر کیوں؟؟"

"کیونکہ میں نے ہمیشہ کی طرح جہانزیب کو اس کی اوقات یاد دلائی تھی اس لیے۔۔" وہ پھر سے کندھے اچکاتے ہوئے بولے۔ "آپ کو مارنے کی دھمکیاں دے رہا تھا وہ۔۔ مجھ سے رہا نہ گیا تو ایک زوردار مکا اس کے منہ پر رسید کر دیا میں نے۔۔" پھر رک ان کا چہرہ دیکھنے لگے۔ "میں ڈر گیا ہوں بھائی۔۔ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔۔ ہم دونوں ساتھ ہوں گے تو وہ ہمیں آسانی سے نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ ڈھونڈ بھی نہیں سکے گا۔۔ میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا بھائی۔۔"

"تم میرے لیے آئے ہو؟؟" ناصر نے نہایت نرمی سے ان سے پوچھا۔

"نہیں مینار پاکستان دیکھنے کے لیے۔۔" انداز طنزیہ تھا اور چہرے پر سنجیدگی۔

"اور اگر اس نے تمہارا پیچھا کیا ہوا تو؟" ان کے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

"نہیں پہنچ سکتا وہ یہاں۔۔ میں بہت احتیاط سے آیا ہوں۔۔ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوئی ہو گی۔۔"

"تمہیں یقین ہے؟؟" وہ اب بھی پریشان تھے۔

"بھائی جان میں سب کو بتا کے آیا ہوں کہ جا رہا ہوں میں اور جو لوگ بتا کر جاتے ہیں وہ دن کی روشنی میں سب کے سامنے جاتے ہیں اور جہانزیب کا بھی یہی خیال تھا کہ میں اس کے سامنے جاؤں گا جبکہ میں چھپ کر رات کو نکلا ہوں تاکہ وہ پیچھا نہ کر سکے۔۔ خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا وہ اور ویسے بھی اس کا ہم سے کیا لینا دینا اس نے تو شکر کیا ہو گا کہ ہم سب کچھ اس کے لیے پلیٹ میں سجا کر آ گئے ہیں۔۔" وہ روانی میں انہیں بتائے جا رہے تھے تسلی دیے جا رہے تھے۔۔ "اور ہاں میں اور ناہیدہ اب سے یہیں رہیں گے۔۔ کچھ مہینوں بعد سی-ایس-ایس کے امتحان ہوں گے تو وہ دوں گا۔ دماغ سے ایسی کوئی بھی سوچ نکال دیں کہ میں یہاں سے جاؤں گا۔۔"

"وہ تو میں جانتا ہوں تم ایک ضدی انسان ہو۔۔" وہ اب کی بار پر سکون انداز میں بولے۔

"تعریف کرنے کا شکریہ لیکن سب کہتے ہیں کہ میں آپ پر ہی گیا ہوں۔۔" معصومانہ انداز سے مسکراتے ہوئے وہ انہیں دیکھ رہے تھے۔۔

"بالکل بھی نہیں تم میں اور مجھ میں صرف ایک چیز ملتی ہے۔۔ ہماری سبز آنکھیں۔۔ باقی میں تم سے ہر لحاظ سے مختلف اور بہتر انسان ہوں۔۔" کہتے ساتھ وہ دونوں ہی ہنس دیے۔۔ بارش کی رفتار اب پہلے سے کم ہو گئی تھی۔

موجودہ وقت:

کھلے سلائڈنگ ڈور سے ٹھنڈی ہوا اندر داخل ہو رہی تھی۔ انابیہ کو ٹھنڈ کا احساس ہوا تو اٹھ کر سلائڈنگ ڈور واپس بند کرنے لگی۔ اس نے باہر اندھیرا چھائے آسمان کی طرف دیکھا جو مکمل بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

"اس کے بعد ہم ساتھ بہت خوش رہنے لگے تھے۔" ان کی دکھ سے بھری آواز پر وہ پھر سے انکی طرف گھومی اور ہلکا سا مسکرا دی۔

"پھر ہماری زندگی میں عالیان آیا جیسے برے وقت کے بعد اچھا وقت آتا ہے۔" وہ دکھ سے مسکرا دیے۔

"اس کے تین سال بعد اللہ نے احمد کو تمھاری صورت میں بہترین تحفہ دیا۔اس دن جتنا وہ خوش تھا اتنا میں نے اسے اس کی شادی میں بھی نہیں دیکھا تھا۔۔" اس کے ہونٹوں پر بکھرا ہلکا سا تبسم پل بھر میں غائب ہو گیا۔۔ نظریں جھکا کر اب وہ ٹائلز کو دیکھ رہی تھی۔

"ہماری زندگی بہت حسین تھی بلکل کسی بہار کے موسم کی طرح لیکن تیرہ سالوں بعد وہ جہانزیب نامی طوفان پھر سے آگیا ہماری زندگی تباہ کرنے کے لیے۔۔" انابیہ نے اپنا جھکا سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"میں نے بہت روکا تھا راحیلہ کو کہ اس عورت کو کام پر مت رکھنا لیکن اس نے صرف اپنی چلائی میری نہیں سنی۔۔" وہ افسردگی سے کہے جا رہے تھے اور انابیہ ان کا چہرہ دیکھے جا رہی تھی۔ وہ ایک دم الجھن کا شکار ہوئی۔

"ہمدردی کا بھوت سوار تھا اس پر۔اس عورت پر ترس کھاتے آخر اس نے اسے رکھ لیا۔" ناصر رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگے جیسے وہ کچھ سمجھ نہ پا رہی ہو۔

"تمہیں یاد تو ہے نا وہ کام والی؟؟" انابیہ نے پوری آنکھیں حیرت سے کھولے شاک سے انہیں دیکھا اور سر اثبات میں ہلا گئ۔ اسکا ذہن تیزی سے پیچھے کی طرف دوڑا۔وہ اس پل میں چلی گئ جب اس نے پہلی دفعہ ایک نامعلوم عورت کو اپنے گھر پر دیکھا تھا۔

ماضی:

بالوں کی دو گتیں بنائیں سر پر پی کیپ پہنے انابیہ معصومانہ چال میں چلتے لائونج میں داخل ہوئی۔ ڈارک بلیو جینز کے اوپر بلیک آدھے آستینوں کی شرٹ پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ لائونج میں داخل ہوتے ہی اس نے

راحیلہ کو کسی اور عورت کے ساتھ کھڑے دیکھا۔راحیلہ نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تو وہ قدم اٹھاتے انکے کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔

"ہواز شی ؟؟"اپنے سامنے کھڑی عورت کو اس نے سر تا پیر بڑے غور سے دیکھتے ہوئے راحیلہ سے پوچھا۔

"یہ ہماری نئی میڈ ہے۔۔"راحیلہ نے اسے بتایا۔اس کی کڑی نظریں اب بھی اسی عورت پر تھیں جو اسے مسکراتے ہوئے دیکھے جا رہی تھی۔انابیہ کو اس کی مسکراہٹ ذرا پسند نہیں آئی۔

"مجھے یہ پسند نہیں آئی۔۔"اس کی اس بات پر جہاں راحیلہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا وہیں اس عورت کے چہرے سے مسکراہٹ بھی غائب ہوئی تھی۔

"بری بات انابیہ۔۔"انہوں نے فوراً ٹوکا۔

"بری بات یا اچھی بات مجھے نہیں پتہ۔مجھے بس یہ اچھی نہیں لگی۔۔"وہ سینے پر ہاتھ باندھے اب بھی اسی کو دیکھے جا رہی تھی جس کے چہرے پر ناگواری سی پھیلی ہوئی تھی۔

"پہلی بار میں کسی کے بارے میں رائے قائم نہیں کرنی چاہیئے۔۔ شی از ویری نائس۔۔"راحیلہ نے اس کے سر سے کیپ اتار کر اسے اپنے ساتھ صوفے پر بٹھایا۔

"میں آپ کے لیے بہت مزے کے کھانے بنائوں گی جی۔مجھے ہر چیز۔۔۔"

"بلکل بھی نہیں مجھے صرف تائی جان اور ماما جان کے ہاتھ کا کھانا اچھا لگتا ہے۔"وہ تیزی سے اس عورت کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔راحیلہ اس کی اس حرکت پر خاصا شرمندہ ہوئ لیکن کچھ نہیں بولیں۔

"Your work is to clean home only. Stay away from kitchen "

وہ اس پر حکم صادر کرتے اسے پھر سے گھورنے لگی۔اس کو اتنا سیریس دیکھ کر راحیلہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی۔ جبکہ اس کی انگریزی باتیں سامنے والی عورت کے سر پر سے گزر گئیں۔۔وہ عجیب سی شکل بنائے سامنے بیٹھی چھوٹی میڈم کو دیکھنے لگی۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ صرف صفائی وغیرہ دیکھا کریں گی۔کچن کا کام میں اور ناہیدہ ہی کریں گے۔" راحیلہ اس کو ہنستے ہوئے انابیہ کا حکم بتانے لگی۔

"تو بی جی کیا تنخواہ بھی مجھے یہی دیں گی؟" وہ ڈرتے سہمتے پوچھنے لگی تو انابیہ نے ایک سخت نظر اس پر ڈالی اور اٹھ کر جانے لگی۔اس کے جاتے ہی راحیلہ زور زور سے ہنسنے لگی۔

وہ جھٹکے سے حال میں آئی۔ جسم ساکت تھا آنکھیں حیرت سے پھیلیں تھیں اور وہ انہیں حیرت زدہ آنکھوں سے ناصر صاحب کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا اس عورت نے زہر دیا تھا تائی جان کو؟؟" ناصر نے اس کے سوال پر سر ہاں میں ہلایا۔"آئی کانٹ بیلیو اٹ۔۔۔"

"ایسا ہی ہے انابیہ۔۔وہ صرف ایک میڈ نہیں تھی اسے جہانزیب نے بھیجا تھا۔میں نہیں جانتا کہ اتنے سالوں بعد ہی وہ ہم تک کیوں پہنچا اور کیسے پہنچا؟"

"آپ کو یقین ہے کہ یہ جہانزیب کا کام تھا؟؟"

"نہ ہوتا اگر اس رات مجھے کال نہ آتی۔۔" ناصر پھر ماضی کی طرف چلے گئے۔

ماضی:

راحیلہ کو مرے ہوئے تین دن ہو گئے تھے۔ ناصر صاحب کی ذہنی حالت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ وہ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے بیڈ پر بیٹھے تھے۔ اسی دوران باہر لائونج سے ٹیلی فون کی بیل کی آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ انہوں نے اگنور کرنے کی کوشش کی۔ بیل ہنوز بج رہی تھی۔

"اففف کیا کوئی نہیں ہے جو اس منحوس کو اٹھا لے۔۔" وہ کافی اونچی آواز سے دھاڑے۔ راحیلہ جب سے انہیں چھوڑ کر گئی تھی تب سے وہ تلخ مزاج ہو گئے تھے۔ آخر کار وہ خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی انہوں نے سامنے کھڑی آٹھ سالہ ردا کو دیکھا جو ہاتھ کو اونچا کر کے فون تک پہنچنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن اس کی کوشش ناکام جاتی رہی۔ ٹیلی فون اس سے کافی اونچائی پر رکھا گیا تھا۔ گردن موڑ کر انہوں نے دیکھا ناہیدہ کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا وہ دیکھ سکتے تھے کہ وہ نماز پڑھ رہی تھی۔ احمد ضرور آفس گئے ہوں گے۔ بیل ہنوز بج رہی تھی۔ وہ قدم اٹھاتے ٹیلی فون تک گئے ردا کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ مسکرا وہاں سے بھاگ گئی۔ انہوں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"کون بول رہا ہے؟؟" ریسیور اٹھاتے ہی وہ سپاٹ لہجے میں پوچھنے لگے۔

"صاحب جی میں۔۔ دلشاد ہوں جی۔۔" ناصر کے کان سے اسی کام والی کی آواز ٹکرائی۔ آواز سنتے ہی جیسے ان کا خون کھولنے لگ گیا۔

"گھٹیا عورت کہاں مر گئی ہو تم؟ جلدی اپنا پتہ بتائو میں نہیں چھوڑوں گا تمہیں اپنے ہاتھوں سے گلا دبا دوں گا تمھارا۔۔" لہجہ سخت پتھریلا۔۔ جان لینے کی حد تک خطرناک لہجہ تھا ان کا۔۔

"مجھے معاف کر دیں صاحب مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا۔۔" وہ روتے سسکتے ہوئے بول رہی تھی۔ ناصر کا پارا مزید ہائی ہونے لگا۔

"مکار عورت ڈرامے بند کرو تمہیں ذرا رحم نہیں آیا میری بیوی کو زہر دیتے ہوئے۔ارے اس نے تو تم سے ہمدردی کر کے اس گھر میں جگہ دی تھی اور تم نے کیا کر دیا اس کے ساتھ۔ایک دفعہ میرے سامنے آجائو خدا کی قسم رتی برابر رحم نہیں کروں گا تم پر۔۔"ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس عورت کو ٹیلی فون سے ہی کھینچ لیتے۔

"صاحب جی میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے مہربانی کر کے میری سن لے میں آپ کو سب بتائوں گی۔۔" وہ منت بھرے لہجے میں روتے ہوئے بولے جا رہی تھی۔

"کیا کہنا ہے بولو۔۔"وہ ایک بار پھر اس پر چیخ پڑے۔

"میں نے یہ سب جہانزیب کے کہنے پر کیا ہے میں نہیں جانتی اس کی کیا دشمنی ہے آپ سے جی۔۔ مگر اس نے مجھے پیسے دیے تھے جی۔۔"جہانزیب کا نام سنتے ہی ناصر کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔۔ایک سکتہ سا طاری ہو گیا تھا ان پر۔

"اسی کے کہنے پر آئی تھی جی میں۔۔اس نے مجھ سے کہا تھا کہ موقع پاتے ہی میں راحیلہ بیگم کو زہر دے دوں۔۔ لیکن میرا یقین کیجیئے جی میں جب سے آپ لوگوں کے ساتھ رہنا شروع ہوئی تھی نا مجھے انسیت سی ہو گئی تھی رحم سا آگیا تھا جی۔۔میں اپنا ارادہ ترک کر کے جانے ہی والی تھی سارے پیسے اس کے منہ پر مارنے۔ لیکن اس نے میری بیٹیوں کو یرغمال بنا لیا تھا مجھے ڈراتا تھا کہ میری بیٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مجھے بھجوائے گا صاحب جی میں ڈر گئی تھی اور مجھ سے یہ گناہ سرزد ہو گیا۔۔"ناصر شاک کے عالم میں اس کی سنے جا رہے تھے۔

"اور تم نے اپنی بیٹیوں کے لیے میرے بیٹے کے سر سے ماں کا سایہ چھین لیا؟؟"ان کی آواز میں صدیوں کا دکھ تھا۔

"میری بیٹیاں تو اس نے واپس نہیں کی نہ کرے گا۔۔"اس کے آنسوؤں کی رفتار مزید تیز ہو گئی۔۔ پھر اپنے آنسو پونچھ کر ہمت مجتمع کر کے بولنے لگی۔۔"وہ مجھے ڈھونڈ رہا ہے قصہ ختم کرنے کے لیے۔ میں ایک گاؤں میں چھپی ہوئی ہوں جی کل شام تک آپ تک پہنچ جاؤں گی۔ میں آپ کے ساتھ تھانے جا کر ساری گواہی دے دوں گی صاحب جی سب بتا دوں گی بس مجھے معاف کر دیں۔۔"

"تم آؤ گی کل؟؟"ایک امید سی ملی تھی ناصر کو۔ ان کا چہرہ مکمل تر ہو چکا تھا۔

"جی جی صاحب میں اپنی پوری کوشش کروں گی اگر میں کل شام تک آپ تک پہنچ گئی تو میں اس کے خلاف گواہی دوں گی اور اگر کل نہ پہنچ سکی تو سمجھ جایئے گا اس نے مجھے ڈھونڈ نکالا۔۔"

"میں انتظار کروں گا۔۔"کہتے ساتھ ناصر نے ریسیور رکھ دیا۔

موجودہ وقت:

"میں نے اس کا اگلے دن انتظار کیا وہ نہیں آئی۔ بہت دفعہ اسی نمبر پر کال بھی کی ہر بار وہ بند ہوتا تھا۔ میں سمجھ گیا وہ اب کبھی نہیں آسکے گی۔۔"انابیہ نے ان کی آواز میں بے حد کمزوری محسوس کی۔ ان کی آنکھیں نم تھیں چہرہ جھکا ہوا تھا۔

"کیا تھا اگر میں بس اس کی ایک یہ ضد کبھی پوری نہ کرتا۔ میں ہمیشہ اس کی ضد کے آگے بے بس ہو جاتا تھا۔ اس لیے احمد کسی پر بھروسا نہیں کرتا تھا۔۔"ان کا جھکا چہرہ پچھتاوے میں گھرا ہوا تھا۔

"آپ جہانزیب کے پیچھے نہیں گئے؟؟"اس نے آگے جھک کر ان کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"جانا چاہتا تھا حویلی۔۔احمد نے نہیں جانے دیا۔ میں اس سے بہت لڑا بہت بحث کی حتیٰ کہ اس کے چہرے پر دو تھپڑ بھی جھڑ دیے لیکن اس نے مجھے نہیں جانے دیا۔ وہ ڈرتا تھا کہ مجھے بھی کھو دے گا بہت ڈرتا تھا۔۔"آواز رندھی ہوئی سی تھی۔

"آپ لاہور چھوڑ کر کیوں آ گئے تھے؟؟"آج وہ سب جاننا چاہتی تھی۔۔ناصر نے ایک گہرا سانس لیا۔ان کا حلق خشک ہونے لگا تھا۔انابیہ نے آگے بڑھ کر انہیں ایک گلاس پانی دیا تو انہوں نے بس دو گھونٹ ہی لیے۔

"میں نے لاہور میں وہ گھر راحیلہ کے لیے خریدا تھا۔میں جب جب اس گھر کو دیکھتا تھا مجھے اس پر غصہ آتا تھا مجھے خود پر گھن آتی تھی کہ میں اس گھر میں اس اپنی بیوی کی حفاظت کو کیوں یقینی نہیں بنا سکا؟ کیوں اس گھر کی دیواریں اتنی کمزور تھیں کہ کوئی بھی آسانی سے اس میں گھس کر میری بیوی کو قتل کر گیا۔دوسری طرف عالیان نے مجھے پریشان کر دیا تھا آدھی آدھی رات کو اٹھ کر رونے لگ جاتا تھا۔اسے جھٹکے لگتے تھے۔ ہر طرف راحیلہ دکھائی دیتی تھی اسے۔بس مجھے یہی ٹھیک لگا کہ مجھے وہ جگہ چھوڑنی ہے۔۔"وہ سب کچھ اسے تفصیل سے بتائے جا رہے تھے۔

"احمد نے مجھے بہت روکا لیکن آخر کار اسے میری سچویشن کا اندازہ ہو گیا تھا پھر مان گیا اور میں عالیان کو لے کر کراچی چلا گیا انہیں دنوں میرا رابطہ جہانگیر سے ہوا تو اس نے بتایا کہ اسے بزنس سٹارٹ کرنا ہے مگر پاٹنرشپ پر۔ میں مان گیا مگر میری شرط تھی کہ ہم کراچی میں ہی سٹارٹ لیں گے۔اسے فیصلہ کرنے میں تھوڑا وقت لگا اسکی فیملی لاہور میں ہوتی تھی اس لیے۔۔ لیکن جیسے تیسے کر کے اس نے حامی بھر لی اور ہم نے کراچی میں اپنا بزنس عروج پر پہنچایا۔"

"آپ نے عالیان کو امریکہ کیوں جانے دیا؟؟"ایک کے بعد ایک سوال وہ آج ہر سوال کا جواب حاصل کرنا چاہتی تھی۔

"یہ بھی میری غلطی تھی۔۔"وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولے۔"میں جب سے عالیان کو تم لوگوں سے علیحدہ کر کے یہاں لایا تھا وہ مجھ سے اکھڑا اکھڑا رہتا تھا اسے لگتا تھا ہر چیز کا ذمہ دار میں ہوں۔ایک دفعہ اس نے مجھ سے کہا وہ امریکہ جا کر پڑھنا چاہتا ہے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا مجھے لگا وہ شاید باہر جائے گا تو صحیح ہو جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا میں ایک بار پھر بری طرح ہار اتھا۔۔"انابیہ بغور انکا چہرہ دیکھے جا رہی تھی۔۔

"وہ وہ بن گیا جو میں کبھی نہیں چاہتا تھا۔۔میں اسے ہر بار کہتا تھا کہ واپس آجاؤ لیکن وہ ٹال دیتا۔میں چاہتا تھا بس وہ ایک دفعہ آجائے میں اسکی تم سے شادی کرا دوں اور شاید تم اسے میرا پرانا عالیان بنا دو لیکن ایسا بھی نہیں ہوا۔۔مجھے لگتا تھا وہ تمھیں پسند کرتا ہے لیکن ہر بار اس کا ٹالنا مجھے یقین دلا گیا کہ شاید وہ صرف تمہیں اپنا دوست ہی سمجھتا تھا۔۔"انہوں نے رک کر سوالیہ نظروں سے انابیہ کو دیکھا۔"کیا تم پسند کرتی ہو اسے؟؟"

وہ یکدم بوکھلا سی گئی۔اسے ایسے سوال کی بلکل توقع نہیں تھی۔

"نہیں۔۔"اس نے دوٹوک جواب دیا۔وہ کچھ نہیں بولے کچھ سیکنڈز خاموشی رہی جسکو انابیہ نے توڑا۔

"کیونکہ ایسا وہ چاہتا تھا کہ میں اسے پسند نہ کروں۔وہ ایسے کام کرتا تھا کہ اسے پسند نہ کیا جائے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جب تک میرا دوست تھا بہترین دوست تھا شاید مجھے پسند بھی تھا لیکن وہ جھوٹا ہے تایا ابو دھوکے باز ہے۔اس نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔جب سے امریکہ گیا تھا بہت ہرٹ کرتا رہا تھا وہ مجھے۔۔ معاف کیجئے گا مگر آپکا عالیان بہت برا ہے بہت زیادہ۔"وہ بولتے بولتے رکی اسے احساس ہوا کہ وہ ایک باپ کے سامنے کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔اسے شاید اندازہ نہیں تھا کہ ایک باپ کے سامنے یہ کہنا کہ اس کا بیٹا کتنا برا ہے اس باپ کے لیے کتنا تکلیف دہ ہو سکتا تھا۔انہوں نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔انابیہ کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرائے۔۔

"معافی چاہتی ہوں تایا ابو۔۔"وہ شرمندگی سے بولی تو وہ اذیت سے مسکرا دیے۔

"نہیں تم ٹھیک کہتی ہو وہ ایسا ہی ہو گیا ہے۔۔میں نے راحیلہ کے بعد اس کو بھی ہمیشہ کے لیے کھو دیا ہے۔۔"

"بس اب آرام کریں کافی رات ہو گئی ہے باقی باتیں صبح۔۔" وہ اٹھ کر انکی ویل چیئر گھسیٹتے لے جانے لگی۔

دو گولائی زینوں کے ایک طرف انہوں نے سلائڈ سی بنوادی تھی تاکہ انکی ویل چیئر بآسانی آجا سکے۔وہ جا چکے تھے نہ ہی دونوں کی حالت سنبھلی تھی نہ آنسوؤں پر قابو پایا گیا تھا۔

آج وہ کافی دنوں بعد یونیورسٹی آئی تھی۔ایگزامز قریب تھے اور ان دنوں اس کی سٹڈیز کافی بری طرح سے متاثر ہوئیں تھیں۔بھورے رنگ کے پیروں کو چھوتے فراک پر سفید رنگ کی ہوڈی اور اس کے ساتھ سفید ہی رنگ کے سکارف کو سلیقے سے حجاب میں لیے کندھے سے بیگ ٹکائے اور ایک ہاتھ میں موبائل پکڑے وہ یونیورسٹی کی راہداری پر تیز تیز قدم اٹھاتے ایک لڑکی کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

"اب کتنی دیر منہ پھلائے رہنے کا ارادہ ہے؟" پینٹ شرٹ میں ملبوس وہ لڑکی اب انابیہ کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے جو حرکت تم نے کی ہے میں منہ بھی نہیں پھلا سکتی۔۔" وہ کافی غصے میں تھی اور تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورنے لگی۔عالیہ اسے دیکھ کر ہنسنے لگی۔ انابیہ کے قدم رکے اس کو اس کے ایسے ہنسنے پر کافی تپ چڑھی تھی۔

"تم نے کہا تھا تم میرے بنائے ہوئے نوٹس سے صرف ہیلپ لو گی اور تم نے اے ٹو زیڈ اسی کی پریزینٹیشن دے دی۔۔" وہ اس کے سامنے ہو کر غصے سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اس سے کہنے لگی۔وہ ضبط کرنا چاہتی تھی لیکن نہیں کر پائی۔

"اچھا تو کیا ہوا اتنا آگ بگولہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ نہایت ڈھٹائی سے بول رہی تھی جیسے اسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔

"تم نے مجھ سے غلط بیانی کر کے نوٹس لیے تھے تو کیا میں اب غصہ بھی نہ ہوں؟" لہجہ سخت پتھریلا تھا آواز بھی کافی اونچی تھی۔

"تو تم دوبارہ بنا لینا تمہارے لیے کونسا مشکل کام ہے۔۔ ویسے بھی تمہاری پریزینٹیشن کی باری کل ہے۔۔ اب نہیں ہوں تمہاری جتنی لائق ٹائم بھی تو نہیں ہوتا نا میرے پاس۔۔" نہایت ڈھٹائی سے وہ کہتے پھر سے چلنے لگی۔

"سوشل میڈیا اور فیشن شو سے فارغ ہو تو کچھ کرے نا ہونہہ۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔ "بنا تو میں لوں لیکن آئندہ مجھ سے کوئی بھی ایسی امید مت رکھنا سمجھی۔۔" وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے بولی۔ جان تو اس نے بھی نہیں چھوڑنی تھی۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے مجھ سے اتنی اونچی آواز میں بات مت کیا کرو۔۔" انابیہ نے اسے گھور کر دیکھا جیسے کہہ رہی ہو ایک تو چوری اوپر سے سینازوری۔ وہ دونوں سیڑھیوں تک پہنچ چکے تھے۔

"تمہارے بھلے کے لیے ہی تو کہہ رہی ہوں ورنہ۔۔ آہ!!!!" آخری سیڑھی پر اس کا پیر بری طرح سے پھسلا تھا اور وہ وہیں آخری سیڑھی پر گر کر بیٹھ گئی۔۔ "آہ ہ ہ ہ!!" وہ درد سے کراہ کر رہ گئی اس بار پھر اس کا پیر بری طرح سے دکھا تھا لیکن اگلے ہی لمحے عالیہ کا قہقہہ اس کے ہوش اڑا گیا تھا۔ اس نے زخمی انداز سے اس کو دیکھا جو مسلسل منہ پر ہاتھ رکھے اس پر ہنسے جا رہی تھی۔ ایک گھوری اس پر ڈال کر وہ دوبارہ اپنے دکھتے ہوئے پیر کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اسے اٹھنا مشکل لگ رہا تھا۔ آج کوئی کبیر جہانگیر نہیں تھا جو اس کے لیے پریشان ہوتا اس کے لیے دوڑ کر آتا اس کو اپنے ہاتھ کا سہارا دے کر اٹھنے میں مدد دیتا۔ آج کوئی زارا نہیں تھی جو اس کا درد

محسوس کرتی اسے اپنے ساتھ لگائے چلنے میں مدد دیتی۔۔ آج عالیہ تھی جو اس کے گرنے پر ہنس رہی تھی خوش ہو رہی تھی۔۔

"کیوں آخر ہر بار میں ہی کیوں ؟؟" دل ہی دل میں اسے پھر اپنی قسمت پر صرف افسوس ہوا۔

ہنستے ہنستے عالیہ کا برا حال ہو گیا تھا انابیہ وہیں آخری سیڑھی پر بیٹھی تھی اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں تھیں مگر وہ اس وقت کم از کم عالیہ کے سامنے رو نہیں سکتی تھی۔

"اوکے اوکے سوری اصل میں ہنسی ہی نہیں رکتی میری بڑی ہی کمینی ہے۔۔" جب اس کے دل کو ٹھنڈک پہنچی تو اپنا ہاتھ انابیہ کی طرف بڑھا کر کہنے لگی۔۔ انابیہ نے نم آنکھوں سے اسے گھورا پھر اس کا ہاتھ۔۔ اس کے ہاتھ کو دیکھ کر بھی اس نے ایسے اگنور کیا جیسے وہ وہاں تھا ہی نہیں۔ بمشکل ہینڈ ریلنگ کا سہارا لیتے وہ کھڑی ہو گئی۔

"تم تو ٹھیک ہو میں ایسے ہی پریشان ہو رہی تھی۔۔" طنزیہ انداز سے کہتے وہ وہاں سے چلی گئی۔ انابیہ دانت پیس کر رہ گئی۔ پھر سر جھٹک کر لڑکھڑاتے قدم وہ وہاں سے سیدھا گراونڈ میں چلی گئی۔ ایک تو اتنی ٹھنڈ بھی تھی اس نے دھوپ دیکھ کر جیسے شکر کیا اور وہیں دھوپ میں گھاس پر بیٹھ گئی۔ بیگ اتار کر اپنے ساتھ رکھا اور پھر آگے ہو کر اپنے پیر کو آگے پیچھے دائیں بائیں آہستہ آہستہ گھمانے لگی۔ ایسا کرتے ہوئے اسے کافی تکلیف ہو رہی تھی۔ اس کا دل بری طرح رو رہا تھا ساتھ ہی ساتھ وہ اللہ سے گلے شکوے بھی کیے جا رہی تھی کہ آخر ہر تکلیف اسے ہی کیوں پہنچتی ہے ؟ اس کے اچھے دوست اور ماں باپ کیوں چھین لیے گئے ؟ وقت صرف اس کے لیے کیوں برا ہے ؟ سب تو خوش ہیں تو آخر وہ کیوں نہیں ہے ؟ تبھی اس نے اپنے سامنے سفید جوتے پہنے ہوئے قدموں کو دیکھا اور پھر بلیک ٹرائوزر میں ملبوس موٹی ٹانگوں کو۔ آہستہ آہستہ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک گول مٹول چہرے والی کافی موٹی لڑکی کھڑی تھی۔ اس کے دیکھتے ہی وہ گھنگرالے بالوں اور سرخ

گالوں والی لڑکی مسکرا دی۔۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہ لڑکی اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کا پیر دیکھنے لگی۔ اس نے اپنا ہاتھ انابیہ کے پیر تک بڑھایا تو اس نے سٹپٹا کر اپنا پیر فوراً پیچھے کیا۔

"رہنے دیں۔۔" وہ قدرے بوکھلاتے ہوئے بولی۔۔

"کیا زیادہ دکھ رہا ہے؟؟" اس کے کہتے ہی انابیہ نہ میں سر ہلانے لگی۔

"شیور۔۔" کہتے ساتھ وہ اٹھ گئی۔ انابیہ نے گہرا سانس لیا کہ وہ جانے کے لیے آخر اٹھ گئی لیکن اگلے ہی لمحے اسے حیرت سے دیکھنے لگی جو بلکل اس کے ساتھ آکر گھاس پر بیٹھ گئی تھی۔

"میں بیٹھ جائوں؟؟" بیٹھ تو وہ گئی تھی۔ انابیہ نے سر ہاں میں ہلایا تو وہ پھر مسکرا دی۔ وہ دوبارہ اپنے پیر کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"نام کیا ہے تمہارا؟؟" وہ ہنوز اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"انابیہ۔۔" اس نے نظریں وہیں اپنے پیر پر جمائے کہا۔

"ہمم۔۔۔ میرا نام لالی ہے۔۔" انابیہ نے اچنبھے سے اسے دیکھا اسے لگا شاید اس نے نام صحیح سے نہیں سنا۔

"مطلب لاریب۔۔ وہ سب لوگ مجھے لالی لالی کہتے ہیں نا۔۔" کہتے ساتھ وہ ہنس دی۔ اس کے گال مزید سرخ ہونے لگے وہ سمجھ گئی تھی کہ سب اس کے سرخ گالوں کی وجہ سے ہی اسے لالی کہتے ہوں گے۔

"یہ لو اس سے تمھیں آرام آجائے گا۔۔" اس نے پین کلر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ انابیہ نے بغیر مسکرائے اس سے وہ پین کلر لے لی۔ "اور ہاں گھر جا کر اپنے پیر پر بام لگا لینا اور پھر ایک موٹی سی جراب پہن لینا خاصا آرام آئے گا۔۔"

"ہوں۔۔" وہ اسے کوئی ڈاکٹر لگ رہی تھی یہ سب کہتے ہوئے۔ انابیہ نے سر ہاں میں ہلاتے ہاتھ میں پکڑی ٹیبلیٹس بیگ میں ڈالنی چاہی لیکن پھر اس کی آواز پر رکی۔

"اس میں سے ایک لے لو باقی تو واپس کر دو نا۔۔"انابیہ کا چہرہ خفت کے مارے سرخ ہونے لگا۔اس کا دل کیا پورا پلتا واپس اس کے منہ پر مار دے لیکن اسے بھی تو ساری نہیں رکھنی چاہئے تھی نا اففف۔۔اپنے بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر اس نے ایک گولی نگلی اور باقی اسے تھما دی۔لالی پھر سے مسکرا دی۔۔اس کا دل کیا کہ اس سے صاف صاف کہہ دے کہ چلی جائے وہ یہاں سے میرا موڈ اچھا نہیں ہے بلا بلا بلا!!!

"تم نے مائینڈ تو نہیں کیا نا؟؟"اس نے کافی نرم آواز سے پوچھا شرمندگی واضح تھی۔انابیہ نے سر نفی میں

ہلا یا۔

"دراصل میرے جسم میں کافی درد رہتا ہے مجھے پین کلرز کی ایمرجنسی میں ضرورت پڑ جاتی ہے۔"انابیہ گہرا سانس بھر کر رہ گئ۔اسے اس کی باتوں میں کوئ دلچسپی نہیں تھی آخر کیوں وہ اس کو بلا وجہ بتائے جا رہی تھی۔ وہ چلی کیوں نہیں جاتی؟

"اس بیماری کی وجہ سے اب اتنا بھاری جسم ہے تو درد تو ہو گا نا۔۔"انابیہ کے پیروں پر حرکت کرتے ہاتھ ایک دم رکے۔اس نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا جو اب بھی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"(اوبیسٹی) Obesity!!" انابیہ نہایت دبی ہوئ آواز میں بولی۔اس کے کہتے ہی لالی نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔اس کی آنکھیں پہلے تو حیرت سے پھیلیں اور پھر شرمندگی اور ندامت سے وہ سر جھکا گئ۔

"کب سے ہے تمہیں یہ بیماری؟؟"اسے لگا اس کی آواز کسی کھائ سے آ رہی ہو۔۔ نظریں ہنوز جھکی ہوئیں تھیں۔۔

"ٹین ایج سے۔۔شکر ہے تمہاری آواز تو صحیح سے سنی ورنہ تو مجھے لگا تم کوئی روبوٹ ہو سر کبھی اوپر نیچے کبھی دائیں بائیں ہلاتی ہو بس۔۔ہاہاہا۔۔۔" وہ سر اس طرح ہلاتے ہوئے ہنستے ہوئے اس کی نقل اتار رہی تھی۔یہ پہلی دفعہ تھا جب انابیہ کو اس پر غصہ نہیں آیا اور یہ بھی پہلی دفعہ تھا کہ وہ زبردستی نہیں مسکرائی تھی۔۔

"اچھا لگا تم سے مل کر۔۔" انابیہ نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے کہا تھا۔

"بس ابھی ایک منٹ پہلے ہی تمہیں اچھا لگا ہینا۔۔۔" وہ پھر سے ہنس دی جبکہ انابیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"مطلب؟؟" وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ظاہر ہے ابھی ٹھیک ایک منٹ پہلے سے تمہیں میرا یہاں ہونا بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔میری بیماری پتہ چلنے کے بعد اچھا لگا تمہیں میرا ساتھ۔۔۔" یہ طنز نہیں تھا لیکن انابیہ خاصا شرمندہ ہوئی اور شرمندگی اس کے چہرے پر واضح تھی۔۔اس کا دل کر رہا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"میرا مقصد تمہیں شرمندہ کرنا نہیں تھا۔" لالی نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔بے ساختہ اس نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ "بس مجھے اچھا نہیں لگتا کوئی مجھ سے یوں ہمدردی کرے۔۔تم جب مجھے اگنور کر رہی تھی نا مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا بلکل ایسے جیسے میں ایک نارمل لڑکی ہوں قسم سے۔۔۔" اس کی ہیزل آنکھیں انابیہ کی بھوری آنکھوں سے ہمکلام تھیں۔

"تمہارا ویٹ اس بیماری میں مبتلا لوگوں کی بنسبت کم ہے۔۔" آواز ہنوز نرم تھی۔

"ہاں کیونکہ میں نے کافی کنٹرول کیا ہے۔اپنی ڈائٹ کنٹرول سے، میڈیسنز سے، واک سے، پوزیٹیو تھنکنگ سے، ہنسنے مسکرانے سے اور ہاں خود کو موٹیویٹ کرنے سے۔" لالی نے اس کے کندھے پر سے ہاتھ ہٹا دیا۔

انابیہ اسے حیرت سے دیکھے گی کہ آخر یہ بھی تو ہے جو اپنی بیماری کو خود پر حاوی نہیں کرتی خوش رہتی ہے اللہ کا شکر کرتی ہے اور صبر کرتی ہے اور ہم تھوڑی سی تکلیف سے گزریں تو غصہ لوگوں پر اتارنے لگ جاتے ہیں بد

اخلاق ہو جاتے ہیں۔ ہم پر تھوڑا سا امتحان آجائے سیڑھیوں سے گر جائیں تو اللہ سے گلے شکوے کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسے بے ساختہ اپنا گرنا یاد آیا تھا۔۔

"میں نے دیکھا تھا تمہیں گرتے ہوئے۔۔۔" اس کی آواز پر انابیہ پر چھایا جمود ٹوٹا۔۔ "تمہاری دوست بجائے تمہاری ہیلپ کرنے کے تم پر ہنس رہی تھی۔۔"

"دوست نہیں ہے وہ میری۔۔۔" اس نے فوراً اسے ٹوکا۔

"اوکے دوست نہیں بھی تھی انسان تو تھی نا۔۔" بولتے بولتے لالی اپنے بیگ کی طرف گھومی۔ اس میں سے جوس کی بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر پینے ہی لگی تھی پھر رک انابیہ کے سامنے کیا تو اس نے مسکرا کر سر نہ میں ہلا دیا۔ وہ کندھے اچکا کر اس سے گھونٹ بھرنے لگی۔۔

"اچھا تو کہاں تھے ہم؟؟" بوتل واپس میں رکھتے ہوئے وہ دوبارہ انابیہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کہ وہ انسان تو تھی نا۔۔" اس نے لالی کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں انسان تو تھی ہی نا اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا خیر چھوڑو اسے۔۔ میں نے تمہارے چہرے پر اداسی دیکھی تھی۔ اس لیے تمہارا حال چال پوچھنے آگئی۔۔ لیکن جب تمہارے سامنے آکر بیٹھی تو میں نے دیکھا کہ تمہارے چہرے پر چھائی اداسی اور تکلیف ابھی کی نہیں ہے بہت پرانی ہے جیسے تم سے کچھ کھو گیا ہو۔۔" انابیہ کو لگا جیسے وہ کسی ماہر سائیکالوجسٹ کے ساتھ بیٹھی ہو جس پر اس کے دکھوں کا انکشاف ہوا ہو۔ وہ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔۔

"کس ڈیپارٹمنٹ کی ہو؟؟" لالی کو اس کا سوال اچانک اور غیر متوقع لگا۔۔

"ایچ-آر۔۔ یہاں اپنی کزن کو ڈھونڈنے کے لیے آئی تھی پتہ چلا وہ گھر چلی گئی ہے۔۔" وہ ہر بات کا تفصیلی جواب ضرور دیتی تھی اور پھر مسکرا بھی جاتی تھی۔ "تو بتاؤ تم نے کیا کھویا ہے؟؟" بھولی وہ اب بھی نہیں تھی۔۔

"بہت کچھ۔۔" لالی نے اس کے چہرے پر ابھرتے کرب کو دیکھا تھا اور پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس کا ہاتھ گرم تھا جبکہ انابیہ کے ہاتھ برف کی مانند ٹھنڈے تھے اسے لگا جیسے کسی نے اس کے ٹھنڈ میں لرزتے وجود پر نرمی سے گرم چادر اوڑھ دی ہو۔۔

"اب بتاؤ کیا کیا کھویا؟؟" بہت دنوں بعد وہ کسی ایسے دوست سے ملی تھی اس کا دل چاہا کہ آج پھوٹ پھوٹ کر رو دے لیکن پھر جیسے ضبط کر گئی اور اسے تفصیل سے بتانے لگی۔۔

"میں نے عالیان کو دوست بنایا وہ مجھ سے چھن گیا۔۔ میں نے زارا اور عاصم کو دوست بنایا وقت نے مجھ سے وہ بھی لے لیے۔۔ میں نے کبیر سے محبت کی مجھے وہ بھی راس نہ آئی میں نے اسے بھی کھو دیا۔۔ میں نے بابا جان ماما جان تائی جان سے بہت پیار کیا وہ تو مجھے چھوڑ کر اللہ کے پاس چلے گئے۔۔ میں جن سے پیار کرتی ہوں وہ مجھ سے کیوں چھن جاتے ہیں؟ میرے تایا ابو ویل چیئر پر ہیں۔۔ وقت سب کے لیے ظالم ہوتا ہے یا اس کا یہ خاص کرم صرف مجھ پر ہے؟" اس کا ضبط ٹوٹ گیا۔۔ آنسو زار و قطار بہنے لگے۔۔ آج وہ سارا صبر ہار بیٹھی۔ وہ تکلیف دہ سسکیوں سے رونے لگی۔۔ لالی نے بے ساختہ آگے ہو کر اسے گلے سے لگایا۔۔ وہ کچھ پل اس کے حصار میں رہی۔۔ اسے یہی تو چاہیئے تھا۔۔ وہ ماما جان اور بابا جان کے جانے کے بعد کافی دن نہیں روئی تھی اس نے خود کو مضبوط بنا رکھا تھا وہ سب کو تسلیاں دیتی تھی لیکن کوئی اسے تسلی دینے والا نہیں تھا اور آج اسے اس بات کا شدت سے احساس ہوا تھا۔۔ اس کا دل کر رہا تھا لالی اسے کبھی نہ چھوڑے وہ ایسے ہی اس کے حصار میں رہے روتی رہے اپنا دل ہلکا کرتی رہے۔۔ لالی نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی وہ کچھ پل ایسے ہی اس کی

سسکیوں کو سنتی رہی۔۔ پھر اس کی کمر پر تھپکی دی۔ اس کی ہچکیاں بندھ گئیں تھیں لالی نے پیچھے ہو کر اس کے سامنے پانی کی بوتل کی تو اس نے چند گھونٹ پانی کے پیے اور بوتل پھر سے اسے تھما دی۔۔ پھر اپنے ہاتھوں سے اپنے آنسو پونچھنے لگی۔۔

"بس یہی چاہتی تھی میں کہ آج تم ہمت ہار کر بس ایک دفعہ کھل کر رو لو۔ جو آنسو تمہارا دل بند کیے ہوئے ہیں آج انہیں بہہ جانے دو اور دیکھو میں کامیاب ہوئی۔۔" انابیہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ بے ساختہ اسے تائی جان کی بات یاد آئی کہ پہلی ہی بار میں کسی کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہیئے۔۔

"تم نے جن کو کھویا سب تم سے مخلص تھے نا؟؟" انابیہ نے سر ہاں میں ہلایا۔ "اور اب تک تمہیں ان جیسا کوئی دوست دوبارہ نہیں ملا ہے نا؟؟" انابیہ نے پھر سر ہاں میں ہلایا۔۔ لالی نے اپنی نوٹ بک کھولی اور اس کے آخر سے ایک صفحہ آدھے میں سے پھاڑا۔۔ انابیہ ناسمجھی سے اس کی ہر حرکت دیکھے جا رہی تھی۔ پھر اس نے اس آدھے صفحے کو بہت سے چھوٹے چھوٹے حصوں میں پھاڑ دیا اور پھر گھاس میں پھیلا دیے۔ انابیہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔

"دیکھو۔۔ فرض کرو گراونڈ کا یہ حصہ جدھر صرف ہم بیٹھیں ہیں یہ دنیا ہے اور یہ پھیلی ہوئی گھاس اور یہ کاغذ کے ٹکڑے انسان ہیں۔۔" وہ غور سے اسے سنے جا رہی تھی اور الجھی الجھی نظروں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"دنیا میں دو طرح کے انسان ہوتے ہیں ایک وہ جو sincere ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو hypocritical ہوتے ہیں۔ سمجھ لو یہ جو چند کاغذ کے ٹکڑے ہیں یہ sincere یعنی مخلص لوگ ہیں اور یہ جو دور تک پھیلی ہوئی گھاس ہے یہ hypocritical لوگ ہیں یعنی وہ جو اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ اور ہوتے ہیں یونو جنہیں منافق کہا جاتا ہے۔۔" انابیہ سمجھ گئی تھی وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔۔

"مطلب یہ ہے میری بات کا کہ اس دنیا میں مخلص لوگ بہت کم اور منافق لوگ بہت زیادہ ہیں اور وہ انسان بہت خوش قسمت ہوتا ہے جس کے نصیب میں اچھے اور سچے لوگ آتے ہیں۔بس کچھ بھی کر کے کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اچھے لوگ آپ سے ناراض نہ ہوں لیکن پھر بھی اگر وقت آپ سے ان کو چھین لیتا ہے تو ہاں پھر آپ بد قسمت انسان ہوئے کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ آپ کو مخلص لوگ ملیں انابیہ۔۔"

آسمان پر بادل چھا گئے تھے دھوپ کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔اسے ٹھنڈ کا احساس ہونے لگا تھا۔۔

"کبھی کبھی ہمیں خود اچھے برے لوگوں کی پہچان کرنی ہوتی ہے خود انہیں ڈھونڈنا ہوتا ہے جیسے میں نے تمہیں ڈھونڈا۔۔" وہ پھر مسکرا دی جبکہ انابیہ نہیں مسکرائی۔۔

"میں اچھی نہیں ہوں میں تو تمہیں اگنور کر رہی تھی۔۔" وہ زخمی انداز سے مسکرائی۔

"تم ایسی تھی نہیں تم ایسی بن رہی تھی لیکن نہیں بن سکی۔۔ کیونکہ تم بہت اچھی ہو بہت زیادہ۔" وہ دونوں بیک وقت مسکرا دیں۔

"ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ لوگ نہیں کرتے سب اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔اس لیے ہمیں اس سے شکوے کرنے کی اجازت قطعاً نہیں ہے۔ ہمیں صرف صبر کرنا ہوتا ہے اور وہ صبر کرنے والوں کو بے تحاشا انعامات سے نوازتا ہے۔" انابیہ غور سے اسے سن رہی تھی پھر کچھ دیر خاموش رہی۔اس کی خاموشی پر انابیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جبکہ لالی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"میری دوست بنو گی؟؟" اس کے سوال پر انابیہ کی مسکراہٹ چھن سے غائب ہوئی۔

"میں دوستی کے قابل نہیں ہوں۔۔" وہ دکھ بھری آواز میں بولی۔

"ایسے مت کہو۔ تم بہت اچھی ہو۔۔" اس نے بیگ سے ایک چاکلیٹ نکال کر انابیہ کو دی تو اس نے مسکراتے ہوئے لے لی۔۔ دوستی ہو گئی تھی وہ تو بہت پہلے ہی ہو گئی تھی۔

"تمہارے پیر میں آرام ہے اب ؟؟"اس کے سوال پر انابیہ نے کرنٹ کھا کر اپنے پیر کو دیکھا وہ ٹھیک تھا وہ اسے باآسانی دائیں بائیں گھما سکتی تھی۔ وہ خوش ہوئی اور پھر حیرت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تو لالی بھی ہنس دی۔

"کسی بھی درد کو لے کر بیٹھی رہو گی تو وہ مزید تکلیف دے گا۔ اگنور کرنا ہی ہے تو اپنی تکلیفوں کو کرو وہ ایسے غائب ہوں گی جیسے سرے سے تھیں ہی نہیں۔۔ صرف اللہ کی دی گئی نعمتوں کا شکر کرو بس انہیں کبھی اگنور مت کرنا۔۔"انابیہ پھر اسے حیرت سے دیکھے گئی وہ کوئی عام لڑکی نہیں تھی وہ کوئی موٹیویشنل سپیکر تھی۔ وہ بھی تو یہی کرتی تھی اپنی بیماری کو اگنور اور یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی بیماری پر کنٹرول کر پا رہی تھی ورنہ عموماً obesity کے شکار لوگ اور بھی مختلف بیماریوں میں گھر جاتے ہیں۔

اسی دوران اس کا فون بجنے لگا۔ اس پر چھایا سکوت ٹوٹا تو وہ فون کی طرف متوجہ ہوئی۔

"چلتی ہوں اب اپنا خیال رکھنا اور ہاں خوش رہا کرو کچھ بھی ہو جائے آلویز تھنک پوزیٹیو۔۔"وہ مسکرا کر اٹھ کر جانے لگی۔ جانے سے پہلے اس نے گھاس پر سے وہ کاغز کے ٹکڑے اٹھا لیے تھے۔۔ وہ وہیں بیٹھی رہی فون پر ردا کی کال تھی اس نے کال اٹینڈ کی اور اس سے بات کرنے لگی۔۔ بات کرتے کرتے اس کی نظر اپنی نوٹ بک کے گتے پر پڑی جس پر لالی پنسل سے اپنا نمبر لکھ کر گئی تھی ساتھ ایک سمائلی فیس بھی بنا تھا۔ وہ اس نے کب لکھا تھا شاید جب وہ خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔۔ فون سے ہنوز ردا کی آواز آرہی تھی۔

مناہل تیز تیز قدم لیتے بائیں طرف کی سیڑھیوں سے نیچے اتر رہی تھی۔ تبھی ہینڈ ریلنگ پر ہاتھ رکھے وہ لونگ روم میں سے آتی کچھ مردانہ آوازوں پر رکی۔ وہاں جانے کے بجائے وہ سیدھا کچن میں گئی جہاں ردا اور شہناز کھانے کا انتظام دیکھ رہی تھیں۔

"تایا جان کے کوئی مہمان آئیں ہیں کیا؟؟" اس نے اندر جاتے ساتھ ہی ردا سے پوچھا جو ٹرالی پر کھانے کی مختلف اشیاء سجا رہی تھی۔ ردا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جہانگیر انکل آئیں ہیں۔۔" چہرے پر بے پناہ سنجیدگی سجائے اسے نے مناہل کو جواب دیا۔ جبکہ جہانگیر انکل کا نام سنتے ہی اس کے چہرے پر خوشی لہرائی۔

"واقعی!! میں مل کر آتی ہوں۔۔" وہ تیزی سے جانے ہی والی تھی تو ردا کی آواز پر رکی۔

"وہ اکیلے نہیں ہیں ان کے دونوں بیٹے بھی ہیں ساتھ۔۔" ردا نے ایک تیز نظر اس پر ڈالتے ہوئے کہا تو وہ رک گئی۔

"اووو۔۔اچھا کیا بتا دیا۔ خیر میں کمرے میں جا رہی ہوں۔" کہتے ساتھ وہ سیڑھیاں عبور کر کے وہاں سے چلی گئی۔ ردا ہنوز کام میں مصروف تھی۔

"ڈیڈ نے جب سے یہ بری خبر مجھے دی تو کچھ بھی کر کے کراچی آنا چاہتا تھا لیکن بزنس کے سلسلے میں اسلام آباد پھنس کر رہ گیا تھا۔۔" عابس صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ناصر صاحب سے مخاطب تھا جو ان کے سامنے ویل چیئر پر اپنے ارد گرد شال لپیٹے بیٹھے تھے۔

"اور میں بد قسمتی سے لندن میں تھا۔۔" کہتے ساتھ کبیر نے زوردار چھینک ماری۔ شدید ٹھنڈ کی وجہ سے اسے سخت زکام لگا ہوا تھا ناک بھی سرخ ہو رہی تھی۔ مسلسل ہاتھ میں پکڑے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر ناک رگڑتا اور پھر چھینک مارتا۔

"بیٹا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو کیوں آئے آرام کرتے۔۔" ناصر اس کی ایسی حالت دیکھتے ہوئے پریشانی سے بولے۔

"آنا بھی تو تھا انکل۔۔ مجھے ویسے بھی آپ سے ملنا تھا۔۔ یقین کریں مجھ سے آپ کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی۔۔" وہ نہایت افسردگی سے بولا۔ جہانگیر سر جھکائے ناصر کے برابر صوفے پر بیٹھے تھے۔

"احمد انکل کی موت کا بھی مجھے بہت افسوس ہے دو دفعہ ہی ملا تھا ان سے وہ بھی جب وہ یہاں کراچی آئے تھے بہت اچھے انسان تھے۔" اب کی بار آواز عابس کی تھی۔

"میں تو لاہور میں رہ کر بھی ان سے کبھی نہیں ملا لیکن پھر بھی ڈیڈ سے ان کی بہت تعریف سنتا رہا ہوں۔۔" کبیر نے ایک اور ٹشو نکالتے ہوئے کہا۔۔ کچھ پل خاموشی رہی۔۔ جہانگیر تو مکمل خاموش تھے اور بار بار دکھی نظروں سے اپنے دوست ناصر کو دیکھ رہے تھے۔ ان کو ویل چیئر پر بیٹھا دیکھ کر تو جیسے ان کا دل کٹ سا جاتا تھا۔

"بس جو اللہ کو منظور بچوں۔" یہ کہتے انہوں نے عابس کو دیکھا۔۔ "تمہاری شادی تھی نا اسی مہینے؟"

"جی دو دن بعد ہے۔۔"

"کاش کہ میں آ پاتا۔۔" وہ زخمی انداز سے بولے۔

"آپ آ جائیں نا انکل۔۔" کبیر نے ان کو دیکھتے ہوا کہا۔

"میں بچیوں کو چھوڑ کر نہیں آ سکتا معذرت چاہتا ہوں بچے۔۔"

کبیر کی طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی تھی وہ وقفے وقفے سے چھینکے جا رہا تھا اب کی بار اس کے سر میں بھی شدید درد ہونے لگا تھا۔

"بیٹا تم گھر جاؤ جا کر آرام کر لو بھائی کی شادی کی ساری ذمہ داریاں بھی تم نے دیکھنی ہے۔۔" ناصر اس سے کہہ رہے تھے۔ کبیر نے ایک نظر سامنے بیٹھے اپنے والد صاحب کو دیکھا تو انہوں نے بھی سر اثبات میں ہلایا۔

"ڈرائیو تم مت کرنا میرے ڈرائیور کے ساتھ چلے جاؤ۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تو ناصر نے اس کی ناساز طبیعت دیکھتے ہوئے کہا۔

"آؤ میں تمہیں باہر تک چھوڑ دیتا ہوں۔۔" عابس بھی اس کے ساتھ اٹھ کر جانے لگا۔

باہر آتے ہی وہ گاڑی کی طرف بڑھا ڈرائیور نے اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو وہ اس میں بیٹھ گیا۔

"آرام کر لینا شام تک ہم واپس نکل جائیں گے لاہور کے لیے۔ میں کچھ دیر ڈیڈ کے ساتھ ہوں پھر میں اور تم ساتھ ہی جائیں گے۔۔۔" عابس گاڑی کے دروازے کے پاس کھڑے اس سے کہنے لگا تو وہ اس ہر بات پر ہاں ہاں میں سر ہلا رہا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی اور گیٹ کی طرف لے گیا۔ کبیر سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔ ناک مزید سرخ ہو گئی تھی۔ گاڑی نے گیٹ کو پار کیا تو اس نے ذرا سی گردن ٹیڑھی کر کے دیکھا جہاں ایک اور گاڑی آ رہی تھی۔ ڈرائیور نے گاڑی دوسری طرف موڑ لی۔ انابیہ پچھلی سیٹ پر بیٹھے مکمل طور پر ہاتھ میں پکڑے موبائل میں گم تھی اس نے اپنے گھر کے گیٹ سے نکلتی گاڑی کو نہیں دیکھا پھر اچانک سر اٹھا کر سامنے دیکھنے لگی۔ اس کی پہلی نظر ہی نمبر پلیٹ پر پڑی وہ گاڑی ناصر کی تھی۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا تبھی اس کا ڈرائیور گاڑی گیٹ سے اندر لے گیا۔

کبیر نے بے ساختہ گردن موڑ کر پیچھے شیشے سے باہر دیکھا گیٹ کے اندر جاتی گاڑی کی اس کو بس اک جھلک سی دکھائی دی اور وہ اندر چلی گئی۔

"یہ جو گاڑی ابھی گھر کے اندر گئی ہے یہ کس کی ہے؟؟" اس نے گردن واپس سامنے موڑتے ہوئے ڈرائیور سے پوچھا۔

"جی یہ چھوٹی صاحبہ کی ہے ابھی یونیورسٹی سے آئیں ہیں۔۔"

"احمد کی انکل کی بیٹی؟؟" پتہ نہیں کیوں لیکن اس کے دل کو ضرور کچھ ہوا تھا۔۔

"جی انکی بڑی بیٹی۔۔" ڈرائیور کے کہتے ہی اس نے سر اثبات میں ہلایا اور دوبارہ پیچھے ہو کر آنکھیں بند کیے کہیں کھو گیا۔۔اس کی گاڑی کافی آگے آ چکی تھی گھر کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔راستے ایک بار پھر سے مل کر بھی جدا ہو گئے تھے۔وہ ایک بار پھر سے قریب آ کر دور ہو گئے تھے۔

انابیہ نے گاڑی سے نکلتے سامنے دروازے پر کھڑے عابس کو انجان نظروں سے دیکھا۔وہ کان سے فون لگائے کھڑا تھا۔وہ قدم چلتے اس کے سامنے آئی۔عابس نے اسے دیکھتے ہی فون کان سے ہٹایا کال ڈسکنیکٹ کی اور ہلکا سا مسکرا دیا۔

"آپ؟؟؟" انابیہ کے لب ہلے مگر پھر اسکی آواز پر رک گئی۔

"عابس ہوں۔۔ پہچانا؟؟" وہ ہنوز مسکراتے ہوئے بولا۔انابیہ کچھ دیر اسے دیکھے گئی اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں شاید اسے یاد آ گیا تھا۔

"جہانگیر انکل کے بیٹے۔۔ کیسے ہیں آپ؟؟" اب کی بار وہ بھی مسکرا دی۔

"یادداشت اچھی ہے۔۔ ویسے اب کی بار تم نے مجھے دیکھ کر غصہ نہیں کیا۔۔" کہتے اس کا قہقہہ گونجا تھا۔انابیہ کے شرمندگی سے گال سرخ ہونے لگے۔انابیہ بچپن میں صرف دو بار احمد صاحب کے ساتھ کراچی آئی تھی جبکہ عابس کافی دفعہ کراچی جا چکا تھا لیکن انابیہ اور احمد صاحب سے صرف دو دفعہ ہی ملا تھا۔تب انابیہ کو پتہ چلا تھا کہ عابس عالیان کا دوست ہے بس اس لیے وہ ان دونوں کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر تپ جاتی تھی اور عابس کو خاصا ڈانٹ دیا کرتی تھی۔اس کی بحث کا موضوع صرف یہ ہوتا تھا کہ عالیان صرف میرا دوست ہے۔

"کیا ہوا کہاں کھو گئی؟؟" عابس نے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔۔ "وہ جس کے لیے ہم دونوں لڑتے تھے وہ بڑا بیوفا نکلا۔۔" عابس نے ہنستے ہوئے بڑے افسوس سے کہا۔۔ "پتہ چلا مجھے باہر جا کر شادی کر لی ہے صاحب نے۔۔ ایک دفعہ میرے ہاتھ لگ جائے تمہارا بدلہ بھی لوں گا اس سے۔۔" انابیہ اس کی بات پر مسکرا دی۔

"وہ نہیں آئے گا۔۔" وہ نظریں جھکائے ہوئے افسردگی سے بولی۔

'آئے گا بڑا خبیث ہے تنگ کرنا اور سرپرائز دینا اس کی بچپن کی عادت ہے۔۔"

انابیہ نے زرا سا رخ موڑ کر بہت نرمی سے اسے ٹوکا "چھوڑیں اسے عابس بھائی۔۔ یہ بتایئں جہانگیر انکل بھی آئیں ہیں؟؟" وہ موضوع بدلتے ہوئے بولی۔ جہانگیر تو کہیں گئے ہی نہیں تھے مگر ان سے مل کر انابیہ کو ہمیشہ بہت خوشی ہوتی تھی۔۔

"جی بلکل وہ اندر ہیں۔۔" وہ مسکرا کر اندر جانے لگی تو عابس بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ اندر جاتے وقت اس کے ذہن میں صرف ایک سوال تھا اگر جہانگیر صاحب اور عابس دونوں یہاں ہیں تو گاڑی میں کون گیا تھا؟ پھر ذہن جھٹک کر لونگ روم میں چلی گئی۔ سامنے ہی جہانگیر صاحب اور ناصر صاحب اسے آتا دیکھ کر مسکرائے۔ اس نے باری باری دونوں سے دلا سے لیے سلام کیا اور وہیں ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔۔ وہ کافی دیر ان سے باتیں کرتی رہی۔

"ڈیڈ میں چلتا ہوں ہمیں لاہور کے لیے بھی نکلنا ہے۔۔" عابس نے کلائی میں پہنی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"میں تمہارے نکاح والے دن ہی آئوں گا۔۔ آفس میں بہت کام ہے سب نپٹا کر آجائوں گا۔۔" جہانگیر اس کو دیکھتے ہوئے بولے تو وہ سر ہلاتا سب سے ملتا الوداعی کلمات کہہ کر جانے لگا۔۔ انابیہ بھی اس کے ساتھ اسے سی آف کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"مجھے بہت خوشی ہوتی اگر تم بھی آتی میری شادی پر۔۔" بیرونی دروازے پر پہنچتے ہی عابس نے گردن اس کی طرف موڑ کر اس سے کہا۔

"میں ضرور آتی مگر حالات آپ کے سامنے ہیں۔۔" وہ نظریں سامنے لان کی طرف ٹکائے بولی۔

"اچھا لگا تم سے مل کر۔۔ ایک بات کہوں؟؟" انابیہ نے نظروں کا رخ عابس کے چہرے کی طرف کیا۔۔

"ناصر انکل کا اب تم ہی ایک سہارا ہو۔ اگر وہ تمہیں کوئی ذمہ داری سونپے تو انکار مت کرنا۔۔ چلتا ہوں۔۔" وہ اس سے کہتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ وہ وہیں کھڑی رہی اسے عابس کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ چلا گیا تو وہ بھی واپس اندر چلی گئی۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں گئی فریش ہو کر کپڑے بدلے اور بیٹھ کر اپنے ایگزامز کی تیاری کرنے لگی۔ وہ بیڈ پر ٹانگیں سیدھی کیے گود میں لیپ ٹاپ رکھے بیٹھی تھی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ مناہل کمرے میں آئی۔

"آپکو تایا جان سٹڈی روم میں بلا رہے ہیں۔۔" اس کے کہتے ہی اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور اٹھ کر جانے لگی۔

"آپ نے بلایا۔۔" جہانگیر صاحب اب بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ اس کو دیکھتے ہی جہانگیر صوفے پر سے اٹھ کر اس کے سامنے گئے۔ ان کے چہرے پر سنجیدگی تھی ہاتھ پیچھے کمر پر باندھے وہ امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا انکل سب ٹھیک تو ہے نا؟؟" ان کو مکمل خاموش دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔

"ایک بہت بڑی ذمہ داری سونپنا چاہتا ہوں تمہیں۔۔"لہجہ قدرے سنجیدہ تھا۔انابیہ کچھ نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگی۔ پھر اس نے دیکھا جہانگیر صاحب نے ہاتھ آگے کیے جن میں ایک نیلے رنگ کی فائل جکڑی ہوئی تھی۔اس نے کچھ حیرت سے پہلے اس فائل کو دیکھا اور پھر جہانگیر صاحب کو۔

"یہ تمہاری ہے۔۔"انہوں نے فائل مزید اس کے سامنے کی۔۔

"میری؟؟"آنکھوں میں ڈھیروں سوال لیے اس نے وہ فائل تھام لی۔۔

"ناصر نے اپنے سارے شئیرز تمہارے نام کر دیے ہیں۔۔"کہتے ساتھ وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے دوسری طرف گھوم گئے۔

"کیا؟؟؟"اس کا یہ کیا کافی بڑا تھا۔جہانگیر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو وہ قدرے بوکھلا کر رہ گئی۔۔

"مم میرا مطلب کیوں؟؟"وہ بمشکل کہہ پائی۔

"کیونکہ اب میرے ساتھ بزنس تم دیکھو گی۔۔"انابیہ کو لگا کہ کوئی ایٹم بم اس کے سر پر آگرا ہو۔اس کی آواز گلے میں ہی پھنس کر رہ گئی تھی۔شاک کے عالم میں اس نے ناصر صاحب کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ پھر لڑکھڑاتے قدم انکی ویل چئیر تک گئی۔

"تایا جان مجھ سے پوچھ تو لیتے۔۔"وہ شکوہ کن نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"مجھ سے بات کروانابیہ یہ میرا فیصلہ ہے۔۔"جہانگیر کی نظریں سلائڈنگ ڈور سے باہر تھی۔

"معاف کیجئے گا بہت غلط فیصلہ ہے یہ آپ کا۔۔"اس نے کہہ تو دیا تھا لیکن پھر اپنے ہی کہے پر شرمندہ سی ہو گئی۔

"میرے فیصلے کبھی غلط نہیں ہوئے نہ آگے ہوں گے۔۔"لہجہ سپاٹ اور پر اعتماد تھا۔

"آپ سمجھ نہیں رہے۔۔۔"اس کی آواز رندھی ہوئی سی تھی۔

"میں سمجھ رہا ہوں انابیہ اور تم بھی سمجھو میرا یہ فیصلہ غلط نہیں ہے۔۔"انہوں نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"نہیں نہیں میں یہ نہیں کر سکتی تایا جان میری تو تعلیم بھی مکمل نہیں ہے میں کیسے کر سکتی ہوں؟"وہ دبی ہوئی آواز میں کہے جا رہی تھی۔

"تم کر سکتی ہو بیا۔ تمہارا خواب تھا یہ۔۔"ناصر نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔وہ نم آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی اور پھر پیروں کے بل فرش پر ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں جانتی ہوں یہ میرا خواب ہے مگر یہ خواب ڈگری حاصل کرنے کے بعد پورا ہو تو بہتر ہے۔۔میں بزنس کے بارے میں کچھ خاص نہیں جانتی۔۔"

"یعنی کچھ کچھ جانتی ہو چلو جتنا جانتی ہو اتنا کافی ہے آہستہ آہستہ باقی کا بھی جان جائو گی۔۔"آواز جہانگیر کی تھی۔انابیہ نے چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا پھر ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"مت کریں ایسا میں آپ لوگوں کی محنت پر پانی پھیر دوں گی۔۔ مجھ سے نہیں ہو گا۔۔اتنا بڑا بزنس سنبھالنا آسان کام نہیں ہے انکل۔۔"وہ لرزتی ہوئی آواز سے کہہ رہی تھی لیکن ناصر اور جہانگیر نے تو جیسے پکا فیصلہ کر لیا تھا۔وہ اس کی نہیں سن رہے تھے۔

"انابیہ انابیہ خود پر بھروسہ رکھو۔۔بی کونفیڈینٹ۔۔تم سب کر سکتی ہو بہت انٹیلیجینٹ ہو تم۔اور تم اکیلی تو نہیں ہو نا میں ہوں تمہارے ساتھ تمہیں سب سکھائوں گا۔۔ تمہارے تایا ابو کا خواب ہے یہ اسے پورا کر دو۔۔"وہ اسے کنوینس کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔

"اور میری سٹڈیز؟؟؟"

"فکر نہ کرو ذرا سا بھی اثر نہیں پڑے گا تمھاری سٹڈیز پر۔۔میں اسے اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔"وہ ہر بار کی طرح پھر سے اسے تسلی دیتے ہوئے بولے۔

"اور عالیان؟؟ اگر وہ واپس آ گیا تو؟؟ اس سب پر اس کا حق ہے۔۔" ایک کے بعد ایک خدشہ!!

"اس کا نام مت لو بیا۔۔ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے وہ واپس آیا بھی تو میں اسے یہاں گھسنے ہی نہیں دوں گا۔ اس سب پر صرف تمہارا اور تمہاری بہنوں کا حق ہے۔۔" ناصر کا لہجہ سخت پتھریلا تھا۔ ایک بیٹے کے لیے اس کے باپ کے منہ سے اتنے سخت الفاظ سن کر اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

"بس فیصلہ ہو گیا۔۔ مجھے تمہاری ہیلپ کی ضرورت ہے انابیہ۔۔ پرپیئر یور مائنڈ فار ایوری تھنگ۔۔" جہانگیر کا انداز تنبیہی تھا۔

"میں تمہیں سٹرانگ دیکھنا چاہتا ہوں بیا۔ میں چاہتا ہوں تم ہر چیز ہر انسان سے لڑنے کے لیے تیار رہو۔" وہ باری باری دونوں کا چہرہ دیکھے جا رہی تھی۔ دونوں کے چہرے مطمئن تھے انہیں کوئی خدشہ کوئی ڈر نہیں تھا انہیں انابیہ پر پورا یقین تھا اگر کسی کو نہیں تھا تو خود انابیہ کو اپنے آپ پر نہیں تھا۔ اس نے مزید بحث نہیں کی کیونکہ وہ سمجھ گئی تھی اب کسی بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ گہرا سانس لیتے اس نے جیسے ہار مان لی تھی۔

"مجھے وقت چاہیئے سوچنے کے لیے۔۔"

"جتنا وقت لینا چاہو لو مگر فیصلہ یہی ہونا چاہیئے۔۔" اس نے بھاری دل کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا اور وہاں سے چلی گئی۔۔

"اس کو پریشرائز نہیں کرنا چاہیئے ہمیں۔۔" اس کے جاتے ہی ناصر افسوس بھرے لہجے میں بولے۔

"یہ اس کے لیے بہت ضروری ہے۔۔" جہانگیر ان کے سامنے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گئے۔

کبھی سمندر کی لہروں کو جوش مارتے دیکھا ہے؟؟

کبھی اس کی لہروں کا بے ہنگم شور سنا ہے؟؟

مجھے لگتا ہے اس کے ٹھاٹھیں مارنے کی کوئی وجہ ہے۔۔

یا شاید یہ اس کا اندازِ بیان ہے۔۔۔

یوں ٹھاٹھیں مارتا ہے جیسے اپنی خوشی ہم سے بیان کر رہا ہو۔۔

یا جیسے غم میں پاگل ہو رہا ہو۔۔

ایسا ہی کوئی بے ہنگم سا شور اس کے اندر بھی پل رہا تھا۔ ایسے ہی غم میں وہ بھی پاگل ہو رہی تھی۔ اپنے سامنے سیاہ آسمان کے نیچے کھڑے وہ اس سمندر کی لہروں کے شور کا موازنہ وہ اپنے اندر پلتے شور سے کر رہی تھی۔ کون زیادہ غم میں تھا؟ وہ جو ہمیشہ سے کراچی شہر کا حصہ رہا ہے یا وہ جو کچھ مہینوں پہلے اس شہر میں آئی تھی جہاں ان کے نصیب نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ ان کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ کراچی (دا سٹی آف لائیٹس)۔۔روشنیوں سے جگمگاتا شہر جہاں آتے ہی ان کی زندگی اندھیر ہو گئی تھی۔ تیز ہوا میں اسے ٹھنڈ کا احساس ہوتا تو خود پر اوڑھی شال کو وہ مزید خود پر لپیٹ لیتی۔ ردا پچھلے کچھ دنوں سے کبھی کبھی شام کے وقت یہاں کچھ دیر تنہا رہنے کے لیے ضرور آتی تھی۔ ایک سکون کی تلاش میں جو شاید لہروں کی آوازیں اس کے اعصاب کو بخشتی تھیں۔ کہتے ہیں سکون چاہتے ہو تو سمندر کا رخ کرو۔ تمہاری آنکھوں کو راحت ملے گی۔۔رک کر اس نے ان تیز ہواؤں میں آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا تبھی اس کی کلائی پر اس نے کسی کا لمس محسوس کیا۔ اس نے تیزی سے اپنی آنکھیں کھولیں تو نظریں اس کے ساتھ کھڑے ایک بچے پر رکیں جو مسکراتے ہوئے اس کی کلائی پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔ دس سالہ بچہ جو سر پر اونی ٹوپی اور بدن پر قمیض شلوار کے اوپر اونی سویٹر پہنے جو اس کے داہنے کندھے سے پھٹی ہوئی تھی کھڑا اسے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"باجی تمہارا کلائیوں پر یہ گجرے بڑے جچیں گے۔۔ اللہ قسم۔۔" اس بچے نے بڑی معصومیت سے اپنی گردن کے درمیانی حصے کا گوشت پکڑتے ہوئے کہا۔ ردا نے تیوڑیاں چڑھائے اس کے دوسرے ہاتھ میں پکڑے گجروں کو دیکھا اور سختی سے اپنی کلائی چھڑائی۔

"ارے باجی غصہ کیوں ہوتی ہو ہم سچ کہہ رہا ہوں تمہارا کلائی۔۔۔"

"خبردار!! شرم نہیں آتی تمہیں باجی بھی کہتے ہو اور کلائیاں بھی دیکھتے ہو۔۔" اس نے فوراً غصے سے اسے جھڑکا۔

"اے باجی۔۔ ہم پٹھان ہوں۔ چھوٹا خان کہتے ہیں سب ہم کو۔" اس نے سینہ تان کر تھوڑا اترا کر کہا۔ "ایسا ویسا سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا کر دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔

"اچھا باجی۔۔" ردا نے گردن گھما کر پھر سے اسے گھورا۔ "ارے نہیں دیکھ رہا تمہارا کلائی۔۔" وہ ہڑبڑاتے ہوئے بولا وہ پھر سے دبی دبی ہنسی۔۔ "ہم تم کو تیسری دفعہ یہاں دیکھ رہا ہوں۔۔ تم آتی ہو اور آدھے گھنٹے بعد چلی جاتی ہو وجہ بتاؤ گی؟؟"

"یہاں جو بھی آتا ہے تم اسے صرف گجرے بیچتے ہو یا اس کی تشریف لانے کی وجہ بھی پوچھتے ہو؟؟" اب کی بار وہ صرف اسے دکھانے کے لیے غصے سے بولی تھی۔

"ہم تو کسی کو یوں منہ نہیں لگاتا اپنا کام کرتا ہوں اور اندھیرا چھاتے ہی گھر کو روانہ ہو جاتا ہوں۔۔" وہ اب ڈنڈے پر گجروں کو آگے پیچھے کرتے ہوئے بولا۔۔

"تو تم یہی کام کرتے ہو پڑھائی وڑھائی نہیں کرتے کیا؟؟" پتہ نہیں کیوں مگر اس کا دل کیا وہ اس چھوٹے خان سے مزید باتیں کریں۔

"او باجی۔۔ دو وقت کی روٹی مل جائے ہم غریب کے لیے یہی بہت ہے۔۔ پڑھائی وڑھائی کو گولی مارو۔۔ مورے کہتی ہے یہ امیروں کا شوق ہے غریبوں کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔۔" وہ نہایت ہی افسوس سے بول رہا تھا۔

"مم۔۔ مورے کون؟؟" وہ ناسمجھی سے اسے دیکھے گئی۔

"مورے یعنی ماں۔۔"

"اور کیا کہتی ہے تمہاری مورے؟"

"اور جی وہ کہتی ہے گجرے سارے بیچ کر آنا۔۔ اب خرید لو نا۔۔" وہ بڑی معصومیت سے بولا تھا۔

"اچھا یہ ایک کتنے کا دیتے ہو؟؟" ردا نے جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"او باجی لینا ہے تو دو لو نا اللہ نے دو کلائیاں دی ہوئی ہیں تم کو شکر ادا کرو اور دونوں پہنو۔۔"

"شکر تم نے یہ نہیں کہا کہ اللہ نے دو پیر بھی دیے ہیں ان پر بھی پہنو۔۔" وہ ہونہہ کے انداز میں بولی۔

"اس پر تو پازیبیں پہنتے ہیں باجی تم کو تو کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔۔" وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا تو ردا نے حیرت سے اسے دیکھا اور سر جھٹک کر رہ گئی۔۔

"اب تم نے صرف دانت نکالنے ہیں یا قیمت بھی بتانی ہے؟؟" وہ چڑھتے ہوئے بولی۔

"ایک گجرہ سو روپے کا لیکن اگر تم دو لو گی نا تو ہم تم کو ڈیڑھ سو میں دو دوں گا۔۔"

"تو تم دو پہنا کے ہی چھوڑو گے۔۔ چلو دے دو۔۔" چھوٹے خان نے خوشی خوشی دونوں گجرے نکال کر اسے دیے تو آخر اس نے پہن لیے اور شولڈر کراسنگ بیگ میں سے اسے دو سو روپے نکال کر تھمائے۔

"باجی ڈیڑھ سو بولے تھے۔۔" وہ دو سو کے گلابی نوٹ دیکھتے ہوئے بولا۔

"اصل قیمت دو سو بنتی ہے تو پوری لو۔۔" چھوٹے خان نے کندھے اچکا کر پیسے قمیض کی جیب میں ڈال لیے۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہاری مورے کے علاوہ اور کون کون رہتا ہے تمہارے ساتھ ؟؟"وہ دونوں اب ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔

"بس مورے کے علاوہ کوئی نہیں رہتا۔۔"ردا نے اس کے لہجے میں چھپے ہوئے کرب کو ضرور محسوس کیا تھا۔۔

"تمہارے بابا اور کوئی بہن بھائی وغیرہ ؟؟"اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"ابو تو بہت پہلے ہی دنیا سے چلا گیا تھا اور ہم اکلوتا ہوں۔۔"وہ عام سے لہجے میں بولا تھا۔ردا کو لگا شاید اسے پوچھنا ہی نہیں چاہیے تھا۔

"پھر بھی تم خوش نصیب ہو تمہارے پاس تمہاری مورے تو ہے نا میرے پاس تو دونوں نہیں ہیں۔۔"وہ دکھی انداز سے بولی۔سامنے ایک چٹان تھی تو وہ اسی پر بیٹھ گئی۔

"اوو تبھی تو تم اتنا اداس ہوتی ہو۔۔ایک بات تو بتاؤ۔۔"وہ اس کے سامنے ہی کھڑا ہو گیا۔۔"تم روتی رہتی ہو نا؟؟"اس کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر چھوٹے خان کے لیے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔

"ہوں۔۔"وہ مختصراً بولی اور نظریں جھکا گئی۔۔

"مورے کہتی ہے مرنے والوں کے پیچھے روتے نہیں ہوتے اللہ خفا ہو جاتا ہے۔۔"ردا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جب ان کی یاد آتی ہے تو رونا تو آ جاتا ہے نا۔۔"وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"مورے کہتی ہے اگر مرنے والے کی یاد آئے تو اس کے لیے دعا کیا کرو۔۔بہت ساری دعا کیا کرو۔۔ان کو ثواب بھی ملے گا اور تمہارا دل کو سکون بھی۔۔"

"پھر بھی تمھیں نہیں لگتا اللہ نے غلط کیا ہے ماما بابا کو بھی اپنے پاس بلا لیا میرے تایا ابو بھی معزور ہو گئے۔۔"
وہ خفگی سے بولی تو چھوٹا خان ایک دم اس پر بھڑک پڑا۔

"ہائے باجی۔۔ توبہ کرو جلدی سے توبہ کرو۔۔ مورے کہتی ہے اللہ سے بس دعا کرتے ہیں اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔۔ اس سے گلے شکوے نہیں کرتے۔۔" وہ یک ٹک اس کا چہرہ دیکھے گئی۔

"میں گلہ نہیں کر رہی میں تو بس۔۔" اس کے الفاظ گڈ مڈ ہونے لگے۔

"وہ رب الکائنات ہے۔ اس کے فیصلوں پر سوال نہیں کیا کرتے۔۔ صبر شکر کرتے ہیں۔۔ مورے کہتی ہے وہ بہتر جانتا ہے اپنے فیصلوں کو۔۔ انسان کی کیا اوقات جو اس سے گلے شکوے کرے۔۔" وہ اس کی باتوں سے خاصا متاثر ہو رہی تھی۔

"اور کیا کہتی ہے مورے؟؟" وہ ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے اس سے پوچھنے لگی۔

"مورے تو ہر دن کچھ نا کچھ کہتی رہتی ہے۔ اب تم تو یہاں آتی جاتی رہتی ہو۔۔ ہم پھر کبھی تم سے باتیں کروں گا۔ ابھی اگر وقت پر گھر نہ پہنچا تو جو مورے ہمیں کہے گی نا وہ ہم تم کو بتا بھی نہیں سکوں گا۔۔" وہ فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور تیز قدم لیتے آگے گیا پھر رک کر اس کی طرف گھوما۔۔

"خوبصورت آنکھوں کو رونا نہیں چاہئیے۔۔" تیز ہوا کی وجہ سے وہ تھوڑی اونچی آواز سے بولا۔

"یہ بھی مورے کہتی ہے؟؟" وہ بمشکل ہنسی دبائے بولی۔

"نہ مڑے۔۔ اللہ نگہبان۔۔" وہ ہاتھ ہوا میں ہلاتے وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی تبھی اس کی نظر دور سیاہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑے ایک لڑکے پر رکی جو سگریٹ کے کش بھرتے ہوئے مسلسل اسے ہی گھور رہا تھا۔ وہ جو بھی تھا بہت ہی بری طرح سے اسے دیکھ رہا تھا اور اس طرح سے گھورنے والوں کے لیے ردا کے دل میں ان کی ٹانگیں توڑنے کا خیال آتا تھا لیکن جن نظروں کے حصار میں وہ آج تھی ان نظروں

نے اسے زندگی میں پہلی بار بری طرح خوفزدہ کیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر اپنے کپڑے جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ اب اسے گھر جانا تھا ورنہ اس کے انتظار میں بیٹھی مورے جو اس کا حشر کرے گی تو اسے اس کی اپنی مورے یاد آجائے گی۔۔ وہ ہنستے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ پیچھے سمندر کی لہریں ویسے ہی شور مچا رہی تھیں اور وہ نظریں۔۔ وہ نظریں ہنوز اس پر ٹکی تھیں۔

دو دن بعد:

جہانگیر ہاوس میں شادی کی تیاریاں اپنے پورے عروج پر تھیں۔ آج عابس جہانگیر کی بارات تھی۔ پورا گھر ریڈ اور وائٹ تھیم میں خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ ڈیکوریشن کے لیے سرخ اور سفید پھولوں کا استعمال کیا گیا تھا۔ گولڈن لائیٹس اور عین درمیان میں لگا بڑا سا فانوس گھر کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔ سیڑھیوں کی ہینڈ ریلنگ کی ڈیکوریشن میں بھی سفید اور سرخ پھولوں کا ہی استعمال کیا گیا تھا۔ ہر طرف افراتفری کا ماحول تھا۔

"اففف نازو سستی مت دکھاؤ تیز تیز ہاتھ چلاؤ۔۔" آمنہ بیگم اپنے سامنے ٹیبل پر گفٹس اور مٹھائیوں کے ڈبے سمیٹ کر رکھ رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ نازو کو بھی ڈانٹے جا رہی تھیں۔ اسی دوران کبیر نظریں ہاتھ میں پکڑے موبائل پر مرکوز کیے بیرونی دروازے سے اندر داخل ہوا تو ناہیدہ بیگم اسے بھی غصے سے گھورنے لگی۔۔

"تم ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئے؟؟" کبیر نے ان کی آواز پر سر اٹھا کر انہیں دیکھا جو اسے تیوڑیاں چڑھائے دیکھ رہی تھیں۔اس نے بلو ڈینم جیکٹ اور وائٹ پینٹ پہن رکھی تھی۔ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔

پھر ان کی نظر سیڑھیوں سے اترتی جویریہ پر پڑی۔

"دیکھا میری بیٹی تیار بھی ہو گئی ہے۔۔" وہ اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ کبیر نے ایک نظر اسے دیکھا اور اگلے ہی پل رخ پھیر گیا ظاہر ہے اسے ایسا ہی کرنا تھا کیونکہ سامنے والی لڑکی جویریہ تھی انابیہ نہیں۔۔

سرخ رنگ کی ریشمی ساڑھی کا پلو دوسری طرف سے پکڑے وہ کسی ماڈل سے کم نہیں لگ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں لگا گہرا کاجل اور میک اپ سے لدا چہرہ اسے بظاہر بہت خوبصورت دکھا رہا تھا۔۔ ہلکے ہلکے قدم لیتے وہ اس سے تھوڑا دور مگر سامنے کھڑی تھی۔ آمنہ بیگم بھی اٹھ کر تیار ہونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف جانے لگیں۔ان کے جانے کے بعد وہ بلکل اس کے قریب ٹھیک اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟؟" اس نے بڑی معصومیت اور امید سے پوچھا۔ کبیر نے نظریں اٹھا کر اسے سر تا پیر اس سرخ ساڑھی میں ملبوس دیکھا پھر طنزیہ سا ہنس دیا۔

"خونی۔۔ قاتل۔۔ میری محبت کا خون کرنے والی!!" اس نے جویریہ کو دیکھتے ہوئے ایک ایک لفظ سختی سے کہا۔جویریہ کے چہرے سے مسکراہٹ چھن سے غائب ہوئی۔ چہرے پر ناگواری سی چھا گئی۔

"سن لی تعریف؟ اب ہٹو یہاں سے۔۔" وہ ایک کڑی نظر اس پر ڈالتے وہاں سے چلا گیا اور جویریہ کے جسم میں تو جیسے کوئی حرکت باقی نہ رہی تھی وہ وہیں بے یقینی کے عالم میں کھڑی رہی۔ پلٹ کر جانے ہی لگی تھی کہ دروازے سے اندر آتی ہوئی ایک لڑکی کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رہ گئی۔

"فائزہ۔۔" بے ساختہ اس کے ہونٹ ہلے۔ایک خوف سا اس پر طاری ہو گیا تھا اس کے اچانک یہاں آجانے کی توقع اسے بلکل نہیں تھی۔فائزہ فاتحانہ انداز سے مسکراتے ہوئے اس کے سامنے آئی۔جویریہ کو لگا وہ ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا مجھے دیکھ کر تمہارے چہرے کے رنگ ڈھنگ کیوں اڑ گئے ؟؟" اس کا انداز طنزیہ تھا۔

"تم۔۔تم یہاں کیا کر رہی ہو؟؟" بظاہر اس نے چہرے کے تاثرات چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

"میں تمھارے گھر پر نہیں ہوں کبیر کا گھر ہے یہ اور شادی والا گھر ہے تمھیں یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیئے۔۔"

اس کی اس بات پر جویریہ گہرا سانس بھر کر رہ گئ۔

"نہیں میرا مطلب۔۔۔"

"تمھارا جو بھی مطلب ہے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔۔میں کبیر سے ملنے آئی ہوں۔۔" انداز سپاٹ تھا۔

"کیوں؟؟" ایک خوف ایک خدشہ سا لاحق ہونے لگا تھا اسے۔۔فائزہ نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا جیسے وہ اسے بتانا ضروری نہیں سمجھتی تھی۔۔"چلی جائو یہاں سے فائزہ۔" حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے ہوئے وہ بولی۔

"کیوں تمہیں کس چیز کا خطرہ ہے مجھ سے ؟؟" وہ سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھے گئ۔"میں بس جاننے آئی ہوں کہ تم نے کبیر سے کیا کہا تھا جو اس نے وہ ویڈیو عبید کو بھیجی۔۔کیونکہ میں جانتی ہوں تم نے ضرور اسے ایسا کچھ کہا ہے میرے خلاف ورنہ وہ لوگوں کی زندگیوں کو تباہ کرنے والا انسان نہیں ہے۔۔" وہ تیزی سے بولے گئ۔

"نہیں !! میری آج منگنی ہونی ہے اس سے۔ میں نے بہت انتظار کیا ہے اس وقت کا۔ میں اپنی منزل کے بہت قریب ہوں تم ایسا کچھ نہیں کرو گی میں ہاتھ جوڑتی ہوں تمہارے آگے۔۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بے بسی سے بولی۔ "تم نے میری بہت مدد کی تھی تم بھی تو چاہتی تھی نا کہ کبیر صرف میرا ہو۔ اب تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔۔ چلی جاؤ۔۔" اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"میں نہیں جاؤں گی۔۔" وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"تمہیں جانے کی ضرورت بھی نہیں ہے فائزہ تمہیں میں نے انوائٹ کیا ہے کسی اور نے نہیں۔۔" جویریہ کے پیروں تلے زمین نکل گئی کیونکہ اس کے عقب میں جو آواز تھی وہ کبیر جہانگیر کی تھی وہ ابھی تک اسی حلیے میں تھا۔۔ اس میں مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ وہ چلتا ہوا اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ نظروں کا رخ فائزہ پر تھا۔۔

"اس نے سارا الزام تم پر ڈالا تھا کہ تم نے مجھ سے بدلہ لیا ہے۔۔ کیا ایسا ہے؟" وہ فائزہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔ جویریہ نے کرنٹ کھا کر اسے دیکھا۔

"غلط۔۔ میں نے تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔۔" جویریہ کا دل کیا کہ وہ اسی وقت وہاں سے غائب ہو جائے۔۔ کہیں بھاگ جائے۔ "میں نے یہ سب ایک دوست کے لیے کیا تھا اور میں نے صرف اس کی مدد کی تھی اسے صرف انفارمیشن دی تھی باقی سب اس نے خود کیا ہے۔۔ یہ گئی تھی اس کے فادر کے آفس اس نے وہاں جھوٹ بولا تھا کہ یہ تمہاری منگیتر ہے۔ اس نے انابیہ کے کیریکٹر پر کیچڑ اچھالا تھا۔۔ لیکن میں یہ نہیں کہتی کہ میں تمہاری گناہگار نہیں ہوں۔۔" اور یہ وہ وقت تھا جس کے آنے کا جویریہ کو کبھی اندازہ نہیں ہوا تھا۔ وہ یکدم زمین پر زور سے پٹخ دی گئی تھی۔ اس کے قدم لڑکھڑانے لگے تھے۔۔ تنفس بھاری تھا سانس لینا مشکل تھا۔۔ کبیر نے افسوس بھری نگاہوں سے جویریہ کا سفید پڑتا چہرہ دیکھا۔۔

"میں نے تم لوگوں کی پکچرز بنوائی تھیں کسی سے اور کوستی ہوں خود کو کہ کس ڈائن کے لیے میں یہ سب کرتی رہی ہوں۔ مجھے میرے کیے کی سزا ملی ہے اور اب بھی مل رہی ہے میں ساری زندگی عبید کے دل میں جگہ نہیں بنا سکوں گی۔۔ تم نے بہت اچھا کیا کبیر میرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا لیکن میں اکیلی کیوں سزا بھگتوں؟ یہ بھی بھگتے گی مجھ سے زیادہ بھگتے گی۔۔" اس نے نفرت سے ہاتھ اٹھا کر شہادت کی انگلی کا رخ جویریہ سلطان کے چہرے کی طرف کیا۔

"کس سے بنوائی تھیں تم نے پکچرز؟؟" کبیر نے ایک ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"نبیل سے۔۔اس نے کی تھی میری مدد۔۔" وہ نظریں جھکائے ندامت سے بولی۔۔

"ڈیم!!شٹ!!!" کبیر نے دانت پر دانت جمائے اپنی ہتھیلی پر مکا مارتے ہوئے کہا۔۔"اسی وقت اس کو جان سے مار دینا چاہیئے تھا جب وہ بیا کے ارد گرد منڈلا رہا تھا۔۔" وہ نہایت غصے میں بول رہا تھا۔ فائزہ نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وہی نبیل جس کے شرافت کے قصیدے پوری یونیورسٹی میں مشہور ہیں۔۔ایک نمبر کا۔۔" بولتے بولتے اسکی کی زبان کو بریک لگی اور گہرا سانس لیتے نظریں پھر سے جھکا گئی۔"میں اچھے سے جانتی ہوں اس کو جھوٹا ہے وہ۔۔"

"افسوس ہوتا ہے تم دونوں پر مجھے۔۔ تم دونوں کو ذرا ترس نہیں آیا مجھ پر کیا بگاڑا تھا میں نے تم دونوں کا۔۔" کبیر کو اپنی آواز کمزور ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"مجھے معاف کر دو کبیر۔۔جب تک تم معاف نہیں کرو گے میری سزا کم نہیں ہو گی۔۔" فائزہ منت بھرے لہجے میں اس سے کہنے لگی۔ کبیر نے کچھ نہیں کہا وہ خاموش رہا۔

"چلی جاؤ فائزہ۔۔" بمشکل کبیر کے لب ہلے تھے۔۔فائزہ مایوس کن نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔"تمہارا شکریہ کہ تم نے آکر مجھے سب بتایا میری تکلیف کم ہو گی تو میں ضرور اس وقت تمہیں معاف کر دوں گا۔۔اور جب تک نہیں ہو گی تم دونوں بھی اسی طرح تکلیفوں میں جکڑی رہو گی۔۔"فائزہ کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرائے اور سر اثبات میں ہلاتے وہ بمشکل قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئ۔۔اس کے جاتے ہی کبیر جویریہ کی طرف گھوما۔ تیزی اور بے دردی سے اس کا بازو جکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔وہ درد سے کراہ کر رہ گئ۔۔آنکھوں میں ڈھیروں آنسو تھے۔۔

"میں تمہارا کبھی نہیں ہو سکتا۔ موم کو یہ سب بتادوں گا۔۔تمہارا میری زندگی میں آنے کا خواب چکنا چور۔۔تھینکس ٹو فائزہ کہ اب میں موم کو آمادہ کر سکتا ہوں ورنہ یو نو واٹ۔۔میں تم سے منگنی کرنے کے لیے تیار تھا کیونکہ میں نے ہار مان لی تھی مگر شاید میں بھول گیا تھا کہ میں کبیر جہانگیر ہوں۔انا کا سخت برا۔۔بلا کا ضدی۔۔" جھٹکے سے اس کے بازو کو چھوڑا اور سیڑھیاں عبور کرتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔جویریہ وہیں فرش پر گر کر بیٹھ گئ۔۔آنسو زاروقطار اس کا چہرہ بھگو رہے تھے وہ بری طرح سے ہاری تھی۔۔

کمرے میں پہنچتے ہی کبیر نے کچھ دیر سوچتے سمجھتے ہاتھ میں پکڑے موبائل کی سکرین روشن کر کے سامنے کی اور کال ملائ۔فائزہ لٹکے ہوئے چہرے کے ساتھ گیٹ سے باہر آئ۔گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا سامنے سکرین پر کبیر کا نام دیکھ کر وہ کچھ حیرت کا شکار ہوئ اور پھر اگلے ہی لمحے کال اچک کر فون کان سے لگایا۔

"کہاں ہو تم؟؟"کبیر تیزی سے بولا۔

"میں باہر گاڑی کے پاس۔۔اگر تمہیں بات کرنی ہے تو میں اندر آ جائوں؟؟" وہ چہرے پر امید لیے بولی۔

"نہیں تم گاڑی میں بیٹھ جائو مجھے تم سے بس ضروری بات کرنی ہے۔۔"اس کی بات سنتے ہی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی اور ڈرائیور کو چلنے کا کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ نبیل نے تمہاری مدد کی تو کیا اسے کوئی مجبوری تھی آئی مین اس نے یہ کام پیسوں کے لیے کیا یا کوئی دھمکی وغیرہ دے کر تم نے اس سے یہ کام کروایا؟؟" وہ ماتھے پر بل لیے کمرے میں ٹہلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"نہ ہی وہ مجبور تھا نہ ہی اسے پیسوں کی ضرورت تھی اور نہ ہی میں نے اسے کوئی دھمکی دی تھی۔ وہ سب تو میں نے۔۔" وہ تھوڑا رکی اور کبیر کو اس کا رکنا بلکل پسند نہیں آیا۔

"بولو میں سن رہا ہوں۔۔"انداز تھوڑا سخت تھا۔

"میں نے اپنے ایکس بوائے فرینڈ کے تھرو یہ سب کروایا نبیل اس کا بہت اچھا دوست تھا تو۔۔"اس کی بات پر کبیر نے گہرا سانس لیا۔

"تم لوگ محض دوستوں کے کہنے پر دوسروں کی زندگی کیوں برباد کرتے ہو؟ غلط صحیح کیوں نہیں دیکھتے؟؟" فائزہ نے ندامت اور شرمندگی کے مارے سر جھکا دیا۔۔" خیر تمہیں معافی چاہیئے تھی نا؟؟"اس کے اگلے جملے پر اس کا چہرہ پھر سے اٹھا۔

"ہاں کبیر جب تک تم معافی نہیں دو گے اللہ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا۔۔"وہ تیزی سے بولی۔

"لیکن سب جانتے ہیں کبیر بغیر فائدے کے کسی کو کوئی چیز نہیں دیتا۔۔"وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

"سمجھ گئی تمہیں مجھ سے کیا چاہیئے کبیر؟؟ میں دوں گی۔۔"وہ فوراً مان گئی۔

"ودان فائیومنٹس مجھے وہ سب فائلز، ویڈیوز، پکچرز وغیرہ وغیرہ۔۔جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے نبیل کے خلاف۔۔مجھے اپنے موبائل میں چاہیئے۔۔"انداز تحکمانہ تھا۔فائزہ کچھ پل بول نہیں سکی۔

"مگر میرے۔۔"کبیر نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔۔

"تمہارے پاس ہے آئی نو۔۔جس اعتماد سے تم نے نبیل کے کیریکٹر کے بارے میں سب اندر کہا تھا مجھے یقین ہے تمہارے پاس کچھ نا کچھ ضرور ہے۔۔۔"وہ بڑے اعتماد سے بولا تھا۔

"لیکن اس نے یہ سب دوست کے کہنے پر کیا تھا تم۔۔"کبیر نے پھر سے اس کی بات کاٹی۔۔

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔۔تم نے بھی تو دوست کے کہنے پر سب کیا تھا نا میں نے تمہیں بخشا؟؟ نہیں نا تو اسے کیسے چھوڑ دوں۔۔میری تم میں سے کسی کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی تم لوگوں نے بلاوجہ میری زندگی۔میں مداخلت کی ہے فائزہ۔۔"اس کی آواز اب کافی اونچی تھی اور لہجہ حد سے زیادہ سخت۔۔"اس کی اس نقلی شرافت کا جنازہ تو اب میں نکالوں گا۔۔تم یہ کام کرو گی یا میں فون رکھوں؟؟"

"میرا نام تو نہیں آئے گا نا دیکھو میں پہلے ہی بہت کچھ بھگت چکی ہوں۔۔"حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے ہوئے وہ بولی۔۔

"جہاں تک مجھے علم ہے تم آج کی فلائٹ سے کینیڈا واپس جا رہی ہو۔۔"وہ رکا۔"تم اپنے ڈیڈ کو کینیڈا ساتھ لے جانے کے لیے آئی تھی اور تمہارا اب یہاں کوئی نہیں ہے یعنی تم پاکستان آخری دفعہ آئی ہو۔۔تو سوچو نبیل تمہارا کیا بگاڑ لے گا۔پھر بھی بلیو می تمہارا نام نہیں آئے گا۔۔"فائزہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔وہ کچھ پل پھر سے خاموش رہی۔وہ اپنے دشمنوں کی اتنی خبر صرف اس لیے رکھتا تھا کہ ان کو آسمان سے زمین پر پٹخ سکے۔

"ٹھیک ہے مگر ٹائم بڑھا دو۔کیونکہ جو چیزیں تمہیں درکار ہیں وہ میرے لیپ ٹاپ میں ہیں۔۔"

"اور تمہارا لیپ ٹاپ کہاں ہے؟؟"

"میرے پاس گاڑی میں ہی۔۔"

"اوکے دس منٹ۔۔ تمہارے پاس دس منٹ ہیں اس سے زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔" وہ موبائل پر ٹائم دیکھتے ہوئے بولا۔

"اور پھر تم مجھے معاف کر دو گے نا۔ پلیز کبیر دل سے۔۔"

"نو منٹ۔۔ ہری اپ فائزہ۔ یو ڈونٹ ہیو مچ ٹائم۔۔۔" تیزی سے کہتے اس نے کال کاٹ دی۔ فائزہ نے گہرا سانس لیتے تیزی سے ساتھ پڑا لیپ ٹاپ ہاتھوں میں لیا اسے جلد از جلد یہ کام کرنا تھا۔۔

ٹھیک دس منٹ میں اسے فائزہ سب کچھ بھیج چکی تھی۔ موبائل کی سکرین اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ وہ بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا ایک ایک پکچر اور ویڈیو دیکھ رہا تھا۔ ان میں ایسا کچھ ضرور تھا جو اس معاشرے میں نبیل کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑے گا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو ہر وقت جھوٹی شرافت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

"چچ چچ آج کل کے منافق لوگ۔۔" سر جھٹکتے ہوئے اس نے دوبارہ ایک نمبر ملایا۔ کال فوراً اٹھا لی گئی تھی۔

"ایک ضروری کام ہے عاصم۔۔"

"حکم۔۔" اس کے کانوں میں عاصم کی آواز گونجی اس نے عاصم کو سمجھا دیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ فون بیڈ پر اچھالتے وہ وارڈروب کی طرف گیا۔ اپنے کپڑے نکالے اور واش روم میں گھس گیا۔

وہ اپنے کمرے کی بالکونی کے دروازے سے ٹیک لگائے اور ہاتھ سینے پر باندھے دھوپ میں کھڑی تھی۔ دھوپ کی روشنی کمرے میں پھیل رہی تھی۔ وقفے وقفے سے وہ بیڈ پر پڑی اسی نیلی فائل کو گردن گھما گھما کر دیکھ رہی تھی۔ آج دو دن ہو گئے تھے اور وہ اب تک کوئی فیصلہ نہیں کر پائی تھی۔ ان دنوں میں جہانگیر صاحب کافی دفعہ کال بھی کر چکے تھے جس پر وہ بس ان سے سوچنے کے لیے مزید ٹائم مانگتی رہی تھی۔ ناصر صاحب نے بھی اس سے کافی دفعہ اس حوالے سے بات کی تھی اور انکو بھی وہ یہی جواب دیتی رہی۔ وہ انہیں سوچوں میں گم تھی اسی دوران ردا کمرے میں آئی۔ بیڈ پر پڑی اسی فائل کو دیکھ کر وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔۔

"اب اتنا مشکل فیصلہ بھی نہیں ہے جو آپ نہیں کر سکتی۔۔" اس نے ردا کی آواز پر گردن گھما کر اسے دیکھا جو ہاتھوں میں نوڈلز کا باؤل لیے کھڑی تھی۔ کارپٹ پر جس جگہ دھوپ پڑ رہی تھی ردا وہیں جا کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ اب فورک کی مدد سے وہ نوڈلز کھا رہی تھی۔

"میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔۔" ردا نے نظریں اٹھا کر اس سے کہا تو وہ اس کے ساتھ اسی کے انداز میں بیٹھ گئی۔ اس نے نوڈلز کا باؤل اس کے سامنے پیش کیا تو اس نے فوراً انکار کر دیا۔ وہ کندھے اچکا کر کھانے لگی۔

"میں آپ سے ضروری بات کرنا چاہتی تھی"

"کہو میں سن رہی ہوں۔۔" نظریں جھکائے وہ کارپٹ پر بنے پھولوں کے ڈیزائن پر اپنی انگلی پھیر رہی تھی۔۔

"اسے کال کر لیں۔۔" ردا نے نظریں ملائے بغیر کہا تھا۔ انابیہ نے برق رفتاری سے کارپٹ پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟؟" اسے تعجب ہوا۔

"کیوں کا کیا مطلب ہے آپ اسے یاد کرتی ہیں نا۔۔" وہ اب بھی باؤل میں فورک چلائے جا رہی تھی نظریں ہنوز جھکی ہوئیں تھیں۔۔

"ہم اس بارے میں بات کیوں کر رہے ہیں؟؟"لہجہ تھوڑا بہت سخت تھا۔

"میں بس چاہتی ہوں آپ خوش رہیں۔۔ایک کام کر لیں یا اسے کال کر لیں یا بزنس یس کریں۔۔"اب کی بار اس نے نظریں اٹھا کر انابیہ کو دیکھا۔

"پہلی بات میں خوش ہوں۔۔دوسری بات کبیر اور بزنس کا آپس میں کوئی کنیکشن نہیں ہے۔۔"

"آپ کے منہ سے اب بھی اس کا نام کتنا اچھا لگتا ہے۔۔"ردا نے مسکراتے ہوئے کہا تو انابیہ نظریں چرا گئی۔

"آپ اس سے اب بھی عشق کرتی ہیں نا۔۔"ردا نے ہلکی سی مسکراہٹ لیے پیار بھرے لہجے میں اس سے پوچھا۔۔

"نہیں میں اس سے صرف محبت کرتی ہوں۔۔"اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ردا کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔۔

"یہ کیا بات ہوئی۔۔محبت عشق ایک ہی تو بات ہوئی بھلا۔۔دونوں میں کیا فرق؟؟"وہ عجیب سی شکل بنائے پوچھنے لگی۔۔

"دونوں میں بہت فرق ہے۔۔"اس نے پھر نظریں کارپٹ پر جھکائے ہوئے کہا۔

"مثلاً؟؟"اس کے اصرار پر انابیہ کے لبوں پر پھر سے حرکت ہوئی۔

آمنہ بیگم کپڑے تبدیل کر چکی تھیں۔ٹی پنک کلر ان پر کافی جچ رہا تھا۔باقی تیاری ابھی بھی رہتی تھی تبھی ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔انہوں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور سامنے کھڑے وجود کی حالت دیکھ کر دھک سے رہ گئیں۔جس کا خوبصورتی اور نفاست سے کیا ہوا میک اپ اب کہیں سے خوبصورت نہیں لگ رہا تھا۔۔آنکھوں میں لگایا ہوا کاجل بہہ بہہ کر اس کی آنکھیں اور چہرہ کالا کر گیا تھا۔

"جویریہ میری بچی یہ کیا حال کر دیا ہے تم نے اپنا؟؟" انہوں نے فکر مندی سے اسے بازوؤں سے پکڑ کر پوچھا۔ وہ بس خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھے گئی۔۔

"محبت میں ایک حد ہوتی ہے جبکہ عشق بے حد ہوتا ہے۔۔اور جس چیز میں حد اور ایک توازن نہ ہو وہ صرف نقصان کا باعث بنتی ہے چاہے وہ کچھ بھی ہو آپ کے ایموشنز ہی کیوں نا ہوں۔۔" وہ کارپٹ کے ڈیزائن پر پھر سے انگلیاں چلاتے ہوئے بولی۔

"آپ کے بیٹے سے عشق جو کیا ہے یہ حال تو ہونا تھا۔۔" جویریہ رو نہیں رہی تھی لیکن مسلسل رونے کی وجہ سے اس کا گلہ بیٹھ گیا تھا۔۔ آمنہ نے بڑی نرمی سے اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کمرے کے اندر کیا۔۔

"کبیر نے کچھ کہا ہے تم سے بتاؤ مجھے میں ابھی جا کر اس کی خبر لوں گی۔۔" انہوں نے اس کے بالوں پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہو گا اب کوئی فائدہ نہیں۔۔" وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی۔۔

آمنہ نے پھر سے تڑپ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"میرے نزدیک محبت ایک پیارا اور خوبصورت جذبہ ہے لیکن عشق کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔۔ عشق میں صرف "میں" ہوتی ہے "میری زات" ہوتی ہے "خود غرضی" ہوتی ہے لیکن محبت میں یہ سب نہیں ہوتا۔۔ محبت میں "اس" کی خوشی کے لیے ہار مان لی جاتی ہے خود کو جھکا دیا جاتا ہے اور "اس" کی خوشی میں خود کو ڈھال لیا جاتا ہے۔۔" ردا کہنی ایک گھٹنے پر ٹکائے اور ایک ہاتھ گال پر رکھے بغور اسے دیکھ اور سن رہی تھی۔۔

"آج بھی اس کی زبان پر ایک ہی نام ہے۔۔انابیہ۔۔۔انابیہ۔۔۔انابیہ۔۔۔ میں کیوں نہیں ہوں؟؟ میرا نام کیوں نہیں ہے؟؟ میں نے پہلے محبت کی تھی۔۔۔ میرا کیا؟؟ میرے عشق کا کیا؟؟ میں نے کیا کیا نہیں کیا خالہ

اس لڑکی کو اس کی زندگی سے نکالنے کے لیے۔۔اس کے عشق میں کیا کیا منصوبے نہیں بنائے۔۔آپ نہیں جانتی۔۔۔آپ نہیں جانتی۔۔"وہ آخر میں چیخ پڑی تھی۔آمنہ صدمے سے ایک قدم پیچھے ہوئی۔ان کے بیٹے کی تکلیفوں کی وجہ یہ لڑکی ہے؟؟جو خود ان کے سامنے سراپا تکلیف بنی کھڑی ہے۔

"محبت کو زوال نہیں ہوتا عشق کو زوال ہوتا ہے۔۔محبت آپ کو رسوا نہیں کرتی عشق رسوا کرتا ہے۔۔محبت تو سب سے کی جاتی ہے لیکن عشق میں صرف ایک کو بت بنا کر دن رات اس کی پوجا کی جاتی ہے۔۔"

"میں نے جب سے ہوش سنبھالا میں نے اسے چاہا۔۔دن رات صرف اس کا نام لیا۔۔میری ذات کو فراموش کر کے صرف اس کا سوچا۔لیکن مجھے کیا ملا میری ذات میرے عشق میری محبت کو کیا ملا؟؟دھتکار۔۔میں یہ سب تو ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔۔"آمنہ بیگم کو کھڑا رہنا مشکل لگا وہ دھک سے بیڈ کی پائنتی پر بیٹھ گئیں۔انہیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔۔شاید ایک خواب تھا جو جلد ختم ہو جائے گا۔۔ان کو یقین نہیں آرہا تھا یہ سب ان کی بھانجی کا کیا دھرا تھا۔

"محبت وہ ہوتی ہے جو میں اس سے کرتی ہوں تم سب سے کرتی ہوں۔میں تم سب کے لیے اسے چھوڑ سکتی ہوں۔۔کیونکہ میں صرف محبت کرتی ہوں۔۔اگر میں عشق کرتی تو خود غرض بن جاتی اور اپنی تمام محبتوں کو بالائے تاق رکھ کر ایک اس بت کے پیچھے چل کر سب فنا کر دیتی۔۔"وہ دونوں اب بھی سابقہ حالت میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھی تھیں۔

"میں نے اس لڑکی کے کردار پر الزام لگائے۔۔اسے اس کے باپ کی نظروں میں گرایا۔۔میں نے جھوٹ بولے۔۔اس کے باپ کی بے بسی دیکھ کر میں بہت محظوظ ہوئی۔۔لیکن مجھے پچھتاوا نہیں ہے سنا آپ نے مجھے پچھتاوا نہیں ہے۔۔یہ میرے عشق کی انتہا تو دیکھیں خالہ میں سب تہس نہس کر دوں گی اس کے لیے صرف

اس کے لیے۔۔۔"وہ ہنس رہی تھی وہ چیخ رہی تھی وہ دیوانی تھی۔۔۔آمنہ جھٹ سے اٹھی اور آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا۔وہ سرخ متورم اور غصیلی نظروں سے انہیں دیکھے گئ۔

"جو عشق کرتا ہے وہ اس عشق کو حاصل کرنے کے لیے ہر حد سے تجاوز کر جاتا ہے وہ ہر گناہ کر جاتا ہے۔اسے اس بات سے غرض نہیں ہوتی کہ گناہ کس نوعیت کا ہے بس وہ سوچنے سمجھنے کے صلاحیت سے فارغ ہو جاتا ہے۔۔"

"خود غرض لڑکی ہو تم۔۔محبت کے نام پر کالک ملتے ہوئے تمہیں ذرا شرم نہیں آئ۔۔"وہ دبی دبی آواز میں اس پر غرائ۔۔جویریہ نے لاچار نظروں سے ان کی سرد نظروں کو دیکھا۔

"میرے بیٹے کو تکلیف میں مبتلا کر کے تم کہتی ہو تم اس سے عشق کرتی ہو تو تھو ہے ایسے عشق پر۔۔"انہوں نے درشتی سے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔۔"کیسی لڑکی ہو تم؟؟ایک لڑکی ہوتے ہوئے تم نے اس لڑکی کے کیرکٹر پر کیچڑ اچھال کر اسے اس کے باپ کے سامنے شرمندہ کروایا۔کسی پر الزام لگانا اور جھوٹ بولنا کتنا گناہ ہے تمہیں اندازہ ہے؟؟اس معصوم لڑکی کو میرے کبیر کی زندگی سے نکالنے میں تمہارا ہاتھ تھا۔۔آئی کانٹ بیلیو اٹ۔۔۔"ان کا لہجہ حد درجہ سخت تھا۔

"میں تمہیں اچھی اور معصوم لڑکی سمجھتی تھی لیکن تم نے کیا کیا؟؟تمہیں صرف اپنی تکلیف دکھائی دے رہی ہے۔۔جو تکلیف تم نے کبیر کو دی ہے اس کا کیا؟؟اس لڑکی کی تکلیف کا کیا ہاں؟؟؟صرف میں۔۔میں۔۔۔میں۔۔۔میں۔۔۔"وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بول رہی تھیں۔۔جویریہ انہیں تر آنکھوں سے خاموش بت بنے بس انھیں دیکھے گئ۔۔

"کسی کو زبردستی خود سے محبت نہیں کروائی جاتی۔۔کسی کی زندگی میں زبردستی شامل نہیں ہوا جاتا۔۔اپنے دل پر اختیار ہوتا ہے دوسروں کے دلوں پر نہیں۔۔تم اس کی خوشی میں خوش ہو جاتی نا تب میں مانتی تمہاری

محبت سچی ہے لیکن تم نے ثابت کر دیا تمہیں صرف خود سے محبت ہے۔۔ تم اپنے دل کی تسکین کے لیے بس اسے حاصل کرنا چاہتی تھی۔۔ تو دیکھ لو جویریہ سلطان وہ تمہیں نہیں ملا اور نہ ہی ملے گا۔۔ "انہوں نے آخری جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔۔ "کوئی منگنی نہیں ہو گی۔۔ میں اپنے بیٹے کی محبت کی قاتلہ کو اس کی زندگی میں شامل نہیں ہونے دوں گی۔۔۔ جائو جو کرنا ہے کر لو۔۔ تم تو سب کر سکتی ہو نا۔۔ دفع ہو جائو یہاں سے۔۔ اوجھل ہو جائو میری نظروں سے ورنہ شادی والا گھر ہے میں تمہاری اصلیت سب کو بتانے میں ذرا دیر نہیں کروں گی۔۔ "آمنہ نے تیزی سے اسے بازو سے پکڑا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور تقریباً گھسیٹتے ہوئے اسے کمرے سے نکال دیا۔

وہ دونوں بس کچھ دیر خاموش بیٹھی رہیں تبھی اس خاموشی کو ردا کی آواز نے توڑا۔۔

"کیا پتہ وہ بھی آپ کو یاد کرتا ہو۔۔ اب تو عالیان نامی مشکل بھی ختم ہو گئی ہے جب کوئی رکاوٹ نہیں ہے تو خود کو اس سے دور کیوں رکھا ہوا ہے؟ کیا پتہ وہ بھی آپ کی طرح تکلیف میں ہو۔۔ "کہتے ہوئے اس نے ناگواری سے اپنے نوڈلز والے بائول کو دیکھا جو اب خالی ہو چکا تھا۔

"میں ڈرتی ہوں۔۔ کیا ہو گا اگر وہ مجھے پہچاننے سے انکاری ہو جائے۔۔ کیا ہو گا اگر وہ مجھ سے کہے کہ اسے مجھ سے نفرت ہے۔۔ کیا ہو گا اگر وہ کہے کہ انابیہ مر گئی ہے اس کے لیے۔۔"

"کیا ہو گا اگر وہ کہے کہ واپس آ جائو انابیہ۔۔ کیا ہو گا اگر وہ کہے کہ میں تمھاری یاد میں مر رہا ہوں۔۔ "ردا تیزی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔ انابیہ کے چہرے پر کرب سا ابھرا۔ "ایک دفعہ کال کر لیں پھر آگے آپ کی مرضی۔۔ "وہ اٹھ کر چلی گئی انابیہ وہیں بیٹھی رہی خاموش۔۔ دل تو اس کا بھی تھا کہ ایک دفعہ بات کر لے مگر تایا ابو۔۔۔ وہ ان کے لیے آخری امید تھی۔۔ اسے ان کا سہارا بننا تھا۔۔ وہ اپنا سب کچھ اسے

سونپ رہے تھے اس پر بھروسہ کر رہے تھے۔۔افف ردا کس مصیبت میں پھنسا گئ تھی اسے۔۔وہ سر جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئ ایک گھوری فائل پر ڈالی اور اسے اٹھا کر الماری میں پٹخ دیا جبکہ یہ اس کا خواب تھا مگر وہ اس سب کے لیے تیار نہیں تھی۔ جن ٹراماز سے وہ گزری ہے اسے لگتا تھا وہ اب کچھ نہیں کر سکے گی اس کا دماغ کام کرنا بند ہو گیا ہے وہ اب اپنا کوئ خواب اچیو نہیں کر سکے گی۔۔اس کا دماغ تو جیسے پھٹنے کو تھا۔ پھر جا کر بیڈ پر بیٹھ گئ۔ کچھ دیر وہ بلاوجہ سامنے ٹیبل پر پڑے ایکویریم میں تیرتی مچھلیوں کو دیکھتی رہی۔ پھر اس کا ذہن اپنے موبائل کی طرف گیا۔ بے ساختہ نظریں گھما کر اس نے سائڈ ٹیبل پر پڑے اپنے موبائل کو دیکھا اور پھر اٹھا لیا۔ بنا سوچے سمجھے اس نے ایک نمبر ملا دیا۔ یہ اس کا دوسرا موبائل تھا یہ اس کا نیا نمبر تھا۔ پھر اس نے کال ملا دی۔ ایک گہرا سانس بھر کر موبائل اس نے کان سے لگایا۔ رنگ جا رہی تھی یعنی اس نے اتنے عرصے میں بھی اپنا نمبر چینج نہیں کیا تھا بند نہیں کیا تھا۔ دل ہی دل میں اس نے شکر ادا کیا۔ اگلے ہی لمحے کال اٹھا لی گئ تھی۔

"ہیلو!! کون بات کر رہا ہے؟؟"اس کا دل عجیب طرح سے دھڑکنے لگا۔ اس کی آواز!!!! وہ آج بھی ویسی ہی تھی نرم!! دھیما لہجہ اس کا دل کیا کہ آج وہ بولتا رہے اور وہ سنتی رہے اس نے اپنی نم آنکھوں کو بند کر لیا۔

"کال کی ہے تو اب بولو بھی کون ہو؟؟" وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا تیار ہونے میں مصروف تھا۔ جواب نہ ملنے پر اس نے فون کان سے ہٹا کر دیکھا کال اب بھی جاری تھی۔۔دوسری طرف انابیہ نے آنکھیں کھولیں آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ ہمت مجتمع کر کے اس نے لبوں کو ہلکی سی جنبش دی لیکن پھر فون میں سے آتی ایک آواز پر رک گئ۔

"کبیر جلدی تیار ہو بیٹا بارات لے کر جانی ہے لڑکی والے کیا سوچیں گے۔۔"آواز آمنہ بیگم کی تھی۔ اسے بات سمجھنے میں ذرا دیر نہیں لگی تھی۔ تیزی سے فون کان سے ہٹایا اور کال کاٹ دی۔

"پتہ نہیں کیا فارغ لوگ ہیں۔۔" دوسری طرف کبیر اچانک کال کٹ جانے پر خاصا تپ کر بولا اور پھر سر جھٹک کر تیزی سے تیار ہونے لگا آفٹر آل اس کے بھائی کی شادی تھی۔۔ اسی دوران اسے عاصم کا میسج بھی آیا جس میں لکھا تھا کہ کام ہو گیا۔ ایک فاتحانہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر سجی۔

"اپنی یہ وائرل پکچرز اور ویڈیوز دیکھ کر دوسروں کے فوٹو شوٹ کرتے وقت وہ آئندہ ہزار بار سوچے گا۔۔" اور جب نبیل جیسے منافق لوگوں کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آتا ہے نا تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔ وہ اب مطمئن سا اپنی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

انابیہ کسی صدمے کی حالت میں بیٹھی رہی جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ "بارات۔۔ لڑکی والے۔۔ اوو خدایا وہ شادی کر رہا ہے۔۔" یہ وہ پہلی بات تھی جو وہ جملہ سننے کے بعد تیزی سے اس کے ذہن میں آئی تھی۔ اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ چند مہینوں میں وہ اسے بھلا بیٹھا تھا اور اب شادی بھی کر رہا تھا وہ بھی اتنی جلدی۔۔ اس نے اسکا انتظار بھی نہیں کیا تھا۔۔ لوگ تو سالوں انتظار کرتے ہیں اس کی چند مہینوں میں ہی برداشت ختم ہو گئ تھی۔۔ کیا وہ اتنی جلدی بھلائی جا سکتی تھی؟؟ کیا اس کی محبت اتنی کمزور تھی؟؟ وہ تو نہیں بھولی چاہ کر بھی نہیں بھولی اسے تو وہ کیسے بھول گیا تھا۔ اس کا دماغ شدید الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ طرح طرح کی باتوں نے سوچوں نے اس کے دماغ کو بری طرح سے جکڑ لیا تھا۔۔ آنسو ٹم ٹم اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔۔ پھر رک کر اپنے آنسو پونچھنے لگیں۔۔ اس کا دل بری طرح سے زخمی ہوا تھا۔۔

"وہ سب بھلا کر اپنی زندگی میں آگے بڑھ گیا ہے تو میں کیوں نہ بڑھوں میرا بھی حق ہے۔۔" وہ مسلسل اپنے آنسو صاف کر رہی تھی جو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔۔ سوال یہ تھا کہ اسے شادی کی اتنی جلدی کس بات کی تھی؟؟ کیا وہ اس کی یادوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے یہ سب کر رہا تھا؟؟ اس نے موبائل

دوبارہ اپنے سامنے کیا جہانگیر صاحب کا نمبر ملایا اور فون کان سے لگالیا۔۔ تھوڑی ہی دیر میں کال اٹھالی گئ تھی۔۔

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔۔ میں آپ کے ساتھ بزنس جوائن کروں گی۔۔" اس نے کال اٹینڈ ہوتے ہی کہا۔

"شکر آخر تم نے بہتر فیصلہ کر ہی لیا۔۔ میں ابھی تمہیں ہی کال کرنے والا تھا بہت ڈانٹنے والا تھا۔۔" وہ رک کر ہنسنے لگے۔۔ "خیر۔۔ ویلکم ٹو دی ورلڈ آف بزنس۔۔" وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔ کال کٹ گئ تھی۔ کچھ ہی گھنٹوں بعد جہانگیر صاحب نے اس کے لیے کچھ پیپرز بھجوائے تھے جسے اس نے غور سے پڑھ کر سائن کر دیا تھا۔ وہ خوش تھی کیونکہ اب اس کے دل پر کوئی بوجھ نہیں تھا اب اسے کوئی خوش فہمی نہیں تھی کہ کبیر اسے یاد کر رہا ہوگا ڈھونڈ رہا ہوگا۔ اس نے اپنی آخری کوشش ضرور کی تھی وہ پرسکون تھی۔ اسے آگے بڑھنا تھا ہر میدان فتح کرنا تھا۔ ایک آخری دفعہ اس نے اپنی نم آنکھیں مکمل طور پر صاف کیں۔

اس کی زندگی میں اب ایک نیا چیلنج آیا تھا۔ وہ ہر روز صبح تیار ہو کر یونیورسٹی جاتی پھر گھر آکر فریش ہو کر سیدھا آفس چلی جاتی۔ جہانگیر اسے ہر چھوٹی بڑی چیز سمجھاتے تھے۔ کچھ دنوں اسے کافی مشکل لگ رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ سب سمجھ رہی تھی۔ وہ بزنس کی دنیا میں قدم رکھ چکی تھی۔ ایک نیا ماحول نئے لوگوں کے چہرے۔۔ وہ خود کو ایڈجسٹ کرنے کی بھرپور کوشش کرتی تھی اور خاصا کامیاب بھی ہوتی تھی۔ جہانگیر جو بھی میٹنگ اٹینڈ کرتے وہ اس میں ضرور شامل ہوتی۔ ان کا وے آف ٹاک، وے آف پریزینٹیشن، وے آف ڈسکشن اسے بہت متاثر کرتی تھی۔ ایک اور چیز اس نے ضرور سیکھی تھی Hypocritical لوگوں کی پہچان کرنا اور یہ کام وہ بزنس کی دنیا میں ہی سیکھ سکتی تھی۔ اب سارا دن اس کے پاس وقت نہیں ہوتا تھا جو وہ رونے دھونے میں گزارتی۔ وہ اپنا یہ کام آدھی آدھی راتوں کو سرانجام دیتی تھی۔ سارا دن تھک ہار کر بھی اسے راتوں کو نیند نہیں آتی تھی کبھی جاگ کے گزارتی تو کبھی رو کر۔

چھ مہینوں بعد:

(انابیہ کو لاہور چھوڑے ہوئے اب ایک سال ہو گیا تھا۔)

"یار اسے یہاں کب تک رکھنا ہے؟" ایک لڑکا جھنجھلا کر بولا۔ اس کا اشارہ سامنے پڑی بیہوش لڑکی پر تھا۔ وہ اکیس سالہ ایک دوسرے لڑکے سے مخاطب تھا جو اس بیہوش لڑکی کے سامنے کرسی پر بیٹھا ارد گرد سے بیگانہ اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اسی دوران اس لڑکے کا فون بجنے لگا وہ جیسے ہوش کی دنیا میں آیا۔ کرسی سے اٹھتے اس نے کال اٹینڈ کی۔۔

"جی بابا سائیں آتا ہوں۔۔" کہتے ساتھ اس نے کال کاٹ دی۔ چہرے پر ناگواری سی چھا گئی۔ تیوڑیاں چڑھائے وہ وہاں موجود ان تینوں لڑکوں کی طرف گھوما۔۔

"مجھے جانا ہے ایمرجنسی ہے۔۔" اس کے اس جملے پر وہ تینوں لڑکے اسے عجیب طرح سے گھورنے لگے۔

"او وبھائی تو اس کا کیا ہو گا؟ دیکھ ہم نے کبھی اس طرح کے کام نہیں کیے۔" اشارہ اسی لڑکی کی طرف تھا۔ ظفر نے اس لڑکی کو دیکھا ہلکی سی مسکراہٹ پھر اس کے لبوں پر آ گئی۔

"اس کا خیال رکھنا بہت تیز ہے یہ۔۔ میں جلدی واپس آئوں گا۔ پھر لے جائوں گا اسے یہاں سے۔۔" اس نے لائٹر کی مدد سے سگریٹ جلاتے ہوئے کہا۔

"جتنی بھی تیز ہو ہے تو لڑکی نا۔ ہاہاہاہا۔" آواز دوسرے لڑکے کی تھی۔ ظفر نے سخت نظروں سے اسے دیکھا تو وہ فوراً سیدھا ہوا۔

"ہاتھ مت لگانا اسے۔ بھروسہ کر رہا ہوں تم لوگوں پر۔۔ مجبوری ہے ابھی اسے گھر پر نہیں لے جا سکتا۔" لہجہ سخت پتھریلا تھا۔ وہ وارن کرتا اپنے گارڈز کی طرف مڑ گیا جو اس سے تھوڑا پیچھے کھڑے تھے۔

"ہاں ہاں بھائی تیری امانت ہے۔۔ بس جلدی آکر لے جانا اسے یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے ہم پکڑے بھی جا سکتے ہیں۔۔" وہ سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔

کچھ ہی دیر بعد اس بیہوش لڑکی کے جسم میں تھوڑی سی حرکت پیدا ہوئی۔ دھیرے دھیرے اس نے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی منظر دھندلا تھا۔ اس کے سر میں شدید درد تھا۔ اسے اپنے جسم میں بھی تکلیف محسوس ہوئی کیونکہ وہ کافی دیر ایک سخت زمین پر پڑی رہی تھی۔ بمشکل اس نے نیم بند آنکھوں کے ساتھ اٹھنے کی کوشش کی۔ منظر اب بھی دھندلا تھا۔ اپنی سبز آنکھوں سے اس نے آس پاس جگہ پہچاننے کی کوشش کی اسے سمجھ نہیں آیا وہ کہاں تھی۔ اسے محسوس ہوا اس کے ہاتھ بندھے تھے۔ آہستہ آہستہ کچھ ہی دیر میں سب کچھ اس پر واضح ہونے لگا وہ کسی زیر تعمیر بلڈنگ میں تھی۔۔ جگہ جگہ سیمینٹ کے توڑے اور بڑے بڑے سریے تھے۔ پھر اس کے کانوں میں کچھ لڑکوں کے ہنسنے کی آوازیں آئیں بے ساختہ اس نے گردن دوسری طرف گھما کر دیکھا جہاں تین لڑکے بیٹھے کچھ کھیل رہے تھے۔ لڈو، شطرنج یا تاش اسے کچھ سمجھ نہیں آیا۔ لڑکوں کو دیکھتے ہی اس پر ایک خوف سا طاری ہوا اس نے فوراً سے خود کا جائزہ لیا۔ وہ اسی طرح حجاب میں تھی پھر جیسے گہرا سانس لے کر شکر کیا کہ وہ فلحال تک ٹھیک تھی۔ اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں اسے انابیہ کی یاد آرہی تھی۔ وہ یہاں سے کیسے نکلے گی۔ وہ اسے کیسے ڈھونڈے گی کیسے بچائے گی۔ پھر خود کو کوسنے لگی انابیہ کے ہزار دفعہ منع کرنے کے باوجود وہ اکیلے ڈرائیو کرتے ہوئے سمندر پر آجاتی تھی اسے وہاں الگ سا سکون ملتا

تھا لیکن آج اس کی قسمت خراب تھی اسے یہاں آنا ہی نہیں چاہیئے تھا وہ رونے لگی مگر آواز نکالے بغیر۔۔اس کا حلق خشک ہونے لگا بے ساختہ وہ زور زور سے کھانسنے لگی۔وہ اپنی آواز نہیں نکالنا چاہتی تھی۔وہ لڑکے اس کی کھانسی کی طرف متوجہ ہوئے۔

"لگتا ہے ہوش آگیا ہے۔۔"آپس میں کھسر پھسر کرتے وہ اٹھ کر اس سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"پانی۔۔پانی!!!"وہ اب بھی بری طرح کھانس رہی تھی۔ایک لڑکے نے گلاس میں پانی ڈالا اور جھک کر اس کے قریب لے گیا۔اس کے ہاتھ بندھے تھے اس لیے بغیر کوئی ضد کیے اس نے اس لڑکے کے ہاتھ سے پانی پی لیا۔پھر ایک نظر ان کو دیکھنے لگی۔

"ابے اس کی تو آنکھیں بھی سبز ہیں۔۔"اس کے سامنے بیٹھا ہوا لڑکا جیسے حیرت اور شرارت سے بولا۔زندگی میں پہلی بار اسے اتنا خوف محسوس ہوا تھا۔وہ اتنی بے بس ہوئی تھی۔وہ لڑکے اسے دیکھ کر عجیب طرح سے مسکرا رہے تھے۔اسے انابیہ کا کہا جملہ یاد آیا۔

"کسی کی ٹانگیں توڑنا اتنا آسان کام نہیں ہے۔۔اللہ نہ کرے کہ کبھی تمھارا ایسے لوگوں سے پالا پڑے۔۔"

اس کا دل کر رہا تھا کہ اس سے پہلے اس کے ساتھ کچھ غلط ہو وہ مر جائے۔وہ شدت سے رو دینا چاہتی تھی۔

"اپنے ظفر بھائی کی چوائس کی داد دینی پڑے گی۔۔" ظفر کا نام سنتے ہی اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا وہ کسی صدمے کی حالت میں انکو دیکھے گئی۔وہ لڑکے ہنستے ہوئے اس کے سامنے سے ہٹ گئے۔ردا نے سکھ کا سانس لیا۔ان کے جاتے ہی وہ آیۃ لکرسی پڑھنے لگی پھر چار قل پڑھے مزید بھی اسے جو جو کچھ آتا تھا وہ پڑھتی گئی۔پھر کافی دیر ایسے ہی بیٹھی رہی سوچتی رہی اسے کچھ کرنا تھا اسے یہاں سے نکلنا تھا۔آس پاس بہت سی ایسی چیزیں تھی جو اس کے ہاتھ لگ جاتی نا توان لڑکوں کو لگ پتہ جاتا لیکن وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا چلتے ہوئے اس کے سامنے آرکا پھر جھک کر اس کے آگے ایک ٹرے رکھی جس میں ایک روٹی اور کوئی شوربے والا سالن تھا جس میں ایک عدد چکن کی چھوٹی سی بوٹی بھی تھی ساتھ ایک بڑا سا آلو۔اس سالن کو دیکھ کر اسے بے ساختہ کراچی کا سمندر یاد آنے لگا۔افف اتنا پانی۔۔اس کا دل کافی برا ہوا۔

"یہ کھالو۔۔"اس کی آواز پر ردا نے اسے گھورا۔

"میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔۔"بلا کی معصومیت لیے اس نے لڑکھڑاتی آواز سے کہا۔اس لڑکے کو اس پر ترس سا آیا تھا۔

"آآآآ۔۔میں اپنے ہاتھوں سے کھلا دیتا لیکن ظفر جان لے لے گا۔۔"شرارت سے کہتے ساتھ وہ اس کے بندھے ہاتھ کھولنے لگا۔ردا نے آس پاس نظر گھمائی باقی کے دونوں لڑکے اس سے کافی دور کھڑے سیگریٹ کے کش چڑھا رہے تھے۔پھر ایک نظر سامنے پڑی پلیٹ کو دیکھا۔اس کے ہاتھ کھل چکے تھے۔وہ لڑکا اس کے سامنے کرسی پر ہی بیٹھ گیا تھا ظاہر ہے وہ اس پر نظر رکھ رہا تھا کہ وہ کھانا کھالے تو ہاتھ دوبارہ باندھ دے۔

"تم لوگ مجھے یہاں کیوں لے آئے ہو؟؟"آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔"مجھ معصوم پر تھوڑا تو ترس کھائو۔۔" ساتھ ہی ساتھ وہ بڑی معصومیت سے روٹی کا نوالا توڑ کر کھانے لگی۔سالن کافی بدمزہ تھا۔"میں ظفر سے کہوں گی اتنا بدزائقہ کھانا کھلایا ہے تم لوگوں نے مجھے۔۔"روتے روتے وہ ناک کو بھی کھینچے جا رہی تھی۔وہ لڑکا اسے دیکھے جا رہا تھا ذہن میں صرف ایک بات تھی کہ یہ تو بڑی کوئی معصوم اور سادی سی لڑکی ہے اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ردا نے یہ یقینی بنایا کہ اس لڑکے کو لگے کہ وہ بڑے آرام سے کھانا کھا رہی ہے۔اس نے پلیٹ اپنے ہاتھ میں اٹھائی اور منہ کے قریب لے جا کر گھونٹ بھرنے لگی اس لڑکے کو وہ پھر سے بلا کی معصوم لگی۔ردا نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا جو مسلسل چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ سجائے اسے

ہی دیکھ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وہ شوربے والی پلیٹ اس کے منہ پر اچھال دی اور تیزی سے اٹھ کر دوسری طرف بھاگی۔ دل ہی دل میں وہ بہت ہی خوش تھی۔۔

"آہ ہ ہ ہ عورت کتنی پیاری اور معصوم چیز ہے۔ اللہ رحم کرے مردوں پر۔۔" وہ ہنستے ہوئے تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ اس لڑکے کی آواز پر وہ دونوں سیگریٹ پھینکتے اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔ اس کی آنکھیں نہیں کھل پا رہی تھی۔ نشانہ اچھا تھا ردا کا اور مرچیں بھی اچھی تھیں۔

"ابے کمینوں اس کے پیچھے جائو۔۔" ان میں سے ایک تیزی سے اس کے پیچھے گیا۔ دوسرا ظفر کو کال ملانے لگا۔۔ ردا نے گردن گھما کر دیکھا ایک لڑکا تیزی سے اس کے طرف بھاگتے ہوئے آ رہا تھا۔ اس نے رفتار مزید بڑھائی پھر اس کی نظر سامنے پڑے ایک سریے پر پڑی۔ اس نے جھک کر وہ سریا اٹھایا۔۔ وہ لڑکا اس کے بہت قریب پہنچ گیا تھا کمال کی سپیڈ تھی اس کی۔۔

"یا اللہ مدد!!" کہتے ساتھ اس نے گھوم کر اس لڑکے کے سر پر وہ سریہ دے مارا۔ پتہ نہیں کیسے مگر آج اس کے بازوؤں میں بڑی جان آ گئی تھی۔ وہ لڑکا لڑکھڑا کر گر گیا۔ سکون اسے اب بھی نہ ملا تو اس کی ٹانگوں پر بھی زور زور سے مارنے لگی۔ آج اس نے اپنی یہ خواہش بھی پوری کر دی تھی ٹانگیں تو ٹوٹ ہی گئی ہوں گی۔۔ صحیح کہتے ہیں بات جب عزت پر آئے تو آر دیکھنا چاہیئے نہ پار۔ اٹھا لاٹھی اور سر پہ مار۔۔

اس کا سانس پھولنے لگا تھا۔ وہ رک کر تیز تیز سانس لیتے اسے دیکھنے لگی پھر سامنے دیکھا تو دوسرا لڑکا بھی بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔۔ وہ طنزیہ مسکرائی۔۔

"لگتا ہے پہلی دفعہ کڈنیپنگ کی ہے۔۔ چچ چ معصوم۔۔" وہ تیزی سے آگے کی طرف بھاگی لڑکا اب بھی اس کے پیچھے تھا۔۔ بھاگتے ہوئے ایک دیوار کی اووٹ میں ہو کر کھڑی ہو گئی۔ سریے کو ایسے تھاما جیسے بابر اعظم اپنا بلا پکڑتے ہوئے گراونڈ میں نظریں گھماتا ہے۔۔ بس اس کے آنے کی دیر تھی۔ ردا نے اس کے آتے ہی اس

کے منہ پر شاٹ لگایا تھا۔ وہ تھوڑا دور جا کر گرا۔ اس بیچارے کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دیوار کے اس پار ایک کرکٹ فین کھڑی ہو گی۔۔ اس کو مارتے ہی وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی اسے یقین تھا مر اان میں سے کوئی بھی نہیں ہو گا مر بھی گیا ہوا تو جس کے چہرے پر سالن الٹایا تھا وہ تو زندہ ہی ہو گا۔۔ وہ آس پاس دیکھتے ہوئے بھاگ رہی تھی سمجھ نہیں آ رہا تھا باہر کا راستہ کہاں سے ہو گا۔ تیز تیز سانس لیتے وہ بائیں طرف مڑ گئی۔ وہ بھاگ ہی رہی تھی کہ کسی نے زور سے اس کا بازو دبوچ کر اسے دوسری طرف کھینچ کر دیوار کے ساتھ لگایا۔۔ وہ جو بھی تھا ردا کے منہ پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ اس طرف گھپ اندھیرا تھا وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ ردا نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو اس کی گرفت اس کے بازوؤں پر مزید سخت ہو گئی۔۔ "شش!!!!"

"ڈھونڈو اسے ورنہ ظفر جان سے مار دے گا۔۔" انہی میں سے ایک لڑکے کی آواز اسے دور سے سنائی دینے لگی۔ اس نے مزاحمت کرنا چھوڑ دی۔ اس لڑکے نے اس کو بازو سے پکڑا اور دوسری طرف کھینچ کر لے گیا۔ وہ اس کے آگے آگے چل رہا تھا اور وہ ایک بچی کی طرح اس کے پیچھے پیچھے کھنچی چلی جا رہی تھی۔۔ روشنی بڑھنے لگی۔ ایک بلب کی روشنی اس کا چہرہ واضح کرنے لگی مگر وہ پیچھے تھی۔ اس نے اس کے بالوں کو دیکھا۔۔ گھنگرالے بال۔۔ پھر اس نے اسکے ہاتھوں کو دیکھا جن کی نسیں ابھری ہوئیں تھیں۔۔ ایک پل کے لیے اسے بلکل یقین نہیں آیا۔ وہ شاید اسے باہر لے آیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ اس کی طرف گھوما۔ ردا شاک کے عالم میں پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔۔

"کیا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں؟؟" وہ ٹرانس کی سی حالت میں بے ساختہ بول اٹھی۔۔

"کیا تم خوابوں میں مجھے دیکھتی ہو؟" عالیان اس کی شاک حالت دیکھتے ہوئے بولا۔ "ایسے دیکھ رہی ہو جیسے میں مر گیا تھا اور اب اچانک میری روح تمہارے سامنے آ گئی ہو۔۔"۔ وہ کچھ پل کے لیے کچھ بول نہیں سکی

شاید اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔اس کم روشنی میں بھی عالیان کے کانوں میں پہنی بالیاں چمک رہی تھیں۔

"چلو یہاں سے وہ آجائیں گے۔۔"ردا اپنی جگہ سے نہ ہلی وہ صدمے کی حالت سے نکل آئی تھی۔عالیان نے اسے گھور کر دیکھا۔۔"چلو۔۔"کچھ سوچتے سمجھتے وہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔۔سامنے وہی گاڑی تھی جو ردا کی تھی مطلب عالیان کی ہی تھی اس کے جانے کے بعد سے ردا کے استعمال میں تھی۔۔وہ حیرت کا شکار ہوئی کہ گاڑی اسے کہاں سے ملی وہ تو سمندر کے آس پاس ہونی چاہیئے تھی اور وہ یہ یہاں کیسے آیا لیکن اس نے کچھ نہیں پوچھا فلحال وہ گھر جانا چاہتی تھی بعد میں پوچھ لے گی۔انہی سوچوں کے دوران اس نے اپنے پیچھے ایک گاڑی کو رکتے دیکھا تو فوراً عالیان کی طرف گھومی جو گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

"یہ لوگ کون ہیں؟"وہ سرگوشی نما انداز میں بولی۔

"تمہیں اس سے مطلب۔۔گاڑی میں بیٹھو جلدی۔۔"وہ اس پر حکم صادر کرتے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور ردا پیر پٹختی گاڑی میں جا بیٹھی۔

گاڑی میں پیسنجر سیٹ پر بیٹھے وہ مکمل خاموشی سے باہر اندھیری سڑک کو دیکھ رہی تھی۔عالیان ڈرائیو کرتے کرتے ایک نظر اس کو ضرور دیکھتا تھا۔

"تم یہاں کیسے پہنچی؟؟"خاموشی کو توڑتے ہوئے وہ بولا۔ردا نے گردن نہیں موڑی تھی۔

"کڈنیپ ہوئی تھی۔۔"وہ دبی ہوئی آواز سے بولی۔

"کون لوگ تھے؟؟"

"نہیں پتہ۔۔"وہ اسے نہیں بتانا چاہتی تھی اس لیے انجان بن گئی۔۔وہ دوبارہ سڑک کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔

"تمہیں میرا شکر گزار ہونا چاہئیے میں نے تم پر ایک اور احسان کیا ہے۔۔" وہ مسلسل بری طرح سے اگنور ہو رہا تھا اس لیے جتانے لگا۔۔اب کی بار ردا نے گردن گھما کر اسے گھورا۔

"میں نے اپنی مدد خود کی ہے۔۔" وہ غصے سے دانت پر دانت جمائے بولی۔

"ہاں تم نے بھاگ کر ہمت دکھائی۔بٹ فور یور کائینڈ انفارمیشن تم غلط جگہ بھاگ رہی تھی باہر کا راستہ وہاں سے نہیں تھا۔۔" ایک پل کو ردا نے واقعی شکر ادا کیا کہ اگر وہ باہر نہ آتی تو ظفر ضرور آجاتا۔

"فکر نہ کریں میں قرض نہیں رکھتی جلدی چکادوں گی عالیان بھائی۔۔" اس کا رخ دوبارہ کھڑکی سے باہر تھا جبکہ عالیان خاصا تپ گیا تھا۔

"میں تمہیں ابھی موقع دے سکتا ہوں قرض چکانے کا۔۔" نظریں ہنوز سامنے سڑک پر تھیں۔

"کیسے؟؟" وہ گردن اس کی طرف موڑتے ہوئے بولی۔

"زیادہ نہیں بس مجھے صرف عالیان کہا کرو بھائی نہیں ہوں میں تمہارا۔۔" وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا۔ردا نے اسے عجیب سی شکل بنا کر دیکھا۔

"کیوں عزت راس نہیں ہے؟؟" عالیان اس کی بات پر فوراً ہنس دیا۔۔

"ایسی عزت نہیں چاہئیے جس میں تم میری بہن جائو۔۔" دل ہی دل میں استغفر اللہ کہنے لگا۔۔پھر ردا کی حیرت زدہ شکل دیکھ کر سانس بھر کر رہ گیا۔۔"مطلب نہ میں تمہارا بھائی ہوں نہ ہی کچھ اور۔۔خود کو مجھ سے منسلک کرنے کی کوشش مت کرو۔۔تم میری کچھ نہیں لگتی۔" وہ لہجہ تھوڑا سخت کرتے ہوئے بولا۔

"فائن۔۔" کہتے ساتھ ردا دوبارہ کھڑکی کی طرف گھوم گئی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی آخر اس شخص کو مسئلہ کیا ہے اس سے۔

"تم یہاں کراچی میں کیا کر رہی ہو؟؟" اس کے سوال پر ردا حیرت کا شکار ہوئی یعنی وہ ابھی تک گھر نہیں گیا تھا سوائے ردا کے وہ ابھی کسی سے نہیں ملا تھا۔

"میرے سر میں درد ہے ابھی کوئی سوال نہیں۔۔" کڑک لہجے میں کہتی وہ سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں موند گئی۔۔ عالیان نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی اور ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گاڑی ہنوز نارمل سپیڈ سے سڑک پر چل رہی تھی۔

گھر پہنچتے ہی وہ تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر نکلی اور بھاگتی ہوئی اندر جانے لگی۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ہی انابیہ پریشانی سے ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔ ردا فوراً بھاگتے ہوئے اس کے گلے جا لگی۔ انابیہ نے سکھ کا سانس لیا۔

"یا اللہ شکر۔۔ کہاں تھی تم؟؟" وہ نم آنکھوں سے اسے بازوؤں سے تھامے پوچھنے لگی۔ اس سے پہلے ردا کچھ بتاتی انابیہ کی نظر بیرونی دروازے سے آتے عالیان پر پڑی۔ اس کے اس طرح اچانک سامنے آجانے سے وہ شاک میں چلی گئی۔ پھر قدم اٹھاتی اس کی طرف گئی۔ جس چہرے پر ابھی کچھ دیر پہلے صدمہ تھا اب اس پر غصہ تھا نفرت تھی۔ اسکا دل کیا کہ ایک زوردار تھپڑ جھڑ دے اس کے منہ پر لیکن پھر خود پر ضبط کر گئی۔ عالیان نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

"کہاں لے کر گئے تھے تم اسے؟؟" اس کا سوال بے تکا تھا۔ عالیان نے ناسمجھی سے اس کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا۔ ردا بھی حیرت کا شکار ہوتے اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

"بتاؤ پوچھ رہی ہوں کچھ کہاں لے کر گئے تھے میری بہن کو؟؟ کیوں ہماری زندگیوں پر عذاب بنے پھرتے ہو تم۔ اچانک غائب ہو جاتے ہو اچانک آجاتے ہو اور آتے ساتھ میری بہن کو اغوا کر لیتے ہو۔۔ چاہتے کیا ہو تم؟؟" اس کے لفظ محض لفظ نہیں تھے تیر تھے جو سیدھا عالیان کے سینے میں گھپ رہے تھے۔ وہ اپنے

ڈیفینس میں کچھ نہیں بولا۔ بولتا بھی کیا۔اس کے گلے میں پھانس کی طرح کچھ اٹک سا گیا تھا۔وہ محض دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا جو سراپا سوال بنی اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"آپی ایسا کچھ نہیں ہے آپ میری بات سنے۔۔"ردا نے اسے کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا تو اس نے تیزی سے اسے جھٹکا۔۔

"میں اس سے بات کر رہی ہوں۔۔"وہ دوبارہ اس کی طرف گھومی۔

"آپی انہوں نے ہی تو جان بچائی ہے میری۔۔"ردا ایک بار پھر تیزی سے بولی۔انابیہ نے اب اپنی نظروں کا رخ ردا کی طرف کیا اور حیرت سے اسے دیکھے گئ۔

"کیا مطلب؟"

"میں کڈنیپ ہوئی تھی۔۔یہ اگر وہاں نہ آتے تو میں یہاں نہ آتی۔۔"انابیہ اپنی جگہ تھم سی گئ۔

"کس نے کیا؟"وہ بمشکل اپنے لب ہلا پائی۔

"ظفر نے۔۔"ردا نے مختصراً کہا جبکہ یہ نام وہاں کھڑے انابیہ اور عالیان دونوں کے لیے انجان تھا۔اس نے نظریں اٹھا کر باری باری دونوں کو دیکھا جن کی نظروں کا مرکز وہی تھی۔

"ظفر جہانزیب۔۔جہانزیب عالم کا اکلوتا بیٹا۔۔"اب ردا نے تھوڑا تفصیل سے بتایا۔انابیہ بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہوئی۔اس کے دل کی دھڑکن جیسے رک سی گئ تھی۔عالیان اپنی جگہ ساکت سا کھڑا تھا۔

"جہانزیب!!"عالیان نے سختی سے مٹھی بھینچتے اس کا نام لیا۔انابیہ اور ردا دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔اس کے منہ سے جہانزیب کا نام سن کر انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ سب جانتا ہے۔۔"میری ماں کا قاتل!!"وہ پھر سے غصے میں بولا۔

"تم سب جانتے ہو؟؟"انابیہ کو اپنی آواز کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔اب حیران ہونے کی باری عالیان کی تھی۔

"کیا تم بھی؟؟"اس کے پوچھتے ہی انابیہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

"لیکن ابھی بہت کچھ اور ہے جو تمہیں جاننا ہے۔۔"وہ رکی اور ردا کی طرف متوجہ ہوئی۔۔"ظفر کو کب سے جانتی ہو تم؟؟"

"چھ مہینے پہلے سے۔۔"کچھ دیر سوچ کر اس نے جواب دیا۔۔"لیکن وہ نہیں جانتا کہ میں اس کی کزن ہوں۔ اس نے صرف مجھے سمندر پر دیکھا تھا بس تب سے پیچھے پڑ گیا ہے۔۔"

"اور تمہیں کیسے پتہ کہ وہ جہانزیب کا بیٹا ہے؟؟:اس بار سوال عالیان کا تھا۔

"اس کے سوشل ہینڈل سے۔۔"

"تو تم نے مجھے کبھی کیوں نہیں بتایا؟"انابیہ شکوہ کن نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی بس اس لیے۔۔"وہ سر جھکائے دبی ہوئی آواز میں بولی۔۔

"تم پاگل ہو کیا اتنے خطرناک انسان کے بارے میں مجھ سے چھپایا تم نے۔۔"اس نے سختی سے اسے بازو سے دبوچا۔عالیان روکنا چاہتا تھا مگر پھر رک گیا۔۔"تمہیں منع کیا تھا میں نے ردا تم کیوں باز نہیں آتی اکیلے باہر جانے سے ہاں۔۔"وہ بلا کی سختی لیے اس پر بھڑک رہی تھی۔

"پلیز آپ پھر کبھی ڈانٹ لیجیے گا۔۔میرے سر میں بہت درد ہے۔۔پتہ نہیں کیا مارا تھا اس نے میرے سر پر۔۔"وہ سر پر ہاتھ رکھے تھوڑا کراہ کر بولی۔عالیان ضبط سے مٹھی بھینچ گیا جبکہ انابیہ کے تو ہوش ہی اڑ گئے تھے۔

"کوئی زخم تو نہیں آیا سر پر؟"وہ فوراً آگے بڑھتے ہوئے فکر مندی سے اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں کوئی زخم نہیں ہے میں اب آرام کرنا چاہوں گی۔۔" اس نے نرمی سے انابیہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور پھر ایک نظر عالیان کو دیکھ کر سیڑھیاں عبور کرتی چلی گئی۔۔اس کے جاتے ہی انابیہ نے عالیان کو دیکھا جو نظروں میں سختی لیے سامنے دیکھ رہا تھا۔

"ایک دفعہ یہ ظفر میرے ہاتھ لگ جائے بخشوں گا نہیں۔۔" سختی سے کہہ کر اس نے انابیہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔"اب تم کیوں گھور رہی ہو کچھ رہ گیا ہے سنانے کو تو وہ بھی سنادو میں کھڑا ہوں یہی۔۔" انداز طنزیہ تھا وہ ہاتھ سینے پر باندھے اس کے سامنے ہی کھڑا ہو گیا۔۔"اب میں اپنے گھر کی لڑکیوں کو اغواء کروں گا کمال ہے۔۔الزام تو ڈھنگ کا لگایا کرو یار۔۔" اس کے اس طرح شکوہ کرنے پر انابیہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

"کالے ہوتے جا رہے ہو۔۔" اس نے ڈائریکٹ بولا تھا۔عالیان ہلکا سا مسکرا دیا۔

"برے کاموں کا اثر ہے۔۔" ماتھے پر پڑتے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے وہ ہنستے ہوئے بولا۔۔انابیہ مڑ کر جانے ہی لگی تھی کہ پھر اس کے سوال پر رکی۔

"ڈیڈ جاگ رہے ہیں؟؟"

"ہاں وہ لیٹ سوتے ہیں۔۔" اس نے مڑ کر کہا۔۔بس اس کے کہنے کی دیر تھی وہ قدم اٹھاتا ناصر صاحب کے کمرے کی طرف چل دیا۔۔انابیہ وہاں سے نہ ہلی۔وہ وہیں کھڑی رہی اسے خوف تھا کہ نا جانے تایا ابو ایسے اچانک عالیان کو دیکھ کر کیسے ری ایکٹ کریں گے۔پھر قدم اٹھاتے لونگ روم میں صوفے پر جا بیٹھی۔ساتھ ہی ناصر صاحب کا کمرہ تھا۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اس نے دیکھا کہ ناصر صاحب ویل چیئر پر اس کی طرف پشت کیے بیٹھے تھے۔ویل چیئر کو دیکھتے ہی اس کے قدم وہیں منجمد ہو گئے وہ آگے نہیں بڑھ سکا۔

"لیکن ابھی بہت کچھ اور ہے جو تمہیں جاننا ہے۔۔" ماتھے پر ڈھیروں پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔ ناصر آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے۔

"ڈیڈ۔۔" کپکپاتی ہوئی آواز سے اس نے ان کو پکارا۔ انہوں نے تیزی سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ عالیان کی آواز وہ کیسے نہیں پہچان سکتے تھے۔ اپنی الیکٹرک ویل چیئر کو تھوڑا سا گھماتے وہ اس کی جانب مڑے پھر حیرت اور صدمے سے اسے دیکھے گئے۔ جس کے آنے کی امید وہ کھو بیٹھے تھے وہ اب اچانک یوں ان کے سامنے کھڑا تھا۔ انہیں لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔ وہ وہیں دروازے پر کھڑا تھا۔ آنکھیں نم تھیں جسم ساکت تھا۔۔ وہ قدم اٹھاتا ان کے قریب آنے لگا۔۔

"وہیں رک جاؤ یہاں مت آنا۔۔" اپنا ہاتھ ہلکا سا اوپر کر کے انہوں نے اسے رکنے کا کہا۔ آواز قدرے اونچی تھی۔ وہ بت بنے کھڑا رہا۔۔

"ڈیڈ!!!" گلے میں پھانس کی طرح کچھ اٹکا تھا۔۔

"نہیں ہوں میں تمہارا ڈیڈ چلے جاؤ یہاں سے۔۔" وہ پھر سے گرجے۔ باہر کھڑی انابیہ نے اب کی بار ان کی آواز سنی۔ جس بات کا اسے ڈر تھا وہی ہوا۔ وہ تیز قدم لیتے ان کے کمرے کی طرف بڑھی لیکن پھر رک گئی یہ سوچ کر کہ باپ بیٹے کا معاملہ ہے شاید اسے بیچ میں نہیں پڑنا چاہیئے۔

"ڈیڈ۔۔ میں بیٹا ہوں آپکا۔ آپ کا عالیان ہوں۔" وہ رندھی ہوئی آواز سے کہنے لگا۔۔

"میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔۔ بیا!! بیا!! بیا!!!۔" کہتے ساتھ وہ زور زور سے انابیہ کو پکارنے لگے۔ اپنا نام سنتے ہی وہ بجلی کی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ عالیان برف کا مجسمہ بنے انہیں دکھی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اسے کہو دفع ہو جائے یہاں سے۔۔ بیا اس سے کہو مجھ سے اس کا وجود برداشت نہیں ہو رہا۔۔" وہ پھر سے دھاڑے۔۔ وہ پھٹی آنکھوں سے اپنے باپ کی بے رخی دیکھتا رہا۔

"پلیز تایا ابو آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔" وہ انکے سامنے بیٹھتے ہوئے پریشانی سے بولی۔۔

"اسے کہو صرف اس کمرے سے نہیں اس گھر سے بھی دفع ہو جائے۔۔ مجھے یہ اس گھر میں نہیں چاہئیے۔۔"

"عالیان جائو یہاں سے پلیز ان کی طبیعت خراب ہو جائے گی خدا کے لیے۔۔" بس اس کے کہنے کی دیر تھی عالیان لڑکھڑاتے قدم وہاں سے چلا گیا۔۔ اسے جاتا دیکھ کر انابیہ کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرائے۔

"میک شیور وہ کل تک یہاں نہ ہو۔۔" وہ روہانسی ہو کر انہیں دیکھے گئی۔

وہ تایا ابو کو دوا دے کر باہر نکل آئی۔ کمرے کا دروازہ بند کر کے اس نے لونگ روم میں نظر گھمائی وہ وہاں نہیں تھا۔ کیا وہ واقعی چلا گیا تھا؟ کمرے سے باہر نکل کر اس نے اسے بیرونی دروازے کی سیڑھیوں میں بیٹھا دیکھا۔ دل ہی دل میں شکر ادا کرتی وہ اپنے کمرے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ ہینڈ ریلنگ پر ہاتھ رکھے اس کے قدم ایک آواز پر رکے تھے۔۔ اس کے رونے کی آواز۔۔ سسکیوں کی آواز۔۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ وہ رو رہا تھا اسے یقین نہ آیا تو تیز قدم اٹھاتی اس کے ساتھ جا بیٹھی۔ عالیان اپنا سر بازوؤں میں جکڑے جھکائے بیٹھا تھا۔۔ کچھ سوچتے سمجھتے اس نے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔ عالیان نے سر نہ اٹھایا وہ جانتا تھا اس کے کندھے پر اس وقت ہاتھ کس کا ہو سکتا ہے۔

"میں بہت برا بیٹا ہوں انابیہ۔۔ مجھے افسوس ہے میں زندہ واپس کیوں آگیا۔ میں وہیں کیوں نہیں مر گیا؟" وہ روتے ہوئے بول رہا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ انابیہ صدمے کی حالت میں اسے دیکھے گئی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اس نے تیزی سے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر سے واپس ہٹا لیا۔ اس کا دل کیا اٹھ کر وہاں سے چلی جائے مگر اس پر غصہ اپنی جگہ وہ اتنی سنگدل نہیں تھی کہ اسے روتا بلکتا چھوڑ کر وہاں سے چلی

جائے۔۔وہ کافی دیر ایسے روتا رہا وہ اس کی آواز سنتی رہی۔اس کو تکلیف ہو رہی تھی وہ چاہ رہی تھی کہ کسی طرح وہ چپ ہو جائے اور ایسا ہی ہوا تھوڑی دیر بعد وہ چپ ہو گیا لیکن سر ہنوز جھکا ہوا تھا۔انابیہ نے خوف سے اسے دیکھا اور اس کو بازو سے پکڑ کر ہلکا سا جھنجھوڑا۔

"نہیں مرتا میں۔۔مرنا ہوتا تو جو کچھ سہ کر آیا ہوں مر جاتا۔۔"اسکی آواز پر وہ یکدم سیدھی ہوئی۔

"ڈیڈ ویل چیئر پر کیوں ہیں؟؟تم لوگ یہاں کیوں ہو؟؟چچا جان اور خالہ جان کہاں ہیں؟مجھے سب بتاؤ انابیہ پلیز۔۔"انابیہ نے دیکھا اسکی آنکھیں سرخ تھیں چہرہ سرخ تھا۔اسے اس پر رحم آنے لگا تھا۔اتنے ٹائم کی نفرت تو وہ جیسے بھول ہی گئی تھی۔یہ وہ عالیان نہیں تھا جس سے اسے نفرت تھی۔

"بولو انابیہ۔۔"اس نے سرخ متورم آنکھیں لیے اس سے پھر سے کہا۔۔پھر سب کچھ اسے تفصیل سے بتانے لگی۔۔شروع سے لے کر آخر تک۔۔لاہور سے لے کر کراچی تک۔۔کبیر سے لے کر جہانزیب تک۔۔وہ بھی اب رونے لگی تھی اسے سب کچھ بتاتے ہوئے۔کالے گھنے آسمان پر بادل تھے۔۔ہلکی ہلکی ہوا بھی ساتھ چل رہی تھی۔۔

"یعنی تمھاری محبت میں نے چھینی۔۔ڈیڈ اس حال میں میری وجہ سے ہیں۔۔چچا جان خالہ جان کی موت کا ذمہ دار بھی میں ہوں۔۔"اس نے زور سے دو دفعہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا تھا۔انابیہ نے بے ساختہ اس کے ہاتھ روکے۔

"نہیں نہیں تم نے کچھ نہیں کیا۔۔ہاں میری محبت کے چھن جانے میں تمہارا قصور ہے مگر بابا جان اور ماما جان کی موت کے ذمہ دار تم نہیں ہو۔۔"

"میں ہوں۔۔اگر اس دن ایما فون نہ کرتی تو یہ سب نہ ہوتا۔۔چچا جان کی طبیعت خراب نہ ہوتی۔وہ ہاسپٹل نہ جاتے اور یہ سب نہ ہوتا۔۔اللہ کرے تمہیں قبر میں بھی سکون نہ ملے ایما۔۔"وہ پھر سے رونے لگ گیا اس کا دل جیسے پھٹنے کو تھا۔۔

"تم نے اس دن جھوٹ کیوں بولا تھا؟؟"انابیہ اسی دن کی بات کر رہی تھی جب اس نے احمد صاحب کے کہنے پر عالیان کو فون کیا تھا۔

"میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا انابیہ۔۔"وہ سچ بول رہا تھا۔

"مگر تم نے مجھ سے کہا تھا تم شادی نہیں کرو گے واپس بھی نہیں آؤ گے اس دن تم نے کال پر کہا کہ تم واپس بھی آؤ گے شادی بھی کرو گے۔۔"وہ باری باری اس کی کالی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"کیونکہ تم نے میری پوری بات نہیں سنی تھی۔۔میں نے کہا تھا میں آؤں گا مگر تمہارے لیے نہیں انابیہ۔۔میں نے شادی کرنی تھی مگر تم سے نہیں۔۔"وہ حیرت سے پھر اسے دیکھے گئی اُسے سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

"تو کس کے لیے آنا تھا اور کس سے شادی کرنی تھی؟؟"اس کے سوال پر وہ کچھ دیر چپ رہا۔

"ردا سے۔۔"وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی۔۔"میں جب لاہور آیا تھا مجھے اسی وقت ردا سے محبت کا خدشہ ہو گیا تھا اسی لیے بھاگ گیا وہاں سے۔۔لیکن واپس جا کر مجھے پتہ چلا کہ جس محبت سے میں ڈرتا تھا وہ تو مجھے ہو گئی ہے اور بری طرح سے ہو گئی ہے۔۔"وہ نہایت مرجھائی ہوئی آواز سے کہے جا رہا تھا جبکہ انابیہ کے کان سائیں سائیں ہونے لگے۔۔

"کبھی نہیں۔۔" وہ تیزی سے بولی۔ عالیان نے برہمی سے اسے دیکھا۔۔ "وہ کسی سے بھی محبت کر سکتی ہے مگر تم سے نہیں کرے گی۔۔ میں جانتی ہوں اسے مر جائے گی تم سے محبت نہیں کر سکے گی۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہی تھی۔۔

"جانتا ہوں۔۔ وہ مجھے پسند نہیں کرتی۔۔" انابیہ بے بسی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"تم شادی شدہ ہو عالیان۔۔ اس کے ساتھ یہ ظلم مت کرنا وہ چھوٹی ہے بہت اس سے ایسا کچھ مت کہنا۔۔ اپنی محبت چاہو تو دفن کر دو۔۔ میں کبھی نہیں چاہوں گی وہ بری طرح سے ٹوٹے۔۔"

"شادی میری مرضی سے نہیں ہوئی تھی۔۔ ایمانے جو بھی کہا جھوٹ تھا۔ اور ویسے بھی وہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ لیکن پھر بھی میں چاہتا ہوں ردا کو میری محبت کا علم نہ ہو۔۔ کبھی نہ ہو۔ کیونکہ میں خود غرض نہیں رہا۔۔"

"کیا تم مجھے سب تفصیل سے بتانا پسند کرو گے؟؟" اس کی بات پر عالیان نے سر اثبات میں ہلایا اور اسے سب بتانے لگا۔۔

ایک سال پہلے:

وہ اپنے اپارٹمنٹ میں تھا۔ جس رات انابیہ نے اسے کال کی تھی یہ اس سے اگلی صبح تھی۔ وہ لیپ ٹاپ کی سکرین آن کیے اپنے ایگزامز کی تیاری کر رہا تھا۔ اسی دوران اسے ڈور بیل کی آواز آئی۔ لیپ ٹاپ بیڈ پر رکھتے

وہ دروازے تک گیا اور دیوار پر لگے ڈیوائس کا ڈور بٹن دبا کر دوبارہ کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ دوبارہ باہر آیا تو اس نے دیکھا ایما دروازے سے ٹیک لگائے اسے مسرور ہو کر دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تو لگا تم ناراض ہو مجھ سے۔۔" وہ اس کے سامنے آتے ہوئے بولا۔

"تھی مگر زیادہ دیر نہیں رہ سکتی۔۔ تم نے تو منانا تھا نہیں۔۔" دروازے سے ہٹ کر وہ سیدھا اندر آ گئی اور کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اس سے شکوہ کر رہی تھی۔ عالیان بے ساختہ مسکرا دیا۔

"چلو اچھی بات ہے ویسے میں منانے کا سوچ رہا تھا۔" اس نے آنکھ کو ونک کرتے ہوئے کہا۔

"اب کبھی کوئی ناراضگی نہیں آئے گی ہمارے درمیان۔" وہ اعتماد سے کہہ رہی تھی۔

"اچھا!!" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اب تم مجھ سے کبھی دور نہیں ہو گے۔۔"

"ہمم۔۔۔"

"میں اپنا حصار تمہارے گرد اتنا تنگ کر دوں گی کہ تم چاہ کر بھی نہیں نکل سکو گے۔۔" وہ اطمینان سے کھڑی تھی۔

"ہمم اور کیا کرو گی؟" عالیان آنکھیں سکیڑے اسے دیکھنے لگا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس کے جذبات کو مذاق میں لے رہا تھا۔

"تمہیں خود سے محبت کرنے پر مجبور کر دوں گی۔۔"

"میں مجبور نہیں ہوں گا۔۔" وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں ہونا ہوگا۔۔" بس یہ کہنے کی دیر تھی۔۔عالیان کو لگا کسی نے پیچھے سے کوئی چیز اس کے سر پر دے ماری ہو۔۔وہ درد سے کراہ کر رہ گیا۔سب کچھ گول گول گھومنے لگا وہ زور سے فرش پر گرا۔۔ہر طرف دھندلا دھندلا ہونے لگا۔

"یہاں پر جتنے بھی کیمراز ہیں انکو ڈی ایکٹیویٹ کروا دو جلدی۔۔" کہتے ساتھ وہ فرش پر عالیان کی طرف جھک کر بیٹھی اور اس کے خوبصورت سفید چہرے پر نرمی سے انگلی پھیرنے لگی۔

"تم صرف میرے ہو۔۔" وہ طنزیہ انداز سے مسکرا رہی تھی۔۔"اسے اٹھا کر لے آئو۔۔" وہ کہتے ساتھ اٹھ کر باہر جانے لگی۔۔عالیان تکلیف سے آنکھیں موند گیا۔ہر طرف اندھیرا سا چھا گیا تھا۔

اس نے دھیرے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔۔شروع میں ہر طرف منظر دھندلا تھا لیکن آہستہ آہستہ سب کچھ ہر اس پر واضح ہونے لگا۔وہ ایک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔اس نے آس پاس دیکھا وہ کسی وسیع کمرے میں تھا۔وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔اس نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا تو اسے پتہ چلا کہ اس کے سر پر پٹی بندھی تھی۔اسے کچھ کچھ یاد آیا کہ وہ پہلے بھی ہوش میں آیا تھا شاید وہ اس وقت کسی پلین میں تھا۔تبھی اس کو کوئی سوئی بازو پر چبھائی گئ تھی تو وہ دوبارہ بیہوش ہو گیا تھا ضرور بیہوشی کا انجیکشن۔۔"آہ ہ!!" دماغ پر زور ڈالتے ڈالتے اسے پھر سے درد ہونے لگا۔وہ بیڈ سے اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی بمشکل کوشش کرنے لگا۔اسے لگا جیسے اس کی ٹانگوں میں جان نہیں تھی۔اس نے گلاس ونڈو سے باہر جھانکنے کی کوشش کی تو اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔وہ ایک اونچی عمارت کے بالائی حصے میں تھا۔۔باہر دیکھنے پر اسے سڑک پر چلتی گاڑیاں چیونٹیوں کی مانند لگ رہی تھیں۔۔اسی دوران اسے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ایما اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر اس کے قریب آئی۔

"فائنلی تمہیں ہوش آگیا۔۔"

"کہاں ہوں میں ؟؟"اس نے پتھریلی نظروں سے اسے گھورا۔۔ وہ خاموشی سے آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھے گئی۔ "ایما۔۔ مجھے میرے اپارٹمنٹ چھوڑ کر آئو ابھی۔۔ "وہ دانت پر دانت جمائے بولا۔ پھر اسے ایما کا قہقہہ سنائی دیا۔

"عالیان تم امریکہ میں نہیں ہو جو تمہیں اپارٹمنٹ چھوڑ دوں۔۔ "عالیان کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین نکل گئی۔ "تم اٹلی میں ہو۔۔ "کہتے بلکل اس کے قریب ہوئی اتنا کہ اب وہ اس کی آنکھوں میں خوف دیکھ سکتی تھی۔ "میں نے کہا تھا میں تمہارے گرد اپنا حصار اتنا تنگ کر دوں گی کہ تم چاہ کر بھی نہیں نکل سکو گے اور یہ اٹلی میرا حصار ہے عالیان تم یہاں سے کبھی نہیں نکل سکتے۔۔ "عالیان نے تیزی سے اس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔۔ میں یہاں نہیں رہوں گا۔۔ "وہ اسکی آنکھوں میں دہشت دیکھ سکتی تھی۔ بے ساختہ اس نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر رکھا اور ہنسنے لگی۔ عالیان کا پارا مزید ہائی ہوا تو گرفت سخت کر گیا۔

"کسی بہانے تم میرے قریب تو ہوئے۔۔ "عالیان نے جھٹکے سے اسے چھوڑا وہ لڑکھڑاتے ہوئے تھوڑا دور ہوئی۔۔ پھر تیز قدم لیتے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کوئی عجیب سا دروازہ تھا۔ اس نے کھولنے کی کوشش کی مگر بے سود۔۔ میٹل کا بنا ہوا ایک مضبوط دروازہ تھا وہ۔ ایما ہنستے ہوئے اس کی ہر ممکن کوشش دیکھ رہی تھی۔

"عالیان اپنی انرجی مت ویسٹ کرو۔۔ یہ بائیو میٹرک ہے میرے، ڈیڈ اور راج کے علاوہ کوئی نہیں کھول سکتا۔ "وہ فاتحانہ انداز سے مسکرائی۔ عالیان لب بھینچتے اس کے قریب آیا۔

"پلیز۔۔ مجھے واپس بھجوا دو۔۔ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔۔ "وہ منت کرنا نہیں چاہتا تھا مگر نا چاہتے ہوئے بھی وہ بے بسی کا شکار ہوا۔ ایما کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔

"ایسے مت کہو۔۔ میں تمہیں نہیں جانے دے سکتی۔۔ یو نو آئی لو یو۔۔" وہ کافی نرمی سے بولی۔

"بٹ آئی ڈونٹ۔۔" وہ تقریباً دھاڑا۔ ایما نم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسی دوران ایک اور شخص اس کمرے میں داخل ہوا۔ تھری پیس سوٹ پہنے کلین شیو کیے مظہر درانی عالیان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔ ڈارک گرے بالوں والا وہ شخص عالیان کو سر تا پیر دیکھنے لگا اور پھر چلتا ہوا جا کر اس کمرے میں پڑے اکلوتے کاؤچ پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گیا۔

"پسند اچھی ہے تمھاری ایما۔۔" وہ عالیان کو غور سے سر تا پیر دیکھتے ہوئے بولا۔

"تمہاری تعریف؟؟" عالیان ابرو اچکاتے اسے دیکھنے لگا۔۔

"مظہر درانی۔۔ ایما کا ڈیڈ۔۔ اٹلی کا ڈون۔۔ اٹالین مافیا میں مجھے سٹون ہارٹ کہا جاتا ہے۔۔ اور کچھ جاننا ہے تمہیں؟؟" عالیان بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہوا۔ وہ کہاں پھنس گیا تھا مافیا کے لوگوں میں۔ اس نے اپنا سر ہاتھوں میں جکڑ لیا۔ ایما فوراً سے اسے بازو سے تھامے دیکھنے لگی کچھ پریشانی اور کچھ فکرمندی سے۔ عالیان نے جھٹکے سے اسے خود سے دور کیا اور پھر تیز قدم لیتے وہ مظہر درانی کے سامنے گیا اور قہر برساتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم چاہے کوئی ڈون ہو یا کوئی سٹون ہارٹ۔۔ آئی ڈونٹ کیئر۔۔ مجھے امریکہ واپس بھجواؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔۔" وہ طیش بھرے انداز سے کہنے لگا۔

"عالیان!! ہی از مائی ڈیڈ۔۔" ایما تیزی سے کہتے اس کے پیچھے آئی۔۔ عالیان نے اسے وہیں رکنے کا اشارہ کیا تو اس کے قدم رکے۔۔

"ہوگا تمھارا ڈیڈ میرا کچھ نہیں لگتا سمجھی۔۔" شہادت کی انگلی سے اسے تنبیہ کرتا وہ دوبارہ اس شخص کی طرف مڑا جو اطمینان سے بیٹھا مسکرائے جا رہا تھا۔

"تمہاری چوائس بہت زبردست ہے ایما۔۔ میں بہت امپریس ہوا ہوں اس سے۔۔" نظریں عالیان پر مرکوز کیے وہ ایما سے مخاطب تھا۔ایما مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

"میں کوئی دکان میں پڑا شو پیس نہیں ہوں جو اسے پسند آیا اور اٹھا کر لے آئی۔۔ میں ایک جیتا جاگتا انسان ہوں۔۔ گوٹ اٹ؟"اس کا انداز تنبیہی تھا۔

"پتھر کی مورتیاں مجھے ویسے بھی نہیں پسند ہیں۔۔ ایک جیتا جاگتا انسان ہی تو چاہئیے مجھے۔۔ تیز دماغ۔۔ حاضر دماغ۔۔ پھرتیلا۔۔۔"وہ لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہتا گیا تو عالیان کے کان سائیں سائیں ہونے لگے وہ آخر کیا چاہتا تھا اس سے۔

"مدعے پر آئو مظہر درانی۔۔۔"وہ لب بھینچتے ہوئے کہنے لگا تو جواباً قہقہہ سنتے ہی وہ خاصا تپ گیا۔

"اوکے۔۔ پوائنٹ پر آتے ہیں۔۔"وہ اپنی جگہ سے اٹھتے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔عالیان کا دل کیا ایک زوردار مکا ہی جھڑ دے لیکن پھر ضبط کر گیا۔

"پہلے تو اپنے ذہن سے بھاگنے کا ارادہ ترک کر دو۔۔ اٹلی سے بھاگنا آسان کام نہیں ہے۔۔ تمہارا پاسپورٹ اور دیگر ضروری اشیاء سب میرے قبضے میں ہیں۔۔ تمہاری کوئی آئڈینٹٹی نہیں ہے۔۔ تم پوری طرح سے مجھ پر ڈیپینڈینٹ ہو۔۔"عالیان کے چہرے کا رنگ بھک سے اڑا تھا۔گلے میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھے گیا۔

"دوسری بات میری بیٹی تم سے محبت کرتی ہے۔یو ول ہیو ٹو میری مائی ڈاٹر۔۔ اور ایسا کل ہی ہو گا۔۔ تم تیار ہو یا نہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔"تحکمانہ انداز سے کہتے وہ اپنی جگہ سے ہلتے عالیان کے ارد گرد چکر کاٹنے لگا۔

"یہ تو وہ کام ہے جو تمہیں ہر حال میں کرنا ہے۔۔ اب دوسرے کام کی طرف آتے ہیں۔۔"اس کے قدم رکے اور وہ اس کے عقب میں کھڑا مسکرانے لگا۔۔ عالیان ضبط سے لب بھینچ گیا۔۔ وہ اس کے کان کے

قریب گیا۔۔ "مافیا ورلڈ میں قدم جمانے کا کام۔۔ " وہ اس کے کان میں سرگوشی نما انداز سے بولا۔۔ عالیان کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔۔ وہ کرنٹ کھا کر اس کی طرف پلٹا۔

"بلکل نہیں میں تمہارے ساتھ اس غلط کام میں شامل نہیں ہوں گا۔۔ " وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولا تو مظہر سر نفی میں ہلاتے ہوئے ہنسنے لگا۔۔

"کم آن عالیان۔۔ ایسا کون سا غلط کام تم نے نہیں کیا جو مافیا تمہیں غلط لگ رہا ہے۔۔ شراب نوشی تم کرتے رہے۔۔۔ لڑکیوں سے ناجائز تعلقات تمہارے رہے۔۔ گیمبلنگ کا شوق تمہیں رہا۔۔ ایک مافیا تمہیں غلط لگ رہا ہے ویری فنی۔۔۔ " عالیان اپنی جگہ پتھر کا ہو گیا تھا۔۔ وہ واقعی لاجواب کر دیا گیا تھا۔ باقی سب تو ٹھیک تھا مگر یہ لڑکیوں سے ناجائز تعلقات والی بات پر اس نے ایما کو خفگی سے دیکھا جس پر وہ نظریں چرا گئی۔ تو اپنے باپ کو آمادہ کرنے کے لیے اس نے عالیان پر یہ گھٹیا الزام لگایا تھا۔ نا جانے اور بھی اپنے باپ سے کیا کیا جھوٹ بولیں ہوں گے محض اسے حاصل کرنے کے لیے۔۔ وہ کچھ پل خاموش رہا۔۔

"ڈیڈ یہ اس کی پرسنل لائف ہے۔۔ " ایما اپنے باپ کو ٹوکتے ہوئے بولی۔

"کسی کے بھی کام کو اس کے سامنے برا بھلا کہو گے تو وہ آپکو آپکی اوقات تو دکھائے گا نا ہنی۔۔ "

"میں نے جو بھی کیا لیکن کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ سب زیادتیاں اور ظلم میں نے خود کے ساتھ کیے ہیں اور تمہاری بیٹی کے ساتھ میرا کوئی ناجائز تعلق نہیں ہے مائینڈ اٹ۔۔ " وہ انگلی اٹھا کر بولا تھا۔

"اپنے گناہوں کو جسٹیفائی مت کرو۔۔۔ بہر حال یہ صرف ایک آپشن ہے۔۔ اب یہ تم پر ہے کہ تم نے میری بیٹی سے شادی کر کے ساری زندگی اس چار دیواری میں گزارنی ہے یا میرے ساتھ قدم بہ قدم چلنا ہے۔۔ " وہ رک کر اس کی اڑتی ہوئی رنگت دیکھنے لگا۔۔ پھر ایک قدم لیتا اس کے بلکل سامنے آیا۔

"تمہارا بریلیئنٹ مائنڈ۔۔ تمہارے آئیڈیاز۔۔ تمہارے شاندار ریکارڈز تمہیں بہت آگے پہنچا سکتے ہیں۔۔ خود کو اس چار دیواری میں ضائع مت کرنا۔۔ سوچ لو ساری عمر اپنی بیوی کے ہاتھوں کو دیکھتے رہو گے۔۔ اپنی خواہشات پوری نہیں کر سکو گے۔۔ اگر میرے ساتھ چلو گے تو ایک شاندار زندگی گزارو گے۔۔ باقی فیصلہ تمہارا اپنا ہے۔۔ کل نکاح تک ٹائم ہے تمہارے پاس اچھے سے سوچ لینا۔۔۔" اس کے کندھے پر تھپکی دیتے وہ وہاں سے چلا گیا۔ عالیان کے دماغ کو الجھن کا شکار کر کے۔۔۔ وہ وہیں برف کی مانند جما رہا۔۔ آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔۔ لب باہم پیوست تھے۔۔ جسم میں کوئی حرکت نہیں تھی۔۔ ایما بھی چلی گئی تھی۔۔ وہ تنہا اس چار دیواری میں رہ گیا تھا۔

وہ ساری رات سو نہیں سکا تھا۔ اس کا بیڈ آرام دہ ہونے کے باوجود بھی نیند اس سے بہت دور تھی۔۔ وہ شدید الجھن کا شکار تھا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ آن کی آن میں یہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا تھا کیوں ہو گیا تھا۔۔ وہ کبھی بیڈ پر لیٹے چھت کو دیکھتا۔۔ کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتا۔۔ کبھی کاؤچ پر جا بیٹھتا اور کبھی بلاوجہ چکر کاٹتا رہتا۔۔ کل اس کا نکاح ہونا تھا وہ بھی ایما کے ساتھ جو اس نے کبھی نہیں چاہا تھا۔ وہ تو ایم بی اے کر کے واپس جانا چاہتا تھا اپنے ڈیڈ کا بزنس سنبھالنا چاہتا تھا۔۔ خود کو بدلنا چاہتا تھا اور ردا کے ساتھ شادی کر کے ایک اچھی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔۔ لیکن اس کے چاہنے نا چاہنے سے کیا ہو گا۔۔۔ ہونا تو وہی تھا جو اس کی قسمت میں لکھا تھا۔۔ وہ شدت سے رو دینا چاہتا تھا۔۔ وہ اتنی بے بسی کا شکار آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔۔۔

"تم نے بددعا دی ہے نا انابیہ مجھے۔۔ میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے تمہیں تکلیف دیتا رہا ہوں یہ جانتے ہوئے کہ تم مجھے پسند کرتی تھی۔۔ میں نے ہر بار تمہارا دل دکھایا ہے۔ تم میری بیسٹ فرینڈ تھی پھر بھی میں نے اپنے ہر دکھ ہر تکلیف کا بدلہ تم سے لیا۔۔ ٹھیک کر رہی ہو تم اور بددعائیں دو مجھے میں اسی قابل ہوں۔۔۔" آخر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔۔ سارا ضبط سارا صبر ہار گیا۔۔۔ انابیہ ہمیشہ اسے پسند تھی بس شاید

اسے محبت نہیں تھی یا شاید اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ وہ جب امریکہ آگیا تھا تو سب کو بھول گیا تھا۔ وہاں کی عیاش زندگی نے اسے اپنوں سے نفرت کرادی تھی۔۔ ناصر اسے بار بار آنے کا کہتے یا شادی کا کہتے تو وہ تپ جاتا تھا بھڑک جاتا تھا۔۔ بس اسی لیے اپنی ہر عیاشی وہ انابیہ کو ضرور دکھاتا تھا اسے ٹارچر کرتا تھا اسے زچ کرتا تھا اور اس میں وہ کامیاب رہتا تھا۔۔ وہ بھول جاتا تھا کہ وہ اس لڑکی کو تنگ کر رہا ہے جو اس کی کبھی بیسٹ فرینڈ رہی تھی۔۔ لیکن اس بار لاہور جاتے ہوئے اس کا دل ضرور بدلا تھا اور ایسا ردا کو دیکھنے کے بعد ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی عالیان کے دل نے ایک بیٹ ضرور مس کی تھی لیکن وہ پھر اگنور کرتا رہا۔ اسے بہت دیر سے پتہ چلا محبت نامی بلا اس کے ساتھ چمٹ گئی ہے۔۔ اگر اسے ردا سے محبت نہ بھی ہوتی تو تب بھی وہ انابیہ سے شادی کبھی نہ کرتا۔۔ اس نے رئیلائز کیا تھا کہ وہ ان دونوں بہنوں کے قابل نہیں تھا اس لیے وہاں سے بھاگ کر واپس امریکہ آگیا تھا۔ اسکے نصیب میں نہ تو انابیہ تھی نہ ہی ردا اس کے نصیب میں صرف ایمان درانی تھی۔

اگلے دن اس کا اور ایما کا نکاح ہو گیا تھا۔۔ وہ اسی بلڈنگ کے ایک دوسرے بڑے سے ہال نما کمرے میں تھا۔ مظہر درانی اور ان کے دیگر دوست یار بھی وہاں موجود تھے۔ وہ ان کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ نکاح اس کی توقع سے بھی زیادہ شاندار ہوا تھا۔۔ سفید ٹائلز کا وہ پورا کمرہ بہت خوبصورتی سے سفید پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ ایما اور وہ دونوں ساتھ صوفے پر بیٹھے تھے۔ اس نے سفید رنگ کی شیروانی زیب تن کی ہوئی تھی۔ ایما سرخ رنگ کا کامدار جوڑے اور ہلکی سی جیولری کے ساتھ ہنستی مسکراتی شکل لیے بیٹھی تھی۔

"کیسا لگ رہا ہے ایمان درانی آئی مین ایما کا ڈیئر ہزبینڈ بن کر؟؟" ایما نے سر تھوڑا اس کی طرف جھکا کر سرگوشی نما انداز میں پوچھا۔۔ وہ کچھ نہیں بولا ایسے ہی سنجیدہ شکل بنائے خاموشی سے بیٹھا رہا۔

"دیکھو آج میں نے فل ڈریس پہنا ہے۔۔ کیا کہتے ہیں ؟؟ ہاں !! قمیض شلوار۔۔ یو نو ہم دونوں کے ڈریسز میں نے خود ڈیزائن کیے ہیں بلکل تمہارے ٹریڈیشن کے مطابق۔۔۔ "وہ بولے جا رہی تھی لیکن عالیان تو جیسے سن ہی نہیں رہا تھا۔ وہ اب بھی خاموش تھا۔۔ ایما نے مزید کچھ نہیں پوچھا تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔۔ اسے گھٹن محسوس ہو رہی تھی تو اٹھ کھڑا ہوا۔۔ وہاں موجود سب لوگوں کی نظروں کا مرکز وہی تھا۔ مظہر نے اپنے ایک گارڈ کو اشارہ کیا تو وہ عالیان کے ساتھ آ کھڑا ہو۔ اس نے ایک نظر اپنے ساتھ کھڑے گارڈ کو دیکھا اور پیر پٹختے اس کے ساتھ جانے لگا۔ وہ گارڈ کے ساتھ اسی کمرے میں چلا گیا تھا۔ گارڈ نے دروازہ کھولا تو وہ اندر چلا گیا ۔اس کے پیچھے دروازہ واپس بند کر دیا گیا تھا۔ ایک گہرا سانس لیتے وہ کاؤچ پر جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہ دوبارہ دروازے کی طرف گیا۔ اس کے وہاں جاتے ہی دروازہ کھل گیا گارڈ اب دوبارہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔

"کچھ چاہیئے تمہیں ؟؟" عالیان پہلے تو حیران ہوا اور پھر اس سے نظریں چرا گیا۔۔

"تمہیں کیسے پتہ میں دروازے کے پاس کھڑا ہوں ؟؟" اس کے پوچھتے ہی سامنے کھڑے گارڈ نے ہاتھ اوپر کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا وہاں ایک کیمرہ نصب تھا۔

"اووو۔۔" عالیان نے ہونٹ گول کیے۔ "مظہر کو بلاؤ مجھے بات کرنی ہے اس سے۔۔" اس طرح ڈھٹائی سے اس کے باس کا نام لیتے ہوئے گارڈ نے اسے سر تا پیر گھورا۔۔ "گھور کیوں رہے ہو روبوٹ ؟؟" عالیان نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا تو وہ خاصا تپا تھا اور سر اثبات میں ہلاتے دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔۔ تھوڑی دیر میں مظہر آ گیا تھا۔

"آئو مظہر تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا میں۔۔" اس کے آتے ہی وہ کاؤچ سے اٹھ کر اس کے سامنے گیا۔۔

"تم میں تمیز نہیں ہے ؟؟"اس کی اتنی ڈھٹائی پر اسے بہت تپ چڑھی تھی ۔۔آج تک کسی نے مظہر کو اس کے نام سے کبھی نہیں پکارا تھا اسے باس، سر یا سٹون ہارٹ کہا جاتا تھا ۔۔

"نہیں کوڑیوں کے دام بیچ کر کھا گیا ہوں ساری تمیز ۔۔"وہ ہاتھ باندھے اس کے سامنے ہی کھڑا تھا ۔۔

"سسر ہوں میں تمہارا ۔۔"اس نے جیسے عالیان کو یاد دلاتے ہوئے کہا ۔۔

"زبردستی کا سسر ۔۔ سسر نہیں ہوتا ۔۔ ویل مجھے تم سے بات کرنی تھی مظہر ۔۔"وہ جتنا اسکے نام لینے سے چڑتا تھا عالیان اتنا ہی بار بار اس کا نام ضرور لیتا تھا ۔۔

"بولو کیا کہنا ہے ؟؟"

"یہی کہ مجھے بھیک میں دو وقت کی روٹی نہیں چاہئیے ۔میں تمہارے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوں ۔۔ صرف مجھے سمجھا دو کرنا کیا ہے ؟؟"

"ہمم گڈ ۔۔راج تمہیں سب سمجھا دے گا ڈونٹ وری ۔۔"اس نے اطمینان سے کہا تو عالیان پھر سے اسے گھورنے لگا۔

"راج کون ہے ؟؟"اس کے پوچھتے ہی مظہر نے اپنے تھوڑا پیچھے کھڑے چوڑی جسامت والے گارڈ کی طرف اشارہ کیا۔وہ وہی گارڈ تھا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے عالیان کے ساتھ تھا۔عالیان نے اچنبھے سے اسے دیکھا اور پھر مظہر کو ۔۔

"سیریسلی !!!"وہ آنکھیں چھوٹی کیے مظہر کو دیکھنے لگا۔"نو وے اپنے کسی سپیشل بندے کو بھیجو جو مجھے اچھے سے گائڈ کرے ۔۔ایسے گھسے پٹے گارڈز کو دروازے کی حد تک رکھو ۔۔"عالیان نے سر جھٹکنے کے انداز سے کہا تو راج اسے قہر برساتی نظروں سے دیکھنے لگا ۔۔

"ایکسکیوز می۔۔ یہ صرف گارڈ نہیں ہے میرا بہت قابل اور خاص بندہ ہے۔۔" مظہر نے دانت پیستے ہوئے کہا تو عالیان پوری آنکھیں کھولے راج کو دیکھنے لگا۔۔

"تو تم نے اپنے اتنے قابل بندے کو میری دم کیوں بنا رکھا ہے۔۔ زیادتی ہے اس کے ساتھ۔۔" راج کا تو دل کیا آج اپنی پستول کی ساری گولیاں اس کے سر میں اتار دے۔۔

"جسٹ شٹ اپ۔۔ تم اب عام انسان نہیں ہو اس لیے میں نے تمہاری رکھوالی کے لیے اپنا اتنا قابل بندہ رکھا ہوا ہے۔۔" اس کی بات پر عالیان پھٹ کر ہنس پڑا۔۔

"مظہر!! مظہر!! مجھے تم لوگوں کے علاوہ کسی سے خطرہ نہیں ہے۔۔ خیر بس مجھے جو بتانا تھا بتا دیا جسے چاہے مرضی بھیجو مجھے گائڈ کرنے کے لیے۔۔ آئی ڈونٹ کیئر۔۔" مظہر اس کی ڈھٹائی دیکھ کر رہ گیا دل ہی دل میں اپنی بیٹی کو بے شمار اعزازات سے نوازتے ہوئے وہ دانت پیستے وہاں سے چلا گیا۔

یہ دوپہر کا وقت تھا۔ عالیان اور ایماد دونوں ہی سیاہ رنگ کی Mercedes G-Wagon کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ عالیان نے اب ہلکے سرمئی رنگ کی شرٹ کے گہرے نیلے رنگ کی پینٹ پہن رکھی تھی جبکہ ایما نے پھر سے لیمن کلر کی لمبی سی کامدار قمیض کے ساتھ کھلا پاجامہ اور ہم رنگ ڈوپٹہ کندھے پر پھیلا رکھا تھا۔ سنہرے بال ہمیشہ کی طرح کھلے تھے۔ نیا نیا شوق تھا اور عالیان کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اسے اسی طرح تیار ہونا پڑتا تھا لیکن یہ الگ بات تھی کہ عالیان ایک نظر اٹھا کر بھی اسے نہیں دیکھتا تھا اور اگر دیکھتا بھی تھا تو صرف نفرت کی نگاہ سے۔

"اب بتاؤ گی ہم کہاں جا رہے ہیں ؟؟" آخر کار جھنجھلا کر اس نے دوبارہ وہی سوال کیا جو پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ پوچھ رہا تھا۔

"اففوہ!!! مینشن جا رہے ہیں ہم۔۔" بالآخر ایما نے بھی اسے جواب دے ہی دیا۔

"کس کے مینشن ؟؟" اس نے اچنبھے سے اسے دیکھا اور نا سمجھی سے پوچھنے لگا۔

"ظاہر ہے ہمارے مینشن یعنی درانی مینشن۔۔۔"

"مگر کیوں ؟؟"

"اوہ گاڈ!!! عالیان کیا تم نے میرے ساتھ اس بلڈنگ میں رہنا تھا جہاں جگہ جگہ کیمرے انسٹالڈ تھے ؟؟" عالیان نے اسے سختی سے گھورا۔ پیسنجر سیٹ پر راج بیٹھا تھا اور وہاں ڈرائیور بھی موجود تھا اب بھلا یہ بات کوئی کرنے کی تھی لیکن اگلے ہی لمحے اپنا رخ کھڑکی کی طرف موڑ گیا جیسے کہہ رہا ہو مجھے کیا۔

"وہ ڈیڈ کی ورک پلیس ہے۔۔ ہمیں یہیں آنا تھا۔۔" وہ دوبارہ بولی عالیان نے گردن نہیں گھمائی وہ اب بھی باہر دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ مینشن پہنچ گئے تھے۔ سیاہ بڑے گیٹ ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ان کی گاڑی پار ہو کر اندر گئی۔ عالیان پھٹی آنکھوں سے باہر دیکھ رہا تھا۔ جدھر تک دیکھو گارڈز ہی گارڈز تھے۔ ایک لمحے کے لیے اس پر خوف سا طاری ہو گیا تھا اسے لگ رہا تھا کہ شاید وہ اب کبھی پاکستان اپنوں کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ مینشن کی خوبصورتی تو اس نے جیسے دیکھی ہی نہیں تھی۔ گیٹ سے لے کر مینشن کے مرکزی دروازے تک کا راستہ اسے اتنا لگا جتنا وہ بلڈنگ سے یہاں تک طے کر کے آیا تھا۔ راہداری کے دائیں اور بائیں طرف بڑے بڑے لان تھے جہاں تک نظر جاتی تھی وہاں تک گریزی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے خوبصورت باغ کے بیچ و بیچ ایک محل کھڑا ہو۔ گاڑی سے نکل کر وہ دونوں راہداری عبور کرتے اب اندر جانے لگے۔ ایما نے قریب آ کر اس کے بازو پر اپنی گرفت ایسے جمائی جیسے عالیان نہیں باپ کی جاگیر ہو۔ ایسا عالیان سوچ رہا

تھا۔ مینشن دو رنگوں سے بنایا گیا تھا سفید اور گہرے سرمئی رنگ سے۔ داخلی دروازے سے پہلے اونچے اونچے ستون کھڑے تھے جس کے اندر ایک ہال نما جگہ تھی جہاں پر سیاہ رنگ کے صوفے چمک رہے تھے۔ ستونوں کے ساتھ لگے سفید پردے سیاہ ڈوریوں میں بندھے تھے ساتھ ہی ساتھ مختلف پینٹنگز اور اور اینٹیک پیسز اس حصے کو اور خوبصورت دکھا رہے تھے۔ اب اس کے بعد آتا تھا شاہی طرز کا اونچا سیاہ لکڑی کا داخلی دروازہ جسے دو گارڈز نے مل کر کھولا تھا۔ اندر جاتے ہی عالیان کو لگا جیسے وہ کسی محل میں آ گیا تھا خیر وہ باہر سے بھی کم نہیں تھا مگر جو خوبصورتی اور شان اس کے اندرونی حصے کی تھی عالیان نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ دروازے کے تھوڑا آگے ہی فرش پر ایک جانور کی شکل کا قالین بچھا تھا۔ دیواروں پر پرانے طرز کے نقش و نگار تھے اور یہ واحد چیز تھی جو اسے سخت زہر لگی تھی۔ عجیب عجیب انسانی شکلوں سے سجی دیواریں وہاں کے رہنے والوں کے لیے ضرور کشش کا باعث بنتی ہوں گی۔ اگر چھت کی طرف نظر اٹھاؤ تو سارا آسمان اور سفید خوبصورت بادل تیرتے دکھائی دیں کیوں کہ چھت شیشے کی بنی تھی اور یوں کہہ لو کہ وہ شیشہ سیاہ رنگ کے پنجرے میں قید تھا جس کے ساتھ قطار در قطار بڑے بڑے فانوس لٹک رہے تھے۔ کسی ماہر معمار کا کام لگتا تھا۔ قد آور کھڑکیوں کو چیرتے ہوئے روشنی اندر داخل ہو رہی تھی۔ عین درمیان میں گہرے نیلے اور سیاہ رنگ کے بڑے بڑے صوفے تھے۔ ایک کونے میں لاتعداد کرسیوں والا شاہی ڈائیننگ ٹیبل تھا اور دوسرے کونے میں سیاہ رنگ کا بڑا پیانو ٹیبل تھا۔ اندر بھی کونوں میں لاتعداد ستون بنے تھے اور مختلف راہداریاں مینشن کے اور اندر لے جاتی تھیں۔ دیواروں پر مختلف مہنگی پینٹنگز اور ہر طرف خوبصورت آرٹ کیے ہوئے واس سٹولز پر پڑے تھے۔ ایما اس کا ہاتھ پکڑے اسے مزید اندر لے جانے لگی۔ اب ان دونوں کا رخ وسیع زینوں کی طرف تھا جن کے عین درمیان میں سرخ قالین چپکا ہوا تھا۔ ان زینوں کو پار کرتے وہ اسے سیدھا اوپر ایک کمرے میں لے گئی۔

"یہ رہا ہمارا کمرہ!! کیسا ہے؟؟" وہ مسکراتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی تو عالیان نے بس سر اثبات میں ہلایا۔ وہ سرخ سفید اور سیاہ رنگ میں ڈوبا ایک خوبصورت، شاندار اور وسیع کمرہ تھا۔ دیواریں سفید جبکہ سارا فرنیچر سرخ اور سیاہ رنگ کا تھا۔ سیاہ پردے ڈوریوں میں بندھے تھے اور ان کے پار ایک وسیع بالکونی تھی جس سے باہر کا سارا منظر بہت ہی دلکش معلوم ہوتا تھا۔

ایما کچھ قدم لیتے اس کے بلکل قریب آئی۔ عالیان نے اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکا جو اسے اس وقت زہر لگ رہی تھیں۔ اگلے ہی پل وہ شاک رہ گیا۔ ایما نے بڑی نرمی سے اس کے دونوں کو ہاتھوں کو تھاما اور رونے لگی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ عالیان اس کی حالت دیکھتے محظوظ ہونے کی بجائے پریشان ہو گیا۔۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ روتے ہوئے اس کے گلے لگ گئ۔

"میں جانتی ہوں میرا طریقہ غلط تھا لیکن کوئی اور آپشن نہیں تھا۔ تم چھوڑ جاتے مجھے۔۔" پہلی دفعہ تھا جب عالیان کو اس لڑکی کے گلے لگنے سے شدید گھٹن محسوس ہو رہی تھی اور وہ لڑکی جواب اس کی اپنی بیوی تھی۔ فوراً سے ہڑبڑا کر وہ پیچھے ہوا۔ ایما کو اس کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری تھی۔

"مم۔۔ مجھے فریش ہونا ہے۔۔ واش روم کس طرف ہے؟" سر میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نظریں چراتے ہوئے وہ بولا۔۔ ایما فوراً سے مسکراتے ہوئے وارڈروب کی طرف گئ اس میں سے کپڑے نکالے اور عالیان کو تھما دیے۔

"اس طرف ہے واش روم۔۔" ہاتھ کے اشارے سے اسے واش روم بتایا تو وہ تیزی سے اس میں گھس گیا۔۔ جب وہ فریش ہو کر باہر نکلا تو کمرے میں چاروں طرف نظر گھمائی۔ ایما وہاں نہیں تھی۔ اس نے شکر کا گہرا سانس لیا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا پھر دروازہ لاک کر لیا۔ اسے بہت سخت نیند آ رہی تھی۔ ساری رات اس کی جاگتے ہوئے گزری تھا۔ وہ چاہتا تھا کوئی اسے ڈسٹرب نہ کرے۔ قدم اٹھاتا بیڈ کی طرف

بڑھا اور گہری نیند سو گیا۔ نیند کے دوران اسے کئی دفعہ دروازہ پیٹنے کی آوازیں آئیں تھیں مگر وہ اگنور کر کے سوتا رہا۔ جو بھی تھا پیٹتا رہے خود ہی چلا جائے گا۔ چہرے پر مسکراہٹ طاری کیے وہ تکیہ سر پر رکھ کر سو گیا۔

کچھ دن ایسے ہی گزر گئے تھے۔ اب وہ راج سے پراپر ٹریننگ لینے لگا تھا۔ وہ راج کے ساتھ اس وقت لان میں کھڑا تھا اور اسے غور سے دیکھے جا رہا تھا جو پسٹل میں گولیاں ڈال رہا تھا۔ سامنے قطار سے کچھ کانچ کی بوتلیں پڑیں تھیں۔ جس پر راج مہارت سے نشانہ مارے جا رہا تھا۔

"پسٹل چلانے آتی ہے؟؟" راج نظریں ہاتھ میں پکڑی پسٹل پر جھکائے اس سے پوچھنے لگا۔

"ہاں آتی ہے۔۔"

"ہمم گڈ!!"

"پانی والی۔۔" راج نے برہمی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ "چھروں والی بھی۔۔" اس نے اتنے تفاخر سے کہا جیسے کسی ہائیلی ڈیمیج بندوق کا نام لیا ہو۔ راج ہنوز اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ "اب گھور کیوں رہے ہو؟؟ میرا تعلق کسی مافیا سے نہیں رہا جو دن میں دس بار پسٹل کی گولیاں لوگوں کے سروں میں اتار رہا ہوں گا۔ ایک لوفر سا سٹوڈنٹ تھا اور کچھ بھی نہیں۔۔"

"اب سیکھ لو۔۔۔" راج سر نفی میں ہلاتے ہوئے دوبارہ سامنے متوجہ ہو گیا۔۔

"ایک بات بتائو۔۔ تم ہندو ہو؟؟" راج نے اس کے بے تکے سوال پر پھر اسے گھورا۔

"تمہیں اس سے کیا؟؟؟"

"ایسے ہی تمہارا نام راج ہے نا مجھے لگا شاید تم ہندو ہو۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہاں ہوں۔۔"

"پھر تو مبارک ہو۔۔ میری اور تمہاری بلکل نہیں جمے گی۔۔تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان اور ہندو کبھی ساتھ نہیں رہ سکے۔۔"

"مجھے تمہارے ساتھ جمانی بھی نہیں ہے۔۔کام پر فوکس کرو۔۔"اس نے تیز آواز سے کہا۔

"اچھا اچھا جھاڑ کیوں رہے ہو۔۔ میں آہستہ بھی سن سکتا ہوں۔۔ویسے بھی یہ مجھے نہیں سیکھنا۔۔"

کیوں؟؟"

"کیونکہ مجھے یہ کسی معصوم پر نہیں چلانی۔۔"

"تم کسی گائوں میں نہیں ہو جہاں معصوم لوگ ہوں گے یہ مافیا اور گینگسٹرز کی دنیا ہے۔ یہاں کوئی عام نہیں ہے۔۔"

"وٹ ایور!! میں کبھی کسی کا قتل نہیں کروں گا۔۔"

"تمہیں کرنا پڑے گا۔۔ یہاں عام سے عام انسان کو وحشی اور درندہ بننا پڑتا ہے۔۔" کہتے ساتھ اس نے پسٹل عالیان کو تھمائی۔ کافی حد تک وہ چلانا تو سیکھ گیا تھا بس نشانہ پرفیکٹ بنانا تھا۔ اس نے سامنے پڑی ایک بوتل کی طرف اپنی پسٹل کا رخ کیا اور ٹھاہ!!!۔ نشانہ پرفیکٹ تھا۔۔

"تم پر زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہے۔۔"راج نے ہاتھ سینے پر باندھے جیسے اس کے نشانے کی داد دیتے ہوئے کہا تو عالیان کندھے اچکا کر ہلکا سا مسکرا دیا۔

دن گزرتے جارہے تھے مگر عالیان کے لیے تو وقت جیسے رک ہی گیا تھا۔ وہ اس وقت مینشن کے لونگ روم میں موجود تھا۔ مظہر ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ٹھیک اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ ایما اس کے ساتھ والے صوفے پر موجود تھی جبکہ راج مظہر کے ساتھ گارڈ کی طرح ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"راج کسی سے جلدی امپریس نہیں ہوتا۔ تم سے ہوا۔۔" مظہر پوری طرح سے عالیان کی طرف متوجہ تھا جو سنجیدہ شکل بنائے بیٹھا تھا جبکہ ایما اس کی تعریف پر ضرور مسکرائی تھی۔

"پچھلے مشن میں بھی تم نے اس کا کافی ساتھ دیا تھا۔۔" وہ پھر سے تعریف کر رہا تھا۔ ایک ہفتے پہلے ہی وہ راج کے ساتھ چوری کے ایک مشن پر گیا تھا جس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

"وہ عام سا مشن تھا۔۔" عالیان صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

"یعنی تمہیں خاص کام چاہیئے رائٹ۔۔۔" مظہر ابرو اچکاتے ہوئے بولا۔ عالیان کچھ نہیں بولا اسے واقعی ان چوری ڈکیتیوں میں بلکل انٹرسٹ نہیں تھا۔ اسے ان لوگوں میں رہتے اب کافی مہینے ہو چکے تھے اور اب تک وہ صرف ایک ہی مشن میں گیا تھا راج کے ساتھ۔۔ ان کی باتوں کے دوران ایک گارڈ اور حاضر ہوا۔

"باس آپ کو کچھ ضروری بتانا ہے۔۔" وہ آتے ساتھ بولا۔

"تمہیں پتہ نہیں ہے کہ میں ابھی اپنی فیملی کے ساتھ ہوں۔۔" وہ آواز اونچی کرتے سخت لہجے میں بولا۔۔ عالیان نے بگڑے ہوئے تیوروں سے اسے دیکھا۔ "فیملی!! ہونہہ۔۔"

"سوری سر مگر آپ کو بتانا بہت ضروری ہے۔۔" مظہر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بتانے کو کہا۔

"مارکو کا پتہ چل گیا ہے۔۔" یہ خبر سنتے ہی مظہر فوراً سیدھا ہوا۔

"Davvero!!" (واقعی!!)

بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔ "راج اس سے مارکو کا ایڈریس پتہ کروائینڈ گو آفٹر ہم۔۔" اس کے حکم پر راج فوراً اس گارڈ کو لیتے لونگ روم سے باہر چلا گیا۔

"مارکو کون ہے؟؟" عالیان نے مظہر سے پوچھا جس کے چہرے پر بے تحاشا خوشی تھی۔

"میرے کروڑوں روپے اور ڈائمنڈز ہڑپ کر بیٹھا ہوا ہے۔ بہت مشکلوں سے ملا ہے۔۔ بس ایک بار میرے ہاتھ لگ جائے۔۔" بولتے بولتے رک کر عالیان کو دیکھنے لگا۔۔ تبھی راج دوبارہ آیا۔۔

"باس۔۔ اجازت دیں۔۔ میں اسے آپ کے پیروں میں لا کر پھینکوں گا۔۔" وہ مظہر سے کہہ رہا تھا۔

"عالیان کو بھی ساتھ لے کر جائو۔۔" عالیان نے برق رفتاری سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ابھی ہی میں ایک مشن سے آیا ہوں تھوڑا وقت تو دو۔۔" وہ جیسے گلہ کر رہا تھا۔

"نو وے عالیان یو ہیو ٹو گو۔۔" انداز تحکمانہ تھا۔ نا چاہتے ہوئے بھی عالیان کو اٹھنا پڑا۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا کپڑے چینج کیے پسٹل اٹھائی اور نکل گیا۔

گاڑی ایک گھر کے سامنے رکی اور اس میں سے پانچ لوگ باہر نکلے۔ یہ اٹلی کا ایک چھوٹا سا گائوں تھا۔

"جب تک میں نہ کہوں کوئی اپنی جگہ سے نہیں ملے گا۔۔" راج اپنے ساتھ آئے گارڈز کو ہدایات دیے جا رہا تھا دو کو دروازے پر رکنے کا کہا ایک کو گھر کی پچھلی سائڈ پر بھیجا۔ اب بچے وہ اور عالیان۔

"اور میں؟؟" عالیان نے سب کو پوزیشن سنبھالتے دیکھ کر راج سے پوچھا۔

"تم میرے ساتھ اندر چلو گے۔۔" کہتے ساتھ اس نے پسٹل ہاتھ میں پکڑ کر رخ گھر کی طرف کیا۔ یہ ایک ہلکے پیلے رنگ کا گھر تھا جس میں بے تحاشا سیاہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں باہر سے نظر آتی تھیں۔

"تمہیں نہیں لگتا ہماری فوج کم ہے۔۔" وہ بڑی چالاکی اور احتیاط سے ساتھ ساتھ اندر جا رہے تھے تبھی عالیان بول رہا تھا راج نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی راج نے پسٹل کا رخ

سامنے کیا۔ان کے بلکل سامنے سیڑھیاں اوپر جاتی تھی۔دائیں طرف چھوٹا سالونگ روم تھا راج وہاں گیا جبکہ عالیان بائی طرف کچن میں گیا۔سامنے سلیپر پر اس نے گندے برتن پڑے ہوئے دیکھے یعنی واقعی گھر میں کوئی تو تھا۔پیروں تلے زمین تو تب نکلی جب اسے انہی برتنوں میں ایک فیڈر دکھائی دیا تھا۔یعنی یہاں کوئی بچہ بھی موجود تھا۔

"انفارمیشن کے مطابق وہ یہاں اکیلا ہے بس بیوی بچے ہوں گے۔۔"بیوی بچوں کا سنتے ہی عالیان کے قدم رکے۔۔پھر وہ دونوں ایک ساتھ سیڑھیوں کے قریب گئے۔

"ویٹ تمہارا ان کے ساتھ تو کچھ کرنے کا ارادہ نہیں ہے؟"وہ جیسے فکر مندی سے پوچھنے لگا۔۔ راج نے گھوم کر اسے دیکھا۔۔

"کتنی دفعہ کہا ہے اپنے کام سے کام رکھا کرو۔ضرورت پڑی تو یہ گولیاں اس کے بیوی بچوں میں بھی اتاروں گا۔۔"عالیان کے کان سائیں سائیں ہونے لگے۔۔ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔ایک خوف سا اس کے وجود پر طاری ہو گیا۔راج سے کسی بھی کام کی توقع کی جاسکتی تھی اور ایسا اس نے پچھلے مشن میں ہی بھانپ لیا تھا۔۔

اوپر بھی بلکل نیچے کی طرح دائیں بائیں کمرے تھے۔اس نے عالیان کو دائیں کمرے کی طرف جانے کا کہا اور خود بائیں کی طرف گیا۔۔بڑی احتیاط سے عالیان نے دروازہ کھولا اور تیزی سے پسٹل کا رخ سامنے کیا۔پھر جیسے برف کا مجسمہ بن گیا۔سامنے ہی ایک پریگنینٹ عورت اپنے ایک چھوٹے بچے کے ساتھ کھیل رہی تھی۔اندر آتے لڑکے کے ہاتھ میں گن دیکھ کر اس نے ڈر کے مارے اپنے بچے کو اپنی باہوں میں چھپا لیا۔وہ بچہ یکدم سہم کر رونے لگا۔خوف کے مارے عالیان کا جسم لرزنے شروع ہو گیا تھا۔۔بچے کی آواز سنتے ہی راج فوراً اس ہی کمرے میں آیا۔

"آہاں۔۔ تمہارا کیا ارادہ تھا کہ مجھے پتہ نہ چلے۔۔" وہ طنزیہ مسکراتے ہوئے عالیان کو دیکھے گیا۔

"نو نو نو۔۔ دے آر انوسینٹ۔۔۔" وہ ہڑبڑا کر راج کے سامنے ایک دیوار کی طرح کھڑا ہو گیا۔ راج نے ایک غصیلی نظر سے اسے دیکھا اور ایک زوردار مکا اس کے منہ پر مارا تو وہ لڑکھڑا کر ڈریسنگ ٹیبل سے جا ٹکرایا جس کا کونا اس کے سر کے پچھلے حصے پر بری طرح سے لگا تھا۔ پسٹل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گئی۔

"ڈونٹ ڈیئر ٹو انٹرفیئر۔۔۔" غصے سے کہتے راج تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ وہ عورت صوفے پر اپنے بیٹے کو باہوں میں قید کیے بیٹھی تھی۔

"مار کو کہاں ہے؟؟" اس نے سختی سے پوچھا۔ پسٹل کا رخ اس عورت کی طرف تھا۔

"مم مجھے نہیں معلوم۔۔۔" وہ لڑکھڑائی ہوئی آواز سے اردو میں ہی بولی۔۔ راج کی عالیان کی طرف پشت تھی۔۔

"دیکھو میں تمہیں جان سے مار دوں گا وہ یہیں ہے بتاؤ مجھے۔۔" اس نے پسٹل کا گھوڑا کھینچتے ہوئے ایک بار پھر سختی سے کہا تو وہ عورت رونے شروع ہو گئی۔

"میں کچھ بھی نہیں جانتی ہم پر رحم کرو۔۔"

"میں تین تک گنوں گا نہیں بتایا تو تم اور تمہارا بچہ جان سے جائیں گے۔۔" وہ عجیب طرح سے مسکرایا۔۔

"راج۔۔۔ شی از پریگنینٹ۔۔ پلیز شو سم مرسی۔۔" وہ التجائیہ انداز میں بولتے اٹھ کھڑا ہوا مگر راج نے اس کی نہیں سنی۔۔

"ایک!!!" گنتی شروع ہو گئی تھی۔ عالیان پھٹی آنکھوں سے دیکھے گیا۔ کچھ سوچتے سمجھتے فرش پر جھکا۔۔

"دو!!!!" فرش پر پڑی اپنی پسٹل اٹھائی اور کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا رخ راج کی پشت پر کیا۔۔ عورت نے اپنے بچے کو ساتھ چپکائے آنکھیں بند کر لیں۔۔

"تین!!!! ٹھاہ۔۔۔" اس کے تین کہتے ہی گولی چل گئی۔ راج کو لگا اس کی کمر میں آگ سی لگ گئی ہے کوئی چیز پورے زور سے اس کی کمر میں گھپ کر اسے چیر گئی ہے۔ عورت نے حیرت سے بند آنکھیں کھولیں۔۔ عالیان نے پسٹل پر اپنی گرفت مضبوط کی۔۔

"یہاں عام سے عام انسان کو وحشی اور درندہ بننا پڑتا ہے۔۔" لفظ گونجنے لگے تھے۔۔

راج بمشکل اس کی طرف گھوما۔ چہرہ پسینے سے شرابور تکلیف سے دوچار۔۔ آنکھیں تکلیف سے سرخ۔۔ چہرہ تکلیف سے سرخ۔۔ اس نے بمشکل اپنی پسٹل کا رخ عالیان کی طرف کیا۔ اس سے پہلے گولی وہ چلاتا عالیان نے ایک دفعہ پھر ٹریگر دبا دیا۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ عالیان کو اس وقت صدمے میں ہونا چاہیئے تھا شاک ہونا چاہیئے تھا مگر ایسا کچھ نہیں تھا وہ حاضر دماغ تھا۔ تیزی سے سائڈ ٹیبل کی طرف بڑھا جہاں فروٹس اور چھری پڑی تھی۔۔ چھری ہاتھ میں لیتے تیزی سے اپنے بازو اور گردن کے کونے میں کٹ لگائے۔ اسے شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ عورت حیرت زدہ شکل لیے اسے دیکھے جا رہی تھی بچہ بھی خاموش ہو گیا تھا۔ اپنے بازو سے نکلتے خون کو اپنے ہونٹوں کے کونے پر لگایا جیسے وہاں زخم ہو۔۔ وہ جانتا تھا گارڈز ضرور اوپر آئیں گے۔۔ تیزی سے عورت اور بچے کو پکڑ کر دوسرے کمرے میں بند کیا بس بچہ روئے نہ اور وہیں آکر راج کے قریب فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ پسٹل خود سے دور پھینک دیا۔ یہ سب کچھ اس نے بجلی کی تیزی سے کیا۔۔ اسی دوران تینوں گارڈز اندر داخل ہوئے۔۔ ان کے آتے ہی وہ نہایت اداکاری سے کراہنے لگا۔

"مار کو۔۔ اوا وپر گگ گیا ہے۔۔ تینوں جائو اسے پپ پکڑو۔۔" اداکاری بھی اچھی تھی۔۔ وہ تینوں گارڈز تابعداری سے تیزی سے اوپر کی طرف بھاگے۔ ان کے جاتے ہی عالیان نے تیزی سے اٹھ کر پسٹل اٹھائی اور اس عورت اور بچے کو باہر نکالا بچے کو گود میں اٹھایا اور انہیں لے کر جانے لگا۔۔

"آپ کا بہت شکریہ۔۔ میں واقعی نہیں جانتی مارکو کہاں ہے۔ وہ ملے تو اس چھوڑنا مت وہ میرے بچے کا قاتل ہے۔۔" وہ عورت عالیان کا ہاتھ پکڑے احتیاط سے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔۔ اس کی بات پر عالیان نے اسے شاک سے دیکھا اور سر اثبات میں ہلاتا اسے باہر لے آیا۔ تھوڑی دور آکر ایک ٹیکسی روکی عورت اور بچے کو اس میں بٹھایا۔۔

"آپ کے پاس مارکو کی کوئی تصویر ہے؟؟" وہ دروازے سے اندر ہو کر اس عورت سے پوچھنے لگا۔۔

"نہیں۔۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟؟" وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔۔

"شٹ!!! بس اس کی شکل دیکھنی تھی۔۔" پیچھے ہوتے ہوئے اس نے زور سے دروازے پر ہاتھ مارا۔

"ہاں اوپر اسی کمرے میں دراز میں رکھی ہے۔۔" ایک ہلکا سا تبسم بکھرا اس کے چہرے پر۔۔

"آپ کو پتہ ہوگا نا آپ کو کہاں جانا ہے؟؟" اس نے عورت سے پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے سر ہاں میں ہلا گئی۔ گاڑی جانے لگی تو وہ دوبارہ گھر کی طرف گیا۔۔ اب کی بار وہ سید ھا راج کی طرف گیا یہ میک شیور کرنے کہ وہ واقعی مر گیا ہے نا۔ ظاہر ہے اب اس کا زندہ بچنا عالیان کے لیے خطرناک تھا۔ اس نے اس کی نبض چیک کی۔۔ شہ رگ پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ "مر گیا۔۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔۔ اسے اب تک شاید ٹھیک طرح سے معلوم نہیں تھا کہ اس نے اپنی زندگی کا پہلا قتل کیا ہے۔ ابھی اسے صرف اس عورت اور بچے کی فکر تھی اور اب اپنی تھی۔۔ پھر دراز کھول کر ایک تصویر نکالی سنہری داڑھی اور سنہرے بالوں والا وہ ایک چالیس سے پینتالیس کے درمیان عمر کا مرد تھا۔ گارڈز کی قدموں کی آواز آتے ہی اس نے تصویر واپس رکھی اور دراز بند کر کے دوبارہ کنپٹی پر ہاتھ رکھے اداکاری کرنے لگا۔۔

"سر وہ وہاں نہیں ہے۔۔" ان میں سے ایک تیز تیز سانس لیتے بولا۔

"میرے سامنے گیا تھا ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ پوری قوت لگا کر دھاڑا۔۔

"سر۔۔ چھت پر نیچے جانے کا ایک اور دروازہ بھی ہے وہ وہیں سے بھاگ گیا ہو گا۔ ہم وہاں تک بھی گئے لیکن نہیں ملا۔" اب آواز دوسرے گارڈ کی تھی۔ تبھی انہیں آنے میں دیر ہو گئی تھی۔۔ عالیان دل ہی دل میں فاتحانہ انداز سے مسکرایا۔۔

"اسے پھر ڈھونڈ لیں گے اسے دیکھو مر گیا ہے کیا؟؟" ایک گارڈ اس کے حکم پر راج کی لاش کی طرف بڑھا۔۔

"یس سر۔۔ ہی از ڈیڈ۔۔"

"اس کی ڈیڈ باڈی کو احتیاط سے گاڑی میں ڈالو ہمیں نکلنا ہے۔۔" وہ انکو حکم دیتے ایک اور گارڈ کے ساتھ نیچے آ گیا۔۔

"یہاں کوئی کیمرہ نہیں ہے؟؟" عالیان نے چاروں طرف نظر گھماتے ہوئے پوچھا۔۔

"نو سر یہ ایک عام سا گھر ہے اندر بھی کوئی کیمرہ نہیں ہے اور اس سٹریٹ میں بھی نہیں ہے۔" قسمت ہر طرح سے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔۔ سر اثبات میں ہلاتے وہ گاڑی میں جا بیٹھا۔ دل عجیب طرح دھڑک رہا تھا۔۔ سانس بمشکل آ رہی۔ گھٹن محسوس ہوتے ہی اس نے اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھول دیے اور آنکھیں موندے سیٹ سے ٹیک لگا کر پیچھے ہوا۔ اب اسے ایک جھوٹی کہانی تیار کرنی تھی۔

مینشن پہنچتے ہی اسے پتہ چلا کہ ایما اور مظہر کسی کام سے گئے ہیں تو وہ سیدھا سیڑھیاں عبور کرتا کمرے میں چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ کھولتے وہ اندر گیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑے پسٹل کو حیرت سے دیکھنے لگا چہرے کے تاثرات ایک دم بدلے تھے۔۔ اس کا سانس پھر سے تیز ہونے لگا تھا۔ آنکھوں کے آگے راج کی لاش گھوم رہی تھی۔ سرخ متورم آنکھوں سے وہ اس پسٹل کو دیکھے گیا۔ یہ وہی پسٹل تھی جس سے وہ ایک قتل کر کے آیا

تھا۔ وحشت زدہ نظروں سے پسٹل کو دیکھتے ہی اس نے زور سے زمین پر پٹخ دیا۔۔ آنسو اس کی آنکھوں سے تیز تیز بہنے لگے تھے۔ ہر چیز جیسے رک چکی تھی۔ پیشانی پر آتا پسینہ وہ اپنے ہاتھوں سے رگڑ کر صاف کرنے لگا۔ اس نے چونک کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا وہ خون سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ پھٹی آنکھوں سے اپنے ہاتھوں کو آگے پیچھے سے دیکھنے لگا خون اس کی بازوؤں تک تھا پھر چونک کر ایک نظر اٹھا کر اپنے ساتھ پڑے آئینے میں دیکھا اس کے چہرے پر بھی خون تھا۔ بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہوا اور پھر بجلی کی تیزی سے واشروم کی طرف بھاگا۔ واش بیسن میں اپنے ہاتھ مل مل کر دھونے لگا خون اب بھی تھا۔ ہینڈ واش، صابن، فیس واش سب چیزیں اس نے استعمال کر ڈالی خون نہیں جا رہا تھا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے گیا۔ خون نہیں جا رہا تھا۔۔ وہ چیختا گیا چلاتا گیا مگر خون نہیں جا رہا تھا۔ اسے لگا کہ شاید اب یہ خون کبھی نہیں جائے گا۔ اس کے اس پہلے قتل کے اثرات کبھی نہیں جائیں گے۔ اسے سکون کبھی نہیں آئے گا۔ ساری ہمت ہار کر وہ لڑکھڑاتے قدم کمرے میں آیا اور وہیں فرش پر گر کر بیٹھ گیا۔۔ چہرہ پانی سے تر ماتھے پر گیلے بال چپکے ہوئے۔۔ کافی دیر وہ روتا رہا چیختا رہا چلاتا رہا کوئی بھی اسے سننے والا نہیں تھا اسے تسلی دینے والا نہیں تھا۔ پھر تھک ہار کر اسی طرح فرش پر لیٹ گیا۔۔ سرخ آنکھیں اب بھی کھلی ہوئیں تھیں۔ کوئی صدمہ سا اس پر طاری تھا۔۔

"پہلے تم شرابی تھے۔۔۔ جوے باز تھے۔۔ دلوں کو توڑنے والے تھے اور اب تمہارے گناہوں کی لسٹ میں ایک گناہ اور شامل ہو گیا۔۔ قتل!!! اب تمہارے ٹائٹلز میں ایک ٹائٹل اور شامل ہو گیا۔۔ قاتل!!!" وہ کھلی آنکھوں سے چھت کو دیکھے جا رہا تھا۔

"کیوں؟؟ کیوں؟؟ کیوں؟؟" وہ زور زور سے زمین پر ہاتھ مارنے لگا۔ وہ پھر سے چیخنے لگا۔ کب ختم ہو گی اس کی یہ سزا؟؟ چیخ چیخ کر اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ بے ساختہ اپنا سر پکڑے وہ پھر سے بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کیے پھر سے پھوٹ پھوٹ کر باآواز رونے لگا۔ کمرے میں ہر طرف اندھیرا ہو گیا تھا اچانک اس کی آنکھوں

میں کہیں سے تیز روشنی پڑنے لگی۔اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں تو اس کی نظر ایک مسکراتے ہوئے چہرے پر رکی۔ سفید حجاب اور سبز آنکھوں والا صاف شفاف چہرہ۔۔۔وہ پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا۔۔وہ اس کے بلکل سامنے تھوڑا دور فرش پر بیٹھے مسکرا رہی تھی۔۔

"ردا!!"اس نے نہایت دھیمی آواز سے اسے پکارا۔۔ردا کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"دیکھو۔۔میرے ہاتھوں پر خون ہے۔۔"اپنے ہاتھ بے بسی سے اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے وہ بولا۔وہ خاموشی سے بس مسکراتی گئی۔۔

"مم میں قاتل ہوں۔۔"آواز رندھی ہوئی تھی۔ردا سر نفی میں ہلانے لگی۔

"پرسکون ہو جائیں۔۔"وہی چہکتی ہوئی پیاری آواز۔

"پرسکون؟؟"تم نے نہیں سنا شاید میں قتل کر کے آیا ہوں۔۔"وہ چیخنا چاہتا تھا لیکن چیخا نہیں تھا۔۔ردا نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا اور دھیرے دھیرے دائیں سے بائیں ہوا میں ہی پھیرنے لگی یوں کہ اس کی ہتھیلی کا رخ اس کے چہرے کی طرف تھا۔اس کے ہاتھ کا سایہ عالیان کے چہرے سے ہو کر گزر رہا تھا۔ایک عجیب سا سکون اس کے جسم میں اترنے لگا تھا۔اپنے چہرے پر وہ اس کے ہاتھوں کا لمس محسوس کر سکتا تھا جبکہ وہ اس سے دور تھی۔دھیرے دھیرے وہ فرش پر لیٹ گیا۔آنکھیں نیم کھلی تھیں منظر دھندلانے لگا تھا ردا کا چہرہ دھندلانے لگا تھا پھر اندھیرا چھا گیا۔۔وہ پرسکون نیند وہیں فرش پر سو گیا۔

اگلی صبح جب وہ فریش ہو کر نکلا تو ایما تیزی سے کمرے میں آتے ہی اسے پریشانی سے دیکھنے لگی۔

"تم ٹھیک ہو؟؟"وہ نرمی سے اس کا بازو پکڑتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔۔" وہ محض اتنا بولا۔اس نے آدھے بازوؤں کی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ تبھی ایما کی نظر اس کے بازو کے زخم پر پڑی اور پھر گردن پر۔ وہ بے ساختہ آنکھیں کھولے اسے دیکھے گئ۔

"تمہیں کتنے زخم آئیں ہیں کچھ لگا تو لیتے۔۔" وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تو ایما اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"ڈیڈ بہت غصے میں ہیں تمہیں بلا بھی رہے ہیں۔۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا؟؟" وہ فکر مندی سے پوچھنے لگی تو عالیان نے اسے ایک نظر گھورا۔ موڈ اس کا ویسے بھی ٹھیک نہیں تھا۔

"تمہیں کیوں بتاؤں؟؟ میں مظہر کو ہی بتاؤں گا۔۔" جھٹکے سے اپنا بازو چھڑایا اور سرد نظر اس پر ڈالتے وہاں سے چلا گیا۔۔ سیڑھیوں پر اس کے قدم کچھ پل کے لیے رکے۔ سامنے ہی مظہر سر پر ہاتھ رکھے غصے سے ادھر ادھر چکر کاٹ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کہنا ہے۔ وہ ساری کہانی ترتیب دے چکا تھا۔ ایک گہرا سانس لیتے وہ سیڑھیاں عبور کرتے اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایما بھی آگئ تھی۔۔ مظہر نے ایک غصیلی نظر سے اسے دیکھا اور جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھ کر اس کا گریبان جکڑ لیا۔ عالیان اس سب کے لیے بلکل تیار نہیں تھا۔

"ڈیڈ!! لیسن ٹو ہم۔۔" وہ فوراً سے آگے آتے ہوئے بولی مگر مظہر نے اس کی نہیں سنی۔

"راج کیسے مرا؟؟ تمہارے ہوتے ہوئے وہ کیسے مر گیا؟؟" اس کا گریبان اپنے ہاتھوں سے پکڑے وہ غصے سے اس پر دھاڑ رہا تھا۔

"ڈیڈ آپ اس کی حالت بھی تو دیکھیں۔۔ چھوڑیں اسے۔۔" ایما نے بہت کوشش کی اس کا ہاتھ ہٹانے کی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

"گریبان چھوڑو مظہر۔۔" اس نے سختی سے مظہر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔"

"گریبان چھوڑو مظہر "اب کی بار وہ غرایا تھا۔ مظہر نے ایک دفعہ اس کی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھا اور پھر چھوڑ دیا۔۔ "میں کوئی تم لوگوں کا پالتو کتا نہیں ہوں جسے جیسے مرضی ٹریٹ کرو گے۔ڈونٹ فورگیٹ۔۔ تمہاری بیٹی کا شوہر ہوں۔۔"ایک ایک لفظ سختی سے ادا کرتا وہ صوفے پر جا بیٹھا۔ مظہر مٹھی بھینچ کر رہ گیا۔۔

"آئو یہاں بیٹھو میں تمہیں سب بتاتا ہوں۔۔ زیادہ بھڑکنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"اس نے اطمینان سے کہا تو مظہر تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورتے ہوئے سامنے صوفے پر جا بیٹھا۔

"تم نہیں مرے تو راج کیسے مر گیا؟؟ وہ میرا اتنا قابل بندہ۔۔۔ خیر مجھے سب صحیح سے بتائو۔۔"وہ خود کو پر سکون کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

"ہم جب وہاں پہنچے تب راج نے تینوں گارڈز کو نیچے رہنے کا کہا تھا صرف مجھے اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔"پھر گردن قطار سے کھڑے تینوں گارڈز کی طرف گھمائی۔۔"ایسا ہی تھا نا؟؟"وہاں موجود تینوں گارڈز نے اس کے سوال پر سر ہاں میں ہلایا۔

"جب ہم اوپر گئے تو اس نے مجھے دائیں طرف کمرے میں جانے کو کہا اور خود بائیں میں گیا۔۔ جس کمرے میں میں گیا تھا وہیں الماری میں مار کو چھپا ہوا تھا۔ میں نے الماری کھول کر نہیں دیکھی مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ وہاں ہو سکتا ہے۔"مظہر نے ایک کڑی نظر سے اسے گھورا۔۔

"میرے مڑنے سے پہلے ہی اس نے پیچھے سے میرے سر پر وار کیا۔ مجھے گہری چوٹ آئی تھی۔۔"

"رکو۔۔"مظہر نے فوراً اسے ٹوکا۔"اس کے سر پر زخم دیکھو کہاں ہے؟"مظہر نے اپنے گارڈز سے کہا جو سر ہلاتے اس کے قریب آیا۔ عالیان نے ابرو اچکا کر ناگواری سے اسے دیکھا۔

"مظہر!!"اس نے سختی سے اس کا نام لیا۔

"ڈیڈ!!" ایمانے بھی ناگواری سے اسے دیکھا۔ گارڈ نے اس کے بال ادھر ادھر کر کے دیکھا۔ وہاں پر واقعی ایک زخم تھا۔

"یس سر۔۔" اس نے سرہاں میں ہلاتے ہوئے کہا تو مظہر نے فوراً سے اسے واپس اپنی جگہ جانے کا اشارہ کیا۔

"تمہیں اگر میرا۔۔۔"

"آگے بولو۔۔" وہ پھر ٹوک دیا گیا۔ خود پر ضبط کرتے عالیان نے ایک گہرا سانس لیا۔

"جب اس نے کوئی چیز میرے سر پر ماری تو میں لڑکھڑا کر زمین پر گرا۔ پسٹل میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا تھا۔ پھر اس نے کسی نوکیلی چیز سے میری گردن اور بازو پر وار کیا۔ میرا پسٹل جھپٹا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ کچھ سیکنڈز بعد مجھے گولی کی آواز آئی میں نے اٹھنے کی کوشش کی اسی دوران دوسری گولی کی آواز۔ میں لڑکھڑاتے قدم اٹھ کر وہاں گیا تو میں نے دیکھا راج زمین پر پڑا ہے اور مارکو وہاں نہیں ہے۔ میرے سر پر چوٹ کی وجہ سے مجھے بہت چکر آرہے تھے تو پھر میں بھی وہیں گر گیا۔۔" پھر رک گارڈز کو دیکھا۔ "ایسا ہی تھا نا؟؟" گارڈز نے پھر سرہاں میں ہلایا۔۔

"رکو گولیاں اس نے تمہیں کیوں نہیں ماری؟؟" اس کے اس سوال پر عالیان طنزیہ ہنس دیا۔

"مظہر تم خود کو مافیا کا کنگ کہتے ہو۔۔ اس کی جگہ اگر تم بھی ہوتے تو یہی کرتے۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔۔

"سیدھی بات کرو۔۔" مظہر کو خاصا تپ چڑھی تھی۔

"ظاہر سی بات ہے اگر وہ مجھے مارتا تو گولی کی آواز پر راج وہاں آجاتا اور مارکو مارا جا سکتا تھا۔۔ اس کا اصل دشمن راج تھا۔۔ جیسے کہ تم نے اس کی ڈیڈ باڈی پر دیکھا ہوگا۔ اس کی پیٹھ پر بھی گولی لگی تھی۔۔ عقل کی بات ہے راج کو اس کے آنے کا علم نہیں تھا اور اس بیچارے پر پیچھے سے وار کیا گیا اور جب وہ اس مارکو کی طرف مڑا ہوگا تو مارکو نے اس کے سینے پر بھی گولی چلادی۔۔ تو راج کی ساری ہمت جواب دے گئی ہوگی۔۔ سمپل۔۔"

عالیان دل ہی دل میں اپنے دماغ کی داد دیے بغیر رہ نہیں سکا۔رہی بات مظہر کی تو اسے کچھ کچھ یقین ہونے لگا تھا۔

"اس سب کے بعد میں نے ان کو اس کے پیچھے اوپر جانے کا کہا کیوں کہ نیچے تو وہ جا نہیں سکتا تھا ان کی موجودگی کی وجہ سے۔ تھوڑی دیر بعد یہ واپس آئیں تو انہوں نے کہا وہ اوپر ایک دوسرے دروازے سے بھاگ گیا ہے۔۔" پھر گارڈز کو دیکھا۔۔"ایسا ہی تھا نا؟؟"انہوں نے پھر سر ہاں میں ہلایا۔

"وہاں کہیں بھی کیمرہ نہیں تھا۔بس پھر ہم واپس آ گئے۔۔"عالیان نے بڑی چالاکی سے کہانی ترتیب دے رکھی تھی۔

"مار کو کیسا دکھتا تھا؟؟"مظہر کو بھی سکون نہیں تھا۔اس سوال پر جہاں عالیان نے اسے گھورا تھا وہیں ایما نے بھی حیرت سے اپنے باپ کو دیکھا۔

"جب تمہیں میرا یقین نہیں ہے تو بات کرنے کا فائدہ نہیں ہے۔۔"وہ اٹھ کر جانے لگا تو مظہر نے تیزی سے اسے بازو سے دبوچ کر اپنی طرف گھمایا۔

"جواب دو عالیان۔"اس نے اس کی کالی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سختی سے کہا۔عالیان نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔

"سنہرے بال۔۔ سنہری داڑھی۔۔ سفید رنگت۔۔The blonde man۔۔"تیزی سے کہتے اپنا بازو چھڑایا اور پیر پٹختا وہاں سے چلا گیا۔۔ایما سر نفی میں ہلاتے اپنے باپ کو افسوس سے دیکھنے لگی۔

"مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی ڈیڈ۔۔"وہ مظہر کے سامنے آتے ہوئے افسوس بھرے لہجے میں بولی۔۔

"یہ ضروری تھا۔۔"

"میری بات سنئے ڈیڈ۔ ہی از مائی لو۔۔ آپ کو اس کی عزت کرنی ہو گی۔ ورنہ میں اسے یہاں سے دور لے جاؤں گی۔۔ سمجھے آپ۔۔۔ "مظہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چیلنجنگ انداز میں کہتے وہ بھی وہاں سے چلی گئی۔۔ مظہر آنکھیں چھوٹی کیے اسے جاتا دیکھنے لگا۔

تقریباً شام ڈھلنے کو تھی سورج غروب ہونے والا تھا۔ وہ اس وقت مینشن کے جم میں موجود تھا۔ بلیک سلیو لیس شرٹ پہنے ٹریڈ مل کے رننگ ڈیک پر وہ تیز تیز بھاگ رہا تھا۔ جسم پسینے سے شرابور تھا۔ گھنگرالے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ وہ کافی دیر سے دوڑے جا رہا تھا۔ ہارٹ ریٹ مانیٹر اسکی ہارٹ بیٹ فاسٹ شو کر رہا تھا۔ اس نے وہیں سٹاپ کی اور ہینڈ ریل پر ہاتھ رکھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا وجہ سپیڈ کا کافی تیز ہونا تھا۔ سر کو جھکائے وہ ویسے ہی کھڑے تیز تیز سانس لیے جا رہا تھا۔

"جس طرح سے تم محنت کر رہے ہو مجھے تم پر شک نہیں کرنا چاہئیے تھا۔۔ "اسے اپنے عقب سے مظہر کی آواز آئی تو اس نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وائٹ کلر کا تھری پیس سوٹ پہنے گرے بالوں کو جیل سے پیچھے کیے وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ تھی۔

"معذرت کرنے آئے ہو؟؟ "اس نے ساتھ پڑی جوس کی بوتل ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔۔ "وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

"ضرورت نہیں ہے۔ میں سمجھ سکتا ہوں۔ راج تمہارا بہت خاص بندہ تھا۔ تمہیں اس کی موت کا بہت زیادہ دکھ ہے اور کوئی اپنا چھوڑ جائے تو انسان کے دماغ کے سکریو کافی ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔۔ "کہتے ساتھ اس نے بوتل منہ سے لگائی۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے ہاں مجھے دکھ ہے مگر میں اب اس کے دکھ میں مر نہیں رہا۔۔"مظہر سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔۔

"ویری بیڈ مظہر!!"بوتل واپس وہیں میز پر رکھ کر وہ مظہر کے سامنے گیا۔

"اب تم ہونا مجھے تم میں ویسے بھی کچھ کچھ راج دکھنے لگا ہے۔۔"

"توبہ کرو مظہر اب میں اس کی طرح کالا تو نہیں ہوں۔"وہ جیسے ناک چڑھاتے ہوئے بولا تو مظہر فوراً ہنس دیا۔

"تومار کو پھر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔"مظہر نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"ہاتھ میں آیا ہی کب تھا۔۔"عالیان نے دل ہی دل میں کہا۔بظاہر تاثرات نارمل ہی رکھے۔"کوئی بات نہیں اپنے بندوں کو دوبارہ اس کو ڈھونڈنے کے کام میں لگاؤ اس بار ضرور مل جائے گا۔"ہاتھوں سے اپنے بالوں کو ماتھے سے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب یہی کروں گا۔۔"اس نے رک کر پھر عالیان کا چہرہ دیکھا۔"میں تمہیں ایک اور چانس دیتا ہوں راج کا بدلہ لینے کا۔۔"

"ضرور پہلے مل تو جائے۔یہ بتاؤ ڈائمنڈ تمہارے ہیں؟؟"مظہر نے اس کی بات پر سر اثبات میں ہلایا۔۔"پھر تم یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔۔اپنے ایک گارڈ کو کہو مجھ سے کنٹیکٹ میں رہے لیکن۔۔"وہ قدم اٹھاتا بلکل اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔۔"اس بار مجھ پر یقین کرنا ہوگا۔۔"عالیان نے اپنی سیاہ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے کہا۔

"ڈن۔۔"مسکرا کر کہتے وہ وہاں سے چلا گیا۔عالیان آنکھیں چھوٹی کیے اس کی پشت کو دیکھے گیا۔

"ایک دفعہ۔۔بس ایک دفعہ میں کسی طرح یہاں سے نکل جائوں پیچھے مڑ کے تم لوگوں کو دیکھوں گا تک نہیں اوراس کے لیے ضروری ہے کہ میں تم لوگوں کا اعتماد حاصل کرلوں۔ تم لوگوں کے اتنے قریب ہو جائوں کہ غلطی سے بھی تم لوگ مجھ پر شک نہ کر سکو۔ چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔ تم مافیا کے لوگ جھوٹے۔۔ مکار۔۔خود غرض۔۔اور بے رحم ہوتے ہو۔ تم لوگ کبھی کسی کے اپنے نہیں بن سکتے کبھی نہیں۔۔۔"

مینشن کی سیڑھیاں عبور کرتے ایک ہاتھ میں کافی کا کپ پکڑے دوسرا ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے اپنے کمرے میں داخل ہوا تب ہی اس کی نظر ایما پر پڑی جو بیڈ پر چپس کے پیکٹس، چاکلیٹس، جوس کے کینز اور پتہ نہیں کیا کیا پھیلائے بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں ایک چپس کا بائول پکڑے وہ مسلسل کھانے میں مصروف تھی تبھی سامنے کھڑے عالیان سے نظریں ملیں تو اسے مسکرا کر دیکھنے لگی۔۔

"میری زندگی میں بے سکونی بھر کر خود سکون سے ٹھوسے جا رہی ہے۔۔" دل ہی دل میں بڑبڑاتے وہ اگلے ہی لمحے خود کو کمپوز کر گیا اور ہلکا سا مسکرا دیا۔ ایما کو اس کا موڈ آج خاصا خوشگوار لگ رہا تھا۔

"کہاں تھے تم؟؟" چپس کا دانہ منہ میں کرچ کرچ کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"فلم دیکھ رہا تھا۔۔" عالیان نے مختصراً جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی بیڈ کرائون سے ٹیک لگائے ٹانگیں لمبی کیے بیٹھ گیا۔

"ہمم میرے بغیر۔۔" وہ خفگی سے پوچھنے لگی۔۔ "خیر کیا پی رہے ہو؟" اس کے ہاتھ میں پکڑے کپ کو دیکھ کر ایک دم پوچھنے لگی۔

"کافی پی رہا ہوں۔۔ تم پیو گی؟؟" ہلکا سا رخ اس کی طرف موڑ کر پوچھا۔

"ہاں اگر تم اپنی کافی ہی دے دو تو۔" عاجزانہ انداز میں بولی۔

"جی نہیں۔۔اگر پینی ہے تو اپنے لیے بنا لائو۔۔" جھڑکنے کے انداز میں کہتے وہ کپ لبوں سے لگا گیا۔ایما آنکھیں چھوٹی کیے اسے سر نفی میں ہلاتے ہوئے دیکھنے لگی اور پھر دوبارہ سے اپنی چپس کی طرف متوجہ ہو گئ۔

"ایک بات بتائو۔۔ تمہیں اپنی فیملی کی یاد آ رہی ہے کیا؟؟" سوال غیر متوقع تھا۔عالیان نے اس کو نہیں دیکھا۔

"ظاہر ہے سب کو آتی ہے۔۔" نظریں ہنوز کپ پر جھکائے وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا۔۔"ویسے تمہیں کیسے پتہ چلا؟؟" اب کی بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم رات کو نیند میں اپنے ڈیڈ کو بہت یاد کرتے ہو۔۔ایک نام اور بھی لیتے ہو۔کیا؟کیا؟" دماغ پر شہادت کی انگلی مارتے ہوئے سوچنے لگی۔۔"ہاں ردا۔۔یہی نام لیتے ہو۔۔" کافی پیتے پیتے بیچارے کو بے ساختہ اچھو لگی۔

"آر یو آل رائٹ؟؟" وہ فکر مندی سے پوچھنے لگی۔۔

"میں نیند میں نہیں بولتا۔۔" سنبھل کر کچھ دیر بعد یقین سے بولا۔

"کافی دنوں سے میں نوٹ کر رہی ہوں تمہیں۔۔ویسے ہے کون ردا؟؟"

"کوئی بھی نہیں۔۔" وہ فوراً مکر گیا۔

"کوئی تو ہے خیر چھوڑو۔۔" وہ سر جھٹک کر اس سے نظریں ہٹا گئ۔۔"تمہارے ڈیڈ کو کال کی تھی میں نے۔۔" اب کی بار عالیان کرنٹ کھا کر اس کی طرف پلٹا۔۔آنکھوں میں حیرت شاک صدمہ سب تھا۔"

مجھے پتہ چلا وہ تمھیں امریکہ میں ڈھونڈ رہے ہیں میں نے سوچا سب بتا دینا چاہیئے تا کہ ان کی تکلیف کم ہو۔۔"

"تمہیں بہت پہلے بتا دینا چاہیئے تھا ایما۔۔" اس کی آواز کھائی سے آئی ہوئی لگی۔

"مجھے ایسا کوئی خیال نہیں آیا۔ لیکن اب وہ تمہارا انتظار نہیں کریں گے۔۔ یہاں سے جانے کے خواب نکال دو اپنے ذہن سے۔۔" انداز تحکمانہ تھا۔

"میرا اب ایسا کوئی ارادہ ہے بھی نہیں وہ مجھ سے اب نفرت کرتے ہوں گے۔۔ میں یہ سب ایکسپٹ کرنے کی کوشش کر تو رہا ہوں۔۔" وہ نہایت کرب بھری آواز میں بولا جبکہ ایما فاتحانہ مسکرا دی۔

"سب ایکسپٹ کر ہی لیا ہے تو مجھے بھی کر لو۔۔" منت بھرے لہجے میں بولی تو عالیان خاموش رہا۔ "تمہیں پتہ ہے۔۔ جب میں نے پہلی بار تمہیں کلب میں دیکھا تھا نا تو میں تمہاری ان ڈارک بلیک آئیز کی دیوانی ہو گئ تھی۔ کچھ بھی کر کے بس مجھے تم سے دوستی کرنی تھی لیکن میرے ایک ہی قدم بڑھانے پر تم نے میرے لیے آسانی کر دی۔۔" اس کا دل کیا کہ راج کی جگہ گولیاں وہ اس لڑکی کے سینے میں اتار دیتا۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی امریکہ آنا نہیں ایما سے دوستی کرنا تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔

"پھر ہماری دوستی گہری ہوتی گئی اتنی کہ۔۔۔" عالیان پھر سے کھانسنے لگا زور زور سے۔۔ ایما کو سمجھ نہیں لگی کہ یہ کھانسی سچ مچ کی تھی یا ایکٹنگ۔

"بکواس کافی ہے۔۔" کہتے ساتھ اس نے کپ سائڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔۔ "اور تم ماضی کو بیچ میں مت لائو۔۔" غصے سے کہتے وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ ایما نے فوراً سے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"اوکے فائن نہیں بات کرتے پاسٹ کی۔ آئی ایم سوری۔۔" پہلے تو اسے اس کے بھڑکنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی لیکن پھر دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگی کہ اس کا اچھا خاصا موڈ خراب کر دیا کیا ضرورت ہے پاسٹ چھیڑنے کی اسے نہیں پسند تو بس نہیں پسند بات ختم۔۔۔ عالیان اس پر ایک گھوری ڈالتے دوبارہ بیٹھ گیا۔۔

"ایما ڈیئر۔۔" نرمی سے اس کے گال پر پھسلتی لٹ کو کان کے پیچھے کیا تو وہ جز بز سی ہوئی۔ "پریذینٹ کی بات کرو فیوچر کی کرو بس پاسٹ کی نہ کرو۔۔" اس سے پہلے ایما زیادہ فری ہوتی وہ فوراً سے پیچھے ہو گیا۔۔ "اففف یقین جیتنے کے لیے کیا کیا کرنا پڑے گا نفرت ہے مجھے ایما تم سے ہونہہ۔۔"

وہ بلش کرتے مسکرا گئی اُسی دوران اس کے فون کی بیل بجی۔ اس نے کال اٹینڈ کی اور اوکے کہہ کر کاٹ دی۔۔

"ڈیڈ کہہ رہے ہیں نیچے جا کر گارڈز سے ملوا نہیں کچھ کہنا ہے۔۔" وہ عالیان کی طرف گھومتے ہوئے بولی۔۔

"مظہر خود کدھر ہے؟؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔۔

"ڈیڈ امریکہ گئے ہوئے ہیں۔۔" وہ اس کی بات پر سر ہلاتا نیچے جانے لگا۔

"سر مار کو کا پتہ چل گیا ہے۔۔" وہ عین ان دو گارڈز کے سامنے کھڑا سنجیدگی سے انہیں سن رہا تھا۔

"کہاں ہے وہ؟؟"

"ایک پرانی بلڈنگ میں۔۔"

"وہ پھر بھاگ جائے گا۔۔" وہ خدشہ ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

"نو سر جو بندہ ہم نے اس کے پیچھے لگا رکھا تھا اس نے موقع پاتے ہی اسے وہیں پکڑ کر باندھ دیا ہے۔۔"

"گڈ!!! مظہر کیا کہتا ہے؟؟"

"سر ان کا کہنا کہ ہم آپ کے ساتھ جائیں۔ آپ اس سے سوال جواب کریں۔ اگر وہ ٹھیک بتائے تو اس جگہ پر جا کر ڈائمنڈز لے آئیں اور پھر اس کا کام تمام کر دیں۔"

"یعنی ایک اور قتل۔۔" وہ زیر لب بولا اور گہرا سانس لیتے ان کی طرف متوجہ ہوا۔ "آٹھ سے دس گارڈز کی ٹیم تیار کرو ہم ابھی جا رہے ہیں۔۔" ان پر حکم کرتے وہ تیاری کرنے چلا گیا۔

کچھ ہی دیر بعد بلڈنگ کے بالائی منزل پر ایک کمرے میں رسیوں میں جکڑے مارکو کے سامنے پسٹل ہاتھ میں پکڑے وہ اس کی طرف جھک کر کرسی میں بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔ اس کمرے میں صرف ایک بلب کی ہلکی روشنی تھی باقی ہر طرف اندھیرا تھا۔ دو گارڈ اندر دروازے کے دائیں اور بائیں کھڑے تھے جبکہ باقی گارڈز اس نے باہر پہرے کے لیے چھوڑ رکھے تھے۔

"مارکو۔۔ مسٹر گولڈ!!!" دھیرے سے اس کے پکارنے پر مارکو نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ ماتھے پر زخم کا نشان۔۔ ہونٹ کونے سے پھٹا ہوا۔۔ وہ ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھے گیا۔۔

"مظہر کے ڈائمنڈز کہاں ہیں؟؟" اس نے سخت بھری آواز سے پوچھا۔

"کون ہو تم؟؟" وہ بمشکل پوچھ پایا۔

"فلحال تک تو عالیان ہوں لیکن اگر منہ نہیں کھولا تو تھوڑی دیر تک تمہاری موت بن جائوں گا۔۔" وہ پسٹل اس کے سامنے لہراتے ہوئے بولا۔

"کوئی ڈائمنڈز نہیں ہیں میرے پاس۔۔" وہ صاف مکر گیا۔

" جانتا تھا تم تنگ کرو گے۔۔" اس نے آگے ہو کر اس کو تھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ سامنے کیا۔ "سچ بتا دو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ اپنی بات کا پکا ہوں۔ بیلیو می۔۔"

"میں نے کہا نا میرے پاس نہیں ہے۔" وہ درد سے بلک کر ایک بار پھر بولا۔ عالیان نے جھٹکے سے اس کی گردن چھوڑی اور پسٹل کی نوک اس کی پیشانی پر رکھی۔۔

"تو کس کے پاس ہیں؟؟" وہ تیزی سے دھاڑا۔

"لیزا کے پاس۔۔" وہ ڈر کے مارے بول پڑا۔ عالیان بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھے گیا۔

"کون لیزا؟؟" مارکو نے کچھ کہنے کے لیے لب ہلائے ہی تھے کہ اسی دوران ایک گولی کی آواز آئی۔ سیدھا پیشانی پر گولی لگنے کی وجہ سے مارکو عالیان کے سامنے ڈھیر ہو گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ پھر دو گولیاں اور گونجیں اس کے سامنے کھڑے گارڈز بھی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ اس نے بے ساختہ گردن موڑ کر دیکھا وہاں مکمل اندھیرا تھا۔۔ تبھی ہیل کی ٹک ٹک گونجنے لگی۔ عالیان بغور اس طرف دیکھنے لگا جہاں سے ہیلز کی آواز آرہی تھی۔ ہلکی ہلکی روشنی میں اس عورت کا چہرہ نمودار ہونے لگا۔ عالیان اسے دیکھتے جیسے سانس لینا بھول گیا تھا اور پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گیا۔ سفید ریشمی ٹاپ کے ساتھ سیاہ رنگ کی جینز اور سیاہ ہیلز پہنے وہ انگلیوں پر مہارت سے گن کو گھمارہی تھی۔ بال رول کیے شانوں پر پھیلے تھی چہرہ ہیوی میک اپ سے لدا ہوا۔ وہ اسے دیکھ کر گردن ایک طرف گرائے مسکرا رہی تھی۔ عالیان کے تو جیسے ہوش ہی اڑ گئے تھے اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ عورت جو اس دن ڈری سہمی اپنے بچے کو خود سے لگائے راج سے زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی وہ ایسے اس کے سامنے آکھڑی ہو گی۔

"تم سے دوبارہ مل کر بہت خوشی ہوئی لڑکے۔۔" وہ ہرنی چال چلتے اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ عالیان نے گارڈز کو آواز دینے کے لیے ہونٹوں کو جنبش دی۔

"نہ نہ ان کو آواز دینے کا فائدہ نہیں ہے۔۔ وہ میرے بندوں کے قبضے میں ہیں۔۔" عالیان کی رنگت سفید پڑنے لگی۔

"تم کیوں ڈر رہے ہو مجھ سے۔۔ تم نے تو میری اور میرے بچوں کی جان بچائی تھی۔۔" وہ اپنی بھوری آنکھوں سے مسکراتے ہوئے بولی۔۔ پھر موبائل کی سکرین روشن کر کے اس کے سامنے کی۔ عالیان حیرت سے اس پکچر کو دیکھے گیا جس میں ایک نومولود بچہ کمبل میں لپٹا ہوا تھا۔

"یہ صرف تمھاری مہربانی ہے کہ یہ دنیا میں آیا۔۔" کہتے ساتھ اس نے موبائل اس کے سامنے سے ہٹایا۔۔

"تم ہو کون؟؟" عالیان دھیمی آواز سے پوچھنے لگا۔

"اس مرے ہوئے انسان کی بیوی تھی اب بیوہ ہوں۔۔ نام لیزا مہر۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولی جبکہ عالیان ایک بار پھر شاک کے عالم میں اسے دیکھنے لگا۔ "تم نے اپنے شوہر کو مار دیا۔۔" وہ دبی ہوئی آواز میں بولا تو لیزا پھر سے ہنس دی۔

"میرے بچے کا قاتل ہے اور اب تیسرے کو بھی مارنا چاہتا تھا۔۔ بہت چھپتی رہی ہوں اس سائیکو انسان سے میں۔۔ میری کمزور حالت میں یہ مجھے مار دینا چاہتا تھا جیسا آسان بھی تھا اس لیے اس نے چالاکی سے میرا پتہ مظہر تک پہنچایا تاکہ وہ ہی میرا قصہ تمام کر دے۔۔ لیکن افسوس کہ مظہر نے اپنے نکموں کو بھیج دیا۔۔ اوپس!! آئی ایم سوری تمہارا تو احسان ہے مجھ پر۔۔" عالیان کے دماغ میں ہزاروں سوال تھے بس سمجھ نہیں پا رہا تھا کیا پوچھے کیا نہ پوچھے۔

"سمجھ گئی۔۔ تمہیں بہت سوال کرنے ہیں نا۔۔" اس کا رنگ ایک دم سے اڑا۔۔ "آئو بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔۔ آئو آئو ڈرو نہیں۔۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑتے اسے پچھلی سائڈ سے باہر لے جانے لگی۔ باہر روشنی میں کچھ کرسیاں بے ترتیبی سے پڑی تھیں۔ لیزا نے آگے ہو کر دو کرسیوں کو آمنے سامنے رکھا ایک پر عالیان بیٹھ گیا اور ٹھیک اس کے سامنے لیزا۔۔

"میری اور مارکو کی شادی پسند کی تھی۔ کافی ٹائم بعد مجھے پتہ چلا اس نے مجھ سے دولت کے لیے شادی کی تھی جب میں تیسری بار ماں بننے والی تھی۔۔ میرا پہلا بیٹا تو اس سے پتہ نہیں کیسے بچ گیا لیکن میرے اگلے بچے کو اس نے دنیا میں آنے سے پہلے ہی مار دیا تھا اور یہ بھی مجھے دیر سے پتہ چلا تھا۔۔ میں نے ٹھان لی کہ بس ایک دفعہ میں اب کی بار اس سے کسی طرح بچ جائوں پھر میں اسے بتائوں گی کہ لیزا مہر آخر کس آفت کا نام ہے۔۔" آسمان نے آہستہ آہستہ نارنجی رنگ اختیار کر لیا تھا۔ عالیان بغور اس کی بات سن رہا تھا۔

"مار کو اور مظہر میں کیا تعلق ہے؟؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"دونوں بہت گہرے دوست رہے ہیں بس ڈائمنڈز نے دراڑ ڈال دی۔۔" کہتے وہ ہنسنے لگی۔۔ "جن ڈائمنڈز کے لیے تم یہاں آئے ہو جانتے ہو وہ کس کے ہیں؟؟"

"مظہر کے۔۔" وہ فوراً بولا جیسے کہ اسے بتایا گیا تھا۔۔

"میرے۔۔" ہر ایک خبر اس کو ضرور حیران کرتی تھی اور اب بھی وہ حیرت کا شکار ہوا تھا۔۔ "میرے ڈائمنڈز ہیں مظہر کے کہنے پر مار کو نے مجھ سے چرائے تھے لیکن خود ہی ہڑپ کر بیٹھ گیا۔ دونوں نے آپس میں ڈیل کی تھی جو مار کو نے توڑ دی اور غائب ہو گیا۔۔ بھول جاؤ ان کو وہ میرے ہیں اور مجھے دوبارہ مل گئے ہیں مظہر کا باپ بھی قبر سے آئے نا تو وہ بھی مجھ سے نہیں لے سکتا۔۔" لہجہ سخت پتھریلا تھا۔۔ "چاہو تو بتا دینا اسے کہ لیزا نے اپنی چیز واپس لے لی۔۔"

"پھر تو آپ کو اس سے خطرہ ہو جائے گا۔۔" جواباً اسے لیزا کا قہقہہ سنائی دیا۔

"مظہر مجھ تک کبھی نہیں پہنچ سکتا میں اٹلی میں ہی رہوں نا تب بھی۔۔ بہت اوپر کی چیز ہوں میں اس سے۔ یہ تو اب تک میں اندھی بنی رہی تھی محبت کی وجہ سے۔۔ یو نو لو از بلائینڈ۔۔" وہ پھر ہنس دی اور رک کر عالیان کو دیکھنے لگی۔۔ "یہ بتاؤ تم رحم دل انسان اس بے رحم مافیا کی دنیا میں کیا کر رہے ہو اور مظہر سے کیا تعلق ہے تمہارا؟؟؟"

"میں پاکستان سے ہوں اور مظہر کا داماد ہوں۔" وہ ناگواری سے بولا۔

"اوہ اس کی سائیکو بیٹی کے ہزبینڈ ہو۔۔ چچ چچ چچ۔۔ کیسے پھنس گئے؟؟ ضرور زبردستی کی گئی ہو گی۔۔ اس کی بیٹی تو جس چیز کے پیچھے پڑ جائے حاصل کر کے چھوڑتی ہے۔۔ افسوس ہوا۔۔" وہ سر افسوس سے نفی میں

ہلاتے ہوئے بولی۔۔"خیر کچھ مہینوں بعد میں اپنے بچوں کو لے کر واپس افغانستان چلی جائوں گی۔۔ابھی تو بہت سے کام نپٹانے ہیں۔۔یہ بتائو تمہارے گارڈز کا کیا کروں؟؟"وہ طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے بولی۔۔

"مظہر کے گارڈز ہیں میرے بس میں ہوتا تو سب کو مروا دیتا لیکن ان کو چھوڑ دیں ورنہ مظہر پھر مجھ پر یقین نہیں کرے گا۔۔"وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاہا۔۔فائن۔۔اب چلتی ہوں۔۔آئی ہوپ ہمارے راستے دوبارہ نہ ٹکرائیں کیونکہ میں تمہارے احسان کا بدلہ اتار چکی ہوں تمہاری جان بخش کر۔۔اگلی بار ایسی امید مت رکھنا۔۔"آنکھ کو ونگ کرتے وہ وہاں سے چلی گئی۔اندھیرا چھانے لگا تھا اگلے دن نے تو روشن ہونا ہی تھا نا جانے عالیان کی اندھیری قسمت کب روشن ہو گی۔ وہ ٹھنڈی آہ بھرتے آسمان کو دیکھنے لگا

"تم نے مجھ سے جھوٹ بولا مظہر۔۔۔"وہ اس وقت لونگ روم میں موجود تھے۔مظہر پیشانی پر ڈھیروں بل لیے اونچی لمبی ٹانگوں والے سٹول پر پڑے سفید رنگ کے خوبصورت واس پر بنے ڈیزائن پر مسلسل انگلیاں پھیرے جا رہے تھا۔عالیان اس کے بلکل پیچھے کھڑا اس سے مخاطب تھا۔۔

"کیا جھوٹ بولا میں نے ہاں؟؟"وہ تیزی سے عالیان کی طرف گھوما۔چہرے کے تاثرات ہنوز بگڑے ہوئے تھے۔

"ڈائمنڈز تمہارے نہیں ہیں۔۔"اس کے پوچھتے ہی وہ بنا سوچے سمجھے فوراً سے بولا۔۔

"بکواس مت کرو اور مجھے یہ بھی بتائو کہ اب بھی کوئی الماری سے نکلا تھا جس نے تمہارے سر پر مارا اور پھر مار کو کے سر میں گولی اتار گیا اور تمہیں پھر سے زندہ چھوڑ دیا کیونکہ اس کا اصلی دشمن مار کو تھا تم نہیں۔ بلا بلا بلا بلا۔۔" وہ طنزیہ مگر غصے سے کہتا قدم قدم اس کے قریب آیا۔ عالیان نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔۔

"میں نے پہلے کہا تھا مجھ پر یقین کرنا پڑے گا۔۔" وہ دانت پر دانت جمائے بولا۔۔

"ہاں تو بتائو نا کیسے کروں یقین بجائے مجھے سب بتانے کے تم یہاں مجھے جھوٹا کہہ رہے ہو۔۔" اسکی آواز قدرے اونچی تھی۔۔

"کیونکہ تم نے جھوٹ بولا اور جھوٹ بولنے والے کو جھوٹا ہی کہا جاتا ہے۔۔" اس کی آواز تیز نہیں تھی۔ اسے خود کو قابو میں رکھنا تھا۔ کچھ پل خاموشی سے وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔۔ "لیزا کون ہے؟؟" اس سوال پر مظہر ایک دم سیدھا ہوا۔ چہرے کا رنگ ایک دم بدلا تھا۔۔

"تم کیسے جانتے ہو اس کو؟؟" صدمے سے بولا۔۔

"وہ آئی تھی اس جگہ۔۔ اس نے مار دیا مار کو کو۔۔ ڈائمنڈ زاسی کے ہیں نا؟؟" آواز کو تھوڑا اونچا کرتے اب وہ بلکل اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔

"تو اس نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا؟؟" پھر وہی سوال۔۔۔

"تمہیں ہر بار میرے بچ جانے کا افسوس کیوں ہوتا ہے؟؟" وہ پل بھر کے لیے خاموش ہو گیا۔

"عالیان!!!! بتائو مجھے اس نے تم سے کیا کہا؟؟" عالیان نے اطمینان سے ہاتھ سینے پر باندھے۔ مظہر کا پارا پھر سے ہائی ہونے لگا۔

"اس نے مجھے زندہ اس لیے چھوڑا تا کہ میں آکر تمہیں بتا سکوں کہ وہ اپنی چیز لے گئی ہے اور تمہارا باپ بھی قبر سے آئے تو اس سے اس کی چیز دوبارہ نہیں لے سکتا۔۔" تیزی سے کہتے ہوئے رکا اور باری باری اس کی

آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ "ایسا اس نے کہا تھا مظہر درانی۔۔ وہ ڈائمنڈز اس کے تھے وہ لے گئی۔۔ "مظہر کے پیروں کے نیچے سے زمین اب صحیح معنوں میں نکلی تھی۔

"اور میرے کروڑوں روپے ؟؟"اس کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرائے۔

"وہ اب تم مارکو کی قبر سے جا کر لے لو کیونکہ میرے پوچھنے سے پہلے لیزا اسے مار چکی تھی۔۔ "اس کے چہرے کے تاثرات یکدم بدلے۔۔ "میں نے کہا تھا مظہر میرا یقین کرنا پڑے گا۔۔ "کہتے ساتھ وہ تیز قدم لیتے وہاں سے چلا گیا۔ مظہر وہیں ششدر کھڑا رہا کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں کسی صدمے میں۔۔۔

وہ اس وقت اپنے آفس میں موجود تھا۔ آفس میں مدھم سی بتیاں جل رہی تھیں۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ٹانگیں ٹیبل پر پھیلائے وہ آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ اسے اٹلی میں آئے ہوئے اب گیارہ مہینے اور کچھ دن اوپر ہو گئے تھے۔ مظہر کا اعتماد بھی وہ کافی حد تک حاصل کر چکا تھا اس کے ہر وہ کام کر کے جو راج اس کے لیے سر انجام دیتا تھا۔ مزید دو قتل بھی وہ کر چکا تھا ایک سیلف ڈیفینس میں اور دوسرا بھی مجبوری میں لیکن اب تک اسے بھاگنے کا کوئی طریقہ نہیں ملا تھا اسے بار بار یہی لگتا تھا کہ شاید اب وہ اس قید سے کبھی رہا نہیں ہو سکتا۔ دفعتاً اس کی آنکھیں کھلیں۔ انگڑائی لیتے ہوئے وہ سیدھا ہوا اور پھر گلاس ونڈو سے باہر دیکھنے لگا۔ آسمان پر مکمل اندھیرا چھا گیا تھا۔ اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتے وہ کرسی سے اٹھا کوٹ پہنا اور آفس سے نکل گیا اسے مینشن پہنچنا تھا۔

مینشن پہنچتے ہی راہداری عبور کرتے وہ لونگ روم سے آتی ایما اور مظہر کی آواز پر رکا۔ تھوڑی سی اوٹ میں ہو کر

وہ چھپ کر ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ آواز کلئیر تھی۔

"جانا ضروری ہے کیا ایما؟؟" آواز مظہر کی تھی۔ وہ انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا مگر سنجیدگی سے سن رہا تھا۔

"آپ کیوں نہیں چاہتے کہ میں جائوں دبئی۔۔" جبکہ دبئی کا نام سنتے ہی عالیان کی آنکھیں پوری کھلیں تھیں۔

"جس دن تمہاری دوست کی شادی ہے اس کے کچھ دن ہی بعد ہی مسٹر فرانسیسو کی گرینڈ پارٹی ہے۔ ہائو کین یو فورگیٹ؟؟ تم جانتی ہو وہ تمہارے نہ ہونے سے کتنے ناراض ہوں گے۔۔"

"اوہو ڈیڈ وہ کافی دنوں بعد ہے میں آجائوں گی۔ میں اپنی فرینڈ کی شادی نہیں مس کر سکتی۔۔" عالیان کے رکے ہوئے قدموں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ تیز قدم لیتے وہاں سے جانے لگا جو اسے سننا تھا وہ سن چکا تھا۔ ایک عجیب سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر سجی تھی۔ دبئی کے نام پر ایک امید سی بندھی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے اسے بس کل کے دن کا انتظار تھا۔

اگلے دن ایما اپنے ایگزیبشن میں بزی تھی وہ سارا دن مینشن نہیں آئی عالیان کو آرام سے ساری تیاری کرنے کا موقع ملا تھا۔ رات ہو گئی تھی اور وہ تھکی ہاری مینشن آئی تھی۔ اس کا ارادہ سیدھا اپنے کمرے میں جانا تھا سو وہ ادھر ہی گئی۔۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اس نے ہر طرف اندھیرا پایا۔ کچھ ہی سیکنڈز میں ہر طرف روشنی ہو گئی تھی اس نے بے ساختہ ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھا اور پھر جیسے ہر طرف دیکھ کر وہ سب دیکھنا بھول گئی تھی۔ پورے کمرے میں گلاب کی پتیوں کی مہک تھی۔ وہ کمرے کے فرش پر دور دور تک پھیلیں ہوئیں تھیں۔ ہر

طرف سرخ گلاب ہی گلاب تھے۔۔فیری لائیٹس۔۔ریڈ ہارٹ بیلونز۔۔درمیان میں ایک ٹیبل اس کے گرد دو کرسیاں۔۔

"کینڈل لائٹ ڈنر۔۔۔"وہ ہلکی سی آواز میں بولی۔۔افف کیا یہ اس کا کمرہ تھا اتنا سجا ہوا۔وہ ادھر ادھر نظر گھمانے لگی اسے لگا جیسے وہ غلط کمرے میں آ گئی تھی۔اسی دوران اسے اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔وہ کرنٹ کھا کر مڑی تو سامنے ہی عالیان ایک ہاتھ میں ریڈ ہارٹ بیلونز اور دوسرے ہاتھ میں سرخ گلابوں کا بوکے پکڑے چہرے پر مسکراہٹ سجائے کھڑا تھا۔پھر گھوم کر اس کے سامنے آیا۔بیلونز ہاتھوں سے چھوڑ دیے تو وہ چھت پر جا لگے۔دوسرے ہاتھ میں پکڑا بوکے اس کے سامنے مسکراتے ہوئے پیش کیا جسے حیرت کا شکار ایما نے کچھ سوچتے سمجھتے تھام لیا۔عالیان نے ایک ہاتھ کمر کے پیچھے کرتے سر کو تھوڑا سا جھکاتے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔

"ول یو بی مائن فور ایور؟؟"ایما پہلے تو مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"آئی ایم آل ریڈی یورز۔۔"پھر ایک ہاتھ سے اپنے فراک کا کونا پکڑتے سر کو تھوڑا جھکاتے پھر اسی ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔اس کا دل خوشی سے پھٹے جا رہا تھا کہ یہ سب عالیان نے کیا ہے اففف اس کے عالیان نے کیا ہے اسے لگا وہ خواب دیکھ رہی ہے اور اگر یہ خواب ہی تھا تو بس اس کی آنکھ کبھی نہ کھلے۔۔عالیان اس کا ہاتھ پکڑتے اسے ٹیبل تک لایا کرسی پیچھے گھسیٹتے اسے کندھوں سے تھام کر اس پر بٹھایا اور پھر سامنے کرسی پر جا بیٹھا۔

"یہ سب تم نے میرے لیے کیا؟؟"وہ اب تک حیرت کا شکار تھی۔عالیان نے آس پاس نظر دوڑائی۔پیشانی پر ہاتھ کا چھجا بنایا جیسے کسی کو ڈھونڈ رہا ہو۔۔

"ویل۔۔آئی گیس میری تم ہی ایک وائف ہو اور کوئی دکھائی بھی نہیں دے رہا تو ہاں شاید تمہارے لیے ہی کیا ہے۔۔" وہ کندھے اچکا کر بے نیازی سے بولا۔۔ایما نے آگے ہو کر کہنیاں ٹیبل پر ٹکائیں اور ہاتھوں میں سر گرائے کچھ بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھے گئی۔۔"کم آن ایما۔۔" وہ اسے اس طرح سے گھورتا ہوا دیکھ کر بولا۔۔

"تھینک یو سو مچ۔۔" وہ محض یہی کہہ سکی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔اب تمہارے علاوہ میری زندگی میں ہے ہی کون۔۔اب تم ہی تو ہو مائی وائف مائی لائف۔۔" یہ سب کہتے ہوئے اس کے دل پر کتنی چھریاں چل رہی تھیں اس کا اندازہ اسے آج اس وقت ہو رہا تھا۔۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا؟" بے ساختہ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں تھیں۔

"نہ صرف معاف میں نے تمہیں ایکسپٹ بھی کر لیا ہے۔میری قسمت میں یہی سب تھا۔میں تھک گیا ہوں خود سے لڑ لڑ کر بس اب مووآن کرنا چاہتا ہوں۔۔"

"مجھے نہیں سمجھ آ رہا میں کیا کہوں؟؟" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی۔۔

"کچھ بھی نہ کہو ڈیئر ایما۔۔بس یہ سب انجوائے کرو۔۔" اس نے سامنے ٹیبل پر سجی مختلف فرینچ اور اٹالین ڈشز کی طرف اشارہ کیا تو ایما مسکرا دی۔۔

"فائن۔۔" اس نے چھری کانٹا ہاتھوں میں پکڑتے ہوئے کہا۔۔ عالیان سرد نگاہوں مگر مصنوعی مسکراہٹ لیے اسے دیکھ رہا تھا جبکہ وہ مکمل طور پر چہرے پر مسکراہٹ سجائے کھانے میں مصروف تھی۔۔

"ایگزیبشن کیسا رہا تمہارا؟؟" کچھ دیر کی خاموشی کو عالیان نے توڑتے ہوئے پوچھا۔۔

"مور گریٹ دین مائی ایکسپیکٹیشن۔۔"

"ہمم۔۔یہ تو اچھی بات ہے۔ نیکسٹ منتھ کے کیا پلانز ہیں تمہارے؟؟" وہ نظریں اس کے چہرے پر ٹکائے بولا اب کی بار ایما نے سر اٹھا کر اسے تعجب سے دیکھا۔۔

"کیوں پوچھ رہے ہو؟؟"

"ایسے ہی جاننا چاہتا تھا تم زیادہ بزی تو نہیں ہو گی۔۔ایکچلی آئی وانٹ ٹو سپینڈ مور ٹائم ود یو۔۔" وہ اسے تفصیل سے بتاتے ہوئے بولا۔۔ایما کے چہرے پر ہلکا سا تبسم بکھرا وہ قدرے حیرت سے اس شخص کو دیکھے گئی جو اسے پچھلے کچھ مہینوں سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔۔

"کیا ہوا؟؟" وہ اسے خاموش دیکھتا ہوا بولا تو ایما سر جھٹک کر رہ گئی۔۔

"نہیں کچھ نہیں۔۔میں بزی نہیں ہوں۔۔" وہ دوبارہ سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔عالیان کے چہرے پر ناگواری سی چھا گئی وہ اس کے منہ سے خود نکلوانا چاہتا تھا کہ وہ دبئی جانا چاہتی ہے۔۔ایما کا ہاتھ میں پکڑا کانٹا ہوا میں رکا جیسے اسے کچھ یاد آیا تھا۔۔

"ہاں یاد آیا میں نے تو نیکسٹ منتھ فرینڈ کی شادی میں دبئی جانا ہے۔۔" عالیان دل ہی دل میں مسکرایا جبکہ چہرے کے تاثرات نارمل تھے۔۔

"اوہ اچھا۔۔" وہ پل بھر کے لیے رکا۔کانٹا اور چھری واپس رکھا اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔"کیا تم رک نہیں سکتی؟؟" ایما نے نظریں اٹھا کر تعجب سے اسے دیکھا وہ اس سے ریکویسٹ کر رہا تھا وہ بھی رکنے کی اس سے۔۔۔

"آآآ۔۔۔کیوں؟؟" وہ وجہ جاننا چاہتی تھی اور جواب اس کو اس کی توقع کے مطابق ہی ملا۔

"بہت مشکلوں سے سب ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا ہوں میں ہمارے درمیان۔۔ تم اس طرح سے کچھ دنوں کے لیے میری نظروں سے غائب ہو جاؤ گی تو میں پھر سے ڈپریس ہو جاؤں گا۔۔ میں تو تمہیں ابھی سے مس کرنے لگا ہوں۔۔" اس نے اس کے لہجے میں منت اور التجا نوٹ کی تھی۔

"میں رک جاؤں گی عالیان تمہارے لیے صرف تمہارے لیے میں جانے کا ارادہ ترک کر سکتی ہوں۔۔" وہ زبردستی مسکرایا۔ "بلکہ ایک کام کرتے ہیں۔۔ تم بھی ساتھ چلو نا میرے۔۔" اور یہ وہ جملہ تھا جس کو سننے کے لیے اس نے دل پر پتھر رکھ کر اتنی محنت کی تھی۔۔

"مم۔ میں؟؟" وہ انجان بنتے ہوئے بولا۔۔

"ہاں تم۔۔" وہ ایکسائٹڈ تھی۔

"مظہر نہیں مانے گا۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔

"اہم۔۔ ڈیڈ کو مجھ پر چھوڑ دو۔۔ تم یہ بتاؤ کہ تم جانا چاہتے ہو میرے ساتھ یا نہیں؟؟"

"اگر تم اتنا انسسٹ کر رہی ہو تو ظاہر ہے میں جانا چاہوں گا لیکن مظہر۔۔۔۔"

"میں نے تم سے کہا نا ڈیڈ میری بات ضرور مانیں گے۔۔ تمہیں یہی لگتا ہے نا کہ وہ اب بھی تم پر بھروسہ نہیں کرتے؟؟"

"آئی ایم شیور۔۔ اسے مجھ پر بھروسہ نہیں ہے۔۔"

"تم نے اتنا کچھ کیا ہے ان کے لیے۔۔ تم نے خود کو پروو کیا ہے۔۔ وہ تم سے بہت خوش ہیں میرا یقین کرو۔۔" ایما نے تھوڑا آگے جھک کر نرمی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ جیسا چاہ رہا تھا سب ویسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا ایما مظہر کو منا ہی لے گی۔ اب بس اسے کسی طرح دبئی پہنچنا تھا۔

اگلے دن وہ اپنے کمرے میں اسی طرح پریشانی سے چکر کاٹ رہا تھا۔ ایما مظہر سے بات کرنے گئی تھی اور اسے گئے ہوئے کافی دیر بھی ہو گئی تھی۔ کہیں نا کہیں اسے یقین کے ساتھ خوف بھی تھا کہ مظہر منع نہ کر دے یہ اس کے پاس شاید آخری چانس تھا اٹلی سے نکلنے کا۔ کافی دیر بعد ایما سست قدم لیتی کمرے میں آئی۔ عالیان یکدم سیدھا ہوا وہ ایسے ظاہر کر رہا تھا جیسے اسے کوئی انتظار نہیں تھا کوئی بے چینی نہیں تھی وہ بلکل سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ ایما نے اسے دیکھتے ہی نظریں چرا لیں اور سر جھکا لیا۔۔

"کیا ہوا ایسے منہ کیوں لٹکایا ہوا ہے؟؟" وہ بلکل سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"وہ۔۔ دراصل۔۔" وہ اپنی انگلیاں آپس میں مروڑنے لگی۔ عالیان کے چہرے پر نا چاہتے ہوئے بھی نا گواری سی چھائی۔" ایکچلی میں نے ڈیڈ کو منانے کی بہت کوشش کی مگر۔۔" وہ جیسے بول نہیں پا رہی تھی۔۔ پھر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔" وہ مان گئے ہیں۔۔" وہ تیزی سے کہتے اچھل کر اس کے گلے لگی۔ عالیان بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہوا وہ اس سب کے لیے تیار نہیں تھا لیکن پھر اس کی بات سمجھتے ہی وہ کھل کر مسکرایا آخر بات بن ہی گئی تھی۔ خوشی کے مارے اس نے بھی ایما کے گرد اپنا حصار قائم کیا تھا۔

"اب ہم دبئی جائیں گے۔۔ تم خوش ہو نا؟؟" وہ پیچھے ہوتے ہوئے چہک کر بولی۔

"ہاں کیوں نہیں تم خوش تو میں خوش۔۔" وہ واقعی بے حد خوش تھا۔۔

"او گاڈ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ فائنلی اب ہم دونوں ساتھ جائیں گے۔۔" وہ خوشی کے مارے چیخے جا رہی تھی۔ عالیان اس کو اتنا ایکسائٹڈ دیکھ کر کافی حیرت کا شکار ہوا تھا اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایما اتنی خوش ہو گی۔۔

"لیکن ہمارے ساتھ گارڈز بھی ہوں گے۔۔"

"تو اس میں کیا مسئلہ ہے ؟؟" عالیان کو واقعی اس سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا شاید۔۔ کہتے ساتھ وہ دوسری طرف گھوم گیا۔

"مسئلہ ہے نا ہماری پرائیویسی ڈسٹرب ہو گی۔۔" اس کی بات پر عالیان آنکھیں رول کرتے گہرا سانس بھر کے رہ گیا اور دوبارہ اس کی طرف گھوما اب کی بار چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ تھی۔

"کوئی بات نہیں ایما ڈیئر ایک دفعہ چلے تو جائیں اب گارڈز میں اتنے مینرز تو ہوں گے ہی نا۔ ہر وقت تو نہیں چپکے رہیں گے ہمارے ساتھ۔۔" اس کی بات پر ایما کے گال سرخ پڑنے لگے۔

"اچھا ٹھیک ہے تیار ہو جاؤ ہمیں جانا ہے۔۔" وہ وارڈروب کی طرف بڑھتے ہوئے بولی تو عالیان نا سمجھی سے دیکھے گیا۔

"ابھی کس لیے ؟؟" وہ اس کے پیچھے جاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"میرا فرینڈ ہے اس نے ایک پارٹی ارینج کی ہے۔ آئی وانٹ ٹو انٹروڈیوس یو ٹو مائی اٹالین فرینڈز۔" وہ کپڑے نکالتے ہوئے بولی۔ جبکہ عالیان نے ناک سے مکھی اڑائی۔ اسے ان سب میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔

"ویسے تم کتنے فرینڈز بناتی ہو یار۔۔۔" وہ رخ بدلتے ہوئے بولا۔۔

"میں جس جگہ جاتی ہوں آٹھ سے دس فرینڈز میرے خود ہی بن جاتے ہیں۔ اب میں ہوں ہی اتنی چارمنگ پرسنیلٹی کی مالکن تو کیا کیا جا سکتا ہے۔۔" وہ لٹھ مار انداز سے کہتی اپنے کپڑے ہاتھوں میں پکڑے واش روم میں گھس گئی۔

"چارمنگ پرسنیلٹی ہونہہ۔۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔۔

آسمان پر اندھیرا چھا گیا تھا۔ گاڑی ایک نائٹ کلب کے سامنے رکی۔ عالیان پچھلی سیٹ سے گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ سیاہ ڈریس شرٹ کے ساتھ سیاہ پینٹ پہنے اور بالوں کو ماتھے پر سیٹ کیے وہ بلاشبہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔ ایما اپنی لانگ ٹیل سنبھالتے اس کے ساتھ جا کھڑی ہوئی اور اسکے بازو پر اپنے دونوں ہاتھوں سے گرفت جمائے وہ اب مسلسل مسکرائے جا رہی تھی۔ سرخ رنگ کا ٹائٹ لونگ ٹیل ڈریس جس کے آستین سرے سے تھے ہی نہیں اور کھلے بالوں کو شانوں پر پھیلائے وہ عالیان کے ساتھ کسی ڈریم کپل کی طرح چلتے ہوئے مین انٹریس سے کلب میں داخل ہوئی۔ ہر طرف سٹروب لائیٹس، میوزک کا شور اور لوگوں کا بھرپور ہجوم تھا۔ ایسی جگہ اس کے لیے نئی نہیں تھی مگر وہ کافی ٹائم بعد اب کسی کلب میں آیا تھا۔ مختلف قسم کے لوگوں کے کولون، ڈرگ اور بئیر کی بو اسے پہلے تھوڑی بہت نئی لگی لیکن پھر خود کو جیسے اس نے اس ماحول میں ایڈجسٹ کر لیا تھا۔ ایما کے فرینڈز اس سے آکر گلے لگ کر مل رہے تھے۔ وہ ہر کسی کو عالیان کا تعارف خوش دلی سے کرا رہی تھی۔ سرد نگاہوں اور زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ ان لڑکیوں کو دیکھے جا رہا تھا جو اس کے آگے پیچھے گھوم رہی تھیں۔ ایما کے کچھ فرینڈز اسے اور عالیان کو زبردستی ڈانس فلور تک لے کر جانا چاہ رہے تھے تو عالیان نے تیزی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"ایما آئی ڈونٹ وانٹ ٹو گو۔۔ تم جاؤ میں بار کاونٹر پر تمہیں ملوں گا۔۔" وہ ایما کے کان کے قریب جھک کر اس سے تیز آواز میں کہنے لگا۔

"نہیں عالیان تم میرے ساتھ چلو وہ انسسٹ کر رہے ہیں۔۔" وہ بھی تیز آواز میں اس سے کہنے لگی۔

"نو ایما تم جاؤ میرا بلکل بھی موڈ نہیں ہے ڈانس کا۔۔" وہ کہتے ساتھ تیز قدم اٹھاتا وہاں سے چلا گیا۔ ایما اس کے پیچھے جانے ہی لگی تھی کہ پھر اس کے کچھ دوست اسے زبردستی پکڑ کر ڈانس فلور پر لے گئے۔ وہ اب بار

کاونٹر کے سامنے رکھے سٹولز میں سے ایک سٹول پر بیٹھ گیا۔ سامنے بہت سی شیشے کی بوتلوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کاونٹر کے اس پار کھڑے لڑکے نے ایک بئیر کا گلاس اس کے سامنے پیش کیا تو بلا جھجک اس نے ہاتھ میں تھام لیا۔ ابھی ایک گھونٹ ہی بھرا تھا کہ اس کے ساتھ سٹول پر ایک عورت آبیٹھی۔ اس نے گردن کو تھوڑا موڑ کر اس کی طرف دیکھا اور دوبارہ سامنے مڑ گیا۔ ایک دم اس کی آنکھیں پوری کھلیں اس نے کرنٹ کھا کر گردن دوبارہ گھمائی۔

"لیزا۔۔آپ یہاں؟؟ اپنا نام سنتے ہی لیزا نے رخ اس کی طرف موڑا اور سر جھٹک کر پھر سے ہنس دی۔

"تم یہاں بھی آ گئے؟؟" اور پھر آس پاس دیکھنے لگی۔

"ڈونٹ موو۔۔ میں اکیلا نہیں ہوں ایما اور مظہر کے گارڈز بھی ہیں وہ آپ کو دیکھ لیں گے۔۔" اس نے فکر مندی سے کہا۔

"ہاں ہاں یہی دیکھ رہی تھی۔ خیر میرا رخ اس طرف ہے وہ نہیں دیکھ سکتے جاتے وقت ماسک پہن لوں گی۔۔" پھر رک اس کی طرف مڑی۔۔

"آپ پلیز میری طرف نہ دیکھیں۔۔ ایما ڈانس تو کر رہی ہے لیکن توجہ میری طرف ہی ہے۔۔" اس نے نظریں سامنے شیشے کی بوتلوں پر جمائے کہا۔

"میں تو سمجھی تم بھاگ بھی گئے ہو گے۔۔" اپنے سامنے پڑا شیشے کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگاتے ہوئے لیزا نے عالیان سے کہا۔

"کیسے بھاگوں سمجھ نہیں آرہا کہ۔۔۔" وہ رکا۔۔ "کیا آپ میری مدد کر سکتی ہیں؟؟" ایک آس لیے پتہ نہیں کیوں مگر عالیان نے لیزا سے پوچھا تو وہ سر نفی میں ہلانے لگی۔

"مجھے دو دن بعد افغانستان جانا ہے۔۔" وہ صاف مکر گئی۔

"اتنا مشکل کام نہیں ہے آپ کو بس میری تھوڑی سی مدد کرنی ہے پلیز انکار مت کیجئے گا میں واپس جانا چاہتا ہوں۔۔" وہ رندھی آواز سے کہنے لگا تو لیزا نے ایک گہرا سانس لیا پھر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں تم یہاں خود کو ضائع مت کرو۔ ٹھیک بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے؟؟" وہ دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔

"آپ کو بس میرے ایک دوست سے کانٹیکٹ کرنا ہے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔۔" وہ جلدی جلدی بول رہا تھا۔

"تم مجھے اس کا نمبر دے دو۔۔"

"نمبر؟؟ وہ تو مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے۔۔ لیکن ہاں مجھے اس کا انسٹا گرام اکاؤنٹ یاد ہے۔" وہ یاد آتے ہی تیزی سے بولا نظریں ہنوز سامنے تھیں۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے سے پرہیز کر رہے تھے کیونکہ ایما کو اس طرح شک ہو سکتا تھا۔

"ہاں بتاؤ مجھے اس کی آئی ڈی۔۔" لیزا نے پرس میں سے موبائل نکالا انسٹا کھولا اور اس سے پوچھنے لگی تو عالیان نے تیزی سے آئی ڈی بتائی۔ "کیا یہی ہے؟؟" لیزا نے فون تھوڑا سا ترچھا کر کے اسے دکھایا تو اس نے گردن تھوڑی سی موڑ کر دیکھا اور سر اثبات میں ہلایا۔

"ڈن۔۔" اس نے ریکویسٹ بھیجتے ہوئے کہا۔۔ "اب بتاؤ اسے کہنا کیا ہے؟؟"

"سب سے پہلے تو آپ نے اسے میرے بارے میں سب بتانا ہے کہ میں یہاں تک کیسے پہنچا۔ آپ نے اس سے کہنا ہے کہ میں ایک شادی اٹینڈ کرنے کے لیے دبئی آؤں گا اگلے مہینے۔۔ بس کسی طرح کر کے مجھے وہاں سے لے جائے۔۔" کہتے ساتھ اس نے لوکیشن، دن اور وقت لیزا کو بتا دیا۔

"تمہیں یقین ہے وہ آئے گا؟؟"

"وہ ضرور آئے گا اس کے پاس دبئی میں اتنی پاور زہیں کہ اتنا تو کر ہی لے گا۔۔ لیکن آپ پلیز اسے آج ہی بتا دیں کیا پتہ وہ امریکہ میں ہو تو پھر جلدی سے وہاں پہنچ سکے۔۔"

"ڈونٹ وری سمجھو کام ہو گیا۔۔ اب میں چلتی ہوں۔" اس نے پرس میں سے اپنا ماسک نکالا اور منہ پر چڑھا لیا۔۔

"میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔۔" وہ سر ہلاتے اب وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ وہ وہیں بیٹھا رہا اب شاید کچھ سکون سا تھا اسے۔ تھوڑی دیر میں ایما بھی وہیں اس کے ساتھ آ بیٹھی۔

"یہ تمہارے ساتھ لڑکی کون تھی؟؟" وہ مکمل طور پر اس کی طرف گھومتے ہوئے بولی۔

"یہاں پر ہمیشہ کی طرح ہر لڑکی ہی میرے آگے پیچھے گھوم رہی ہے باتیں کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہی ہے وہ بھی بس یہی کر رہی تھی۔۔" اس نے آنکھ کو ونگ کرتے ہوئے کہا جبکہ ایما خاصا تپ گئی۔

"لگتا ہے تم نے زیادہ پی لی ہے اٹھو جانا ہے ہمیں۔۔" وہ اس کو بازو سے پکڑتے لے کر جانے لگی۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی خوشی کے مارے شاید اس نے زیادہ پی لی تھی مگر وہ اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا بس سر میں پھٹنے کے قریب درد تھا۔۔ وہ کلب سے باہر آ چکے تھے۔ ساری سمیلز کہیں پیچھے رہ گئی تھیں۔ میوزک کا شور بھی اب نہیں تھا۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے چلے گئے۔

ڈائننگ ہال میں لمبی میز طرح طرح کے کھانوں سے سجی تھی۔ سربراہی کرسی پر مظہر بیٹھا کھانے میں مصروف تھا جبکہ اس کے بائیں طرف عالیان بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایما بھی سکون سے کھانا کھا رہی تھی۔ نیپکن سے اپنے ہاتھ صاف کر کے وہ اٹھ کر جانے ہی والا تھا کہ پھر مظہر کی آواز پر رکا۔

"بیٹھے رہو مجھے بات کرنی ہے۔" مظہر کھانا کھا چکا تھا۔ کہنیاں ٹیبل پر ٹکائے ہاتھوں کی انگلیاں باہم ایک دوسرے میں پیوست کیے اب وہ سنجیدگی سے عالیان کو دیکھ رہا تھا۔

"میں سن رہا ہوں۔" لہجہ نارمل تھا اور نظریں مظہر پر تھیں۔

"میں چاہتا ہوں اپنے دل و دماغ سے یہ خیال نکال دو کہ مجھے تم پر بھروسہ نہیں ہے۔ مجھے ہے عالیان۔ تم نے واقعی میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ میں یہ سب کبھی نہیں بھلا سکتا۔" اس کا لہجہ کافی نرم تھا۔ عالیان چہرے پر نارمل سے تاثرات لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ "زیادہ گارڈز ساتھ بھجوانا میری مجبوری ہے۔ تم لوگوں کی سیکیورٹی کے لیے بہت ضروری ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے دشمنوں کو کوئی بھی موقع ملے۔ آئی ہوپ تم سمجھ رہے ہو گے۔" عالیان نے سر اثبات میں ہلایا۔ سمجھ تو وہ سب رہا تھا۔ اتنے دنوں میں کم از کم وہ مظہر کو تو سمجھ ہی چکا تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ گارڈز صرف اس پر نظر رکھنے کے لیے ہی بھیجیں جا رہے ہیں۔ مظہر سب کر سکتا ہے مگر عالیان پر کبھی بھروسہ نہیں کر سکتا یہ تو بس ایما کی ضد کے آگے اسے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ ذرا سی گردن گھما کر اس نے ایما کو مسکرا کے دیکھا۔ اتنی مسکراہٹ تو بنتی ہی تھی آخر وہی تو وجہ بنی تھی عالیان کی اٹلی سے نکلنے کی۔

"میں آفس کے لیے نکل رہا ہوں۔ تم بھی ریڈی ہو کر آ جانا۔" اس کے حکم پر عالیان دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ "ایک کمپنی کے ساتھ میٹنگ ہے آج۔ بہت بڑی ڈیل ہے۔ میں اس کی ذمہ داری تمہیں سونپنا چاہتا ہوں۔ تم دبئی سے آ جائو تو پھر اپنا کام دیکھ لینا۔ یہ وقت ہے عروج پر پہنچنے کا ہے عالیان اور یہ وقت تمہارا ہے۔" عالیان ہلکا سا مسکرایا۔ (بلکل یہ وقت میرا ہے۔ تم دیکھنا کیسے تمہاری سکھائی ہوئی ٹرکس کیسے میں تم پر ہی آزماتا ہوں۔)

"اٹس اے گریٹ اونر فورمی مظہر۔۔" وہ سر کو تھوڑا سا خم کرتے ہوئے بولا۔ مظہر مسکراتے ہوئے اپنی نشست سے اٹھ کر اب گارڈز کے ساتھ وہاں سے جا رہا تھا۔

"دیکھا میں نے کہا تھا نا۔۔" ایما مسکراتی ہوئی شکل لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ عالیان نے سرہاں میں ہلایا۔ وہ خاموش رہا اس کے ذہن میں اگر کوئی خیال تھا تو بس یہی کہ کیا پتہ لیزا نے عابد سے کانٹیکٹ کیا ہو گا یا نہیں۔۔

وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے سیاہ تھری پیس سوٹ پہنے کھڑکی سے باہر بھاگتی ہوئی اونچی اونچی عمارتوں کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ دبئی تھا اس کی امیدوں کا شہر۔ اسے مافیا کی دنیا سے نکالنے والا شہر۔

"میں نے کہا نا میں آپکی نوکرانی نہیں ہوں۔۔۔" اونچی عمارتیں جیسے غائب ہو گئیں تھیں اب جو سامنے تھا وہ ردا کا چہرہ تھا۔

"ہائے میرا سر کس کھمبے سے ٹکرا گئی میں؟؟؟" وہی چہرہ وہی تاثرات وہی آواز!! وہ کچھ بھی بھولا نہیں تھا۔

"کیا وہ وہ میں میں۔۔۔ آپکو مینرز نہیں ہیں کہ لڑکیوں کے کمرے میں knock کر کے جایا جاتا ہے۔ یہ امریکہ نہیں ہے۔۔" وہی سرخ چہرہ وہی غصہ۔ وہ جیسے پھر سے ماضی میں چلا گیا تھا۔

"میں۔۔۔ آپ سے سوری کرنے آئی تھی۔۔" اس کا التجائیہ انداز۔ اس کی ندامت سے جھکی نظریں۔ وہ اپنی آنکھیں بند کر گیا۔ لبوں پر تبسم سا بکھر گیا۔

"میں آپکو بلکل یاد نہیں کروں گی نیور۔۔۔" اس کا اٹھا ہوا سر۔۔ اس کا ایٹیٹیوڈ۔ وہ واقعی کچھ نہیں بھولا تھا۔ اس کے ہاتھ پر کسی نے نرمی سے ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے تیزی سے آنکھیں کھول کر گردن گھما کر دیکھا۔

مسکراہٹ ایک دم غائب ہوئی کیونکہ سامنے وہ چہرہ نہیں تھا جس کی اسے چاہت تھی۔ وہ ردا نہیں تھی وہ ایما تھی۔ چمکیلی سنہری میکسی کے ساتھ بے تحاشا میک اپ کیے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں کھو گئے عالیان؟ رات کو بھی خاموش تھے۔ کیا تمہیں خوشی نہیں ہے یہاں آنے کی؟؟" ایک ہی ساتھ میں بہت سے سوال۔ عالیان کا دل کیا کہ اس کے سارے سوال اس کے منہ پر دے مارے۔

"نہیں کچھ نہیں بس ایسے ہی سر میں درد ہے۔۔" اس نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"تم نے رات میں بھی یہی کہا تھا میڈیسن تو لی تھی تم نے۔۔"

"کبھی کبھی وہ میڈیسن ہمیں آرام نہیں دیتی جو ہم درد کے لیے لیتے ہیں شاید ہمیں کچھ اور چاہیئے ہوتا ہے۔۔" کہتے ساتھ وہ رخ دوبارہ موڑ گیا۔ اس کی بات ایما کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ اس کے فون کی بیل بجی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ وہ دونوں کل رات کو ہی دبئی پہنچ چکے تھے اور اب ان کی اگلی منزل میرج ہال تھی۔ اس کے کانوں میں ایما کی ہنس ہنس کے باتیں کرنے کی آوازیں کسی سیخ کی طرح لگ رہی تھیں۔ دل کر رہا تھا کہ چلتی گاڑی کا دروازہ کھول کر کود جائے یا اسے دھکا دے دے۔۔ بس وہ جانتا تھا کہ اب اگر وہ یہاں سے بھاگ کر واپس پاکستان نہ جا سکا تو زندہ رہنے کی خواہش اس میں نہیں رہے گی۔ وہ پھر سے دکھی نظریں لیے باہر دیکھ رہا تھا۔ ایما اب بھی کال میں مصروف تھی۔

کچھ ہی دیر میں وہ ویڈنگ وینیو پر پہنچ گئے تھے۔ عالیان نے گہرا سانس بھر کے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلا۔ ہمیشہ کی طرح ایما اب پھر اس کے ساتھ قدم بہ قدم چلتی ہال میں اینٹر ہوئی۔ ویڈنگ ہال بہت خوبصورت اور بڑا تھا جو پوری طرح وائٹ اور گولڈن تھیم سے ڈیکور تھا۔ درمیان میں سفید راہداری اور اس کے دائیں بائیں سیمی سرکل ٹیبلز کے ارد گرد سفید کرسیاں تھیں جن پر کہیں کہیں لوگ بیٹھے دکھائی دے رہے تھے اور کہیں خالی تھیں کچھ لوگ آپس میں کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ وہاں بھی اس کے جان پہچان کے بہت

سے لوگ تھے۔ ہر کسی سے بخوشی ملتے ہوئے وہ سب کو عالیان سے ملا رہی تھی۔ وہ چہرے پر نقلی مسکراہٹ سجائے ان سے ملتا اور پھر اس کی نظریں چاروں طرف سفر کرنے لگتی لیکن وہاں وہ نہ تھا جس کی اسے تلاش تھی۔ آنکھوں میں ڈھیر ساری افسردگی سی پھیل گئی تھی لیکن بظاہر تاثرات نارمل رکھنے کی پوری کوشش کی۔

ایما اس کا ہاتھ چھوڑتے سامنے لڑکیوں کے ایک گروپ کی طرف بڑھ گئی۔ اسے لگا اس کے ہاتھ جیسے کسی ہتھکڑی سے آزاد ہوئے ہیں۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے سٹیج سے تھوڑے دور پڑے صوفوں میں سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا وہ گہری سوچ میں گم تھا۔ تبھی اس نے ایما کو دیکھا جو پریشانی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اسے ہی ڈھونڈ رہی ہے۔ آنکھیں چھوٹی کیے وہ بغور اس کے چہرے پر خوف دیکھ سکتا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی ایما نے گہرا سانس لیا اور سر جھٹک کر تیز قدم لیتے اس کی طرف بڑھنے لگی عالیان تلخی سے مسکرایا۔

"تمہیں لگا میں بھاگ گیا۔۔" انداز طنزیہ تھا۔ ایما نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"مجھے تمہاری فکر ہے۔۔" وہ جھوٹ بول رہی تھی اسے صرف ڈر تھا کہ وہ بھاگ جائے گا اور یہ بات عالیان اسی وقت سمجھ گیا تھا جب وہ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر اسے ڈھونڈ رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہے ایما میرے صرف سر میں درد ہے تم جاؤ فرینڈ کی شادی ہے انجوائے کرو۔۔" وہ نارمل انداز سے بولا۔

"اگر طبیعت زیادہ خراب ہے تو ہم ڈاکٹر کے پاس چلے جاتے ہیں برائیڈ اور گروم کو آنے میں ٹائم ہے۔۔" وہ نرمی سے بولی تو عالیان نے آگے ہو کر اس کا ہاتھ تھاما اور مسکرا کر اسے دیکھا۔

"خوامخواہ میری وجہ سے اپنی خوشی سپوئل مت کرو۔ جاؤ تمہاری فرینڈز تمہیں ہی دیکھ رہی ہیں۔ میری طبیعت تھوڑی سیٹ ہو تو میں تمہارے پاس ہی آتا ہوں۔۔"

"آر یو شیور؟؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تو عالیان نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

ایما چلی گئ۔ وہ صوفے سے ٹیک لگائے آنکھیں موند گیا۔ کافی دیر وہ ایسے ہی بیٹھا رہا۔

"تو کیا ہمارا انوسینٹ سالو سیفر مافیا جوائن کر کے زیادہ خطرناک لو سیفر تو نہیں بن گیا؟؟" عالیان نے کرنٹ کھا کر تیزی سے آنکھیں کھولیں۔ گردن گھمائی ساتھ جو شخص بیٹھا تھا وہ حلیے سے پہچانا تو نہیں جا رہا تھا مگر وہ فوراً پہچان گیا۔

"عابد!!!" وہ دبی ہوئی آواز سے چلایا۔

"حوصلہ رکھو حوصلہ کیوں سب کو شک کراتے ہو۔۔" عالیان کی خوشی کی انتہا نہیں تھی دل تھا کہ پورے ہال میں اچھلنا شروع کر دے۔

"او۔۔ تھینکس لیزا۔۔ یو ہیو نو آئیڈیا آئی ایم سو ہیپی۔۔"

"ہاہاہا۔۔ بس زیادہ کھی کھی نہ کرو ایما دیکھ لے گی اور میرا نام لینے سے بھی پرہیز کرو ورنہ یہیں چھوڑ جاؤں گا۔ دل تو کرتا ہے اس ایما کو وہاں جا کر ماروں جہاں پانی کا ایک گھونٹ اسے میسر نہ ہو۔" وہ دانت پر دانت جمائے ایما کو دیکھتے ہوئے سرد مہری سے بولا۔ اس کے کہنے پر عالیان نے گردن سیدھی کی۔ ایما کی اس کی طرف پشت تھی۔

"ہاں تو کیا پلین ہے تمہارا؟؟"

"سامنے پلر کے پاس میرا بندہ دکھائی دے رہا ہے؟؟" عالیان نے سامنے دیکھا وہاں ایک آدمی کھڑا تھا اور "ہوں" کیا۔۔ "ابھی کچھ ہی دیر میں برائڈ اور گروم اینٹر ہوں گے۔ تمام لائیٹس آف ہو جائیں گی صرف ایک سپاٹ لائٹ ہو گی جس کا فوکس گروم اور برائیڈ پر ہو گا ساتھ میں بہت سی فوگ بھی ہو گی اور میری وجہ سے کچھ زیادہ ہی ایکسٹرا فوگ ہو گی۔۔ وہ سپاٹ لائٹ لگانے میں تھوڑی سی دیر کرے گا۔۔" عالیان نے پھر

سے "ہوں" کیا وہ اسے غور سے سن رہا تھا نظریں سامنے مرکوز کیے۔۔ عابد نے سامنے اپنے بندے کو سر ہلا کر اشارہ کیا۔

"میں کائونٹ ڈائون شروع کرتا ہوں۔ آر یو ریڈی؟؟"

"یس۔۔"

"ایک۔۔۔ دو۔۔۔ گو می یور ہینڈ۔۔ (عالیان نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑا)۔۔ 3۔ "ہر طرف اندھیرا ہو گیا۔ وہ دونوں تیزی سے اٹھے۔ ایما جھٹکے سے پیچھے مڑی۔ وہ بہت دور کھڑی تھی اسے ایک خوف سا محسوس ہوا۔ اندھیرے کے باعث اسے کچھ نظر نہیں آیا۔۔ وہ تیزی سے عابد کا ہاتھ پکڑے ہال کی پچھلی طرف آیا۔ پھر سامنے کھڑے دو گارڈز کو دیکھ کر وہ دونوں اوٹ میں ہو گئے۔

"شٹ!!" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"ڈونٹ وری اس کا بندوبست کرتا ہوں۔۔ "اس نے کانوں میں ائیر پوڈز پہن رکھے تھے۔۔ "ان دونوں گارڈز کو یہاں سے ہٹائو کچھ بھی کر کے ہری اپ۔۔ "وہ تیزی سے بولا۔ اندر ہال میں سپاٹ لائٹ آن ہو گئی تھی۔ سفید رنگ کی لانگ میکسی پہنے برائڈ گروم کے بازو میں بازو ڈالے مسکراتے ہوئے آ رہی تھی۔ ایما دوبارہ گھومی۔ اب اتنی روشنی تھی کہ اسے پیچھے کھڑے لوگ دکھائی دے رہے تھے مگر عالیان نہیں تھا اس کا دل تیزی سے دھڑکا۔ پھر مین انٹرنیس میں کھڑے ایک گارڈ کو کال ملانے لگی۔ ایک عورت اس کے ساتھ سے گزری تو اسے دھکا مار گئی موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ غصے میں اسے انگلش میں برے الفاظ سے مخاطب کرتے وہ جھک کر فون ڈھونڈنے لگی۔

"ایما میم تم دونوں کو بلا رہی ہیں جس شخص کی نگرانی کرنی تھی وہ بھاگ گیا ہے جلدی سے اندر جائو دونوں۔۔ "عابد کا وہی بندہ ان دونوں گارڈز سے مخاطب تھا۔

"مگر ہمیں تو کوئی کال نہیں آئی۔۔" وہ دونوں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولے۔

"مجھے جو بھیج دیا ہے وہ بیچاری خود ہلکان ہوئے جا رہی ہیں جاؤ ڈھونڈو اسے۔۔" وہ گارڈز سر ہلاتے تیزی سے اندر کی طرف بھاگے۔ عابد ائیر پوڈز کی وجہ سے سب سن سکتا تھا۔ گارڈز اندر کی طرف بھاگے تو وہ اور عالیان باہر کی طرف بھاگے۔ باہر نکلتے ہی سامنے اورنج Lamborghini کھڑی تھی۔

"ہو ہو!!!" عالیان نے پرجوش انداز میں اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور تیزی سے دونوں اس میں سوار ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی نکل پڑی۔ عالیان نے سکھ کا سانس لیا آخر کار جان چھوٹ گئی تھی۔۔ قید سے رہائی مل گئی تھی۔۔ وہ پرسکون تھا۔۔ اگر کوئی بے چین تھی تو وہ ایمان درانی تھی۔ دوست کی شادی تو جیسے وہ بھول ہی گئی تھی تیزی سے باہر گارڈز کی طرف گئی۔

"یو بلائینڈ پیپل!!" وہ غصے سے گارڈز پر دھاڑی۔۔ "آہ۔ گدھوں وہ کیسے بھاگ گیا؟؟ اوہ گاڈ۔۔" وہ اپنا سر پکڑے کھڑی تھی۔

"میم ہم ڈھونڈ لیں گے اتنی جلدی کہیں۔۔۔" الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے ایمان نے آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا۔ چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔۔ "مجھے وہ چاہیئے۔۔ آج ابھی۔۔ اسی وقت۔۔ سمجھے تم لوگ۔۔" اس کے سینے پر زور سے مار کر وہ پھر سے دھاڑی۔۔ گارڈز پھر سے حرکت میں آئے۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی عالیان۔۔ You betrayed me" سرخ متورم آنکھوں میں غصہ تھا آنسو تھے۔ لائینر پھیل چکا تھا۔۔ ہئیر سٹائل خراب ہو گیا تھا۔ غصے سے روتے چیختے اس نے پرس اٹھا کر گاڑی پر دے مارا کچھ گارڈز اسے سنبھالنے کے لیے آگے بڑھے مگر اس نے ان کو زور سے پرے دھکیلا۔ "اسے

ڈھونڈو۔۔" وہ پھر سے چیخی۔ آس پاس کافی لوگ جمع ہو گئے تھے مگر اسے اس وقت عالیان کے بھاگ جانے کا خیال تھا۔

گاڑی دبئی کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ عالیان کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں اب ؟؟" وہ اس وقت ڈرائیو کرتے عابد سے مخاطب تھا۔

"سب سے پہلے ہم شارجہ جائیں گے میرے گھر۔۔ بس کچھ ہی مسافت پر ہے۔ وہاں پہنچ کر تمہارے پاسپورٹ کا کچھ کریں گے۔۔" نظریں سامنے سڑک پر تھیں۔

"کتنا وقت لگے گا پاسپورٹ بننے میں ؟؟"

"بس کچھ دن۔۔ جہاں اتنے مہینوں صبر کیا بس کچھ دن اور میرے دوست۔۔ پھر تو اپنے گھر اپنی فیملی کے ساتھ ہو گا۔۔"

"انشاءاللہ۔۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔۔ "تمہارا احسان ہے مجھ پر عابد میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔۔"

"بھلانا بھی نہیں چاہیئے۔۔" کہتے ہی دونوں کا قہقہہ گونجا۔

وہ اس وقت شارجہ کے ایک شاپنگ مال میں موجود تھا۔ مٹیالے رنگ کی ٹی شرٹ کے ساتھ ہلکے نیلے رنگ کی پینٹ پہنے اور ہیڈ فونز گردن میں لٹکائے سر پر پی کیپ پہنے چہرے پر ماسک چڑھائے وہ سامنے دیکھتے ہوئے چلتا جا رہا تھا اسی دوران اس کا فون بجنے لگا۔ جیب سے فون نکال کر کال اٹینڈ کی اس سے پہلے کچھ بولتا عابد کی غصیلی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"کہاں ہو تم ؟؟" وہ کافی غصے میں تھا۔

"آ آ آ۔ مال میں ہوں۔۔" عالیان ڈرتے ہوئے بولا۔

"یو۔۔۔" عابد کچھ کہتے کہتے رکا۔۔ "تمہیں منع کیا تھا میں نے گھر سے مت نکلنا۔۔ سمجھ نہیں آتی۔۔"

"یار میں تنگ ہو گیا تھا۔ تو سوچا تھوڑا شارجہ ہی دیکھ لوں۔۔" معصومانہ انداز سے کہتے وہ اب لفٹ میں داخل ہوا۔

"حد کرتے ہو تم۔۔ جانتے ہو نا ایما اور مظہر کے پالتو کتے تمہیں ڈھونڈنے میں لگے ہیں۔۔ خیر پارکنگ ایریا میں پہنچو۔۔ آئی ایم کمنگ۔۔" کہتے ساتھ اس نے کال کاٹ دی۔ عالیان نے کان سے فون ہٹا کر اسے دیکھا اور ایک گہری سانس لی۔ سر جھٹک کر اس نے ہیڈ فونز اپنے فون سے کنیکٹ کیے اور کانوں پر چڑھا لیے۔ کچھ دیر میں وہ پارکنگ ایریا میں پہنچ کر سیدھا اپنے ہیوی بائیک کی طرف بڑھا جو اسے عابد نے دی تھی اور پھر ایک آواز پر رکا جو اس کی پشت سے آئی تھی۔ وہ ہکا بکا کھڑا رہا مڑنے کی ہمت اس میں نہ ہوئی۔ میوزک کی آواز قدرے آہستہ تھی اسی لیے وہ آس پاس کی آوازیں باآسانی سن سکتا تھا۔

"تمہیں کیا لگا میں تمہیں ڈھونڈ نہیں سکوں گی۔۔" عالیان نے گردن گھمائی تو سامنے کھڑی ایمان درانی کو دیکھا جس کی سرخ آنکھیں اس بات کی گواہ تھیں کہ آج وہ سب تہس نہس کر دے گی۔ عالیان نے اس کے ہاتھ میں پسٹل دیکھا اور پھر اس کے ساتھ کھڑے دو چوڑی جسامت والے گارڈز کو۔ آنکھیں چھوٹی کیے انہیں گھورتے گھورتے اس نے ہیڈ فونز کانوں سے ہٹا کر گردن پر لٹکا لیے۔

"بتاؤ عالیان کیا سمجھا تھا تم نے ایما کو دھوکہ دینا آسان ہے؟" وہ ایک بار پھر چیخی۔ عالیان کچھ نہیں بولا یا شاید بول پا ہی نہیں رہا تھا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا ہاں۔۔ سب کتنا اچھا چل رہا تھا۔ایک اچھی زندگی گزار رہے تھے ہم۔۔ تم نے بھاگ کر سب تباہ کر دیا۔۔" وہ قدم اٹھاتے اس کے قریب آئی۔عالیان کی نظریں اس کی سرخ آنکھوں پر جمی تھیں۔ پھر اس نے دیکھا ایما نے پسٹل کا رخ اس کی طرف کیا۔اس کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں۔

"میں چاہوں نا تو اس پسٹل کی ساری گولیاں تمہارے سر میں اتار دوں۔۔" عالیان یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

"لیکن میں ایسا نہیں کروں گی آخر دن رات گزرے ہیں تمہارے ساتھ میرے۔۔مجھے دھوکہ دے کر تم نے اچھا نہیں کیا عالیان اپنی زندگی مشکل بنادی ہے تم نے۔۔" ایما عجیب طرح سے مسکرائی جبکہ عالیان کے چہرے پر خوف تھا۔ پارکنگ ایریا میں ایک اور گاڑی سپیڈ میں داخل ہوئی۔ٹائروں کی آواز اور اڑتی دھول پر ایما نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔عابد گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور بڑے اطمینان سے گاڑی سے ٹیک لگائے ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا۔

"ایما ایک سوال کا جواب دو۔۔" وہ وہیں دور سے کھڑے پوچھنے لگا۔وہ مسکرا ابھی رہا تھا جیسے وہ فاتح ہو۔ایما نے سر تا پیر اسے دیکھا۔"دو زیادہ ہوتے ہیں یا چھ ؟؟" ایما نے نا سمجھی سے آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھا۔اسی دوران تین گارڈز دائیں اور تین بائیں طرف سے آئے۔گارڈز کو دیکھتے ہی ایما کو جیسے اس کے سوال کی سمجھ لگی تھی۔وہ عابد کی طرف ہی مڑی ہوئی تھی عالیان نے دائیں بائیں دیکھتے تیزی سے اس کے ہاتھ سے پسٹل جھپٹا اور اس کے سر پر تانے کھڑا ہو گیا۔ایما نے بڑی بڑی آنکھیں کھول کر اپنے سامنے کھڑے عالیان کو دیکھا۔

"اپنے ان دونوں کتوں سے کہو ہتھیار ڈال دیں۔۔" عابد نے تیز آواز سے کہا۔اسکی گاڑی تھوڑے فاصلے پر کھڑی تھی اور وہ بڑے اطمینان سے تھا لیکن ایما نے کچھ نہیں سنا وہ بس عالیان کو دیکھے جا رہی تھی۔۔

"تم مجھے مارو گے اپنی بیوی کو؟؟" گلے میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے ہوئے وہ بولی۔

"میں چاہوں ناتو اس پسٹل کی ساری گولیاں تمہارے سر میں اتار دوں۔۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا آخر میرے دن رات گزرے ہیں تمہارے ساتھ۔" ایما کے الفاظ ہو بہو اسی طرح دہرائے۔ ایما نے باری باری اس کی کالی آنکھوں کو دیکھا۔

"میں تمہاری دنیا میں نہیں رہنا چاہتا ایما جاؤ اور مجھے میری زندگی میری دنیا میں گزارنے دو۔۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے آخری قتل کی وجہ تم بنو۔۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتا ایک قدم اٹھاتا اس کے سامنے آیا۔ ایما ساکت کھڑے بس اسے دیکھے گئی۔

"عالیان ہمیں جانا ہے۔۔۔" عابد دور سے بولا تو عالیان سر ہلاتے جانے لگا پھر اس کے کان میں جھک کر بولا۔ "میں جیتا تم ہاری۔۔" کہتے ساتھ وہ جانے لگا۔ ایما نے تیزی سے اپنے گارڈ سے پسٹل جھپٹ کر اپنی کنپٹی پر رکھا۔

"رک جاؤ عالیان۔۔" وہ دو قدم ہی چلا تھا پھر اس کی آواز پر رکا۔ پلٹ کر اس نے دیکھا تو جیسے ہل نہ سکا۔ "سب کہتے ہیں میں ایک سائیکو پیتھ ہوں صرف اس لیے کہ جس چیز کی چاہ کرتی ہوں اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتی ہوں اور کرتی بھی ہوں۔" اس کی سرخ آنکھوں سے اب آنسو بہنے لگے تھے۔۔ "میں زندگی میں کبھی نہیں ہاری کیونکہ میں ہر چیز کو اپنا بنا سکتی ہوں چھین سکتی ہوں لیکن آج میں واقعی ہار گئی ہوں کیونکہ میں تمہیں اس دنیا سے نہیں چھین سکی۔۔" عالیان کے قدم ہلے۔۔ "اور چونکہ میں ایمان درانی اتنا برا ہاری ہوں تو مجھے جینے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔"

"نو۔۔ نو ایما ایسا مت کرو۔۔" عالیان کے چہرے پر خوف سا طاری ہو گیا وہ بس پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گیا۔۔

"ٹھیک ہے نہیں کرتی تم مت جائو۔۔میں معاف کردوں گی تمہیں ہم خوش رہیں گے۔۔بس میرے ساتھ چلو پلیز۔۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔پسٹل اب بھی اس نے اپنے سر پر ہی تانی ہوئی تھی۔

"عالیان اس کی مت سنو۔۔اس نے تمہیں تباہ کیا۔تم نے خود کو بدلنا ہے ایک اچھی زندگی گزارنی ہے۔۔ آجائو۔لیو ہر۔۔۔" عابد وہیں سے چیخ کر بولا عالیان نے گردن نہیں گھمائی۔

"مت جائو۔۔" وہی منت بھرا لہجہ۔۔وہ دوبارہ عابد کی آواز پر پلٹا۔اسے جانا تھا۔لڑکھڑاتے ہوئے اس نے ایک قدم اٹھایا۔

"میں تین تک گنوں گی۔۔" اس کی آواز پر وہ پھر رکا۔خوف کے مارے اس کا چہرہ اور جسم پسینے سے بھر گیا تھا۔

"ایک۔۔۔" وہ نہیں پلٹا۔ایک قدم بڑھایا۔وہ بھاگ نہیں پا رہا تھا۔عابد دور تھا۔بس اسے رکنا نہیں تھا لیکن اس کے قدم ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ایما کی سسکیاں اس کے کانوں سے ٹکرائیں۔

"دو۔۔۔" اس نے گردن سے ہیڈ فونز اوپر کر کے کانوں پر چڑھائے اور والیوم بڑھا لیا۔ایک تیز میوزک اس کے کانوں کے پردے ہلانے لگا۔اب نہ ایما کی آواز تھی نہ کسی گنتی کی صرف تیز سے بھی تیز میوزک کی آواز تھی۔وہ نہ ایما کو سننا چاہتا تھا نہ ہی کسی گولی کی آواز کو۔۔اس کے قدموں کی رفتار تیز ہوئی تقریباً بھاگتے ہوئے وہ گاڑی کا دروازہ کھولتے پیسنجر سیٹ پر بیٹھا۔عابد کی رنگت سفید پڑ رہی تھی لرزتے ہاتھوں سے اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور بھگاتے ہوئے لے گیا۔پیچھے کیا ہو صرف عابد جانتا تھا۔گاڑی سڑک پر تقریباً بھاگ رہی تھی۔عالیان نے ہیڈ فونز اتار کر اسی طرح گردن پر لٹکائے۔اس کا سر پھٹ رہا تھا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا جسم لرز رہا تھا۔ بمشکل اس نے اپنے ہونٹوں کو جنبش دی۔

"کیا اس نے گولی۔۔۔"

"کچھ دیر میں تمہاری فلائٹ کا ٹائم ہو جائے گا۔سب کچھ ریڈی ہے بس تم پاکستان جاؤ اور سب بھول جانا۔۔" نظریں سامنے سڑک پر مرکوز کیے وہ عالیان سے مخاطب تھا۔

"کیا اس نے۔۔"اس کا سانس وہیں اٹکا ہوا تھا۔

"تمہارا کچھ ضروری سامان گاڑی میں ہی ہے جاتے ہوئے ساتھ لے جانا۔۔" وہ اس کا سوال نظرانداز کر رہا تھا۔

"عابد مجھے بتاؤ۔۔۔"

"شٹ اپ عالیان کیا بتاؤں ؟؟ بھول جاؤ سب۔۔" وہ تیزی سے بولا۔عالیان نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

"وہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔۔"آنسو زاروقطار بہہ رہے تھے۔

"غلط تم صرف اس کے قیدی تھے۔۔ محبت زور زبردستی نہیں مانگتی۔۔جو ہوا اسے ہونا تھا۔۔"

"میں ساری عمر اس گلٹ میں رہوں گا وہ میری وجہ سے۔۔۔"

"تمہاری وجہ سے نہیں اپنی وجہ سے۔۔وہ اپنی وجہ سے مری ہے عالیان۔۔ خود کو بلیم مت کرو۔۔"

"مگر عابد۔۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔۔تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔۔" عابد نے ایک ہاتھ سے اسے کندھے پر تھپکی دی۔"تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔۔"عالیان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور سر اثبات میں ہلایا۔وہ ٹھیک ہو جائے گا سب بھول جائے گا ہاں ایسا ہی ہوگا۔۔خود کو تسلیاں دیتے اس نے اپنا بھیگا چہرہ ہاتھوں سے رگڑ کر صاف کیا اور شیشے سے باہر دوڑتی اونچی عمارتوں کو دیکھنے لگا۔آسمان میں اندھیرا چھانے میں ابھی کافی وقت تھا۔۔

کچھ گھنٹوں کے جہازی سفر کے بعد وہ کراچی پہنچ چکا تھا۔بجائے گھر جانے کے وہ سیدھا سمندر پر آیا تھا۔ابھی اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ گھر جا کر ڈیڈ کا سامنا کرتا۔اس کالی گھنی رات میں سمندر کی لہروں کا شور اس کے اعصاب کو سکون بخش رہا تھا۔اس نے بازو ہوا میں پھیلا کر تیز چلتی ہوا میں آنکھیں بند کر کے گہرے سانس لیے۔یہ آب و ہوا اسے بہت مختلف لگ رہی تھی یا شاید ہر قیدی کو قید سے رہا ہو کر ایسی ہی لگتی ہے۔سچ کہتے ہیں سمندر کی لہروں سے خوبصورت راگ کوئی نہیں ہے۔کچھ دیر اسی طرح کھڑا رہنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور سمندر کے سائڈ پر ٹھنڈے پانی میں ننگے پیر چلنے لگا۔چلتے چلتے اس کی نظر سامنے کھڑی گاڑی پر رکی جو اس سے فاصلے پر کھڑی تھی۔ تھوڑا قریب جا کر اس نے دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں کیونکہ وہ اسی کی سفید Honda civic کھڑی تھی۔

"میری گاڑی یہاں۔۔"اسے واقعی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھی۔ تیز قدم لیتے اس نے پیچھے جا کر نمبر پلیٹ دیکھی یہ اسی کی گاڑی تھی اب جیسے اسے پکا یقین آگیا تھا۔وہ سوچوں میں گم ابھی اپنی گاڑی کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک بچہ بھاگتا ہوا اس کا بازو پکڑ کر تیز تیز سانس لینے لگا۔اس نے گردن گھما کر اسے دیکھا جس کے ماتھے پر ایک چوٹ کا نشان تھا جو شاید تازہ تھا۔

"صاحب جی ہماری مدد کرو۔۔"وہ دس سے گیارہ سالہ بچہ روانی میں بولتا گیا۔۔

"کون ہو تم اور کیا ہوا ہے؟؟"عالیان نے گھٹنوں کے بل جھک کر اس سے پوچھا۔

"ہم گجروں والا ہوں صاحب۔۔ ہم کو چھوڑو۔۔وہ باجی کو بچا لو۔۔"وہ تیزی سے بولا۔عالیان نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کون سی باجی؟؟"

"وہ جو اس گاڑی میں آیا تھا۔ "رک کر اس نے اس گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔۔ "وہ ہر اتوار کو آتا تھا۔ آج بھی آیا تھا۔۔ "عالیان کو کچھ سمجھ نہیں آئی اس کی گاڑی کسی لڑکی کے پاس تھی کیوں اور کیسے؟؟

"دیکھو مجھے تفصیل سے بتاؤ کون سی لڑکی ہے اور اس کو کیا ہوا ہے؟؟ "اس نے دونوں ہاتھوں کو اس کے دونوں کندھوں پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ سبز آنکھوں والا باجی۔۔ "عالیان صدمے کی حالت میں اس بچے کو دیکھے گیا۔ ذہن میں پہلا خیال ہی ردا کا آیا تھا مگر وہ یہاں کراچی میں؟؟ سر جھٹک کر وہ پھر بچے کی طرف متوجہ ہوا۔۔ "کوئی تین لوگ آئے تھے اس کو زبردستی لے کر جا رہے تھے اپنے ساتھ۔۔ ہم نے ان کو بچانے کی کوشش کی تو ہم کو زور سے مار کر دور پھینکا۔۔ اور پھر باجی کے سر پر بھی ڈنڈا مار کر ان کو لے گیا ساتھ۔۔ "عالیان کا دماغ یک دم ماؤف ہو گیا تھا۔ اعصاب شل تھے۔

"کہاں لے کر گئے ہیں کچھ پتہ ہے؟؟"

"ہاں صاحب جی ان کو لگا ہم بیہوش ہو گیا ہوں وہ کسی قریبی زیر تعمیر عمارت کا ذکر کر رہے تھے۔۔ ہم کب سے ادھر کسی کا انتظار کر رہا ہوں کوئی آیا ہی نہیں تم آئے تو ہم کو امید لگی اس کو بچا لائیو۔۔ "بولتے بولتے رک کر اس نے بائیں طرف ہاتھ لمبا کر کے اشارہ کیا۔۔ "ہم کو لگتا اس طرف تھوڑا آگے جو عمارت بن رہا ہے وہاں لے کر گئے ہیں تم جا کر دیکھ لو نا صاحب یا پولیس کو لے جائیو۔۔"

"اور اگر وہاں نہ ہوئی تو۔۔۔"

"تم دیکھو تو صاحب جا کر کیا پتہ وہیں ہو۔۔ ہم سمجھ گیا تم ڈرتا ہے نا۔۔ کوئی بات نہیں ہم چلتا ہے تمہارے ساتھ۔۔ "عالیان نے عجیب شکل بنا کر اسے دیکھا۔۔

"اچھا میں دیکھتا ہوں اگر وہاں نہ ہوئی تو میں دوبارہ آؤں گا تم میرے ساتھ پولیس سٹیشن چلنا۔۔"

"ہاں تم ہمارا نمبر لکھ لو پھر ہم کو بتانا۔" کہتے ساتھ اس نے جیب سے چھوٹا بٹنوں والا موبائل نکال کر عالیان کو دکھایا۔ عالیان نے حیرت سے اسے سر تا پیر گھورا۔

"سم ہے اس میں؟؟" ایک ابرو اچکاتے ہوئے اس نے اس بچے سے پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا سانپ والا گیم کھیلنے کے لیے رکھا ہے ہم نے۔ ہونہہ۔۔ اور صاحب ایسے گھورو مت ہمیں اپنی محنت کے کمائی سے لیا ہم نے چوری کا نہیں ہے۔۔ بس اس میں بیلنس نہیں ہے ورنہ ہم خود کسی کو فون کر لیتا۔۔ لون بھی پہلے کا لیا ہوا ہے۔۔۔ تم جائو نا کتنا بولتے ہو۔۔ اب جائو بھی۔۔" ایک ہاتھ عالیان کے سینے پر مارا۔ عالیان نے تو اس باتونی بچے کو دیکھ کر جیسے کانوں کو ہاتھ لگایا اور سر اثبات میں ہلاتے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"ہم کو فون کرنا۔۔" اس نے پیچھے سے پھر سے اسے پکارا۔ عالیان نے گردن گھما کر اسے دیکھا جو ہاتھ میں اپنا چھوٹا موبائل لہرا رہا تھا۔۔

"کمال ہے۔۔" کندھے اچکاتے اس نے اپنے جوگرز دوبارہ پہنے پھر گاڑی میں بیٹھا اور ڈرائیو کرتے وہاں سے اسی سمت گاڑی لے گیا جدھر اس بچے نے اشارہ کیا تھا۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ مسلسل کسی کو کال ملا رہا تھا آخر کار اس کی کال اٹھا لی گئ۔ تھوڑی ڈرائیونگ کے بعد اسے وہ عمارت مل گئ تھی جو زیر تعمیر تھی۔ جس طرف وہ تھا وہ عمارت کا فرنٹ تھا سامنے ہی اسے ایک گاڑی کھڑی دکھائی دی یعنی وہ صحیح جگہ آیا تھا۔ گاڑی کو ریورس کرتے وہ عمارت کی پچھلے حصے کی طرف لے گیا۔ باہر نکل کر وہ اسی پچھلی سائڈ سے اندر داخل ہوا۔ اس کے بائیں طرف زینے اوپری منزل کی طرف جاتے تھے۔ وہ آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ اسے کچھ قدموں کی آوازیں آئیں۔ وہ تیزی سے سیمینٹ کی زینوں کے پیچھے چھپ گیا۔ وہ سانس روکے بیٹھا تھا لیکن نیچے کوئی نہیں اترا ایک گہرا سانس لیا اور ہلکے ہلکے قدم لیتے زینے چڑھ کر اوپر جانے لگا۔ اوپر پہنچتے ہی اس نے دیوار کی

اوٹ میں ہو کر سامنے دیکھا جہاں دو لڑکے کھڑے سیگریٹ سلگا رہے تھے۔ وہاں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ وہ بڑے آرام سے زینے اتر کر دوبارہ نیچے آیا۔

"پتہ نہیں یہاں وہ ہے بھی یا نہیں۔۔ کیا پتہ یہ مزدور لوگ ہوں۔۔" وہ سر پکڑے ایسے ہی ادھر ادھر چکر کاٹنے لگا تو اس نے دیکھا تھوڑا آگے جا کر بائیں طرف بھی زینے تھے وہ ان کی طرف بڑھ گیا۔۔

"افف یہ کیسی جگہ ہے سمجھ ہی نہیں آ رہی کہاں جائوں کہاں نہیں۔۔ بس بہت ہو گیا میں جا رہا ہوں یہاں سے۔۔" وہ اب اکتا کر جانے ہی لگا تھا کہ اسے ایک لڑکے کی چیخنے کی آواز آئی وہ فوراً دیوار کے پیچھے چھپ گیا۔ ایک دل کیا کہ اوپر جائے لیکن وہ کچھ دیر وہیں کھڑا رہا۔۔ تھوڑا سا سر نکال کر اس نے سامنے زینیں پھلانگتے ایک لڑکی کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے سب کچھ جیسے سلو موشن میں ہونے لگا تھا۔ وہ ردا تھی کالے رنگ کا حجاب اوڑھے وہ تیزی سے زینے اتر رہی تھی۔ اس نے دیکھا وہ بجائے باہر جانے کے اندر کی طرف بھاگی شاید اسے راستہ صحیح سے نہیں معلوم تھا۔ عالیان پھرتی سے اپنی دوسری طرف گھوما جہاں دیوار میں ایک بڑا سا سوراخ سا بنا تھا وہاں ضرور کھڑکی بنی تھی۔ وہ وہاں سے باہر کودا اور گھوم کر دوسری طرف آیا جہاں مکمل اندھیرا تھا۔ تیزی سے اس نے بھاگتی ہوئی ردا کو بازو سے پکڑ کر کھینچا اور اس کے منہ پر ہاتھ رکھے دوسری طرف ہو گیا۔

موجودہ وقت:

اس نے گاڑی ایک تنگ گلی کے پرانے سے گھر کے سامنے روکی۔ آنکھوں پر سجائے سیاہ گلاسز اتار کر اس نے ڈیش بورڈ پر رکھے اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ باہر نکلتے ہی اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائی اور پھر کونے میں ایک پرانے سے گھر کی طرف بڑھا۔ اس نے خاکی رنگ کی آدھی آستینوں والی شرٹ اور کھلی نیلے رنگ کی جینز کی پینٹ پہن رکھی تھی۔ سورج کی روشنی میں اس کے کانوں کی بالیاں ویسے ہی چمک رہی تھیں اور گھنے گھنگرالے بال ہنوز بکھرے بکھرے سے تھے۔ اس نے اپنا چہرہ بلیک ماسک سے ڈھک رکھا تھا۔ لکڑی کے بنے دروازے کے پاس ہی اسے اپنا مطلوبہ بندہ مل گیا تھا جس کی عمر لگ بھگ تیس سے پینتیس تھی۔

رسمی علیک سلیک کے بعد وہ بندہ اسے اندر لے جانے لگا۔

کچھ ہی دیر میں وہ انہی تینوں لڑکوں کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔ تینوں کے ہاتھ پیچھے کمر پر بندھے ہوئے تھے۔ اس اندھیر کمرے میں صرف ایک درمیان میں لٹکے ٹارچر بلب کی روشنی تھی۔ ان تینوں لڑکوں کی آنکھوں پر کالی پٹی بندھی تھی۔ وہ اب ماسک اتار چکا تھا اور سرد نگاہوں سے انہیں گھورے جا رہا تھا۔ اس کی نظریں ایک کے چہرے سے ہو کر دوسرے کے چہرے کے زخموں تک سفر کر رہی تھیں۔

"چلو بھونکنا شروع کرو۔۔" وہ اب کی باران کی طرف جھک کر بیٹھا تھا۔ تینوں کے کانوں تک جب اس کی آواز گئی تو ان کے جسموں پر حرکت طاری ہو گئی۔

"کون ہو تم ہاں؟ ہمیں یہاں ایسے کیوں باندھ رکھا ہے؟ ہماری آنکھوں پر پٹیاں کیوں باندھی ہیں بولو؟" درمیان میں بیٹھا لڑکا چیخ چیخ کر بول رہا تھا اور وہ کافی گھبرایا ہوا بھی تھا۔

"میں وہ ہوں جس کی ردا کو اغوا کر کے تم لوگوں نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے جس کا خمیازہ تم لوگوں کو اب بھگتنا پڑے گا۔" وہ دانت پر دانت جمائے باری باری ان تینوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"بھائی پہلے یہ بتاؤ آخر ردا کس کس کی ہے؟؟" اب کی بار آواز پہلے والے لڑکے کی تھی۔

"بکواس بند کرو۔ نہیں تو تمہاری ہڈیاں تک تمہارے باپ کو نہیں ملیں گی۔۔" اس نے آگے ہو کر اس کو گریبان سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ہماری کوئی غلطی نہیں ہے۔ ہمارا کوئی لڑکیاں پکڑنے کا دھندا نہیں ہے۔ ہم تو اس بلڈنگ میں اپنے کام کے لیے جاتے تھے۔ ظفر نا جانے کہاں سے اس لڑکی کو اٹھا لایا۔۔ ہمیں بس کہا اس کا خیال رکھو اور پھر خود پتہ نہیں کہاں دفع ہو گیا ہمیں پھنسا کے۔۔" اب کی بار تیسرا لڑکا تیز تیز بولتا گیا۔ عالیان نے جھٹکے سے اس لڑکے کا گریبان چھوڑا اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔۔

"ہاں ہم تو سٹوڈنٹس ہیں یہ ایک ظفر ہی ہے جو باپ کی ڈھیل پر پتہ نہیں کیا کیا کرتا پھرتا ہے۔۔ ہم نے تو اسے ہاتھ تک نہیں لگایا۔۔"

"ہاتھ نہیں لگایا تو یہ حال ہے ہاتھ لگاتے تو یہ ہاتھ اپنے ہاتھوں سے توڑتا۔۔" عالیان سختی سے بولا تو پہلے والا لڑکا زور زور سے ہنسنے لگا۔۔

"اسے ہاتھ لگاتے تو تم تک پہنچنے سے پہلے وہ خود ہی ہمیں اوپر پہنچا چکی ہوتی۔ افففف اس آفت کی شاٹ!! آئوچ۔۔" یکدم ہی اس کے سوچ ہوئے منہ پر درد سا اٹھا۔ عالیان پہلے تو حیران ہوا اور پھر ہلکا سا مسکرا کر سر جھٹک کر رہ گیا۔۔

"او و تو تم لوگوں کے منہ پر جو چوٹیں ہیں یہ ردا کی مہربانی ہے۔۔ سو سیڈ!!" وہ طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"تو تمہیں کیا لگا تھا کہ ہم نے ایک دوسرے کی کٹائی خود کی ہے؟ ہونہہ۔۔" پہلا لڑکا اس کے طنز پر خاصا بدمزہ ہوا تھا۔۔

"پکڑنا ہے تو جا کر ظفر کو پکڑو اور ہمارا بدلہ بھی لینا اس سے۔ ہمیں جانے دو۔۔"

"وہ تو اب ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔۔" عالیان کا دوست اندر آتے ہوئے بولا۔ "میرے ساتھ باہر آنا کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔" عالیان سر ہلاتا اٹھ کر اس کے ساتھ باہر جانے لگا۔

"نیوز دیکھی ہے تم نے؟؟" اس کے سوال پر عالیان نے تعجب سے اسے دیکھا اور سر نہ میں ہلا دیا۔

"صبح ظفر نے نامور ڈاکٹر سلیم کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔۔"

"واٹ!!" عالیان کافی حیران ہوا تھا۔

"پولیس گئی تھی حیدر آباد اس کے گھر مگر وہ نہیں تھا وہاں۔ اس کے باپ کا تو کہنا ہے کہ اسے نہیں معلوم وہ کہاں غائب ہے لیکن مجھے لگتا اس کے باپ نے ہی اسے غائب کرایا ہے خیر جو بھی ہے اب وہ جہاں بھی روپوش ہوا ہے کچھ سالوں تک تو سامنے نہیں آئے گا۔۔"

"اور اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ کچھ عرصے تک نہیں آئے گا؟"

"ظاہر ہے عالیان اس نے کسی مزدور کے بیٹے کو نہیں مارا ایک نامور ڈاکٹر کا بیٹا تھا وہ۔ اس کا منہ پیسے سے بند نہیں کیا جا سکتا۔ مشکل ہے اس نے خود کو برا پھنسایا ہے۔۔" اس نے آگے ہو کر عالیان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ "ردا کے لیے اچھی خبر ہے کہ اس کی جان چھوٹ گئی اُس سے۔ وہ اس سے کسی بھی قسم کا کانٹیکٹ رکھ کر خود کو مصیبت میں تو ہرگز نہیں ڈالے گا اور تمہارے لیے بری خبر ہے کہ تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکا وہ۔ اب یہ بتاؤ ان لڑکوں کا کیا کرنا ہے؟"

"انہیں چھوڑ دو۔۔" وہ مختصراً بولا۔

"سیریسلی؟؟" اس کے ساتھ کھڑے لڑکے نے تھوڑا حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔۔

"اصلی مجرم آزاد پھر رہا ہے تو صرف ان کا کیا قصور ان کو بھی جانے دو۔ بٹ بی کیئر فل یہ تمھارا چہرہ نہ دیکھ پائیں۔ کسی ایسی جگہ چھوڑ دینا ان کو جہاں سے یہ اپنے گھروں کو چلے جائیں۔۔" وہ دونوں قدم اٹھاتے اب باہر گلی میں آ گئے۔ وہ مافیا کی دنیا سے آیا تھا اور بہت کچھ سیکھ کر آیا تھا۔

"ڈونٹ وری عالیان۔۔ ایزی ہو جائو میں جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے کافی عرصے سے یہ کام کرتا آ رہا ہوں۔ تم پریشان مت ہو۔" وہ ہنستے ہوئے اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"تھینک یو سو مچ۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گا۔۔"

"کوئی بات نہیں یار۔ عابد کے بہت احسانات ہیں مجھ پر اس کے لیے کچھ بھی۔ آگے بھی تمہیں ایسے کاموں میں میری ضرورت ہو تو مجھے یاد رکھنا اور اپنی دعائوں میں بھی یاد رکھنا۔" عالیان نے مسکرا کر سر کو خم دیا اور مصافحہ کرتے اپنی گاڑی میں سوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ کل رات اس نے سب سے پہلے عابد کو ہی کال کی تھی تب اس نے کراچی میں اپنا کانٹیکٹ استعمال کر کے کچھ بندے عالیان کی مدد کے لیے بھیجے تھے۔ جس گاڑی میں وہ یہاں آیا تھا یہ بھی اس کی اپنی نہیں تھی بلکہ اسی آدمی نے اس کے اپارٹمنٹ بھجوائی تھی۔

کراچی میں اگلی صبح کا سورج طلوع ہو چکا تھا اور آج کے دن بھی شدید گرمی تھی۔ انابیہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہو کر سیدھا ڈائیننگ روم کی طرف گئی۔ پورے گھر میں ناشتے کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ شہناز ناشتہ ٹیبل پر لگا رہی تھی۔ اسی دوران ردا ناصر صاحب کی ویل چیئر گھسیٹتے ڈائننگ روم میں داخل ہوئی۔ انابیہ نے مسکرا کر ناصر صاحب کو دیکھا۔

"گڈ مارننگ تایا ابو۔۔" وہ کرسی کھینچتے ہوئے اس پر بیٹھ گئی۔

"گڈ مارننگ بچے۔۔یونیورسٹی کے لیے تیار ہو؟؟"

"جی۔۔ تم کالج نہیں گئی؟؟"ناصر کو جواب دیتے ہی وہ ردا کی طرف متوجہ ہوئی۔ مناہل کالج جا چکی تھی جبکہ ردا آج بھی کالج نہیں گئی۔

"کچھ خاص نہیں ہے کالج میں فنکشنز چل رہے ہیں اس لیے نیکسٹ ویک سے جاؤں گی۔۔"وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔انابیہ نے کچھ دیر ایسے ہی اسے دیکھا شاید اس کے چہرے کے تاثرات اور اس کے کہے الفاظ کو ملانے کی کوشش کر رہی تھی۔ سر جھٹک کر وہ ناشتے کی طرف متوجہ ہوئی۔شہناز نے گرم گرم پراٹھے لا کر ٹیبل پر رکھے۔

"جو کچھ تم نے مجھ سے کل کہا عالیان کے بارے میں۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے وہ سچ بول رہا ہے؟؟"ناصر نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پیوست کیے کہنیاں ٹیبل پر ٹکائے انابیہ سے پوچھا تو اس نے نظریں اٹھا کر ان کو دیکھا۔۔

"آپ کو لگتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہے؟؟"

"کیا پتہ۔۔"وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولے۔ردا ناشتہ شروع کر چکی تھی۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں مگر اس کا دھیان صرف ان کی باتوں پر تھا۔

"وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا ابو۔۔ میں نے اسے روتے ہوئے دیکھا ہے اس وقت میں تھی اس کے ساتھ۔۔وہ واقعی اذیت میں تھا۔ کم از کم اس رات اس نے مجھ سے سب سچ کہا ہے۔۔"وہ سپاٹ لہجے میں ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"دو دن سے کہاں ہے وہ؟؟"تکلیف اب ان کے چہرے سے بھی واضح ہونے لگی تھی۔

"پتہ نہیں۔۔"وہ اب گلاس میں جوس انڈیل رہی تھی۔۔

"تمہاری بات نہیں ہوئی کیا اس سے ؟؟"

"نہیں۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی۔

"تو کرو نا انابیہ۔۔ اسے واپس لے کر آئو۔ اسے کہو اس کے ڈیڈ اس سے شرمندہ ہیں۔۔" ان کی آواز نم ہونے لگی۔ انابیہ نے ان کی آنکھوں میں امڈتے آنسو دیکھے۔

"میں۔۔۔ میں کال کر کے پتہ کروں گی۔۔ آپ پریشان نہ ہوں میں لے آئوں گی اسے۔۔ اب آپ ناشتہ کریں کہ پھر میڈیسن بھی لینی ہے۔۔" وہ نرمی سے ان سے کہتی ردا کا چہرہ دیکھنے لگی جس پر اداسی سی چھائی ہوئی تھی شاید اب تک اس نے اس رات کی ٹینشن لے رکھی تھی۔ اس نے ناشتہ کر لیا تھا اور ایکسکیوز کر کے وہاں سے جانے لگی۔ انابیہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا اور ناگواری سے سر جھٹک کر جوس پینے لگی۔

کمرے میں آتے ہی وہ ادھر ادھر ٹہلنے لگی وہ انابیہ کو ظفر کے بارے میں سب بتا چکی تھی جس کی وجہ سے وہ اس پر کافی غصہ بھی تھی اور ٹھیک سے بات بھی نہیں کر رہی تھی۔ اس کا دل مزید بجھ گیا۔ اسی دوران اس کی توجہ اس کے بجتے ہوئے فون نے کھینچی۔ سامنے پھر ظفر کا نمبر تھا وہ نہیں اٹھانا چاہتی تھی لیکن باز وہ بھی نہیں آ رہا تھا۔ غصے میں آخر اس نے کال اٹینڈ کی۔۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ جان کیوں نہیں چھوڑ دیتے میری۔۔۔" کال اٹینڈ کرتے ہی وہ ایک دم سے غرائی۔

"ردا ڈارلنگ۔۔ میری جان تم میں بسی ہے میں کیسے چھوڑ دوں۔۔۔" اس کی گندی ہنسی اور آواز ردا کے کانوں میں چبھنے لگی تھی۔

"بکواس بند کرو ورنہ میں تمہارا حشر کر دوں گی۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے اغواء کرنے کی ہاں۔۔۔" وہ تقریباً چیختے ہوئے بولی۔

"کاش کہ میں تمہارے سامنے آسکتا۔۔ کیا ہے نا میری جان بس ایک یا دو سال۔۔ تمہیں میرا انتظار کرنا پڑے گا۔۔ پھر میں واپس آجائوں گا تم کہیں بھی جانے کی غلطی نہ کرنا ورنہ میں ظفر جہانزیب اپنی پری کو کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔۔۔" فون پر پھر سے اس کا قہقہہ گونجا۔۔

"جہنم میں جائو۔۔" غصے سے کہتے اس نے کال کاٹ دی۔۔ ذہن میں صرف ایک سوال تھا کہ یہ منحوس جا کہاں رہا ہے؟ اسی دوران بیل دوبارہ بجی اب کی بار کال اس کی دوست ارم کی تھی۔۔

"ہاں بولو کیا ہوا؟؟" وہ کان سے فون لگائے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"نہ سلام نہ دعا لگتا ہے موڈ بڑا سخت خراب ہے۔۔"

"دیکھو صبح صبح چک چک نہ کرو فون بتائو کیوں کیا ہے؟" اس کا موڈ واقعی میں ہی بڑا خراب تھا۔۔

"دو دن سے نمبر بند تھا تمہارا پریشان ہو گئی تھی۔ خیر میں نے تمہیں بتانا تھا تمہارے اس ظفر نے کل عمارہ کے بھائی کو مار دیا ہے۔۔" کتنے آرام سے اس نے اتنی بڑی بات کی تھی۔

"کیا!!!" وہ ہڑبڑا کر بیڈ سے اٹھی۔۔

"ہاں پولیس اس کے پیچھے پڑی ہے مگر اس کے باپ نے اسے غائب کرا دیا ہے اس لحاظ سے تمہارے لیے اچھی خبر ہے۔۔" اب اسے ظفر کی بات سمجھ میں آئی تھی۔۔

"مگر اس نے ایسا کیوں کیا؟؟"

"پتہ نہیں یار ہاتھا پائی ہو گئی تھی جانتی ہو نا دوست تھے دونوں۔۔ اچھا چلو میں تمہیں پھر کال کروں گی۔ ابھی رکھتی ہوں۔۔" ردا بے چینی سے ادھر ادھر چکر کاٹنے لگی۔ جو بھی تھا اس کی جان تو چھوٹی مگر عمارہ وہ اس کی دوست تھی اس لیے اس کا دل کافی خفہ تھا۔

"اففف ظفر تمہیں کبھی سکون نہ ملے۔۔" وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ انابیہ کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ اسے اگنور کرتی سٹڈی ٹیبل کی طرف آئی۔ وہ شاید اپنی کوئی کتابیں ڈھونڈ رہی تھی جو اسے نہیں مل رہی تھی۔۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہیں مجھے بتا دیں۔۔" ردا کی آواز پر وہ کچھ نہیں بولی۔ وہ محض اسے اگنور کر رہی تھی۔ پھر آخر اسے نیچے شیلوز میں سے ہی دونوں کتابیں مل گئی تھیں۔

"کب تک ناراض رہیں گی مجھ سے میں معافی مانگ تو رہی ہوں۔۔" وہ رندھی ہوئی آواز سے بولے جا رہی تھی لیکن انابیہ ہنوز اپنے کام میں مصروف تھی۔ "میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔۔"

"تم مجھ سے بات کیوں کر رہی ہو؟؟" وہ ردا کی طرف گھومتے ہوئے غصے سے بولی۔ "تمہارے نزدیک میری باتوں کی اہمیت جب ہے ہی نہیں تو بہتر ہے نہ تم مجھ سے بات کرو نہ میں تم سے۔۔۔" ردا کا دل مزید دکھی ہوا۔ وہ انہیں دکھی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔۔ ایک تنبیہی نگاہ اس پر ڈالتے وہ وہاں سے جانے لگی تو پھر اس کے رونے کی آواز پر رکی۔

"مم۔۔مجھے معاف۔۔تو۔ کر دیں۔ آئندہ نہیں۔۔ کروں گی۔۔" وہ مسلسل روتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لفظوں سے کہہ رہی تھی۔ انابیہ گہرا سانس بھر کر اس کی طرف گھومی۔

"رونا بند کرو۔۔" وہ اس کے سامنے جاتے ہوئے پھر سے تیزی سے بولی۔۔ ردا کی سسکیاں بندھ گئی اور جلدی جلدی اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔۔ "جب ہزار دفعہ منع کیا تھا کہ ردا گاڑی لے کر اکیلے مت جایا کرو تو کیوں نہیں سنتی تم میری؟؟ عجیب بلیک میلنگ ہے رونا شروع کر دیتی ہو۔۔" ردا کچھ نہیں بولی بس خاموشی سے نظریں جھکائے کھڑی رہی۔۔

"احمد اور ناہیدہ میرے بھی ماں باپ تھے مجھے بھی اتنا ہی دکھ ہے جتنا تمہیں ہے لیکن ردا یہ زندگی ہے اور یہ ظالم ہے اسے ڈھیٹوں کی طرح گزارنا پڑے گا۔۔" اس نے آگے بڑھ کر نرمی سے اسے کندھے سے تھاما۔

"ظفر کے بارے میں تم مجھے اسی وقت بتا سکتی تھی بجائے کچھ بتانے کے تم چپ چاپ سب برداشت کرتی رہی تم ایسی تو نہیں تھی ردا۔" ردا نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا جو پہلے سے زیادہ نرم دکھائی دے رہی تھی۔"میں کم از کم خود کو اتنا نازک نہیں سمجھتی کہ میری بہن مجھ سے کچھ شئیر نہ کرے۔ میں اپنے پورے حواسوں میں ہوں۔ مجھے کوئی غم نہیں ہے کوئی ریگریٹ نہیں ہے میں بلکل نارمل ہوں۔ اس لیے اپنی پریشانی خود تک مت رکھو محض یہ سمجھ کر کہ انابیہ کے اپنے بڑے غم ہیں۔ کیونکہ ایسا۔۔ بلکل۔۔ نہیں ہے۔۔"

"آپ نے مجھے معاف تو کر دیا ہے نا؟؟" وہ وہ اپنی تر آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"ہاں۔۔ یہ بتاؤ اس نے دوبارہ تمہیں کال کی؟؟"

"کی تھی۔۔ وہ ملک سے فرار ہو گیا ہے۔ میری فرینڈ کے بھائی کا قتل کیا ہے اس نے اب پولیس سے بھاگ گیا ہے۔۔ ڈرپوک ہونہہ۔۔۔"

"توبہ توبہ دونوں باپ بیٹوں کا سوائے خون خرابے کے اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔۔ خیر یہ بتاؤ کالج کیوں نہیں جا رہی تم؟؟" اس کے سوال پر ردا کا دل ایک دم ڈوبنے لگا۔۔

"کس منہ سے جاؤں لڑکیاں باتیں کرتی ہیں میرے بارے میں۔ ظفر میرے پیچھے کالج تک آجاتا تھا۔ سب کو لگتا ہے شاید میں کوئی غلط لڑکی ہوں۔ عجیب طرح سے دیکھتے ہیں۔۔ میں کیا کروں؟؟" انابیہ اس کی بات پر جیسے سر جھٹک کر رہ گئی۔

"خود کو دوسروں کی نظر سے دیکھنا بند کرو۔ خود کو خود کی نظر سے دیکھو۔ دوسروں کی نظر سے دیکھو گی تو صرف عیب نظر آئیں گے کیونکہ دوسرے ہم میں صرف عیب اور خامیاں دیکھتے ہیں ان کو ہماری اچھائیاں کبھی نہیں دکھتی۔ تم جانتی ہو کہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے تم معصوم ہو تو تمہیں کسی کو صفائیاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تم کسی کو جوابدہ نہیں ہے۔ سر اٹھا کر چلو ردا۔ چھپتے وہ ہیں جن کا واقعی قصور ہوتا ہے

اور کل سے تم کالج جا رہی ہو۔ سمجھی۔اب چلتی ہوں دیر ہو رہی ہے۔۔" وہ اس کے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے وہاں سے چلی گئی۔وہ ہمیشہ ایسی باتیں ضرور کرتی تھی کہ پھر ردا کو ماما جان یاد نہیں آتی تھی۔اب اس کا دل مطمئن تھا ظاہر ہے اس کی بہن اس کی دوست اب اس سے راضی تھی۔۔

وہ اس وقت ہوٹل کے بالائی منزل کے اپارٹمنٹ کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ہاتھ بڑھا کر گھنٹی بجائی اور پھر ایک قدم پیچھے ہوئی۔دفعتاً دروازہ کھل گیا سامنے ہی عالیان اسے دیکھتے پہلے تو حیرت کا شکار ہوا لیکن اگلے ہی لمحے مسکرا گیا۔

"واٹ آ سرپرائز۔اندر آ جائو۔۔" انابیہ ہلکا سا مسکراتے اندر جانے لگی۔وہ ہمیشہ کی طرح عام سے حلیے میں تھی۔پھولوں والے پیروں تک آتے لمبے فراک کے ساتھ سر پر ڈھیلا ڈھالا سکارف اوڑھے وہ اب اس کے اپارٹمنٹ کے اندرونی حصے کو آنکھیں گھما گھما کر دیکھ رہی تھی۔

"خوبصورت اپارٹمنٹ ہے۔۔رینٹ پہ لیا ہے؟؟" وہ چلتے چلتے درمیان میں پڑے صوفے پر جا بیٹھی۔

"ہاں ظاہر سی بات ہے۔۔" کندھے اچکاتے وہ اب اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"پیسے ہیں تمہارے پاس؟؟" وہ تفتیشی نظریں اس پر ٹکائے پوچھنے لگی۔

"فکر نہ کرو مافیا کی حرام کمائی وہیں چھوڑ کر آیا ہوں۔۔میرے دوست عابد نے دیے تھے مجھے کچھ پیسے۔۔ ویٹ۔۔تم کچھ کھائو گی؟؟"

"تم مجھ سے چھین کے کھانے والے مجھ سے کھانے کا پوچھ رہے ہو۔۔انٹرسٹنگ۔۔" رک کر تھوڑا مسکرائی۔" خیر خوشبو تو اچھی آ رہی ہے کیا بنایا ہے؟؟"

"پاستا۔۔اٹالین پاستا۔۔رکو میں لے کر آتا ہوں۔۔" کہتے ہی وہ اٹھ کر سیدھا اوپن کچن کی طرف گیا۔انابیہ اسے آسانی سے دیکھ سکتی تھی۔اس نے دو پلیٹس نکالیں اور باری باری ان میں پاستا ڈالنے لگا پھر ایک ٹرے پر دونوں پلیٹس رکھیں ساتھ میں دو کانچ کے گلاس بھی اور پھر فریج کی طرف بڑھا اس میں سے دو کینز نکالے اور ان کو بھی ٹرے میں رکھا اور ٹرے اٹھائے وہ اب اسکے سامنے پڑے گول کانچ کے ٹیبل پر رکھنے لگا۔۔

"اوہ۔۔میں فورک تو لایا ہی نہیں۔۔" سر جھٹکتے ہوئے پھر سے کچن کی طرف گیا۔۔یہ وہ عالیان نہیں تھا جو خوامخواہ میں اسے کال پر زلیل کر دیتا تھا یا اپنی فضول قسم کی پکچرز میں اسے ٹیگ کرتا تھا یا اس سے جھوٹ بولتا تھا۔جس کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی بلکہ یہ تو وہ عالیان تھا جو اس کا دوست ہوا کرتا تھا یا شاید اس سے بھی بہتر۔۔انابیہ کو آج اتنے سالوں بعد اپنا پرانا دوست واپس مل گیا تھا۔

"کہاں کھو گئی؟؟" وہ اس کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔وہ ایک دم ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی اور پھر ہنستے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگی۔۔"ٹیسٹ کر کے بتاؤ کیسا بنا ہے؟؟" وہ اب کین سے کولڈ ڈرنک گلاس میں ڈال رہا تھا۔انابیہ نے فورک ہاتھ میں لیتے پاستا چکھا۔وہ واقعی مزیدار تھا وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔۔

"یقین نہیں آرہا تم نے بنایا ہے یہ۔۔آئی مین مجھے لگا مجھ سے اچھا پاستا کوئی نہیں بنا سکتا۔۔" انداز جتانے والا بھی تھا۔

"کم از کم تعریف کر ہی رہی ہو تو صرف میری کرو نا خود کو کیوں گھسیٹ رہی ہو بیچ میں۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ کر اپنی پلیٹ اچک کر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مافیا والے کو کنگ بھی سکھاتے تھے کیا؟؟" وہ طنزیہ انداز سے کہتے ہوئے پاستا کے مزے لے رہی تھی۔۔

"میں اس سے پہلے امریکہ میں بھی رہا ہوں میڈم اتنی کنگ تو کر ہی لیتا ہوں میں۔" وہ کچھ دیر خاموشی سے کھاتی رہی وہ ڈائریکٹ یونیورسٹی سے یہیں آئی تھی اس لیے اسے بہت بھوک لگ رہی تھی۔

"ہمم۔۔۔ تم اپنی گاڑی نہیں لائے پورچ میں ہی کھڑی تھی۔۔" وہ پلیٹ دوبارہ سے ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"جب اس گھر پر کوئی حق نہیں رہا تو وہاں کی گاڑی ساتھ کیوں لاتا۔۔" وہ دکھ بھرے انداز سے بولا۔

"یعنی تم کیب کا استعمال کرتے ہو۔۔ سوچ لو سارے پیسے ایسے ہی ختم ہو جائیں گے۔۔" وہ مسکراہٹ دبائے بولی۔

"نہیں میں جاب ڈھونڈ رہا ہوں۔۔" انابیہ نے برہمی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے تایا ابو کی کمپنی تمہارے انتظار میں ہے۔۔" وہ سنجیدہ تھی۔

"مگر وہاں تم موجود ہو۔۔ ڈیڈ نے سب تمہارے نام کر دیا وہ تمہارا ہے۔۔"

"بلکل نہیں مجھ سے پہلے اس سب پر تمہارا حق ہے۔ میں سب تمہیں واپس کرنا چاہتی ہوں۔۔" اس نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈ کو تم پر بھروسہ ہے انابیہ۔۔ میں اس سب کے قابل نہیں ہوں۔۔ تم ہو۔۔ ویسے بھی میں اپنے بل بوتے پر کچھ کرنا چاہتا ہوں اور اب اس بارے میں ہم بات نہیں کر رہے۔۔" وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے تنبیہی انداز سے کہنے لگا۔ انابیہ نے جیسے ہار مانتے ہوئے گہرا سانس لیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے ایک شرط ہے میری۔" وہ ہاتھ سینے پر باندھے تھوڑا پیچھے ہو کر صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھی۔

"کیسی شرط؟؟" عالیان نے ایک ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"یہی کہ تم جاب نہیں کرو گے۔ اپنا ایم-بی-اے کمپلیٹ کرو گے۔۔"

"میں جاب کے ساتھ مینیج کر سکتا ہوں۔۔"

"بلکل نہیں تم صرف سٹڈیز کمپلیٹ کرو ورنہ اپنا سب کچھ واپس لے لو۔اور ہاں سامان پیک کرو ہم دونوں جا رہے ہیں۔۔"

"کہاں؟؟"

"گھر عالیان اور کہاں۔۔میں نے تایا ابو کو سب بتا دیا ہے وہ تم سے شرمندہ بھی ہیں انہوں نے ہی بھیجا ہے مجھے۔۔"

"ڈیڈ نے خود کہا ہے؟؟"اسے جیسے یقین نہیں آرہا تھا۔انابیہ نے سر اثبات میں ہلایا اور آنکھ سے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔۔

"جلدی کرو تمہیں گھر پہنچادوں پھر آفس بھی جانا ہے مجھے۔تمہاری طرح فارغ نہیں ہوں۔۔"عالیان سر ہاں میں ہلاتے اٹھ کر اپنے کمرے میں گیا کچھ دیر میں وہ بیگ اٹھائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"تم نے مجھے معاف تو کر دیا ہے نا؟؟"انابیہ موبائل میں مصروف تھی۔اس کے سوال پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"نہ کیا ہوتا تو یہاں ہوتی؟؟"کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔"دیر ہو رہی ہے۔۔"نارمل انداز سے کہتے وہ مڑی اور دروازے سے نکل گئی۔عالیان کچھ پل ویسے ہی کھڑا رہا اور پھر بیگ گھسیٹتا اپارٹمنٹ سے نکل گیا۔

وہ اس وقت کچن میں کھڑے کیتلی سے گرم گرم چائے کپ میں انڈیل رہی تھی۔بھاپ اڑاتا کپ ہاتھ میں پکڑے کچن سے نکل کر لان کی طرف گئی۔سامنے ہی حسن چاچا پودوں کو پانی دے رہے تھے۔اپنا نام سنتے ہی انہوں نے گردن موڑ کر سامنے سے آتی سفید حجاب لپیٹے لڑکی کو دیکھا اور ہلکا سے مسکرائے۔

"یہ لیں چاچا آپ کی چائے۔۔" ردا نے کپ ان کے سامنے کرتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

"ارے چھوٹی بٹیا۔۔ آپ وقت کی کتنی پابند ہیں ذرا دیر سویر نہیں کرتی چائے لانے میں۔ شہناز کو بول دیا کریں خود کو کیوں زحمت دیتی ہیں۔۔"

"جب چائے آپ کو میرے ہاتھوں کی پسند ہے تو میں شہناز سے کیوں کہوں بھلا۔ ویسے بھی آپ اس لان اور میرے پودوں کا اتنا خیال رکھتے ہیں تو ایک چائے بنانے میں مجھے کیوں زحمت ہو گی۔۔" وہ آگے ہو کر پھولوں پر نرمی سے ہاتھ پھیرنے لگی۔

"میں اگلے مہینے گائوں جائوں گا تو اور بھی پودے لے آئوں گا آپ کے لیے۔۔" وہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولے۔ ردا نے مدھم مسکراہٹ سجائے سر کو خم دیا۔ اسی دوران گیٹ سے ایک گاڑی اندر داخل ہوئی۔ ردا نے گردن گھما کر انابیہ کی گاڑی کو دیکھا تو چہرے پر بے پناہ مسکراہٹ سجی۔ گاڑی کے پچھلے دروازے کھلیں تو ایک طرف سے انابیہ اور دوسری طرف سے عالیان باہر نکلا۔ ردا کے چہرے سے مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔ عالیان نے نکلتے ہی نظریں ردا پر جمائیں تو وہ فوراً رخ موڑ گئی جبکہ انابیہ مکمل طور پر ہاتھ میں پکڑے موبائل میں گم تھی۔ وہ کچھ ضروری ای میلز چیک کر رہی تھی۔ بے اختیار اس نے گزرتے ہوئے چہرہ اٹھا کر عالیان کو دیکھا جس کی نظریں ردا پر جمی تھیں جو اس سے رخ دوسری طرف موڑے کھڑی تھی۔ ہلکی سی مسکراہٹ سجائے سر جھٹکتے ہوئے وہ مرکزی دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ عالیان وہیں کھڑا رہا سدھ بدھ۔۔

"چاچا کیا وہ دونوں اندر چلے گئے ہیں؟؟" وہ سرگوشی نما انداز میں حسن چاچا سے پوچھنے لگی۔

"نہیں عالیان بابا کھڑے ہیں۔ (ایک تو چاچا کی آواز!!)۔ آپ کو کچھ کہنا ہے؟ رکے میں ان کو بلاتا ہوں عالیان بابا!!!" ردا پر جیسے کرنٹ سا گزرا۔۔

"جی چاچا۔۔بولیں۔۔"وہ وہیں کھڑے بولا۔

"وہ چھوٹی بٹیا۔۔۔ردا نے ہڑبڑا کر انہیں دیکھا "چاچا!!!"دبی دبی آواز میں غرائی اور لب بھینچتے انہیں گھورنے لگی۔۔چاچا اس کا رویہ دیکھ کر ایک دم پریشان سے ہو گئے۔اس نے کاٹدار نظروں سے انہیں گھورا۔۔

"بولیں بھی چاچا کیا ہوا؟؟"وہ گاڑی کا دروازہ بند کر کے اب قدم اٹھاتا ان کے قریب آنے لگا۔ردا کی اس کی طرف پشت تھی اس لیے وہ اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

"وہ میں کہہ رہا تھا۔"ایک ڈرتی سہمتی نظر ردا پر ڈالی۔۔"کہ آپ کیسے ہیں؟؟"چاچا نے بات سنبھالی تو ردا نے گہرا سانس بھرا۔۔

"میں تو بلکل ٹھیک ہوں اور میرے کان بھی بلکل ٹھیک ہیں چاچا۔آپ نے چھوٹی بٹیا کہا تھا کیوں؟؟"آواز اب ردا کے قریب تھی وہ سمجھ گی کہ عالیان کہیں پیچھے ہی کھڑا ہے۔۔خود کو کمپوز کرتے وہ تیزی سے اس کی طرف گھومی۔

"آپی کا پوچھ رہے تھے خیر۔۔آپ اندر چلیں یہاں کیوں کھڑے ہیں عالیان بھاا۔۔"رک کر ایک نظر چاچا کو دیکھا۔۔"بھائی۔۔تھک گئے ہوں گے۔۔"عالیان نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا اور سر اثبات میں ہلاتا وہاں سے جانے لگا۔ردا نے گہرا سانس لیا اور اس کے پیچھے چل دی۔۔چاچا دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

عالیان سیدھا ناصر کے کمرے کی طرف گیا تھا۔دروازہ ادھ کھلا تھا۔ڈور ناب پر ہاتھ رکھے اس نے ہلکے سے دروازہ کھولا۔پورا کمرہ کھڑکیوں سے آتی روشنی سے روشن تھا۔کمرے میں نظریں گھماتے ہوئے اسے دائیں طرف ناصر ویل چیئر پر بیٹھے دکھائی دیے۔دیوار گیر تین لمبی مستطیل کھڑکیوں کا عکس ان کے چہرے پہ پڑ رہا

تھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگائے وہ ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھے۔ عالیان چھوٹے چھوٹے قدم لیتے ان کے قریب آیا۔ ناصر نے جھکی ہوئی نظروں سے اپنے قریب اس کے پیروں کو دیکھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ ان کے چہرے پر در آئی۔ کتاب بند کی اور آہستہ سے چہرہ اٹھا کر انہوں نے اس کو دیکھا جس کی آنکھیں نم تھیں۔

"بیٹھ جائو عالیان۔۔" ہاتھ لمبا کر کے انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا لیکن وہ وہیں فرش پر ان کی ٹانگوں پر سر رکھے بیٹھ گیا۔ ناصر نرمی سے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں پھیرنے لگے۔

"مجھے معاف کر دیں ڈیڈ۔۔ میں بہت برا بیٹا ہوں بہت زیادہ۔۔ میں نے ہمیشہ آپ کو دکھ دیے ہیں۔۔ ہر چیز کا ذمہ دار آپ کو ٹھہرایا میں نے۔۔" وہ پھر سے رونے لگا سسک سسک کے بلک بلک کے۔

"نہیں میری جان میں ہوں ہر چیز کا ذمہ دار مجھے تمہیں خود سے الگ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ اس دن بھی میں نے تمہاری بات نہیں سنی اور تم کتنی مشکلوں سے ہو کر آئے ہو۔۔ مجھے تمہیں صفائی کا موقع دینا چاہیے تھا۔"

ان کا دل بھاری ہونے لگا تھا آواز بھاری ہونے لگی تھی۔

"وہ سب مجھے سزا ملی ہے۔۔ میری غلطیوں کی بلکہ گناہوں کی۔۔ ڈیڈ میں گناہ گار ہوں۔۔ میں سب کا گناہگار ہوں۔۔ میں نے سب کا دل دکھایا ہے۔۔ مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا۔۔ میں اتنی راتوں سے سکون سے نہیں سویا ڈیڈ۔۔ مجھے لگتا ہے میں پاگل ہو جائوں گا۔۔" اس کی رندھی ہوئی آواز اب آہستہ آہستہ تیز ہونے لگی تھی۔ "میرے دل پر بہت بوجھ ہے۔۔ میرا دل بہت بھاری ہے میں کیا کروں جو اس کو سکون ملے۔۔"

"تم نماز نہیں پڑھتے نا عالیان۔" عالیان نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔ "بتائو تم نماز نہیں پڑھتے نا۔۔" ان کے دوبارہ سوال کرنے پر عالیان نے سر نفی میں ہلایا۔

"تمہیں یاد ہے راحیلہ کیسے تمہیں تیار کر کے میرے ساتھ مسجد بھیجتی تھی اور تم کتنا خوشی خوشی جاتے تھے حتیٰ کہ تم صبح بھی جلدی اٹھ جایا کرتے تھے اور میرے ساتھ فجر پڑھنے جاتے تھے اور اگر کسی دن میں سستی

دکھا کر گھر میں نماز پڑھتا تو تم مجھے ڈانٹ بھی دیا کرتے تھے کہ ہمیں نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنی چاہیے۔"

عالیان کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگی مگر وہ ان کو سن رہا تھا۔

"راحیلہ کی روح کو کتنی تکلیف ہوتی ہو گی ناوہ ہم دونوں سے کتنا ناراض ہو گی نا۔۔ تم امریکہ جا کر اپنی ماں کی نصیحتیں کیسے بھول سکتے ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں سب سے نفرت ہونے لگی تھی ایسا نہیں ہے تمہیں صرف خود سے نفرت تھی۔ جو کچھ کیا تم نے خود کے ساتھ کیا۔ تم ایسی زندگی کی طرف چل دیے جس میں تمہیں لگا کہ شاید تمہیں سکون ملے گا لیکن تم نے خود کو مزید بے سکون کر دیا۔"

"انسان کی سب سے بری عادت جانتے ہو کیا ہوتی ہے کہ وہ جب کسی نئے ماحول میں جاتا ہے تو خود کو اس ہی ماحول میں ڈھال دیتا ہے خود کو اسی ماحول کے لوگوں سے جوڑ لیتا ہے وہ نہیں دیکھتا کہ اس ماحول کا اس پر منفی اثر پڑے گا یا مثبت اور یہ کمزور انسان کی نشانی ہوتی ہے۔ بہتر اور مضبوط انسان وہ ہوتا ہے جو اپنے والدین کی نصیحتیں کبھی نہیں بھلاتا خاص کر اپنی ماں کی۔ جو نئے ماحول میں جا کر اپنا ماحول نہیں بھلاتا۔ جو مثبت اور منفی میں فرق کرنا اچھے سے جانتا ہے۔ جس کا خود پر کنٹرول ہوتا ہے اپنی ذات پر اپنے نفس پر۔۔ "تم کہتے ہو تمہیں سکون چاہیے تو سن لو تمہیں سکون صرف اللہ کی ذات سے جڑ کر ہی ملے گا۔۔" وہ اسے رسانیت سے سمجھا رہے تھے۔

"میں کیا کروں ڈیڈ کہ اللہ مجھے معاف کر دے؟؟"

"توبہ۔۔ سب سے پہلے تمہیں توبہ کی سیڑھی پر قدم رکھنا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ سے اپنے ہر گناہ کی معافی مانگنی ہے۔ توبہ کے دروازے ہمیشہ کھلے ہوتے ہیں۔۔"

"لیکن میرے گناہ بہت زیادہ ہیں۔ ان کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ اگر میری توبہ کے لیے دروازہ نہ کھلا تو؟ اگر اللہ نے مجھے معاف ہی نا کیا تو؟"

"میں نے کہا ناتوبہ کے دروازے ہمیشہ کھلے ہوتے ہیں ان کے لیے جو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔اللہ کبھی بھی سچے دل سے توبہ کرنے والوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا وہ تو تھام لیتا ہے۔توبہ کا موقع ہر کسی کو نہیں ملتا۔ ہدایت صرف ان کو ملتی ہے جو ہدایت کی چاہ کرتے ہیں یہ تم پر اللہ کا کرم ہے جو تم اپنی سب برائیوں کو ختم کر کے نئے سرے سے زندگی شروع کرنا چاہتے ہو۔"

"میں خود کو بدل لوں گا ڈیڈ۔میں آپ کو آپ کا پرانا عالیان واپس کروں گا بلکہ اس سے بھی بہتر۔انشاءاللہ۔۔بس آپ میرے لیے دعا کریں۔مجھے آپ کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے بہت زیادہ۔۔"

"مجھے بہت خوشی ہے کہ تم واپس آگئے۔"انہوں نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لے کر پیار سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔وہ زخمی سا مسکراتے ہوئے ان کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔اس کا دل اب سکون میں تھا۔

اگلی صبح بھی گرمی شدید تھی۔ردا کندھے سے بیگ لٹکائے سفید رنگ کا یونیفارم اور سفید ہی حجاب لئیرز کی صورت میں اوڑھے کالج کے لیے مکمل تیار دکھائی دے رہی تھی۔اس کے ایک ہاتھ میں کتاب تھی اور دوسرے ہاتھ میں پکڑے پین سے وہ مسلسل کچھ لائنز کو انڈر لائین کرتے ہوئے تیز تیز قدم لیتے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"چاچا گاڑی نکالیں مجھے دیر ہو رہی ہے۔" نظریں ہنوز کتاب پر جھکی ہوئی تھیں۔عالیان جو مہرون ٹی شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے بلکل تیار ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ ردا کی آواز پر رکا۔کوئی جواب نہ پا کر ردا نے چہرہ اٹھا کر سامنے گاڑی کا دروازہ پکڑے عالیان کو دیکھا تو لمحے بھر کے لیے ٹھٹھکی۔

"حسن چاچا کہاں ہیں مجھے دیر ہو رہی کالج کے لیے امپورٹینٹ ٹیسٹ ہے میرا۔" وہ ماتھے پہ بل لیے بولی تو عالیان کندھے اچکا کر گاڑی میں بیٹھنے لگا۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔۔" وہ تیزی سے آگے بڑھی۔ عالیان بیٹھتے بیٹھتے پھر رکا۔ وہ بلکل اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ "آپ کو سمجھ نہیں آ رہی مجھے دیر ہو رہی ہے اور آپ گاڑی لے کر جا رہے ہیں۔۔ حد ہے۔۔۔" وہ قدرے غصے میں بولی تو عالیان نے ایک ابرو اچکا کر اسے دیکھا اور پھر اپنی گاڑی کو۔

"ایکسکیوز می۔۔ یہ میری گاڑی ہے اور اب سے یہ میرے پاس ہی ہو گی۔۔ اب تک پتہ نہیں کیسے کیسے ہاتھوں میں رہی ہے (سرتاپیر ردا کو دیکھا) جو بیچاری کا یہ حال ہو گیا ہے۔" ردا نے تیوڑیاں چڑھا کے اسے گھورا اور پھر گاڑی کو جو بظاہر تو بلکل ٹھیک ٹھاک دکھائی دے رہی تھی۔۔

"او ہیلو۔۔ یہ بلکل ٹھیک ہے اور بہت اچھے سے خیال رکھتی تھی میں اس کا۔۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔۔

"میں نہیں مانتا کہ تم میری (اپنے سینے پر انگلی رکھی) یعنی عالیان کی گاڑی کا خیال رکھو۔۔ ایمپوسیبل۔" سر جھٹک کر ہنسا۔ "یا تو تمہیں بتایا ہی نہیں ہو گا کہ یہ گاڑی عالیان دی نیسٹ کی ہے۔۔" استہزا اسے کہتا وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ ردا پر تو جیسے کسی نے ٹھنڈا پانی پھینکا تھا وہ یکدم سیدھی ہوئی۔ دماغ میں صرف یہ سوال تھا کہ اسے کس نے بتایا کہ وہ اسے گھونسلے سے تشبیہ دیتی تھی بلکہ پورا کا پورا گھونسلا ہی کہتی تھی اور پھر سمجھ لگنے پر دانت جمائے "بیڑا غرق ہو جائے منو تمہارا۔ اففف۔۔"

"اب ہٹو گی کہ میں دروازہ بند کرلوں۔۔۔" وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا وہاں کوئی تلخی کوئی سختی نہیں تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ ردا خود اس سے لفٹ مانگے مگر وہ بھی ردا تھی۔ ٹیسٹ چھوڑ دے گی لیکن خود عالیان سے ریکویسٹ تو کبھی نہیں کرے گی۔ قدم لیتے پیچھے ہٹ گئی۔ عالیان نے ٹھنڈی آہ بھری۔۔

"اچھا رکو۔" ردا اس کی آواز پر پلٹی۔ "میں چھوڑ دیتا ہوں تمہیں ویسے بھی تمہارا میڈیکل کالج میرے راستے میں ہی پڑتا ہے۔۔" ردا نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ وہ منہ پر انکار کر دینا چاہتی تھی مگر ٹیسٹ افففف۔۔ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی وہ پیسنجر سیٹ پر جا بیٹھی بغیر کوئی بحث کیے۔ عالیان حیرت سے اسے دیکھے گیا۔ سب اس کی توقع سے ہٹ کر ہوا تھا وہ تو کسی اچھی خاصی بحث کی توقع کر رہا تھا۔

"ویسے میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہارا کچھ بھی نہیں لگتا۔۔ کچھ بھی۔۔ بھائی بھی نہیں۔۔" لفظوں پر زور دیتے ہوئے وہ اس سے غالباً کل کی بات کر رہا تھا۔ ردا نے برہمی سے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔ آخر مسئلہ کیا تھا اس شخص کے ساتھ؟؟ وہ گاڑی گیٹ سے باہر لے جا رہا تھا۔

"تو کیا کرتی حسن چاچا کے سامنے ڈھٹائی اور بدتمیزی سے آپ کا نام لیتی؟"

"اتنی تم تمیز والی۔۔ ہونہہ۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

"کیا سوچتے وہ میرے بارے میں کہ اپنے سے پانچ سال بڑے آدمی کو کیسے نام سے پکار رہی ہے۔۔" سختی سے کہتی وہ رخ موڑ کر کھڑکی سے باہر سڑک کو دیکھنے لگی جبکہ عالیان نے تعجب سے اسے دیکھا۔۔

"کیا کہا تم نے آدمی؟؟ میں تمہیں آدمی دکھائی دیتا ہوں؟ ہوش کے ناخن لو لڑکی۔۔ بائیس سال اور کچھ مہینے کے لڑکے کو تمہیں آدمی کہتے ہوئے ذرا شرم نہیں آئی۔۔" اس کا چہرہ واقعی غصے سے سرخ پڑنے لگا تھا۔ ردا نے رخ موڑ کر اس کی چبھتی ہوئی نظروں کو خود پر جمے دیکھا۔ "خود تو تم عورتوں کو عورتیں کہو تو آسمان سر پر اٹھا لیتی ہو۔۔" انداز طنزیہ تھا اور نظریں اب سامنے سڑک پر مرکوز تھیں۔

"ایک بات بتائیں یہ آپ کو مجھ سے اتنی نفرت کیوں ہیں ہر وقت کیوں کڑوے کریلے کی طرح مجھ پر ساری کڑواہٹ اتارتے رہتے ہیں؟؟" لہجہ تلخ تھا۔ عالیان یکدم سیدھا ہوا۔ اس کی سوئی لفظ نفرت پر اٹک گئی تھی۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ اس کی ڈکشنری میں ردا کے لیے نفرت کا لفظ تھا ہی نہیں لیکن اگلے ہی لمحے خود کو کمپوز کر

گیا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے فلحال اس کی محبت کا علم ہو۔اسے پہلے خود کو اس قابل بنانا تھا خود پر کام کرنا تھا خود کی اصلاح کرنی تھی۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا نظریں بھی سامنے سڑک سے نہیں ہٹائیں۔ردا سر جھٹک کر دوبارہ رخ موڑ گئی۔

"ظفر کا کیا بنا؟؟"کچھ ہی منٹوں بعد وہ خاموشی توڑتے ہوئے پھر سے بولا۔

"اللہ کرے قبر بن جائے اس کی۔۔"وہ کتاب پر نظریں جھکائے تلخی سے بولی۔اور چہرہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔۔"میں آپی کو سب بتا چکی ہوں اگر آپ انٹرسٹڈ ہیں تو ان سے پوچھ لیں اور ایک اور بات بتا دوں وہ اب چاہے ایک سال بعد آئے یا دو سال بعد آئے اس سے کسی قسم کا تعلق رکھنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔۔اور ہاں آپی کو تو ان سب سے دور رکھئے گا۔میں مزید اپنوں کو نہیں کھونا چاہتی۔۔ایسے تو پھر ایسے ہی سہی۔۔"تنبیہی انداز سے کہتے وہ اب دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اُس کا کالج آچکا تھا عالیان بے یقینی سے اسے جاتا دیکھنے لگا۔کیا اسے اس کی بھی پرواہ تھی؟کیا وہ اسے بھی نہیں کھونا چاہتی تھی؟

"نہیں وہ سب کو نہیں کھونا چاہتی۔آئی ایم ناٹ اسپیشل۔۔"زخمی انداز سے مسکراتے وہ اب گاڑی کالج سے دور لے جانے لگا۔

آج اتوار کا دن تھا اور سب لوگ گھر پر ہی موجود تھے۔کمرے میں اے سی کی ٹھنڈک تھی۔بالکونی کا دروازہ بھی بند تھا اور پردے ڈوریوں میں بندھے تھے اس لیے شیشے سے آتی روشنی سے کمرہ روشن تھا۔انابیہ فلور کشن پر لیپ ٹاپ گود میں لئے بیٹھی تھی اور ردا بیڈ پر بیٹھے موبائل سے ناول پڑھ رہی تھی۔کچھ ہی دیر میں اس نے نظریں اٹھا کر بائیں طرف بیٹھی انابیہ کو دیکھا۔

"آپی آپ میرے لیے ایک نئی گاڑی کا بندوبست کر دیں پلیز۔۔"اس کی ریکویسٹ پر انابیہ نے برہمی سے اسے دیکھا۔"عالیان نے اپنی گاڑی واپس لے لی ہے تو مجھے کالج آنے جانے کے لیے دوسری گاڑی تو چاہیئے ہو گی نا۔۔"

"بلکل نہیں میں تمہیں کوئی گاڑی نہیں لے کر دے رہی۔ شکر کہ تمہاری جان چھوٹی ڈرائیونگ سے اب میں بھی سکھ کا سانس لوں گی۔۔"وہ نظریں لیپ ٹاپ پر جھکائے اب کے درشتی سے بولی۔

"آپی!!!"ردا صدمے سے اسے دیکھے گئی۔۔

"ویسے بھی عالیان دے تو رہا ہے تمہیں پک اینڈ ڈراپ۔ تمہارا کالج اس کی یونیورسٹی کے راستے میں ہی پڑتا ہے۔ایڈمیشن ہو گیا ہے اس کا بھی۔۔"اب کی بار لہجہ نارمل تھا۔

"اور یہ پک اینڈ ڈراپ کی سروس مجھے بہت مہنگی پڑتی ہے۔"وہ قدرے ناگواری سے بولی۔"میں ایسے طنزیہ انسان کے ساتھ دس منٹ کی ڈرائیو بھی نہیں کر سکتی۔۔آپ کو پتہ ہے(موبائل پرے پھینک کر آگے ہوئی) مجھے کہتا ہے کہ میں تمہارا کچھ نہیں لگتا نہ ہی بھائی نہ ہی کچھ اور۔۔ ہونہہ۔۔"انابیہ نے اس بات پر تیزی سے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور اگلے ہی لمحے ہنس دی۔

"وہ تمہیں کہتا ہے کہ اسے بھائی مت بولو یہی نا؟؟"وہ مشکل سے اپنی ہنسی دبائے بولی۔ردا نے پہلے تو عجیب طرح سے اسے گھورا۔

"جی نہ بھائی اور نہ ہی کوئی اور رشتہ۔۔ان کے خیال سے میں ان کی کچھ نہیں لگتی۔اب ایسے تو نہیں ہوتا نا اتنی نفرت کوئی بھلا کرتا ہے آخر میں انکی کزن۔۔۔"اس کے الفاظ منہ میں رہ گئے کیونکہ انابیہ پھٹ کر ہنس پڑی اور وہ صدمے سے اسے دیکھے گئی اُسے واقعی اس کے اتنا زور زور سے ہنسنے کی سمجھ نہیں لگی۔۔

"سیریسلی ردا؟؟اس نے تم سے کہا کہ اسے بھائی مت بولو اور تمہیں اب بھی لگتا ہے کہ تم اس کی کچھ نہیں لگتی۔۔"اس کی ہنسی نہیں رک رہی تھی جبکہ ردا کا خفت کے مارے چہرہ سرخ ہونے لگا تھا شاید بات کی تہہ تک وہ پہنچ چکی تھی لیکن انابیہ کے اگلے جملے پر اس کی ساری غلط فہمی یا شاید خوش فہمی دور ہو گئی۔۔

" اوکے اوکے سوری۔۔اصل میں وہ صرف تم سے بدلہ لے رہا ہے ردا۔ جیسے اپنے گھر میں تم اس سے بدتمیزی کرتی تھی نا اب وہ اپنے گھر میں بس تم سے بدلہ لے رہا ہے تنگ کر رہا ہے تمہیں۔۔یو نو ایکشن کا ری ایکشن تو ہوتا ہے نا۔۔"اس کی ہنسی کنٹرول میں آ گئی تھی۔

"لیکن میں نے معافی بھی تو مانگی تھی اور میرے گھر میں بھی ان کے طنز کا نشانہ میں ہی بنتی تھی۔۔"وہ سینے پر انگلی رکھتے ہوئے زور دے کر بولی۔۔

"اففو تم اس کی باتوں کو اتنا سیریس نہ لو۔۔ڈونٹ فورگیٹ وہ تمہیں پک اینڈ ڈراپ دے رہا ہے بہن۔۔"

"ہونہہ وہ صرف بدلہ لے رہا ہے۔۔"کہتے ساتھ وہ دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہو گئی۔اسی دوران ان کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔انابیہ کے یس کہنے پر عالیان اندر آیا۔۔ اس کو دیکھتے ہی ردا کے ذہن میں دو باتیں آئیں۔ "Think of the devil and the devil is here. ویسے آج گھونسلا دروازہ کھٹکھٹا کر آیا ہے کمال ہے۔۔"

"آئو عالیان کچھ کہنا ہے؟؟"وہ وہیں دروازے پر کھڑا تھا انابیہ کی آواز پر قدم اٹھاتا بیڈ کے اگلے کنارے تک آ کھڑا ہوا جہاں سے انابیہ اسے آسانی سے دکھائی دے رہی تھی۔ردا کی نظریں موبائل پر ہی جھکی ہوئی تھیں وہ اسے اگنور کر کے یہ ثابت کرنا چاہ رہی تھی کہ کمرے میں کوئی تیسرا آیا ہی نہیں۔

"شاپنگ پر چلو گی میرے ساتھ؟؟"وہ عام سے لہجے میں بولا۔ردا نے فوراً سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ انابیہ سے مخاطب تھا تو نظریں دوبارہ جھکا لیں۔

"نو تھینکس عالیان میرے پاس سب کچھ ہے۔۔ڈونٹ فور گیٹ تم فلحال ایک غریب انسان ہو۔۔" وہ اسے محض تنگ کر رہی تھی۔

"ایکسکیوز می۔۔میں اپنی شاپنگ کی بات کر رہا ہوں۔۔" وہ جیسے تصحیح کرتے ہوئے بولا۔۔

"اووو۔۔" انابیہ نے لب گول کیے۔ "میں اب بھی یہی کہوں گی ڈونٹ ویسٹ یور منی۔۔" وہ لیپ ٹاپ بند کر چکی تھی اور اب عالیان کی طرف متوجہ تھی۔۔

"کیوں اپنی مافیا کی حلال کی کمائی ساتھ نہیں لائے کیا؟؟" آواز ردا کی تھی جس کی نظریں ہنوز موبائل پر جھکی ہوئی تھیں۔ عالیان نے ایک نظر اسے گھورا اور پھر انابیہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"پیسوں کی فکر کس کو ہے یو نو ایک بزنس وومین بیسٹ فرینڈ ہے میری۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ انابیہ نے آنکھیں چھوٹی کیے بغور اسے دیکھا۔۔ "میری ساری پرانی شرٹس مجھے تنگ ہو گئیں ہیں اس لیے کہہ رہا ہوں۔۔" اٹلی میں پراپر جم کر کر کے وہ اب ایک طاقتور ورزشی جسامت کا مالک تھا۔

"ہمم۔ لگتا ہے مافیا والے صحت کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے۔۔" بخشا تو اس نے بھی نہیں تھا۔ طنز کرنے میں وہ اس سے بھی دو ہاتھ آگے تھی۔ عالیان نے پھر سے اسے گھورا۔

"اسے سب بتانے کی کیا ضرورت تھی؟؟" آواز تھوڑی سخت تھی اور نظریں انابیہ پر جمی تھیں۔

"کیا کر سکتی تھی اس کی نظر میں بھی تمہاری امیج خاصی بکواس بنی ہوئی تھی کلئیر تو کرنا تھا نا سب کچھ۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

"یہ تم نے میری امیج کلئیر کی ہے؟؟" وہ ماتھے پر بل ڈالے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اور کیا کیا سکھایا ہے مافیا والوں نے ؟؟" وہ مسلسل پلکیں جھپکاتے ہوئے معصومانہ انداز میں بولی۔عالیان کو اس وقت وہ واقعی بہت معصوم لگی۔بجائے زچ ہونے کے وہ اب کی بار اسے دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرا دیا جبکہ اس کی مسکراہٹ دیکھتے ہی ردا ایک دم سیدھی ہوئی۔

"انتظار کرنا اور کسی کو بے انتہا یاد کرنا۔۔" وہ اس کی سبز آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔انابیہ مسکراتے ہوئے باری باری دونوں کو دیکھ رہی تھی اور پھر کھنکھار کے ان کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ردا پر چھایا سکتہ ٹوٹا۔

"تم جائو ہم دونوں تیار ہو کر آتے ہیں۔۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے ہنسی دبائے بولی جبکہ ردا نے کرنٹ کھا کر اسے دیکھا۔عالیان سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا۔

"دونوں کس لیے انہوں نے صرف آپ کو آفر کی ہے۔۔" وہ اس کے جاتے ہی تیزی سے بولی۔۔

"تمہیں لگتا ہے اس نے صرف مجھے آفر کی ہے ؟؟" ایک نظر ردا کو دیکھا اور وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔وہ بیڈ پر بیٹھے بس خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔کیا تھا اور کیا نہیں تھا وہ عجیب کشمکش میں پھنس گئی تھی۔

چیئر پر بیٹھے بیٹھے اس نے کتاب کھٹاک سے بند کی اور انگڑائی لیتے ہوئے پیچھے ہوئی۔وہ سٹڈی روم میں بیٹھے کل کے ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی۔سارا دن تو اس نے ناول پڑھنے میں ضائع کر دیا تھا اور ٹیسٹ یاد کیے بغیر وہ سونے والی تھی نہیں۔ایک نظر سامنے دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا۔دو بجنے میں اب بھی دس منٹ باقی تھے۔اسے تو لگا تھا جتنا لمبا اس کا ٹیسٹ ہے کم از کم تین بجے تک یاد ہو گا لیکن یہ تو جلدی ہو گیا۔خود پر حیران ہوتے وہ چیئر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔سٹڈی روم کی بتیاں بجھائی اور دروازہ بند کر کے سیدھا کچن میں چلی گئی۔

اسے بہت پیاس لگی تھی۔فریج کا دروازہ کھول کر ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور گلاس میں پانی ڈال کر پینے لگی۔

پیاس بجھی تو اٹھ کر کچن سے نکلی اور اسی طرف کی سیڑھیاں عبور کرنے لگی۔ اوپر پہنچتے ہی اس نے دیکھا عالیان کے کمرے کا دروازہ آدھے سے زیادہ کھلا تھا ساری بتیاں جل رہی تھیں۔ اسے ایک بار پھر وقت یاد آیا اور حیران ہوئی کہ وہ اس وقت تک کیوں جاگ رہا ہے۔ بجائے اپنے کمرے کے وہ عالیان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ باہر کھڑے ہی اس نے چوری چھپے اندر جھانک کر دیکھا اور پھر جو دیکھا اس کی وجہ سے وہ بری طرح چونکی۔ عالیان جائے نماز پر سجدہ ریز تھا۔ بلکل عام سے حلیے میں وہ ٹخنوں سے اوپر پانچے چڑھائے اب تشہد کی حالت میں بیٹھا تہجد کی نماز ادا کر رہا تھا۔ اس کے سلام پھیرنے تک وہ وہیں کھڑی رہی پھر جیسے ہی اس نے سلام پھیرا ردا تیزی سے پلٹی اور اپنے کمرے کی طرف دوڑ گئی۔ حیرت اپنی جگہ مگر وہ اسے نماز پڑھتے ہوئے اچھا لگ رہا تھا کاش وہ سلام نہ پھیرتا اور وہ اسے کچھ دیر اور دیکھ سکتی۔

"کیا ہو گیا ہے ردا؟" وہ اپنے کمرے کے دروازے میں کھڑی تھی۔ رک کر اپنی پیشانی پر تھپڑ مارتے وہ کمرے کے اندر چلی گئی۔ انابیہ گہری نیند میں تھی۔ وہ چپ چاپ جا کر اس کے ساتھ بیڈ پر لیٹ گئی مگر صرف لیٹنے سے کیا ہوتا ہے نیند تو اس سے کوسوں دور ہو گئی تھی۔ اس کے دماغ میں ہر جگہ پر عالیان گھوم رہا تھا۔ یہ وہی لڑکا تھا جو باہر جا کر بلکل وہیں کے لڑکوں جیسا ہو گیا تھا۔ جو مختلف لڑکیوں کے ساتھ تصویریں کھینچ کر سوشل میڈیا پر پوسٹ کرتا تھا۔ ڈانس، ڈرنکنگ۔۔ بہت کچھ۔۔ وہ بہت عجیب عجیب کام کرتا تھا اور اب یوں اچانک وہ کافی پرانا عالیان دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی یا شاید خوش بھی۔ وہ عالیان جس نے پانچ سال کی عمر سے ہی باجماعت نماز پڑھنے شروع کر دی تھی۔ دل بدلنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ اللہ دلوں کو پھیرنے میں وقت نہیں لگاتا۔

لاہور میں بارش شدت سے برس رہی تھی۔ بجلی کی گرج چمک نے آسمان پر ایک شور سا برپا کر رکھا تھا۔ ایسے میں اس چھوٹے اور پرانے سے گھر میں ہر طرف اندھیرا تھا۔ بجلی نہیں تھی اور وہ گھپ اندھیرے میں ہاتھ میں پکڑی ٹارچ کی روشنی سے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ ٹارچ کی بیٹری ختم ہونے والی تھی۔ ایک دراز سے اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی۔ وہ شمع تھی جس کے جلتے ہی کچھ کچھ روشنی ہو گئی۔ کچھ دیر وہ جھک کر ایسے ہی جلتی شمع کو دیکھتی رہی جس کے پیلے اور نارنجی عکس میں اس کا چہرہ واضح تھا۔ اس کی زرد پڑتی رنگت، سوجی ہوئی آنکھیں اور ان کے گرد سیاہ حلقے۔۔ وہ بس ایسے ہی جلتی ہوئی مشعل کو دیکھتی رہی۔ اسی دوران اسے اپنے عقب سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ اٹھ کر سیدھی ہوئی اور آہستہ سے گردن گھمائی۔ سامنے کبیر کھڑا تھا اف وائٹ کرتہ شلوار پہنے۔ جویریہ کو اپنا سانس رکتا ہوا معلوم ہوا۔ بے ساختہ وہ ایک قدم پیچھے ہٹی اور تیزی سے سٹڈی ٹیبل کی طرف بھاگی۔ ٹیبل پر سے کیلنڈر اٹھایا اور اسے روشنی کی طرف لے گئی۔ تاریخ دیکھتے ہی وہ ایک بار پھر ٹھٹھکی۔ آج پندرہ تاریخ تھی اور وہ پھر آ گیا تھا۔ وہ ہر مہینے کی پندرہ کو آ جاتا تھا۔ اس کی رنگت سفید پڑنے لگی تھی اور آنکھیں خوف اور غصے سے سرخ ہونے لگی تھیں۔ اپنے ہاتھوں میں جکڑے کیلنڈر کو اس نے زور سے دیوار پر دے مارا۔

"کیوں آئے ہو تم؟ دفع کیوں نہیں ہو جاتے؟ میری جان کا وبال کیوں بن گئے ہو؟؟" وہ تیزی سے اس کی طرف گھومتے ہوئے بولی۔ کبیر سینے پر ہاتھ باندھے مطمئن سا کھڑا تھا۔" میں تمہیں بھولنا چاہتی ہوں۔۔ اس قصے کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔ تم کیوں روز مجھے تکلیف دینے آ جاتے ہو؟" آخر میں اس کی آواز درد سے بھرنے لگی تھی۔

"میں تمہیں خود کو کبھی نہیں بھولنے دوں گا۔ تم مجھے یاد کرتی رہو گی جیسے میں اسے کرتا رہتا ہوں۔ تم ہر دن اس تکلیف سے گزرتی رہو گی جس سے میں گزرتا ہوں۔ تم ہر دن میرے لیے روتی تڑپتی رہو گی جیسے میں تڑپتا ہوں۔۔"اس کی باتیں جویریہ کے سر میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھیں۔

"نہیں۔۔ یہ درد میری برداشت سے باہر ہے کبیر۔۔ مجھے بخش دو۔۔"وہ دونوں ہاتھوں کو اس کے سامنے جوڑتے ہوئے روتے سسکتے ہوئے بولی۔۔ کبیر کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔۔

"پندرہ تاریخ کو وہ مجھے چھوڑ کر گئی تھی تمہاری وجہ سے۔ میں ہر پندرہ تاریخ کو تمہیں یاد کراتا رہوں گا جویریہ۔۔ میں نے کہا تھا تم محبت کی آگ میں جلو گی اور تم جل رہی ہو۔۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔۔ خدا کے لیے۔۔"وہ پھر سے چیخی۔"ہاں میں نے کیا تمہیں تباہ اور میں ہر بار یہی کروں گی۔۔ میں کروں گی۔۔"وہ حلق کے بل دھاڑی۔۔ آنکھوں میں شدید غصہ تھا خوف تھا بے چینی تھی۔۔

"اور تم ہر بار تڑپو گی۔۔ کبیر جہانگیر کے لیے تم تڑپو گی جو تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔۔"وہ اسی طنزیہ انداز سے مسکراتے مسکراتے غائب ہو گیا۔اس کا عکس اب وہاں نہیں تھا۔

جویریہ بے یقینی کے عالم میں وہیں ڈریسنگ ٹیبل سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔ آنکھوں میں خوف تھا پچھتاوا تھا نفرت تھی تکلیف تھی کیا تھا جو وہ نہیں سمجھ رہی تھی۔

"مجھے جب جب موقع ملے گا میں تمہیں تباہ کروں گی۔ میں کیا بن گئی تمہاری وجہ سے۔ نہ مجھے خوف ہے نہ کوئی پچھتاوا۔۔ مجھے صرف نفرت ہے۔۔"تیز ہوا کے جھونکے سے بند کھڑکیاں کھل گئیں۔ ہوا کسی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوئی۔ شمع بجھ گئی ہر طرف پھر سے اندھیرا ہو گیا اور وہ اسی طرح اندھیرے میں بیٹھی کافی دیر آنسو بہاتی رہی۔۔

ساڑھے تین سال بعد:

کالی fortuner سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ بیک سیٹ پر ٹیک لگائے وہ گردن موڑے شیشے سے باہر دوڑتی گاڑیوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ کچھ گاڑیاں اس کی گاڑی سے پیچھے رہ جاتیں اور کچھ تیزی سے آگے نکل جاتیں۔ اس نے سر پر شیفون کا سفید سکارف نما دوپٹہ پہنا ہوا تھا جس کا ایک پلو آگے اور ایک پیچھے کو پھینک رکھا تھا جس میں سے اس کے کھلے بال واضح تھے جو اس کی کمر پر پھیلے ہوئے تھے اور کچھ کندھے سے ہو کر سامنے کی طرف جھول رہے تھے۔ ماتھے پر بال کرٹین بینگز (curtain bangs) کی صورت میں پھیلے ہوئے تھے۔ چہرے پر میک اپ کے نام پر صرف گلابی ٹنٹ کا استعمال کیا ہوا تھا اور گھنی پلکوں پر لگایا ہوا مسکارا ان کو مزید خوبصورت دکھا رہا تھا۔ لبوں پر گلابی رنگ کی لپ سٹک تو لگی تھی مگر مسکراہٹ دور دور تک نہیں تھی۔ ہاتھ دوسرے ہاتھ پر دھرے وہ جھولی پر رکھے بیٹھی تھی جن کی مخروطی انگلیوں پر مختلف خوبصورت نگینوں کی انگوٹھیاں اس کے دونوں ہاتھوں کو بے تحاشا دلکش بنا رہی تھیں۔ ان میں زمرد (emerald) کی انگوٹھی سب سے نمایاں تھی۔ سفید سلک کا لمبا پیروں تک آتا گاؤن جس پر بہت ہلکا باریک اور خوبصورت کام کیا گیا تھا اس پر اتنا جچ رہا تھا جیسے صرف اسی کے لیے بنایا گیا ہو۔ اس نے اب تک رخ نہیں موڑا تھا ذہن بہت سے خیالوں میں جکڑے وہ چہرے پر سنجیدگی سجائے ویسے ہی بیٹھی رہی۔

"اف تمہیں نہیں پتہ آج جو قیامت آئے گی نا۔ کاش کہ تم بھی دیکھ پاتی۔۔" بوائے کٹ میں کٹے شہد رنگ بال وائٹ شرٹ کے اوپر بلیک کوٹ اور ساتھ بلیک پینٹ پہنے چہرے پر بہت سارا میک اپ کیے وہ اپنے ساتھ کھڑی لڑکی کے ساتھ ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے بول رہی تھی۔ وہ دونوں مین انٹرینس کے باہر راہداری پر کھڑی

تھیں۔ پیچھے کھڑا سیکیورٹی گارڈ مسلسل ان کی آوازوں پر ان کو نظریں اٹھا کر دیکھتا رہتا۔ بوائے کٹ والی وانیہ بار بار کلائی پر پہنی گھڑی کو مسلسل دیکھے جا رہی تھی۔

"اب ایسا بھی کیا ہونے والا ہے؟" ساتھ کھڑی کھلے بالوں والی لڑکی کچھ تجسس کے انداز میں اس سے پوچھنے لگی۔ وانیہ نے ہاتھوں میں پکڑی فائل مسکراتے ہوئے اس کے سامنے لہرائی تو وہ کچھ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔

"اندر جہانگیر سر کے ساتھ جس کمپنی کی میٹنگ چل رہی ہے اس کمپنی کے ممبران کو ان کی اوقات یاد دلائی جائے گی اور یہ جو میرے ہاتھ میں فائل دیکھ رہی ہو نا یہ اس کمپنی کے خلاف تمام ثبوت ہیں جو تین دن میں میم نے کھوج نکالے ہیں۔ بس وہ جلدی سے آ جائیں کہیں سر ڈیل سائن ہی نہ کر دیں۔۔" وہ دوبارہ سے گھڑی کو دیکھنے لگی۔۔ "بس پانچ منٹ۔۔" پانچوں انگلیاں اس کے سامنے کرتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی۔

"یعنی آج میم کا موڈ خاصا خراب ہونے والا ہے۔۔" کھلے بالوں والی لڑکی ایک دم سے گڑبڑا کر رہ گئی۔

"میرے خیال سے مجھے میرے کیبن میں ہونا چاہیے میں تو گئی۔۔" وہ ڈر کے مارے تیزی سے اندر چلی گئی جبکہ وانیہ اس پر ہنس دی اور پھر سامنے دیکھنے لگی۔ انابیہ ہمیشہ سے اس کی آئیڈیل تھی اور اسے بہت پسند بھی کرتی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اس کی گاڑی آ گئی تھی۔ وہ تیزی سے سفید زینوں کو پار کرتے اس کی گاڑی کے کچھ دور آ کر کھڑی ہوئی۔ اس کے ساتھ کھڑے بلیک یونیفارم والے گارڈ نے آگے بڑھ کر پچھلی طرف کا دروازہ کھولا۔ انابیہ بڑے اطمینان سے باہر نکلی تو اس کی سیکرٹری فوراً سے آگے بڑھی۔

"گڈ مارننگ میم۔۔" وہ اب اس کے ساتھ ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

"گڈ مارننگ۔۔ ساری تیاری مکمل ہے؟" انابیہ سپاٹ سے لہجے میں اس سے پوچھنے لگی۔ سیکیورٹی گارڈ نے اسے آتا دیکھ کر دروازہ کھولا۔

"یس میم۔۔ تمام کاغذات میرے پاس ہیں۔۔"

"ہمم گڈ۔۔"اس کے اندر جاتے ہی آفس میں سناٹا سا چھا گیا۔اتنی خاموشی تھی کہ سفید ٹائلوں پر چلتی اس کی ہائی ہیلز کی ٹک ٹک کا شور واضح تھا۔کیبنز میں کام کرتے تمام ورکرز اسے دیکھتے ہی کسی مشین کی طرح کام کرنے لگ جاتے تھے۔لابی کی راہداری پر وہ مسلسل سیدھ میں چلتی جا رہی تھی۔اس کا پیروں تک آتا گاؤن اسکے کھلے جھولتے بال!! وہ واقعی بہت خوبصورت تھی اور لگ بھی رہی تھی۔ہر ورکر ایک دفعہ نظر اٹھا کر اسے ضرور دیکھتا تھا۔انابیہ اب نظروں کو گھماتے ہوئے ساتھ ساتھ جائزہ بھی لے رہی تھی۔اس کی نظر پڑتے ہی سب کی نظریں جھک جاتی تھیں اور کام میں لگ جاتے تھے۔وہ اصولوں کے معاملے میں سخت تھی۔ آفس میں موجود سب لوگ اس سے ڈرتے ضرور تھے مگر اس سے کوئی نفرت نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ پہلی غلطی پر ضرور دوسرا چانس دیتی تھی لیکن صرف پہلی غلطی پر۔۔۔ایک شان سے چلتی وہ لفٹ کی طرف بڑھی سیکرٹری اب بھی اس کے ساتھ تھی۔لفٹ کا دروازہ کھلا وہ اندر داخل ہوئی۔کچھ ہی دیر میں آفس کے بالائی منزل پر تھی۔سامنے ہی میٹنگ روم تھا۔بغیر دستک دیے وہ اندر داخل ہوئی۔وانیہ ہاتھ میں فائل جکڑے اس کے ساتھ ہی داخل ہوئی تھی پھر وہیں دروازے پر رک گئی۔جہانگیر صاحب سامنے لگی ایک بڑی سی سکرین کے سامنے کھڑے تھے اسے آتا دیکھ کر فوراً سے اس کی طرف بڑھے۔

"آؤ انابیہ تمہارا ہی انتظار ہو رہا تھا۔۔"وہ مسکراتے ہوئے بولے تو انابیہ نے ایک نظر لمبے سے ٹیبل کے ارد گرد بیٹھے دوسری کمپنی کے کچھ ممبران کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"کوئی بات نہیں مزید چار سال لگیں گے پھر آپ ضرور وقت کی پابند ہو جائیں گی۔۔"زبیر انڈسٹریز کا سی ای او حنان زبیر کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے طنزیہ انداز سے بولا تو انابیہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کچھ لوگ اپنی غلطیوں کو سات پردوں میں ایسے ڈھانپ دیتے ہیں کہ ان کے ثبوت ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھوڑا وقت لگ ہی جاتا ہے۔۔ خیر یہ بتائیں آپ جیسے لوگوں کو کتنے سال لگے گے اپنی غلطیوں سے سیکھنے کے لیے ؟؟" بارعب آواز پر حنان کی مسکراہٹ چھن سے غائب ہوئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا؟؟ کھل کر کہیں۔۔" وہ چہرے پر ناگواری لیے بولا۔

"صرف مطلب کیوں پوری کی پوری تشریح دوں گی میں آپ کو ذرا اطمینان رکھیں۔۔ فلحال کے لیے اتنا کافی ہے کہ یہ میٹنگ ختم۔۔ وہ رہا دروازہ آپ سب لوگ یہاں سے جا سکتے ہیں۔۔" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ حنان فوراً سے تپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"جہانگیر صاحب آپ کی بھتیجی کیا کہنا چاہ رہی ہیں ذرا ان سے اپنی زبان میں پوچھئے۔ رہی بات میٹنگ کی تو وہ ایسے ختم نہیں کی جا سکتی۔ ہمارے درمیان معاہدہ طے ہو چکا ہے۔۔" انابیہ تیزی سے جہانگیر صاحب کی طرف گھومی اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"تھوڑا انتظار تو کر لیتے انکل میرا۔۔ خیر۔۔" ناگواری سے سر جھٹکتے وہ دوبارہ حنان کی طرف پلٹی۔۔ "میں چاہتی تھی معاملہ آرام سے حل کیا جائے لیکن میرے خیال سے آپ کو سب کے سامنے اپنی عزت کی دھجیاں اڑوانے کا بہت شوق ہے تو چلیں پھر آغاز کرتے ہیں۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

"ہمیں کسی بھی منافق کمپنی کے ساتھ کسی قسم کی پارٹنر شپ نہیں کرنی۔ جو کمپنی اپنی غلطیوں سے کچھ سیکھنے کے بجائے پیسے کے زور پر انہیں دنیا سے چھپا کر رکھے ہمیں اس کمپنی کے ساتھ کام کر کے اپنی کمپنی کی ساکھ خراب نہیں کرنی۔۔"

"بس۔۔۔ بہت بول لیا آپ نے۔۔ میرے منہ پر کھڑے ہو کر آپ ہمیں منافق بول رہی ہیں۔۔ جہانگیر صاحب نے ایگریمینٹ سائن کر دیا ہے۔۔ میرے خیال سے مزید باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔۔" حنان

کی آواز اس بار کافی اونچی تھی۔ انابیہ کا پارا مزید ہائی ہونے لگا۔ اس سے لوگوں کی اونچی آواز برداشت نہیں ہوتی تھی خاص کر اپنے سامنے۔

"ایک سیکنڈ انابیہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟؟ کہنا کیا چاہتی ہو تم؟" جہانگیر صاحب نے تفتیشی انداز میں اس سے پوچھا۔

"یہ جھوٹے لوگ ہیں انکل ان کے پراجیکٹس بری طرح سے فیل ہوئے ہیں۔ کتنے ہی کرپشن کیسز بھی چل رہے ہیں ان پر"

"بس بہت ہو گیا۔۔ جہانگیر صاحب ہم یہ برداشت نہیں کریں گے۔۔ چار سال ہوئے نہیں ان کو اس کمپنی میں اور آئی ہیں یہ ہم پر منافقت کے الزام لگانے۔۔ اب یہ ہمیں بتائیں گی ہمارے پراجیکٹس کے بارے میں۔"

"چلائیے مت۔۔" اس نے جھک کر زور سے ٹیبل پر ہاتھ مارا۔ "میرے آفس میں کھڑے ہو کر۔۔ آپ۔۔ مجھ۔۔ پر نہیں چلا۔ سکتے۔۔ سمجھے۔۔" وہ لفظوں پر زور دیتے ہوئے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ دھاڑی۔ ایک پل کے لیے حنان کو واقعی سانپ سونگھ گیا۔ "اور کیا ایگریمینٹ ایگریمینٹ لگا رکھی ہے ہاں۔۔ یہ ایک کاغذ کا ٹکڑا۔۔" اس نے تیزی سے جہانگیر صاحب کے سامنے ٹیبل پر پڑا ہوا کاغذ جھپٹا اور اسے حنان کے سامنے لہرایا۔ پھر قدم اٹھاتی اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی بغیر کسی خوف کے۔ حنان ایک قدم پیچھے ہوا۔ انابیہ نے غصے سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کاغذ اس کے سامنے کیا اور اگلے ہی لمحے اس کو ٹکڑوں ٹکڑوں میں پھاڑ دیا۔ حنان پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گیا۔

"آپ کا ایگریمینٹ۔۔" استہزا سے کہتے اس نے ہاتھوں میں پکڑے اس کاغذ کے ٹکڑوں کو اس کے سامنے کیا۔ حنان اس بے عزتی پر اسے غصے سے گھورتا رہا اور پھر وہ وہاں سے پلٹ گئی۔ کاغذ کے ٹکڑے وہیں زمین پر پھینک دیے۔

" اور ہاں ثبوت چاہیے نا آپ کو؟؟ وانیہ!!" وانیہ جواب تک حیرت سے انابیہ کو دیکھ رہی تھی اس کی آواز پر کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی اور تیز تیز قدم اٹھاتے اس کے سامنے گئی۔ انابیہ نے اس کے ہاتھ سے فائل لی اور اسے جہانگیر صاحب کے سامنے پیش کی۔ جہانگیر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر فائل تھام لی۔

"اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ پچھلے کئی سالوں میں زبیر انڈسٹریز کے بنائے گئے پراجیکٹس بری طرح سے زمین بوس ہوئے ہیں صرف اور صرف ان کی نااہلی کی وجہ سے۔۔ اتنا ہی نہیں ان کے اتنے ورکرز ان کی غیر ذمہ داری کی وجہ سے موت کے گھاٹ چڑھ گئے۔۔ انہوں نے ہزار دفعہ ان سے کہا کہ مشینیں خراب ہیں لیکن انہوں نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔۔ اور تو اور جھوٹ اور پیسوں کا سہارا لے کر انہوں نے ان تمام باتوں پر پردہ ڈال دیا۔۔ لیکن۔۔" وہ دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھ کر جھکی اور تیز دھار نظروں سے ان سب کو دیکھے گئی۔

"ان سب باتوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے کیونکہ روز قیامت اس سب کے جوابدہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کو ہوں گے اور بے شک وہ بہترین انصاف کرنے والا ہے۔۔ میرا کنسرن میری کمپنی ہے (شہادت کی انگلی وہ اپنے سینے پر رکھتے ہوئے بولی) اور ہمیں کسی ایسی کمپنی کے ساتھ کام نہیں کرنا جو اپنے کام کے ساتھ سنجیدہ نہیں ہے سمجھے آپ لوگ۔۔ اب مزید بحث نہیں آپ لوگ جا سکتے ہیں۔۔" وہاں بیٹھے تمام مینیجرز نے ایک دوسرے کو دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ حنان کچھ قدم لیتے آگے آیا۔

"میں اپنی بے عزتی نہیں بھولوں گا۔۔" وہ چیلنجنگ انداز سے کہتا انابیہ کی آنکھوں میں دیکھے گیا۔" یاد رکھئے گا یہ دن۔۔" وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے بولا۔

"خبردار!! مجھ سے بہت تمیز سے بات کیجئے گا۔آپ کتنے سکینڈلز میں گھرے ہوئے ہیں یہ میں بہت اچھے سے جانتی ہوں اس لیے آپ کو مجھ سے ڈرنا چاہئے۔۔" حنان کے چہرے کا رنگ فق سے اڑا۔۔"میری آپ سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔بس ہماری کمپنی سے دور رہیے گا۔۔" اب کی بار وہ بھی تنبیہی انداز سے بولی۔

حنان نے سخت نظروں سے اسے دیکھا اور وہیں سے پلٹ گیا۔کچھ ہی دیر میں میٹنگ روم زبیر انڈسٹریز کے ممبران سے خالی ہو چکا تھا۔کرسی پر اب بھی ایک شخص سر کو جھکائے بیٹھا ہوا تھا اور انابیہ کی سخت نظریں اسی پر جمی تھیں۔

"ماجد علی!!" انابیہ نے اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً اپنی کرسی دھکیلتے اٹھ کر نظریں جھکائے کھڑا ہو گیا۔

"سر اٹھایئے ماجد علی۔۔" وہ نرم مگر اونچی آواز میں بولی۔

"ایم سوری میم۔۔ایم ریئلی سوری۔۔مجھے اندازہ نہیں تھا کہ۔۔" اس نے سر نہیں اٹھایا۔اس کے سامنے سر اٹھانے کی ہمت لاتا بھی کہاں سے۔

"آپ اس کمپنی کے مینیجر ہو کر اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتے ہیں؟" ماجد نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کی سخت نظریں خود پر دیکھتے ہی دوبارہ جھکا گیا۔

"میں نے آپ کو ایک کام دیا تھا ماجد بس ایک کام کہ مجھے اس زبیر انڈسٹریز پر کچھ شک ہے مجھے ان کے بارے میں کچھ انفارمیشن لا دیں لیکن آپ نے نہایت غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا صرف اس لیے کیونکہ آپ کو لگا کہ یہ کمپنی تو بہت بڑی ہے اس کے خلاف کیا ہو گا آپ نے مجھ سے کہہ دیا کہ سب کلئیر ہے۔۔" اس بار ماجد نے نظریں نہیں اٹھائیں یا شاید اس میں ہمت ہی نہیں تھی۔

"جو کام کرنے کے لیے میں نے آپ کو اتنے زیادہ دن دیے تھے وہ میں نے صرف تین دن میں کر لیا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ کوئی کلئیر نہیں ہوتا۔ وہ ہماری کمپنی کے ساتھ شامل ہو کر ہماری جڑیں کمزور کرنا چاہتے تھے۔ اگر میں بھی آپ کی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جاتی تو اندازہ ہے آپ کو میرے تایا اور انکل کی برسوں کی محنت کا کیا حشر ہو جاتا؟" وہ بولتے بولتے جیسے تھک کر چپ ہو گئی۔

"آپ مجھے جو سزا دینا چاہیں مجھے منظور ہے۔۔ میں جانتا ہوں میری غلطی بہت بڑی ہے اور میرا یقین کریں میں بہت شرمندہ ہوں۔۔" ندامت اور شرمندگی اس کی آواز سے واضح تھی۔ انابیہ نے سخت نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں آپ کو آفس سے تو نہیں نکالوں گی لیکن۔۔" وہ قدم اٹھاتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔ "آپ اب مینیجر کی پوسٹ پر کام نہیں کریں گے میں آپ سے یہ عہدہ واپس لے رہی ہوں ایک ورکر کی حیثیت سے آپ یہاں کام کر سکتے ہیں اور اگر یہ پوسٹ واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں تو خود کو نئے سرے سے پروف کریں۔۔ آپ کو کوئی اعتراض ہے؟؟" ماجد نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا اور سر نفی میں ہلا گیا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مگر وہ پراجیکٹ۔۔"

"وہ میں خود دیکھ لوں گی چونکہ وہ پلازہ میری موجودگی میں بن رہا ہے اس لیے وہ مجھے بہت عزیز ہے اور اس پراجیکٹ کو میں بذات خود دیکھوں گی۔۔" جہانگیر صاحب نے پہلو بدلتے ہوئے انابیہ کو حیرت انگیز نظروں سے دیکھا۔

"تم پر آل ریڈی آفس کی اتنی ذمہ داری ہے کنسٹرکشن سائٹ تم کیسے دیکھو گی؟؟"

"میں مینیج کر لوں گی انکل میں اتنا بڑا پراجیکٹ کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتی۔ میں خود سائٹ پر جایا کروں گی۔۔" اس نے رک کر دوبارہ ماجد کو دیکھا۔۔ "مجھے ایک ٹیم تیار کر کے دیں لیکن قابل ورکرز کی۔۔ اب

آپ جا سکتے ہیں۔۔"اس پر حکم صادر کرتے وہ جہانگیر صاحب کے ساتھ جا کھڑی ہوئی جو اب تک اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ماجد نے سر اثبات میں ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔

"سوچ لو انابیہ پراجیکٹ مینیجر ہم کسی کو بھی بنا سکتے ہیں خوامخواہ خود پر برڈن مت ڈالو۔۔"

"میری زندگی کے صرف تین اصول ہیں انکل۔۔ نمبر ایک: میں جلد کسی پر بھروسہ نہیں کرتی۔۔ نمبر دو: جس پر کرتی ہوں اس سے زیادہ کسی پر نہیں کرتی۔۔اور نمبر تین: جب کوئی میرا بھروسہ توڑتا ہے تو مر کر بھی اس پر بھروسہ نہیں کرتی۔۔ میں نے ماجد پر بھروسہ کیا انہوں نے میرا بھروسہ توڑ دیا۔کم از کم اب میں اس پراجیکٹ کے لیے کسی کا بھروسہ نہیں کروں گی۔۔"وہ بولے جا رہی تھی اور جہانگیر صاحب اسے فخریہ نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔

"مجھے تم پر فخر ہے انابیہ اور اپنے فیصلے پر بھی جو میری زندگی کا سب سے بہترین فیصلہ تھا۔۔آج جس طرح سے سب تم نے سنبھالا مجھے واقعی یقین نہیں آرہا۔۔ تم بہت قابل اور ذہین ہو۔۔ لیکن حنان زبیر چپ نہیں بیٹھے گا تم نے اس سے دشمنی مول لی ہے۔۔"

"مجھے اس کا کوئی خوف نہیں ہے۔۔مجھے صرف یہ خوف تھا کہ میری وجہ سے آج ہم کتنے بڑے نقصان میں گھر جاتے۔۔مجھے پورا یقین ہے وہ لوگ ہم سے جیلیں ہیں ہماری کامیابی دیکھی نہیں جا رہی ان سے اسی لیے زبیر صاحب نے اپنے بیٹے کو یہاں بھیج دیا اور ظاہر سی بات ہے اتنی بڑی ناکامی کے بعد وہ چپ نہیں بیٹھیں گے۔۔لیکن اس بار میں بھی تیاری کر کے آئی ہوں۔۔"اس نے ٹیبل سے وہ فائل اچک کر دوبارہ وانیہ کے ہاتھ میں پکڑائی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی میٹنگ روم سے نکل گئ۔جہانگیر صاحب فخریہ انداز سے مسکراتے ہوئے اسے جاتا دیکھ رہے تھے۔اس کے جاتے ہی انہوں نے جیب سے موبائل نکالا اور ایک نمبر ملا کر موبائل کان سے لگایا۔۔

"تمہاری ایجنسی کا بہترین باڈی گارڈ جو بھی ہے مجھے کل صبح گیارہ بجے اپنے آفس میں چاہیئے۔۔" فون پر حکم صادر کرتے انہوں نے کال کاٹ دی اور میٹنگ روم سے نکل گئے۔

"اس پراجیکٹ میں کامیابی صرف تمہاری وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔۔ تمہاری پریزینٹیشن کمال کی تھی یار۔۔" عابس اور کبیر دونوں مرکزی دروازے سے گھر کے اندر داخل ہو رہے تھے تبھی عابس نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"سارا کمال میرا نہیں ہے آپ کی بھی اتنی ہی محنت تھی۔" کبیر نے بولتے بولتے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو اس کی نظر ریلنگ پر کھڑی ایک لڑکی پر ٹھہری۔

"مگر اس بار مجھے لگتا ہے تم نہ ہوتے تو اتنی بڑی اچیومنٹ شاید ہم کبھی حاصل نہ کر پاتے۔۔" عابس کی آواز پر اس نے نظریں اس لڑکی پر سے ہٹا کر اسے دیکھا۔ عابس ساتھ ساتھ موبائل پر واٹس ایپ پر کچھ ضروری میسیجز بھی دیکھ رہا تھا۔ "تم نے جب سے میرے ساتھ آفس سنبھالا ہے میرے تو کندھوں پر سے آدھا بوجھ کم ہو گیا ہے۔۔" کبیر نے مسکراتے ہی سر دوبارہ اٹھا کر دیکھا وہ اب بھی ویسے ہی کھڑی تھی دونوں ہاتھوں سے ریلنگ کو پکڑے وہ مکمل طور پر اسی کی طرف متوجہ تھی۔ کبیر آنکھیں چھوٹی کیے ویسے ہی اسے دیکھتا رہا جو پلکیں جھپکائے بغیر اسے ٹکٹکی باندھے کھڑے دیکھ رہی تھی۔

"خیر۔۔" عابس نے موبائل جیب میں ڈالتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو اس نے فوراً سے نظریں ہٹائیں اور عابس کی طرف متوجہ ہوا۔ "اب تو تم ہو ہی میرے ساتھ مجھے فخر ہے تم پر کبیر۔۔" وہ اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا اور اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔ کبیر اس کے جانے کے بعد کچھ پل ویسے ہی کھڑا رہا اور پھر

اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہ اب بھی وہیں تھی ویسے ہی اسے دیکھ رہی تھی۔ کبیر نے ایک گہرا سانس لیا اور قدم اٹھاتا زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ جویریہ کی نظریں اس کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھیں کچھ ہی دیر میں اس کی نظروں نے دیکھا کہ کبیر جہانگیر اس کے بلکل سامنے کھڑا تھا۔ ایک پل کے لیے اسے لگا اس کا سانس رک گیا ہے۔ کبیر نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا اور شاید زندگی میں پہلی بار اس کا چہرہ اتنے غور سے دیکھا تھا۔ وہاں پہلے جیسی شوخی بلکل نہیں تھیں۔ آنکھیں مکمل سوجی ہوئیں تھیں جن کے گرد سیاہ حلقے واضح تھے۔ چہرے کی رنگت بھی پھیکی پھیکی سی لگ رہی تھی۔ اس کے ہمیشہ سے سلیقے میں بندھے بال آج درمیان سے سیدھی مانگ نکالے ڈھیلے سے جوڑے میں بندھے تھے اور وہ بلکل سادہ سی کالی قمیض شلوار میں ملبوس کندھوں پر مہرون کیپ شال لپیٹے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"کیسی ہو؟؟" سرسری سے انداز میں اس نے جویریہ سے پوچھا۔

"کسی ٹوٹے ہوئے انسان سے ایسا مشکل سوال نہیں پوچھتے۔۔" وہ تلخی سے مسکرا دی۔

"میں کافی دنوں سے آیا ہوا ہوں تم آئی نہیں ملنے ایک بار بھی۔۔" وہ جیسے شکوہ کر رہا تھا۔ کیا یہ وہی شخص تھا جو اس کی شکل دیکھنے کا روادار نہیں ہوتا تھا۔

"تم گئے کب تھے۔ مہینے کی ہر پندرہ تاریخ کو تو مجھے میری اوقات یاد دلانے آجاتے تھے۔ میری تذلیل کرنے آجاتے تھے۔ مجھے تکلیف دینے آجاتے تھے۔۔" کبیر ناسمجھی سے اسے دیکھے گیا۔ اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگے ہوئے تھے۔

"یعنی تم محبت کی آگ میں جلتی رہی ہو۔۔" انداز طنزیہ تھا۔ جویریہ نے خفگی سے باری باری اس کی دونوں آنکھوں کو دیکھا۔ اسے لگا شاید وہ اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔۔ "تو مان لو اپنی غلطی۔ مان لو کہ تم نے زیادتی کی تھی جویریہ۔۔"

"میں مانتی ہوں میں نے زیادتی کی ہے۔۔" وہ طنزیہ ہنس دی۔۔ "لیکن خود کے ساتھ۔۔ میں مانتی ہوں اپنی غلطی۔۔ تم جیسے انسان سے محبت کرنے کی سنگین غلطی۔۔" کبیر اس کی بھیگی آنکھوں میں شکوے شکایتیں دیکھ رہا تھا لیکن اسے کہیں بھی کوئی ندامت اور شرمندگی دکھائی نہیں دی۔

"میں شرمندہ ہوں خود سے کبیر۔۔ میں نے اپنی ذات کو تہس نہس کر دیا۔۔ میں نے خود کو ایک فقیر سے بھی بدتر بنا دیا۔ در در کے دروازے کھٹکھٹا کر اسے پھر بھی کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے لیکن میں ایک ہی دروازہ پیٹتی رہ گئی اور دیکھو میں خالی ہاتھ رہ گئی۔۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ کبیر کے سامنے پھیلائے۔

"میں نے کیا کیا تھا کبیر مجھے کیوں اتنی تکلیف ملی ہے؟؟" آنسو اب اس کی آنکھوں سے گرنے لگے تھے۔ کبیر کچھ نہیں بولا وہ بس اس کے گرتے آنسو دیکھے گیا شاید وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"میں نے تمہارے جانے کے بعد کبھی تمہارا انتظار نہیں کیا۔ میں جانتی تھی تم آ بھی گئے تو تمہاری آنکھوں میں وہی سرد مہری ہو گی جو ہمیشہ سے خاص جویریہ کے لیے رہی ہے۔۔" اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔۔ "مجھے سمجھ نہیں آتا کہ جب تم نے مجھے نہیں ملنا تھا تو اتنی محبت اتنی شدت کی محبت مجھے کیوں ہوئی تم سے؟ عام سی محبت ہو جاتی وہ محبت جو کسی کو بھی ہو جاتی ہے۔ بھول جانے والی محبت۔۔ لیکن میں تمہیں کبھی نہیں بھلا پائی۔۔ مجھے لگا ان تین سالوں میں مجھے تم سے شدید نفرت ہو گئی ہے لیکن اب تمہیں اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ مجھے تم سے اب بھی ویسی ہی محبت ہے۔۔" اس کا چہرہ مکمل بھیگ چکا تھا۔ کبیر اب بھی اسے سن رہا تھا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش ہو گئی یا شاید رونے کی وجہ سے اس کی آواز نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ پھر اس نے کبیر کو کچھ کہتے ہوئے سنا۔

"شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمہیں اور مجھے محبت راس نہیں آئی۔ شاید ہم دونوں کے نصیب میں صرف محبت کرنا لکھا تھا اس کا حصول نہیں۔۔" جویریہ نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ "بس فرق صرف اتنا ہے کہ

تمہاری محبت تم سے چھینی نہیں گی کیونکہ کبیر کبھی تمہارا تھا ہی نہیں لیکن مجھ سے میری محبت چھینی گئی ہے کیونکہ انابیہ صرف میری تھی۔۔" جویریہ نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔آج اتنے سال بعد وہ اس سے ملی تھی اور اس کی زبان پر صرف وہی نام تھا جس نام کو اس کی زندگی سے نکالنے کے لیے اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ "اور مجھے بہت افسوس ہے کہ وہ سب میری اپنی کزن نے میرے ساتھ کیا۔۔" وہ تلخی سے مسکرایا تو زمانے کا دکھ اس کی مسکراہٹ پر در آیا۔۔

"غلط۔۔میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔۔انابیہ کی محبت ہی کمزور تھی۔میں نے تو بس ایک کوشش کی تھی کبیر اور اس نے میری کوشش کو اتنی آسانی سے کامیاب ہونے دیا۔اس نے کیوں سٹینڈ نہیں لیا۔وہ مر جاتی سولی چڑھ جاتی خودکشی کر جاتی لیکن تمھیں ایسے چھوڑ کر نہیں جاتی۔۔میں نہیں مانتی کہ اس کے باپ نے اس کے پیروں میں زنجیریں ڈال دی ہوں گی۔۔اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنادی ہوں گی۔۔یا اسے گھسیٹتے ہوئے یہاں سے لے گیا ہو گا۔۔وہ کیوں نہیں کچھ کر سکی جب میں نے محبت کے لیے کوشش کی تو اس نے کیوں نہیں کی۔۔بتاؤ ناچپ کیوں ہو؟؟ کوئی جواب ہے تمہارے پاس؟؟" وہ ایک لمحے میں کبیر کو لاجواب کر گئی تھی۔اس کے پاس واقعی کوئی جواب نہیں تھا اسے تو خود انابیہ سے یہی شکایت تھی۔۔

"مان لو کبیر اس نے تم سے کبھی محبت کی ہی نہیں تھی۔۔اگر کبیر جہانگیر کو کسی نے شدت سے چاہا ہے تو وہ صرف جویریہ سلطان ہے۔۔" اپنے بھیگے ہوئے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے رگڑتے ہوئے وہ اس کے ساتھ سے ہو کر چلی گئی۔کبیر پتھر کے مجسمے کی طرح کھڑا رہا۔ایک بار اس کا دل بری طرح سے چھلنی ہوا تھا۔اس کا دل اس سے چیخ چیخ کر پوچھ رہا تھا کیا واقعی اس نے غلط انسان سے محبت کی تھی۔اگر اس کی محبت سچی ہوتی تو وہ جا کر ایک بار اس کے لیے واپس ضرور آتی لیکن وہ نہیں آئی کبھی نہیں آئی۔بوجھل دل کے ساتھ بھاری قدم اٹھاتا وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ جھک کر اوون کے اندر اپنے پکتے ہوئے کیک کو دیکھ رہی تھی جو بالکل بیک ہو چکا تھا۔ خوشی سے مسکراتے ہوئے وہ سیدھی ہو کر سلیب پر پڑے ہوئے موٹے دستانوں کو اٹھا کر پہننے لگی۔ اوون کا دروازہ کھول کر اس نے بڑی احتیاط سے مولڈ کو باہر نکالا اور مڑ کر سلیب پر پڑے ایک سٹینڈ پر رکھ دیا۔ بس اب اسے کیک مولڈ سے نکال کر اس کی ڈیکوریشن کرنی تھی جو اس کا سب سے پسندیدہ کام تھا۔

"اوپر کمرے میں جائو میرا فون چارج پر لگا ہوگا اسے لے آئو۔ میں اس کی سٹریک ڈالوں گی اور انسٹا پر بھی پوسٹ کروں گی۔۔" کچھ دیر میں اس نے شہناز سے کہا جو اس کی طرف پشت کیے سنک کے سامنے کھڑی برتن دھو رہی تھی۔

"جی میں لاتی ہوں۔۔" اس کے کہتے ہی شہناز نے نلکہ بند کیا اور گیلے ہاتھوں کو سکھاتی وہاں سے چلی گئ۔ اس نے باری باری سلیب پر رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھا جو شہناز نے بڑے ترتیب سے رکھی ہوئیں تھیں۔ سب کچھ مکمل تھا بس اب اسے کیک مولڈ سے نکالنا تھا۔ اس سے پہلے وہ کیک کی طرف متوجہ ہوتی اس کی نظر سامنے سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑے عالیان پر پڑی جس کا سائڈ ویو وہ کچن کے کھلے دروازے سے باآسانی دیکھ سکتی تھی۔ سفید رنگ کا کرتا شلوار پہنے وہ ارد گرد سے بیگانہ اپنے کرتے کی آستینوں کو پیچھے کی طرف موڑ رہا تھا۔ اس کے سلیقے سے کٹے کرلی بال ہلکے ہلکے گیلے تھے۔ گلے میں لٹکتی زنجیریں، ہاتھوں میں پہنے بینڈز اور سلور رنگ کی بالیاں جو اس کے کانوں کی زینت ہوتی تھیں وہ تو کافی سال پہلے ہی سب اتار چکا تھا اور تب سے ردا کا ایک دن بھی اسے سوچے بغیر نہیں گزرتا تھا۔ وہ بنا پلکے جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ردا کا دل عجیب طرح سے دھڑکنے لگتا تھا اور ایسا بہت پہلے سے ہو رہا تھا۔ وہ اب جانے ہی لگا تھا کہ اچانک بے دھیانی

میں اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو اس کی آنکھیں ردا کی آنکھوں سے ٹکرائیں۔اس کے مڑتے ہی وہ فوراً بوکھلا سی گئی اور ناسمجھی میں سلیب پر پڑی چیزوں کو دیکھنے لگی۔ کبھی چھری ہاتھ میں اٹھالیتی تو سر جھٹک کر واپس پٹخ دیتی تو کبھی کریم سے بھرا ہوا باؤل اٹھالیتی اور سر جھٹک کر اسے بھی رکھ دیتی۔عالیان عجیب سی نظروں سے اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔اس کا چہرہ مارے شرمندگی کے سرخ ہونے لگا تھا۔وہ اب تک اتنی نروس تھی کہ اسی نروسنیس کے چکر میں اس نے بغیر دستانے پہنے گرم گرم مولڈ کو پکڑنے کی کوشش کی اور پھر اس کی تپش محسوس کرتے ہی اس کے منہ سے "سسسس" نکلی اور تیزی سے ہاتھ پیچھے کیے۔عالیان یہ دیکھتے ہی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔وہ اب بلکل اس کے سامنے کھڑا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے دیکھ رہا تھا۔ان دونوں کے درمیان میں بس سلیب تھی۔

"کیا کرتی ہو ردا دھیان کہاں ہوتا ہے تمہارا؟؟" وہ لہجہ تھوڑا سخت کرتے ہوئے بولا۔۔ نظریں اس کے ہاتھ پر جھکی تھیں۔اب وہ اسے کیا بتاتی کہ سارا دھیان اسی کی طرف تو تھا۔

"دیکھو سارا ہاتھ سرخ ہو رہا ہے۔۔" عالیان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ایک پل کے لیے بس اس نے اس کی رات سی کالی گہری آنکھوں میں دیکھا۔۔یہ کیا ہوا؟؟اور بس تیزی سے اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا۔عالیان نے خفگی سے اسے دیکھا لیکن اس بار کچھ نہیں بولا۔وہ کافی ہڑبڑائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔بنا کچھ بولے وہ وہاں سے تیز قدم لیتے نکل گئی۔اس کا انداز بھاگنے والا تھا۔

"اسے کیا ہوا؟" عالیان نے مڑ کر کچن کے دروازے کو دیکھا جہاں سے وہ بھاگتے ہوئے غائب ہو گئی تھی۔

کمرے کے قریب پہنچتے ہی وہ شہناز سے ٹکرائی۔

"باجی آپ کا فون۔۔" اس کے الفاظ منہ میں رہ گئے کیونکہ ردا اس کو پرے کرتے دروازہ اس کے منہ پر بند کر چکی تھی۔

"اب ان کو کیا ہوا؟؟" وہ ہاتھ میں فون لیے ناسمجھی سے کھڑی رہی۔ آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹانا چاہا لیکن پھر سر جھٹک کر وہاں سے چلی گئی۔

دوسری طرف وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتے اس کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی رہی کچھ عجیب سی حالت ہو رہی تھی اس کی۔ گہرے گہرے سانس لیتے اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھا تو اسے پتہ چلا کہ وہ تو پسینے میں نہائی ہوئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی اسے خوف کس چیز کا تھا؟ آخر اسے ایک دم آج کل کیا ہو جاتا تھا۔ بے ساختہ اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا تو پھر حیرت سے اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ اس کا دل اتنا تیز دھڑک رہا تھا کہ جیسے سینے سے باہر آجائے گا اور ایسا بھی صرف عالیان کو دیکھ کر ہوتا تھا۔

"افف یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ؟ کیوں ہو رہا ہے؟ ایسا تو کبھی نہیں ہوتا پھر اس شخص کے سامنے۔۔۔" وہ بولتے بولتے رکی۔۔ "نہیں نہیں ایسا کچھ نہیں ہے ایسا ہو ہی نہیں سکتا میں شاید کچھ زیادہ ہی سوچتی رہتی ہوں۔۔" وہ اب اپنا سر پکڑے کھڑی تھی۔۔ "افف رداوہ صرف تمہارا کزن ہے بس اور کچھ نہیں۔۔" وہ رک رک کر اٹکی ہوئی سانس میں بولے جارہی تھی۔

"اس کو سامنے دیکھتے ہی سب کچھ رک کیوں جاتا ہے سوائے اس کے ہر چیز عدم کیوں ہو جاتی ہے یا شاید میں بس دیکھنا ہی اسے چاہتی ہوں۔۔" وہ لڑکھڑاتے قدم بیڈ کی طرف آئی اور بے ساختہ اس پر گر کر بیٹھ گئی۔

"آپی ٹھیک ہی کہتی تھی دل پر اختیار نہیں ہوتا۔۔" اس کی آنکھوں سے آنسو زار و قطار بہنے لگے۔

"لیکن میں اپنے دل کو قابو میں رکھ سکتی ہوں۔ میں خود کو قابو میں رکھ سکتی ہوں۔۔" وہ اپنے گرتے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے بولی۔

"محبت میرے لیے ایک دلدل ہے اور میں اس میں خود کو کبھی نہیں دھنسنے دوں گی کیونکہ پھر مجھے باہر نکالنے والا کوئی نہیں ہو گا۔۔" وہ زور زور سے اپنی آنکھوں کو رگڑ رہی تھی۔

"میں اپنے دل میں محبت کا بیج نہیں بو سکتی خاص کر اس شخص کے لیے تو بلکل بھی نہیں جس سے میں نے ہمیشہ نفرت کی ہے۔۔"کچھ دیر ایسے ہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ بیڈ پر ہی لیٹ گئ اور ایسے ہی چھت کو تکتی رہی۔اسے یقین ہونے لگا تھا کہ وہ اس محبت کو اپنے دل سے نکالنے میں ضرور کامیاب ہو جائے گی اور یہ اس کی سب سے بڑی غلط فہمی تھی کیونکہ کچھ کام انسان چاہ کر بھی نہیں کر پاتا اور رہی بات محبت کی تو وہ ایسے صرف کہہ دینے سے ختم نہیں ہوتی۔

"اس بلا کی حسین لڑکی میں بلا کا گھمنڈ ہے۔۔"

حنان زبیر اس وقت سفید بتیوں سے روشن ایک ہال نما کمرے میں لمبے پول میز پر جھک کر ہاتھوں میں پکڑی cue stick سے ایک بال کا نشانہ باندھ رہا تھا۔وہ سنوکر کھیل رہا تھا۔

"لیکن کہتے ہیں نا۔۔"ٹک کی آواز کے ساتھ بال سیدھا ہول میں گئ۔ "حسن ہو گا تو غرور بھی ہو گا۔۔" کہتے ساتھ وہ عجیب طرح سے مسکرایا۔اس کے پیچھے کھڑا چوڑی جسامت والا شخص بغور اسے سن رہا تھا۔

"میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں جابر بہت زیادہ۔۔"وہ اپنے پیچھے کھڑے شخص کی طرف گھوما جو ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔ "جانتے ہو کیوں؟"سٹک اس نے ٹیبل پر رکھ دی اور اب وہ اسی ٹیبل سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ "کیونکہ تم نے میرا ہر جائز ناجائز حکم مانا ہے اور ہر کام بڑی سمجھداری سے کیا ہے۔"وہ اس کی تعریف کر رہا تھا۔جابر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"میں سمجھ گیا ہوں سر۔آپ بے فکر رہیں اس پھڑ پھڑاتی چڑیا کے پر کاٹنے کے لیے میں اپنی چھریاں تیز کر چکا ہوں بس آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔۔"وہ سر کو تھوڑا خم دیتے ہوئے بولا۔

"بس یہی وجہ ہے کی میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں۔ میں اپنی بے عزتی تب تک یاد رکھوں گا جب تک وہ زمین میں دفن نہیں ہو جاتی۔۔" وہ دوبارہ سے ٹیبل کی طرف گھوما۔ سٹک پھر سے اس کے ہاتھ میں تھی۔ بال پھر سے اس کے نشانے پر تھی۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور آسمان پر اندھیرا ہونے والا تھا۔ لونگ روم میں وہ صوفے پر ٹانگیں اوپر کیے بیٹھی تھی۔ سر پر مٹیالے رنگ کا حجاب پہنے اور اپنے ارد گرد شال لپیٹے وہ مکمل طور پر ہاتھ میں پکڑی کھلی کتاب میں گم تھی۔ اسے لونگ روم میں آئے ہوئے بس کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔ اسی دوران ناصر صاحب کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو اس کی نظریں پھر سے عالیان کی پشت سے ٹکرائیں اور پھر اس نے نظریں دوبارہ کتاب پر جھکا لیں۔ اسے بلکل اندازہ نہیں تھا کہ عالیان گھر پر ہوگا۔ وہ بہت احتیاط سے دروازہ بند کر رہا تھا۔ دروازہ بند کر کے اس نے گھوم کر صوفے میں بیٹھی ردا کو دیکھا جسے وہ پہلے ہی نکلتے وقت دیکھ چکا تھا اور جانتا تھا کہ ردا نے بھی اسے نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔

"ناراض ہو؟؟" مکمل چھائی ہوئی خاموشی کو توڑتے ہوئے اس نے ردا سے پوچھا۔ اس نے نظریں نہیں اٹھائیں لیکن وہ جانتی تھی کہ عالیان اسے ہی دیکھ رہا ہے اسی لیے نظریں کتاب پر جھکائے بنا کچھ بولے اس نے سر محض نفی میں ہلایا۔ وہ دوسرے صوفے کے پیچھے دونوں ہاتھ صوفے کی ٹیک پر رکھے جھکا ہوا کھڑا تھا۔

"مجھے لگا شاید تم مجھ سے ناراض ہو خیر میں معذرت کرتا ہوں تم سے۔ مجھے تمہارا ہاتھ ایسے نہیں پکڑنا چاہیے تھا۔۔" وہ تفصیل دیتے ہوئے بول رہا تھا۔ ردا اسے سن تو رہی تھی مگر دیکھ نہیں رہی تھی۔

"مگر تمہیں بھی تو احتیاط کرنی چاہیے تھی نا۔" وہ بولتے بولتے تھوڑا رکا۔ "ویسے یاد آیا وہ کیک بہت مزے کا تھا یقین نہیں آ رہا کہ تم نے بنایا۔" اپنے کیک کے ذکر پر ردا نے برہمی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آپ نے وہ کیک کھالیا؟" وہ کچھ حیرت اور صدمے سے اسے دیکھے گئی۔

"ظاہر سی بات ہے سارا تو نہیں بس ایک پیس لیا تھا میں نے۔۔ کیا ہوا ایسے کیوں گھور رہی ہو؟؟ وہ کھانے کے لیے ہی تھا نا؟؟" ردا کا دل کر رہا تھا کہ ابھی اس شخص کا گلا گھونٹ دے لیکن پتہ نہیں کیوں اور کیسے وہ خود پر ضبط کر گئی۔

"میں نے وہ آپی کے لیے بنایا تھا۔۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا اور دوبارہ سے کتاب کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"کم آن ردا۔ اس نے کون سا سارا کھا جانا تھا۔ سارا کھانے والی شکل لگتی ہے تمہیں اس کی۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا جبکہ ردا کو صرف خود پر حیرت تھی کہ اسے صحیح والا غصہ کیوں نہیں آرہا تھا وہ اتنی تحمل مزاج تو نہیں تھی پھر ابھی کیوں چپ سی لگ گئی اسے۔

"آپ نے اس کی ساری look خراب کر دی اب میں آپی کے سامنے اسے کیسے پیش کروں گی۔" وہ اتنا افسوس سے بولی کہ ایک لمحے کے لیے عالیان کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"وہ مائنڈ نہیں کرے گی اور اگر میرا بتاؤ گی تب تو بلکل بھی نہیں کرے گی ایسے پریشان مت ہو۔۔" اب کی بار وہ پھر کچھ نہیں بولی سر بھی نہیں ہلایا بس کتاب کو دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر پریشانی واضح تھی جس کا انکشاف عالیان پر ہو رہا تھا اور یہ بات تو اسے کنفرم تھی کہ محض کیک کے لیے وہ اتنی خاموش اتنی سنجیدہ نہیں ہو سکتی تھی۔ ایک پل کے لیے اس کے دل میں پھر سے ظفر کا خیال آیا۔ وہ یک دم سیدھا ہوا لیکن وہ فلحال اس کا نام لے کر اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اگر تمہیں کسی بات کی پریشانی ہے تو کم از کم تم مجھے نہیں تو نابیہ کو ضرور بتا دو۔ اس بار کچھ بھی اکیلے سہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ تم مجھے بھی بتا سکتی ہو اتنا بھروسہ تو کرتی ہو گی نا؟" اس کے سوال پر وہ پھر خاموش رہی۔ حلق میں ابھرتی گلٹی کو اس نے بمشکل نیچے کیا۔ عالیان کو اس کی یہ خاموشی ہمیشہ سے بہت چبھتی تھی

خاص کر جب وہ اس کے ساتھ ہو یا اس سے بات کرے تو کم از کم تب اسے اس سے بات کرنی چاہیے یوں خاموش رہنے سے اسے ہمیشہ لگتا تھا کہ اب بھی وہ ردا کے دل میں جگہ نہیں بنا پایا۔ پھر سر جھٹک کر وہ وہاں سے چلا گیا کیونکہ اسے انتظار کرنے آتا تھا اور اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس کے جاتے ہی ردا نے گہرا سانس لیا۔

"اگنور کرنا سب سے بہتر کام ہے۔ مجھے آپ سے کوئی بھی بات نہیں کرنی نہ ہی لڑنا ہے کیونکہ اس کا نقصان صرف مجھے اٹھانا پڑے گا۔۔" اس نے کتاب سامنے ٹیبل پر رکھ دی۔ ایک دم اس کا دل بجھ سا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گردن گھما کر دیکھا سلائڈنگ ڈور سے باہر وہ اسے حسن چچا سے ہنس ہنس کے باتیں کرتے ہوئے پھر دکھائی دیا وہ تیزی سے اٹھی اور ڈوریوں میں بندھے پردے کھول دیے۔ اگلے ہی لمحے باہر سے نظر آنے والا منظر اب پردوں میں چھپ گیا تھا۔ وہ دوبارہ ٹک کر صوفے پر بیٹھ گئ۔

جہانگیر صاحب آفس میں اپنی کرسی پر بیٹھے مکمل خاموشی سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کا سر تا پیر جائزہ لے رہے تھے۔

"فرہاد میر۔۔ یہی نام ہے نا؟؟" سامنے بیٹھے اس لڑکے نے سر اثبات میں ہلایا جس کی عمر لگ بھگ ستائیس سے اٹھائیس کے درمیان ہو گی۔ چوڑے کندھے، ورزشی جسامت، نہایت سانولی رنگت، گھنی داڑھی، بڑی بڑی سرمئی چمکتی ہوئی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے، گھنے بالوں کی پونی اسے سانولا ہونے کے باوجود بھی پرکشش بنا رہے تھے۔ اس کے دونوں کانوں میں سیاہ رنگ کے چھوٹے ٹاپس واضح تھے۔ گول گلے کی پوری

آستینوں والی سیاہ رنگ کی شرٹ کے ساتھ اس نے سیاہ جینز پہن رکھی تھی۔ دونوں مضبوط کلائیوں میں سیاہ اور بھورے رنگ کے بینڈز پہنے ہوئے تھے۔

"چونکہ تمہیں میرے بہت ٹرسٹ ورتھی بندے نے بھیجا ہے۔۔" وہ دونوں کہنیاں ٹیبل پر جمائے دونوں ہاتھ باہم پیوست کیے تھوڑا آگے ہوتے ہوئے بولے۔۔ "اس لیے مجھے تمہاری قابلیت پر کوئی شک نہیں ہے۔۔"

"آپ کو میرے کام سے کبھی مایوسی نہیں ہو گی۔۔" اس کی بھاری گھمبیر آواز جہانگیر صاحب کے کانوں سے ٹکرائی۔

"میں یہی ایکسپیکٹ کرتا ہوں تم سے۔۔ جس لڑکی کے تم باڈی گارڈ بننے جا رہے ہو وہ کوئی عام لڑکی ہر گز نہیں ہے۔ میرے بہترین دوست کی بھتیجی ہے سمجھ لو میری بھی بھتیجی ہے۔ اس کے علاوہ اس کمپنی کی سی-ای-او بھی ہے۔ اس کا نام انابیہ احمد عالم ہے۔ جانتے ہو پرابلم کیا ہے؟" وہ براہراست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بول رہے تھے۔

"وہ کسی سے ڈرتی نہیں ہے۔۔ اس لیے اسی عمر میں اس کے دشمن بہت ہیں۔۔" وہ ٹیبل پر سے کہنیاں ہٹا کر دوبارہ پیچھے ہوئے۔ فرہاد کھلے کانوں سے انہیں سن رہا تھا۔

"دوسری پرابلم یہ ہے کہ اسے باڈی گارڈز سے نفرت ہے۔" اب یہ بات اسے بے تکی لگی۔۔ فرہاد عجیب طرح سے مسکرایا۔ "اسے نہیں پسند کوئی بھی اس پر نظر رکھے ہر پل اس کے ساتھ ہو اور اس کی ہر ایکٹیویٹی سے باخبر ہو۔۔"

"یعنی مجھے سامنے آئے بغیر چھپ کر ان کی حفاظت کرنی ہے۔۔ انٹرسٹنگ۔۔"

"Exactly تمہیں یہی کرنا ہے۔ کافی سمجھدار ہو تم۔۔" وہ اس کی تعریف کرتے ہوئے بولے۔۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ میں اپنے کام سے بہت وفادار ہوں۔ انہیں شک تک نہیں ہوگا کہ ان پر ہر وقت کوئی نظر رکھے ہوئے ہے۔۔" وہ ان کو یقین دلاتے ہوئے بولا۔

"میں تمہیں اس کی پکچر دکھا دیتا ہوں۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے میں نے ان کو باہر دیکھ لیا تھا۔۔" جہانگیر صاحب نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"اس نے تو تمہیں میرے آفس کی طرف آتا ہوا نہیں دیکھا؟؟"

"نو سر وہ اپنے ورکرز کے ساتھ کسی سیریس ٹاپک پر ڈسکشن کر رہی تھیں انہوں نے مجھ پر غور نہیں کیا۔۔" اس کے بتاتے ہی جہانگیر نے شکر کا سانس لیا۔

"چلو ٹھیک تمہاری ڈیوٹی آج سے شروع ہوتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر بعد وہ کنسٹرکشن سائٹ پر جائے گی۔" جہانگیر اب اسے مزید سب کچھ بتا رہے تھے اور وہ غور سے سن رہا تھا۔

سورج ڈھلنے میں بس تھوڑا وقت باقی تھا۔ ٹھنڈ کی شدت بڑھ گئ تھی وہ ہلکے گلابی رنگ کے گائون کے اوپر لمبا سفید وولن کوٹ پہنے اس وقت کنسٹرکشن سائٹ پر اس زیر تعمیر پلازے کے سامنے کھڑی تھی جس کا وہ پچھلے تین سالوں سے خواب دیکھ رہی تھی اور بلآخر اب وہ اپنے سامنے اپنے خواب کو پورا ہوتے دیکھ رہی تھی۔ وہ بزنس کی دنیا میں فاتح بننا چاہتی تھی اور وہ فاتح بن گئ تھی۔ اگر اس نے کہیں بری طرح شکست کھائی تھی تو وہ محبت کی دنیا تھی۔ محبت اس کے لیے نہیں بنی تھی لیکن بزنس اور اونچی عمارتوں پر حکمرانی اسی کے لیے بنی تھی۔ وہ مزدوروں کی محنت کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے پیچھے ایک طویل سڑک تھی اور اسی سڑک کی ایک طرف ہیوی بائک کھڑی تھی جس پر ٹیک لگائے وہ شخص مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا۔ مکمل کالے

لباس میں وہ ہیلمٹ پہنے ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں سے وہ باآسانی انابیہ کا سائڈ ویو دیکھ سکتا تھا۔اس نے دیکھا پیلی ٹوپی پہنے ایک لڑکا ہاتھ میں رول شدہ چارٹ پیپر پکڑے انابیہ کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔وہ اب اس چارٹ کو کھول کر اسے دکھا رہا تھا۔کچھ کہہ رہا تھا اور وہ بغور اس پیپر کو دیکھ رہی تھی اور سر ہلاتے ہوئے اسے سن رہی تھی۔ ایک دفعہ بھی اس نے اس لڑکی پر سے نظریں نہیں ہٹائیں۔وہ اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہا تھا۔اس نے ہاتھ ہوا میں اٹھا کر اس زیر تعمیر پلازے کی طرف اشارہ کیا اب وہ ہاتھوں کے اشارے سے اپنے ساتھ کھڑے لڑکے کو کچھ سمجھا رہی تھی۔دفعتاً فرہاد کا فون بجنے لگا۔فون جیب سے نکال کر اس نے کال اٹینڈ کی۔

"سب خیریت ہے؟"فون کی دوسری طرف سے آتی آواز جہانگیر صاحب کی تھی۔اس کے کانوں میں ائیر پوڈز لگے تھے۔

"یس سر۔۔وہ کنسٹرکشن سائٹ پر ہیں۔میں سارے راستے ان کی گاڑی کے پیچھے تھا اور ابھی بھی وہ میری نظروں کے سامنے ہیں۔"

"جب تک وہ گھر نہ چلی جائے تم اس کے ساتھ رہنا اور ہاں کچھ بھی مشکوک لگے تو فوراً ایکشن لینا۔وہ بس تمہاری نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیئے ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں۔"کہتے ساتھ انہوں نے فون کاٹ دی وہ اب بھی اس پر نظریں جمائے کھڑا رہا۔اس نے دیکھا انابیہ اب قدم اٹھاتے پلازے کے اندر جانے لگی تھی۔وہ اس کا ایک ایک قدم دیکھ رہا تھا لیکن سب ٹھیک تھا کم از کم آج کے دن کچھ مشکوک نہیں تھا۔

وہ اس وقت لان میں کھلے تاریک آسمان کے نیچے موجود تھی۔ کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھے وہ مسلسل آسمان پر اس چمکتے ہوئے چاند کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر دن بھر کی تھکاوٹ واضح تھی۔ آفس سے آکر فریش ہونے کے بعد سیدھا لان میں ہی آگئی تھی۔ اس کی آنسوؤں سے چمکتی آنکھیں چاند پر جمی تھیں جبکہ اس کا ذہن مکمل طور پر کبیر کے خیالوں میں جکڑا ہوا تھا۔

"ساڑھے تین سال مزید گزر گئے۔۔ وہ اپنی زندگی میں کتنا آگے بڑھ چکا ہو گا وہ کتنا خوش ہو گا۔۔ کیا اسے میں یاد ہوں گی؟؟ کیا اسے یاد ہو گا کہ ایک لڑکی تھی انابیہ جس سے وہ کتنی محبت کرتا تھا؟؟ شاید نہیں۔۔ یقیناً نہیں۔ وہ سب کچھ بھول کر ایک نئی زندگی کو تو بہت پہلے ہی چن چکا تھا۔۔ اگر اس یادوں کے سفر میں کوئی تنہا رہ گیا ہے تو وہ صرف میں ہوں۔۔ ایک نئی زندگی میرا بھی حصہ بنی ہے لیکن میرا دل وہیں ہے بہت پیچھے۔۔ اسی شخص پر رک گیا ہے۔ وہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا کچھ نیا ایکسپٹ نہیں کر سکتا۔"

انہیں سوچوں کے دوران اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ تسلسل ٹوٹا تو اس نے ہلکی سی گردن موڑ کر دیکھا تو اس کی نظروں نے عالیان کو وہاں موجود پایا۔ ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس نے پہلو بدلا۔

"چاند میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ تمہاری کافی تمہارے انتظار میں برف بن گئی ہے۔۔" عالیان افسوس بھرے لہجے میں کہتا اس کے ساتھ والی کرسی میں بیٹھ گیا۔ انابیہ نے اس کے کہتے ہی ٹیبل پر پڑے اپنے کپ کو افسوس سے دیکھا۔

"دیکھو کافی کے معاملے میں میں زیادتی برداشت نہیں کروں گا۔ اگنور ہونا یہ ڈیزرو نہیں کرتی۔۔" وہ تنبیہی انداز میں بولا تو انابیہ ہلکا سا مسکرا دی۔۔ "نقلی کا مسکرانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ یہ بتاؤ کیوں پریشان ہو؟؟" وہ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ چکا تھا اس لیے فکریہ انداز میں اس سے پوچھنے لگا۔

"ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آئی ایم کمپلیٹلی فائن۔۔" وہ صاف مکر گئی۔

"تمہاری نم آنکھیں چاند پر ٹکی ہیں چہرے پر اداسی ہے یہ سب بلاوجہ تو نہیں ہے۔۔" انابیہ کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے تم خوامخواہ پریشان ہو رہے ہو۔۔" ایک بات کا تو اسے یقین تھا کہ وہ کسی سے جھوٹ نہیں بول سکتی اور وقت پر اپنے تاثرات نہیں چھپا سکتی۔۔ "تم بتاؤ ورداکو اپنی محبت کے بارے میں کب آگاہ کرو گے۔۔ کہیں ارادہ تو نہیں بدل گیا۔۔" وہ مسکراتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔

"تمہاری محبت کا قصہ ادھورا رہ جائے تو میں اپنا قصہ کیسے مکمل ہونے دے سکتا ہوں۔۔" وہ یکدم سنجیدہ سی اسے دیکھنے لگی۔

"وہ اب ادھورا ہی رہے گا مجھے چھوڑو اور اپنا سوچو۔۔" اک زخمی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر سجی تھی۔

"کوئی بات نہیں مجھے انتظار کرنے آتا ہے۔۔" وہ کندھے اچکا کر بولا جبکہ انابیہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کبھی کبھی میرا بڑا دل کرتا ہے اس شخص سے ملنے کو جس سے تمہیں اتنی محبت ہے۔ مطلب کوئی تو بات ہو گی اس میں جو تم اس کا ذکر یوں تنہائی میں چاند سے کرتی ہو۔۔" وہ متجسس انداز سے بولا تو انابیہ نے نظریں جھکا لیں۔ "تمہارے پاس اس کی کوئی پکچر تو ہو گی نا۔۔" انابیہ نے نظریں اٹھا کر ناگواری سے اسے دیکھا۔۔

"سوری انابیہ میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا میں تو ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔۔"

"دراصل میرے پاس اس کی کوئی بھی پکچر نہیں ہے کبھی ایسی خاص ضرورت نہیں پڑی تو کبھی نہیں مانگی۔۔" اس کا لہجہ یکدم زخمی سا لگنے لگا تھا عالیان کو واقعی افسوس ہوا اپنے ایسے مطالبے پر۔

"لیکن ایک پکچر ہے۔۔ اس میں ہمارا آدھا پیچ ہے۔۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا اور اس کی سکرین اپنے چہرے کے سامنے روشن کی۔ بیس سے پچیس سٹوڈنٹس کے اس گروپ میں کھڑے کبیر کا چہرہ

اس نے زوم کر کے عالیان کے سامنے کیا۔ بے چینی کے عالم میں اس نے اس تصویر کو دیکھا اور بے ساختہ موبائل اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس پکچر کو مزید زوم کر کے دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا ایسا کیا دکھا دیا میں نے تمہیں؟" اس کے چہرے کے بدلے ہوئے تاثرات دیکھ کر انابیہ نے اس سے پوچھا۔

"کیا یہ وہ لڑکا ہے؟؟ سیریسلی؟؟" وہ حیرت اور صدمے کے ملتے جلتے تاثرات لیے انابیہ سے پوچھ رہا تھا جبکہ وہ حیران تھی کہ اس میں ایسی کیا برائی ہے۔

"تم جانتے ہو اسے؟؟"

"تم جانتی ہو یہ کس کا بیٹا ہے؟؟" بجائے جواب دینے کہ وہ اس سے سوال کر رہا تھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے چھوڑو اس بات کو۔۔" اس نے آگے ہو کر موبائل اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور بند کر کے ٹیبل پر رکھ دیا۔

"انابیہ اگر تم کہو تو۔۔" وہ کچھ بولنا چاہ رہا تھا مگر انابیہ نے اسے فوراً ٹوک دیا۔

"دیکھو عالیان۔ میں نہیں جانتی کہ تم اسے کیسے جانتے ہو کیوں جانتے ہو نہ میں جاننا چاہتی ہوں۔ صرف اتنا جان لو کہ بھلے تم میرے بہت اچھے دوست ہو مگر اپنی زندگی کے کم از کم اس معاملے میں میں تمہاری مداخلت بلکل نہیں چاہتی۔۔" عالیان اب تک حیرت کا شکار تھا۔ "مانا کہ وہ میری زندگی میں نہیں ہے اور اب تک میرے دل میں ہے مگر میں نہ تو اس کی زندگی میں ہوں اور نہ ہی اب اس کے دل میں۔ وہ شادی شدہ ہے اور اپنی زندگی میں بہت خوش ہے۔۔ سو پلیز ایسی کوئی حرکت بھی مت کرنا کہ وہ ڈسٹرب ہو۔۔۔"

"واٹ شادی شدہ؟؟" اب کی بار وہ پھر بری طرح سے حیران ہوا تھا۔

"کیونکہ تمہیں انتظار کرنے آتا ہے ہر کسی کو نہیں۔۔" وہ زخمی انداز سے کہتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دماغ پر زیادہ زور مت ڈالو اور جائو آرام کرو۔۔" وہ اس کے کندھے پر تھپکی دیتے وہاں سے چلی گئی اور وہ ویسے ہی بیٹھا رہا بے حس و حرکت۔

"شادی شدہ؟ مگر جہانگیر انکل نے تو مجھ سے کوئی ذکر نہیں کیا کہ ان کے دوسرے بیٹے کی بھی شادی ہو گئی ہے۔۔اور عابس۔۔ کم از کم وہ تو وہ مجھے کچھ بتاتا۔۔ کیا پتہ انابیہ کسی بڑی غلط فہمی کا شکار ہو۔۔افففف" اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔۔"ان سب سوالوں کے جواب مجھے صرف ایک شخص دے سکتا ہے۔۔" وہ تیزی سے اٹھ کر اپنی گاڑی کی طرف گیا۔

"حسن چچا گیٹ کھولیں۔۔" اونچی آواز میں چچا سے کہتے وہ گاڑی کا دروازہ کھولتے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سٹیرنگ ویل پر ہاتھ رکھے اس نے ایک گہرا سانس لیا۔۔

"وہ میری وجہ سے تمہاری زندگی سے گیا تھا اب اسے میں ہی تمہاری زندگی میں واپس لائوں گا۔۔" گاڑی سٹارٹ کرتے وہ تیزی سے گیٹ سے باہر لے گیا۔۔انابیہ کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی وہ جانتا تھا اسے کیا کرنا ہے اور وہ کیا کر رہا ہے۔۔وہ عالیان ہی کیا جو انابیہ کی سن لے۔

جہانگیر صاحب اس وقت اپنے گھر کے لونگ روم میں موجود تھے۔ ٹھنڈ کی شدت کی وجہ سے وہ جھک کر آتش دان میں آگ لگا رہے تھے۔ ان کا گھر بہت خوبصورت اور سادہ تھا۔ لونگ روم میں ووڈن فلور پر ترکش سینٹر پیس بچھا تھا جس پر ایک بھورے رنگ کا صوفہ اور ایک لکڑی کا چھوٹا سا ٹیبل تھا۔ اس ٹیبل پر ان کی دو کتابیں اور ایک چشمہ پڑا ہوا تھا۔ صوفے کے پیچھے دیوار پر ایک طرف مختلف اینٹیک پینٹنگز اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف بک شیلوز بنی تھیں۔ صوفے کے دائیں طرف بلائنڈرز کھلے تھے۔ آتش دان میں آگ جلانے

کے بعد وہ ان کھلے بلائنڈرز کی طرف بڑھے۔اس سے پہلے وہ بلائنڈرز نیچے کرتے ان کی نظر باہر گیٹ سے آتی ایک گاڑی کی طرف رکی۔ وہ جانتے تھے گاڑی کس کی ہے۔ایک مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ انہوں نے بلائنڈر کھینچ دیے اور وہیں کھڑے ہو کر اس شخص کے اندر آنے کا انتظار کرنے لگے۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد وہ تھوڑی حیرت کا شکار ہوئے کیونکہ اس شخص کو اب تک اندر آجانا چاہیے تھا مگر نہیں آیا۔ کچھ پریشانی کے عالم میں وہ قدم اٹھاتے دروازے کی طرف جانے لگے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دروازے کے پاس جوتوں کو دیکھا اور پھر ساتھ ہی سٹینڈ پر لٹکے ایک کالے کوٹ کو۔ وہ پھر حیرت کا شکار ہوئے کہ لڑکا گیا تو گیا کہاں؟ اسی دوران انہیں کچن سے ایک چیز گرنے کی آواز آئی ان کے قدم خود بخود ملے۔ کچن کے دروازے پر ہی انہیں اس کی پشت دکھائی دی جو ایک موٹی بیگی شرٹ اور ٹرائوزر پہنے کھڑا کیبن میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ عالیان کو بھنک تک نہیں پڑی کہ اس کے پیچھے اس گھر کا مالک اسے دیکھ رہا ہے۔

"دروازے ٹھیک سے بند نہ کرنے کی وجہ سے چوہے نے میرے کچن میں حملہ کر دیا ہے۔۔" آواز پر عالیان کے حرکت کرتے ہاتھ رکے تو اس نے گھوم کر انہیں دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔۔

"السلام علیکم انکل۔۔ کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام۔۔ ساری واردات کرنے کے بعد سلام اور خیریت پوچھنے کا شکریہ۔۔" وہ سر کو تھوڑا خم دیتے ہوئے طنزیہ انداز سے بولے۔

"ایسے تو نہیں کہیں انکل۔۔ اپنے اور آپ کے لیے کافی بنا رہا تھا اور آپ اسے واردات بول رہے ہیں۔۔"

"تصحیح کر لو بچے صرف اپنے لیے تم صرف اپنے لیے اتنی ساری کافی بنا رہے ہو۔۔ کیونکہ تم جانتے ہو میں چائے کا عاشق ہوں اور وہ میں پی چکا ہوں۔۔" وہ بولے تو عالیان سر میں ہاتھ پھیرتے نظریں چرا گیا۔۔

"اچھاٹھیک ہے آپ بھی جانتے ہیں کہ یہاں کافی صرف میرے لیے ہی رکھی ہے آپ نے تو اب مجھے بنانے دیں۔۔" جہانگیر اس کی بات پر پھر ہنس دیے۔ وہ اس سے نہیں جیت سکتے۔۔

"چونکہ میں جانتا ہوں تم اس وقت آئے ہو تو بہت ضروری بات کرنے آئے ہو گے میں روم میں ویٹ کر رہا ہوں۔۔" وہ کہتے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں عالیان کافی سے بھرا ایک بڑا سا مگ ہاتھ میں پکڑے سیدھا لونگ روم میں گیا اور ان کے ساتھ صوفے پر جا بیٹھا۔ جہانگیر صاحب نے بک اور چشمہ ٹیبل پر رکھا اور اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے نا۔۔" وہ اس بار سنجیدگی سے پوچھنے لگے۔

"پریشانی کی تو نہیں لیکن ضروری اور بہت ضروری کہا جا سکتا ہے۔" وہ بھاپ اڑاتے کپ کی طرف نظریں جھکائے بولا۔۔ "مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے انکل۔۔"

"ہاں پوچھو میں سن رہا ہوں۔۔"

"کیا آپ کا بیٹا کبیر میرڈ ہے؟؟" اس سوال پر جہانگیر نے کرنٹ کھا کر گردن گھمائی۔

"میرڈ؟؟ کیا کہہ رہے ہو عالیان میرا صرف ایک بیٹا میرڈ ہے اور وہ ہے عابس۔ کبیر تو شادی کے نام پر خاصا برا مان جاتا ہے۔۔" ان کے جواب پر عالیان نے شکر کا سانس لیا۔۔ اس کا شک ٹھیک تھا اور انابیہ غلط تھی۔

"میں ٹھیک تھا اسے ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔۔" وہ تھوڑی دھیمی آواز میں بولا اور ساتھ میں مسکرا بھی رہا تھا۔

"کس کی بات کر رہے ہو اور تمہیں اتنی غلط خبر کس نے دی ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھے گئے۔

"آپ جانتے ہے کبیر جس لڑکی سے محبت کرتا ہے وہ کون ہے؟" وہ کافی کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

جہانگیر صاحب نے اس کے سوال پر سر نفی میں ہلایا۔

"انابیہ۔۔" اس نے ایک نظر اٹھا کر ان کو دیکھا جو بلکل ساکت اسے دیکھ رہے تھے۔ "انابیہ احمد عالم۔۔" وہ اب کی بار اس کا پورا نام لیتے ہوئے بولا۔ وہ پورا نہ بھی لیتا تب بھی جہانگیر سمجھ گئے تھے۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" مطلب ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے یقین نہیں آ رہا۔۔" وہ عجیب کشمکش کا شکار تھے۔

"مجھے بھی ایسا ہی شاک لگا تھا اسی لیے بغیر وقت دیکھے آپ کے پاس چلا آیا۔ صرف آپ ہی میری مدد کر سکتے ہیں۔۔"

"کیا کوئی بھی اس بارے میں نہیں جانتا کیا انابیہ نہیں جانتی وہ میرا بیٹا ہے؟ کیا کبیر نہیں جانتا کہ وہ ناصر کی بھتیجی ہے؟ کیا ناصر کچھ نہیں جانتا؟ مجھے سب بتاؤ عالیان وہ لاہور سے یہاں کیوں آ گئی؟ وہ میرے بیٹے کو چھوڑ کر کیوں آ گئی؟" وہ صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ٹینشن سے ادھر ادھر چکر کاٹنے لگے۔ ان کے ذہن میں کئی سوال تھے اور دماغ الجھا ہوا تھا۔

"اس کی غلطی نہیں ہے انکل وہ مجبور تھی۔ آپ تو جانتے ہیں کہ انابیہ بچپن سے میرے ساتھ کمیٹڈ تھی لیکن میں نے کبھی اس رشتے کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔ اس لیے وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسی دوران وہ کبیر سے ملی اور اسے پسند کرنے لگی۔ پتہ نہیں کیسے مگر چچا جان کو اس سب کا علم ہو گیا تو وہ اس سے بہت ناراض ہوئے تھے اسی لیے پوری فیملی کو کراچی لے آئے۔۔" وہ تفصیل سے بتاتا جا رہا تھا۔

"اور وہ اتنی آسانی سے میرے بیٹے کو چھوڑ آئی اسے کچھ بتانا بھی گوارا نہیں کیا اس نے۔۔" ان کا لہجہ اب کی بار تھوڑا سخت تھا۔ بیٹے کے دکھ اور تکلیف کا معاملہ تھا۔

"وہ ایک لڑکی ہے انکل اور اچھی لڑکیاں سب مجبوری میں کرتی ہیں۔ کم از کم آپ تو جانتے ہیں نا اسے۔۔" وہ اب کی بار کچھ نہیں بولے۔ "اور یہ سب بس ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہوا تھا اور سب کا ذمہ دار میں ہوں۔ نہ

انابیہ کی غلطی ہے نہ کبیر کی اور نہ ہی چچا جان کی۔۔" وہ افسردگی سے بولا۔جہانگیر صاحب کے کندھے ایک دم ڈھیلے پڑ گئے۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو باپ کے فیصلوں کے آگے بیٹیاں مجبور ہو جاتی ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ واقعی بہت اچھی لڑکی ہے۔۔ لیکن اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" وہ اب کی بار تحمل سے بولے تو عالیان نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"آپ کبیر کو یہاں بلا لیں۔۔" جہانگیر نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ناممکن میں اسے نہیں بلا سکتا عابس اسے کبھی نہیں آنے دے گا۔جب سے عابس نے کاروبار بڑھایا ہے وہ بہت پریشان تھا صرف کبیر ہی کی وجہ سے وہ سنبھلا ہے اور اس کے نزدیک کبیر سے بہتر پارٹنر اس کے لیے کوئی نہیں ہو سکتا۔وہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتا۔" وہ کچھ پل کے لیے رکے۔۔ "میں کبیر کو سب بتا دیتا ہوں انابیہ کے بارے میں۔۔" وہ ابھی بول رہے تھے کہ عالیان نے ان کو درمیان میں ٹوک دیا۔

"بلکل نہیں انکل اس سے بہتر آئیڈیا ہے میرے پاس۔" وہ اپنا کپ ہاتھ میں ہی پکڑے صوفے پر سے اٹھ گیا۔

"آپ کبیر کو یہاں بلا کر خود اس کی جگہ چلے جائیں تب تو عابس کو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا اور اگر آپ نہیں جا سکتے تو عابس کو سب بتا دیں اپنے بھائی کے لیے وہ کسی طرح مینیج کر لے گا۔۔" وہ اب ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں یہ ہو سکتا ہے مگر ناصر۔۔ میں اسے کیسے چھوڑ جاؤں۔۔" وہ دکھی انداز سے بولے۔

"میں جانتا ہوں آپ ڈیڈ سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔" اس نے نرمی سے ایک ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا۔۔

"مگر آپ دونوں کو اپنے بچوں کے لیے قربانی تو دینی ہو گی نا۔ ورنہ وہ دونوں اپنی ساری عمر ایسے ہی دکھ میں گزار دیں گے۔ میری مدد کریں انکل میں انابیہ کو ہر دکھ سے آزاد کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹ دیکھنا چاہتا ہوں جو ہر بار عالیان نے اس سے چھینی ہے۔۔"

"میں چاہتا تو سب کچھ کبیر کو خود کال پر بتا دیتا مگر میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں کو یہ سب اتفاق اور قسمت کی مہربانی لگے کسی کی پلاننگ نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ سب پھر سے غلط نہ ہو جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ کبیر سب جان کر بھی یہاں نہ آیا تو؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ایسے بتانے پر وہ شاید نہ آئے کیونکہ وہ ایک بہت ضدی انسان ہے۔ آمنہ نے مجھے کافی دفعہ بتایا ہے کہ وہ اس لڑکی کو بھولنے کی بہت کوشش کرتا ہے اور شاید نفرت بھی کرتا ہے۔۔"

"آپ ایک دفعہ ڈیڈ سے تفصیل میں بات کر لیں اور جتنا جلدی ہو سکے اسے یہاں لے آئیں۔۔"

"میں ایسا ہی کروں گا۔۔" عالیان نے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ بہت خوش تھا اسے اس کی غلطی سدھارنے کو ایک موقع مل رہا تھا۔ اسے بچھڑے ہوئے دلوں کو ملانے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ اتنا خوش تھا کہ زور سے جہانگیر صاحب کے گلے لگا تھا۔ جہانگیر نے اس کی کمر پر تھپکی دیتے ہوئے اسے تسلی دی۔ وہ اب مطمئن تھا۔۔

"کیا مجھ سے کہیں کوئی غلطی ہوئی ہے؟" جہانگیر صاحب کا آفس اس وقت کھڑکیوں سے آتی روشنی سے کافی روشن تھا۔ وہ اس وقت آنکھوں پر عینک لگائے لیپ ٹاپ میں کسی فائل پر کام کر رہے تھے تبھی ان کے سامنے بیٹھی انابیہ نے شکستہ آواز میں ان سے کہا تو انہوں نے عینک کے پیچھے سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جو مسلسل ٹیبل پر دھرے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مسل رہی تھی۔

"ایسی بات تو نہیں ہے انابیہ تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟" انہوں نے آرام سے لیپ ٹاپ بند کیا اور اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"آپ اپنے بیٹے کو بلا رہے ہیں نا تو مجھے لگا شاید میں ٹھیک سے کام نہیں کر رہی۔" وہ دکھی انداز سے بول رہی تھی۔

"اگر تم کہتی ہو تو میں نہیں بلاتا۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے اب سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میرا مطلب تھا کہ کیا کچھ ہوا ہے آئی مین اتنا بڑا فیصلہ۔۔" وہ قدرے ہڑبڑا کر بولی۔

"دیکھو انابیہ اگر تمہیں میرے یہاں سے چلے جانے کا خوف ہے تو میں بتا چکا ہوں کہ میں زیادہ تر یہاں اور کم سے کم لاہور رہوں گا اور اگر تمہیں میرے بیٹے کی قابلیت پر کسی قسم کا شک ہے تو میں تمہیں بتا دوں وہ بہت قابل ہے۔ عابس آل ریڈی لاہور میں بزنس سنبھال رہا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میرا دوسرا بیٹا یہاں آکر سب سنبھال لے۔۔" وہ جان بوجھ کر نام لینے سے پرہیز کر رہے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے ظاہر ہے وہ آپ کا بیٹا ہے بہت قابل ہوگا مگر پلیز آپ کا ساتھ میرے لیے بہت ضروری ہے۔" وہ اب باقائدہ منت کر رہی تھی۔

"جیسے میں نے تمہیں بتایا میں یہیں ہوں تم زیادہ پریشان نہ ہو۔ میں تمہیں اس کی ساری ڈیٹیلز اور ریکارڈز شئیر کر دوں گا تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ میری بات سنو انابیہ تم اس کمپنی کی سی-ای-او ہو اور تمہارا فیصلہ میرے لیے بہت معنی رکھتا ہے جو تم کہو گی وہی ہوگا۔" وہ جتنی نرمی برت سکتے تھے انہوں نے اتنی نرمی سے اس سے بات کی۔

"مجھے کوئی انفارمیشن نہیں چاہیئے آپ بلالیں اسے ہم آمنے سامنے ہو کر بات کر لیں گے۔ آپ واقعی نہیں جا رہے نا؟" آخری سوال اس نے پھر بڑی امید سے پوچھا تھا تو جہانگیر صاحب سر جھٹک کر مسکرا دیے۔

"اچھا نہیں جا رہا خوش۔ عابس سے کہہ دوں گا اکیلے ہی سنبھالے۔۔" انابیہ اب کھل کر مسکرا دی اب اسے تھوڑا سکون ہوا تھا۔

"بلکل عابس بھائی ویسے بھی genius ہیں لیکن مجھے ہر قدم پر آپ کی ضرورت ہے۔ اب آپ کام کریں میں چلتی ہوں۔۔" وہ اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے خوش دلی سے بولی تو جہانگیر صاحب نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا اور پھر وہ وہاں سے چلی گی تو وہ دوبارہ لیپ ٹاپ کھول کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ٹیبل پر پڑا ان کا فون بجنے لگا۔ سامنے کبیر کا نام دیکھتے ہی انہوں نے گہرا سانس بھرا۔

"اب اس کے سوال جواب۔ ان دونوں کو ملانے کے چکر کی چکی میں خود میں ہی پس رہا ہوں۔" ناگواری سے کہتے آخر کا انہوں نے کال اچک لی۔

"ہیلو۔۔" وہ فون کان سے لگاتے سیٹ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ڈیڈ یہ آپ اور بھائی کیا پلین بنا رہے ہیں؟" ہمیشہ کی طرح اس نے سلام نہیں کیا۔ اس کے کانوں میں ائیر پوڈز لگے تھے اور دونوں ہاتھ سٹئیرنگ ویل پر تھے۔ وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔

"کیا پلین بنا رہے ہیں ہم؟" وہ جانتے تھے کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے لیکن پھر بھی انجان بنتے ہوئے بولے۔

"آپ نے مجھ سے پوچھا بھی نہیں اور بھائی کے ساتھ ساری پلاننگ کرلی۔ بات میرے بارے میں ہو رہی تھی تو ایٹ لیسٹ مجھ سے تو پوچھ لیتے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔۔" اس کے لہجے میں سخت شکایت تھی۔

"ایک بات بتاؤ میں تمہارا باپ ہوں یا تم میرے؟" اب کی بار انہوں نے بھی اپنا لہجہ سخت کیا تھا۔ وہ اب شیشے کے پار آسمان کو دیکھ رہے تھے۔

"ظاہر سی بات ہے آپ۔۔ ڈیڈ میں نہیں آنا چاہتا وہاں میں یہاں ٹھیک ہوں۔"

"تم کیا چاہتے ہو کیا نہیں یہ میٹر نہیں کرتا میں کیا چاہتا ہوں یہ میٹر کرتا ہے۔ تم یہاں آئو گے کب یہ بھی میں بتائوں گا۔" انکا لہجہ حتمی تھا کبیر کی سخت نظریں سامنے سڑک پر جمی تھیں۔

"میں اس لڑکی کو جانتا تک نہیں ہوں تو اس کے ساتھ کام کیسے کروں گا۔ مزاج مزاج میں فرق ہوتا ہے ڈیڈ۔"

"میں جانتا ہوں نا یہی کافی ہے رہی بات مزاج کی تو کم از کم تم سے تو بہت بہتر ہے وہ۔"

"تو آپ کی اس مس پرفیکٹ کے ساتھ میرے جیسے مزاج کا انسان ایڈجسٹ نہیں کر سکتا ایم سوری۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔

"اور مجھے تمہیں ایڈجسٹ کرنا اچھے سے آتا ہے۔ جب یہاں آئو گے تو اس لڑکی کو جان بھی لو گے اور ایڈجسٹ تو خیر کر ہی لو گے۔ تم تیاری رکھو میں فون رکھتا ہوں۔" اس سے پہلے کبیر مزید کچھ اور بولتا انہوں نے کال کاٹ دی۔ اس نے غصے میں زور سے سٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔ وہ جانتا تھا ہمیشہ کی طرح اس کے باپ کی ہی چلنی ہے۔

فرش تا چھت کی کھڑکیوں سے باہر شہر کا منظر ابھر رہا تھا اور روشنی ان شیشوں کو چیرتے ہوئے دھار کی طرح اندر داخل ہو رہی تھی۔ پورا آفس سفید رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پردوں سے لے کر فرنیچر تک سب کچھ سفید رنگ کا تھا۔ سفید ٹائلوں والے فرش کے عین مرکز میں ایک وسیع و عریض سفید میز کھڑی تھی جس پر ایک کرسٹل کے واس میں ٹیولپس پڑے تھے جس کی مہک پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس واس کے بلکل ساتھ ایک موبائل اور لیپ ٹاپ کھلا پڑا تھا۔ کچھ فائلیں اور پلانرز ترتیب سے ایک دوسرے کے اوپر رکھے

ہوئے تھے۔اسی ٹیبل کے پیچھے سفید چمڑے کی ایگزیکٹو کرسی اپنے باس کا انتظار کر رہی تھی لیکن باس اس کو چھوڑ کر بڑے اطمینان سے ٹیبل کے ایک کونے پر سیاہ پیروں تک آتا گاؤن پہنے ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔ اس کے پیروں میں سیاہ پمپ ہائی ہیلز تھیں۔بال ہمیشہ کی طرح سر پر اوڑھے ہوئے سکارف سے نکل کر اس کی کمر پر پھیلے ہوئے تھے۔اس کے ایک ہاتھ میں کاغذوں کا پلندہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں سفید چائے کا کپ۔ بھنویں سکیڑ کر وہ ان کاغزات کو غور سے پڑھتے ہوئے ساتھ ساتھ چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔دفعتاً اس کی توجہ اس کے بجتے ہوئے فون نے کھینچی۔اس نے مڑ کر اپنے پیچھے ٹیبل پر پڑے فون کو دیکھا۔کپ اور پیپرز اس نے سائڈ پر رکھے اور فون اٹھا کر اپنے سامنے کیا۔پھر سے ایک غیر شناسا نمبر تھا۔اس سے پہلے بھی اسے ایک ان نون نمبر سے کال آئی تھی۔حیرت کی بات یہ تھی اب یہ نمبر پچھلے نمبر سے مختلف تھا۔آخر کون تھا جو اسے مسلسل تنگ کر رہا تھا۔کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے کال آنسر کر کے ایک گہرا سانس بھرا اور فون کان سے لگایا۔

"کون بول رہا ہے؟"اس کی آواز میں سختی تھی۔

"تمہارا خوف۔۔"آواز وہی تھی اسے پہچاننے میں زرا دیر نہیں لگی۔پچھلی کال میں بھی اس نے یہی بات کہی تھی اور کال کاٹ دی تھی۔

"تم جیسے لوگوں سے انابیہ نے خوف کھانا چھوڑ دیا ہے۔سیدھی طرح بتاؤ کہ کون ہو تم ورنہ ابھی تم مجھے جانتے نہیں ہو۔۔"وہ اب کی بار ٹیبل پر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تمہیں شاید خوف کے معنی نہیں معلوم انابیہ میڈم۔۔میں بتاتا ہوں تمہیں خوف کیا ہوتا ہے۔۔"انابیہ نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔اس کی آواز میں ضرور کچھ تھا جس نے انابیہ کو تھوڑے خوف سے ضرور دوچار کیا تھا۔

"تمہیں کیا چاہیئے؟" اس نے اپنے آپ کو مضبوط کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں جو چاہیئے وہ میرے پاس ہے انابیہ لیکن افسوس میں تمہیں وہ واپس نہیں کروں گا۔"

"کیا ہے تمہارے پاس جو مجھے چاہیے؟" اس نے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

"تمہاری بہن مناہل۔۔" اگلے ہی لمحے انابیہ ایک قدم پیچھے ہوئی جیسے کسی نے اسے زور سے دھکا دیا ہو۔ اس کی آنکھیں خوف سے پوری کھلیں۔ وہ اس کی بہن کا نام کیسے جانتا تھا؟؟

"جھ۔ جھوٹ۔ بکواس کر رہے ہو تم وہ۔۔ وہ تمہارے پاس نہیں ہے۔۔" اس کی آواز لڑکھڑانے لگی تھی۔ اگلے ہی لمحے اسے فون کی دوسری طرف سے ایک زوردار قہقہہ سنائی دیا۔

"یہ جھوٹ نہیں ہے وہ اس وقت میرے پاس ہے اور کچھ ہی دیر میں تمہیں اس کی لاش کی پکچرز سینڈ کر دوں گا ڈونٹ وری تب تو تمہارے اچھے بھی یقین کریں گے۔۔" انابیہ کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔

"میں جانتی ہوں تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔" اسے جیسے اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تمہیں یقین دلانے کے لیے اتنا کافی ہے اس نے سرخ رنگ کی قمیض پہن رکھی ہے۔ افسوس انابیہ وہ اب تمہیں نہیں ملے گی۔۔" فون کاٹ دیا گیا۔ وہ اپنے حواس کھو چکی تھی۔ وہ صبح مناہل کو سرخ رنگ کی قمیض میں دیکھ چکی تھی۔

"ہیلو۔۔ ہیلو۔۔" وہ بولتی گئی مگر دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ اس نے تیزی سے کال دوبارہ ملائی اب کی بار نمبر بند تھا۔ اس کے قدم زمین پر نہیں جم رہے تھے بے ساختہ اس نے ٹیبل کا سہارا لیا۔ وہ خود کو یہی تسلیاں دیے جا رہی تھی کہ وہ شخص صرف اسے ڈرا رہا تھا وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ اس نے اب کی بار کپکپاتے ہاتھوں سے مناہل کا نمبر ملایا۔ اگلے ہی لمحے فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا کیونکہ مناہل کا نمبر بند تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے وہ اپنا سر پکڑے کھڑی تھی۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا اسے اس کی

یونیورسٹی جانا تھا ابھی اور اسی وقت۔ اس نے جھک کر اپنا فون اٹھایا اور بھاگتے ہوئے آفس سے نکلی۔ سامنے سے وانیہ اس کی طرف آ رہی تھی وہ اسے کچھ کہہ رہی تھی مگر وہ نہیں سن رہی تھی یا شاید اسے کچھ سنائی دے ہی نہیں رہا تھا۔ بس وہ تیز تیز چلتی گئی۔ باہر آتے ہی اس نے ڈرائیور کو گاڑی مناہل کی یونیورسٹی لے جانے کو کہا۔ فرہاد کی بائیک ہر بار کی طرح اس کے پیچھے تھی۔۔ بیک سیٹ پر بیٹھے اس کے دماغ میں مختلف خیالات جنم لینے لگے تھے وہ شخص اگر اس کی بہن کا نام نہ جانتا یا اس کے کپڑوں کا رنگ نہ بتاتا تو شاید وہ کبھی یقین نہ کرتی لیکن مناہل کا نمبر بند ہونے کا اشارہ بھی اسی خطرے کی طرف تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ یونیورسٹی کی راہداریوں پر بھاگ رہی تھی۔ وہ اس کا ٹائم ٹیبل دیکھ چکی تھی وہ جانتی تھی اسے اس وقت کس روم میں ہونا تھا۔ وہ سارے راستے دعائیں پڑھتے ہوئے آئی تھی کچھ تو تھا جو اسے سکون نہیں مل رہا تھا بس اسے مناہل مل جائے سب جھوٹ ہو وہ ٹھیک ہو۔ اسی دوران وہ ایک کلاس کے دروازے کے پاس رکی۔ اندر سے ایک میل ٹیچر کے لیکچر کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس بھر کر قدم اٹھائے اور تیزی سے کلاس کے اندر گئی۔ یہ انگلش لٹریچر کی کلاس تھی۔ یکدم خاموشی چھا گئی اور اس کی نظریں پوری کلاس میں سفر کرنے لگی۔ تبھی اس کی نظر دوسری لائن میں تیسرے نمبر پر بیٹھی شہد رنگ بالوں والی لڑکی پر رکی۔ وہ اس کی بہن تھی اس کی مناہل یکدم اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ مناہل اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"ایکسکیوزمی میڈم۔۔ آپ اس طرح سے لیکچر کے دوران کلاس میں داخل نہیں ہو سکتیں۔۔" اس نے آواز پر مڑ کر اپنے پیچھے کھڑے ٹیچر کو دیکھا جو تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورے جا رہے تھے۔

"ایم سوری۔۔ میں بس۔۔ آپ کنٹینیو کریں پلیز۔۔" وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہتے کلاس سے نکل گئی۔ مناہل اب تک ششدر بیٹھی تھی۔ تبھی وہ جھٹکے سے اپنی سیٹ سے اٹھی اور تیزی سے ٹیچر کو ایسے اگنور کرتے کلاس سے نکلی جیسے وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔

"آپی رکیں۔" وہ اس کی پیچھے دوڑتے ہوئے آئی۔ انابیہ نے مڑ کر اسے دیکھا اور اگلے ہی لمحے زور سے اسے گلے لگایا۔

"آپی کیا ہو گیا ہے آپ اس طرح یہاں۔۔ مجھے بتائیں پلیز سب ٹھیک ہے نا؟؟" وہ تیزی سے سوال کرتی گئی۔

انابیہ نے پیچھے ہو کر اپنے آنسو صاف کیے اور مسکرا کر سر نفی میں ہلایا۔ پھر ایک چت اس کے بازو پر لگائی۔

"تمہارا فون کیوں آف ہے؟؟" اس نے غصے سے پوچھا تو مناہل اپنا بازو ملتے ہوئے اسے منہ کھولے دیکھے گئی۔۔

"بس صرف فون بند ہونے کی وجہ سے آپ یہاں چلی آئیں۔۔ حد ہے یار۔۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

انابیہ نے پھر سخت نظروں سے اسے دیکھا۔

"اچھا اچھا یار بیٹری ختم ہو گئی تھی فون کی۔۔" وہ دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھاتے ہوئے بولی۔

"میری بات سنو جب تک عالیان نہ آیا کرے لینے باہر مت نکلنا یونیورسٹی سے سمجھ آئی۔۔ پلیز منو میری باتوں پر اپنے کان دھرا کرو۔ پلیز۔۔" وہ جیسے اس کی منت کرتے ہوئے بولی۔۔ عالیان جب سے واپس آیا تھا ردا اور مناہل کو وہی لینے آیا کرتا تھا جبکہ دونوں کی ٹائمنگ بھی مختلف تھی لیکن وہ ان دونوں کو کسی کے آسرے پر ہرگز نہیں چھوڑتا تھا۔

"ہاں ہاں عالیان بھائی بھی یہی کہتے ہیں آپ بے فکر رہیں میں چھوٹی بچی نہیں ہوں۔ چلتی ہوں کلاس ہے میری۔۔" مناہل آگے ہو کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے واپس کلاس کی طرف بھاگی۔ انابیہ نے پھر سے اللہ کا شکر ادا کیا اور مڑ کر جانے لگی۔

مناہل کلاس میں پہنچی تو سامنے ہی سر کو کھڑا دیکھ کر ایک پل کے لیے رکی۔

"مے آئی کم ان سر؟؟" وہ بلا کی سنجیدگی لیے بولی۔ سر اسے تیوڑیاں چڑھائے گھور رہے تھے۔

"جاتے ہوئے تم نے پوچھا تھا کہ مے آئی گو سر؟" وہ طنزیہ انداز میں بولے تو مناہل ہنستے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

"سر غصہ کیوں ہوتے ہیں۔ یاد آیا آج تو پریزینٹیشن لینی تھی نا آپ نے۔۔" کلاس میں موجود لڑکیوں نے اسے گھور کر دیکھا کیونکہ آج کی پریزینٹیشن سر کے ذہن سے نکلی ہوئی تھی۔ سب کا دل کر رہا تھا کہ اس کا تو سر ہی پھاڑ دیا جائے۔ مگر وہ مناہل تھی ڈھیٹوں کی طرح سب کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"ہاں یاد آیا چلو پھر تم سے ہی شروع کرتے ہیں۔۔" اس نے کرنٹ کھا کر سر کو دیکھا اور نہ چاہتے ہوئے بھی سر اثبات میں ہلا دیا۔ اب کر بھی کیا سکتی تھی۔

انابیہ ابھی یونیورسٹی سے باہر ہی نکلی تھی کہ اس کا فون پھر سے بجنے لگا۔ اس بار اس نے تیزی سے کال اٹینڈ کی۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتی دوسری طرف سے اسے قہقہہ سنائی دیا۔

"جانتی ہو سب سے خوبصورت چیز کیا ہے؟" وہ کچھ نہیں بولی بس لب بھینچے کھڑی رہی۔

"خوف۔ سب سے خوبصورت چیز خوف ہے لیکن کسی دوسرے کے چہرے پر اور آپ صرف اس کے خوف سے محظوظ ہو رہے ہوں۔ چچ چچ۔۔"

"کتے مجھ پر دور سے بھونک رہے ہوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوتی مزہ تب ہے جو وہ مجھے کاٹنے کے لیے میرے سامنے آئیں تو پھر میں ان کا جو حال کروں وہ ساری دنیا دیکھے۔ ہمت ہے تو فون کے پیچھے سے بھونکنے کے بجائے میرے سامنے آ کر بھونکو۔۔" وہ اب کی بار بلا خوف و خطر بھڑک کر بولی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔ ہماری لڑائی معصوموں سے نہیں ہے اور تمہاری بہن تو معصوم ہے۔ ہماری لڑائی غرور اور گھمنڈ سے ہے جو تم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ جسٹ ویٹ اینڈ واچ میں سامنے ضرور آؤں گا۔۔" اب کی بار اس نے غصے سے فون خود ہی کاٹ دیا۔ آخر کون ہے یہ شخص؟ سر جھٹک کر وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر

اندر جا بیٹھی۔۔ فرہاد کان سے فون لگائے پیٹھ کیے کھڑا تھا اور اس کی ساری باتیں سن چکا تھا۔آخر یہ کون ہے جو اسے تنگ کر رہا ہے۔اسے جاننا تھا مگر کیسے؟کیا وہ جہانگیر سے رابطہ کرے؟نہیں جو بھی ہے اسے خود کرنا ہے وہ باڈی گارڈ ہے اس کا وہ بہتر جانتا ہے اسے کیا کرنا ہے۔

"میڈم۔۔"

گاڑی اس وقت سڑک پر رواں تھی۔اس نے سیدھا آفس جانا تھا اور وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی اپنے ہاتھ میں پکڑے آئی پیڈ میں مکمل محو تھی تبھی اس کے ڈرائیور نے اسے پکارا۔

"ہوں۔۔"اس نے نظریں اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔

"مجھے لگتا ہے کوئی ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔۔"اب کی بار اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کون؟؟"اس کا پہلا شک اسی شخص پر گیا جو اسے فون پر دھمکیاں دیتا تھا۔

"ایک بائیک والا۔۔میں کافی دنوں سے اسے دیکھ رہا ہوں۔۔وہ اب بھی ہمارے پیچھے ہی ہے۔۔۔"انابیہ کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں۔۔اس نے تیزی سے گردن موڑ کر پیچھے کے شیشے سے باہر جھانکا جہاں بہت سی گاڑیاں تھیں تبھی اس کی نظر ایک بائیک والے پر پڑی جوان سے تھوڑا دور تھا۔۔

"حد کرتے ہیں آپ۔۔کافی دنوں سے دیکھ رہے ہیں اور مجھے اب بتا رہے ہیں۔۔"اس نے غصے سے اس ڈرائیور کو جھڑکا۔

"وہ جی مجھے اتفاق۔۔"

"اب بس چپ کر جائیں اور میری سنیں۔۔" اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹی اور آئی پیڈ اپنے پرس میں ڈالنے لگی۔۔ "آگے سے یو۔ٹرن لیں۔۔" اس کے حکم پر ڈرائیور نے سر ہلایا اور یو۔ٹرن لے لیا۔اب وہ اس کے اگلے حکم کا منتظر تھا۔

فرہاد کافی حیران ہوا۔آفس کا راستہ سیدھا تھا کیا انابیہ کو کہیں اور جانا تھا؟ بہر حال اس نے بھی یو۔ٹرن لے لیا۔۔

"پرفیکٹ۔۔" انابیہ نے اسے یو۔ٹرن لیتے دیکھا تھا۔۔اب بلکل سیدھا جاتے جائیں اور ہاں ذرا اسپیڈ بڑھا دیں۔۔" وہ جیسے جیسے بول رہی تھی ڈرائیور ویسے ویسے کر رہا تھا۔پھر اس نے کچھ اور ٹرن لینے کا کہا۔

"آگے ایک گلی آئے گی سیدھا وہاں چلے جایئے گا۔۔" اس نے اگلا حکم دیا تو ڈرائیور اس گلی میں گاڑی لے گیا۔۔فرہاد تھوڑا پیچھے تھا۔اس نے اپنا ہیوی بائیک وہیں روکا۔اسے بلکل سمجھ نہیں لگی کہ انابیہ کا اس گلی میں کیا کام تھا کیا وہ کسی سے ملنے آئی تھی۔۔وہ بائیک سے اترا اور آس پاس دیکھتے ہوئے چل کر جانے لگا۔گلی کی اوٹ میں ہو کر تھوڑا سا سر نکال کر اس نے دیکھا اس کی گاڑی عین درمیان میں رکی ہوئی تھی۔وہ کافی دیر وہیں کھڑا دیکھتا رہا۔نہ کوئی گاڑی سے باہر نکل رہا تھا اور نہ گاڑی اپنی جگہ سے ہل رہی تھی۔۔ایک پل کے لیے اسے گمان ہوا شاید گاڑی میں کوئی نہیں ہے۔۔تو انابیہ کہاں گئی؟ اس کے دماغ میں کسی خطرے کا الارم بجنے لگا تھا۔اس نے قدموں کو حرکت دی اور اگلے ہی لمحے وہ اس گلی میں موجود تھا۔وہ گاڑی کے قریب جا رہا تھا تبھی اسے اپنی گردن کے پچھلے حصے پر کسی چیز کا احساس ہوا اس سے پہلے وہ گھومتا۔۔

"ہینڈز اپ۔۔" وہ ایک آواز پر رکا۔۔آواز لڑکی کی تھی۔۔آواز انابیہ کی تھی۔۔وہ ہاتھ اوپر کر کے کھڑا ہو گیا۔انابیہ نے پسٹل اس کی گردن سے ہٹائی اور سیدھا اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔۔پسٹل اس کے ہاتھ میں تھی اور اس کا نشانہ فرہاد پر تھا۔

"بکواب۔۔ کون ہو تم؟؟"اس نے ماتھے پر بل لیے پوچھا۔

"پکڑا گیا۔۔"وہ سر جھٹک کر ہنس کر بولا۔۔ہاتھ اسی طرح ہوا میں تھے۔۔"اگر آپ کی اجازت ہو تو ہیلمٹ اتار لوں۔۔"اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"جلدی کرو۔۔"وہ تیزی سے بولی تو اس نے ہیلمٹ اتار کر نیچے اپنے پیروں کے پاس رکھا اور دوبارہ سابقہ حالت میں کھڑا ہو گیا۔انابیہ نے غور سے اسے دیکھا۔اس کے بال پونی میں بندھے تھے۔۔آنکھیں سرمئی تھیں۔۔رنگت سانولی اور چہرے پر گھنی داڑھی تھی۔۔اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جیسے اسے کوئی خوف نہیں تھا وہ بس اس کی آنکھوں میں مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

"بس بس مجھے نظر بھی لگ جاتی ہے۔۔آگے پوچھیں میں کھڑا ہوں۔۔"اس کی آواز پر انابیہ نے جھرجھری لے کر سر کو جھٹکا۔فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر ڈرائیور بھی باہر نکل کر کھڑا ہو گیا۔

"تم ہی ہو نا جو مجھے فون پر دھمکیاں دیتے ہو۔۔یا پھر اس کے بھیجے ہوئے کتے ہو۔۔"انابیہ کا اس قدر سرد لہجہ دیکھ کر سامنے والا افسوس سے سر نفی میں ہلانے لگا۔

"چچ چچ۔۔جیتا جاگتا انسان ہوں۔۔کتا تو نہ کہیں۔۔ہم سے لوگ بڑے ادب سے بات کرتے ہیں۔۔"اس نے افسوس سے اپنی اہمیت جتاتے ہوئے کہا تو انابیہ نے سر تا پیر اسے بغور دیکھا۔۔

"کیوں تمہیں پرائم منسٹر کہتے ہیں؟"

"نہیں ہمیں باڈی گارڈ کہتے ہیں۔۔"اس نے مسکرا کر کہا۔

"واٹ۔۔"انابیہ کا منہ حیرت سے کھلا۔۔"ناٹ اگین۔۔"اس نے ناگواری سے آسمان کی طرف دیکھ کر آہ بھری۔

"جی Chicago ایجنسی کا سرٹیفائیڈ باڈی گارڈ۔۔ بائی دا وے۔۔ آپ کو مجھ پر شک کیسے ہوا؟" اس نے پوچھا لیکن انابیہ بس تیوڑیاں چڑھائے اسے گھور رہی تھی۔

"میں نے بتایا میڈم کو۔۔" اس کا ڈرائیور پیچھے کھڑے اترا کر بولا۔۔ فرہاد نے گردن ایک طرف گرا کر اسے مسکرا کر دیکھا ایسے کہ اس کے سفید دانت دکھائی دے رہے تھے اور آنکھیں چھوٹی ہو گئی تھیں۔۔ پھر یکدم سنجیدہ ہو کر سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھنے لگا۔۔ انابیہ نے گہرا سانس بھر کر پسٹل نیچے کر لیا اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ واقعی ایک گارڈ ہے۔

"تمہیں جہانگیر انکل نے ہائیر کیا ہے نا۔۔" اس نے پوچھا تو وہ اوپر نیچے سر ہلانے لگا۔۔ اس کے ہاتھ ہنوز ہوا میں لٹکے ہوئے تھے۔

"ہاتھ نیچے کرو۔۔" اس نے غصے سے کہا تو فرہاد نے ہاتھ نیچے کر لیے۔۔ وہ سر پکڑے کھڑی تھی۔ ایک نظر اس نے انابیہ کو دیکھا پھر سر ٹیڑھا کر کے پیچھے کھڑے ڈرائیور کو اور پھر انابیہ کو دیکھنے لگا۔۔

"اب؟؟" فرہاد نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"میرا سر۔۔" اس نے ناگواری سے اسے جھڑکا۔۔ "میں بات کروں گی جہانگیر انکل سے اور تم آئندہ مجھے میرے آس پاس نظر مت آنا سمجھے تم۔۔۔" اس کا انداز تنبیہی تھا۔ وہ پھر طنزیہ ہنس دیا۔ انابیہ کو اس کا ہنسنا بلکل پسند نہیں تھا۔

"مجھے جہانگیر سر نے ہائیر کیا ہے انابیہ جی۔۔ میں ان کے حکم کا پابند ہوں۔۔"

"تو رات سے پہلے تمہیں ان کی کال آجائے گی۔۔" وہ پھر سے غرا کر بولی۔۔

"ایسا مت کریں۔۔ آپ مصیبت میں ہیں اور صرف میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔۔" اس نے فوراً سے کہا۔ اب کی بار اس کے لہجے میں فکر اور پریشانی تھی۔

"مجھے نہیں چاہیئے تمہاری مدد۔۔ میں خود کے لیے خود ہی کافی ہوں۔۔آج جہانگیر انکل تمہیں فائر کر دیں گے اور اگر اس کے بعد بھی تم مجھے آس پاس بلکہ دور سے بھی نظر آئے تو تم بچو گے نہیں۔۔انڈرسٹینڈ؟؟"وہ کچھ نہیں بولا بس ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

"سمجھے یا نہیں جواب دو۔۔"وہ پھر سے غرائی۔

"میں کیوں دوں جواب ابھی میں فائر نہیں ہوا۔۔"وہ ڈھیٹ بن کر بولا۔

"گیٹ آف مائی بیک۔۔"وہ سخت نظروں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"اور اگر نہ چھوڑوں تو۔۔"انداز چیلنجنگ تھا۔۔انابیہ تن فن کرتی بلکل اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور اس کی سرمئی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔

"Then you will pay heavily for it.." اب کی بار وہ بھی چیلنجنگ انداز سے بولی تو سامنے والا ہلکا سا مسکرا دیا۔وہ سنجیدہ تھی اور پلٹ کر گاڑی میں جا بیٹھی۔۔کچھ ہی دیر میں وہ وہاں سے چلی گئی جبکہ وہ کچھ دیر کھڑا کچھ سوچتا رہا۔

لفٹ کے دروازے جدا ہوتے ہی ان دونوں نے ایک ساتھ قدم باہر رکھا۔انابیہ سیاہ پیروں تک آتے گاؤن کے اوپر گہرے نیلے رنگ کا trench کوٹ پہنے ہوئے تھی اور سر پر اوڑھے سکارف کے پیچھے نکلتے بال ہنوز کھلے تھے۔اس کے ساتھ ردا تھی جس نے سفید لمبی قمیض کے اوپر گندمی رنگ کا کارڈیگن (cardigan)

اور ساتھ میں کھلے پانچوں والا ٹرائوزر پہنا ہوا تھا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتی جا رہی تھیں تبھی ردا نے کچھ کہنے کے لیے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔

"موسم اتنا پیارا ہو رہا ہے میرا دل تھا آپ کے ساتھ باہر جاتی آپ کے اس اترے ہوئے چہرے پر تھوڑی خوشی تو آجاتی۔۔ آپ کو کیا چیز پریشان کر رہی ہے؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا تو انابیہ کے قدم رکے۔

"یہ سوال تم مجھ سے دسویں دفعہ پوچھ رہی ہو۔۔" اس نے گردن موڑ کر ردا کو دیکھتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"اور دسویں دفعہ پوچھنے پر بھی یا تو آپ نے جواب نہیں دینا یا ٹال دینا ہے۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے افسوس سے بولی۔ "ماما جان کہتی تھیں باتیں دل میں رکھنے سے دل بھاری ہو جاتا ہے۔ اپنے قریبی کو بتا کر دل ہلکا کر نا لینا چاہیئے ورنہ آخر میں دل پر بڑھتا بوجھ برداشت نہیں ہوتا اور تب انسان کو روتے چیختے ہوئے اسے ہلکا کرنا ہی پڑتا ہے۔۔" وہ بولتی جا رہی تھی تبھی انابیہ رک کر اس کی طرف گھومی اور اگلے ہی لمحے بلکل اس کے سامنے کھڑی ہو گئ۔

"کچھ بھی نہیں ہوا مجھے۔ کہا نا بلکل ٹھیک ہوں میں۔۔" وہ اب کی بار پھر سے اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔ کچھ ہی سال ہوئے تھے کہ ردا نے ڈرنا چھوڑا تھا اور اس نے ظفر کو مکمل طور پر بھلا دیا تھا اس لیے وہ اب اسے کسی بات سے مزید ڈرا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"یعنی آپ دل کو بھاری کر کے چھوڑیں گی۔ خیر آنا آپ کو پھر میرے پاس ہی ہے۔" وہ جیسے ہار مانتے ہوئے بولی تو انابیہ فوراً سے مسکرا دی۔ وہ دونوں اس وقت آفس کی لابی میں کھڑی تھیں۔ انابیہ نے گھوم کر اپنے دائیں طرف کیبنز میں سب ورکرز کو کام میں مصروف دیکھا۔ وہ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آفس میں ہر طرف دیکھ رہی تھی۔

"جانتی ہو انسان کی سب سے بڑی خاصیت کیا ہے؟" وہ چاروں طرف نظریں گھماتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔
"کہ وہ وقت کے ساتھ خود کو سنبھال ہی لیتا ہے۔ میں نے بھی خود کو سنبھال لیا ہے خود کو وقت کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ بس اب کوئی ٹرننگ پوائنٹ نہ آئے میں اس زندگی سے خوش ہوں۔۔" وہ مسکراتے ہوئے بول رہی تھی ایسے کہ ردا کو لگا وہ خود سے باتیں کر رہی ہے۔
"انسان کی خاصیت ہو گی لیکن انابیہ کی نہیں۔۔" ردا نے دل ہی دل میں کہتے پھر سر افسوس سے نفی میں ہلایا وہ جانتی تھی وہ اب بھی تکلیف میں تھی اس نے خود کو کبھی سنبھلنے دیا ہی نہیں۔۔ کچھ پل مکمل خاموشی رہی۔
"وانیہ بتا رہی تھی کہ جہانگیر انکل کا کوئی بیٹا آ رہا ہے۔۔ وجہ؟" ردا اس کے عقب میں کھڑے بولی۔
اس کی آواز پر اس نے دوبارہ گردن موڑ کر اسے دیکھا۔
"ریزن کچھ خاص مجھے بھی نہیں پتہ۔ جہانگیر انکل کا فیصلہ ہے تو میں کون ہوتی ہوں وجہ پوچھنے والی۔۔" اس نے عام سے انداز میں کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔
"تو یہ تو پتہ ہو گا کہ عابس بھائی آ رہے ہیں یا انکے چھوٹے بیٹے کبیر۔۔" دوسرا نام سنتے ہی انابیہ نے چونک کر اسے دیکھا یوں جیسے وہ یہ نام سننے کے لیے بلکل تیار نہیں تھی۔ وہ کچھ پل اسے پوری کھلیں آنکھوں سے گھورتی رہی اور ردا نے اس کے یوں حیران ہونے اور گھورنے کی وجہ فوراً بھانپ لی۔
"ضروری تو نہیں اس دنیا میں ایک ہی کبیر ہو اور وہ وہی ہو۔۔" اس نے اس کی حیرت زدہ شکل دیکھتے ہوئے کہا۔
مگر کبیر جہانگیر تو ایک ہو سکتا ہے اور وہی ہو سکتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں خوف سے بولی۔ یہ جملہ کہنے کے لیے اسے بہت ہمت کی ضرورت تھی اور فلحال اس کی ساری ہمت جواب دینے لگی تھی۔

"ماما بابا کی ڈیتھ پر تعزیت کرنے کے لیے آئے تھے بس اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو وہ جلدی چلا گیا تھا۔ میں نے شکل تو نہیں دیکھی لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ کم از کم وہی کبیر نہیں ہو سکتا۔۔" اگلے ہی لمحے اسے یاد آیا کہ اس نے اس دن ایک گاڑی کو گیٹ سے نکلتے دیکھا تھا یعنی اس کا شک ٹھیک تھا کوئی تیسرا شخص بھی آیا تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے وہ خود کو کوسنے لگی کہ اگر وہ اس شخص کی تھوڑی انفارمیشن لے لیتی تو اس کا کیا چلا جاتا۔ کم از کم نام۔۔ اُفف خدایا۔۔ یہ اس نے کیا کر دیا تھا۔ اگر واقعی وہ شخص وہی ہوا تو وہ کیا کرے گی۔ اس کی نفرت کا سامنا وہ کیسے کرے گی۔ اگر وہ کبیر ہی ہوا تو اس کے سوالوں کے جواب کیسے دے گی۔ اس کے دل میں عجیب سی گھبراہٹ شروع ہونے لگی تھی۔ وہ ایک عجیب سے خوف میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ذہن میں صرف ایک سوال تھا کہ کیا واقعی جہانگیر صاحب کے ساتھ آج یہاں آنے والا شخص وہی ہو گا اور ابھی اس کے ذہن میں یہی سوال تھا کہ بس اس سوال پر اندر آنے والے شخص نے یقین کی مہر لگا دی تھی کہ ہاں وہی تو ہے وہ شخص جس کے آنے کا اسے خوف تھا۔

اس کی نظریں شیشے کے دروازے پر تھیں اور بس وہیں اٹک گئی تھیں۔ پلکیں جھپکے بغیر اب وہ اندر آتے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو جہانگیر صاحب کے ساتھ تھا لیکن جہانگیر کو کون دیکھ رہا تھا نظریں تو صرف اس پر تھیں جو نظروں کو جھکائے سر ہاں میں ہلاتا جا رہا تھا۔ پہلے کی بنسبت نفاست سے کٹے چھوٹے بال۔۔ ہلکی بڑھی شیو۔۔ سیاہ ڈریس شرٹ کے اوپر سرمئی بلیزر اور سیاہ پینٹ پہنے وہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ جہانگیر صاحب اس سے کچھ کہہ رہے تھے مگر جہانگیر کو کون دیکھ رہا تھا نظریں تو اس پر تھیں جسے وہ ساڑھے چار سال پہلے چھوڑ آئی تھی۔۔ بے ساختہ اس نے ردا کے بازو کا سہارا لیا یوں جیسے اس کے لیے اس زمین پر کھڑا ہونا سب سے مشکل کام ہو گیا تھا۔ پتھرائی نظریں۔۔ ساکت جسم۔۔ چہرے کی اڑتی رنگت۔۔ اسے اپنا وجود بے جان ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ جس کا ڈر تھا وہی تو ہوا تھا اس کا دل کیا کہیں بھاگ جائے۔۔

چھپ جائے۔۔عدم ہو جائے۔۔ صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔۔اس کا وجود ختم ہو جائے۔۔اس نے تو کبھی اس کے ملنے کی دعا نہیں کی تھی تو کیوں وہ اب اس طرح سے اس کے سامنے آگیا تھا۔۔اس کی زندگی میں یہ ٹرننگ پوائنٹ کیوں آگیا تھا؟

جہانگیر مسلسل اس سے کچھ کہہ رہے تھے۔اس کے چہرے پر ناگواری تھی یوں جیسے اس کا دل بلکل بھی نہیں تھا کہ ایک نظر اس آفس کو ہی دیکھ لے۔دفعتاً اس نے نظریں اٹھائیں اور سب سے پہلے اس کی نظر جس پر پڑی اسے دیکھتے ہی بے ساختہ اس کے قدم رک گئے۔وہ جو اس سے کچھ میٹر دور کھڑی تھی وہ وہ تھی جو اسے ساڑھے چار سال پہلے چھوڑ گئی تھی۔۔بغیر وجہ بتائے۔۔بغیر اپنی مجبوری بتائے۔۔وہ چلی گئی تھی اور اب یوں اچانک اس کے سامنے تھی۔۔وہ جس کے الوداعی کلمات میں اقرار محبت تھا۔کیا یہ اس کا خواب تھا؟؟وہم تھا؟؟جیسے ہمیشہ سے ہوتا تھا۔۔یہ کیا تھا؟اس کا الوژن۔اس لمحے شہد رنگ آنکھیں اور وہ بھوری آنکھیں ایک دوسرے میں ڈوب گئی تھیں۔۔کبیر کی پیشانی پر بل پڑنے لگے تھے۔اس نے اپنے قدموں کو حرکت دی۔ایک ٹھنڈی آہ بھر کر اس نے بے دردی سے اپنی نظریں اس پر سے ہٹادیں اور یہ وہ تکلیف دہ منظر تھا جس سے انابیہ کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔وہ جو بس اسے دیکھتا تھا آج کچھ پل کے لیے بھی اسے دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔آج وہ اس کے علاوہ سب دیکھ رہا تھا اور وہ جو کبھی اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکی آج اس کے علاوہ کچھ دیکھ ہی نہیں پا رہی تھی۔جب اس نے پہلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا وہاں اپنائیت تھی محبت تھی خوشی تھی لیکن آج اس کی آنکھیں ان سب سے عاری تھیں۔آج ان میں وہ اپنائیت نہیں تھی شاید محبت بھی نہیں تھی شاید نفرت تھی ہاں نفرت۔آج وہ آنکھیں ویران تھیں۔وہ کہتا تھا کہ اگر وہ انابیہ کو دیکھنا چھوڑ دے گا تو اس کی آنکھیں ویران ہو جائیں گی۔وہ غلط نہیں تھا۔اور آج اس کی آنکھوں کی ویرانی دیکھ کر وہ کھڑے کھڑے مر گئی تھی۔

کچھ قدم چلتے ہوئے وہ پھر سے رک گیا اس سے آگے نہیں بڑھا جا رہا تھا اس کے قدم بھاری تھے۔ کب اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں اسے پتہ تک نہیں لگا۔ تکلیف سے اس کا دل بند ہو رہا تھا اور اسی طرح اس نے شکوہ کن نظروں سے جہانگیر صاحب کو دیکھا۔ اب اسے پتہ چلا کیوں اس کا باپ اسے یہاں لانے کے لیے بضد تھا۔ وہ سب جانتے تھے کیسے کیوں؟ اہم نہیں تھا اہم تھا تو انابیہ کا اس کے سامنے ہونا تھا۔ اس نے انہی متورم مگر کاٹدار نظروں سے ایک دفعہ انابیہ کو دیکھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے پلٹ گیا۔ انابیہ نے ردا کے بازو پر گرفت مزید سخت کی۔ اس کا چہرہ بھی مکمل بھیگ چکا تھا۔ وہ جا رہا تھا۔ پہلے وہ چھوڑ آئی تھی اور اب وہ جا رہا تھا۔ جہانگیر اسے روکنے کے لیے اس کے پیچھے گئے لیکن اس نے ایک نہ سنی اور بھاگنے کے انداز میں وہاں سے نکل گیا۔

ردا نے بے چینی سے انابیہ کو دیکھا وہ کس کرب میں تھی شاید آج وہ بھی اندازہ نہ لگا سکے۔

"عالیان۔۔" وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولی۔۔ "وہ جانتا تھا اسے۔۔ وہ جانتا تھا ردا۔۔" وہ مکمل ردا کی طرف گھومی وہ رو رہی تھی۔ آنسو ٹم ٹم بہہ رہے تھے۔ "انکل اس لیے لائے تھے اسے وہ بھی جانتے تھے۔۔ یہ اس نے کیا کر دیا ردا؟ میں نے اسے منع کیا تھا۔۔ وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟؟" وہ ارد گرد کی پرواہ کیے بغیر چیخ رہی تھی چلا رہی تھی۔ "اس نے یہ ٹھیک نہیں کیا۔۔" اس نے بے دردی سے اپنا چہرہ رگڑا اور بھاگتے ہوئے باہر جانے لگی۔ ردا اس کے پیچھے جا رہی تھی اسے روک رہی تھی مگر وہ بے دردی سے اسے جھڑکتے چلتی جا رہی تھی۔ باہر نکلتے ہی اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا حکم دیا اور بیک سیٹ کا دروازہ کھولتے بیٹھ گئی۔ ردا بھی تیزی سے اس کے ساتھ بیٹھی تھی کیونکہ وہ غصے میں تھی تکلیف میں تھی وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔۔

پیچھے آفس میں رہ جانے والے لوگ ایک دوسرے کو کندھے اچکا اچکا کر ناسمجھی سے دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب کیا تھا؟" ان میں سے ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے سے پوچھا۔

"مرشد مجھے تو محبت کا قصہ لگتا ہے جو شاید ادھورا رہ گیا تھا اور اب شاید اسے پورا ہونا ہے۔۔" دوسرا لڑکا ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولا۔

وہ سارے راستے روتی آئی تھی اور اب گھر پہنچتے ہی وہ تیزی سے گاڑی میں سے اتری اور اندر کی طرف بھاگی۔ لونگ روم میں عالیان کان کے ساتھ فون لگائے کھڑا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے میں دیکھ۔۔" وہ کچھ بول رہا تھا لیکن پھر انابیہ کو دیکھ کر چپ ہو گیا۔ وہ جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھی پھر اس کے کان سے موبائل کھینچ کر سامنے دیوار پر دے مارا اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے زور سے اس کے سینے پر مارا اتنا کہ عالیان کو سنبھلنے تک کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔ اس سب کے لیے بلکل تیار نہیں تھا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟؟ ہاں میں نے منع کیا تھا تمہیں عالیان۔۔" وہ سرخ انگارا آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا تم؟؟ یہ کیا طریقہ ہے؟" وہ فوراً سے سیدھا ہوتے ہوئے بھڑکا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دہشت دیکھ کر ایک پل کے لیے ڈر گیا تھا۔

"ہاں ہو گئی ہوں پاگل۔۔ تم کب میری زندگی جہنم بنانا چھوڑو گے؟ میں نے تم سے کہا تھا میرے معاملے میں انٹرفئیر مت کرنا لیکن وہ عالیان ہی کیا جو انابیہ کی سن لے۔۔" وہ پھر سے اس کی طرف بڑھی اب کی بار اس کا گریبان انابیہ کے سخت ہاتھوں میں تھا۔ ردا وہیں پیچھے کھڑے انابیہ کو دیکھ رہی تھی اس میں ہمت نہیں تھی کہ آگے جا کر اسے روکتی۔

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو۔ یہ میری زندگی ہے اسے پہلے کی طرح کنٹرول کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ میں جان لے لوں گی۔ تم کبھی نہیں بدل سکتے کبھی نہیں تم صرف مجھے تکلیف پہنچا سکتے ہو جیسے پہلے پہنچاتے تھے۔ تم نے ہمیشہ وہ کیا ہے جس میں میرا نقصان ہوتا ہے۔۔" وہ پھر سے بھڑکی۔ وہ اتنا اونچا بول رہی تھی کہ اس کی آواز پر ناصر صاحب بھی اپنی ویل چیئر گھسیٹتے لونگ روم میں آ گئے۔

"فور گاڈ سیک انابیہ مجھے بتائو میں نے کیا کیا ہے؟" وہ واقعی ہی نہیں جانتا تھا کیونکہ جہانگیر نے اسے ابھی تک کچھ نہیں بتایا تھا۔

"تم نے اسے کیوں بلایا ہے عالیان؟ اس کی آنکھوں میں میرے لیے اتنی نفرت تھی اتنی بیزاری تھی اُفف میں کیسے برداشت کروں گی؟" اب کی بار وہ باآواز رو رہی تھی۔ غصہ اور آنسو دونوں اس کا ضبط ختم کر چکے تھے۔ عالیان کو بس اک لمحہ لگا تھا اور وہ جان گیا تھا کہ کبیر آ گیا ہے اور معاملہ جتنا سیدھا اسے لگ رہا تھا اتنا سیدھا تھا نہیں۔ انابیہ کے اتنے غصے اور بھڑکنے کا اسے بلکل اندازہ نہیں تھا۔۔ گریبان اب بھی اس کی مضبوط گرفت میں تھا۔

"میری بات سنو۔۔"

"تم میری سنو۔۔" اس نے بھرپوری قوت سے اسے پرے دھکیلا۔ "میں نے کہا تھا وہ میرڈ ہے وہ خوش تھا۔ میں بھی ٹھیک تھی تم سے کیوں میرا سکون برداشت نہیں ہوتا ہاں۔ اس شخص کو میرے سامنے لا کر کھڑا کر دیا ہے جسے میں (اپنے سینے پر زور سے انگلی رکھتے ہوئے بولی) میں خود چھوڑ کر آئی تھی۔ وہ مجھ سے کتنی نفرت کرتا ہوگا میں جانتی تھی مگر میں دیکھ نہیں سکتی میں وہ نفرت دیکھ نہیں سکتی سنا تم نے۔۔" چیخ چیخ کر اس گلہ رندھ سا گیا تھا۔ وہ ضبط ہار بیٹھی تھی اور گھٹنوں کے بل زمین پر گری تھی۔ ردا تیزی سے اس کی طرف آئی تھی۔ عالیان بھی لمحے بھر کی دیر کیے بغیر اس کے سامنے جا بیٹھا۔۔

"میری غلطی ہے مجھے تمہیں معاف نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں کیسے بھول گی تم وہی ہو جسے مجھے تکلیف دیتے ہوئے مزہ آتا ہے اور تم اب بھی۔۔اب بھی مجھے اس کرب میں دیکھ کر محظوظ ہو رہے ہو۔۔ چلے جاؤ یہاں سے۔۔" اس نے پھر اس کے سینے پر مکا مارتے ہوئے کہا۔ عالیان بس زخمی نظروں سے اسے دیکھے گیا۔ اس کی باتیں اس کا دل چھلنی کرنے کے لیے کافی تھیں۔ یہ وہ انابیہ نہیں تھی جو اپنے دشمن سے بھی نرمی سے بات کرتی تھی۔ وقت نے اسے کیا بنا دیا تھا اور جتنا ظلم وقت نے اس کے ساتھ کیا تھا شاید کسی کے ساتھ نہیں کیا تھا۔

"خود کو سنبھالو انابیہ ایک دفعہ میری بات تو سن لو پلیز یار۔۔" وہ التجائیہ انداز میں بولا اب کی بار وہ کچھ نہیں بولی وہ بس مسلسل روئے جا رہی تھی۔۔

"اس نے کوئی شادی نہیں کی۔۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔۔" انابیہ کی ہچکیاں بندھ گئیں تھیں اور اس نے اسی طرح بھیگی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ جہانگیر انکل نے خود بتایا تھا مجھے ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے شادی کیسے کر سکتا تھا۔۔ خود سوچو ایسا کچھ ہوتا تو جہانگیر انکل اسے یہاں کیوں لاتے۔۔" وہ یک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ یعنی اس نے زندگی کے یہ تین سال اسی غلط فہمی میں گزار دیے تھے۔

"اور کیا کہا تم نے نفرت؟؟ پاگل ہو تم۔۔" عالیان نے آگے ہو کر اپنی انگلیوں کے پوروں سے اس کے سر پر مارا۔

"وہ صرف ناراض ہے انابیہ۔ یہ وقتی ناراضگی ہے۔ جو سب اس کے ساتھ ہوا ہے اتنا ری ایکشن تو بنتا ہے نا۔ اسے وقت دو۔ اس کی محبت کو وقت دو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔" وہ بہتے آنسوؤں سے اسے دیکھ رہی تھی سن رہی تھی۔

"وہ چلا جائے گا۔۔"اس کی آواز کسی کھائی سے آئی ہوئی لگ رہی تھی۔۔

"جا کر تو دکھائے۔کہیں آنے جانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا میں اسے۔۔تم سب ٹھیک کر سکتی ہو مجھے تم پر یقین ہے۔۔"کہتے ساتھ اس نے ردا کو اشارہ کیا۔"اسے لے کر جائو کمرے میں۔"وہ اس کے سامنے سے اٹھنے لگا تھا تبھی انابیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔

"وہ نفرت نہیں کرتا نا مجھ سے؟؟"وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح پوچھ رہی تھی۔

"اسے وقت دو۔۔"اس نے محض اتنا کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ردا نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھنے میں مدد کی اور وہاں سے لے گئ۔

"میں نے تم سے کہا تھا اس کی مرضی کے خلاف کچھ مت کرنا۔۔"آواز ناصر صاحب کی تھی جو عالیان سے مخاطب تھے۔

"ضروری تھا ڈیڈ۔وہ ٹوٹ چکی تھی مجھے کچھ بھی کر کے اسے جوڑنا تھا۔"وہ سر پکڑے کھڑا تھا۔ ناصر اپنی ویل چیئر گھسیٹ کر اس کے پاس لے گئے تو ان کو دیکھتے ہی وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔اس کی باتوں پر ناراض مت ہونا۔۔وہ ایسی نہیں تھی۔۔"انہوں نے عالیان کے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو وہ زخمی انداز سے مسکرا دیا۔

وہ اس وقت جہانگیر صاحب کے گھر میں خود کو ایک کمرے میں بند کیے بیٹھا تھا۔جہانگیر باہر ہی لونگ روم میں بیٹھے اپنی انگلیوں کے پوروں سے کنپٹی مسل رہے تھے۔کبیر کے کمرے کا دروازہ اس نے اندر سے لاک

کرر کھا تھا اس لیے انہوں نے ایک دفعہ بھی دروازہ کھٹکھٹا کر اسے مخاطب نہیں کیا۔ وہ جانتے تھے وہ اپنی مرضی کے بغیر باہر نہیں آئے گا۔

کمرے میں اندھیرا تھا۔ ساری لائٹس آف تھیں۔ بند کھڑکیوں پر پردے پڑے تھے اور کمرے کی حالت درہم برہم تھی۔ ہر چیز پھر سے بکھری ہوئی تھی۔ شیشے ٹوٹے پڑے تھے اور ایسے میں وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر خاموش بیٹھا تھا۔ اسے جب شدید غصہ آتا تھا وہ یونہی توڑ پھوڑ کرتا تھا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور اسکی سرخ متورم آنکھیں سامنے دیوار پر جمی تھیں۔

"یہ قسمت نے میرے ساتھ کیا کیا؟ مجھے کیوں تم سے یوں ملایا؟ تم یہاں تھی کراچی میں۔ میرے اتنے قریب۔ کیا تم بھی ہر بات سے انجان تھی یا تم جانتی تھی؟ تم خود کیوں نہیں آئی بیا مجھے وقت کیوں لایا تمہارے پاس؟ تم گئی تھی مجھے چھوڑ کر تمہیں خود آنا تھا۔ میں وقت کا احسان کیوں لوں؟ وقت اتنا ظالم تھا کہ اس نے ٹھیک سے مجھے تمہیں دیکھنے بھی نہیں دیا۔ میری انا اور نفرت آڑے آ گئی۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں خود سے بول رہا تھا۔ اس کا گلہ بیٹھ گیا تھا یوں جیسے وہ چیختا رہا ہے چلاتا رہا ہے روتا رہا ہے۔

"مجھے لگا تم سخت مجبوری میں گھری ہو گی مگر تم تو آزاد تھی۔ اتنا بڑا بزنس ایمپائر سنبھالنے میں لگی تھی۔ اپنے خواب پورے کرنے میں لگی تھی۔ میں نے خود کو کیا بنا دیا۔ تمہاری یاد نے مجھے ایک دن سکون سے سونے نہیں دیا۔ تم پنجرے میں قید تو نہیں تھی تم تو اڑ کر آسکتی تھی۔ تم نے کوئی کوشش کیوں نہیں کی آخر کیوں؟ تمہاری خواہش تو پوری ہوئی بیا لیکن میری خواہش کا کیا؟ وہ تو خواب بن کر ہی رہ گئی۔" اس کے آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے۔ وہ کسی بچے کی طرح بس روئے جا رہا تھا۔

"احمد انکل کی بیٹی تم ہو۔ ناصر انکل کی بھتیجی تم ہو اور تمہارا منگیتر عالیان تھا۔۔ ہم قریب تھے یہ سب بہت آسان تھا بس ایک کوشش کی ضرورت تھی۔ میں نے نہیں کی تو تم کرتی بیا۔ تم گئی تھی مجھے چھوڑ کر۔ میں تو

بس نا چاہتے ہوئے بھی انتظار کی چکی میں پستا رہا ہوں۔" اس نے بمشکل اپنے ہاتھوں کو حرکت دی اور اپنے چہرے پر سے آنسو صاف کیے۔ اپنی آنکھوں کو رگڑا۔

"لیکن اب بس۔۔ میں یہاں سے چلا جائوں گا۔ تم خوش ہو اور یقیناً تمہیں میری ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں نے خود کو جتنی تکلیف پہنچانی تھی پہنچا لی۔ تم میری زندگی سے چلی گئی تھی اب تم چاہو بھی تو میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کی حماقت کبھی نہیں کروں گا۔ میں یہاں رہ کر خود کو مزید تکلیف سے دوچار نہیں کروں گا۔" اس نے بمشکل دیوار کا سہارا لے کر خود کو اٹھنے میں مدد دی اور لڑکھڑاتے قدم واشروم کی طرف چل دیا۔ سچ کہتے ہیں محبت اور اس کا انتظار انسان کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

شام ہو گئی تھی۔ سورج ڈھل چکا تھا۔ آسمان پر اندھیرا چھانے لگا تھا۔ جہانگیر صاحب ہاتھ میں دو چائے کے کپ کی ٹرے پکڑے کبیر کے کمرے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ کچھ گھنٹوں پہلے ملازم کو اس کے کمرے سے نکلتا دیکھ چکے تھے جو غالباً اس کے کمرے کی صفائی کر کے ہی نکلا تھا۔ ان کے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔ کچھ دیر پہلے انہوں نے انابیہ کو کال کر کے اس کی خیریت بھی معلوم کی تھی۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ وہ بھی دوائیوں کے زیر اثر سو رہی ہے۔ سب کچھ ان کی سوچوں کے برعکس ہو رہا تھا۔ انہیں ایسے پیچیدہ حالات پیدا ہو جانے کا اندازہ بلکل بھی نہیں تھا۔ ایک ہاتھ میں ٹرے پکڑ کر انہوں نے دوسرے ہاتھ سے دروازے پر دستک دی۔ اس سے پہلے وہ دوسری دستک دیتے دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ کبیر ان کے سامنے کھڑا تھا۔ سوجی ہوئی آنکھیں، ہلکے گیلے بال اور عام سی ٹی شرٹ اور ٹرائوزر پہنے وہ ایک نظر ان کو دیکھ کر واپس پلٹ گیا۔

جہانگیر گہرا سانس بھرتے کمرے میں داخل ہوئے تبھی ان کی نظر بیڈ پر پڑے ایک سفری بیگ پر پڑی جس کا منہ کھلا ہوا تھا لیکن ابھی خالی تھا۔

"ملازم بتا رہا تھا تمہارے سر میں بہت درد ہے۔ تم نے کوئی میڈیسن لی؟؟" انہوں نے ٹرے بیڈ کے ساتھ پڑے ایک صوفے کے سامنے ٹیبل پر رکھ دی۔

"لے لی تھی۔۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔ انہوں نے پلٹ کر اسے دیکھا جو ان کی طرف پشت کیے الماری میں سے کپڑے نکال رہا تھا۔

"جا رہے ہو؟" کمرے میں صرف ایک لائٹ آن تھی۔ انہیں الجھن ہو رہی تھی اس لیے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے اس سے پوچھا۔

"ہوں۔۔۔" اس نے پھر سے کوئی تفصیلی جواب نہیں دیا۔ اس کے لہجے میں ناراضگی انہوں نے بھانپ لی تھی خیر اس کا اندازہ تو انہیں تھا ہی۔۔ اگلے ہی لمحے کمرہ مکمل روشن ہو چکا تھا۔

"مجھے بتائے بغیر۔" انہوں نے خفگی سے کہا۔ اب کی بار کبیر ان کی طرف گھوما۔ اس کے ہاتھ میں کپڑے تھے۔

"آتے ہوئے آپ کی مرضی سے آیا تھا نا اور اب جاتے ہوئے آپ کو بتانا بھی ضروری نہیں سمجھتا۔۔" اس کے لہجے میں اب کی بار ناراضگی کے ساتھ ساتھ بدتمیزی بھی تھی۔

"میں نے ایسا کیا کیا ہے جو تم اس طرح سے بات کر رہے ہو؟" انہوں نے جھک کر دونوں کپ دوبارہ ہاتھ میں پکڑے اور اس کی طرف بڑھ گئے جواب بیگ میں کپڑے ڈال نہیں ٹھونس رہا تھا۔ کبیر نے رک کر ان کو دیکھا اور پھر ان کے ہاتھوں میں پکڑے دونوں کپس کو۔

"مجھے نہیں پینی۔۔" وہ دوبارہ اپنے کام میں متوجہ ہو گیا۔ جہانگیر نے کندھے اچکا کر دوسرا کپ ٹیبل پر ہی رکھ دیا۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔۔" ان کے دوبارہ مخاطب کرنے پر اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔

"آپ کو مجھے یہاں بلانے کی وجہ بتانی چاہیئے تھی۔۔" اس کی ملامتی نظریں ان کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو میں وجہ بتاتا تو تم کبھی نہ آتے۔ مجھے لگا تم اسے دیکھ لو گے تو سب بھول جائو گے۔ مگر میں شاید بھول گیا تھا کہ تم انا کے سخت برے اور بلا کے ضدی انسان ہو اور میں یہ بھی کیسے بھول سکتا تھا ہر چیز میں انا اور ضد کو آڑے لانے والا محبت میں ان دونوں چیزوں کو کیسے فراموش کر دے گا۔۔" کبیر کو ان کی باتیں بری لگ رہی تھیں مگر وہ جانتا تھا وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

"تو آپ کیا چاہتے تھے ڈیڈ کہ میں محبت میں زور زبردستی کرتا۔ اسے مارا مارا ڈھونڈتا پھرتا۔ در در خوار ہوتا۔۔ وہ خود گئی تھی اور جو خود چلے جائیں انہیں ڈھونڈنا نہیں چاہیئے جانے دینا چاہیے۔۔" وہ پھر سے الماری کی طرف بڑھ گیا۔

"وہ مجبور تھی۔۔" ان کے کہتے ہی وہ تپ کر ان کی طرف گھوما۔

"مجبور مائی فٹ۔۔" وہ ہر تمیز بالائے تاق رکھے ہوئے بول رہا تھا۔ "اتنی مجبوریوں میں جکڑی ہوئی تھی تو نہ کرتی محبت۔ مجھے پیچھے ہٹنے کا کہہ دیتی۔ میں نے کہا نا میں کوئی سائیکو عاشق نہیں تھا جو اس کی جان ہی نہ چھوڑتا۔" اس نے کپڑے زور سے بیگ میں پھینکے۔

"میں نے تو سنا تھا کہ محبت انسان کو توڑ کر رکھ دیتی ہے لیکن اتنا بے حس اور بدتمیز بنا دیتی ہے یہ آج تمہیں دیکھ کر جان گیا ہوں۔۔" انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ اب بھی مجھے بے حس کہہ رہے ہیں؟؟" اس نے شکوہ کن نظروں سے انہیں دیکھا۔

"او جسٹ شٹ اپ۔۔ کبیر جہانگیر۔۔" انہوں نے درشتی سے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔۔ "یو نو واٹ۔۔ یو ریئلی ڈونٹ ڈیزرو ہر۔۔" وہ کافی دیر سے نرمی برت رہے تھے لیکن اب کی بار انہوں نے سختی سے کہا۔

"شی ڈونٹ ڈیزرو مائی لو ڈیڈ۔۔ محبت نبھانے اور پانے کے لیے آخری حد تک کوشش کرنی چاہیئے پھر حاصل لاحاصل آپ کا مقدر ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس نے کوشش تک نہیں کی۔۔ اس سے اچھی تو جویریہ تھی جس نے غلط طریقے سے ہی سہی مگر محبت کے لیے آخری دم تک کوشش تو کی۔" اس نے روانی میں کہا تو جویریہ کا نام سنتے ہی جہانگیر صاحب کے تیور مزید سخت ہوئے۔

"تمہارے نزدیک وہ لڑکی اچھی ہے جس نے اپنی محبت کے لیے دوسروں کی زندگی برباد کی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے طیش میں بولے۔

"ہاں کم از کم اس لحاظ سے۔۔" اس نے ڈھٹائی سے ان کے غصے کی پرواہ کیے بغیر کہا۔

"مگر میرے نزدیک وہ لڑکی اچھی ہے جس نے ایٹ لیسٹ اپنی محبت کے لیے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اس نے اپنی محبت اپنوں کے لیے قربان کی ہے۔ قربانی اور دھوکے میں فرق ہوتا ہے کبیر۔۔" کبیر انہیں دیکھ کر زخمی انداز سے مسکرایا۔

"اور میرا کیا؟ سب سے زیادہ نقصان تو اس نے میرا کیا ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف تو اس نے مجھے پہنچائی ہے نا۔۔" اس کا انداز شکست خوردہ تھا۔ جہانگیر کچھ قدم لیتے بلکل اس کے سامنے آئے یوں کہ وہ اب براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔ انہوں نے جیسے سختی پی کر نرمی اگلنے کی کوشش کی۔۔

"کوئی نقصان نہیں ہوا بچے۔ وہ تمہارے سامنے ہے۔ سب بھلا دو۔ اس سے اچھی لڑکی تمہارے لیے کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ جویریہ جیسوں کا کمپیریزن اس سے مت کرو۔ مجھے جتنا فخر اس پر ہے وہ کبھی تم دونوں بیٹوں پر بھی نہیں ہوا۔ وقت نے تم دونوں کو الگ کیا تھا وقت ہی ملا رہا ہے۔ ضد اور انا چھوڑ دو۔ جو غلطی ماضی میں اس

نے مجبوری میں کی تم جانتے بوجھتے مت کرنا ورنہ پچھتاؤ گے۔" وہ اس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھے نرمی سے اسے سمجھا رہے تھے۔

"میں یہاں رہا تو پچھتاؤں گا۔مجھے جانے دیں ڈیڈ پلیز۔۔مجھے وقت دیں۔۔" اس نے انکے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے کندھوں سے ہٹایا اور آگے بڑھ کر بیگ کی زپ بند کرنے لگا۔جہانگیر نے افسوس سے اسے دیکھا اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔رک کر انہوں نے پھر اس مکمل روشن کمرے کو دیکھا اور سوئچ بورڈ پر ہاتھ رکھے انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔وہ کچھ کہہ رہے تھے کبیر نے ان کی آواز پر سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔وہ انہیں سن رہا تھا۔کچھ ہی پل میں اندھیرا چھا گیا۔ان کا بیٹا اندھیرے کا شوقین ہو گیا تھا سو انہوں نے بتیاں بجھا دیں۔۔

اگلے دن کا سورج طلوع ہوئے کچھ گھنٹے بیت چکے تھے۔عالیان اپنے کمرے میں موجود پینٹ شرٹ پہنے آفس کے لیے بلکل تیار دکھائی دے رہا تھا بس کوٹ پہننا باقی تھا۔کھڑکی سے آتی سورج کی کرنیں اس کے کمرے کو روشن کیے ہوئے تھیں۔اس نے الماری سے کوٹ نکالا اور قد آور آئینے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔کمرے کا دروازہ کھلا تھا تبھی اسے آئینے میں اپنے پیچھے کھڑی ایک لڑکی کا عکس دکھائی دیا۔کوٹ ہاتھ میں ہی پکڑے اب وہ اس کی طرف گھوما جو دروازے کے پاس سر جھکائے کھڑی تھی۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو؟اندر آجائو۔۔" اس کے مخاطب کرنے پر انابیہ نے قدم اندر رکھے۔عالیان نے کوٹ بیڈ پر پھینکا اور اس کی طرف بڑھا۔

"بیٹھ جائو۔۔" اس نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا مگر وہ وہیں کھڑی رہی۔

"مجھے تم سے کل کے رویے کے لیے معافی مانگنی ہے۔" اس کی آواز میں صدیوں کا دکھ تھا۔ اس کی آنکھوں کو دیکھ کر عالیان کے لیے یہ جاننا مشکل نہیں تھا کہ وہ روتی رہی ہے۔

"مجھے تمہارے رویے پر کوئی افسوس نہیں ہے۔ اگر کسی بات کا افسوس ہے مجھے تو بس یہی کہ کچھ بھی کر کے میں تمہارے دل سے اپنے لیے نفرت ختم نہیں کر سکا۔" اس کی بات پر انابیہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

"میں۔۔ میں تم سے نفرت نہیں کرتی۔ میں کر ہی نہیں سکتی۔ میں جانتی ہوں میں نے بہت کچھ ایسا بول دیا ہے جس سے تم ہرٹ ہوئے ہو۔ مجھے معاف کر دو۔" اس کی آواز میں کپکپاہٹ واضح تھی۔

"تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے انابیہ۔ تم نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔ تم نے جو بھی کیا غلط فہمی کے تحت کیا۔" وہ اب کی بار بلکل اس کے سامنے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"نہیں ساری غلطی میری ہی ہے۔ میں نے اس وقت سے ایک کام ہی تو سیکھا ہے۔ سب کو ہرٹ کرنا۔ میں بہت بری ہو گئی ہوں۔ میں ایسی کبھی نہیں تھی۔ اتنی تلخ مزاج کبھی نہیں تھی۔" وہ پھر سے رو رہی تھی۔ آنسو پھر سے بہہ کر اس کا چہرہ بھگونے لگے تھے۔ عالیان کو اب واقعی اس پر ترس آ رہا تھا۔

"ایسے مت کہو یار۔ تم ایسی نہیں ہو اور ہو بھی نہیں سکتی۔۔" اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے ٹشو باکس میں سے ایک ٹشو نکال کر اس کے سامنے کیا۔ انابیہ نے اسے دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"تمہیں لگتا ہے وہ تم سے نفرت کرتا ہے۔۔ تم اس کے ساتھ کام نہیں کر سکو گی۔۔ وہ چلا جائے گا۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔" وہ اب ٹشو سے اپنی آنکھیں اور چہرہ صاف کر رہی تھی۔

"میری بات غور سے سنو۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔" اس نے گھوم کر ایک ٹشو اور نکالا اور پھر سے انابیہ کی طرف بڑھایا۔ پہلے والا تو اس کے تر چہرے سے ہی تر ہو گیا تھا۔

"اس کا دل بھی رک چکا تھا جیسے تمہارا۔ پلیز اسے اور خود کو وقت دو۔" عالیان اسے سمجھا رہا تھا اور وہ اب ٹشو سے اپنی سرخ ہوتی ناک رگڑ رہی تھی۔

"اگر وہ جا چکا ہوا تو؟" عالیان نے اس کے سوال پر ٹھنڈی آہ بھری۔ اس کے بار بار رونے کی وجہ یہی تو تھی بس۔

"چلا گیا تو واپس کھینچ کر لے آئوں گا۔ اب تم جائو تیاری کرو اور آفس کے لیے نکلو۔۔" انابیہ نے سر اثبات میں ہلایا اور مڑ کر جانے لگی تبھی اس کی آواز پر رکی۔

"تم کچھ بھول رہی ہو۔۔" اس نے مڑ کر نا سمجھی سے اسے دیکھا وہ ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا۔

"پانچ لاکھ پچاس ہزار۔۔۔" انابیہ نے پھر نا سمجھی سے اسے دیکھا وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا اسے سمجھ نہیں لگی۔۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ بھول گئی کل تم نے میرا آئی فون دیوار پر دے مارا تھا۔۔" وہ خفگی سے بول رہا تھا۔ یاد آتے ہی انابیہ خاصا شرمندہ ہوئی۔

"شرمندہ بعد میں ہو لینا بس یہ رقم میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دینا۔ مجھے نیا فون خرید کر اپنا سارا ڈیٹا بیک اپ کرنا ہے۔ آفس پہنچتے ہی تمہیں پہلا کام یہی کرنا ہے۔ اب تم جا سکتی ہو۔۔" یہ پہلی دفعہ تھا جب انابیہ کھل کر مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔ عالیان نے چہرے سے ظاہر تو نہیں کیا مگر اس کے چہرے پر ہنسی دیکھ کر اسے کافی خوشی ہوئی تھی ۔ سر اثبات میں ہلاتے اب وہ اس کے کمرے سے جا چکی تھی۔

وہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے آفس میں پہنچی تھی۔ سرمئی رنگ کا پیروں تک آتا گائون اور ہم رنگ سکارف سر پر ڈھیلے ڈھالے طریقے سے لپیٹے وہ اس وقت اپنے اس سفید رنگ میں ڈوبے آفس میں کھڑی سوچوں میں گم

گلاس ونڈوز سے باہر آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ماتھے پر کرٹین بینگز کی صورت میں کٹے بال، معمول کے مطابق ہلکا میک اپ، اس کی کمر پر جھولتے بال اور پیروں میں سفید ہائی ہیلز اسے ہمیشہ کی طرح پرفیکٹ دکھا رہے تھے۔ تبھی اس کی سوچوں کا تسلسل دروازے پر ہوتی دستک سے ٹوٹا۔اس نے مڑ کر یس کہا تو وانیہ اندر داخل ہوئی۔

"گڈ مارننگ میم۔۔آج آپ اتنی دیر سے آئی ہیں۔ میں تو پریشان ہو گئ تھی۔از ایوریتھنگ اوکے؟" وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔بس ایسے ہی آج آفس آنے کا دل نہیں تھا۔لیکن آنا پڑا۔۔"اس نے عام سے لہجے میں اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اس پراجیکٹ سے خود کو بہت تھکا دیا ہے۔"اس نے ایک گلابی رنگ کی فائل کے صفحے پلٹتے ہوئے کہا۔ " سر کہہ رہے ہیں یہاں پر سائن کر دیں۔۔"صفحے کے اختتام پر انگلی رکھتے ہوئے اس نے فائل اور پین انابیہ کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔اس نے بس مین ہیڈنگ پڑھی تھی وہ آفس کے کچھ ضروری کاغذات تھے۔

"انکل آ گئے ہیں؟"اس نے سائن کرتے ہوئے مصروف انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔۔میں تو کبیر سر کی بات کر رہی تھی۔۔"کاغذ پر چلتا اس کا پین ایک لمحے کے لیے رکا اور اس نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔پھر سر جھٹک کر سائن مکمل کیا اور فائل پر پین رکھ کر اسے واپس تھمائی۔

"میم اگر آپ کو بہت پرسنل نہ لگے تو میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتی ہوں؟"اس کی درخواست کرنے پر انابیہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

"بھلے آپ ڈانٹ لیجیے گا مگر ناراض مت ہوئیے گا۔ دراصل کل سے میں تجسس کا شکار ہوں۔۔" وہ کچھ ڈرے سہمے انداز میں بول رہی تھی۔ انابیہ نے ایک نظر اسے گھورا۔

"اب پوچھ بھی لو۔" اس نے جھنجھلا کر کہا تو وہ گھبرا سی گئی۔

"سر کبیر سے آپکا۔۔ آئی مین۔۔ آپ ایک دوسرے سے۔۔ مطلب۔۔" اسے لفظ نہیں مل رہے تھے اور خود پر غصہ بھی آ رہا تھا کہ یہ کیسا سوال وہ انابیہ میم سے پوچھ رہی ہے۔ اگلے ہی لمحے انابیہ نے ایک ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔۔

"وہ اپنے آفس میں ہے؟" اس کا سوال نظرانداز کر دیا گیا تھا اور اب وہ خود اس سے سوال کر رہی تھی۔ وانیہ نے بمشکل سر اثبات میں ہلایا تو وہ اس کے ساتھ سے ہو کر جانے لگی۔ لمحہ بھر رکی۔ ان دونوں کے کندھے ساتھ ساتھ تھے۔ پھر وہ تھوڑا وانیہ کی طرف جھکی۔۔

"محبت کا قصہ ہے۔۔ کبھی فرصت میں سنائوں گی۔۔" وہ نہایت دھیمے لہجے میں اس کے کانوں میں کہتی وہاں سے چلی گئی۔ وانیہ نے حیرت سے نظریں اٹھائیں مڑ کر اسے دیکھا جو اب آفس کا دروازہ کھول کر باہر نکل چکی تھی۔ بے ساختہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ فائل دونوں ہاتھوں میں پکڑے وہ خوشی سے اچھلی تھی۔

دروازہ موٹے شیشے کا بنا تھا۔ اندر اور باہر کا منظر واضح نہیں تھا۔ اس میں ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ دروازے پر دستک دے۔ وہ اندر جانے سے خوف کھا رہی تھی یوں جیسے اسے دھتکار دیا جائے گا یا آفس سے نکال دیا جائے گا۔

پورا آفس روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ سورج کی روشنی نصف تیار شدہ بلائنڈز کے ذریعے فلٹر کرتے ہوئے سنگ مرمر کے فرش پر سائے ڈال رہی تھی۔ کمرے کے مرکز میں مہوگنی کی ایک بڑی میز تھی جس کی سطح بہت وسیع

تھی۔اس میز پر بڑے بڑے پلانرز، فائلز، فائونٹین پین اور عین درمیان میں ایک کھلا لیپ ٹاپ سب بہت ہی سلیقے سے اس میز کی زینت بنے ہوئے تھے۔میز کے پیچھے بھوری کرسی خالی پڑی تھی۔عقب میں دیوار پر مہوگنی لکڑی کی بنی شیلوز پر فریم شدہ تعریفوں کا مجموعہ تھا۔فریم شدہ ڈپلومے، سرٹیفیکیٹ اور ایوارڈز سب ہی اس دیوار کو باقی سب دیواروں سے مختلف اور شان والی دکھا رہے تھے۔۔کبیر اس وقت وائٹ ڈریس شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے میز پر جھک کے کھڑا فائل کے صفحے پلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔وہ میز کے ایک کنارے کی طرف کھڑا تھا یوں کہ اس کی سربراہی کرسی اس سے تھوڑے بائیں طرف تھی اور اس کے آفس کا دروازہ اس کے دائیں طرف تھا۔دفعتاً دروازے پر ناک ہوئی۔اس نے نظریں اٹھائے بغیر اندر آنے کی اجازت دی۔اس کے خیال سے وانیہ فائل سائن کروا کر واپس آگئی ہوگی۔۔ بمشکل دروازہ کھولتے وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتے اندر آئی۔کبیر کام میں مصروف تھا اس نے نہیں دیکھا کہ اندر کون آیا ہے۔ایک پل کے لیے اس کا دل کیا واپس بھاگ جائے لیکن نہیں اگر وہ آج چلی گئی تو ساری عمر بھاگتی رہے گی اس شخص سے جسے قسمت اس کے سامنے لے آئی تھی۔ کبیر ہنوز کام میں مصروف تھا شاید کام بہت ضروری تھا۔ہمت مجتمع کر کے اس نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔

"کیسے ہو؟؟"کبیر کے صفحے پلٹتے ہاتھ رک گئے۔وہ آواز سنتے ہی اسے لگا کسی نے اس کا دل اپنی مٹھی میں دبا لیا ہو اور اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی ہو۔وہ آواز آج بھی ویسی ہی تھی جیسے بہت پہلے ہوا کرتی تھی۔اس آواز کو سننے کے لیے اس ایک چہرے کو دیکھنے کے لیے وہ روز یونیورسٹی جایا کرتا تھا۔وہ نہ ہوتی تو اس کا دل نہیں لگتا تھا اور آج قسمت اس پر اتنی ظالم ہو گئی تھی کہ ایک پل کے لیے بھی اسے اس کا چہرہ نہیں دیکھنے دے رہی تھی۔وہ چاہ کر بھی اسے کچھ گھنٹوں بلکہ صرف کچھ منٹوں کے لیے اپنے سامنے بٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔

اس نے فائل زور سے بند کی اور ایک طرف کر کے اب وہ اپنی چیئر کی طرف بڑھ گیا بغیر اسے جواب دیے۔ جواب نہ دینے کے دکھ سے زیادہ اس کا نظر اٹھا کر نہ دیکھنے کا دکھ بہت بڑا تھا۔ اس کے دل نے ایک دفعہ پھر اس سے کہا کہ چلی جائو یہاں سے مگر نہیں آج سب منظور ہے۔ کبیر کو لگا جواب نہ ملنے پر وہ چلی جائے گی لیکن اگلے ہی لمحے وہ اس کے سامنے چیئر پر بیٹھ گئ۔ کبیر کے چہرے پر ناگواری مزید بڑھی۔ وہ اب اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ مکمل خاموشی میں کی پیڈ کی نرم کلک سے کمرہ گونجنے لگا۔

"میرے خیال سے ہمیں بات کرنی چاہئے۔" اپنا موبائل ٹیبل پر رکھ کر وہ چیئر پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئ۔

"تو کرو بات میں سن رہا ہوں۔۔" صد شکر اس نے اس کی آواز تو سنی۔ اب اسے کیا کہنا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہاں سے شروع کرے کہاں سے نہیں۔ پھر سے مکمل خاموشی دونوں کے درمیان حائل ہو چکی تھی۔

"کوئی کام ہے؟؟" اس نے دوبارہ کی پیڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے بڑے مصروف انداز میں پوچھا۔

کام؟؟ کام ہی تو آ گیا تھا ان دونوں کے درمیان۔۔ محبت تو وہ خود دفنا آئی تھی۔ کام ہی تو اسے کھینچ کر لایا تھا اس تک محبت نہیں۔۔ تو چلو پھر کام ہی سہی وہ کسی طرح اس تک تو آیا تھا۔

"میں نے ریسینٹلی ایک پراجیکٹ سٹارٹ کیا ہے۔ میں چاہتی ہوں تم اس میں میری ہیلپ کرو۔ جہانگیر انکل کا کہنا ہے کہ تمہارے یونیک اور mind blowing آئیڈیاز میری کافی ہیلپ کر سکتے ہیں۔۔" اس نے خود کو مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

یہ ریکویسٹ تھی آرڈر تھا کیا تھا اس کی پرواہ کبیر کو نہیں تھی۔ اس کے حیران ہونے کی وجہ انابیہ کا ایسا مطالبہ تھا۔ اسے لگا وہ اس سے معافی مانگے گی یا ماضی چھیڑے گی یا کچھ نا کچھ ضرور کہے گی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا وہ

کام کے سلسلے میں بات کرنے آئے گی۔ کیا اسے اپنی غلطی کا احساس نہیں تھا؟ کیا بلکل احساس نہیں تھا کیسے وہ اس کے دل پر پیر رکھ کر اسے چھوڑ آئی تھی۔ تو چلو پھر کام تو کام ہی سہی۔

"فائن۔۔"اس نے ہنوز کی پیڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے کہا۔وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کبیر کن اکھیوں سے اسے دیکھ سکتا تھا وہ کچھ دیر کھڑے ہو کر اسے ایسے ہی دیکھتی رہی۔ بنا کچھ کہے وہ مڑ گئی۔ کچھ قدم چلتے ہی وہ دوبارہ اس کی طرف گھومی۔ایک پل کے لیے دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ کبیر نے تیزی سے نظروں کا زاویہ بدلا یوں جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔وہ اس کے مڑنے کے لیے بلکل تیار نہیں تھا۔ صد شکر اس نے دیکھا تو۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین بند تھی ظاہر ہے اب وہ جا رہی تھی اسے تو بند ہونا ہی تھا۔ وہ چل کر تھوڑا آگے آئی ٹیبل پر سے اپنا موبائل اٹھایا جو شاید وہ بھول گئی تھی یا شاید اس نے جان کے ایسا کیا تھا۔ ایک نظر اس نے کبیر کے سفید ہاتھوں کو دیکھا جو وہ ٹیبل پر دھرے بیٹھا تھا۔اس کی اس انگلی میں اب تک اس انگوٹھی کا نشان تھا جو انابیہ نے اسے دی تھی۔ وہ کل اس کے ہاتھ میں دیکھ چکی تھی اور آج کبیر نے اتار دی تھی اسے لگا شاید انابیہ کو بھنک تک نہیں پڑی ہوگی کہ وہ انگوٹھی اس نے ساڑھے چار سالوں میں ایک دفعہ بھی نہیں اتاری۔ عالیان ٹھیک کہہ رہا تھا وہ صرف ناراض ہے۔

بے ساختہ وہ سر جھٹک کر زور سے ہنس دی اور مڑ کر جانے لگی۔ کبیر کو اس کے ہنسنے کی وجہ بلکل سمجھ نہیں آئی تھی۔ وہ کچھ دیر ایسے ہی اس دروازے کو دیکھتا رہا جہاں سے وہ گئی تھی ابھی ابھی کچھ سیکنڈز پہلے۔۔۔

رات ہو چکی تھی۔ گیٹ کے کھلتے ہی اس کی گاڑی تیزی سے اندر داخل ہوئی تبھی اس نے پورچ میں کھڑی ایک اور گاڑی کو دیکھا۔ سر جھٹک کر اب وہ اندر جانے لگا تھا۔ اسے اپنا آپ کافی تھکا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ آفس

سے تو وہ دن کے وقت ہی واپس آ چکا تھا لیکن یہ تھکاوٹ مسلسل ڈرائیونگ کرنے کے باعث تھی۔ انابیہ سے بھی اس کی دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ جہانگیر صاحب نے بھی اسے مسلسل کالز کی تھیں مگر اس نے ایک کال اٹینڈ کرنے کی بھی زحمت نہیں کی۔ وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا نہ ہی انابیہ سے دوبارہ ملنا چاہتا تھا اس لیے کچھ گھنٹوں کے لیے روپوش ہو گیا تھا۔ اس کے کمرے کے راستے میں دائیں طرف اوپن لونگ روم آتا تھا سو اسے وہاں سے ہی گزرنا تھا تبھی اس نے چلتے چلتے رک کر ایک نظر کمرے کی طرف اٹھائی تو اس نے سامنے صوفے پر بیٹھی انابیہ کو دیکھا جو دونوں ہاتھوں سے چائے کے کپ کو پکڑے ہوئے تھی۔۔ اس کے ٹھیک سامنے آرام دہ کرسی پر جہانگیر صاحب بیٹھے اس سے کچھ کہہ رہے تھے۔ دفعتاً انابیہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تبھی جہانگیر صاحب بھی اس کی طرف گھومے۔ وہ فوراً وہاں سے چلا جاتا اگر جہانگیر کی آواز اس کے کانوں سے نہ ٹکراتی۔

"کہاں تھے تم سارہ دن؟ کتنی کالز کی تھیں میں نے تمہیں۔۔" وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی اس سے پوچھ رہے تھے۔

"یہیں تھا۔۔" اس نے بھی اندر آنے کی زحمت نہیں کی اور مختصراً جواب دیتے ہی جانے لگا تھا پھر ان کی آواز پر رکا۔۔

"انابیہ تم سے کچھ ضروری بات کرنے آئی ہے۔ فریش ہو کر یہیں آ جانا۔۔" اس نے رک کر ناگواری سے دونوں کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو بھاڑ میں جائو اور بغیر کوئی جواب دیے وہاں سے چلا گیا۔ وہ ابھی سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کسی نے درشتی سے اسے بازو سے پکڑا۔ سامنے کھڑا شخص اس کا باپ تھا۔۔

"وہ تم سے ملنے آئی ہے۔۔ سارے نخرے بالائے تاق رکھ کر فوراً نیچے اس سے ملنے آئو۔ یہ میں تمہیں حکم دے رہا ہوں سمجھے۔۔" انہوں ایک تنبیہی نگاہ اس پر ڈالی اور اس کا بازو چھوڑتے تیز تیز سیڑھیاں پھلانگتے چلے گئے۔ وہ تیوڑیاں چڑھا کر رہ گیا اور دروازہ دھکیلتے کمرے میں چلا گیا۔

"وہ آرہا ہے۔۔" لونگ روم میں آتے ہی وہ دوبارہ سے اس کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ بے ساختہ اس کے ہونٹ مدھم انداز سے مسکرائے۔

"وہ آجائے تو آپ اسے لان میں بھیج دیجئے گا۔ میں وہیں ویٹ کررہی ہوں۔۔" وہ صوفے پر سے اٹھتے ہوئے بولی تو جہانگیر صاحب بھی فوراً سے اٹھ گئے۔۔

"بلکل نہیں۔۔ باہر بہت ٹھنڈ ہے انابیہ۔ یہیں بیٹھو وہ آجائے گا۔ مجھے تو ویسے بھی نیند آرہی تھی میں جا ہی رہا تھا سونے۔۔" انہوں نے کہا تو انابیہ کو ایسا لگا جیسے وہ زمین میں گڑ گئی ہے۔ یہ واقعی شرمندگی کا مقام تھا۔ وہ ہلکا سا مسکراتے وہاں سے چلے گئے اور وہ شرمندگی کے مارے مسکرا بھی نہیں سکی اور دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی۔۔

آتش دان میں آگ جلنے کے باوجود بھی اسے بہت ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے خود پر لپیٹی شال کو مزید ارد گرد سے لپیٹ لیا۔ وہ اگر آفس سے اتنی جلدی نہ آجاتا تو وہ ہمت مجتمع کر کے وہیں بات کر لیتی۔ وہ اسے صفائی دینا چاہتی تھی اسے سب بتانا چاہتی تھی کہ وہ کتنی مجبور تھی۔ شاید وہ اس بات سے بھی انجان ہو کہ ان کو جدا کرنے میں سب اس کی کزن کی سازش تھی۔ اسے کہنا تھا اگر وہ ابھی نہ کہہ سکی تو ہمیشہ ان کی زندگی میں صرف کام ہی رہ جائے گا اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

پندرہ منٹ گزر چکے تھے وہ نہیں آیا تھا۔ وہ مسلسل اپنے سامنے پڑے خالی کپ پر بنے ڈیزائن کو دیکھ رہی تھی۔ آدھا گھنٹہ مزید گزر گیا اس کی لٹکی ہوئی ٹانگیں اب سن ہو رہی تھیں اسی لیے وہ اب ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھ گئی۔ وہ بیچاری بھی سارا دن کی تھکی ہوئی تھی اور ہیل میں چل چل کر تو اس کے پیر بھی دکھ رہے تھے۔

بیٹھے بیٹھے اسے احساس ہوا کہ شاید وہ پلکیں جھپک گئی تھی کیا اسے نیند آرہی تھی؟ وہ فوراً سے سیدھی ہوئی۔ نظریں اٹھا کر اس نے سامنے دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھا جو پونے دس بجا رہی تھی۔ وہ نو بجے سے انتظار کر رہی تھی کیا اسے نہیں آنا؟

"وہ آئے گا۔۔" خود کو تسلیاں دیتے وہ پھر سے ایزی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں جیسے ہی بند ہوتی تو پھر کھول دیتی پھر بند ہوتی تو پھر کھول لیتی۔۔

کبیر بیڈ کراون سے ٹیک لگائے ٹانگیں سیدھی کیے ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔ تھکاوٹ کے باوجود بھی نینداس سے کوسوں دور تھی تبھی اسے احساس ہوا کہ اسے چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ اس نے کتاب پرے پھینکی اور اٹھ کر کچن کی طرف جانے لگا۔ سیڑھیاں اتر کر اس نے دیکھا لونگ روم کی بتیاں اب بھی جل رہی ہیں۔ وہ کمرے میں ٹائم دیکھ کر آیا تھا سوا دس ہو رہے تھے۔ بجائے کچن میں جانے کے وہ سیدھا لونگ روم میں گیا۔۔

"واٹ دا ہیل!!!" سامنے صوفے پر لیٹی ہوئی انابیہ کو دیکھ کر وہ حیرت سے بولا جو ایک طرف گردن گرائے سو رہی تھی۔ "یہ اب تک یہیں ہے؟ اوہ مائی گاڈ!!" وہ سر جھٹک کر اندر آیا۔ اس نے بغور اس سوتی ہوئی لڑکی کا چہرہ دیکھا وہ اب بھی ویسا ہی تھا صاف بے داغ پہلے کے جیسا بس اب اس کے بینگز میں کٹے بال اسے تھوڑا مختلف دکھاتے تھے۔۔

اب وہ کیا کرے وہ؟ آس پاس نظر دوڑاتے ہی اسے آتش دان کے اوپر سٹیل کا بنا ہوا ایک ڈیکوریشن پیس دکھائی دیا۔ اس نے اسے اٹھایا اور اسی فیصد زور لگا کر زمین پر پھینکا۔ اس آواز کو سنتے ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

"آہ۔۔" اس نے جیسے ہی گردن سیدھی کی تو درد کے مارے بیچاری کراہ کر رہ گئی۔

"تم یہاں سونے آئی ہو؟" آواز سنتے ہی اس نے گردن پر ہاتھ رکھے سامنے دیکھا۔ کبیر سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"واٹس رونگ ود یو؟؟ میں ایک گھنٹے سے انتظار میں بیٹھی ہوں تمہیں کوئی احساس ہے؟" وہ شکوے سے چور لہجے میں بولی۔

"تو تمہیں کس نے کہا انتظار کرو؟ کم از کم میں نے تو تمہیں انتظار کرنے کو نہیں کہا۔۔" وہ آتش دان کے ساتھ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"تم نے انتظار نہ کرنے کا بھی تو نہیں کہا۔۔" اس کے بولتے ہی کبیر طنزیہ انداز سے مسکرایا۔ اس سے پہلے وہ بولتا انابیہ خود بول پڑی۔۔ "ہاں ہاں کہ دو ایک بیوقوف لڑکی ہوں میں۔۔ کیونکہ میں ہوں۔۔" اس نے خود ہی اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال سے ہماری ملاقات آفس میں صبح ہو ہی جانی تھی تمہیں جو بھی بات کرنی تھی وہاں کر لیتی یہاں آنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔"

"پہلی بات مجھے یہاں آنے کے لیے تمہارے اجازت نامے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ دوسری بات میں تم سے آج ہی آفس میں بات کر لینا چاہتی تھی مگر۔۔" وہ کہنا چاہتی تھی کہ ہمت نہیں ہوئی لیکن چپ ہو گئی۔۔ وہ منتظر سا کھڑا تھا۔ اب نا چاہتے ہوئے بھی ملاقات ہو ہی گئی تھی تو بات کرنے میں کیا حرج تھی۔ وہ کچھ قدم آگے آیا کرسی اٹھائی اور آتش دان کے ساتھ جا کر ہی بیٹھ گیا ایسے کہ اس کی پشت انابیہ کی طرف تھی۔

"اچھا تو اب اسے اس کے سامنے بیٹھنا بھی گوارا نہیں تھا۔" انابیہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ کم از کم وہ بیٹھ تو گیا یعنی وہ اسے سننا چاہتا ہے۔

"مس انابیہ احمد عالم۔۔ میں نہایت تھکا ہوا ہوں۔ مجھے بہت نیند بھی آرہی ہے اور میں فارغ انسان تو بلکل بھی نہیں ہوں۔ اس لیے گزارش ہے کہ اپنی بات کا آغاز کیجیے اور جائیں یہاں سے۔۔" اس کا رخ انابیہ کی طرف نہیں تھا۔ وہ اس سے چہرہ موڑے بیٹھا آگ کو دیکھ رہا تھا۔

اسے خود کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط فہمی ہو گئی تھی کہ وہ ایک مضبوط لڑکی بن گئی ہے آج اس کی ساری طاقت جواب دے گئی تھی وہ اس سے کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جس شخص سے ہم ہر بات آرام سے کر لیتے ہیں اگر وہ کچھ سال ہم سے دور ہو جائے تو وہ ہمارے لیے انجان بن جاتا ہے مکمل انجان اتنا کہ ہم کچھ کہہ ہی نہیں پاتے ہمت ہی نہیں کر پاتے۔

"میں تم سے۔۔۔ میں تمہیں سب بتانا چاہتی تھی کبیر۔۔" اس کے گلے میں کچھ اٹک سا گیا تھا۔

"کس بارے میں؟؟" اس نے پھر اپنے لہجے سے اجنبیت ظاہر کی۔

"وقت کے بارے میں۔۔" وہ رک رک کر بول رہی تھی۔۔ "اس وقت کے بارے میں جو ہم دونوں کے لیے بدترین تھا۔۔ میں جانتی ہوں تمہارا رویہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہے۔۔ میں نے غلط کیا تھا کیونکہ میں۔۔" اس کی بات ادھوری کر کے کبیر تیزی سے بولا۔

"کیونکہ تم مجبور تھی۔۔" اس کا انداز طنزیہ تھا۔۔ "بہت مجبور تھی۔۔ تمہارے بابا ایک سخت انسان تھے۔ انہیں سب معلوم ہو گیا تھا تو وہ تمہیں لے گئے اور تم آسانی سے چلی گئی۔ تم نے روکنے کی کوشش نہیں کی۔۔ ٹھیک ہے تم نے کوشش کی لیکن ایک ہی بار میں تم نے ہار مان لی کیوں کہ تم ایک اچھی لڑکی تھی اور ہر اچھی لڑکی محبت کی قربانی دے دیتی ہے۔ تم نے بھی دے دی کیونکہ اچھی لڑکی صرف محبت کر سکتی ہے اسے ڈیفینڈ نہیں۔۔" وہ بولتا گیا اسے خود اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیوں بول رہا ہے جبکہ وہ اس موضوع پر اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ انابیہ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔ وہ اسے طنز کا نشانہ بنا رہا تھا۔

"یو نو واٹ۔۔اس اچھی لڑکی نے سب کے فائدے کے لیے سوچا سوائے میرے۔۔اس نے سب کو آباد کر کے ایک نئی زندگی شروع کرلی لیکن اس نے مجھے برباد کر دیا۔اور آج وہ اچھی لڑکی بہت خوش ہے۔۔"

"خوش؟؟"وہ بے ساختہ بول اٹھی۔۔"میں خوش ہوں؟؟خوشی کیا ہوتی ہے میں تو اس کے مفہوم سے بھی انجان ہوں۔۔"اس کی باتیں سن کر اس کا لہجہ رونے والا ہو گیا تھا۔"تمہیں لگتا ہے وقت نے صرف تمہیں برباد کیا ہے تو میرا کیا؟؟میں نے کیا کیا کھویا ہے تمہیں اندازہ ہے؟؟"وہ چیخنا چاہ رہی تھی مگر اس کی آواز رندھ سی گئی۔۔

"جسٹ شٹ اپ انابیہ۔۔۔"اس نے تیزی سے اس کی طرف گردن موڑتے ہوئے کرخت آواز میں کہا۔

"تمہارے ساتھ جو بھی ہوا ہے وہ سب میں نے نہیں کیا۔مجھے بھی بہت افسوس ہے میں یہ نہیں کہہ رہا کہ شاید تم نے دکھ نہیں دیکھے۔۔دیکھیں ہیں لیکن محبت کا دکھ کیا ہوتا ہے اس سے تم واقعی انجان ہو۔۔"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سختی سے بات کر رہا تھا۔اس نے آخری بات بھی غلط کی تھی۔محبت کی تکلیف کیا ہوتی ہے اس پر وہ پوری کتاب لکھ سکتی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے میں تمہیں بھول گئی تھی؟؟تو غلط لگتا ہے کیونکہ مجھے بھولنا نہیں آتا۔میں نے کوشش کی تھی دوبارہ تم سے رابطہ کرنے کی مگر۔۔"

"بس کر دو۔۔مجھے کوئی جھوٹ نہیں سننا۔۔تمہارا خواب پورا ہو گیا نا کبیر جہانگیر کو کس نے یاد رکھنا تھا۔۔" اس نے اسے جھڑکنے کے انداز میں کہا۔۔انابیہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر آتش دان میں بھڑکتی آگ کو۔۔دونوں میں سے زیادہ جلا دینے والا کون تھا۔۔ایک ظاہری طور پر جلاتا ہے اور دوسرا جو اس کے دل کو لفظوں سے جلا رہا تھا۔۔اور لفظ زیادہ جلانے والے ہوتے ہیں۔۔آگ ہار گئی لفظ جیت گئے۔۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف گھوما۔۔ "کہاں تھی تم؟ کیوں ایک دفعہ بھی مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی؟ کیوں تم نے مجھے اعتبار کے قابل نہیں سمجھا؟ کاش تم مجھ سے کبھی محبت نہ کرتی بس اعتبار کرتی۔۔ بس اعتبار۔۔" وہ دم بخود سی اسے دیکھے گئ۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ وہ کتنی بڑی غلط فہمی میں ماری گئ تھی اور اگر وہ اسے بتاتی کہ اس نے خود سے کیا کیا اندازے لگا لیے تھے تو شاید وہ اس کی شکل بھی نہ دیکھے۔

"میری بات غور سے سن لو۔۔ میں تم سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا نہ مجھ میں ہمت ہے۔ میں تم سے نہیں کہوں گا میں کتنا ٹوٹا کتنا نہیں۔ میں تم سے نہیں کہوں گا میں نے تمہیں کتنا یاد کیا کتنا نہیں۔ میں تم سے نہیں کہوں گا میں نے انتظار کیا یا نہیں۔ مجھے تم سے کتنی نفرت ہے کتنی نہیں میں تم سے نہیں کہوں گا۔ میں تم سے صرف ایک بات کروں گا۔۔" وہ قدم اٹھاتا بلکل اس کے سامنے آ کر اس کی بھیگی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔ وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان دونوں کے درمیان بس ایک گول شیشے کا میز تھا۔۔

"کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا۔ مجھ سے وضاحتیں مت مانگو میں نہیں دے سکتا۔۔" اس کے آخری جملے میں اس نے بہت تکلیف محسوس کی وہ کچھ بول ہی نہیں سکی بس خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ دوسری طرف گھوم گیا۔ ایک گہرا سانس بھر کر وہ جانے ہی لگا تھا پھر اس کی آواز پر رکا۔۔

"سب پہلے جیسا ہو تو سکتا ہے نا۔۔" وہ امید سے بھرے لہجے میں بولی۔

"چار سال۔۔ بلکہ ساڑھے چار سال کتنے ہوتے ہیں شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے۔۔ خیر وہ میرے لیے زیادہ ہی تھے۔۔ سب پہلے جیسا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کبیر جہانگیر زندہ ہو اور وہ مر چکا تھا تبھی اس کی محبت بھی مر چکی تھی۔۔"

"لیکن میں تو زندہ ہوں اور میری محبت بھی زندہ ہے۔۔" وہ تیزی سے اس کے سامنے آئی۔۔ کبیر کی آنکھیں خشک تھیں یا شاید اس نے اپنے آپ پر ضبط کر رکھا تھا اس کے برعکس انابیہ کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"تو تمہیں یہ زندگی مبارک ہو۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں براہراست دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں نے ہار ماننا چھوڑ دی ہے۔۔ مجھے اپنے راستے میں پڑے پتھر ہٹانا آگئے ہیں۔۔ میں سب سے لڑ سکتی ہوں کبیر ایک موقع تو دو پلیز۔۔۔" التجا منت درد تکلیف اس کی آواز میں سب تھا۔

"ہمارے درمیان اب صرف کام ہے۔۔ بہتر ہے اسے ہی رہنے دو۔۔ میں یہاں صرف ڈیڈ کی وجہ سے ہوں ورنہ میں جس دن آیا تھا اسی دن چلا جاتا۔۔ تمہیں یاد رکھنا چاہیے تھا انا کا سخت برا اور بلا کا ضدی انسان ہوں میں۔۔" دل کو چھلنی کرنے والے انداز سے کہتے ہی وہ رکا نہیں اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔۔ وہ کچھ دیر افسوس سے اس دروازے کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ ابھی ابھی گیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں بھی ہار نہیں مانوں گی دیکھتے ہیں تمہاری نفرت جیتتی ہے یا میری محبت۔۔۔" تنہا اس کمرے میں چیلنجنگ انداز سے کہتے ہی اس نے میز پر پڑا اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور وہاں سے نکل گئ۔۔

کبیر اپنے کمرے میں کھڑکی سے جھانک کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ تیزی سے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھی۔ بیگ زور سے ساتھ والی سیٹ پر پھینکا۔۔ گاڑی سٹارٹ کی اور اگلے ہی لمحے تیزی سے گیٹ سے گاڑی عبور کرتی وہاں سے چلی گئ۔۔ اس اندھیری رات میں وہ اکیلی آئی تھی اور اکیلی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ڈرائیور بھی نہیں تھا۔۔ اسے اس سے پوچھنا چاہئے تھا۔ سر جھٹک کر وہ پردے کھینچتا ہوا اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

"پتہ نہیں سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔" وہ ابھی راستے میں ہی تھی۔ اس تاریک آسمان کے نیچے اس کی گاڑی کی ہیڈ لائیٹس سامنے سڑک پر پڑ رہی تھیں۔ وہ مسلسل ڈرائیو کرتے ہوئے خود سے ہی باتیں کیے جا رہی تھی۔

"چلو میں اپنی غلطی مانتی ہوں لیکن ایک چانس تو ڈیزرو کرتی ہی ہوں۔۔" یکدم اس کی گاڑی کے ٹائرز چرچرانے لگے اور ایک زوردار بریک سے گاڑی رک گئی۔۔ وہ ہکا بکا سی رکی ہوئی گاڑی کو دیکھتی گئی۔

"واٹ دا۔۔اب اسے کیا ہو گیا؟؟" اس نے گاڑی بار بار سٹارٹ کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔۔گاڑی سٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔یکدم پریشانی کے سائے اس کے چہرے پر لہرانے لگے۔

"یار اس ٹائم نہیں۔۔یا اللہ اب میں کیا کروں۔۔۔" وہ اسی طرح سر پکڑے بیٹھ گئی۔۔پھر اس نے ساتھ سیٹ سے اپنے بیگ میں سے فون نکالا۔فون آن نہیں ہو رہا تھا۔اسے یاد آیا اس کی بیٹری ڈیڈ تھی۔

"ڈیم اٹ یار۔۔" اکتا کر کہتے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلی پھر پیر پٹخ پٹخ کر گاڑی کی فرنٹ سائڈ پر آئی اور اس کا بونٹ کھول کر دیکھنے لگی اور بس مظلوم نظروں سے دیکھتی ہی رہی۔اتنے اندھیرے میں اسے کچھ نظر بھی نہیں آرہا تھا۔اب اسے گاڑیوں کی کوئی اتنی خاص سمجھ بھی نہیں تھی۔وہ ایسی صورتحال کا شکار بھی پہلی دفعہ ہوئی تھی اور اسی دفعہ اس کا ڈرائیور اس کے ساتھ نہیں تھا۔۔اس کا دماغ الجھ کر رہ گیا تھا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ایک احساس کا خوف جو اسے جکڑے ہوئے تھا کہ وہ اس سڑک پر اس وقت تنہا کھڑی ہے۔۔وہ کچھ پل اسی طرح کھڑی رہی پھر اچانک ایک موٹر سائیکل اس کے پاس آکر رکی۔اس نے سر اٹھا کر اس بائیک کو دیکھا جس پر دو آدمی سوار تھے۔ان کے چہروں پر سیاہ ماسک تھے۔وہ دونوں فوراً اتر کر اس کی طرف بڑھے۔۔ان کو دیکھتے ہی اسے کچھ اچھی وائیبز نہیں آئی تھیں۔۔کم از کم وہ اس کی مدد کے لیے تو بلکل نہیں آئے تھے۔

"کک۔۔کون ہو تم لوگ؟؟" وہ ڈر کے مارے پیچھے ہوئی اور پھر تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھنے لگی اسے ڈیش بورڈ میں سے پسٹل نکالنا تھا لیکن اس ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر درشتی سے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچا۔اس نے فوراً چیخ ماری اور ساتھ ہی میں ایک زوردار مکا بھی اس لڑکے کے منہ پر مارا۔اس نے بازو تو

نہیں چھوڑا تھا بلکہ اب اس کا دوسرا بازو بھی پکڑ لیا تھا۔ اگلے ہی لمحے انابیہ کی دونوں کلائیاں اس حیوان کی گرفت میں تھیں۔ خوف اور وحشت سے اس کی جان جا رہی تھی۔۔ اس نے پھرتی سے اپنی ہیل اس کے پائوں پر ماری تھی۔ وہ کراہتے ہوئے تھوڑا پیچھے ہوا لیکن اس نے انابیہ کے بازوؤں کو نہیں چھوڑا۔

"کیا چاہتے ہو چھوڑو مجھے جانے دو۔۔۔" وہ کپکپائی ہوئی آواز سے ان کی منت کرنے لگی۔۔ لیکن وہ دونوں کچھ نہ بولے اور بس اس پر ہنستے گئے۔ انابیہ کی رنگت یکدم سفید پڑتی گئی اور وہ مسلسل ہنستے گئے۔

"خوف انابیہ خوف۔۔۔" جس لڑکے نے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے وہ ہنستے ہوئے آخر بول ہی پڑا تھا۔

انابیہ یک ٹک ششدر سی اسے دیکھے گئی۔ وہ اب اسے کھینچ کر لے جا رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کر چھڑانے کی بمشکل کوشش کرتی رہی چیختی رہی چلاتی رہی کیا کوئی تھا جو اس اندھیری رات میں اس کی مدد کرتا؟؟

ہاں تھا۔۔ اس نے دیکھا سیاہ کپڑوں سیاہ ہیلمٹ پہنے ایک شخص نے پوری قوت سے اس لڑکے کے سر پر ٹکر ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔ دوسرے لڑکے نے پیچھے سے اسے گردن سے پکڑا تو اس نے اس کا بازو پوری قوت سے مروڑ دیا۔ درد کے مارے وہ لڑکا کراہتے ہوئے زمین پر گر گیا۔ دوسرا لڑکا جو ٹکر مارنے کے باعث زمین پر گرا تھا اب اٹھ کر اس کے سامنے آیا تو اس نے زوردار مکا اس کے ماتھے پر مارا تھا۔۔ اگلے ہی لمحے اس کا ماتھا خون میں نہا گیا تھا۔ فرہاد کے ہاتھوں میں دستانے تھے جن کے اوپر اس نے تقریباً ہر انگلی میں سٹیل کی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں اور وہی سٹیل کی انگوٹھیاں اس کے سر میں کھب گئی تھیں۔۔ انابیہ گاڑی کے ساتھ چپکی ہوئی کھڑی منہ پر ہاتھ رکھے پھٹی آنکھوں سے فرہاد کو دیکھ رہی تھی جو اب پاگلوں کی طرح زمین پر گرے ہوئے ان دونوں لڑکوں کو لاتیں مار رہا تھا اور تب تک مارتا رہا جب تک ان کا منہ خون سے بھر نہیں گیا تھا۔

مارتے مارتے اس کی بند جیکٹ کے اندر سے ایک لاکٹ نکل کر اس کی گردن پر ادھر ادھر جھولنے لگا۔۔ انابیہ کی نظریں سیدھا اس کے جھولتے لاکٹ پر رکی جس پر کھوپڑی بنی تھی۔۔ وہ لاکٹ اس نے پہلے کہیں دیکھ رکھا

تھالیکن کہاں ؟؟وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ اسی دوران ایک وین ان کے پاس آکر رکی۔وین کا دروازہ کھلا جس میں سے تین آدمی نیچے اترے۔وہ اسی طرح دیوانہ وار ان کو مار تارہااور پھر رک گیا تھا۔اب انابیہ نے دیکھاان میں سے دو آدمی اب ان زخمی لڑکوں کو اٹھا کراس وین میں ڈال رہے تھے اور تیسرا فرہاد کے اشارے پراس کی گاڑی کے کھلے بونٹ کی طرف آیا۔۔وہ فوراًآگے بڑھی۔۔

"یہ۔۔یہ تم کہاں لے جارہے ہوان کو؟؟"وہ اب اس کے پاس جاکر چیخنے کے انداز میں پوچھنے لگی جواب تک ہیلمٹ پہنے کھڑا تھا۔

"آپ گاڑی میں بیٹھیں۔۔"اس کا انداز تحکمانہ تھا۔اس کی آواز تھکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔۔وہ گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔یہ سب کیا ہو رہا ہے؟؟کیا کروگے تم ان کے ساتھ؟"وہ درشتی سے فرہاد کا بازو پکڑ کر دھاری۔۔

"میں نے کہا جاکر گاڑی میں بیٹھیں۔۔"اب کی بار وہ بھی پوری قوت سے دھاڑا۔اور اپنا بازو چھڑاتے پیچھے کھڑی اپنی سیاہ رنگ کی Ninja ZX-10R کی طرف بڑھ گیا۔۔وین تو کب کی چلی گئی تھی اور اب وہ بھی اپنی بائیک کو اڑاتا ہوا اسی وین کے پیچھے نکل پڑا تھا۔

"میڈم آپ کی گاڑی ٹھیک ہو گئی ہے۔۔"ڈرائیونگ سیٹ کے کھلے دروازے میں سے وہاں رہ جانے والا کم عمر نوجوان جھانک کر بولا تو انابیہ نے اسے دیکھا۔

"تم لوگ کون ہو ہاں؟؟"وہ اب اس پر برسنے لگی تھی۔۔

"دیکھیں آپ بیٹھیں میں بتاتا ہوں۔۔"اس نے کہتے ساتھ دروازہ بند کر لیا تو انابیہ تیز تیز قدم لیتی پسنجر سیٹ پر جابیٹھی۔اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے لے جانے لگا۔۔

"میں فرہاد کا دوست ہوں۔۔۔ آپ کو مجھ سے ڈرنے کی۔۔۔ "اس نے اپنا آدھا جملہ منہ میں دبا لیا۔ ظاہر ہے اگر وہ اس سے ڈر رہی ہوتی تو اس کے ساتھ کیوں بیٹھتی۔

"میں فرہاد کو نوکری سے نکال چکی ہوں۔۔ وہ اب میرا گارڈ نہیں ہے۔۔ "وہ اب بھی اسی طرح چیخ کر بول رہی تھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔

"ہاں لیکن یہاں معاملہ صرف نوکری کا نہیں ہے۔۔۔ "اس نے پرسکون ہوتے ہوئے کہا تو انابیہ بس حیرت اور ناسمجھی سے اسے دیکھے گئی۔

"کیا مطلب ہے ؟؟ کس چیز کا معاملہ ہے ؟؟"

"یہ آپ اسی سے پوچھ لیجیے گا۔۔ "رک کر اس نے انابیہ کی طرف گردن موڑی۔۔ "نمبر تو ہو گا نا آپ کے پاس ؟؟ "انابیہ دانت پر دانت جمائے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھے گئی اور بس سر جھٹک کر اب سامنے دیکھنے لگی۔

صبح ہو گئی تھی اور وہ اب تک اپنے کمرے میں تھی۔ رات والے واقعے نے اسے ساری رات سونے نہیں دیا تھا اور اب بھی اسے لگ رہا تھا کہ وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے ہی ہے۔ اس نے رات کو ہی جہانگیر صاحب سے فرہاد کا نمبر لے لیا تھا اور اس بات کی تصدیق بھی کی تھی کہ انہوں نے اسے جاب سے فارغ کروا دیا ہے۔ اس نے رات میں کئی دفعہ فرہاد کا نمبر ملانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا نمبر ہر بار بند معلوم ہو رہا تھا۔ اب اس نے سوچ سمجھ کر فون پھر سے ہاتھ میں لیا۔ وہ اسے کال کر کے جاننا چاہتی تھی کہ وہ کیوں آخر یوں اس کے پیچھے پڑا ہے۔۔ رنگ جا رہی تھی اور کچھ ہی دیر میں کال اٹھا لی گئی۔۔

"اب شکریہ کہہ کر مجھے شرمندہ مت کیجئے گا انابیہ جی۔۔"اس کی خوشگوار سی آواز انابیہ کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ واقعی اس کی مشکور تھی۔ اگر وہ رات کو نہ آتا تو نا جانے کیا ہو جاتا۔

"اور یہ تمہاری خوش فہمی ہے جو میں تمہارا شکریہ ادا کروں گی۔۔"اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ وہ ہنس دیا۔ وہ اس وقت رننگ ٹریک پر تھا اور اس کے کانوں میں ائیر پوڈز لگے تھے۔

"اب یہ تو غلط بات ہے۔۔ خیر اب یہ بتائیں یہ آج آپ نے ہمیں کال کر کے ہمارا نصیب کیسے بدل دیا۔۔" اس کی بات کرنے کا انداز ایسا تھا کہ انابیہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ مشکوک لگتا تھا نا جانے اس کے دل میں کیا تھا۔ وہ دل میں کیا خواہش لیے اپنی جان خطرے میں ڈالے ہوئے تھا۔

"تم اب میرے گارڈ نہیں ہو۔۔ کیا یہ بات ہر روز تمہیں بتانی پڑے گی۔۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔۔ اپنے لیے کسی اور جاب کا بندوبست کرو۔۔"وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سختی کا مظاہرہ کرنے لگی تھی۔

"میری جاب میرا ہیڈا ایکھ ہے اور میں ڈھونڈ بھی لوں گا۔۔ میں نے آپ کی جاب چھوڑ دی ہے۔۔"وہ جتنے غصے میں تھی فرہاد اتنا ہی پر سکون تھا۔

"تو تم رات کو میرے پیچھے کیوں تھے؟ تم اب بھی میرا پیچھا کرتے ہو ورنہ تمہیں کیا الہام ہونا تھا اس سب کا۔۔"وہ ضرورت سے زیادہ بھڑک رہی تھی۔

"کیونکہ میں نے جاب چھوڑی ہے مس ٹیولپ۔ محبت نہیں۔۔"اس کے اس جملے پر وہ بے ساختہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔۔ اس کا شک صحیح تھا ورنہ کوئی بلاوجہ کسی کے لیے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالتا۔۔ وہ کچھ پل خاموش رہی۔۔

"آپ سن رہی ہیں۔۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔۔"اگر آپ کو میری بات بری لگی ہے تو ایم سوری مگر جو سچ تھا میں نے آپ کو بتا دیا۔۔" انابیہ نے گہرا سانس بھر کے آنکھیں بند کر لیں۔۔اس نے اتنی بڑی بات اتنے آرام سے کہہ دی تھی۔

"تم غلط کر رہے ہو۔۔سوری ٹو سے لیکن تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔اپنا وقت ضائع مت کرو پلیز۔۔اپنے کام پر فوکس کرو۔۔چند دنوں میں محبت نہیں ہو جاتی۔۔"

"چند دنوں ؟؟" وہ تقریباً چیخ کر بے یقینی سے بولا تھا اور پھر ہلکا سا ہنس دیا۔انابیہ کے چہرے پر پھر سے حیرت کا بسیرا تھا۔ "شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔۔ خیر کیسے پہچانیں گی محبت تو میں نے کی ہے آپ نے نہیں۔۔"

"کون ہو تم ؟؟" اس نے پوچھا۔۔

"یاد ہے آپ ایک دفعہ میری بائیک سے ٹکرائی تھیں۔۔آپ نے برقعہ پہنا ہوا تھا۔یاد ہے یا نہیں؟ نہیں بھی ہے تو کوئی بات نہیں۔۔ کہنا محبت صرف میں نے کی ہے۔۔" وہ بولتا گیا اور وہ سنتی گئی۔ جھماکے سے اسے وہ لاکٹ یاد آیا تھا۔۔اور اسی لمحے اسے وہ دن یاد آیا تھا جب وہ پہلی دفعہ اس کی بائیک سے ٹکراتے بچی تھی۔۔

"اس دن میں بہت جلدی میں تھا۔۔ میں نے واپس آکر آپ کو بہت ڈھونڈا تھا۔۔آپ نہیں ملی۔۔ لیکن دیکھیں اتنے سالوں بعد قدرت آپ کو میرے سامنے کیسے لائی ہے۔ایم سوری مگر میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔۔" وہ مسکرا رہا تھا اور وہ تو بولنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔

"میں نے بہت انتظار کیا ہے آپ کا۔۔ میں جانتا ہوں آپ یقین نہیں کریں گی لیکن ایسا ہی ہے۔۔" وہ بلکل بت بنے بیٹھی رہی۔۔ پھر سے خاموشی چھا گئی۔ فرہاد نے کان سے فون ہٹا کر دیکھا کال جاری تھی۔۔

"آپ کو کچھ کہنا ہے تو کہیں۔۔" اب کی بار پھر سے خاموشی توڑنے میں پہل فرہاد نے کی تھی۔

"میں کسی سے محبت کرتی ہوں فرہاد۔۔" وہ چلتے چلتے رک گیا۔قریب میں ایک بینچ تھا۔وہ سست روی سے قدم اٹھاتا اس پر جا بیٹھا۔۔"میں تمہارے ایموشنز کی قدر کرتی ہوں لیکن ایسے شخص کے پیچھے بھاگنا فضول ہے جو محبت کے بدلے آپ کو محبت نہ دے۔۔"فرہاد نے بینچ کی ٹیک پر سر گرا دیا۔

"چلیں کم از کم آپ کو میرے ایموشنز کی قدر تو ہے سن کر اچھا لگا۔۔"وہ گہرا سانس بھرتے ہوئے اب آسمان کو دیکھ رہا تھا۔انابیہ کو اس کے لہجے میں ایک ہار سی محسوس ہوئی تھی۔

"تم سمجھو۔۔تمہارا صرف دل ٹوٹے گا۔۔تمہیں اور کچھ نہیں ملے گا ساری کوششیں فضول ہیں۔۔اپنی زندگی کا محور مجھے مت بنائو۔۔تم خالی ہاتھ رہ جائو گے۔۔"وہ اسے مستقبل سے آشنا کروا رہی تھی۔۔اسے اب اس پر کوئی غصہ نہیں تھا۔وہ جتنی نرمی برت سکتی تھی اتنی ہی نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔

"دل تو ٹوٹ بھی گیا۔۔کوئی بات نہیں ٹوٹے دلوں کی بھی یہی دنیا ہے۔۔میں بھی رہ لوں گا۔۔میں نے آپ سے کب کہا کہ مجھے محبت کے بدلے محبت چاہیے۔۔آپ کی پریشانی ختم کرنے کی وجہ میں ضرور بنوں گا لیکن آپ کے لیے پریشانی کا باعث از خود نہیں بنوں گا۔۔میں نے کہا نا محبت صرف میں نے کی ہے۔۔سو ازالہ بھی میں ہی بھگتوں گا۔۔"اس کا لہجہ مغموم تھا۔انابیہ نے تھک ہار کر گہرا سانس لیا۔۔اسے سمجھانا فضول تھا۔۔وہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھا۔۔

"ان لڑکوں کے ساتھ تم نے کیا کیا ہے؟؟"اس نے بات بدل دی۔

"کرنا تو بہت برا چاہیے۔۔آپ بتائیں کیا کروں؟؟"وہ اس طرح بول رہا تھا جیسے ابھی انابیہ کہے گی کہ مار دو انہیں تو وہ ان کو زندہ جلا دے گا۔۔

"کچھ بھی نہیں۔۔ان کو پولیس کے حوالے کر دو۔۔"اس نے جیسے مشورہ دیا تھا جوابا گسے طنزیہ ہنسی سنائی دی۔۔

"ٹھیک ہے۔۔"اس نے کہہ تو دیا تھا لیکن انابیہ کو یقین تھا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کرنے والا۔۔وہ وہی کرے گا جو اس کا دل کہے گا۔۔۔سر جھٹک کر اس نے کال کاٹ دی۔اسے تیار ہو کر آفس پہنچنا تھا۔۔

آج کی رات ٹھنڈا اپنے پورے عروج پر تھی اور ایسے میں اس کھلے ٹھنڈے اور تاریک آسمان کے نیچے دو وجود سر گرائے کرسیوں کے ساتھ رسیوں کی مدد سے بندھے ہوئے تھے۔ان دونوں کے جسم پر شرٹس نہیں تھیں اور وہ اسی طرح برہنہ حالت میں بیہوش پڑے تھے۔۔دو لڑکے چلتے ہوئے ان کے قریب آئے ان دونوں کے ہاتھوں میں برف جیسے ٹھنڈے پانی کی بالٹیاں تھیں۔دونوں نے آگے بڑھ کر ان بالٹیوں کا پانی ان بے سدھ پڑے وجودوں پر پھینک دیا۔اس پانی کے پڑتے ہی وہ دونوں بمشکل سانس لیتے ہوئے ہوش میں آئے۔اتنی ٹھنڈ میں برف جیسا پانی پڑتے ہی اب ان کا جسم بری طرح کانپنے لگا تھا۔ان کے چہرے اور ہونٹ سفید پڑ رہے تھے۔۔دانت بج رہے تھے اور چہرے کے زخم نیلے پڑ چکے تھے۔۔

"فرہاد سر۔۔وہ ہوش میں آ گئے ہیں۔۔"وو تھوڑا ہی آگے لکڑیوں پر جلتی ہوئی آگ کے سامنے بیٹھا مسلسل اس آگ کو دیکھے جا رہا تھا تبھی اس کے عقب میں سے آواز پر وہ سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔اس کی گردن میں موٹا سا مفلر تھا جس سے اس نے آدھا چہرہ بھی ڈھانپ رکھا تھا اور وہ ایک موٹی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ان تک پہنچ کر اب وہ بغور آنکھیں چھوٹی کیے ان کے لرزتے ہونٹوں اور چہروں کو دیکھ رہا تھا۔۔

"ہم۔۔بتاتے ہیں۔۔سب بتاتے ہیں۔۔بس ہمیں جانے۔۔دو۔۔"ان میں سے ایک اس کو دیکھتے ہوئے بمشکل کپکپاتے ہوئے بولا۔۔وہ فاتحانہ انداز سے گردن ایک طرف گرا کر مسکرا رہا تھا۔۔

"ہمیں۔۔ ہمیں جابر حسن۔نے پیچھے لگایا تھا اس لڑکی کے۔۔ ہم نہیں جانتے۔۔اس کی کیا دشمنی ہے۔۔ بس ہمیں ایک کام۔۔ کہا گیا ہم نے کیا۔۔۔" وہ بول بھی نہیں پا رہا تھا۔فرہاد ایک قدم آگے آیا اور ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کر کے سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔۔

"جابر حسن کون ہے؟؟"اس نے رعب دار آواز میں پوچھا۔۔

"ہم نہیں جانتے۔"فرہاد نے اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑے پکڑے دبایا۔وہاں پر زخم تھا جس کی وجہ سے اس کی چیخیں آسمان تک گئی تھیں۔اب وہ ضرور بولے گا۔

"ہم نے بس اسے دو دفعہ کلب میں دیکھا تھا اس کے علاوہ کہیں بھی نہیں۔۔اس نے ہمیں پیسے دیے تھے اس کام کے۔۔"اس نے اس کا چہرہ زور سے چھوڑا اور پیچھے ہوا۔اس کے بعد وہ جو کچھ جانتا تھا سب بتاتا گیا۔۔

"ان کو چھوڑ دو۔۔ہمارا کام ختم۔۔"وہ تیزی سے اپنے بندے کو حکم دیتے وہاں سے چلا گیا۔

"تم نے خوامخواہ آپی کو کال کر کے پریشان کر دیا ہے۔وہ آل ریڈی اتنی پریشان ہیں۔"ردا کوریڈور کی سیڑھیوں پر بیٹھے مسلسل اپنے سر کو ہلکے ہلکے ہاتھ سے دبا رہی تھی۔اس کے ساتھ ہی اس کی دوست ارم بیٹھی تھی۔دونوں نے یونیفارم پر ڈاکٹر والا سفید کوٹ پہن رکھا تھا۔

"تو تمہاری طبیعت بھی تو دیکھو کتنی خراب ہے اور کیا کرتی میں؟ کہہ تو رہی تھی میں چھوڑ دیتی ہوں تمہیں لیکن تم ہی ضد پر اڑی ہو کہ آپی منع کرتی ہے۔۔"ارم آگے ہو کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کا بخار چیک کر رہی تھی۔ "تمہارا تو بخار اور بھی تیز ہو گیا ہے۔"وہ کچھ فکرمندی سے بولی۔

"ہوتا رہتا ہے یہ۔ میں خود ہی شام تک ٹھیک ہو جاتی۔ یار تمہیں کال ہی کرنی تھی تو عالیان کو کر دیتی آپی کو کیوں زحمت دی؟" وہ پھر سے اس کی طرف گردن موڑ کر شکایت کرتے ہوئے بولی۔

"وہ جو تمہیں لینے آتا ہے۔ دیکھو بھئی نہ میرے پاس اس کا نمبر ہے نہ میں نے کبھی اس کی شکل دیکھی ہے اب بھلا مجھے کیا پتہ۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی تو ردا سر جھٹک کر اب سامنے فٹ پاتھ پر دیکھنے لگی جہاں پر سفید کوٹ بازوؤں میں ڈالے سٹوڈنٹس آ جا رہے تھے تبھی ان سٹوڈنٹس کی بھیڑ میں ایک شخص کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں یا شاید خوف سے۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا وہ اسی کی طرف آ رہا تھا۔ سیاہ قمیص شلوار پہنے ہاتھ ہوا میں اٹھا کر اسے اشارہ کرتے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئے وہ اسی کی طرف آ رہا تھا۔ یکدم وہ سب بھول گئی وہ کہاں تھی اسے کیا ہوا تھا اسے کچھ یاد نہ تھا نظریں صرف اس شخص پر مرکوز تھیں جو بھاگ گیا تھا اور اب دوبارہ سے اس کے سامنے آ گیا تھا یوں اچانک وہ تو اس برے آسیب کو بھلا بیٹھی تھی لیکن نہیں اسے یاد رکھنا چاہیے تھا ظفر نامی آسیب اس کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑے گا۔ ارم اس کی سفید پڑتی رنگت دیکھ کر کچھ دیر کے لیے ڈر سی گئی تھی۔

"ردا کیا موت کا فرشتہ آ گیا ہے؟" اس نے اس کا کندھا جھنجھوڑتے ہوئے کہا تو ردا نے بے ساختہ سر ہاں میں ہلا دیا۔ "مگر تمہیں تو صرف بخار۔۔" اس کے لفظ منہ میں رہ گئے کیونکہ ردا کی نظروں کا سفر کرتے اس نے بھی ظفر کو آتا دیکھا۔ "یہ تو واقعی موت کا فرشتہ ہے اور یہ مجھے بھی دکھائی دے رہا ہے۔۔" اس نے بمشکل تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ تبھی ردا کی نظر اس سے ہٹ کر اس کے ساتھ سے گزرتے شخص پر گئی جو اس کے کندھے سے ٹکرا کر اب اس سے معذرت کرتا ردا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یکدم اس کے چہرے سے سفیدی غائب ہو گئی اور وہ بے ساختہ مسکرا اٹھی۔ اس وقت جتنی خوشی اسے عالیان کو دیکھ کر ہوئی تھی اس سے زیادہ اسے کبھی نہیں ہوئی۔ اس وقت جتنا اچھا اسے عالیان لگا تھا اتنا پہلے کبھی نہیں لگا تھا۔ وہ اس کی طرف دوڑتے

ہوئے آرہا تھا ظفر کہیں دور اس کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ اسے لگا اس کی طرف آتی تلوار کے سامنے عالیان ایک ڈھال بن کر آگیا تھا۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی۔ اگلے ہی لمحے عالیان اس کے سامنے کھڑا تھا اور وہ کہیں اور تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا لیکن وہ پھر سے سر جھٹک کر مسکرادی۔ عالیان نے عجیب طریقے سے اسے دیکھا۔

"کہیں گر ور تو نہیں گئی؟ لگتا ہے دماغ پر گہری چوٹ آئی ہے۔" وہ اب کی بار اس کی دوست ارم سے مخاطب تھا جو خود اسے دیکھتے ہی کہیں کھوئی ہوئی تھی۔ ردا تو فوراً سے خود کو کمپوز کر گئی تھی مگر ارم!!

"جی نہیں میں بلکل ٹھیک ہوں کوئی چوٹ نہیں لگی۔۔" وہ نارمل ہوتے ہوئے بولی عالیان نے سر جھٹک کر ارم سے نظریں ہٹا کر ردا کو دیکھا۔

"تو پھر لگتا ہے یہ ضرور گری ہوگی۔۔" اس نے ارم کی شکل دیکھتے ہوئے ردا سے کہا تو ردا نے ارم کے کندھے پر زور سے کندھا مارا۔

"موت کا فرشتہ۔۔ کہاں کہاں گیا؟؟" وہ فوراً سے ہوش میں آتے ہوئے بولی۔۔ "اوو۔ آئی ایم ارم۔۔ میں ردا کی دوست آپ سے مل کر اچھا لگا۔۔" وہ تیز تیز بولتی گئی ردا تو گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔ "چھچھوری نہ ہو تو!!"

"مجھے تو اچھا نہیں لگا۔۔ اب مجھے بتاؤ گی میں میٹنگ چھوڑ کر آیا ہوں۔" وہ اب کی بار سنجیدہ تھا۔

"تو میں نے تو آپ کو نہیں کہا میٹنگ چھوڑ کر مجھے لینے آئیں۔۔" ردا اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کوفت سے بولی۔ عالیان نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔ کیا یہ وہی لڑکی ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی؟

"انابیہ نے تو کہا نا۔ وہ تو کہہ رہی تھی تمہاری طبیعت بہت خراب ہے تم تو ٹھیک لگ رہی ہو۔" کہتے ہوئے عالیان نے اس کا بخار چیک کرنے کے لیے اپنا ہاتھ اس کے چہرے کی طرف بڑھایا تو وہ فوراً سے اسے اگنور کرتی جھک کر اپنا بیگ اٹھانے لگی۔ ایک پل کے لیے وہیں ٹھہر گئی۔ واقعی اگر یہ شخص نہ آتا تو اس کی طبیعت مزید خراب ہو جاتی یا شاید وہ مر ہی جاتی۔ سر جھٹک کر وہ سیدھی ہوئی۔

"تم نے کبھی اپنے اس ڈیو ییلیشلی ہینڈ سم کزن کے بارے میں بتایا نہیں۔۔" ارم اب تک اسی میں کھوئی ہوئی تھی۔ ردا نے چبھتی ہوئی نظروں سے اسے گھورا۔۔

"کیوں یہ کوئی بابر اعظم ہے جو روز تمہیں اپ ڈیٹ کرتی رہوں؟" وہ نہایت کاٹ کھانے والے انداز میں بولی تو عالیان ہلکا سا مسکرا دیا۔ رہی بات ارم کی تو وہ اب کی بار ضرور سیدھی ہوئی تھی۔

"اب چلیں؟" وہ عالیان کی طرف متوجہ ہوئی۔ "اور ہاں گھر۔۔ مجھے گھر جانا ہے ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضد مت کیجیے گا۔ میں میڈیسن لے لوں گی اور تھوڑا سا آرام کر لوں گی تو ٹھیک ہو جائوں گی۔" وہ تنبیہی انداز سے کہتی اب آگے بڑھ گئی تھی۔ چلتے چلتے کچھ میٹر دور سینے پر ہاتھ باندھے ظفر کو دیکھتے ہی اس کے قدم پھر رکے۔ پھر تیزی سے عالیان کی طرف گھومی اور اس کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔

"کیوں صدمے میں چلے گئے ہیں؟ ساتھ ساتھ چلیں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔" اس کے چہرے پر کسی چیز کا خوف تو تھا اور یہ تو عالیان کو کنفرم ہو گیا تھا کیونکہ وہ ایسے بیہیو نہیں کرتی اور کم از کم اس سے تو بہت فاصلے پر رہتی تھی۔ بجائے اپنی توجہ اس پر مرکوز کرنے کے وہ عقابی نظروں سے آس پاس دیکھنے لگا۔ ظفر فوراً دوسری طرف گھوم گیا۔

"چلتے ہیں۔۔" وہ مختصر اً کہتے آس پاس نظریں گھماتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ ردا اس کے ساتھ ساتھ کسی چھوٹی بچی کی طرح چلتی جا رہی تھی۔ ایک ڈرتی سہمتی نظر سے اس نے پھر ظفر کو دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہا تھا اور ظفر کے دیکھتے ہی دیکھتے ردا اس لڑکے کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

وہ اپنے آفس سے نکل کر سیدھا لابی میں آئی تھی۔ وانیہ بھی اس وقت اس کے ساتھ تھی۔ تبھی اس نے دیکھا لابی کے عین درمیان میں کبیر کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں موٹی جلد والی کوئی فائل تھی یا کتاب۔۔ جو بھی تھا دور سے اس کے لیے پہچاننا مشکل تھا۔ اس کے ساتھ ماجد بھی تھا۔ وہ دونوں آپس میں کوئی سیریس ڈسکشن کر رہے تھے۔ وہ بار بار نظریں اٹھا کر لابی کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ نظریں ہنوز سامنے رکھتے ہوئے وہ وانیہ کی طرف تھوڑا جھکی۔

"یہ دونوں آپس میں کیا ڈسکشن کر رہے ہیں؟؟" اس نے وانیہ سے پوچھا۔

"آپ کو نہیں پتہ۔۔" وانیہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو انابیہ نے نا سمجھی میں سر نہ میں ہلایا۔۔ "کمال ہے کوئی کوآرڈینیشن ہی نہیں ہے۔۔" اس نے افسوس سے کہا تو انابیہ نے گھور کر اسے دیکھا۔۔

"بکو مت۔۔ جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔۔" اس نے غصے سے اسے جھڑکا۔۔

"سر اس بلڈنگ کا انٹیریئر ڈیزائن چینج کرنا چاہتے ہیں خاص کر لابی کا۔۔" اس نے بتایا تو انابیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ تو کبیر جہانگیر نے اس پر ماجد علی کو فوقیت دی اور ڈسکشن اس سے کی جا رہی ہے۔ اس کے تن بدن میں تو جیسے آگ لگ کر رہ گئی۔۔ کبیر نے دوبارہ نظریں اٹھائیں تو اب کی بار اس کی نظر انابیہ سے ملی جو

سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ غلط وہ اسے گھور رہی تھی۔اس نے اگنور کر کے پھر سامنے پڑے صوفوں کو دیکھا۔اب وہ ماجد کو صوفوں کے بارے میں کچھ کہہ رہا تھا۔بات کرتے کرتے اس نے پھر انابیہ کو دیکھا وہ سابقہ حالت میں ہی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔اس نے نظریں پھر سے ہٹائی۔فائل بند کی اور ماجد کو تھمائی اور وہ سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔کبیر اب قدم اٹھاتا انابیہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔۔

"از ڈیئر اینی پرابلم؟؟"اس نے انابیہ سے پوچھا۔۔وانیہ اب وہاں نہیں تھی۔۔وہ کچھ دیر اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ "مجھے گھورنے کے علاوہ کوئی اور کام بھی کر لیا کرو۔۔"اسے لگا وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے ظاہر ہے اس کی بات ہی ایسی تھی۔۔

"دیکھو تو زرا یہ کون بول رہا ہے جس نے خود مجھے گھورنا سکھایا ہے۔۔ایکسکیوزمی! میں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں جو ایسے انسلٹ کر رہے ہو بڑے کام ہیں مجھے۔۔"انابیہ نے ٹھوڑی اٹھا کر تھوڑا اترا کر کہا۔

"یہی تو کہہ رہا ہوں تم عام لڑکی نہیں ہو اس لیے ان کی طرح بیحیو بھی مت کرو۔۔آفس میں اور بھی لوگ ہیں وہ نوٹس کرتے ہیں برا امپریشن پڑتا ہے۔۔"اس کے چہرے کے تاثرات سنجیدہ تھے۔۔

"تمہیں کب سے لوگوں کی پرواہ ہونے لگی؟؟"وہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے تفتیشی نظروں سے دیکھنے لگی۔۔

"جب سے محبت ختم ہوئی ہے۔۔"کبیر نے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے سر گوشی نما انداز میں کہا۔۔

"محبت کبھی ختم نہیں ہوتی۔۔"وہ اسے دیکھتے ہوئے تیزی سے بولی۔۔

"میری تو ہوئی ہے۔"وہ کندھے اچکا گیا۔۔

"پھر وہ محبت نہیں ہو گی۔۔"اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔کبیر نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔۔

"ان آنکھوں نے ہمیشہ مجھے نرمی اور محبت سے دیکھا ہے ان کی اس طرح سختی کی عادی نہیں ہوں۔۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولی تو کبیر کی نظریں یکدم سیدھی ہوئیں۔اس سے پہلے وہ کچھ کہتا اسے اپنے عقب سے ایک شخص کی آواز آئی۔۔

"یار انابیہ۔مجھے تمہارا اسٹاف بلکل بھی پسند نہیں ہے۔۔" وہ انتہائی ناگواری سے انابیہ کو دیکھ کر شکایت کر رہا تھا۔۔ تبھی وہ اس کی طرف گھوما۔کچھ ثانیے کے لیے سیاہ اور شہد رنگ آنکھیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔۔

"کیوں پھر کوئی معصوم تم سے ٹکرا گیا ہے۔۔ بائے داوے پہلے سے بتادوں اب کی بار بھی کوئی کافی یا چائے تم پر نہیں گری۔۔" وہ بغیر کسی سلام دعا اور تعارف کے ڈائریکٹ اس سے کہنے لگا۔۔عالیان بجائے اسے کچھ کہنے کے ہنس رہا تھا۔۔۔انابیہ باری باری دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"اوو تو تمہیں میں یاد ہوں۔۔۔مجھے لگا ہم جیسے بدتمیز لوگوں کو یاد رکھنا تمہارے شان کے خلاف ہو گا۔۔ خیر ویلکم ٹو کراچی۔۔۔"اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔کبیر نے مسکراتے ہوئے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھاما تھا۔

"یقین کرو تم سے دوبارہ مل کر بھی مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔۔۔"کبیر مسکراتے ہوئے اس سے گویا ہوا۔

"ہاں تم تو جیسے سیلینہ گومیز ہو نا جس سے دوبارہ مل کر مجھے تو بڑی خوشی ہوئی ہو گی۔۔ہینا۔۔" وہ بھی طنزیہ انداز سے بولا تھا۔

"تم دونوں کو اگر لڑنا ہے تو پلیز یہ جگہ لڑنے کے لیے نہیں ہے۔۔"انابیہ کو ان کے بات کرنے کے انداز سے کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا اس لیے فوراً سے بیچ میں بولی۔

"ہم لڑ تو نہیں رہے انابیہ۔۔"عالیان جیسے شکایت کر رہا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہارا کبھی نہ ہونے والا منگیتر یہ شخص ہو سکتا تھا۔۔ خیر آئی ہوپ تم بچ گئی ہو گی۔۔"

کبیر کی اس بات پر انابیہ نے تنبیہی نظروں سے اسے گھورا۔

"یہ میرا کزن بھی ہے۔۔" وہ جیسے اسے یاد دلاتے ہوئے بولی۔

"دوست بھی۔۔" عالیان نے فوراً ایک اور رشتے کا اضافہ کیا تھا۔ کبیر نے آنکھیں چھوٹی کیے عالیان کو دیکھا۔۔

"مجھے کیا یہ تمہارا جو بھی ہے بس مجھے پسند نہیں ہے۔۔" کبیر نے سپاٹ سے لہجے میں کہا تو عالیان ہونٹ گول کر کے اسے سر تا پیر دیکھنے لگا۔۔ "میں تمہیں یہاں آنے سے روک تو نہیں سکتا آفٹر آل تمہاری کزن۔۔"

"دوست بھی۔۔" عالیان تیزی سے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔

"واٹ ایور۔۔ مجھے میرے آس پاس نظر نہ آنا اور۔۔" بولتے بولتے اس نے ایک نظر انابیہ کو دیکھا جو نا سمجھی سے اسے دیکھے گئی۔

"میرا کزن ہے یہ کبیر۔۔" پھر جیسے سمجھ کر دانت پر دانت جمائے وہ دبی دبی آواز میں غرائی۔۔ عالیان پھر سے کھنکارا۔ "دوست بھی۔۔"

لیکن کبیر اس کی طرف متوجہ نہیں تھا نظریں اب بھی انابیہ پر تھیں۔۔ "میں نے تو کچھ نہیں بولا۔۔" کہتے ساتھ وہ تیز قدم لیتے وہاں سے چلا گیا۔ عالیان اس کی پشت کو دیکھتا رہا اور پھر گردن انابیہ کی طرف گھمائی۔۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ کم از کم تمہاری چوائس اتنی بری نہیں ہونی چاہئے تھی یار۔۔ حد ہے۔۔" سر نفی میں ہلاتا اب وہ اب جہانگیر صاحب کے آفس کی طرف چل دیا۔۔ انابیہ بت بنے وہیں کھڑی رہی۔۔

"ہونہہ اکھڑ مزاج کہیں کے۔۔ میں کون ہوں کیا ہوں؟؟ سمجھ کیا رکھا ہے دونوں نے۔۔" اس نے آس پاس نظریں گھماتے ہوئے کہا اور اندر کی جانب چل دی۔

آج کے دن موسم ابر آلود تھا۔ وہ لونگ روم میں صوفے پر ٹانگیں اوپر کیے ہاتھوں میں آئی پیڈ لیے بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے سکرین پر بلڈنگ کا ڈیزائن کھلا تھا وہ مکمل طور پر اس میں غرق تھی۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ اسی کام میں مصروف تھی۔ دفعتاً اس نے گردن اپنے بائیں جانب اٹھائی۔ بند سلائڈنگ ڈور کے شیشوں سے باہر کا منظر واضح تھا۔ وہ لان میں بیٹھے ناصر اور مناہل کو دیکھ سکتی تھی جو کہ اس وقت باہر بیٹھے شطرنج کھیل رہے تھے۔ دونوں کے چہروں پر اتنی خوشی اور اطمینان دیکھ کر بے ساختہ وہ بھی مسکرا دی۔ اسی دوران کمرے میں کوئی اور داخل ہوا۔ اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں ردا فلوفی کو گود میں اٹھائے اس کے بائیں جانب صوفے پر آ بیٹھی۔

"ارے واہ۔۔ آخر تم دونوں کی دوستی ہو ہی گئی۔۔" اس نے تھوڑا چھیڑنے والے انداز میں کہا۔ آئی پیڈ اب بھی اس کے ہاتھوں میں تھا۔ ردا نے اس کی آواز پر سر اٹھا کر اسے دیکھا اور ہلکا سا مسکرا دی۔

"ہاں ہو گئی دوستی اور کافی عرصہ ہو گیا ہے اس دوستی کو۔۔ یہ بڑے ہو کر اتنی پیاری ہو گئی ہے کہ میں کیا بتاؤں۔۔" اس نے بڑی نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے کہا۔۔

"ہمم۔۔۔ آج شہناز نہیں آئی؟؟" دن چڑھے اب کافی دیر ہو گئی تھی اس نے سارا دن شہناز کو نہیں دیکھا تھا اسی لیے اس سے پوچھنے لگی۔

"وہ گاؤں گئی ہے اس کی بڑی بہن شادی کے کافی عرصے بعد گاؤں آئی ہے اس لیے وہ محترمہ تو چلی گئی اب سارے کام مجھے دیکھنے پڑ رہے ہیں۔ ابھی کھانا بھی بنایا ہے قسمے میں تو تھک گئی ہوں۔۔" اس نے گہرا سانس بھرتے اکتا کر کہا تھا۔

"مناہل کو بول دیا کرو نہیں تو مجھے کہہ دیتی ویسے بھی آج گھر پر تھی۔ فائدہ اٹھالیا کرو۔ اب دیکھو میں بور ہو رہی تھی سوچا دونوں ایک گیم کھیلیں گے لیکن تم تو تھکی ہوئی ہو۔" اس نے معصومیت لیکن افسوس سے کہا تو ردا نے بلی سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔۔

"ارے نہیں نہیں اتنی بھی نہیں تھکی آپ بتائیں کیا کھیلنا ہے؟"

"ٹرتھ اینڈ ڈیئر۔۔" اس کے پوچھتے ہی انابیہ فوراً سے بولی۔۔ آئی پیڈ بند کر کے اپنے ساتھ ہی صوفے پر رکھا اور مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔۔ ردا نے کچھ تفتیشی نظروں سے اسے دیکھا۔۔

"ٹھیک ہے کھیل لیتے ہیں۔۔" اس نے ہاں میں ہاں ملائی۔ فلوفی مزے سے اس کی گود میں سو رہی تھی۔۔

"پہلی باری تمہاری بتاؤ۔۔ ٹرتھ یا ڈیئر؟؟" اس نے موقعے کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا وہ جانتی تھی ردا کبھی بھی ڈیئر نہیں لے گی اور فلحال تو بلکل بھی نہیں لے گی۔۔

"ٹرتھ۔۔" ردا نے تھوڑا سوچنے کے بعد بولا تھا۔۔ ظاہر ہے وہ بہت تھکی ہوئی تھی تو فلحال انابیہ کے ڈیئر کے لیے تیار نہیں تھی۔

"ہاں تو ردا۔۔ تم ٹرتھ کے معنی سے تو اچھی طرح واقف ہو گی نا۔۔ ٹرتھ مطلب سچ۔۔" اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے بغور اسے دیکھا۔۔ ردا نے عجیب طرح سے اسے دیکھا تھا کہیں اس نے غلطی تو نہیں کر دی تھی۔۔

"تو بتاؤ۔۔ کیا چیز ہے جس نے میری بہن کو پریشان کر رکھا ہے۔۔ یو جسٹ ہیو ٹو ٹیل دا ٹرتھ۔۔" اس کا انداز تنبیہی تھا۔ ردا کو خود پر بہت افسوس ہوا وہ کیوں نہیں سمجھ سکی کہ بیٹھے بٹھائے اس کی بہن کو گیم کا خیال کیوں آ گیا۔۔ "ٹو ہیل وِد دا ٹرتھ۔۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔ میں نے بھلا کیوں پریشان ہونا ہے بس کہا نا تھکی ہوئی ہوں۔۔" اس نے سفاکی سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔۔

"ایسا صرف مجھے محسوس ہوتا تو شاید میں مان بھی لیتی لیکن عالیان کا بھی یہی کہنا ہے۔۔ دیکھو اب تم مجھے بتا دو پہلے بھی ہم سے سب چھپانے کا انجام تم نے دیکھا تھا نا۔۔ کم از کم وہی غلطی پھر سے مت دہرانا اب شاباش بتائو مجھے وجہ بتائو۔۔"

"میں بتاتا ہوں وجہ۔۔" اس سے پہلے ردا پھر کوئی بہانہ بناتی عالیان اندر آتے ہوئے اونچی آواز میں بولا۔۔

دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ فلوفی جھٹ سے اس کی گود سے اٹھی اور عالیان کے ارد گرد گھومنے لگی۔۔

اس نے جھک کر بلی کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور چل کر انابیہ کے دائیں طرف پڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔۔

"وجہ ظفر ہے۔۔" اس نے بلی کے بالوں کو سہلاتے ہوئے ردا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔" اور افسوس کی بات ہے کہ بجائے تمہارے یہ سب مجھے کسی اور سے پتہ چل رہا ہے۔۔" اس کا لہجہ سخت تھا۔ انابیہ نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے ردا کو دیکھا۔

"لیکن چھوڑو لعنت بھیجو مجھ پر۔۔ کم از کم اپنی بہن کو تو بتانا تھا نا۔۔" وہ اب ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مسلنے لگی تھی۔ وہ بلکل خاموش تھی اور ان دونوں کو اس کی خاموشی بری طرح چبھ رہی تھی۔۔

"حیرت کی بات تو یہ ہے وہ واپس آیا کیسے؟ آئی مین اس پر تو ڈاکٹر صاحب کے بیٹے کے قتل کا کیس تھا اور وہ ویسے آزاد پھر رہا ہے۔۔" انابیہ نے چونک کر اس سے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم۔۔ یہ سب بھی اسی کو پتہ ہو گا۔۔" عالیان نے سخت نظروں سے ردا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"قسم لے لیں میں نے تو خود کل اس کو دیکھا تھا مجھے کیا معلوم؟ میں نے تو فون بھی بند کر رکھا ہے جب سے اسے دیکھا ہے۔۔" وہ ہڑبڑا کر عالیان کو دیکھتے ہوئے بولی جس کے تاثرات اب بھی سختی لیے ہوئے تھے جیسے اسے اب بھی ردا کی بات کا یقین نہ ہو۔

"ڈاکٹر سلیم کا ایڈریس پتہ ہے تمہیں؟؟" عالیان نے اس سے پوچھا۔۔اور اس کے اس سوال پر ردا نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔۔

"بس اسی لیے کچھ نہیں بتا رہی تھی میں آپ لوگوں کو۔۔اپنے آپ کو اس معاملے سے دور رکھیں یہ میرا مسئلہ ہے میں خود دیکھ لوں گی۔۔" اس کے چہرے کے گھبرائے ہوئے تاثرات یکدم ہی سخت تاثرات میں بدل گئے تھے۔عالیان نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"مجھے ان کا ایڈریس چاہیے ردا میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایسا کیا کیا ان لوگوں نے ڈاکٹر سلیم کے ساتھ جو وہ ایسے آزادی سے گھوم رہا ہے۔۔" اس نے فلوفی کو آرام سے اپنی گود سے نیچے اتارا تو وہ بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔۔

"میں آپ کو پھر سے وارن کر رہی ہوں میں نے کہا یہ میرا مسئلہ ہے۔۔" وہ تن فن کرتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔"میں خود دیکھ لوں گی میں سنبھال لوں گی سب۔۔"

"بس کر دو ردا۔۔کیا ٹھیک کر لو گی تم؟؟ ویسے جیسے پہلے کیا تھا خود کو مصیبت میں پھنسا کر؟؟" غصے میں بھی وہ اب بلکل اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔انابیہ نے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا تو گھبرا سی گئی۔

"ریلیکس یار کیا ہو گیا ہے تم دونوں کو؟؟" وہ ان کے درمیان میں دیوار بن کر کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔۔

"مجھے ریلیکس کروانے کی بجائے اسے سمجھاؤ انابیہ۔۔یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا اسے لگ رہا ہے۔۔اگر اس دن میں وہاں نہ جاتا تو کیا ہوتا اس کے ساتھ اسے کچھ اندازہ ہے یہ پھر سے وہی غلطی دہرا رہی ہے۔ایسا نہ

ہو کہ اگلی بار مجھے تم پر احسان کرنے کا شرف بھی نصیب نہ ہو۔۔" اس کی آواز اس بار کافی اونچی تھی اور قہر برساتی نظریں ہنوز ردا کے چہرے پر۔

"کیا ہو جاتا زیادہ سے زیادہ۔۔کچھ بھی ہونے سے پہلے یا تو میں اسے ختم کر دیتی یا خود کو۔۔۔مائینڈ یو میں نے اپنی مدد خود کی تھی۔ کوئی احسان نہیں کیا آپ نے وہاں آکر اور اگر کیا بھی ہے تو بھاڑ میں گیا احسان ردا کسی کا احسان نہیں مانتی۔۔۔" وہ بھی ردا تھی آگ کے شعلوں کی طرح بھڑک رہی تھی۔

"یار چپ ہو جائو دونوں۔۔کیا ہو گیا ہے؟" انابیہ پھر سے ان کی منت کرتے ہوئے بولی۔۔

"تمہیں نہیں بتانا ایڈریس نہ بتائو۔۔میں خود ڈھونڈ لوں گا ان کا گھر۔۔ لیکن اب میں جہانزیب یا اس کے بیٹے کو تم لوگوں کے قریب بھٹکنے تک نہیں دوں گا۔۔اپنا بچا کچا خاندان اب تباہ نہیں کرنے دوں گا۔۔" وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے چیلنجنگ انداز میں کہتا وہاں سے چلا گیا۔ردا بلکل شل سی کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی۔

انابیہ سر پر ہاتھ رکھے دوسری طرف گھومی۔۔

"آپی انہیں روکیں۔۔" وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔انابیہ نے مڑ کر اسے حیرت سے دیکھا۔۔"پلیز آپی ان سے کہیں وہ آپ کی سنتے ہیں۔۔میں اپنی وجہ سے ان کو نقصان ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔۔وہ لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔۔" اسے پتہ بھی نہ چلا کب اس کے آنسو اس کے گالوں پر بہنے لگے۔انابیہ نے فوراً آگے بڑھ کر اسے بازوؤں سے پکڑا اور صوفے پر بٹھایا۔۔

"کچھ نہیں ہو گا تم بے فکر رہو۔۔میں بات کروں گی اس سے۔۔" اس نے اس کے چہرے سے آنسو صاف کرتے ہوئے تسلی آمیز انداز میں کہا۔۔ لیکن کوئی بھی تسلی اس کے لیے کافی نہیں تھی وہ جانتی تھی کہ عالیان اپنی بات کا پکا ہے۔

وہ اس وقت اپنے ارد گرد شال کو لپیٹے مرکزی دروازے میں کھڑی باہر تھر تھر برستی ہوئی بارش کو دیکھ رہی تھی۔۔اس کا دماغ اب تک عالیان کی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ تبھی گیٹ کھلا اور ایک گاڑی اندر داخل ہوئی جس کی ہیڈ لائیٹس آن تھیں اور وہ سیدھا پورچ کی طرف بڑھ گئی۔۔پھر اس نے گاڑی سے عالیان کو نکلتے دیکھا جو اب بھاگتے ہوئے مرکزی دروازے تک آیا تھا۔ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور پھر عالیان اندر کی طرف بڑھ گیا۔وہ وہیں کھڑی رہی۔۔وہ سیدھا کچن میں آیا تھا۔اس ٹھنڈ میں اسے کافی کی طلب ہو رہی تھی سو وہ اپنے لیے کافی بنانے لگا۔۔اس مکمل خاموشی میں صرف اس کے کپ میں چلتی چمچ کی آواز تھی۔۔ تبھی ایک اور آواز کا اضافہ ہوا۔۔

"ڈاکٹر سلیم کو فوت ہوئے ایک سال ہو گیا ہے۔۔" اسے اپنے عقب میں سے ردا کی آواز آئی تھی لیکن جو جملہ اس نے سنا تھا وہ کچھ پل کے لیے اسے ساکت کر گیا تھا۔اس نے کپ سلیب پر رکھا اور اس کی طرف گھوما۔ وہ کاونٹر کے پاس پڑے سٹول پر بیٹھی تھی اور وہ وہیں سلیب پہ ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گیا۔۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟؟اس کے انداز میں شکوہ تھا۔۔

"میں ڈر گئی ہوں بہت۔۔" اس کا انداز شکست خوردہ تھا۔عالیان نے گہرا سانس بھر کر نظریں جھکا لیں۔۔

"مجھے بہت کچھ ایسا معلوم ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔۔" وہ کچھ دیر خاموشی کے بعد بولی تھی۔عالیان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ اسے بتانا چاہتی تھی اور وہ سب جاننا چاہتا تھا۔۔

وہ اس وقت لیب میں موجود تھی۔ڈاکٹر شمائلہ انہیں سرجری سے متعلق کچھ ضروری ہدایات دیے جا رہی تھیں۔وہ بغور انکا لیکچر سن رہی تھی۔

"باہر ایک لڑکی تم سے ملنے آئی ہے۔۔"ارم تھوڑا اس کی طرف جھک کر بولی۔وہ پہلے کچھ سوچوں میں پڑ گئ اور لیکچر سے اس کا دھیان بلکل ہٹ کر اب اس لڑکی طرف ہو گیا تھا جو باہر اس کے انتظار میں بیٹھی تھی۔لیکچر ختم ہوا اور وہ فوراً اٹھ کر باہر کی طرف چل دی۔سامنے ہی ویٹنگ ایریا میں اسے ایک لڑکی بیٹھی دکھائی دی۔وہ کچھ دیر کھڑے ہو کر اس لڑکی کو سر تا پیر دیکھے گئ۔وہ مکمل پردے میں تھی۔۔سیاہ برقعے پر سیاہ نقاب پہنے جس سے بمشکل اس کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں وہ مکمل طور پر نظریں جھکائے خاموش سی بیٹھی تھی۔

"آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہیں؟؟"وہ اس کے پاس جا کر پوچھنے لگی۔اس لڑکی نے فوراً نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

"تم ردا ہو نا۔۔"وہ اس سے کھڑے ہو کر پوچھنے لگی جس پر ردا نے سر اثبات میں ہلایا۔اگلے ہی لمحے اس نے اپنے چہرے پر سے پلو ہٹا کر سر پر پھینک دیا۔ردا نے بغور اس کا چہرہ دیکھا وہ عمارہ کی ٹٹو کاپی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔۔"وہ اسی طرح اس سے درخواست کرنے لگی تو ردا نے اسے وہیں قطار سے لگی کرسیوں پر بیٹھنے کو کہا۔۔

"میں تم سے جو بھی کہوں۔۔وہ بس ہمارے درمیان میں رہے۔۔"وہ نہایت سرگوشی نما انداز میں بول رہی تھی۔۔وہاں آس پاس اور کوئی نہیں تھا۔۔اس لیے اسے کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

"میں عمارہ کی بہن اور ڈاکٹر سلیم کی بڑی بیٹی انعم ہوں۔۔مرحوم ڈاکٹر سلیم کی۔۔"لفظ مرحوم سنتے ہی ردا ساکت رہ گئ۔اس نے تیزی سے بے یقینی کی حالت میں اپنے ہاتھ چھڑائے۔۔

"وہ۔مر۔۔گئے؟؟"وہ بس اس کا چہرہ دیکھ کر پوچھنے لگی۔۔جس پر انعم کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔۔وہ یہ تو جانتی تھی کہ ڈاکٹر کافی ٹائم پہلے یہ شہر چھوڑ کر جا چکے تھے لیکن ان کی موت کی خبر سے انجان تھی۔۔

"میرے بھائی اور میرے بابا دونوں کی موت کی ذمہ دار صرف میں ہوں۔ صرف میں۔۔" وہ لڑکھڑائی آواز میں بولتی گئی۔۔ ردا بس اسے سنتی گئی۔۔

"ظفر تمہارے پیچھے پڑا ہے نا۔۔" اس نے پوچھا تو کافی دیر کے بعد اب ردا نے پلکیں جھپکی تھیں۔۔ "وہ میرے پیچھے بھی پڑا تھا۔۔ کاش یہ کہتے ہی مجھے موت آجائے کہ وہ میرا ایکس بوائے فرینڈ تھا۔۔ اس نے مجھے اپنی محبت کے جال میں پھنسایا تھا۔۔ بس یہی بات میرے بھائی کو پتہ چلی تو ان میں ہاتھا پائی ہو گئی تھی اور اس نے میرے بھائی کو مار دیا۔۔" وہ اب باقاعدہ رونے لگی تھی اور ردا بس حیرت سے اسے دیکھے گئی۔۔

"وہ تمہیں بھی تباہ کر دے گا۔ اس کی باتوں میں مت آنا۔۔" ردا نے دیکھا تھا اس کے ہاتھ لرزنے لگے تھے اور انہیں لرزتے ہاتھوں سے اس نے پھر ردا کے ہاتھوں کو تھاما تھا۔۔

"وہ مجھے کیا تباہ کرے گا اس کا باپ ہمیں کب کا تباہ کر چکا ہے۔۔ مجھے اس سے نفرت ہے آپ بے فکر رہیں۔۔ میں آپ کی طرح بے وقوف نہیں ہوں۔۔" اپنے آخری جملے پر وہ خود بھی شرمندہ ہوئی تھی۔۔ "ڈاکٹر سلیم نے تو اس پر کیس کیا تھا۔۔ اس کا کیا بنا؟؟" سر جھٹک کر اس نے اس سے سوال کیا۔

"بابا کا اس سوسائٹی میں بہت نام تھا۔۔ انہوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی مگر اس کے باپ نے اسے کہیں باہر بھجوا دیا تھا۔۔ انہوں نے ہمیں ہر طرح سے ٹارچر کیا کہ ہم کیس واپس لے لیں لیکن بابا نے ہار نہیں مانی۔۔ پولیس نے ہمارے ساتھ کسی قسم کا تعاون بھی نہیں کیا تھا کیونکہ ہمارے پاس ثبوت نہیں ہوتے تھے اور جب ہم مسلسل دو سال ان کے مظالم سے تنگ آگئے تو ہم نے شہر چھوڑ دیا۔۔"

"دوسرے شہر میں ہمارا کوئی بھی نہیں تھا بس میں بابا ماماں اور عمارہ تھے۔۔ وہاں بابا کی طبیعت خراب ہو جانے کی وجہ سے ایک دن اچانک وہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔۔ اور اب میں اپنوں کا بدلہ لینا چاہتی ہوں لیکن میں تنہا ہوں کچھ نہیں کر سکتی۔۔۔" اس کی حالت شکست خوردہ تھی۔۔

"ظفر تو کب کا آگیا ہوتا لیکن مجھے اپنی ایک دوست سے پتہ چلا کہ کینیڈا میں اس کا شدید ایکسیڈنٹ ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ پچھلے دو سالوں سے قومہ میں رہا ہے لیکن اب وہ بلکل ٹھیک ہے اور کبھی بھی واپس آ سکتا ہے۔۔"ردا نے پہلو بدلا تھا۔اس کے چہرے پر ظفر کے نام سے خوف چھا جاتا تھا۔

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟؟"ردا نے سوالیہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔بجائے جواب دینے کے وہ اپنا بیگ ٹٹولنے لگی۔ردا بغور اس کی ہر حرکت دیکھ رہی تھی۔۔

بارش کی رفتار اب پہلے کی بنسبت کم تھی۔۔عالیان اس سارے وقت میں کافی بنا چکا تھا اور وہ خاموش ہو گئی تھی۔آگے کا ماجرا اس نے اسے نہیں بتایا تھا بلکہ وہ بتانا چاہتی بھی نہیں تھی۔عالیان سر ہلاتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بھاپ اڑاتا کپ اپنے ہاتھ میں پکڑے اس کے ساتھ سے ہو کر جانے لگا۔

"عالیان۔۔"ردا کی پکار پر اس کے چلتے قدم رکے لیکن وہ گھوما نہیں تھا۔وہ جب اتنی نرم اور دھیمی آواز میں اس کا نام لیتی تھی تو اسے بہت اچھا لگتا تھا۔وہ آگے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر عالیان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔۔

"ابھی مزید کچھ مت کہنا۔۔چند سیکنڈز پہلے مجھے بہت خوشی محسوس ہوئی ہے میں اس خوشی میں کچھ دیر اور خوش ہونا چاہتا ہوں۔۔"ردا نے اس کی بات پر گردن موڑ کر نا سمجھی سے اسے دیکھا اور وہ چلا گیا۔

"اس سارے قصے میں خوش ہونے والی بھلا کون سی بات تھی۔۔پاگل۔۔۔"وہ بھی سٹول سے اٹھ کر جانے لگی۔۔پیچھے رہ جانے والے کچن میں مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔۔وہ اداس ہو گیا تھا۔۔نہ ردا تھی نہ عالیان تھا تو اداسی تو بنتی تھی۔

سفید خان حویلی پہلے کی طرح ہی تھی ہمیشہ کی طرح عالیشان اور شاندار۔دیوار گیر قطار در قطار مستطیل کھڑکیوں سے آتی روشنی لائونج میں مزید خوبصورتی کا باعث بن رہی تھی۔قیمتی فرنیچر اور مخروطی چھت پر قطار سے لگے سنہرے جھومر حویلی کے اس حصے کو چار چاند لگا رہے تھے اور ایسے میں ایک شخص مسلسل ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا جیسے کسی کے انتظار میں ہو۔۔وہ ماتھے پر ڈھیروں شکنیں لیے بار بار نظریں اٹھا کر دروازے کو دیکھتا رہتا دفعتاً جس کا انتظار کیا جا رہا تھا وہ تشریف لے آیا۔۔

"السلام علیکم بابا۔"اس چکر کاٹتے ہوئے وجود کے پیروں میں بریک لگی اور گہرا سانس بھر کر وہ اب اپنے بیٹے کو دیکھے گیا جو بغیر کسی فکر اور پریشانی کے بڑا بے پرواہ سا لگ رہا تھا اور اس کا یہی اطمینان اس کے باپ کو سکھ کا سانس نہیں لینے دیتا تھا۔۔

"میں نے سلام کیا ہے بابا جواب تو دیں۔۔"وہ جواب نہ ملنے پر اب اس شخص سے گلہ کر رہا تھا جو سخت نظروں سے اسے اپنے سامنے بیٹھا دیکھ کر گھور رہا تھا۔

"تم میری زندگی جہنم بناتے رہو اور توقع کرتے ہو کہ میں تم پر سلامتی بھیجوں؟؟تم صرف لعنت کے حقدار ہو۔۔"جہانزیب جتنے سخت الفاظ کا استعمال کر سکتا تھا اس نے کیے۔۔ظفر نے باپ سے نظریں ملائیں اور ہلکا سا ہنس دیا۔جہانزیب کو مزید آگ لگنے لگی تھی۔

"کیوں گئے تھے تم میڈیکل کالج پھر سے؟؟"اس نے آگے بڑھتے ہوئے سرد لہجے میں اس سے پوچھا۔

"یار ایک تو نا میں آپ کے چمچوں سے بڑا تنگ ہوں جدھر جائوں پیچھے پیچھے آ جاتے ہیں۔۔"ظفر نے نہایت ناگواری کے عالم میں سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"پہلے بھی ایک لڑکی کی وجہ سے کتنی خواری اٹھانی پڑی ہے بدنامی الگ ہوئی ہے ہماری۔۔دو سال قومہ میں رہ کر بھی تمہیں عقل نہ آئی ظفر۔۔۔"

"اوہو بابا۔۔وہ لڑکی انعم تو واقعی میری بے وقوفی تھی لیکن یہ جو ردا ہے نا اسے آپ ابھی جانتے نہیں ہیں اسے تو میں کسی قیمت ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔۔" وہ اس وقت جہانزیب کو نہایت ڈھیٹ اور احمق معلوم ہو رہا تھا۔۔

"میری بات سنو لڑکے اگر اب اس لڑکی کی وجہ سے تم کسی بھی مسئلے میں پھنسے تو یقین کرو ان مسائل کے ساتھ ہی تمہیں بھی دفن کر دوں گا اور اس لڑکی کو بھی۔۔" اس کا انداز تحکمانہ تھا۔ ظفر نے ناگواری سے انہیں دیکھا اور ان کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

"میری بات سنے بابا۔نہ تو میں ڈفر ہوں نہ ہی کوئی احمق جو بار بار ایک ہی غلطی میں پھنستا رہوں گا۔ کہا نا انعم بے وقوفی تھی لیکن ردا محبت ہے سچی محبت جسے حاصل کرنے کے لیے جہانزیب عالم بھی ظفر جہانزیب کو نہیں روک سکتا۔۔" اپنے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ ایک ایک لفظ بے خوف و خطر کہتے ہی وہاں سے تیز قدم لیتے چلا گیا۔ جہانزیب دانت پیس کر اسے جاتا دیکھتا رہا۔

گہرے نیلے رنگ کی ڈریس شرٹ اور سفید پینٹ پہنے وہ آفس کے لیے بلکل تیار تیز تیز قدم لیتے اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے کلائی پر پہنی گھڑی میں وقت دیکھا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ اس کے ہاتھ میں پکڑا اس کا موبائل بجنے لگا۔ اسکرین پر ان نون نمبر دیکھتے ہی اس کی پیشانی پر لکیریں ابھری۔ دروازہ بند کر کے اس نے کال اٹینڈ کر کے فون کان سے لگایا اور دوسری طرف گھوم گیا۔

''ہیلو۔ کون بول رہا ہے؟" آواز میں سختی تھی۔

"ظفر جہانزیب عالم بات کر رہا ہوں۔۔" جواب ملنے پر عالیان کے چہرے پر حیرت ابھری۔ "کیا حال ہے عالیان ناصر عالم؟" دوسری طرف شخص کے منہ سے اپنا پورا نام سنتے ہی عالیان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ کچھ پل بولنے سے قاصر رہا۔

"کیا ہوا پہچانا نہیں۔ کزن ہوں تمہارا۔۔"

"کیوں کال کی ہے؟" خود کو کمپوز کرتے اس نے سرد مہری سے پوچھا۔

"انسٹا گرام میں تمہاری پکچرز اور ریلیز دیکھ دیکھ کر مجھے تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق رہتا تھا۔ اور اس دن ردا کے کالج میں تمہیں دیکھ کر میری یہ خواہش بھی پوری ہوئی۔۔" عالیان لب بھینچ کر خود پر ضبط کیے بغور خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔ دونوں باپ بیٹے ان کی کتنی خبر رکھتے تھے۔ "میرے باپ نے جو تم لوگوں کے ساتھ کیا مجھے بڑا افسوس ہے لیکن بے فکر رہو میں ایسا کچھ بھی نہیں کرنے والا۔۔" عالیان نے گہرا سانس بھرتے شرٹ کے اوپری بٹن کھول دیے۔ اسے ظفر کی آواز بری طرح سے کھل رہی تھی۔

"ایسے ارادے نہ ہی رکھو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔۔" انداز تنبیہی تھا لیکن ظفر کو جیسے مذاق لگ رہا تھا اسی لیے استہزاء سے ہنسنے لگا۔

"کم آن ڈیئر کزن اتنا ہائیپر نہ ہو۔۔ خاندانی دشمنی کو آڑے نہیں لاتے نا بلکہ ایک اچھی فیملی کی طرح مل جل کر رہتے ہیں کیسا ہو گا؟" ظفر کی یہ بات اسے نہایت ہی احمقانہ لگی تھی۔

"بکواس بند کرو اور جس وجہ کے لیے کال کی ہے وہ وجہ بتاؤ۔۔" اس بار اس کی آواز پہلے سے زیادہ بلند تھی۔

"وجہ تو تم اچھے سے جانتے ہو۔ ردا مجھے دے دو۔ مل جل کر رہتے ہیں اور خان حویلی کو ایک مثال بناتے ہیں۔۔" ردا کا نام اس کے منہ سے سنتے ہی اس کے پیشانی پر ابھرتی لکیروں کا تناؤ مزید بڑھا اور ابرو غصے سے اکٹھے ہو گئے۔

"مثال تو تم اور تمہارا باپ ضرور بنو گے اس دنیا کے لیے اور ردا کا نام لینے سے پہلے اپنی قبر کے اندھیرے کا ضرور سوچ لینا۔۔ سمجھے۔۔" کرخت لہجے میں وہ اس سے گویا ہوا۔

"یار میں دوستی کے لیے ہاتھ بڑھا رہا ہوں اور تم سیدھا سیدھا دھمکیوں پر ہی اتر آئے ہو۔ پر سکون ہو کر ذرا میری باتوں پر غور کرو ڈیل اچھی ہے دشمنی ختم کرتے ہیں۔۔"

"ڈیل مائی فٹ!! جو کرنا ہے شوق سے کرو میں بھی تو دیکھوں باپ کا بیٹا بھی اسی کی طرح نڈر ہے یا ایک نمبر کا ڈرپوک ہے جو صرف فون کے پیچھے سے دھمکیاں دے سکتا ہے۔۔" چیلنجنگ انداز میں کہتے ہی اس نے کال کاٹ دی اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر گہرا سانس لینے لگا۔ منحوس انسان نے صبح صبح کال کر کے اس کے سارے دن کا بیڑا غرق کر دیا تھا۔ کوفت سے سر جھٹک کو وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا۔ موبائل ساتھ والی سیٹ پر پھینکا اور دھڑام سے دروازہ بند کرتے وہ کچھ ہی دیر میں گاڑی وہاں سے لے گیا۔

"نہ نہ۔۔ بہت برا سا کلر ہے یہ آپی جائیں چینج کر لیں۔۔" انابیہ ابھی ابھی ڈریسنگ روم سے نکلی تھی۔ اس نے لائٹ پیچ کلر کا گاؤن پہنا ہوا تھا جسے دیکھ کر ردا نے اس سے کہا تو وہ قد آور آئینے کے سامنے جا کر دیکھنے لگی۔۔

"اچھا تو لگ رہا ہے کیا برائی ہے اس میں؟" اس نے شیشے میں دیکھتے ہوئے ہی ردا سے کہا جو بیڈ پر ٹانگیں فولڈ کیے بیٹھی چائے پی رہی تھی۔

"مطلب اتنا پھیکا سا رنگ ہے۔۔ آفس جا رہی ہیں ذرا اچھے اچھے کلر پہنا کریں۔۔" اس کے مشورے پر انابیہ اس کی طرف گھومی اور سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھنے لگی۔

"بیٹا یہ شوخ کلرز پہننے کی عادت ناب تم ڈال لو میری بہن۔۔"انابیہ نے مزے لے کر کہا تو ردا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیوں بھئی میں کیوں پہننے لگی شوخ رنگ؟؟"اس نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"تایا ابو نے تمہارے لیے رشتہ دیکھا ہے۔۔"بس یہ کہنے کی دیر تھی ردا کے منہ سے چائے فوارے کی طرح پھوٹی تھی جس کی وجہ سے ساری بیڈ شیٹ بھی خراب ہو گئ تھی۔۔انابیہ منہ کھولے اس بیڈ شیٹ کو دیکھے گئ۔

"گندی لڑکی یہ کیا کیا ہے؟؟'اس نے غصے سے کہا۔۔

"تایا ابو نے گھر بیٹھے کیسے رشتہ دیکھ لیا؟؟مذاق نہ کریں صبح صبح۔۔"اس نے سر جھٹک کر دوبارہ سے چائے پینی شروع کر دی جبکہ انابیہ کا دھیان اب تک بیڈ شیٹ کی طرف تھا۔

"ظاہر سی بات ہے انکل جہانگیر نے انہیں بتایا ہو گا۔۔ویسے بھی وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی جاننے والے ہیں اور تایا اور انکل دوست ہیں۔۔"یعنی رشتہ باہر سے تھا۔ردا نے حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کیا۔۔

"تو مجھ سے پہلے آپ کا نمبر آتا ہے نا۔۔"وہ معصوم سی شکل بنائے احتجاج کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں یہ بھی ہے لیکن میرے معاملے سے تو تم واقف ہی ہو نا۔۔کبیر ہے ہی اتنا ضدی جانتی ہوں کافی ٹائم لگے گا۔۔"

"ہاں تو۔۔تو میں کہاں بھاگی جا رہی ہوں۔۔آپ تایا سے بات کریں میں نے نہیں کرنی کہیں باہر شادی۔۔" وہ بے دھیانی میں بولی تو انابیہ نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔۔

"کیا مطلب باہر نہیں کرنی۔۔اندر والے سے کر لو گی؟؟"اس نے تفتیشی نظروں سے اسے دیکھا۔وہ قدرے گڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"نہ باہر والے سے نہ اندر والے سے۔۔۔ میری آگے ہی بڑی پریشانیاں ہیں۔۔ مزید اضافہ مت کریں۔۔"
اس نے جیسے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔۔
"بھئی یہ تو تم خود ہی تایا سے بات کرنا وہ تیار بیٹھے ہیں۔۔ وہ تو خوش ہیں کہ بس تمہارے میڈیکل کا آخری سال ہے۔۔ بلکہ رکو انہوں نے شاید مجھے لڑکے کی تصویر بھی بھیجی تھی میں تمہیں دکھاتی ہوں۔۔۔" وہ تیزی سے سائڈ ٹیبل کی طرف آئی اور اس پر سے اپنا فون اٹھا کر تصویر ڈھونڈنے لگی جبکہ ردا بوکھلا کر بیڈ سے اٹھی۔۔
"نہیں نہیں مجھے نہیں دیکھنی۔۔۔" اس نے کہتے ساتھ بیڈ کی چادر کھینچی اور اسے ہاتھوں میں پکڑے کمرے سے بھاگ گئی۔۔ پیچھے رہ جانے والی انابیہ اب اس کے جاتے ہی زور زور سے ہنسنے لگی تھی۔

"مجھے کچھ انویسٹرز کی ضرورت ہے۔۔" میٹنگ روم کھڑکیوں سے آتی روشنی سے مکمل روشن تھا۔۔ لمبی میز کی سربراہی نشست پر جہانگیر صاحب براجمان تھے۔ان کے دائیں طرف انابیہ ٹیبل پر کہنیاں ٹکائے بیٹھی تھی اور بائیں طرف کبیر سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا ٹھوڑی پر دو انگلیاں چلاتے ہوئے بغور اسے سن رہا تھا۔۔
جہانگیر صاحب کے پیچھے ایک طرف وانیہ اور دوسری طرف ماجد علی کھڑے تھے۔۔
"لیکن حنان زبیر جیسے نہیں۔۔" اس نے ناگواری سے بات مکمل کی۔
"شہر کی نامور کمپنیز ہماری کمپنی میں انویسٹمینٹ کرنے کے لیے تیار بیٹھی ہیں۔اتنی پریشانی کی بات نہیں ہے۔۔" جہانگیر صاحب نے اطمینان سے کہا۔
"اگر میں انویسٹمینٹ کرنا چاہوں تو۔۔" کبیر نے بڑے سکون سے اپنے والد صاحب کے چہرے پر نظریں ٹکائے پوچھا۔ جہانگیر صاحب نے اس کے سوال پر اچنبھے سے اسے دیکھا۔ان سے بھی زیادہ حیرت انابیہ کے

چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔

"ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے۔۔" اس نے دونوں کے چہروں کے حیرت کی زد میں آئے تاثرات کو باری باری دیکھا۔۔

"مم۔۔ مطلب تم کیوں کرو گے انویسٹمینٹ؟ یہ پراجیکٹ آل ریڈی این۔ جے بلڈرز کا ہے اور جہانگیر انکل کے بیٹے کی حیثیت سے تم بھی اس کے پارٹنر ہو۔۔" انابیہ نے خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں سن آف جہانگیر کی حیثیت سے نہیں کبیر کی حیثیت سے انویسٹمینٹ کرنا چاہتا ہوں۔۔ آئی وانٹ ٹو بی آ پارٹ آف دز پراجیکٹ ایز آ شئیر ہولڈر۔۔" اس کے چہرے پر اتنا سکون وہاں کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"بچے یہ دس بیس لاکھ کی گیم نہیں ہے۔۔" جہانگیر کا انداز طنزیہ تھا اور ان کے طنز پر کبیر ہلکا سا مسکرا دیا۔۔

"این۔ جے بلڈرز کا پراجیکٹ ہے ڈیڈ۔۔ جانتا ہوں دس بیس لاکھ کی گیم ہو ہی نہیں سکتی۔۔ ڈونٹ وری آئی کین مینیج۔۔" اس نے کندھے اچکا کر بے نیازی سے کہا۔

"مگر انکل۔۔"

"میرے خیال سے انکل کے بیٹے نے بات کلئیر کر دی ہے۔۔" کبیر نے تیزی سے انابیہ کو بولتے ہوئے ٹوکا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کیے بغور اسے دیکھا۔۔ "بات ختم اور اب ہمیں کنسٹرکشن سائٹ پر جانا ہے۔۔" وہ روانی میں حکم صادر کرتے ہی اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں بلکل تم دونوں ساتھ ہی جائو۔۔ میں آفس کے معاملات دیکھ لیتا ہوں۔۔" جہانگیر صاحب نے کہا تو انابیہ دل ہی دل میں مسکرائی لیکن اگلے ہی لمحے کبیر کے کہے جملے نے اس کی خوشی چھن سے چھین لی۔۔

"میرے ساتھ ماجد اور ٹیم کے کچھ اور ممبرز ہوں گے۔۔ تم اپنی گاڑی میں آجانا۔۔" اس نے ٹیبل سے کچھ

چیزیں اٹھاتے ہوئے اسے دیکھے بغیر کہا۔

"میری گاڑی خراب ہے ڈرائیور ورک شاپ پر لے کر گیا ہے۔۔"انابیہ نے ہونہہ کے انداز میں سفاکی سے جھوٹ بولا تھا۔۔کبیر نے سرد نظروں سے اسے گھورا۔

"کوئی بات نہیں ڈیڈ کی گاڑی لے جائو۔۔اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔۔"اس نے جیسے اسے دوسرا آئیڈ یادیتے ہوئے کہا۔وہ دانت پر دانت جمائے تیزی سے کھڑی ہوئی۔۔کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ ماجد علی پیچھے کھڑا کھڑا کھنکھارا۔

"سر آپ اور میم ساتھ چلے جائیں۔۔ ٹیم ممبرز میرے ساتھ آجائیں گے میری گاڑی میں۔۔۔"وہ بولا تو کبیر پوری طرح سے اس کی طرف گھوما اور بلا کی سنجید گی لیے اسے گھورنے لگا۔

"ٹھیک کہانا سر؟؟"وہ بلا کی معصومیت لیے کبیر کے کڑے تیوروں کو دیکھ کر بولا۔انابیہ کچھ فاتحانہ انداز سے مسکرائی۔

"اتنا برا بھی نہیں ہے خوامخواہ اس دن ذلیل کر دیا میں نے اسے۔"وہ دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگی اور پھر اسی طرح مسکراتے ہوئے اس نے کبیر کو دیکھا جو سر جھٹک کر میٹنگ روم سے نکل گیا۔

"ماجد علی آپ ذرا میرے آفس آیئے گا ضروری بات کرنی ہے۔۔"کبیر کے جاتے ہی اس نے ماجد علی کو مخاطب کیا اور وہاں سے نکل گئ۔وانیہ نے ایک ابرو اٹھا کر ماجد کو دیکھا جس کے چہرے پر خوشی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ اسے اس کی جگہ واپس ملنے والی ہے بلکہ مل گئ ہے۔اس نے فاتحانہ انداز سے مسکراتے ہوئے آنکھیں مٹکا مٹکا کے وانیہ کو دیکھا اور انابیہ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔۔

"آئی ہوپ وانیہ یہ ٹوم اینڈ جیری سیریز تمہیں ضرور بہت پسند آئے گی۔۔"ان کے جاتے ہی جہانگیر صاحب نے گہرا سانس بھر کر کہا تو وانیہ جھینپ کر مسکرا دی۔

وہ دونوں جب آفس کی بلڈنگ سے باہر نکلے تو دونوں کی نظریں انابیہ کی گاڑی اور ڈرائیور سے ٹکرائی جو بلکل ٹھیک ٹھاک کھڑی تھی۔ کبیر نے چھیڑنے والی نظر سے انابیہ کو دیکھا جو قہر برساتی نظروں سے ڈرائیور کو دیکھ رہی تھی اور پھر پیر پٹختی ڈرائیور کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ سے کہا تھا نا اسے ورکشاپ پر لے جائیں۔۔" وہ ڈرائیور کے پاس جاتے ہی اس پر بھڑکنے لگی۔۔

ڈرائیور لاچار اور مظلوم سا اسے دیکھے گیا۔

"جی میں لے کر گیا تھا اب یہ بلکل ٹھیک ہے۔۔" وہ فوراً اپنی صفائی میں بولا۔

"نہیں۔۔ اسے دوبارہ لے جائیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔۔" اس کی آواز اتنی تو تیز تھی کہ کبیر سن سکتا تھا۔

"مگر میڈم۔۔"

"کیا اگر مگر۔۔ اس دن بھی اس کی وجہ سے کتنی پریشانی میں پھنس گئی تھی بتایا تھا نا آپ کو اب لے کر جائیں اسے۔۔" وہ غصے میں اسے حکم دیتی کبیر کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی اور پہنچتے ہی پسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کر بڑے اطمینان سے اندر بیٹھ گئی۔۔ کبیر سینے پر ہاتھ باندھے اس کی ہمت دیکھتا رہا اور سر جھٹک کر گہرا سانس بھر کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

کچھ دیر کے خاموش سفر کے بعد وہ دونوں اب سائٹ پر موجود تھے۔ دونوں نے سروں پر پیلے رنگ کی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں۔۔ ماجد علی اور دوسرے ٹیم ممبرز بھی ان سے پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ ماجد علی کی خوشی کی اپنی انتہا تھی وہ دوبارہ سے پراجیکٹ مینیجر بنا دیا گیا تھا۔

"کیسا ہے؟" انابیہ نے نظریں ہنوز سامنے بنتی ہوئی عمارت پر ٹکائے ہوئے کبیر سے پوچھا جو خود بھی اسی زیر تعمیر عمارت میں گم تھا۔

"اچھا ہے۔۔ بہت اچھا۔" اس نے دل سے سراہا تھا۔

"یہ میرا خواب ہے کبیر۔۔جو جلد پورا ہو جائے گا۔۔" وہ نہایت دھیمی آواز میں بول رہی تھی جیسے خود سے باتیں کر رہی ہو۔۔"تم نے کہا تھا نا تم مجھے میرے خواب اچیو کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو۔۔تو دیکھو کبیر۔۔مجھے خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو بھلے تم مکر جائو۔۔انکاری ہو جائو۔۔لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔۔" وہ دونوں اس سمت میں کھڑے تھے کہ دونوں کے چہروں پر دھوپ کی روشنی پڑ رہی تھی۔وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی لیکن کبیر کچھ نہیں بولا۔

"آئو میں تمہیں آفس دکھاتی ہوں۔۔" وہ اس سے کہہ کر اب آگے کی طرف چلنے لگی۔کبیر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔وہ پیچ کلر کے گائون کے اوپر سفید لونگ کوٹ پہنے ہوئے تھی جس پر اس کے بھورے بال بلکل واضح دکھائی دے رہے تھے۔وہ کافی آگے جا چکی تھی۔سر جھٹک کر کبیر بھی اس کے پیچھے چل دیا۔

آفس بہت خوبصورت اور بتیوں سے جگمگاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔دروازہ کھولتے ہی سامنے دیکھو تو ایک بڑی سی سکرین پر چھوٹے چھوٹے سیکشنز دکھائی دیتے تھے۔وہ باہر بنتی ہوئی عمارت کی سی سی ٹی وی فوٹیجز تھیں جس پر مزدوروں کو کام کرتے ہوئے باآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔سینٹر میں ایک سیاہ ٹیبل تھی جس کے ارد گرد چھ سیاہ ریولونگ چیئرز تھیں۔ٹیبل کے اوپر ایک شاندار شیشے سے بنے ہوئے پلازے کا تھری ڈی ماڈل تھا۔وہ ایک پتلی لمبی عمارت اس شکل میں بنی تھی کہ اگر آسمان سے اسے دیکھا جائے تو وہ ایک تکون triangle کی طرح دکھائی دے۔۔اس کمرے میں دائیں اور بائیں طرف کمپیوٹر سسٹمز تھے جس پر ورکرز بیٹھے کام کر رہے تھے۔

"کیسا لگا؟؟"انابیہ اس شیشے کے بنے پلازے پر اپنی انگلی پھیرتے ہوئے کبیر سے پوچھنے لگی۔۔کبیر نے ہر چیز بغور دیکھی تھی وہ واقعی شاندار آفس تھا۔

"یہ سب بہت زبردست ہے۔۔۔" اس نے واقعی دل سے تعریف کی تھی۔ یہ سب اس کی توقعات سے بھی بڑھ کر تھا۔

"چلو تمہیں اچھا لگا۔۔" وہ اب رک کر اس کا چہرہ دیکھ کر بولی۔۔ تبھی دروازہ کھلا اور ایک سرونٹ ہاتھ میں دو چائے کی پیالیوں کی ٹرے پکڑے اندر داخل ہوا۔ اس نے جھک کر دونوں کپ ٹیبل پر رکھے اور سر کو خم دیتا باہر نکل گیا۔ وہ جس چئیر پر بیٹھا تھا انابیہ بھی بلکل اس کے ساتھ والی چئیر پر بیٹھ گئ۔ کبیر نے ایک نظر اسے ناگواری سے دیکھا اور اپنی چائے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں ایسا کیا کروں کہ تم مجھے معاف کر دو؟؟" انابیہ نے نظریں اپنے کپ پر مرکوز کیے بڑی لاچاری سے پوچھا تھا۔ اس کی آواز وہاں موجود دور کرز کی وجہ سے کافی آہستہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ وہ بلکل اس کے ساتھ بیٹھ گئ تاکہ بات کرنے میں دشواری نہ ہو۔

"معافی چاہتی ہو؟؟" اس نے اپنا کپ ٹیبل پر رکھا اور گردن انابیہ کی طرف گھمائی۔۔ "تو مجھ سے دور رہو۔۔" اس کے سختی سے کہنے پر انابیہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھ کر رہ گئ۔

"نہیں چاہئیے۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا؟؟" کبیر کچھ نا سمجھی سے اسے دیکھ کر بولا۔

"ایسی معافی جس کی شرط تم سے دوری ہو۔۔ اپنے پاس رکھو ہونہہ۔۔" کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"چائے پی لو تو آجانا۔۔" وہ اکھڑ انداز سے کہتے ہی باہر چلی گئ۔ کبیر کچھ نا سمجھی سے دروازے کو دیکھے گیا۔

"یہ تو بلکل نہیں بدلی۔۔" وہ سرگوشی نما انداز میں بول کر ہلکا سا مسکرا دیا اور چائے کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔ وہ تو اپنی چائے پوری پیئے گا۔۔ اس سر درد کے ساتھ اسے باقی کا سفر بھی تو کرنا تھا۔

"آگے سے موڑ لینا۔۔" کبیر ڈرائیو کر رہا تھا تبھی اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی تھوڑا تحکمانہ انداز میں بولی۔

"کیوں آفس کا راستہ سیدھا ہے۔۔" نظریں سامنے سڑک پر تھیں۔

"لیکن ابھی ہم آفس نہیں جا رہے۔۔" وہ بضد تھی۔

"ہم جا رہے ہیں۔۔" وہ بھی بضد تھا۔

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں جہانگیر انکل سے بات کر چکی ہوں اور ان کا کہنا کہ اگر ان کا صاحبزادہ زیادہ تنگ کرے تو بس ان کو ایک میسج کر دیا جائے آگے وہ دیکھ لیں گے۔۔۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے بول رہی تھی۔ کبیر نے بڑبڑ کرنے کے انداز میں اسے دیکھا اور اس کے حکم کے مطابق یو-ٹرن لے لیا۔

"ہمم گڈ۔۔اب یہاں سے سیدھا جاتے جائو پھر بتائوں گی۔۔۔" حکم تو ایسے دیتی جا رہی تھی جیسے ساتھ والا پکا اس کا ڈرائیور ہو۔

تھوڑی دیر بعد اس کے کہنے پر کبیر نے گاڑی ایک گھر کے سامنے روکی۔۔انابیہ بڑے اطمینان سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ گیٹ پر کھڑا چوکیدار فوراً اس کی طرف آیا اور سر کو خم دے کر کچھ کہنے لگا۔اس کی مسکراہٹ سے واضح تھا وہ اسے اچھے سے جانتا ہے۔ کبیر کے لیے یہ جگہ بلکل نئی اور انجان تھی۔انابیہ نے پلٹ کر اسے دیکھا جو گاڑی کا دروازہ پکڑے کھڑا تھا۔

"کبیر اندر بھی جانا ہے۔۔" اس نے جیسے یاد دلانے کے انداز میں کہا تھا کبیر اس کے پیچھے چل دیا۔اس نے رک کر گیٹ پر لگے بڑے سے پوسٹر کو دیکھا۔۔یہ ایک اورفن سکول تھا۔وہ کچھ دیر کھڑا اس پوسٹر کو دیکھتا رہا۔انابیہ اندر جا چکی تھی اس بات کا اندازہ ہوتے ہی وہ اندر چلا گیا۔ گیٹ سے اندر آتے ہی ایک طویل

راہداری تھی اور اس راہداری کے دائیں اور بائیں دونوں طرف وسیع لان تھے۔ ایک طرف بچے فٹ بال کھیل رہے تھے اور دوسری طرف بچیاں اپنے کھیلوں میں مگن تھیں کوئی پھولوں کے ہار اور بینڈز بنا رہی تھیں تو کوئی گڑیا کھلونوں سے کھیل رہی تھیں۔ تقریباً ہر طرف سے بچوں کے شور کی آوازیں آرہی تھیں۔ کبیر وہیں گیٹ کے پاس کھڑا ہر چیز observe کر رہا تھا۔ انابیہ کسی لڑکی سے بات کر رہی تھی شاید وہ ٹیچر تھی اور پھر وہ سر ہلاتی اندر کی طرف چلی گئی۔ اسی دوران انابیہ کے پیروں کے پاس فٹ بال آکر رکا۔ اس نے جھک کر بال اٹھایا اور بے ساختہ اس کی نظر کبیر پر پڑی۔ اسے کچھ یاد آیا تھا۔ کبیر نے اطراف سے نظریں ہٹا کر انابیہ کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ میں پکڑے بال کو۔ اسے کچھ یاد آیا تھا۔۔ وہ دونوں براہ راست ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ انابیہ کی نظروں میں تھوڑی شرارت تھی جبکہ کبیر کی نظروں میں تنبیہ تھی۔ وہ مکمل طور پر اس کی طرف گھوم گئی۔ بال کو تھوڑا اوپر کیا جیسے مارنے کے لیے تیار ہو۔ کبیر مزید آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھے گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ زور سے ہنس دی اور سر جھٹک کر بال بچوں کی طرف اچھال دیا۔ کبیر یک ٹک اسے ہنستے ہوئے دیکھتا رہا جیسے ہمیشہ سے دیکھتا رہتا تھا۔

"یہ واقعی نہیں بدلی۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑاتا ہوا اب چل کر اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ تبھی دونوں کی نظر سامنے سے آتی خاکی رنگ کی ساڑھی پہنے ایک لڑکی پر رکی جس کے بال جوڑے میں بندھے تھے اور جس کی شہد رنگ آنکھوں میں گہرا کاجل اسے مزید خوبصورت دکھا رہا تھا ۔۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کبھی obesity کا شکار ہوئی ہو گی ۔

"Made for each other.." وہ دونوں کے پاس جا کر کھنکھاری۔۔ انابیہ ہلکا سا مسکرائی جبکہ کبیر بس نا سمجھی سے اسے دیکھے گیا۔۔ "آپ سے مل کر اچھا لگا مسٹر کبیر میں لاریب۔۔ آئی ہوپ انابیہ نے آپ کو میرے بارے میں نہیں بتایا ہو گا۔۔" اس کے شکایت کرنے کے انداز پر انابیہ نے اپنی ہنسی دبائی۔

"میں تم سے ملوا کر تمہارے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔ بائے داوے میں نے تو تمہیں نہیں بتایا کہ میں کبیر کو کبھی یہاں ساتھ لائوں گی تم نے کیسے پہچانا؟؟" انابیہ نے تھوڑا تجسس کا شکار ہوتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"اتنا مشکل نہیں تھا ایک کبیر جہانگیر ہی تمہارے ساتھ کھڑا تمہیں مکمل دکھا سکتا ہے۔ خیر میری نظر بھی لگ جاتی ہے اس لیے ماشاءاللہ۔۔ آئو میرے ساتھ۔۔" وہ کہتے ساتھ مڑ کر آگے کی طرف چلنے لگی۔ کبیر نے گردن موڑ کر ایک نظر انابیہ کو دیکھا جس کا چہرہ شرم کے مارے فلحال سرخ ہو رہا تھا۔ اس لیے اس کی نظروں کو اگنور کرتی اب وہ اس طرف چلنے لگی جس طرف لالی گئ تھی۔

"آپ بہت اچھا کام کر رہی ہیں ورنہ آج کل کون یتیموں کا سوچتا ہے۔۔" وہ دونوں اس وقت لالی کے آفس میں بیٹھے تھے جہاں سے وہ اس سکول کے سارے معاملات دیکھتی ہے۔ اس کا آفس چھوٹا مگر خوبصورت تھا۔

"یقیناً میں اچھا کام کرتی ہوں لیکن آپ کو بتاتی چلوں یہ سکول میرا نہیں ہے۔۔" سرونٹ اب ان کو چائے ڈال کر پیش کر رہا تھا تبھی لالی نے کہا تو کبیر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"یہ جو گمنام محترمہ آپ کے ساتھ بیٹھی ہیں یہ سکول ان کا ہے۔۔ میں تو بس اس کی دیکھ بھال کر کے ایک ذمہ داری پوری کرتی ہوں۔۔" کبیر نے ہلکی سی گردن موڑ کر اسے دیکھا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی اور اپنی چائے پینے میں مگن تھی۔۔ وہ لفظوں سے اسے داد دینا چاہتا تھا۔۔ کھل کر اس پر فخر کرنا چاہتا تھا لیکن سب کچھ اس نے دل ہی دل میں کیا۔

"بنانے والے سے سنبھالنے والے کا کام زیادہ اہم ہوتا ہے اور جس طرح خود بیمار رہ کر تم نے میرے سکول کی حفاظت کی ہے کوئی نہیں کر سکتا۔۔" تھوڑی سی خاموشی پا کر انابیہ بولی۔۔

"میڈم میں بلکل ٹھیک ہوں۔۔ ہر انسان اپنی زندگی میں ایک مختلف اور سخت فیز سے گزرتا ہے لیکن اگر وہ چاہے تو خود کو نکال بھی سکتا ہے۔ میں نے بھی خود کو نکالا اور اب میں بلکل صحت مند ہوں۔۔"

"میں اتفاق نہیں کرتا کیونکہ انسان محبت کے فیز سے خود کو نہیں نکال سکتا۔۔" کبیر نے اپنا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔ انابیہ کا جسم پل بھر کے لیے جیسے جم سا گیا تھا۔

"میں نے کہا اگر انسان چاہے تو۔۔ اور محبت کے فیز سے کون سا انسان نکلنا چاہے گا بھلا۔۔ محبت تو کوئی نہیں بھولنا چاہتا۔۔" لالی نے رک کر پیالی سے ایک گھونٹ بھرا۔۔ "ویسے بھی آپ کو تو شکر کرنا چاہیے ورنہ بچھڑی ہوئی محبت بہت کم اور خوش قسمت لوگوں کو ملتی ہے۔۔"

"اب بہت دیر ہو چکی ہے۔۔" انابیہ نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اب بھی یہی کہہ رہا تھا۔۔ لالی نے بغور کبیر کا چہرہ دیکھا اور اس وقت اس کے ذہن میں اس کے لیے ایک ہی لفظ آیا تھا۔

"ضدی۔۔" اس نے ڈائریکٹ بولا تھا۔ کبیر نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ "ایم سوری سامنے والے کو دیکھ کر میرے مائینڈ میں جو لفظ بھی آتا ہے میں بول دیتی ہوں۔۔" اس کا انداز قطعاً اپولوجائزنگ نہیں تھا۔۔

"میں انابیہ کو بھی بے وقوف بولتی ہوں۔۔"

"آپ کو لگتا ہے میں ضدی ہوں؟" کبیر کے سوال پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"بلا کے ضدی ہیں۔۔ اور محبت میں ضد کرنے والوں کو احمق کہا جاتا ہے سو آپ احمق بھی ہیں۔۔" اس نے کبیر کی شان میں ایک اور ٹائٹل کا اضافہ کیا تھا۔

"جو بھی ہے کم از کم ہار ماننے والوں اور ڈرپوک لوگوں سے تو بہتر ہی ہوں۔۔" یہ آخری جملہ انابیہ کے لیے تھا وہ جانتی تھی۔۔ کبیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "اندھیرا ہونے والا ہے ہمیں چلنا چاہیے۔۔ آپ سے مل

کر اچھا لگا۔۔"رک کر وہ انابیہ کی طرف متوجہ ہوا۔۔"میں باہر ویٹ کر رہا ہوں جلدی آنا۔۔" کہتے ساتھ وہ رکا نہیں اور تیز تیز قدم لیتے کمرے سے چلا گیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نالالی۔۔ محبت میرے لیے نہیں بنی۔۔"اس کا انداز شکست خوردہ تھا۔

" کبھی کبھار محبت کو خود اپنا بنانا ہوتا ہے انابیہ۔۔اسے بتادو تم نہ تو اب ہار ماننے والی ہو نہ ہی ڈرپوک۔۔"انابیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

وہ ابھی ہی اس کے آفس سے باہر نکلی تھی تبھی ایک بچی بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"ارے گڑیا کیسی ہو؟؟"وہ گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے چہرے پر پیار کرتے ہوئے بولی۔۔وہ بچی اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

"آپ کتنے دنوں بعد آئی ہیں۔۔"وہ جیسے مسکراتے ہوئے گلہ کر رہی تھی۔۔انابیہ نے اس کے چھوٹے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔"وہ لڑکا کون ہے؟؟"اس نے فوراً سے سامنے کھڑے کبیر کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔انابیہ نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں کبیر ہاتھ میں فون لیے کھڑا تھا۔دفعتاً اس نے بھی نظریں موبائل سے ہٹا کر ان کو دیکھا۔انابیہ نے فوراً سے بچی کا ہاتھ نیچے کیا۔

" وہ بہت ہینڈسم ہے۔۔"بچی نے اس کے کان میں سرگوشی نما انداز میں کہا تھا جبکہ اس کی گول گول آنکھیں کبیر پر ہی جمی تھیں۔

"اچھا ہینڈسم ہے؟؟"انابیہ نے بھی بہت ہی دھیمی آواز میں پوچھا جس پر وہ سر اوپر نیچے ہلانے لگی۔

"آپ کے ہزبینڈ ہیں نا؟؟"اس کے کہتے ہی انابیہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہنسی دبائی۔۔کبیر کو اتنا شک تو ہو گیا تھا وہ دونوں اسی کو ڈسکس کر رہی ہیں۔

"آپ دعا کرونا کہ وہ میرے ہزبینڈ بن جائیں۔۔" اس نے بھی اس کے کان میں جھک کر کہا تھا جس پر وہ بچی منہ کھولے اسے دیکھے گئ۔

"اگر میں دعا کروں گی تو وہ آپ کے ہزبینڈ بن جائیں گے ؟؟" اب کی بار انابیہ کے لیے اپنی ہنسی پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا اور اس نے اسی طرح ہنستے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔۔ وہ ہنس ہنس کر دوہری ہو رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے میں روز دعا کروں گی۔۔ پھر جب یہ آپ کے ہزبینڈ بن جائے تو آپ نے آکر مجھے بتانا ہو گا۔۔" انابیہ نے پھر سر ہاں میں ہلایا۔۔ "ڈن۔۔"

"میں جا کر ان کو بتاؤں وہ بہت ہینڈسم ہیں ؟؟" اس نے گول گول آنکھیں مٹکا کر اس سے پوچھا تو اس نے فوراً سے اسے روکا۔

"نہیں نہیں آگے ہی اس کے نخرے ختم نہیں ہوتے اگر جا کر اس کے منہ پر تعریف کر دو گی تو اور بھی میرے سر پر چڑھ کر ناچے گا۔۔" جس پر اس بچی نے سمجھ کر سر ہلایا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں دعا کروں گی۔۔" کہتے ساتھ وہ انابیہ کے گلے لگی اور اندر کی طرف بھاگ گئ۔۔ وہ کچھ دیر اس کی باتوں پر ہنستی رہی اور پھر اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑ کر وہ کبیر کی طرف بڑھ گئ۔

"وہ بچی کیا کہہ رہی تھی میرے بارے میں ؟" گیٹ سے باہر نکلتے ہی کبیر نے اس سے پوچھا تھا چونکہ اسے شک تھا اس لیے پوچھنا تو فرض تھا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا کہ وہ تمہاری بات کر رہی ہے ؟؟" انابیہ نے رک کر پوچھا۔

"ظاہر سی بات ہے اس نے میری طرف اشارہ کیا تھا۔۔" وہ اب چل کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"ہاں۔۔ وہ کہہ رہی تھی کہ تم بلکل بھی خوبصورت اور ہینڈسم نہیں ہو۔۔" وہ اپنی طرف کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ اس کی بات پر بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کیا ایسا کہہ رہی تھی؟؟" وہ دونوں ہی اب گاڑی کے اندر موجود تھے۔

"بلکل صرف یہی نہیں اس نے مجھ سے کہا میں بہت خوبصورت ہوں اور تم میرے ساتھ بلکل نہیں جچتے اسی لیے تھوڑا دور رہا کرو مجھ سے۔۔"

"ہونہہ۔۔خوش فہمی ضرور اسکی آنکھیں خراب ہوں گی یا وہ بدصورت کو خوبصورت بولتی ہو گی۔۔" کبیر نے جیسے ناک سے مکھی اڑانے کے انداز میں کہا تھا انابیہ نے تپ کر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"نہ اسکی آنکھیں خراب ہیں اور نہ ہی وہ بدصورت کو خوبصورت بولتی ہے میں واقعی خوبصورت ہوں ایک انسان پاگل ہوا پھرتا تھا میرے آگے پیچھے۔۔" اس کا انداز لٹھ مار تھا۔

"وہ واقعی پاگل تھا ورنہ ایسا کبھی نہ کرتا۔۔" وہ اسے زچ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بلکل اور تم کیا جانو اسکا پاگل پن میرے لیے۔۔"

"مگر اب وہ پاگل نہیں رہا۔۔"

"بلکل اب وہ پاگل نہیں رہا۔اب وہ نہایت کھڑوس بدتمیز اور مزید پاگل ہو گیا ہے۔۔" اس کی آواز کافی تیز تھی۔

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟؟" اب کی بار کبیر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"میں۔۔۔میں مزید خوبصورت ہو گئی ہوں۔۔" اس نے چہرہ اٹھا کر اترا کر کہا تھا۔کبیر نے اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹا کر سامنے سڑک پر مرکوز کر لیں۔۔اگر وہ تھوڑی دیر اور اسے دیکھتا رہتا تو شاید اس کے منہ پر یہ اعتراف کر بیٹھتا کہ ہاں وہ واقعی اب زیادہ خوبصورت ہو گئی ہے۔۔اس کے بعد گاڑی میں دونوں کی خاموشی رہی تھی اور گاڑی ہنوز اس وقت سڑک پر ہی تھی۔باہر اندھیرا چھا چکا تھا۔۔کچھ ہی دیر بعد گاڑی ایک زوردار بریک سے رک گئی۔انابیہ نے جھٹکا کھا کر کبیر کو دیکھا جو خود نا سمجھی سے گاڑی کو دیکھے جا رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے پوچھا۔ کبیر گاڑی سٹارٹ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا مگر وہ سٹارٹ ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"شاید گاڑی خراب ہو گئی ہے۔۔" اس نے کہتے ساتھ جیب سے موبائل نکال کر اس کی ٹارچ آن کی۔۔ "تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔۔" وہ اتر کر اب گاڑی کے بونٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ ہر چیز دیکھتا رہا لیکن اس گاڑی کے یوں رک جانے کی وجہ معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ اسی دوران انابیہ بھی باہر نکل آئی۔

"کیا کر رہے ہو؟؟" وہ موبائل پر کسی کا نمبر ملا رہا تھا تبھی انابیہ اس کے پاس جا کر پوچھنے لگی۔

"مکینک کو کال کر رہا ہوں۔۔"

"میں نے عالیان کو میسج کر دیا ہے وہ آتا ہوگا۔۔" اس نے کہا تو کبیر تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورنے لگا۔

"اسے کیوں بلایا تم نے؟؟" اس کی آواز تھوڑی اونچی تھی۔

"تم سے کچھ ہو نہیں رہا تھا اس لیے اسے بلا لیا۔۔ اسے سمجھ ہے گاڑیوں کی بلکہ وہ ساتھ مکینک بھی لے آئے گا۔۔" وہ بولتی گئی اور کبیر نے دڑاز سے بونٹ بند کر دیا۔۔ وہ سر پکڑے وہیں کھڑا تھا تبھی اس نے دیکھا انابیہ وہیں گاڑی کی فرنٹ سائڈ سے ٹیک لگائے نیچے زمین پر بیٹھ گئی ہے۔

"بیٹھ جائو کبیر۔۔" اس نے سر اٹھا کر اس سے کہا لیکن اس نے اگنور کر دیا۔

"بیٹھ جائو۔۔" اب کی بار کبیر نے کرنٹ کھا کر اسے دیکھا۔۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے منتظر سی بیٹھی تھی۔۔ بنا کچھ بولے وہ اب کی بار اس کے ساتھ وہیں بیٹھ گیا۔۔ انابیہ مسکرائی۔۔ وہ نہیں مسکرایا۔۔

"دیکھو چاند کچھ کہہ رہا ہے۔۔" آسمان پر پورا چاند چمک رہا تھا۔ کبیر نے سر اٹھا کر اس چاند کو دیکھا۔

"تم چاند سے باتیں کرتے ہو؟" اس نے پوچھا کبیر ہنوز منہ پر خاموشی کا تالا لگائے بیٹھا تھا یا وہ شاید کچھ بولنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"میں تو کرتی ہوں اور یہ گواہ ہے کہ میں نے اس سے ہمیشہ تمہاری باتیں کی ہیں۔ تم چاہے تو پوچھ لو اس سے۔۔ وہ تمہیں جواب دے گا۔۔ وہ بھی تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔۔" وہ تھوڑا رکی۔۔ "میری طرح۔۔" وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تھا اور اب نہ وہ انابیہ کو دیکھ رہا تھا نہ چاند کو۔۔ وہ اپنی مٹھی میں مٹی جمع کر رہا تھا۔

"تم مجھے سزا دینا چاہتے ہو نا؟؟" اس نے درد بھرے لہجے میں پوچھا تو کبیر کی نظریں ایک دم سیدھی ہوئیں۔

"ایک ایسی غلطی کی سزا جو میری تھی ہی نہیں جس پر میرا اختیار تھا ہی نہیں جس میں میری مرضی کی کوئی حیثیت تھی ہی نہیں۔۔" اب باقاعدہ اس کی آواز نم ہونے لگی تھی لیکن کبیر بلکل سنجیدہ بلکل سپاٹ دکھائی دے رہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم دو مجھے سزا میں تیار ہوں۔۔ لیکن اتنا بتا دوں مجھے میرے ضبط سے زیادہ مت آزمانا۔۔ ایسا نہ ہو کہ وقت پھر پلٹا کھا لے کبیر۔۔ یہ بھی بتا دوں اب جدائی صرف موت ہو گی۔۔" کبیر نے ہاتھ ڈھیلا چھوڑ دیا ساری مٹی گر گئی تھی۔۔ اس کا ہاتھ خالی ہو گیا تھا۔۔ اسے لگا اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہے۔ سامنے سے ایک گاڑی تیزی سے ان کی طرف آ کر رکی۔۔ کبیر اپنے کپڑے جھاڑتا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا یار کبیر جہانگیر کی گاڑی کیسے خراب ہو سکتی ہے یقین نہیں آ رہا۔۔" وہ گاڑی سے نکلتے ساتھ افسوس سے بولتا ہوا ان کی طرف آیا تھا۔ انابیہ کو نیچے بیٹھا دیکھ کر فوراً اس کی طرف بڑھا۔۔

"ارے رے تم ٹھیک تو ہو نا۔۔" اس نے فوراً اس کی طرف ہاتھ بڑھایا جس کو تھامتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔۔ کبیر کے ساتھ ہوں۔۔" وہ بھی اب اپنے کپڑے جھاڑ رہی تھی۔

"کبیر کے ساتھ ہو اس لیے تو پوچھ رہا ہوں۔۔ خیر مکینک لے آیا ہوں وہ دیکھ لے گا کیا ہوا ہے گاڑی کو۔۔" وہ احسان جتانے کے انداز میں بولا تھا۔۔ کبیر نے ناگواری سے اسے دیکھا اور مکینک کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔۔

"ویسے بڑا ہی کوئی پیچیدہ مسئلہ لگ رہا ہے۔۔" عالیان نے کہا تو انابیہ کی ہنسی چھوٹی۔۔ دونوں نے نا سمجھی سے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ ان دونوں کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔۔ مت کہنا انابیہ اس سب میں تمہارا ہاتھ ہے۔۔" عالیان کو شک تو اس کی ہنسی سے ہو ہی گیا تھا لیکن اس کے مطابق منہ سے اعلان کرنا بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔۔ انابیہ نے فوراً سے اسے کہنی ماری۔

"فضول کے اندازے نہ لگائو۔۔ مم۔۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔۔" وہ صاف مکر گئی تھی۔

"چھوٹی اس بیچارے کی گاڑی تم نے خراب کی ہے تمہاری یہ شکل بتا رہی ہے۔۔" عالیان شرارت بھرے انداز میں اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑا گیا تھا۔

"کیا یہ واقعی تم نے کیا ہے؟؟" کبیر بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ہاں۔۔ میرا مطلب نہیں میں کیوں۔۔ کروں۔۔ گی؟" وہ بوکھلا کر رہ گئی۔ اس کے انداز سے سچ واضح تھا کہ گاڑی اسی نے خراب کرائی ہے۔۔ کبیر کا چہرہ غصے سے سرخ ہونے لگا تھا۔ کچھ کہنے کے لیے وہ اس کی طرف بڑھا تو وہ عالیان کے پیچھے چھپ گئی۔

"اچھا اچھا یار کیا بچی کی جان لو گے۔۔" وہ فوراً آگے ہوتے ہوئے بولا۔

"کوئی یقین کرے گا یہ اس بچی نے کیا ہے جو سارا دن بڑے بڑے لوگوں سے بزنس ڈیلنگ کرتی ہے۔۔" کبیر کا پارا واقعی میں ہائی ہوا تھا۔

"لوگوں کا تو نہیں پتہ لیکن ہاں تمہیں جیسے ڈیل کرتی ہے نا واللہ کمال کرتی ہے۔۔" عالیان کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔ انابیہ کی پھر سے ہنسی چھوٹی تھی۔

"صاحب یہ ورکشاپ پر لے جانی پڑے گی۔۔ فلحال تو ٹھیک ہو گئ ہے لیکن دوبارہ خراب ہو سکتی ہے۔۔"

تینوں ایک ساتھ مکینک کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"دیکھ لو تمہاری اس کزن نے کس مشکل میں ڈال دیا ہے مجھے۔۔۔"کبیر افسوس سے بولا۔

"دوست بھی۔۔"عالیان فوراً کھنکھارا۔ ” یار انابیہ ایسا بھی کیا کیا ہے تم نے؟؟"

"میں نے نہیں کیا میں نے تو اس چوکیدار کو بولا تھا پتہ نہیں منحوس نے ایسا بھی کیا کر دیا۔ میں چاہتی تھی کبیر کے ساتھ تھوری دیر اور وقت مل جائے۔۔۔"وہ سرگوشی نما انداز میں بول رہی تھی۔۔عالیان گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"تم جائو اپنی اس دوست کو لے کر۔۔ میں اس کا کچھ کرتا ہوں۔۔"اس نے گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غصے سے کہا تو عالیان اس کا ہاتھ پکڑتے لے کر جانے لگا۔

"اسے اکیلا چھوڑ کر کیسے چلی جائوں۔۔"اس نے فوراً اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے تقریباً بے بسی سے کہا۔۔

"او میڈم ایک تو اسے اس مصیبت میں تم نے خود پھنسایا ہے اور وہ کوئی فیڈر پیتا بچہ نہیں ہے سنبھال لے گا سب۔۔ شرافت سے گاڑی میں بیٹھو۔۔"اس کے کہنے پر انابیہ نے ایک نظر کبیر کو دیکھا اور نا چاہتے ہوئے بھی گاڑی میں بیٹھ گئ۔عالیان سیدھا کبیر کی طرف گیا تھا۔اپنے پیچھے کسی کو محسوس کرتے ہی کبیر پیچھے کی طرف گھوما جدھر عالیان کھڑا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر کبیر۔۔آج تو ہو گیا آیندہ تم اتنی سختی سے بات نہیں کرو گے انابیہ سے۔۔ کم از کم میرے سامنے تو بہت احتیاط کیا کرو۔۔ میں قطعاً برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی اس سے یوں اونچی آواز میں بات کرے۔۔"

عالیان بظاہر تو مسکرا رہا تھا لیکن اس کا انداز سخت تنبیہی تھا۔کبیر نے ایک ابرو اچکا کر اسے سر تا پیر گھورا۔۔

"پہلی بات تو میں تم سے ڈرتا تو بلکل بھی نہیں ہوں۔۔ دوسری بات مجھے لیکچر دینے کے بجائے اسے سمجھائیو۔ یہ کراچی ہے اور یہاں راتوں کو کچھ بھی ہو سکتا ہے کچھ بھی۔۔ ایسی حماقتوں سے اجتناب ہی کرے تو اچھا ہے۔۔ سمجھے۔۔ اب نکلو اسے لے کر۔۔" کبیر اسی کے انداز میں اسے جواب دیتے ہی گاڑی کی طرف گھوم گیا۔۔ عالیان کے چہرے پر اب مسکراہٹ کی جگہ سنجیدگی تھی۔۔ رہی بات انابیہ کی تو اسے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا اندازہ بلکل بھی نہیں تھا۔۔ وہ اب بھی سامنے کے شیشے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی تبھی کبیر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اب کی بار اس کی آنکھوں میں غصہ نہیں تھا وہ فوراً مسکرا اٹھی۔ کبیر سر جھٹک کر اپنی گاڑی کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں صوفہ کم بیڈ پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا تبھی اس کے دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے لیپ ٹاپ رکھا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولتے ہی وہ سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ ردا ہاتھوں میں بڑی سی ٹرے لیے کھڑی تھی جس پر کھانے کی چیزیں تھیں۔

"آپ نے کھانا نہیں کھایا تو سوچا کمرے میں پہنچا دوں۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہی تھی۔

عالیان کو پل بھر کے لیے کچھ سمجھ نہیں لگی۔ یہ لڑکی اسے کبھی کبھی واقعی حیران کر جاتی تھی۔۔

"کھائیں گے کہ نہیں؟؟" وہ اسے کہیں کھویا ہوا دیکھ کر پوچھنے لگی۔ عالیان نے جھرجھری لے کر اسے دیکھا۔

"کیا ضرورت تھی شہناز کو بول دیتی خوامخواہ تکلیف کی۔۔" اس نے بولتے ہوئے آگے ہو کر اس کے ہاتھوں سے ٹرے لے لی۔ ردا کچھ نہیں بولی۔ عالیان ٹرے لے کر اندر چلا گیا۔ اس نے جھک کر ٹرے ٹیبل پر رکھی

اور دروازے کی طرف گھوما۔اب کی بار وہ پھر سے حیران ہوا تھا۔اس کا خیال تھا وہ چلی گئی ہو گی لیکن وہ اب بھی وہیں کھڑی تھی۔

"تمہیں کچھ کہنا ہے؟؟"اس نے پوچھا۔۔ ردا نے بنا کچھ کہے کسی چھوٹے بچے کی طرح سر اوپر نیچے ہلایا اور اس سے پہلے عالیان کچھ اور کہتا وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتے اندر آ گئی اور سید ھا بیڈ کے کنارے آ کر بیٹھ گئی۔

عالیان وہیں اس سے دور پڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔۔ردا کی نظریں اس کے روشن کمرے کا سفر کرنے لگیں۔ اس نے آج پہلی بار اتنا غور سے اس کا کمرہ دیکھا تھا وہ واقعی نہایت سادہ مگر خوبصورت لگتا تھا۔۔عالیان نے اسے دیکھا۔

"بلیک اور گرین کا کومبو اچھا ہے نا۔۔"ردا نے اس کی آواز پر نظریں سیدھی کر کے اسے دیکھا اور نا سمجھی میں ہی سرہاں میں ہلایا۔۔ سمجھ اسے کچھ نہیں لگی تھی۔عالیان اس کی اس نا سمجھی پر اپنی ہنسی دبانے کی بھرپور کوشش کرنے لگا۔

"آپ کھانا کھالیں ٹھنڈا ہو جائے گا۔۔"اس نے ہاتھ سے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم بولو میں کھالوں گا۔۔"ردا نے ہاتھ جھولی میں باندھ لیے تھے اور اب اس کی نظریں بھی جھکی ہوئی تھیں۔ بہت ہمت مجتمع کر کے آخر اس نے بولنا شروع کیا۔

"تایا ابو میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔۔"اس نے بمشکل کہا عالیان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا ایسے جیسے کہہ رہا ہو اچھا تو یہ وجہ تھی۔

"تو تم نہیں کرنا چاہتی؟؟"وہ پوچھ رہا تھا۔ردا نے پھر سر اثبات میں ہلایا۔۔"کیوں؟؟"عالیان نے آگے ہو کر چاولوں کی پلیٹ اٹھالی۔

"بس نہیں کرنا چاہتی وجہ مجھے بھی نہیں معلوم لیکن مجھے شادی نہیں کرنی۔۔۔"

"انکار کی کوئی نا کوئی وجہ تو ہوتی ہے۔ یا سٹڈیز کا مسئلہ ہوتا ہے یا۔۔" وہ رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"یا؟؟" وہ بھی نا سمجھی سے اسے دیکھے گئی۔

"دل کا۔۔ یا دل کا مسئلہ ہوتا ہے۔۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے تمہیں ایسی کوئی بیماری فلحال لاحق نہیں ہوئی۔۔" اس نے کہتے ساتھ چاولوں سے بھرا چمچ منہ میں ڈالا۔۔ ردا نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں اس ڈر سے کہیں وہ اس کی آنکھوں میں چھپی کہانی نہ پڑھ لے۔

"آپ بس تایا ابو کو سمجھائیں۔۔ وہ آپ کی سن لیں گے میری نہیں مان رہے۔ مجھے شادی نہیں کرنی۔ میں اس گھر سے کہیں نہیں جانا چاہتی۔۔" عالیان اگلا چمچ منہ میں لے جاتے لے جاتے رکا اور پھر وہ چمچ پلیٹ میں رکھ کر ردا کی طرف متوجہ ہوا۔

"اچھا تو یہ مسئلہ ہے۔۔ اس کا تو حل ہے میرے پاس۔۔ تم مجھ سے شادی کر لو تمہیں کہیں نہیں جانا پڑے گا۔۔" وہ اتنا روانی میں بولا تھا کہ ردا منہ کھولے اور آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھے گئی۔۔ یہ کیسا پروپوزل تھا؟ بلکہ یہ احسان کی ایک اور کوشش تھی۔ وہ پھر اس پر احسان کر رہا تھا کیا وہ اسے مظلوم لگ رہی تھی اور وہ اس پر ترس کھا رہا تھا؟؟۔ ردا کے تو مانو یہ بات سر پر جا لگی تھی اور وہ یکدم اپنی جگہ سے اٹھی۔

"آپ نے یہ بات سوچی بھی کیسے؟؟" اس کی آواز قدرے اونچی تھی۔۔ "مجھ پر کوئی احسان کر کے قربانی کا بکرا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ آپ کو بہت شوق ہے نا احسانات اور ایڈونچرز کرنے کا تو براہ مہربانی اپنے سب احسانات کسی اور کے لیے سنبھال کر رکھیں کیونکہ میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ مجھ پر احسان مت کیا کریں۔۔ سمجھے آپ۔۔" اس کا چہرہ اب کے غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ عالیان نے سر نفی میں ہلا کر اسے دیکھا۔

"دیکھو میں کوئی احسان نہیں کر رہا میں تو بس۔۔"

"میں تو بس کیا؟؟ ترس کھا رہے ہیں آپ مجھ پر۔۔ میں کوئی مظلوم ہوں جس پر آپ رحم کھا رہے ہیں۔۔" وہ تیزی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔۔ "میں آپ سے ریکویسٹ کرنے آئی تھی۔۔ مشورہ مانگنے نہیں۔۔ اپنے یہ تھرڈ کلاس مشورے آپ اپنے پاس ہی رکھیے۔۔" وہ کہتے ساتھ واپس جانے کے لیے گھومی اور پھر رک کر دوبارہ اس کی طرف پلٹی۔

"ایسی کوئی بھی بات اپنے منہ سے نکالتے ہوئے آئندہ ہزار بار سوچیے گا۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں طیش سے دیکھ کر بولی اور تیز تیز قدم لیتی وہاں سے نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی عالیان نے ٹھنڈی آہ بھری۔۔ شاید اس کا طریقہ واقعی غلط تھا۔۔ وہ کب سے صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا اور یہ صحیح وقت نہیں تھا۔ اس نے معاملہ غلط وقت پر مزید بگاڑ دیا تھا۔

"مجھے انتظار کرنے آتا ہے ردا۔۔" وہ صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ ایک نظر اپنے سامنے پڑے کھانے کو دیکھا۔۔ اس کی بھوک تو مر ہی گئی تھی۔۔ اس نے سر صوفے کی ٹیک پر گرا دیا اور آنکھیں موندے گہری سوچ میں چلا گیا۔

اگلے دن کا سورج نکلے اب کافی دیر ہو چکی تھی۔ گھر کے سب افراد اس وقت ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ ناصر عالم، عالیان، انابیہ اور ردا سب اپنا اپنا ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔

"ردا تم کسی نتیجے پر پہنچی ہو یا نہیں؟؟" ناصر صاحب کے مخاطب کرنے پر ردا نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔ آخر انہیں جلدی کس بات کی تھی؟؟ وہ ان سے پوچھنا چاہتی تھی لیکن بہت مشکل تھا۔۔

"میں اپنا جواب آپ سب کو بتا چکی ہوں۔۔" اس نے نظریں پھر سے پلیٹ کی طرف جھکا لیں ناصر صاحب نے رک کر اسے دیکھا۔

"کمال ہے۔۔اب اتنا بھی کیا سوچنا۔۔میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں میرا بیٹا تمہیں خوش رکھے گا۔۔" بس "میرا بیٹا" کہنے کی دیر تھی اور انڈے والی ڈبل روٹی ردا کے گلے میں بری طرح پھنسی تھی اور کھانس کھانس کر بیچاری کا برا حال ہو گیا تھا۔انابیہ نے فوراً جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور اس کی طرف بڑھایا۔اس نے تیزی سے گلاس لیا اور دو گھونٹ پانی بھر کر انابیہ کو دیکھنے لگی جو اسے ایسے لاچاری سے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔اس کی کھانسی مکمل طور پر رکی تو نہیں تھی اور مدھم آواز میں کھانستے ہوئے اب اس نے عالیان کو دیکھا جو نظریں پلیٹ پر جھکائے اپنے آملیٹ میں کانٹا چلا رہا تھا کبھی ادھر کبھی ادھر۔۔وہ اس سے نظریں چرا رہا تھا۔۔وہ سب جانتا تھا۔۔انابیہ سب جانتی تھی۔سب ملے ہوئے تھے۔۔اس نے اتنا گہرا سانس لیا کہ آواز سب نے سنی تھی اور بنا کچھ کہے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔تایا ابو اور انابیہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جبکہ عالیان ہنوز نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔وہ سب کو نظرانداز کرتی تیز تیز قدم لیتے ڈائیننگ روم سے نکل گئی۔

"اسے کیا ہوا؟؟" ناصر صاحب نے اس کے اس طرح جاتے ہی پوچھا۔

"وہ نہیں جانتی تھی کہ ہم اس کے اور عالیان کے رشتے کی بات کر رہے ہیں۔۔" انابیہ نے بڑے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"اسے کیوں نہیں بتایا تم لوگوں نے؟؟" اب کی بار وہ سختی سے بولے تھے۔۔انابیہ خاموش رہی شاید اسے بھی اپنی غلطی کا احساس بری طرح سے ہو رہا تھا۔

"میں دیکھ کر آتا ہوں اسے۔۔" عالیان اپنی کرسی گھسیٹتے ہی اٹھ کر ڈائینگ روم سے نکل گیا۔اس نے پہلے کچن میں دیکھا تھا وہ وہاں موجود نہیں تھی۔اس کے بعد وہ سیدھا باہر کی طرف آیا۔اس نے سر اوپر اٹھا کر دیکھا تو وہ اسے ریلنگ پر کھڑی نظر آئی۔اس کا رخ دوسری طرف تھا وہ عالیان کو نہیں دیکھ سکی عالیان دبے قدموں سیڑھیاں چڑھتے اوپر گیا۔

"تم ٹھیک ہو؟؟"

"ٹھیک؟؟" وہ تیورا کر اپنے پیچھے سے آتی ہوئی آواز کی طرف گھومی۔۔"ٹھیک دکھائی دے رہی ہوں میں آپ کو؟" اس کی آنکھیں سرخ اور نم تھیں۔۔وہ پھر عالیان کو سنائے گی اور عالیان کو سننا ہوگا۔

"آپ لوگوں نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے۔۔آپ سب ملے ہوئے ہیں۔۔" وہ مزید اونچی آواز میں بھڑکی۔۔" اور آپ۔۔آپ خود کو کیا سمجھتے ہیں ہاں۔۔آپ کے اور میرے درمیان ایسی کوئی انڈرسٹینڈنگ اور ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے جس کی بنا پر آپ مجھے تنگ کریں یا میرا مذاق بنائیں۔۔" وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر تنک تنک کر بول رہی تھی۔

"پتہ نہیں کیا سوچ کر میں کل رات آپ سے ریکویسٹ کرنے چلی آئی۔۔آپ سب جانتے تھے اور آپ میری حالت سے محظوظ ہو رہے تھے۔۔" اس کی آنکھوں سے آنسو ابل ابل کر اس کی ٹھوڑی سے ٹپکنے لگے تھے۔عالیان کو اسے ایسے روتے ہوئے دیکھ کر واقعی تکلیف اور شرمندگی ہو رہی تھی۔

"آپ کیوں کرنا چاہتے ہیں مجھ سے شادی؟؟" اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنا چہرہ رگڑ کر اس سے پوچھا۔۔وہ سچ جاننا چاہتی تھی۔وہ اس کے دل کی بات جاننا چاہتی تھی۔

"ڈیڈ کی خواہش ہے یہ۔۔"اس نے عام سے لہجے میں بلکل مختصر سا جواب دیا تھا۔ایک لمحے کے لیے ردا کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔۔کیا یہ شخص اظہار کرنا نہیں جانتا یا کرنا نہیں چاہتا یا ایسا کچھ تھا ہی نہیں اس کے دل میں ؟؟

"خواہش ہاں۔۔"وہ روتے ہوئے طنزیہ ہنسی۔۔"اور عالیان ناصر عالم کب سے اپنے بڑوں کی خواہشات کا احترام کرنے لگا؟؟"اس کا انداز اٹل طنزیہ تھا۔۔عالیان نے باری باری اس کی دونوں آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ کی اور آپی کی شادی بھی سب کی خواہش تھی ناتب یہ احترام کیوں نہیں جاگا؟"

"انف ردا۔تم انابیہ کا نام یوں مجھ سے نہیں جوڑ سکتی۔۔مجھے بلکل اچھا نہیں لگتا۔۔میں بہت عزت کرتا ہوں اس کی۔۔تم اب حد سے تجاوز کر رہی ہو۔۔"یہ پہلی بار تھا جب عالیان کو اس پر واقعی بہت غصہ آیا تھا اور اس بار اس نے غصہ دبانے کی کوشش بلکل نہیں کی تھی۔۔

"تو پھر ٹھیک ہے نہ بتائیں سچ۔۔میں بھی انکار کرتی ہوں اس شادی سے۔۔"وہ دوٹوک جواب دیتے ہی مڑ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

"مجھے محبت ہے تم سے۔۔"وہ دو قدم ہی چلی تھی پھر اس کے قدم ایسے رکے جیسے کسی نے اسے زبردستی روک دیا ہو جیسے عالیان نے اسے روک دیا ہو۔۔وہ بے ساختہ ہی مسکرا اٹھی آخر اس شخص نے اپنے دل کی بات اس سے کر دی تھی۔

"تم سے شادی میری اپنی خواہش ہے۔۔میں نے بابا سے کہا تھا۔۔میں نے انابیہ کو منع کیا تھا۔۔میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں اس محبت کی بھنک بھی پڑے۔میں تم سے شادی تو کرنا چاہتا تھا لیکن اظہار محبت کیے بغیر۔۔"ردا کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی اور وہ اس کی طرف گھومی۔۔وہ سابقہ حالت میں ہی کھڑا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کیوں نہیں چاہتے تھے آپ کہ مجھے اس سب کا علم ہو؟؟"

"کیونکہ میں اپنی ذات کی توہین برداشت کر سکتا ہوں لیکن اپنی محبت کی تذلیل مجھ سے قطعاً برداشت نہیں ہو گی ردا۔۔ میں جانتا ہوں تم مجھے پسند نہیں کرتی اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ اگر تمہیں میری محبت کا علم ہو جاتا تو تم اسی طرح میری پاک محبت کی دھجیاں اڑا دیتی۔۔" ردا دو قدم چل کر اس سامنے آئی۔ عالیان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا وہ بنا لفظوں کے جیسے اس سے شکوہ کر رہی تھی۔۔ لیکن اس نے اپنی بات جاری رکھی۔۔

"تم نہیں جانتی میں نے اس محبت کے لیے کیا کیا قربانی دی ہے۔۔ اس محبت کی ہی طاقت نے مجھے اُس بے رحم دنیا سے نکلنے میں مدد دی ہے۔۔ اگر یہ محبت میری ذات سے نہ جڑتی تو میں کبھی یہاں نہ آ سکتا میں شاید وہیں خوش رہتا ایما کے ساتھ لیکن نہیں مجھے اس محبت نے کہیں کسی کے ساتھ نہیں رہنے دیا۔ یہ مجھے یہاں واپس لائی ہے۔ اس لیے میں اپنی محبت کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔۔" اس کا انداز شکست خوردہ تھا۔۔ وہ پرانے اور کٹھن دن اسے پھر سے یاد آنے لگے تھے۔۔

"آپ مجھے اتنا بے رحم اور بد لحاظ سمجھتے ہیں؟؟" وہ کچھ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔۔ "اگر آپ مجھے سب سچ بتا دیتے تو میں اتنی سختی کا مظاہرہ کبھی نہ کرتی۔۔ آپ نے میری ذات کی توہین کی ہے میرا مذاق اڑا کر۔۔ مجھے دوسروں کے جذبات کی قدر کرنے آتی ہے۔۔ مجھے دل رکھنے آتے ہے۔۔ اور سب سے بڑی بات مجھے محبت کی عزت کرنے آتی ہے۔۔ آپ مجھے کبھی سمجھ ہی نہیں سکتے۔۔" وہ ایک ایک لفظ افسوس سے کہتی گئی۔

عالیان کو لگا وہ کچھ زیادہ ہی بول گیا ہے اور اب اسے خاصا شرمندگی کا سامنا ہو رہا تھا۔۔ وہ مزید کچھ کہے بنا مڑ کر پھر جانے لگی اور ایک بار پھر اس کی آواز پر رکی۔۔ اسے رکنا پڑتا تھا۔۔

"تو اب تمہارا جواب کیا ہے؟؟"

"مجھے مزید وقت چاہیے۔۔" کہتے ساتھ وہ رکی نہیں اور سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئ۔۔عالیان مسکرایا تھا اس نے اگر ہاں نہیں کی تو اس نے نہ بھی نہیں کی۔

"جتنا وقت لینا ہے لے لو۔۔مجھے وقت نے ایک کام خوب سکھایا ہے۔۔انتظار کرنا۔۔اور مجھے انتظار کرنے آتا ہے۔۔" وہ جا چکی تھی۔۔وہ وہیں ریلنگ کا سہارا لیے کچھ دیر کھڑا رہا۔۔

وہ اپنے کمرے میں آتے ہی بند دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑی روتی رہی پھوٹ کر آواز کے ساتھ۔۔اسے اتنا رونا کیوں آرہا تھا آخر کیوں؟؟ کیا وہ اس کے اظہار پر خوشی سے رو رہی تھی؟؟ کیا وہ اس کی باتوں پر رو رہی تھی؟؟ کیا اسے خود پر رونا آرہا تھا کہ اس نے منہ پر انکار کیوں نہیں کیا؟؟ مزید وقت کیوں مانگا؟؟ یا کیا وہ اپنی دل میں دبی محبت کے ہاتھوں رو رہی تھی؟؟ کیوں آخر کیوں؟؟ وہ روتے روتے اسی طرح فرش پر دروازے سے ٹیک لگائے بیٹھ گئ۔۔وہ مر جائے گی لیکن کبھی اپنی محبت کا انکشاف عالیان پر نہیں ہونے دے گی۔۔

"محبت انسان کو فقیر بنا دیتی ہے تو اظہار کر کے خود کو مزید کیوں گرانا۔۔وہ دل میں ہی دبی رہے تو بہتر ہے دب کر مر ہی جائے تو بہتر ہے۔۔" اس نے پھر سے اپنے آنسو بے دردی سے پونچھے۔

تقریباً رات کے دو بج رہے تھے اور ردا بیڈ پر بیٹھی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔اس کی طرف کا لیمپ آن تھا جس کی زرد روشنی اسے پڑھنے میں مدد دے رہی تھی۔اسے مکمل خاموشی میں پڑھنا اچھا لگتا تھا لیکن اسی دوران اسے اپنے ساتھ سوئے وجود کی تیز تیز سانس لینے کی آواز آئی۔اس نے گردن تیزی سے گھما کر دیکھا۔وہ انابیہ

تھی جو آنکھیں بند کیے تیز تیز گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ ردا نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرے پر رکھا وہ پسینے میں نہائی ہوئی تھی۔ ایک دم ردا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"آپی۔۔آپی۔۔" اس نے اسے کندھے سے جھنجھوڑ کر جگانے کی کوشش کی۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔

"یااللہ۔۔آپی آنکھیں کھولیں۔۔" اس نے بلکل اس کے قریب ہو کر اسے پھر سے جگانے کی کوشش کی۔ اس کے سانسوں کی رفتار مزید تیز ہو گئی تھی۔ اب کی بار اس نے آنکھیں کھول دیں۔۔ ردا نے اسے اٹھنے میں مدد کی۔ اس نے ردا کا ہاتھ زور سے پکڑا ہوا تھا۔ اس پر لرزا طاری ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اور جسم کانپ رہے تھے۔

"پا۔۔ن۔ی۔۔" اس کے ہونٹ بمشکل ہلے۔ ردا سمجھ گئی تھی اسے پانی چاہئیے۔ اس نے آرام سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور سائڈ ٹیبل پہ پڑے جگ سے گلاس میں پانی ڈال کر اس کے منہ کے قریب لے گئی۔ اس نے ایک ایک گھونٹ کر کے پانی پیا تھا۔ ردا تیزی سے بیڈ سے اٹھی۔ اس نے کمرے کی ساری لائیٹس آن کر دی تھیں۔۔ بالکونی کا دروازہ بھی کھول دیا تھا لیکن اس کی حالت ٹھیک نہیں ہو رہی تھی اسے سانس نہیں آ رہا تھا۔ اب تو ردا کو گنتی بھی بھول گئی تھی کہ اسے کتنی بار پینک اٹیکس (panic attacks) آ چکے تھے لیکن یہ دوسری دفعہ اتنا شدید تھا۔ وہ اس کے برابر بیٹھ کر اس کے ہاتھ ملنے لگی۔۔ انابیہ نے اپنا کپکپاتا ہوا ہاتھ سینے پر رکھا اسے سانس نہیں آ رہا تھا۔۔ اس کے سینے میں تکلیف ہو رہی تھی اور پسینہ تھا جو پانی کی طرح بہے جا رہا تھا۔۔ اس نے ایک ہاتھ سے ردا کا ہاتھ سختی سے پکڑا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے بیڈ شیٹ کو جکڑ رکھا تھا۔

"آپی۔۔ آپ نے میڈیسن کیوں نہیں لی تھی؟" ردا نے سونے سے پہلے اسے دوائی لینے کو کہا تھا مگر اس نے نہیں لی اور بغیر دوائی کے ہی سو گئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں سب کچھ اس کے سامنے دھندلانے لگا۔اس کا سر چکرا رہا تھا اور اگلے ہی لمحے اندھیرا چھانے لگا۔سب کچھ گول گول گھوم رہا تھا اور دیکھتے دیکھتے ہی وہ بیڈ پر پیچھے کی طرف ہو کر گر گئی۔۔

"آپی۔۔"ردا پورا زور لگا کر چیخی تھی۔۔وہ آگے ہو کر پھر سے اسے جھنجھوڑنے لگی۔۔انابیہ بیہوش ہوئی تھی اور ردا کی رنگت سفید پڑ گئی تھی۔وہ برق رفتاری سے کمرے سے بھاگی اور سیدھا عالیان کے کمرے میں گئی۔

اس بار اس نے دروازے پر دستک نہیں دی کیونکہ وہ لاکڈ نہیں تھا۔عالیان سیدھی طرف کروٹ لیے سو رہا تھا۔

"عالیان اٹھیں پلیز اٹھیں۔۔"وہ اس کے سر پر کھڑی اس کا بازو ہلانے لگی اتنے زور سے کہ عالیان ہڑبڑا کر اٹھا۔

"کون ہے؟؟"کمرے میں مکمل اندھیرا تھا اسی لیے اسے اپنا ساتھ کھڑا وجود پہچاننے میں مشکل ہو رہی تھی۔۔

"آپی۔۔آپی بیہوش ہو۔گئی ہے۔۔۔"وہ مسلسل روتے ہوئے ہدھکیاں بھر بھر کے بول رہی تھی۔" جلدی کریں نا۔۔"اس نے اس کو بازو سے کھینچتے ہوئے چیخ کر کہا۔عالیان کی نیند ایک سو پچاس کی سپیڈ سے بھاگی تھی۔وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا چابی اور موبائل اٹھایا اور ردا کا ہاتھ پکڑے کمرے سے نکل کر انابیہ کے پیچھے بھاگا۔۔

ہسپتال کی چمکتی ہوئی راہداری سنسان معلوم ہو رہی تھی۔اتنی خاموشی میں وہ کرسی پر سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی تھی۔ تبھی اسے اپنے قریب کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔اس نے تیزی سے سر اٹھا کر دیکھا وہاں عالیان کھڑا تھا۔اس کے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی جو اس نے ردا کی طرف بڑھائی ہوئی تھی اور وہ اس بوتل کو اگنور کرتی کھڑی ہو گئی۔

"وہ کیسی ہیں؟؟ آپ کی ڈاکٹر سے بات ہوئی؟؟ بتائیں نا۔۔" وہ پر امید سی اسے دیکھتی گئی۔ عالیان نے ایک پل کے لیے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں میں جھانکا۔

"ان دونوں بہنوں کے پاس آنسوؤں کا خزانہ ہے۔۔" یہ بات وہ اس کے منہ پر نہیں بول سکتا تھا فلحال تو بلکل بھی نہیں۔۔ "اب یہ آنکھیں کتنے آنسو بہائیں گی؟؟" وہ گہرا سانس بھر کر بیٹھ گیا۔ ردا منتظر سی اسے دیکھے گئی۔

"وہ ٹھیک ہے لیکن ابھی ہوش میں نہیں ہے۔۔" اس سے پہلے ردا کا ضبط جواب دے جاتا اس نے جواب دینا ہی مناسب سمجھا تھا۔ "کب سے ہو رہا ہے یہ سب؟؟" اس نے پوچھتے ساتھ اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ ردا اپنے ہاتھوں سے اپنے بازو ملتے بیٹھ گئی۔ وہاں بہت ٹھنڈ تھی اتنی کہ شاید برداشت کرنا مشکل تھا کم از کم اس حال میں جب وہ صرف ایک قمیض شلوار اور دوپٹہ پہنے ہوئی تھی۔ ساتھ والا بھی انسان ہی تھا اسی مٹی سے بنا تھا جس سے ہر انسان بنایا گیا تھا اور وہ بھی ایک شرٹ اور ٹراؤزر میں تھا خیر ٹھنڈ اسے بھی لگ رہی تھی لیکن وہ ظاہر نہیں کر رہا تھا۔

"جب سے ماما بابا کی ڈیتھ ہوئی ہے۔۔ انہیں تقریباً ہر رات ہی ایسے پینک اٹیک آتے رہتے ہیں۔۔ دوائی لیتی تھی تو ٹھیک رہتی تھیں۔۔" وہ اب اپنے ہاتھوں کو آپس میں مل کر تھوڑی گرمائش حاصل کر رہی تھی۔۔

"تو تم نے کبھی مجھے کیوں نہیں بتایا؟؟" وہ عام سے انداز میں بولا تھا۔

"آپی نے منع کیا تھا۔ سوائے میرے اور منو کے اور کوئی نہیں جانتا تایا ابو بھی نہیں۔۔"

"ردا وہ اتنی تکلیف میں تھی تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا میں اس کا علاج کرواتا۔۔" اب کی بار وہ نہایت خفگی سے بولا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میں نے ان سے علاج کا کبھی نہیں کہا ہو گا۔۔" وہ الٹا اس پر خفہ ہونے لگی۔۔" وہ نہیں مانتی تو کیا کروں۔۔ایک دفعہ علاج کروایا تھا۔۔وہ دوائیوں میں اتنا ناغہ کرتی ہیں۔۔"

"وہ خود سے اتنی بڑی جنگ لڑ رہی ہے اور مجھے دیکھو جسے کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔۔"اس نے بہت افسوس سے اپنے گھٹنے پر مارتے ہوئے کہا تھا۔۔ پھر ان دونوں کے درمیان مکمل خاموشی رہی کچھ ہی دیر بعد ایک نرس باہر آئی۔

"ان کو ہوش آگیا ہے اور وہ مسلسل روئے جا رہی ہیں۔۔ شاید آپ ردا ہیں وہ آپ کو بلا رہی ہیں۔۔"نرس نے اس کی حالت کی اطلاع دی تو ردا بھاگتے ہوئے روم میں گئ تھی جہاں تھوڑی دیر پہلے اسے شفٹ کیا گیا تھا۔۔ عالیان بھی اس کے پیچھے گیا تھا۔

"آپ خود کو اس تکلیف سے رہا کیوں نہیں کر دیتی آپی۔۔آپ خود کو خود ہی ٹھیک کر سکتی ہیں۔۔" ردا اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں دبائے بلکل اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھی تھی۔۔وہ اب رو نہیں رہی تھی لیکن اس کی آنکھیں مکمل سوجی ہوئی تھیں۔ چہرے کی رنگت پیلی پڑ رہی تھی۔اس کے ایک ہاتھ میں اب بھی ڈرپ لگی ہوئی تھی۔۔عالیان صوفے پر بیٹھا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔

"تو دعا کرو مجھے موت آجائے۔۔" وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔

"انف از انف انابیہ۔۔ کوئی کوئی وقت قبولیت کا ہوتا ہے یار۔۔"اس کی مایوس کن بات سن کر عالیان غصے سے بول کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ساتھ پڑی ایک کرسی کھینچ کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔

"مجھے بتاؤ آخر کیا بات ہے کس بات نے تمہیں اتنا کمزور بنا دیا ہے۔۔" وہ اب کی بار نرمی اور فکر مندی سے بولا تھا۔۔

"میں مضبوط ہی کب تھی۔۔ میں ہمیشہ سے ڈرپوک اور کمزور لڑکی رہی ہوں۔۔ میں کبھی کچھ کر ہی نہیں سکتی۔۔ پتہ نہیں میں مر کیوں نہیں جاتی آخر۔۔ مجھے اس سب سے رہائی چاہیئے عالیان۔۔ مجھے ماما جان کے پاس جانا ہے۔۔ میں بزدل بن کر نہیں رہنا چاہتی اس دنیا میں۔۔ مجھے سکون چاہیئے۔ مجھے ماما جان کا حصار چاہیئے۔۔ میں ان کے پاس جا کر بہت رونا چاہتی ہوں بہت زیادہ۔۔" وہ اب کی بار پھر سے رونے لگی تھی۔

عالیان بے طرح سے حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا اسے کم از کم انابیہ سے ایسی باتوں کی توقع بلکل بھی نہیں تھی اور اس کی اس بڑھتی مایوسی کو دیکھ کر وہ تو جیسے افسوس ہی کر سکتا تھا۔

"یہ تم بول رہی ہو انابیہ تم؟" وہ جیسے بے یقین سا اسے دیکھتا رہا۔ "تم وہ لڑکی ہو جس نے خالہ اور چچا جان کے جانے کے بعد اپنی بہنوں کو سنبھالا۔ تم وہ لڑکی ہو جس نے میرے معزور باپ کو اتنے سال سنبھالا۔۔ تم وہ لڑکی جس نے این۔جے کو اتنا اوپر پہنچا دیا کہ اس کا کوئی مقابل نہیں ہے۔۔ تم وہ لڑکی ہو جو سب کی ڈھال بنی رہی ہو۔۔ تم اپنے گھر کا مرد بنی رہی ہو۔۔ تم خود کو کمزور کہہ رہی ہو؟؟" وہ تھوڑا رکا۔۔انابیہ نے اپنے چہرے پر گرتی لٹوں کو روتے ہوئے کان کے پیچھے اڑس کر ایک باپھر اسے دیکھا۔

"میری غیر موجودگی میں تم نے وہ سب کیا جو میں کبھی نہ کر سکتا۔۔ مجھ میں تو کیا کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے جتنی تم میں ہے۔۔ اگر کسی کو مرنا چاہیے تھا تو وہ میں تھا جو کبھی تم لوگوں کی ڈھال نہیں بن سکا کبھی تم لوگوں کے کام نہیں آسکا۔ غلط کاموں میں ملوث ہو کر میں نے خود کو تم لوگوں سے دور کر دیا جس کی سزا اللہ نے مجھے دی ہے۔۔ اگر میں مایوس نہیں ہوا تو تمہیں کس بات نے اتنا مایوس کر دیا کہ تم موت کی دعا کرتی ہو؟؟"

وہ اسے بہت نرمی سے ڈانٹ رہا تھا اور وہ نم آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔۔

"میں ایک لڑکی ہوں اور مجھے ہمیشہ اپنے لڑکی ہونے پر افسوس رہا ہے۔۔ تم تو نہیں تھے خود مصیبت میں تھے میں تو تھی نا یہاں اور یہ بھی جانتی تھی کہ میرے ماں باپ اور تائی جان کا قتل ہوا ہے۔۔ میں نے کیا کیا؟؟ ہاں

کیا کیا میں نے۔۔ میں انہیں انصاف نہیں دلا سکی۔۔ میں کچھ نہیں کر سکی۔۔ بس ہر رات یہ سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹنے پر آجاتا ہے۔۔ میں مریض بن گئی ہوں اور اس کا علاج کہیں نہیں ہے۔۔ میں کوئی رات سلیپنگ پلیز کے بغیر سو نہیں سکتی۔۔ ہر دو یا تین راتوں کے بعد مجھے پینک اٹیک آتے ہیں۔۔ تم بتاؤ مجھے زندہ رہنے کا حق ہے؟؟ وہ وقت دور نہیں ہے جب میں پاگل کہلائی جاؤں گی۔۔ میں ایک ہاری ہوئی لڑکی ہوں عالیان مان لو۔۔۔" اب کی بار وہ اونچی اور درد بھری آواز میں بولتی جارہی تھی۔ ردا اپنی بہن کی حالت دیکھ کر ایک بار پھر سے آبدیدہ ہو گئی۔

"میں سب ٹھیک کر دوں گا۔۔ میں تم دونوں سے وعدہ کرتا ہوں انابیہ مجھے جب موقع ملے گا۔۔ میں جہانزیب کو تمہارے قدموں میں لا کر پھینک دوں گا۔۔ مجھے تم دونوں کے ساتھ کی ضرورت ہے۔۔ ایسا ہی رہا تو مجھے ہمت کون دے گا۔۔ پلیز۔۔" اس نے آگے ہو کر اس کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔۔" ڈپریشن کی دنیا سے نکل آئو انابیہ۔۔ اس وقت ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ کی بہت ضرورت ہے۔ ایسے ہی ہار مانتی رہو گی تو کیسے چلے گا۔۔"

"مجھے اس سے بدلہ لینا ہے۔۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں جیسے کسی بچے کی طرح ضد کرتے ہوئے بولی تھی۔

"ہم لیں گے۔۔ لیکن ابھی نہیں۔۔ ہمیں اس وقت صبر سے کام لینا ہے۔۔ میں جزبات میں آکر تم لوگوں کی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔۔ تم آج سے سونے کی دوائیاں نہیں لو گی۔۔ تم بغیر سوچوں کے بغیر ڈپریشن کے بغیر دوائیوں کے سو گی۔۔ سمجھی تم۔۔" عالیان اسے سمجھا رہا تھا اور وہ اس کی ہر بات پر سر ہلاتی رہی۔۔

"اس کی ساری دوائیاں مجھے اپنے کمرے میں چاہیے۔۔" اس نے تحکمانہ انداز سے ردا کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"مگر۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔۔اسے خود کو مضبوط بنانا ہوگا اور جو لوگ دوائیوں پر زندہ رہتے ہیں وہ کمزور لوگ ہوتے ہیں۔یہ وقت خود کو مضبوط بنانے کا ہے۔۔اپنی کمزوریوں سے تمہیں خود لڑنا ہوگا اور اس کے لیے کوئی ڈاکٹر کوئی حکیم تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔۔"انابیہ نے مسکراتے ہوئے اس کی بات پر سر ہلایا۔اسے یہی تو چاہیئے تھا کوئی ایسا شخص جو اسے موٹیویٹ کرے اسے ہمت دے۔انسان کو دوائیوں سے زیادہ مضبوطی کی ضرورت ہوتی ہے اور عالیان جیسے ایک دوست کی بھی۔

اگلی صبح وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ گئ۔اس نے گردن موڑ کر اپنی دوسری طرف دیکھا۔ردا وہاں نہیں تھی۔ پھر اس نے سامنے گھڑی میں وقت دیکھا۔ابھی بس نو ہی بجے تھے یعنی سب ناشتے کے لیے اکٹھے ہوں گے۔ وہ لوگ تقریباً فجر کے قریب گھر واپس آئے تھے اور ردا نے ہی اس سے کہا تھا کہ صبح جلدی اٹھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بہتر ہے کہ وہ آرام کرتی رہے لیکن انابیہ بھی ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتی تھی۔وہ فوراً بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور اگلے ہی لمحے اس کا سر چکرایا اور وہ پھر سے بیٹھ گئ۔اس نے بیٹھے بیٹھے تین چار گہرے سانس لیے اور کمرے میں موجود کچھ چیزوں پر فوکس کرنے کی کوشش کی۔اس کی نظریں سامنے پڑے ایکویریم میں تیرتی مچھلیوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔۔۔کہتے ہیں مچھلیوں کو دیکھنے سے اعصاب کو سکون ملتا ہے۔تھوڑی دیر بعد وہ پھر اٹھ کھڑی ہوئی اب وہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔اٹھتے ساتھ اس نے اپنے کھلے بالوں کو ایک جوڑے کی شکل میں باندھا اور واشروم کی طرف چل دی۔تھوڑی دیر بعد وہ نکلی اور قد آور آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔اس کے چہرے سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔کپڑے بھی وہ تبدیل کر چکی تھی۔مسٹرڈ کلر کی سادی سی قمیض شلوار پہنے اور ہم رنگ دوپٹے کو بس سرسری سا حجاب کی

طرز میں سر پر لپیٹے وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی۔ سیڑھیوں کی شروعات میں ہی اس نے نیچے کھڑے ایک شخص کو دیکھا جو اس کی طرف پشت کیے کھڑا کھلے بیرونی دروازے کے پار جھانک رہا تھا۔ ایک پل کے لیے اس کے قدم رکے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ بے یقینی کی حالت میں سیڑھیاں اترتی گئی۔

اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس کرتے ہی کبیر نے گردن گھما کر دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور اگلے ہی لمحے وہ ہلکا سا مسکرایا۔۔ کیا اس پر رات والی میڈیسن کا اثر تھا یا وہ ہوش میں نہیں تھی یا جو سامنے کھڑا تھا وہ اس کا وہم تھا یا پرچھائی جسے وہ ہاتھ لگائے گی اور وہ غائب ہو جائے گا۔

"اب تمہاری طبیعت کیسی ہے ؟؟" کیا کوئی تھا جو اسے ایک چٹکی کاٹتا۔۔ اسے جھنجھوڑ کر نیند سے جگاتا۔۔ اسے بتاتا کہ انابیہ تم خواب دیکھ رہی ہو اب جاگ جائو۔۔۔ وہ بس ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے گئی۔ کبیر نے ہاتھ اٹھا کر ہوا میں ایک چٹکی بجائی اور وہ جھر جھری لے کر حال میں آئی۔۔

"کیا ہوا؟؟ طبیعت کیسی ہے اب ؟؟" اسے بتائو کہ اس کا صرف یہاں آجانا ہی کافی تھا۔ حال احوال پوچھ کر سامنے کھڑی لڑکی کو ہارٹ اٹیک دینا ضروری ہے کیا؟؟

"ٹھیک نہیں بھی تھی تو اب بلکل ٹھیک ہوں۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اب۔۔ اب ایسا کیا ہوا؟" اس کے انداز میں شرارت تھی نہیں بھی تھی تو انابیہ کو ضرور محسوس ہوئی تھی۔۔

"تم اچھے سے جانتے ہو۔۔"

"نہیں میں نہیں جانتا۔۔" وہ مکر گیا اور وہ ہنس دی۔

"تمہیں کس نے بتایا میری طبیعت کا؟" اس نے فوراً سے پوچھا تھا۔

"میں نے۔۔" جواب کہیں اور سے آیا تھا۔ دونوں نے بیک وقت گردن گھما کر دیکھا جہاں عالیان لونگ روم کی چوکھٹ سے ٹیک لگائے سینے پر بازو لپیٹے کھڑا انہیں مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

"بھئی میں نے سوچا کل رات ہم نے اتنی پریشانی سے گزاری ہے تو جس کا تمہارے لیے سب سے زیادہ حق ہے پریشان ہونے کا اسے کیسے بخشا جائے۔۔" وہ ان دونوں کو چھیڑنے کی مکمل تیاری کر کے آیا تھا۔ "اور دیکھو کیسے دوڑا دوڑا چلا آیا۔۔" کبیر نے بڑی تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ قدم اٹھاتا ان کے ساتھ سے ہو کر کچن کی طرف چلا گیا۔

"یہ پاگل ہے۔۔" انابیہ نے اس کے جاتے ہی کہا تھا۔۔

"واقعی۔۔" کبیر نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔۔ "خیر تم آج کے دن آرام کرو آفس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اور ڈیڈ سنبھال لیں گے۔۔"

"مت کرو اتنی پرواہ کل کو وہی اکھڑ مزاج کبیر بن گئے تو۔۔" وہ جیسے منت کرتے ہوئے بولی۔۔

"میں اب بھی وہی اکھڑ مزاج کبیر ہی ہوں۔۔ زیادہ مت سوچو انسانیت اور بزنس پارٹنر کی حیثیت سے پوچھنا میرا فرض تھا۔۔" اب کی بار اس کا انداز ویسا ہی تھا جیسا روزانہ ہوتا تھا۔ انابیہ کی آنکھیں اب پوری کھل گئی تھیں اور وہ نیند سے جاگ گئی تھی۔۔ خواب ٹوٹ گیا اور حقیقت سامنے تھی۔

پورا کچن اس وقت پراٹھوں کی مہک سے جی اٹھا تھا اور یہی خوشبو عالیان کو یہاں تک کھینچ لائی تھی۔ اندر آتے ہی اس نے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو اس کی طرف پشت کیے بڑے مزے سے پراٹھے بنانے میں مصروف تھی۔ وہ قدم اٹھاتا بلکل اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا اور سیدھا ہاتھ بڑھا کر اسے نے پراٹھا توڑنے کی کوشش کی تبھی ردا نے گرم گرم چمٹا اس کے ہاتھ پر مارا تھا۔

"آئوچ یار۔۔ کتنی بدتمیز ہو تم۔۔" چمٹے کی تپش ہاتھ پر پڑتے ہی اس نے برق رفتاری سے اپنا ہاتھ پیچھے کیا تھا۔

"تو آپ کو کس نے کہا بدتمیز کے پراٹھے کو ہاتھ لگائیں؟" وہ کاٹ کھانے والے انداز میں بولی تھی۔

"چیک کر رہا تھا کہ کیسا بنایا ہے تم تو بجائے پراٹھے کے مجھے ہی کھانے لگی ہو۔۔" ردا نے ہونہہ کرنے کے انداز میں اسے دیکھا اور دوبارہ بیلن کی طرف متوجہ ہو گئ۔۔ عالیان وہیں کھڑا اسے روٹی بیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بڑے سلیقے سے سلیوز پیچھے کی طرف فولڈ کر رکھے تھے اور بیلن پر اپنی مضبوط گرفت رکھتے ہوئے اس نے ہمیشہ کی طرح بہت ہی گول روٹی بیلی تھی۔

"اب کیوں کھڑے ہیں میرے سر پر جائیں یہاں سے مجھے کام کرنے دے۔۔" وہ خاصا تپ کر بولی تھی۔

"میں۔۔ میں پراٹھے بنانا سیکھ رہا ہوں۔۔" کوئی بات نہیں بنی تو اس نے یہی بول دیا۔ ردا نے نظریں اٹھا کر عجیب طرح سے اسے دیکھا اور سر جھٹک کر روٹی توے پر ڈالنے لگی۔۔

"پھر اپنی بیوی کے لیے بنایا کروں گا۔۔" وہ بڑے مزے سے بولا تھا۔۔ جس کے جواب میں اسے ردا کا زوردار قہقہہ سنائی دیا تھا۔

"آپ کے ہاتھ کے سڑھے ہوئے پراٹھے دیکھنے سے پہلے آپ کی بیوی اندھی ہو جائے تو بہتر ہے۔۔" اس نے ہنستے ہنستے کہا تھا۔

"کیوں خود کو بددعائیں دے رہی ہو لڑکی۔۔ کل بھی کہا تھا کوئی کوئی وقت قبولیت کا ہوتا ہے۔۔" اس کی ہنسی جھٹ سے غائب ہوئی تھی لیکن نظریں اٹھا کر اس نے عالیان کو دیکھنے کی ہمت نہیں کی تھی اور اس کی یہ خاموشی عالیان کو بہت پیاری لگی تھی۔ مشرقی لڑکیاں جب شرماتی ہیں تو بس خاموش ہو جاتی ہیں۔ وہ مدھم سا مسکرا کر وہاں سے چلا گیا وہ اس کا زیادہ امتحان نہیں لینا چاہتا تھا۔

جہازی سائز بیڈ پر ایک بڑا سا لکڑی کا صندوق منہ کھلا پڑا ہوا تھا جس کے سامنے بیٹھا سفید داڑھی اور سفید بالوں والا عمر رسیدہ شخص اس میں جھانک جھانک کر چیزیں نکال رہا تھا۔۔ گاڑیاں، لکڑی کے بنے گھوڑے، جہاز۔۔ ایک ایک کر کے وہ ہر چیز نکال کر اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھتا اور بیڈ پر رکھتا جاتا۔ وہ اس کے بچوں کے بچپن کے کھلونے تھے جو وہ خود ان کے لیے لایا کرتا تھا اور وہ خوشی سے پاگل ہو جایا کرتے تھے لیکن پھر وقت نے اس کے دونوں بیٹوں کو اس سے دور کر دیا اتنا کہ چاہ کر بھی اس شخص نے انہیں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی ان سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔ بس تھوڑی دیر کے لیے یہ صندوق نکال کر ان کی تصویریں اور کھلونوں کو دیکھ کر بہت روتا تھا باپ جو ٹھہرا۔۔ عالم خان کو اب بھی اپنے انھی دونوں بیٹوں پر غصہ تھا نہ وہ جہانزیب کے ویری بنتے نہ یہ سب ہوتا۔۔ ان کی نظر میں جہانزیب کا رتبہ اور عزت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ اس نے اکیلے ہی سب کچھ سنبھالا ہوا تھا۔ وہ اپنے باپ کا اس عمر میں بھی بہت خیال رکھتا تھا۔۔ وہ ہمیشہ احمد اور ناصر کی خالی جگہ کو پر کرنے کی کوشش کرتا تھا اور کبھی کبھار تو ان کو یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ ان کے دو بیٹے اور بھی اسی دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ وہ خوش تھے اور آگے بھی رہتے اگر سچائی پر سے پردہ نہ ہٹتا۔۔

دفعتاً ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔۔ وہ تیزی سے ساری چیزیں اٹھا اٹھا کر واپس صندوق میں ڈالنے لگے۔۔ دستک دوبارہ ہوئی۔۔ اب کی بار انہوں نے صندوق کا منہ بند کیا اور دروازے کے اس پار کھڑے شخص کو اندر آنے کی اجازت دی۔۔ دروازہ کھلتے ہی ان کی نظروں نے وہاں شالا کو کھڑا دیکھا جو مسکراتے ہوئے اب اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔۔

"آ جاؤ شالا۔۔ بڑا وقت گزر گیا تمہاری شکل دیکھے ہوئے۔۔ کتنے کمزور ہو گئے ہو تم۔۔" وہ بلکل بھی ویسا رعبدار چہرے اور چوڑی جسامت کا مالک نہیں رہا تھا جیسے وہ پہلے ہوا کرتا تھا۔ اس سب کے برعکس اب وہ نہایت کمزور جسم کا مالک تھا۔۔ چہرا اترا ہوا، رنگت بھی پھیکی تھی اور آنکھوں کے گرد حلقے بہت سیاہ تھے۔۔

"بس سائیں گائوں سے آج ہی واپس آیا تو سوچا آپ سے مل لوں۔۔" اس نے بہت ہی عام سے لہجے میں کہا۔

عالم خان بیڈ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

"آواز بھی بہت کمزور لگ رہی ہے۔۔ خیر اچھا کیا آ گئے۔۔ آئو یہاں بیٹھو۔۔" وہ چلتے چلتے صوفے پر جا بیٹھے اور وہیں کچھ دور کھڑے شالا کو بھی بیٹھنے کو کہا تو وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ان کے سامنے جا بیٹھا۔۔

"گائوں میں تو سب ٹھیک ہے نا؟؟" انہیں کچھ تو شک تھا اور ایسا شالا کا اترا ہوا چہرہ بتا رہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے سائیں۔۔" وہ مختصراً بول کر تھوڑا رکا۔۔ "مجھے کینسر ہے سائیں۔۔" عالم خان کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔۔ تو اس کی کمزوری کی وجہ اس کی بیماری تھی۔

"سن کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تمہیں اس بیماری سے نجات دے۔۔" وہ دعا دے کر تھوڑا ٹھہرے۔

"جہانزیب نے تو مجھے ایسا کچھ نہیں بتایا۔۔ میں نے پوچھا بھی تھا اس سے تو جواب میں اس نے کہا تم گائوں جانا چاہتے تھے۔۔ بعد میں بھی کوئی زکر نہیں کیا اس نے۔" ان کی اس بات پہ وہ تلخی سے مسکرایا۔

"سائیں یہ تو ہماری فطرت میں شامل ہے کہ جب کسی شخص سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں رہتا تو دن بھر اس کا ذکر کرنا ہمیں اپنے وقت کا ضیاع لگتا ہے۔۔" ماحول میں ایک تلخی سی گھل گئی تھی۔ شالا کی باتیں تو جیسے ان کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ وہ ایسی باتیں کیوں کر رہا تھا خود سے اندازہ لگانا ان کے لیے مشکل تھا۔

"جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ایسی سوچیں ہمارے گرد گردش کرنے لگتی ہیں۔۔ زیادہ مت سوچا کرو شالا تم جلد صحت یاب ہو جائو گے۔۔"

"جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ہی لوگوں کے اصل چہرے ہم پر واضح ہوتے ہیں سائیں۔۔۔"اس نے کہتے ہوئے ایک نظر اٹھا کر عالم خان کی آنکھوں میں دیکھا وہ ناسمجھی سے اسے دیکھے جا رہے تھے۔

"ہر رات میں تکلیف سے گزرتا ہوں اور یہی لگتا ہے کہ آج رات میری آخری رات ہے۔۔ ہر دن مجھے لگتا ہے آج کا دن میرا اس دنیا میں آخری ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔۔ مجھے موت نہیں آرہی سائیں لگتا ہے مجھ جیسے گناہگار شخص سے موت بھی بیزار آچکی ہے۔۔"اس کی آنکھوں سے پانی ٹپکنے لگا تھا۔اتنا تو عالم خان پر واضح ہو ہی گیا تھا وہ صرف اپنی سنانے نہیں آیا تھا وہ ضرور ان سے کچھ ضروری کہنے آیا تھا۔ شالا ان ملازموں میں سے نہیں تھا جو مالک کو اپنے دکھڑے سنانے آتے ہیں۔

"سائیں میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔۔"بلآخر وہ مدعے پر آرہا تھا۔

"پوچھو۔۔"

"آپ نے کبھی احمد اور ناصر سائیں کو ڈھونڈنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟؟"اس کے سوال پر عالم خان نے گہرا سانس بھرا۔

"میں کیسے ڈھونڈتا انہیں۔۔۔انہوں نے میرا دل دکھایا ہے اگر انہیں احساس ہوتا تو لوٹ آتے۔۔ وہ ضرور اپنی زندگیوں میں خوش ہوں گے۔ باپ کو کس نے یاد رکھنا ہے۔۔"ان کے لہجے میں سخت شکایت تھی۔ وہ کس قدر بدگمان کر دیے گئے تھے۔

"خوشی ان کا حق تھی۔ وہ خوش رہتے سائیں بہت خوش رہتے اگر ہم نے انہیں خوش رہنے دیا ہوتا۔۔"اس نے نہایت افسوس سے کہا تو عالم خان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔"ہم نے تو انہیں تباہ کر دیا سائیں۔۔ ہم نے تو ان کی ساری خوشیاں ان سے چھین کر انہیں خالی ہاتھ چھوڑ دیا۔۔"اس کے آنسوؤں کی رفتار تیز ہوتی گئی۔۔ یہ اس کے ندامت کے آنسو تھے۔ عالم خان کے کان جیسے سائیں سائیں ہونے لگے۔

"آپ اپنے آنگن میں سالوں ایک آستین کا سانپ پالتے رہے سائیں جو پیار پیار میں آپ کو ڈستا چلا گیا اور آپ کو پتہ تک نہیں چلا لیکن اب آپ کو اس زہر کا احساس ہو گا جو وہ آپ کے وجود میں بھرتا چلا گیا اب آپ پر اس زہر کا اثر ہو گا سائیں اور آپ سے برداشت نہیں ہو گا۔۔"

"کس کی بات کر رہے ہو؟؟" ان کی آواز میں واضح کپکپاہٹ دی۔

"آپ کا بیٹا جہانزیب۔۔ جسے کبھی آپ سے محبت نہیں تھی۔۔ اسے صرف اس محل سے محبت تھی اس بادشاہت سے محبت تھی گدی سے محبت تھی۔۔ جس کے لیے اس نے سب پہلے ابرار سائیں (عالم خان کا چھوٹا بھائی) کو راستے سے ہٹایا تھا۔۔" اور یہ وہ وقت تھا جب عالم خان کو اپنے ہی کمرے میں اکتاہٹ ہونے لگی۔۔ ہر طرف سے گھٹن نے انہیں آگھیرا۔۔ اپنے کرتے کے اوپری بٹن کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے کھول کر انہوں نے سانس لینے کی کوشش کی۔

"مجھے۔۔ مجھے میرے بیٹوں سے ملنا۔۔ ہے شالا۔۔"

"کون سے بیٹے سائیں؟ کون سے بیٹے؟؟ احمد؟؟ وہ تو مارا گیا۔۔" یہ ایک ایسا جملہ تھا جس نے ان کے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔۔ "اور ناصر۔۔ وہ تو زندہ ہو کر بھی مردہ ہے۔۔" وقت رک گیا۔۔ سانس رک گیا۔۔ اور عالم خان کو لگا وہ زندہ زمین میں گاڑھ دیا گیا ہے۔

"میں تھا اس دن ٹرک میں۔۔ میرے ان ناپاک ہاتھوں میں تھا اس ٹرک کا اسٹیئرنگ۔۔" اس نے ہوا میں دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں افسوس اور ملامت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔ "میں نے موڑا تھا ٹرک ان کی جانب اور پھر۔۔" وہ بولتے بولتے رک گیا۔۔ "پھر ان کی گاڑی سیدھا آکر اس ٹرک میں گھستی چلی گئی۔۔" عالم خان نے آنکھیں پوری کھول کے گہرا سانس لیا اور کرب سے آنکھیں بند کر گئے۔۔ وہ منظر جو انہوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا وہ ان کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔

"میں نے سنی تھی انکی چیخیں سائیں۔۔۔" وہ پھٹ پڑا۔۔ "وہ ہار گئے سائیں اور آپ کا بیٹا جہانزیب جیت گیا۔۔" وہ روتا چلا گیا۔۔ اور وہ خاموشی سے بیٹھے رہے۔۔ اگر یہ سب کچھ ان سے کوئی اور کہتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتے لیکن سامنے بیٹھا شخص جہانزیب کا سب سے قریبی تھا اور مرنے والا تھا۔۔ مرنے والے جھوٹ نہیں بولتے۔۔ انہیں یقین کرنا پڑ گیا۔

"مجھے سزا دیں۔۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے مار دیں سائیں۔۔ میرے لیے جہنم کی آگ تیار کر دی گئ ہے۔۔" وہ رو رو کر ان سے ہاتھ باندھے التجا کر رہا تھا مگر وہ تو کچھ بولنے کے قابل رہے ہی نہیں تھے۔ سب سے زیادہ گنہگار تو وہ خود کو سمجھ رہے تھے۔۔ وہ تھے بھی۔۔

"میرے جیسا شخص کسی کو کیا سزا دے گا شالا تمہیں قدرت نے سزا دے دی ہے۔۔ اب مجھے اپنی اور جہانزیب کی سزا کا انتظار ہے۔۔" کچھ دیر بعد کمرے میں خاموشی چھا گئ۔ سچائی تو کھل گئ تھی۔۔ سارا منظر جو کب سے دھندلایا ہوا تھا اب واضح ہو گیا تھا۔۔ اب کیا رہ گیا تھا بولنے کو؟ اب کیا رہ گیا تھا کرنے کو؟

تو کرو دل کھول کر ماتم۔۔

کرو دل کھول کر پچھتاوا۔۔

جابر حسن نے گاڑی ایک چھوٹے سے گھر کے سامنے روکی۔ یہ اس کا وہ گھر تھا جس میں وہ کبھی کبھار جولیٹ کے ساتھ آتا تھا۔ جولیٹ اس کی گرل فرینڈ تھی۔ ورنہ زیادہ تر وہ اپنے دوسرے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔ آج کی رات بھی اس نے اپنے دوسرے گھر میں ہی گزارنی تھی لیکن اس کا کچھ ضروری سامان یہاں اس گھر میں تھا جو اسے چاہیئے تھا اسی لیے چلا آیا۔ ابھی اس نے جیب سے چابی نکال کر دروازے کی

طرف بڑھائی ہی تھی کہ وہ ہکا بکارہ گیا۔ دروازہ لاک نہیں تھا بلکہ ہلکا سا کھلا بھی تھا۔ بجائے اندر جانے کے وہ وہیں ششد کھڑا رہا پھر تیزی سے جیب سے موبائل نکال کر ایک کال ملانے لگا۔۔ کال فوراً اٹھا لی گئی تھی۔

"جولیٹ تم گھر آئی تھی؟؟" اس نے فوراً سے پوچھا۔

"ہاں آئی تھی تم نہیں تھے اس لیے رکی نہیں۔۔" وہ چونگم چباتے ہوئے ڈرائیو کر رہی تھی۔

"میں نے منع کیا تھا میری غیر موجودگی میں یہاں مت آنا۔۔" وہ تیزی سے بھڑک اٹھا۔۔

"کیا ہو گیا ہے یار۔۔ میرے ڈائمنڈ کے ائیر رنگز روم میں رہ گئے تھے۔۔ تم جانتے ہو وہ بہت قیمتی ہیں۔۔"

"بکواس بند کرو۔۔ تم نے دروازہ لاک نہیں کیا۔۔ ایسی بھی کیا جلدی تھی؟ تم صبح کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔۔" وہ جتنا غصے سے بول سکتا تھا بول رہا تھا۔

"اوو۔۔ ایم سوری۔۔ میں۔۔"

"شٹ اپ۔۔ تم اچھے سے جانتی ہو یہاں تمہاری وجہ سے کوئی گارڈ بھی نہیں ہے۔۔ کتنی غیر ذمہ دار ہو تم۔۔ کل صبح چابی مجھے میرے ہاتھ میں چاہیے۔۔ غلطی کر دی میں نے تمہیں چابی دے کر۔۔" اس نے درشتی سے کہتے ہی فون کاٹ دیا۔ پینٹ کی پچھلی جیب سے اس نے ریوالور نکال کر اسے لوڈ کیا اور اندر جانے لگا وہ کسی قسم کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔۔ دروازہ کھلتے ہی سامنے راہداری تھی۔۔ وہ دبے دبے قدم اندر جا رہا تھا۔ راہداری کے اختتام پر لائونج تھا جو بلکل نارمل ہی لگ رہا تھا۔ دائیں ہاتھ پر اس کا کمرہ تھا اس نے جھٹ سے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ وہاں بھی کچھ مشکوک نہیں تھا۔ گہرا سانس بھر کے اس نے ریوالور اور فون ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے لگا۔ اس کی نظر پھر سے اپنے فون پر رکی۔ اگلے ہی لمحے اس کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔ شیطان کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا اور ایک اور کال ملانے لگا۔ اب وہ کافی پر سکون لگ رہا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں ہینگنگ چیئر پر بیٹھی لیپ ٹاپ پر کچھ ضروری کام کر رہی تھی تبھی اس کے پاس پڑا اس کا فون بجنے لگا۔ فون اٹھا کر اس نے دیکھا پھر سے ایک ان نون نمبر سے کال آ رہی تھی۔ پہلے تو اس کا دل کیا کال اٹھائے ہی نہ لیکن پھر کچھ سوچتے سمجھتے اس نے کال اٹھا لی۔۔

"کیسی ہو انابیہ میڈم۔۔ بڑے دنوں سے تمہارا حال نہیں پوچھا سوچا ایک کال تو بنتی ہے۔۔" وہی آواز انابیہ کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"ایک دفعہ مجھے بتا دو آخر تم کیا چاہتے ہو؟؟" اس نے لب بھینچتے ہوئے پوچھا تو اسے زوردار قہقہہ سنائی دیا۔۔

"مجھے جو چاہیئے وہ تو جب مل جائے گا تو بتاؤں گا۔۔ پہلے تم بتاؤ یہ کون ہے جو تمہارے لیے ہم سے لڑ رہا ہے؟" اس کے اس سوال پر وہ طنزیہ ہنس دی۔

"اسے جان گئے تو سب بھول جاؤ گے۔۔"

"ویل۔۔ تم مجھے ابھی جانتی نہیں ہو۔۔ اچھا ہے اب ذرا لڑنے میں مزہ آئے گا۔۔ ایک دفعہ وہ میرے سامنے آئے اسے مار کر اس کی لاش تمہارے گھر کے سامنے پھینک کر جاؤں گا۔۔" وہ چیلنجنگ انداز میں کہتے ہی فون کاٹ گیا۔ انابیہ کے چہرے کا رنگ ایک دم سے بدلا تھا۔ اس نے فوراً سے فرہاد کا نمبر ملایا تھا لیکن اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔۔ اسے اس کی فکر تھی۔۔

وہ اب جھک کر درازوں میں اپنی مطلوبہ چیزیں ڈھونڈ رہا تھا تبھی ایک زوردار جھناکے سے شیشہ ٹوٹنے کی آواز پر اس نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور نیچے زمین پر جھک گیا۔ وہ گہرے گہرے سانس لینے لگا پھر کچھ دیر میں اس نے سر اٹھا کر اپنے بائیں طرف دیکھا جہاں ایک بڑا سا پتھر گرا پڑا تھا اور پھر اس نے ڈرتے سہمتے گردن گھما کر اپنے پیچھے کھڑکی کو دیکھا جس کا شیشہ چکنا چور ہو گیا تھا۔ لمحے میں اسے سمجھ لگی کہ کسی نے کھڑکی سے ایک بڑا

پتھر اندر کمرے میں پھینکا تھا۔ وہ لرزتے ہوئے جسم کے ساتھ تیزی سے اٹھا اور فوراً سے اپنا ریوالور اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اب وہ ہلکے ہلکے قدم اٹھاتا اس کھڑکی کی طرف جا رہا تھا۔ تھوڑی اوٹ میں ہو کر وہ تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر اندھا دھند باہر کی طرف گولیاں برسانے لگا۔۔ تھک ہار کر اس نے پھر سے گہرا سانس لیا۔ اسی ثانیے میں اسے ایک اور آواز سنائی دی۔ اس نے گردن دروازے کی طرف گھمائی۔ کوئی باہر سے ڈور ناب کو گھمائے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے اچھے سے یاد تھا کہ وہ مین ڈور لاک کر کے آیا تھا۔۔ پھر کوئی اندر کیسے آسکتا ہے؟

"جولیٹ۔۔ کیا یہ تم ہو؟؟" اس کے لب نا چاہتے ہوئے بھی کپکپا رہے تھے۔۔۔ "یہ کیا مذاق ہے جولیٹ۔۔" اس نے ریوالور کو سامنے کی طرف تانا اور قدم اٹھاتا دروازے کی طرف جانے لگا۔ ڈور ناب پر حرکت رک گئی تھی۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بھاگا اور دروازہ کھول کر پھر سے گولیاں برسانے لگا۔۔ اب کی بار پھر سامنے کوئی نہیں تھا۔۔ اس کے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔۔ اس نے لائونج میں تقریباً ہر طرف نظریں گھمائی تھیں لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ تبھی اس نے گردن مین ڈور کی طرف گھمائی جو پورا کھلا ہوا تھا اور اس کے پار اندھیرا تھا مکمل اندھیرا۔۔ کوئی تھا جو اس کے گھر میں گھس چکا تھا۔ وہ راہداری کی طرف قدم اٹھانے ہی لگا تھا کہ اسے اپنے پیچھے سے ایک اور آواز آنے لگی۔ کوئی زور زور سے فرش پر بھاری چیز مار رہا تھا اور اب کی بار آواز سامنے والے کمرے سے آ رہی تھی۔ خوف کیا ہوتا ہے آج اس کے معنی سے وہ خود بری طرح آشنا ہوا تھا۔۔ خوف نے اسے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔۔ آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف آوازیں تھیں کبھی کیسی اور کبھی کیسی۔۔

"کون ہے یہاں؟؟ میں پوچھتا ہوں کون ہے؟؟" وہ اب اس کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تبھی کسی نے پیچھے سے بری طرح اس کی گردن کو زنجیر سے جکڑ لیا۔۔ اس کا سانس جیسے بند ہونے لگا تھا۔ ریوالور اس کے

ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا۔مقابل نے اپنی گرفت مزید سخت کی اتنی کی جابر کا منہ سرخ اور نیلا ہونے لگا۔وہ بمشکل اپنے آپ کو مسلسل چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مقابل کی گرفت بھی کمال کی تھی۔کچھ دیر وہ اور اسی حال میں رہتا تو ضرور مر جاتا لیکن اسے مرنا نہیں تھا کیونکہ وہ شخص اسے مارنا چاہتا ہی نہیں تھا۔اس نے فوراً سے زنجیر سے اس کی گردن آزاد کی اور وہ زور سے زمین پر اوندھے منہ گر گیا۔وہ شخص گھٹنوں کے بل اس تیز تیز سانس لیتے ہوئے وجود کے سامنے بیٹھ گیا۔جابر نے سر اٹھا کر گہرے سانس لیتے ہوئے اسے دیکھا اس کے چہرے پر فل ماسک تھا اور وہ زنجیر کو اپنے بازو پر لپیٹ رہا تھا۔۔

"کون ہو تم؟؟کیا۔۔کیا چاہتے ہو؟؟"وہ بمشکل بول پا رہا تھا۔۔لیکن جواب میں اسے صرف قہقہہ سنائی دیا۔ اس شخص نے دایاں ہاتھ سیدھا کر کے ہوا میں بازو کو ایک جھٹکا دیا تو اس کے ساتھ سے لپٹی زنجیر اس کے ہاتھ میں سانپ کی طرح لہرائی تھی۔یہ عمل صرف جابر کو ڈرانے کے لیے تھا۔۔تو کیا وہ اب اسے اس زنجیر سے پیٹے گا؟؟

"ڈرو مت۔۔میں اتنا ظالم نہیں ہوں۔۔"بالآخر وہ بولا۔۔پھر اس نے آس پاس لائونج کو دیکھا اور بیزاری سے سر جھٹک کر رہ گیا۔

"یو نو۔۔یہ جگہ مجھے کچھ اچھی نہیں لگی۔میری جگہ چلتے ہیں۔۔"اس نے چہرہ تھوڑا آگے جھکا کر مزے سے کہا۔۔تبھی سامنے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے تین بندے باہر نکلے۔۔ان سب کے چہرے بھی ماسک میں چھپے ہوئے تھے۔۔جابر کی آنکھیں مزید پھٹ گئی تھیں۔وہ بری طرح پھنسا تھا۔۔

"مجھے چھوڑ دو۔۔میں نے کیا بگاڑا ہے تم لوگوں کا۔۔"دو بندوں نے اسے بازو سے جکڑ کر اٹھایا۔وہ چیخ چیخ کر منتیں کر رہا تھا۔تیسرا شخص ایک رومال میں کچھ لگا رہا تھا۔جابر سمجھ گیا تھا اسے بیہوش کرنے کی تیاری کی جا رہی تھی۔

"مجھے جانے دو۔۔" وہ پھر سے التجائیہ انداز میں بولا۔۔وہ سوائے منتوں کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا وہ مکمل طور پر طور پر ان کے قبضے میں تھا۔۔وہ تیسرا شخص اب وہ رومال اس کے چہرے کے قریب لے گیا تھا جس کی بو سے فوراً اُس کا سر چکرانے لگا تھا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔

اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ ہر طرف منظر دھندلا دھندلا معلوم ہو رہا تھا اور سر میں بھی عجیب سا درد اٹھ رہا تھا۔ مسلسل ہلنے کی کوشش پر اسے معلوم ہوا کہ وہ کسی کرسی سے بندھا ہوا ہے۔ آنکھیں مکمل کھولنے پر اس نے آس پاس جگہ کو دیکھا جو اس کے لیے انجان تھی۔ وہ ایک سفید چمکتے ہوئے مکمل بتیوں سے جگمگاتے ہال نما کمرے میں موجود تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔۔

"کون ہو تم؟؟ مجھے یہاں اس طرح کیوں باندھا ہے؟ چاہتے کیا ہو مجھ سے؟؟" فرہاد کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے اس پر سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آیا اور اگلے ہی لمحے وہ اس کے بلکل سامنے کھڑا تھا۔ جابر نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔ اس کا چہرہ اب بھی فل ماسک سے چھپا ہوا تھا۔

"امید ہے تم مجھے زیادہ تنگ نہیں کرو گے۔۔" جابر نے دیکھا اس کے ہاتھ میں ریموٹ تھا لیکن کس چیز کا؟ وہاں آس پاس ایسا کچھ نہیں تھا جو ریموٹ سے چلتا ہو۔ تبھی اس نے اپنی کرسی پر غور کیا جس سے وہ بندھا ہوا تھا اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں۔ وہ کوئی عام چیئر نہیں تھی بلکہ ایک الیکٹرک چیئر تھی جس کے والٹیج کافی ہائی ہوتے ہیں اور ایک یا دو بار میں ہی انسان کا کام تمام کر دیتے ہیں۔

وہ انہی پھٹی نگاہوں سے سامنے اطمینان سے کھڑے شخص کو دیکھے گیا۔ فرہاد نے جب اس کے اڑتی رنگت اور اس کے چہرے پر پھیلے خوف کو دیکھا تو طنزیہ انداز سے ہنسا۔

"کیا کہا تھا تم نے انابیہ جی سے ؟؟" وہ ٹھوڑی پر ریموٹ رکھتے ہوئے جیسے سوچنے کے انداز میں بولا۔۔

"ہاں ! ! خوف۔ سب سے خوبصورت چیز خوف ہے لیکن کسی دوسرے کے چہرے پر اور آپ صرف اس کے خوف سے محظوظ ہو رہے ہوں۔۔" اس نے ہو بہو جابر کے الفاظ دہرائے۔۔ "ٹھیک کہا تھا تم نے۔ تمہارے چہرے پر پھیلے خوف سے میں بہت محظوظ ہو رہا ہوں۔۔ قسم سے۔۔۔" وہ تھوڑا اس کی طرف جھکا اور بولا۔۔

"لیکن پتہ ہے کیا تم اب صحیح طرح سے خوف والی سچویشن سے گزرے ہو۔ اگلی دفعہ کسی کو ڈیٹیل میں خوف کی ڈیفینیشن دے سکو گے۔۔"

"اوو۔۔ تو تم اس لڑکی کے عاشق ہو۔۔" جابر نے طنزیہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تو جوا باً فرہاد نے ہنستے ہوئے فخریہ انداز سے سر اوپر نیچے ہلا کر اعتراف کیا۔۔ وہ اب اس کی کرسی کے ارد گرد چکر لگانے لگا۔۔

"تمہاری زندگی اس وقت تمہارے ہاتھ میں ہے اور اگر چاہتے ہو کہ یہ اس عاشق کے ہاتھ میں نہ آئے تو زبان کا استعمال احتیاط سے کرنا اور جو پوچھوں اسی کا جواب دینا۔۔" وہ بلکل اس کے پیچھے رک گیا۔۔

"میں نے نمک حلال کر کے کھایا۔۔ آزما کر دیکھ لو۔" وہ بہت ڈھٹائی سے نڈر بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ فرہاد نے پیچھے کھڑے ہی اسے داد دینے والے انداز سے دیکھا۔

"زیادہ بڑی بڑی باتیں نہ کرو۔۔ ایک جھٹکا کافی ہوتا ہے حلال نمک کو حرام کرنے کے لیے۔۔" اس نے کہتے ہوئے ریموٹ اس کے کندھے پر رکھا۔ جابر نے بمشکل تھوک نگلتے ہوئے گردن تھوڑی گھما کر اپنے کندھے پر ریموٹ کو دیکھا۔۔ وہ اب چل کر پھر سے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔

"بتاؤ کس کے لیے کام کرتے ہو؟؟" وہ اب ریموٹ کو اوپر نیچے کر کے دیکھ رہا تھا لیکن سامنے سے جواب نہ آنے پر اس نے آنکھیں چھوٹی کیے جابر کو دیکھا جو بلکل خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔۔" کہتے ساتھ اس نے بٹن دبا دیا اور اگلے ہی لمحے اس چیئر سے نکلتا کرنٹ جابر کا برا حال کرنے لگا۔۔اسے لگا جیسے کرنٹ اس کے جسم کے اندر تک سرائیت کرنے لگا ہے۔ فرہاد نے بٹن پھر سے دبایا اور سب پھر سے نارمل ہو گیا۔۔اگر وہ دس سیکنڈز مزید اسی حالت میں رہتا تو ضرور بیہوش ہو جاتا اور مزید دس سیکنڈز رہتا تو مر بھی جاتا لیکن فرہاد کا ارادہ اسے مارنے کا نہیں بلکہ اس کا منہ کھلوانے کا تھا۔۔

"اب بتاؤ؟؟" اس نے جھک کر اس کے پیشانی کے بالوں سے جکڑ کر اس کا چہرہ اٹھایا۔

"حنان زبیر۔۔زبیر انڈسٹریز کا سی-ای-او" اس نے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کہا۔ تو ثابت ہوا ایک جھٹکا کافی تھا حلال نمک کو حرام کرنے کے لیے۔

"کیا چاہتا ہے وہ انابیہ سے؟؟"

"اس کی اکڑ۔۔اس کا ایٹیٹیوڈ ختم کرنا چاہتا ہے۔۔اور۔۔" وہ سانس لینے کے لیے رکا۔ بال اب تک فرہاد کے مظبوط شکنجے میں تھے۔۔" اور۔ وہ زبیر انڈسٹریز کے بارے میں ضرورت سے زیادہ جانتی ہے۔۔" فرہاد نے زور سے اسکے بال چھوڑے اور وہ پھر سے چہرہ جھکا گیا۔

"میری بات غور سے سنو۔۔میرا تم لوگوں تک پہنچنا بہت آسان کام ہے کیونکہ تم لوگ کمزور ہو لیکن مجھ تک پہنچنا تم لوگوں کے لیے بہت مشکل ہے کیونکہ میں کمزور انسان بلکل بھی نہیں ہوں۔۔" اس کا انداز سخت اور تنبیہی تھا۔

"انابیہ تم لوگوں کے بارے میں جو کچھ بھی جانتی ہے اس نے خود تک محدود کر رکھا ہے اگر میں اسے یہ سب بتا دوں تو وہ تم لوگوں کو تباہ کرنے لیے کس حد تک جا سکتی ہے اس کا اندازہ تمہیں تو کیا مجھے بھی نہیں ہے لیکن

صرف میں اسے روک سکتا ہوں۔۔اس کا پیچھا چھوڑ دو ورنہ میں اس دنیا کو تم لوگوں کے لیے جہنم بنا دوں گا۔۔سمجھے" وہ روانی میں اس سے کہتا گیا تو جابر نے بمشکل سر اثبات میں ہلایا۔

"گڈ۔۔" فرہاد نے زور زور سے اس کا چہرہ تھپتھپایا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا۔۔پیچھے رہ جانے والے جابر نے سر پھر سے گرا دیا۔

اس نے ابھی دروازہ لاک کر کے ماسک اتارا ہی تھا کہ اس کا فون بجنے لگا۔ پینٹ کی جیب سے اس نے موبائل نکال کر سامنے کیا اور اسکرین پر چمکتا نام دیکھ کر ایک لمحے کے لیے مسکرا کر اس نے کال اٹینڈ کر لی۔

"ہیلو۔۔میں جولیٹ بات کر رہی ہوں۔۔" فون کے دوسری طرف سے آتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔

" جانتا ہوں۔۔" مختصراً کہہ کر وہ سامنے کھڑی اپنی بائیک کی طرف بڑھ گیا۔

"میں بیلجیئم پہنچ چکی ہوں اور میری ماں کا علاج بھی شروع ہو چکا ہے۔۔میں تمہاری بہت مشکور ہوں۔ تم نے میری مدد کی بس اسی کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میں نے تمہیں کال کی۔۔" جواباً اسے فرہاد کی ہنسی سنائی دی۔

"شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔۔تم نے میری مدد کی اور میں نے تمہاری سمپل۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے عام سے لہجے میں بولا۔۔

"تم نہیں جانتے جب جابر جیسے گھٹیا انسان نے مجھے ماں کے علاج کے لیے پیسے دینے سے انکار کر دیا تھا تو میں کتنی پریشان ہو گئی تھی تبھی خدا نے تمہیں میرے لیے فرشتہ بنا کر بھیجا تھا۔۔" وہ مغموم لہجے میں کہتی گئی۔

"اب تم جانتی ہو نا تمہیں کیا کرنا ہے؟؟" وہ بائیک پر سوار ہوتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔۔

"ہاں۔۔ماں کا علاج ہوتے ہی میں انہیں لے کر بیلجیئم سے کسی اور ملک روانہ ہو جاؤں گی تم جابر کے حوالے سے بلکل بھی پریشان مت ہونا۔۔ فون رکھتی ہوں۔۔" اس نے کہتے ساتھ فون کاٹ دیا۔اب وہ تھوڑا پر سکون تھا۔۔

این۔جے میں اس وقت ضروری میٹنگ چل رہی تھی۔ کمپنی کے تمام سینئیر ورکرز میٹنگ روم میں موجود تھے۔ہمیشہ کی طرح سر براہی نشست پر جہانگیر اور ان کے بائیں طرف انابیہ اور کبیر دونوں ساتھ بیٹھے تھے۔ جہانگیر کے سامنے لیپ ٹاپ کھلا تھا اور ان کے ٹھیک پیچھے دیوار سے لگی اسکرین پر اسی پلازے کی تھری۔ڈی ویڈیو چل رہی تھی۔ فلحال یہی پراجیکٹ ان کا اہم مرکز تھا جس کا کسی بھی دوسری کمپنی کے ساتھ کوئی کنیکشن نہیں تھا۔یہ این۔جے کا ذاتی پراجیکٹ تھا۔وہ مسلسل اس پراجیکٹ سے ریلیٹڈ ورکرز کو گائیڈ کر رہے تھے۔انابیہ دونوں کہنیاں ٹیبل پہ دھرے ہاتھوں کو باہم پیوست کیے اور نظروں کو مکمل طور پر جہانگیر صاحب پر مرکوز کیے انہیں سن رہی تھی۔دفعتاً اس کی توجہ اس کے بجتے ہوئے فون نے کھینچی۔کبیر جو کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اس کی نظر بھی ٹیبل پر پڑے اس کے فون کی اسکرین پر رکی جس پر فرہاد کا نام جگمگا رہا تھا۔میٹنگ میں خلل پڑ رہی تھی انابیہ نے معزرت خواہانہ انداز میں جہانگیر صاحب کو دیکھ کر کال کاٹ دی۔ وہ پھر سے بولنے لگے تو کال دوبارہ بجنے لگی۔۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔" اس نے اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اب کی بار نہ صرف کال کاٹی بلکہ موبائل بھی آف کر دیا۔اس بار جہانگیر صاحب بولتے ہوئے نہیں رکے تھے اور نہ ہی انہوں نے انابیہ کو دیکھا تھا۔

"اگر کسی اہم بندے کی بہت اہم کال ہے تو تم ایکسکیوز کر سکتی ہو۔۔" کبیر نے آگے ہو کر تھوڑا اس کی طرف جھک کر کہا تو اس نے تنبیہی نظروں سے اسے گھورا جیسے اسے اس کی یہ بات بلکل پسند نہ آئی ہو اور دوبارہ رخ جہانگیر صاحب کی طرف موڑ گئی۔

صرف یہی نہیں اس نے رات میں اسے دوبارہ بھی کال کی تھی جب وہ اپنے گھر پر تھی اور غالباً نہا کر نکلی تھی۔ بلآخر اس نے کال اٹینڈ کر ہی لی۔۔

"لگتا ہے مس ٹیولپ مجھ سے ناراض ہیں۔۔" کال اٹینڈ ہونے پر اس نے سب سے پہلے یہی کہا تھا۔

"نہیں ہوں۔۔" اس نے بہت ہی مختصر سا جواب دیا تھا۔

"میں نے آپ کو کتنی کالز کی کہ میں گنتی بھی بھول گیا ہوں۔۔ اور آپ مسلسل بے دردی سے کاٹتی رہیں ایون کہ جان چھڑانے کے لیے فون بھی آف کر دیا اور مجال ہے جو دوبارہ آن کرنے پر بھی میری کال اٹھائی ہو۔۔ آپ مجھ سے جان چھڑا رہی ہیں؟" وہ اتنی روانی اور سنجیدگی سے اپنی خفگی کا اظہار کرتا گیا کہ انابیہ کچھ بول ہی نہ سکی اور چپ چاپ سی اس کے گلے شکوے سنتی گئی۔

"جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جاتا۔۔ بھلے آپ انہیں بدلے میں محبت نہ دے کم از کم ان کی قدر تو کریں۔۔" وہ بولتا گیا اور وہ سنتے سنتے آ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔

"اور جب میں تمہیں کال کرتی ہوں تو آگے سے نمبر بند ہوتا ہے تب کا کیا؟" اب کی بار چپ ہونے کی باری فرہاد کی تھی۔۔ دونوں طرف کچھ دیر خاموشی رہی اور انابیہ کو لگا اس نے واقعی کچھ غلط کہہ دیا ہے۔۔

اففف۔۔ وہ یہ بھی تو کہہ سکتی تھی کہ وہ بزی ہوتی ہے۔۔ وہ میٹنگ میں تھی۔ وہ فارغ لڑکی نہیں ہے۔ ایک سو ایک بہانے تھے بنانے کو۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔ لیکن اس نے بھی اپنا شکوہ پیش کر دیا۔

"آپ مجھے کال کرتی رہی ہیں؟" وہ بے یقینی کے عالم میں بولا۔

"نہیں نہیں۔۔ بس کل رات کو ایک ہی دفعہ کی تھی وہ بھی تمہیں خطرے سے آگاہ کرنے لیے۔۔"اس کا دل کیا اٹھے اور سامنے دیوار پر جا کر اپنا سر دے مارے۔

"خطرہ؟ ہاہاہا۔۔ مس ٹیولپ آپ شاید بھول رہی ہیں کہ خطرے میں میں نہیں آپ تھیں۔"اب کی بار وہ ہنس کر بولا۔

" تھی؟؟ تھی مطلب؟؟"وہ بے طرح سے حیران ہوتے ہوئے بولی۔

" تھی مطلب تھی۔۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے آپ کو۔۔ فرہاد نے آپ کی طرف آتے سارے خطروں کو واپسی کی ٹرین پر بٹھا دیا ہے۔۔"وہ کچھ بول نہ سکی وہ بولتی بھی کیا۔ وہ تو اسے چپ ہی کرا گیا تھا۔۔

"مجھے آپ کو بہت کچھ بتانا ہے کیا ہم مل سکتے ہیں؟؟"کیا عاجزانہ انداز تھا اس کا۔۔ انابیہ نے گہرا سانس بھرا۔

"نہیں۔۔"کچھ لوگوں کو انکار کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی کسی کی بہتری کے لیے انکار بھی کرنا پڑے تو سو دفعہ انکار ہے۔۔"تم مجھے فون پر ہی بتا دو۔۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔۔"اس کے لہجے میں شکایت نہیں تھی لیکن انابیہ کو ضرور محسوس ہوئی تھی۔"یہ سب حنان زبیر اس بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے کر رہا تھا جو آپ نے اس کی کی تھی۔۔"زبیر کا نام سنتے ہی انابیہ جیسے حیرت سے کچھ بول ہی نہ سکی۔۔

"اس سے یہی توقع کی جا سکتی تھی۔۔ مجھے اندازہ ہونا چاہیے تھا۔۔"اس نے افسوس سے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔۔

"آپ بے فکر رہیں وہ اب کچھ نہیں کرے گا کیونکہ اس کا چہرہ ظاہر ہو گیا ہے۔۔ آپ ویسے بھی ان کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہیں۔۔"

"تم نے میرے لیے جو کچھ بھی کیا اس کے لیے میرے پاس تمہارے لیے سوائے تھینکس کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔۔" اس نے اپنے چہرے پر چپکے ہوئے گیلے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔۔

"محبت میں کیوں کیا؟ کیسے کیا؟ کس لیے کیا؟ یہ باتیں اہم نہیں ہوتیں۔۔ بس اس کے لیے کیا یہی بات دل کو تسکین اور راحت بخشتی ہے۔۔ اور بدلے میں اس سے ملا تھینکس بھی تیجوری میں چھپا کر رکھ دینے کو دل کرتا ہے۔۔۔" اب اس کی باتیں انابیہ کا دل کاٹ رہی تھیں۔۔ ایک سچی محبت کرنے والا دل ہی سچی محبت کے لیے دکھتا ہے۔

"تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔۔ میں تہے دل سے تمہاری مشکور ہوں اور اب میں چاہتی ہوں تم اپنی زندگی کے بارے میں سوچو۔۔ میرے پیچھے خود کو خوار مت کرو۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔ ایک ریکویسٹ کر سکتا ہوں؟؟" وہ معصومیت بھرے لہجے میں بولا تو انابیہ نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ نا جانے وہ اب اس سے کیا درخواست کر بیٹھے۔۔

"بولو۔۔"

"میں جانتا ہوں کہ آپ کی زندگی میں ہمیشہ فرسٹ آپشن کوئی اور ہو گا۔۔ لیکن مجھ سے وعدہ کریں جب بھی آپ کو دوسرے آپشن کی ضرورت ہو گی وہ دوسرا آپشن میں ہوں گا۔۔" وہ اس سے ریکویسٹ کر رہا تھا اور وہ خاموش تھی۔۔ "بولیں مس ٹیولپ۔۔ وعدہ کریں مجھ سے۔۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں مجھے جب بھی تمہاری ضرورت ہو گی میں تمہیں چنوں گی۔۔ لیکن صرف ضرورت پڑنے پر۔۔" اتنا تو وہ اس کے لیے کر ہی سکتی تھی۔۔ اتنا تو وہ اس سے کہہ ہی سکتی تھی۔

"اور میں دوڑتا ہوا چلا آئوں گا۔۔۔"

"تمہارا نمبر میرے پاس سیو رہے گا لیکن صرف میں ضرورت پڑنے پر کال کر سکتی ہوں تم نہیں۔۔"وہ تحکمانہ انداز میں بولی تو فرہاد نے فوراحامی بھری۔۔۔انابیہ نے مسکراتے ہوئے کال کاٹ دی۔

وہ کھلے آسمان کے نیچے کھڑا اب آنکھیں بند کیے آسمان کی طرف سر اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔

"میں یہیں ہوں ہمیشہ تمہارے لیے۔۔میں جانے کے لیے نہیں تمہیں پانے کے لیے آیا ہوں۔۔"اس نے انکھیں کھول دیں۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"پیپر کیسا رہا تمہارا؟"گاڑی میں ایک طویل خاموشی کے بعد عالیان نے ردا سے پوچھا۔اس دن کے بعد سے وہ آج کالج گئی تھی کیونکہ اس کے ایگزامز شروع تھے۔

"اچھا تھا۔۔"وہ ونڈ اسکرین سے باہر دیکھ رہی تھی۔عالیان نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور سر جھٹک کر سامنے سڑک کو دیکھنے لگا۔کچھ دیر دونوں طرف خاموشی رہی۔۔وہ گاڑی چلانے میں مگن تھا تبھی ردا بولی۔

"گاڑی روکیں۔۔"اس کا انداز تحکمانہ تھا۔عالیان نے چونک کر اسے دیکھا جیسے اسے کچھ سمجھ نہ لگی ہو۔

"آپ کو سنائی نہیں دیا؟میں نے کہا گاڑی روکیں۔۔"وہ پھر کاٹ کھانے والے لہجے میں بولی تو عالیان تیوڑیاں چڑھائے اسے گھورنے لگا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟"وہ بھی بھڑک اٹھا۔

"ہاں ہو گیا ہے۔۔اور اگر آپ نے گاڑی نہ روکی تو۔۔تو۔۔تو میں باہر کود جاؤں گی۔۔"عالیان نے اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ واقعی پاگل ہو گئی ہو۔

"شوق سے کود و۔" وہ لاپرواہی سے کہتا دوبارہ سامنے دیکھنے لگا۔ ردا نے افسوس سے اسے دیکھا اور پھر دروازے کی طرف گھومی۔ مسلسل کوشش پر بھی وہ کھل نہیں رہا تھا۔ وہ دوبارہ اس کی طرف گھومی جس کے چہرے پر اب بھی غصہ تھا۔ اس نے دروازے اپنی طرف سے لاک کر کھے تھے۔

"گاڑی روک دیں ورنہ وہ پیچھے رہ جائے گا۔۔" اب کی بار اس آواز میں التجا تھی۔۔ اس نے پھر چونک کر ردا کو دیکھا۔

"کون؟؟؟"

"بھٹے والا۔۔" وہ اتنا چیخ کر بولی کہ عالیان نے ایک زوردار بریک سے گاڑی روک دی۔۔ دونوں نے آگے کی طرف جھٹکا کھایا اور پیچھے ہوئے۔۔ سب کچھ جلدی جلدی میں ہوا۔۔ ردا نے خفگی سے اسے دیکھا جو کچھ دیر لاچاری سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"تو یہ بات تم آرام سے بھی تو کہہ سکتی تھی نا۔۔" اسے اس پر غصہ نہیں آ رہا تھا بلکہ خود پر ترس آ رہا تھا۔۔ ردا اپنا چہرہ اس کے چہرے کے تھوڑا قریب لے جا کر باری باری اس کی دونوں آنکھوں میں دیکھنے لگی اور بولی۔

"مجھے آرام سے بات کرنے نہیں آتی۔۔ کرلیں گے گزارا میرے ساتھ؟" وہ کچھ پل اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ عالیان کی طرف کے شیشے میں سے دھوپ اندر آ رہی تھی جس کی روشنی میں اس کی ہلکی سبز آنکھیں چمک رہی تھیں۔۔ "ابھی بھی وقت ہے انکار کر دے۔۔" عالیان نے اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹا لیں۔۔ وہ مزید اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔ آگے ہو کر اس نے گاڑی کے لاک کھول دیے اور گاڑی ریورس پر چلانے لگا۔ ردا نے اسے دیکھا وہ اس سے نظریں چرا رہا تھا بے اختیار ہی وہ مسکرا اٹھی۔۔ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلنے لگا تو ردا بھی تیزی سے اس سے پہلے نکلی اور تقریباً بھاگتے ہوئے پیچھے بھٹے والے کی طرف گئی۔۔ عالیان بھی سر جھٹک کر اس کے پیچھے گیا۔

"ایک اچھا سا گرم گرم بھٹا تیار کر دیں۔۔" وہ جھک کر سامنے کھڑے ادھیڑ عمر شخص سے کہنے لگی۔

"جی ایک بنائوں یا دو بنا دوں ؟؟" اس کے پوچھنے پر ردا نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا تب اسے اپنے ساتھ کھڑے شخص کی موجودگی کا احساس ہوا۔

"جی نہیں ایک ہی بنائیں۔۔ لڑکے بھٹے نہیں کھاتے۔۔" کیا اندازہ لگایا تھا ردا نے !! اس کی اس بات پر نہ صرف بھٹے والا بلکہ عالیان بھی حیران ہوا تھا۔

"تم سے کس نے کہا کہ لڑکے بھٹا نہیں کھاتے ؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھے گیا۔

"مطلب خود سوچیں نا وہ کھاتے ہوئے کیسے لگے گیں۔۔۔" عالیان نے دونوا برو اچکا کر اسے دیکھا۔۔

"ابھی بتاتا ہوں کیسے لگیں گے۔۔" بھٹے والے نے جو بھٹا ردا کے لیے تیار کیا تھا عالیان نے برق رفتاری سے اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔۔ ردا نے اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو یہ میرا ہے۔

"غور سے دیکھنا۔۔" آنکھ مارتے ہوئے اس نے شرارت سے کہا۔ اس کے انداز سے ایک لمحے کے لیے وہ اسے بلکل پرانا والا عالیان لگا تھا۔۔ ردا منہ بنائے اسے دیکھے گئی اور وہ مزے سے دونوں ہاتھوں میں بھٹا پکڑے کھا رہا تھا۔۔ وہ اسے دکھا رہا تھا کہ لڑکے بھٹا کھاتے ہوئے کیسے لگتے ہیں۔۔ ہو سکتا ہے اچھے لگتے ہوں لیکن ردا کو تو وہ بہت زہر لگ رہا تھا۔۔

"اس کے لیے بھی بنا دیں۔۔ ورنہ مجھے ہی کھا جائے گی۔۔ لڑکی بھٹا کھائو عالیان نہیں۔۔" اس نے تھوڑا اس کی طرف جھک کر کہا اور فوراً پیچھے کو ہوا۔۔ ردا پیر پٹختی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔۔

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے کھڑی تھی تبھی عالیان اس کے پاس آیا۔۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں بھٹے تھے۔۔ ایک آدھا کھایا ہوا اور دوسرا پورا جو وہ ردا کی طرف بڑھائے کھڑا تھا۔۔

"اب لو بھی ٹھنڈا ہو جائے گا۔۔" ردا نے خفگی سے اسے دیکھا اور بھٹا اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"دیکھ لوں گی میں آپ کو۔۔" اس نے چیلنجنگ انداز سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"دیکھ لینا۔۔ لیکن زیادہ غور سے مت دیکھنا ورنہ بعد میں گلہ کرو گی کہ عشق ہو گیا ہے میری صورت سے۔۔" ردا نے سرخ ہوتے ہوئے چہرے سے اسے دیکھا اور وہ ہنستے ہوئے اس کے ساتھ سے ہو کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف جانے لگا۔ ردا جواب دل ہی دل میں بڑبڑاتے ہوئے بھٹے کو دونوں ہاتھوں سے منہ کے قریب لے جا رہی تھی۔۔ ہوا میں گونجتی "ٹھاہ۔۔" کی آواز پر نہ صرف رکی بلکہ بھٹا بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔۔ آواز بہت قریب سے آئی تھی نہ صرف گولی کی بلکہ کسی کی درد بھری چیخ کی بھی کسی کی کراہتی ہوئی آواز جو اس کے پیچھے سے آ رہی تھی۔۔ اس کے پیچھے تو۔۔۔ وہ ہل نہ سکی۔۔ جم سی گی۔۔ سانس رکنے لگا۔۔۔ بمشکل حرکت کرتے ہوئے وہ اپنے پیچھے کی طرف گھومی۔۔ پھر جو دیکھا اس کے بعد اسے لگا وہ اندھی ہو گئی ہو۔۔ مر گئی ہو۔۔ عالیان کی سفید شرٹ کا بازو پورا سرخ ہو چکا تھا، خون ابل ابل کر اس کے بازو سے بہہ کہ زمین پر گر رہا تھا۔ وہ گاڑی کا سہارا لیے تکلیف میں کھڑا تھا۔ وہ دور کھڑی سیاہ گاڑی کو دیکھ چکا تھا جس میں بیٹھے شخص نے گولی چلائی تھی پھر وہاں سے چلا گیا۔

یہ وہ لمحہ تھا جب ردا کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گی لیکن اسے لینا تھا۔۔۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے لیکن وہ صدمے کی حالت میں اس کا بازو پکڑے بس پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے آنسو اس کے لیے بہہ رہے تھے اپنی تکلیف تو وہ جیسے بھول ہی گیا تھا۔

"پریشان مت ہو۔۔ گولی چھو کر۔۔ گزری ہے۔۔ مجھے یقین ہے۔۔" وہ کراہتی ہوئی آواز میں تکلیف سے بولا لیکن ردا اسے نہیں سن رہی تھی۔ وہ انھیں بد حواس قدموں سے بیک سیٹ کی طرف گئی۔ دروازہ کھولا اور اپنے بیگ میں سے کچھ نکالنے لگی۔۔۔ وہ دوبارہ جب اس کی طرف آئی تو اس نے دیکھا اس کے ہاتھ میں سکارف تھا۔۔ وہ ہمیشہ اپنے بیگ میں ایک اور سکارف ضرور رکھتی تھی۔۔۔ اب وہ اس کے بازو پر جس جگہ سے خون

نکل رہا تھا وہاں اس سکارف کو لپیٹ کر باندھنے لگی۔ عالیان نے اس کے حرکت کرتے ہاتھوں کو دیکھا اس کے ہاتھوں پر خون کے نشان لگنے لگے تھے لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔

"ہمیں ہاسپٹل جانا ہے جلدی گاڑی میں بیٹھیں۔۔" وہ تحکمانہ انداز میں کہتے ہی اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

اب کیا فائدہ صاف کرنے کا اس نے تو دیکھ لیے تھے۔ وہ سر ہلاتا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

"اوہو۔۔ پیسنجر سیٹ پر بیٹھیں۔ ایسے میں گاڑی کیسے چلائیں گے؟" ردا نے کہا تو پہلے تو وہ کسی ردعمل کا اظہار کر ہی نہ سکا لیکن پھر اگلے ہی لمحے وہ ہنس دیا۔۔ کم از کم وہ صدمے کی حالت سے تو باہر آئی۔۔ اس کی ہنسی ردا کو بلکل اچھی نہیں لگی۔ وہ اسے کیسے بتاتی کہ اس کی تو جان پر بنی ہوئی ہے اور وہ اس حال میں بھی کیسے ہنس سکتا ہے؟؟

ہسپتال میں داخل ہوتے ہی اس کا دوسرا بازو پکڑے وہ اسے تقریباً بھاگتے ہوئے اندر لے جا رہی تھی۔ خون کافی بہہ چکا تھا اتنا کہ جو پیلا سکارف اس نے باندھا تھا وہ بھی مکمل سرخ ہو گیا تھا۔ تبھی چلتے چلتے ردا کی نظر سامنے سے آتے ایک میل ڈاکٹر پر ٹھہری جو اپنے وارڈ بوائے کے ساتھ چلتا ہوا انہی کی سمت آ رہا تھا۔۔

"ایکسکیوز می ڈاکٹر۔۔ دیکھیں انہیں گولی لگی ہے آپ پلیز ان کا زخم دیکھ لیں۔۔" وہ روانی میں بولتی گئی۔۔

"اوہو۔۔ یہ تو پولیس کیس ہے۔۔ ہمیں پہلے پولیس کو انفارم کرنا پڑے گا۔۔"

"جی بلکل مجھے پتہ ہے۔۔ آپ ان کا ذخم دیکھیں پولیس کو کوئی بھی کال کر دے گا۔۔ ان کا کافی خون بہہ چکا ہے۔۔ ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ۔۔" اس کا انداز اتنا التجائیہ تھا کہ عالیان کو اب اپنے زخم سے زیادہ اس کی فکر ہونے لگی تھی۔

"دیکھئے محترمہ ہم کہیں بھاگے نہیں جا رہے۔۔ ہمیں پہلے کال کرنی ہے۔۔" وہ نہایت اطمنانیت سے موبائل پر دیکھتے ہوئے بولا تھا۔اس کی اس حرکت پر ردا کا دل کیا اس پاگل ڈاکٹر کا سر پھاڑ دے۔۔

"میں آپ سے کہہ رہی ہوں ان کا کافی خون بہہ گیا ہے اور آپ فون پر لگے ہیں۔۔"اس بار اس کی آواز حد سے زیادہ اونچی تھی۔

"او بی بی آہستہ بولو یہ ہاسپٹل ہے یہاں اور بھی مریض ہیں۔۔"اب کی بار اس کا پارا مزید ہائی ہوا تھا۔۔

"تو میں کیا یہاں اسے فلم شوٹ کرانے کے لیے لائی ہوں۔آپ کو اور مریضوں کی پرواہ ہے تو اس کی کیوں نہیں؟؟"وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں سامنے کھڑے "ڈھیٹ"ڈاکٹر سے بولی تو عالیان نے اسے التجائیہ نظروں سے دیکھا کہ بس چپ کر جائو لیکن ساتھ والی بھی ردا تھی جب تک سامنے والے کا سر نہیں پھوڑ دے گی سکون سے نہیں بیٹھے گی۔اسی دوران وہاں کا شور شرابہ سنتے ہی ایک لیڈی ڈاکٹر ان کی طرف آئیں۔۔

"یہ سب یہاں کیا ہو رہا ہے؟؟"وہ سخت لہجے میں پوچھنے لگی تبھی ان کی نظر ردا پر پڑی۔

"اور ردا تم یہاں؟؟"ان کے مخاطب کرنے پر ردا نے ان کو دیکھا۔وہ ڈاکٹر حاجرہ ہی تھیں۔اس دن کے بعد بھی وہ کافی دفعہ ناصر صاحب کو ہسپتال لاتی رہی تھیں سو بہت دفعہ ان کی ملاقات حاجرہ سے بھی ہوتی رہی تھی۔

"ڈاکٹر حاجرہ۔۔دیکھے نا۔۔یہ ڈاکٹر ہم سے بدتمیزی کر رہے ہیں۔۔علاج ہی نہیں کر رہے۔۔"اس بار بڑے معصومانہ انداز میں اس سے گلے شکوے کرنے لگی جبکہ اس میل ڈاکٹر کا تو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا جیسے کہہ رہا ہو کہ صرف میں بدتمیزی کر رہا تھا؟؟ڈاکٹر حاجرہ نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر نرمی سے ردا کو۔۔

"ڈونٹ وری۔۔ تم اپنے پیشنٹ کو میرے ساتھ لائو۔۔" پیار سے کہتے ہی اس نے میل ڈاکٹر کو دیکھا۔۔"اور آپ پولیس کو انفارم کریں۔۔اٹس آ پولیس کیس۔۔"اس ڈاکٹر نے عاجزانہ انداز میں سر ہلایا۔جاتے جاتے ردا نے منہ ٹیڑھا کر کے ہونہہ کر کے اسے دیکھا تھا۔۔

اس کی پٹی ہونے کے بعد پولیس وہاں پہنچ گئ تھی۔وہ ہسپتال کے ایک روشن کمرے میں بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھااور اس کے ٹھیک سامنے سیاہ وردی میں ملبوس پولیس آفیسر تفتیشی نظروں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔ اسی کے ساتھ کھڑا ایک اور آفیسر اس کا سارا بیان ریکارڈ کر چکا تھا۔

"تمہارے بیان کے مطابق گولی کس نے چلائی تم نہیں جانتے۔۔نہ تو تمہارا کوئی دشمن ہے اور نہ ہی تم نے کسی کا چہرہ دیکھا کیونکہ گولی بہت دور سے چلائی گئ تھی اور نہ ہی تمہیں گاڑی کا ماڈل اور نمبر ٹھیک سے یاد ہے۔۔اگر تمہیں کچھ معلوم ہے تو بس یہ گاڑی کا رنگ سیاہ تھا۔۔"وہ تھوڑا اس کے چہرے کے قریب ہوا۔" تمہیں نہیں لگتا یہ بہت ہی کم معلومات ہے۔۔"وہ کچھ پل ایک دوسرے کی آنکھوں میں براہ راست دیکھے گئے اور پھر اس کی خاموشی پر ضبط کرتے ہوئے انسپکٹر گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے پیچھے کو ہوا۔

"میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔۔"وہ صاف مکر گیا۔ سیاہ وردی والے نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے بیڈ کے کنارے کھڑی لڑکی کو دیکھا اور دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔عالیان نے بغور اس کی نظروں کو خود سے ردا تک سفر کرتے دیکھا تھا۔

"دیکھو لڑکے سیدھی سی بات ہے تھا تو یہ کوئی تمہارا ذاتی دشمن۔۔ جس طرح کا منظر تم نے بتایا ہے لگتا تو یہی ہے۔۔"بولتے بولتے اس کی نظر پھر سے ردا پر جا ٹھہری۔"بقول تمہارے یہ لڑکی تمہاری کزن ہے۔" آفیسر نے ردا پر نظریں جمائے عالیان سے کہا۔عالیان نے گردن گھما کر ردا کو دیکھا اور پھر بھنویں سکیڑ کر اس پولیس والے کو۔

"بی بی تمہارا کسی سے کوئی چکر وکر تو نہیں چل رہا؟؟" ردا کے چہرے کا رنگ یکدم اڑا اور عالیان کے تیور مزید سخت ہوئے آفیسر کے بات کرنے کا انداز اسے بلکل پسند نہیں آیا تھا۔۔ "وہ مطلب ایسے بہت سے کیسز دن میں کئی دفعہ آتے ہیں ہمارے پاس کہ لڑکی کے عاشق نے اس کے بھائی پر فائر کر دیا۔۔ منگیتر کو مار دیا وغیرہ وغیرہ۔۔" اسے لگا وہ بس مزے لے رہا ہے۔

"ہوتے ہوں گے ایسے کیسز لیکن ہمارا ان کیسز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔ یہ معلوم کرنا آپ کا کام ہے کہ فائیر کس نے کیا تھا۔۔" عالیان نے اپنا غصہ دبانے کی بھرپور کوشش کی۔ لہجہ مزید سخت ہو سکتا تھا مگر وہ خود پر ضبط کرتا ہوا تنبیہی انداز میں بولا۔

"ہم اچھے سے جانتے ہیں ہمیں کیا کرنا ہے۔۔ خیر۔۔" وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ "ہم نے تمہارا بیان لے لیا ہے کچھ بھی پتہ چلا تو تمہیں ضرور آگاہ کریں گے لیکن تم بھی برخوردار اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔۔ چلتے ہیں۔۔" وہ کہتے ساتھ اس کمرے سے چلا گیا۔۔ ردا نے کھڑے کھڑے گہرا سانس لیا اور عالیان کی طرف گھومی۔

"گولی ظفر نے چلائی تھی۔ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی تو آپ نے ان کو کیوں نہیں بتایا؟؟" اس کی تفتیشی نظریں عالیان پر ٹکی تھیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں پاگل ہوں؟؟ میں بھی اچھے سے جانتا ہوں کہ گولی اسی نے چلائی ہے لیکن پولیس کو بتانے کا کیا فائدہ وہ ان کے نیچے کام کرتی ہے۔۔ آج تک پولیس نے کیا کیا ہے ہمارے لیے۔۔ خوامخواہ ان کی نظر میں آجاتے۔۔" وہ بازو پر ہاتھ رکھتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا جبکہ ردا ایک دم ٹھنڈی پڑ گئی۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا پولیس نے آج تک کیا ہی کیا تھا ان کے لیے۔

"گھر چلتے ہیں۔۔" وہ اس کے قریب آکر بولا تو ردا نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔

اس نے جب گھر کے اندر قدم رکھا تو سب سے پہلے اس نے مرکزی دروازے پر کھڑی اپنی اماں کو پایا جو شاید اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ ان سے سلام کرنے اور گلے ملنے کے بعد وہ سیدھا لائونج میں چلی گئ۔

"ہاتھ منہ دھو لے۔ میں تیرے لیے کھانا لگائے دیتی ہوں۔۔" وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے بولیں۔ جویریہ صوفے پر بیٹھ گئ۔

"رہنے دیں اماں۔۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔۔" اس نے کہتے ساتھ سر پیچھے صوفے کی ٹیک پر گرا دیا اور آنکھیں موندھ گئ۔ وہ کافی تھکی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

کبیر کے لندن واپس جانے کے بعد سے وہ بلکل پاگل اور سائیکو ہو گئ تھی۔ اس نے کئی دفعہ خود سے تنگ آکر جان لینے کی کوششیں بھی کی تھیں۔ وہ بہت چلاتی تھی بہت چیختی تھی اتنا کہ بیہوش ہو جاتی تھی لیکن آہستہ آہستہ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بھرپور کوشش کی وہ ایسی زندگی بلکل نہیں گزارنا چاہتی تھی۔ کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ واقعی اسے اس کے کیے کی سزا مل رہی ہے اور خود کو اسی خیال سے بچانے کے لیے وہ دوبارہ زندگی میں واپس آتی گئ۔ اسے خود کو بتانا پڑتا تھا کہ اس نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔ وہ حق پر تھی۔ ایک محبت ہی تو ہوتی ہے جس پر انسان کا حق ہوتا ہے۔ اس نے تعلیم دوبارہ سے شروع کی اور صحیح معنوں میں شروع کی۔۔ پھر کچھ ہی مہینوں بعد اس کی دوست نے اسے اپنے ڈیڈ کی کمپنی میں کام دلوا دیا۔ وہ خوش تھی کیونکہ وہ لوگ اسے کافی فیور بھی دیتے تھے جس کی وجہ سے وہ کام کے ساتھ اپنی تعلیم بھی کر رہی تھی اور اب اسے اس کمپنی میں کام کرتے ہوئے ڈھائی سال ہو گئے تھے۔ وہ اتنی اچھی پوسٹ پر کام کر رہی تھی جس کی وجہ سے اس

نے اپنا پرانا خستہ حال گھر بیچ کر ایک بہت اچھی جگہ پر بہت اچھا گھر خرید اتھا۔ وہ عالیشان محل تو نہیں تھا مگر بہت خوبصورت تھا۔۔

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھول دیں اور دوبارہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تبھی اس نے دیکھا اماں اس کے سامنے بیٹھی اسے دیکھے جا رہی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے اماں؟ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے ان سے پوچھا۔

"اس دکھ کو دیکھ رہی ہوں جو تو بظاہر تو نہیں دکھا رہی لیکن ماں ہوں نا ڈھکے چھپے جذبات دیکھ لیتی ہوں۔۔"

جویریہ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی اور اس نے اپنی اماں سے نظریں چرا لیں۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اندر سے کتنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اچھے برینڈ کے کپڑے، ڈائی شدہ کھلے بال اور میک اپ سے آرائش چہرہ اس کے ہر دکھ اور تکلیف پر پردہ ڈالے ہوئے تھا۔

"میری مان لے۔۔ چھوڑ دے یہ آفس کے کام وغیرہ۔۔ کیوں خود کو تھکا رہی ہے؟" سائرہ بیگم نے بڑے نرم لہجے میں اس سے کہا۔

"کام چھوڑ دوں گی تو پھر سے ہسپتالوں کے چکر لگاتی رہو گی اماں۔۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے گویا ہوئی۔ سائرہ بیگم اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھیں۔

"بھول جانا اس کو۔۔" ان کا انداز پھر سے التجائیہ تھا۔

"بھول جائوں گی۔۔ مر جائوں گی تو بھول جائوں گی۔۔ لیکن جب تک زندہ ہوں یہ عذاب ساتھ رہے گا۔۔"

"میں نے اتنے اچھے رشتے دیکھیں ہیں تیرے لیے۔۔ چھوڑ دے اس کم ظرف کا پیچھا۔۔" جویریہ نے تکلیف سے چور نظروں سے انہیں گھورا اور پھر اپنے بیگ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"آمنہ بتا رہی تھی کہ کراچی میں اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی کام کرتی ہے۔۔" اس کے بیگ کھنگالتے ہاتھ رک گئے۔ "دیکھ لیجئیو وہ اس سے شادی بھی رچا لے گا۔۔ تو ہاتھ ملتی رہ جائے گی۔۔" انہوں نے اب کی بار تلخ لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑی ہوئیں جبکہ جویریہ پتھرائی سی بیٹھی رہی اور پھر سر جھٹک کر رہ گئی اُسے یقین تھا کہ کبیر بھی کسی اور سے شادی نہیں کر سکتا ایسا ہوتا تو وہ جویریہ سے ہی کرتا۔

"کون سی لڑکی؟؟" پھر بھی نا جانے کیوں اس نے پوچھ ہی لیا۔ سائرہ بیگم جو کچن کی طرف جا رہی تھیں پل بھر کو رکیں اور اس کی طرف گھومی۔

"اللہ جانے۔۔ مجھے تو نام بھی یاد نہیں آ رہا۔ آمنہ نے بتایا تو تھا۔۔" وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے سوچنے لگی لیکن یاد نہیں آیا۔ جویریہ اپنا بیگ اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تبھی سائرہ بیگم اونچی آواز میں بولی۔۔

"یاد آ گیا۔۔ انابیہ۔۔ ہاں انابیہ نام تھا اس کا۔۔" کہتے ساتھ وہ چلی گئیں اور یہ وہ پل تھا جب جویریہ سلطان سیڑھیاں چڑھتے بری طرح سے لڑکھڑائی۔ بروقت اس نے ریلنگ کا سہارا لیا ورنہ وہ بری طرح سے گر جاتی۔ اس کا سانس تو جیسے رک گیا تھا۔ ایک بار پھر وہی نام جو ہمیشہ اس کے سانس رکنے کی وجہ بنتا تھا۔ اس نے بجلی کی تیزی سے اپنے بیگ سے فون نکالا اور بیگ ہاتھ سے چھوڑ دیا جو لڑکتے نیچے جا گرا۔ بمشکل ریلنگ کا سہارا لیے اس نے دوسرے ہاتھ کی کپکپاتی انگلیوں سے فیس بک کھولی۔ این۔ جے بلڈرز کراچی کی ایک جانی مانی کمپنی تھی اس نے فوراً سے ان کا آفیشل اکاؤنٹ کھولا اور سکرول کرتی چلی گئی۔ پھر اس کی نظر ایک تصور پر رکی۔ وہ پریس کانفرنس کی کچھ تصویریں تھیں جن میں ہر جگہ وہی چہرہ تھا جس نے جویریہ کے چہرے کی رنگت کو سفید کر دیا تھا۔ اس نے موبائل بند کیا اور لڑکھڑاتے قدم اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

صبح کے گیارہ بج چکے تھے اور وہ اس وقت ایک کیفے میں موجود تھی۔ جس جگہ وہ بیٹھی تھی وہاں تازہ گلابوں کی خوشبو کو وہ اچھی طرح محسوس کر پا رہی تھی مگر یہ مہک بھی اس کے چہرے کے تاثرات کو خوشگوار کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی تھی۔ ہلکے سبز رنگ کا گاؤن اور ہم رنگ سکارف سر پر اوڑھے وہ کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایک پیر جھلاتی ہوئی گردن موڑ کر گلاس ونڈو سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔ آفس جانے سے پہلے وہ سیدھا یہیں آئی تھی کسی کے بلانے پر۔۔ اور اب اسے انتظار کرتے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے ویٹر اس کے سامنے کافی کا کپ رکھ کر گیا تھا۔ اکتاہٹ سے اس نے ایک گہرا سانس بھر کر اپنی کلائی میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ اب تو حد ہی ہو گئی تھی۔ اس نے ٹیبل پر پڑا کپ اٹھا کر لبوں سے لگایا تبھی اسے کن انکھیوں سے اپنی طرف کوئی شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ آخر کار انتظار کی گھڑی ختم ہوئی۔

"تھوڑی دیر کے لیے معذرت اور میرا انتظار کرنے کے لیے شکریہ۔۔" وہ اس کے قریب آ کر کھنکھارا اور پھر سامنے رکھی چیئر پر بیٹھ گیا۔ حنان زبیر سرمئی رنگ کا تھری پیس سوٹ پہنے خوشگوار موڈ کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھا۔ انابیہ نے گھونٹ بھر کے اپنا کپ ٹیبل پر رکھا۔ "ویسے یہ تو غلط بات ہے آپ نے صرف اپنے لیے ہی کافی منگوائی ہے۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے افسوس سے بولا۔ انابیہ نے ایک تلخ نگاہ اس پر ڈالی۔ اب زہر تو اس کیفے میں ملتا نہیں تھا ورنہ وہ ضرور اس کے لیے زہر منگوا دیتی۔

"اصولاً تو میرے لیے بھی کافی آپ کو منگوانی چاہیے تھی آفٹر آل میں آپ کی ریکویسٹ پر آئی ہوں لیکن شاید آپ کو بھی مزید تین سال درکار ہوں گے وقت کا پابند ہونے میں۔۔" اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پیوست کیے کہنیاں ٹیبل پر ٹکائے بڑے ہی اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو حنان زبیر ہنس دیا۔

"چلیں کوئی بات نہیں آپ میری ریکویسٹ پر آگئی ہیں یہی کافی ہے۔۔" وہ صبح آفس کے لیے تیار ہو رہی تھی تبھی حنان کا میسج اس کے موبائل پر آیا تھا کہ وہ اس سے ملنا چاہتا ہے جس کے جواب میں اس نے اوکے لکھا اور اس کے بتائے ہوئے پتے پر آ گئی تھی۔

"کام کی بات کریں کیوں بلایا ہے؟؟" اس نے سرد مہری سے کہتے ہوئے کپ دوبارہ اچک لیا۔

"ایک بزنس مین ہونے کے ناطے میں ٹو دا پوائنٹ بات کروں گا۔۔ آپ تو جانتی ہے بزنس مین کا ایک ہی کام اس کا پسندیدہ کام ہوتا ہے۔۔" اس نے کہتے ساتھ اپنا پہلو بدلا اور پیچھے کی طرف ٹیک لگا گیا۔۔

"ڈیلنگ۔۔" انابیہ نے گھونٹ بھر کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"ایگزیکٹلی!! اور یہی ڈیلنگ مجھے آپ تک لائی ہے مس انابیہ۔۔" وہ اطمنانیت سے بولا جبکہ اس کی بات پر انابیہ طنزیہ انداز سے مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"سیدھی طرح کہیں نا مسٹر حنان کہ ڈیلنگ نہیں بلکہ ڈر آپ کو کھینچ لایا ہے مجھ تک۔۔ ایک باڈی گارڈ سے ڈر گئے آپ چچ چچ!!" اس کی آنکھوں میں ابھرتا طنز دیکھ کر حنان کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔

"باڈی گارڈ سے نہیں آپ سے۔۔" وہ آگے ہوتے ہوئے بولا۔۔ "آپ سے ڈر گیا ہوں۔۔ مجھے تو لگا میرا چہرہ ظاہر نہیں ہو گا لیکن دیکھیں آپ نے اور آپ کے سو کالڈ گارڈ نے آخر پکڑ ہی لیا مجھے۔۔ آپ سے ڈرنا چاہیے ایک باڈی گارڈ کو میرے پیچھے لگائے رکھا اور مجھے بھنک تک نہ پڑنے دی۔۔ امپریسو۔۔" وہ داد دینے کے انداز میں بولا تو انابیہ کے ہونٹ ایک دفعہ پھر فاتحانہ مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"لیکن ندامت اور شرمندگی سے تو میرا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ہے اسی لیے میں نے جو کچھ بھی کیا ہے مجھے اس کا رتی بھر افسوس بھی نہیں ہے میں رائٹ پر تھا۔۔ جو کچھ آپ نے اس دن بھری محفل میں میرے ساتھ کیا یہ سب تو بنتا تھا۔۔ ایک بزنس پرسن ہونے کی حیثیت سے آپ کو دوسرے بزنس پرسن کی عزت کا

خیال رکھنا چاہیے ورنہ ایسے ری ایکشن تو دیکھنے کو ملیں گے۔۔نیوٹن کے تھرڈ لائ سے تو آپ اچھی طرح واقف ہوں گی نا؟؟"اس کی اس قدر ڈھٹائی پر انابیہ لب بھینچے اسے کاٹدار نظروں سے دیکھے گئ۔

"تو اب ذرا میرے Give and take rule کی بات کرتے ہیں۔۔"اس کے چہرے پر مطمئن مسکراہٹ کا بسیرا تھا اور انابیہ کے چہرے پر زمانے کا غصہ تھا۔۔"آپ مجھے اس بات کی گارنٹی دیں کہ زبیر انڈسٹریز کے بارے میں آپ جو کچھ بھی جانتی ہیں آپ اسے خود تک محدود رکھیں گی اور میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ کے باڈی گارڈ کو کچھ نہیں کہوں گا۔۔"انابیہ کے ماتھے پر اب باقاعدہ بل پڑنے لگے تھے۔۔

"جب آپ کے علم میں یہ بات تھی تو بجائے مجھے تنگ کرنے اور مجھ پر حملے کروانے کے آپ کو مجھ سے ڈر کر رہنا چاہیے تھا۔۔"اب کی بار وہ ادھر ادھر کے لوگوں کی پرواہ کیے بغیر بھڑکی۔اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ حنان نے اسے ہاتھ سے شانت ہونے کا اشارہ کیا۔

"اپنا بی پی ہائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔بجائے ماضی کے ہم مستقبل کی بات کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔۔ آپ ہمیں بھول جائیں ہم آپ کے گارڈ کو بھول جائیں گے کیونکہ وہ کوئی تیس مار خان نہیں ہے جو میرے خلاف کچھ بھی کر سکتا ہے۔۔میں حنان زبیر ہوں اور وہاں لے جا کر مارتا ہوں جہاں انسان پانی کے لیے تڑپتا ہے۔۔"

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟؟"وہ ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے اس قدر غرائی تھی کہ کیفے میں موجود آس پاس کے لوگوں نے اسے گردن گھما کر دیکھا تھا۔۔حنان نے ارد گرد اپنی طرف متوجہ لوگوں کو دیکھا۔۔

"دھیرے مس انابیہ دھیرے۔۔۔"اس نے ہاتھ اوپر نیچے کرتے ہوئے کہا تو وہ گہرا سانس بھرتے پیچھے ہو گئ۔۔"اسے دھمکی سمجھیں یا کچھ بھی۔اب سے نہ آپ مجھے جانتی ہیں نہ میں آپ کو۔۔ڈیل منظور ہے تو بتائیں نہیں تو وقت دے سکتا ہوں آپ کو سوچنے کے لیے۔۔"

کچھ پل دونوں طرف خاموشی رہی۔ حنان اس کے جواب کا منتظر تھا اور وہ مکمل خاموش بیٹھی سخت نظریں لیے شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"منظور ہے۔۔" وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی اپنا پرس اٹھایا اور ٹیبل کے دہانوں پر ہاتھ رکھے تھوڑا اس کی طرف جھکی۔۔ "اگر میرے گارڈ کو کچھ بھی ہوا تو میں بھی انابیہ احمد عالم ہوں وہاں لے جا کر ماروں گی جہاں سانس تک نہیں لے سکو گے۔۔" انتہائی غصے میں کہتے ہوئے وہ سرد نگاہوں سے اسے گھور کر وہاں سے چلی گئی۔ وہ ایسوں کی دھمکیوں سے ڈرنے والی لڑکی نہیں تھی مگر فرہاد نے اس کے لیے بہت کچھ کیا تھا اور وہ اس کی زندگی کے لیے کم از کم اتنا تو کر ہی سکتی تھی ورنہ اس شخص کو اس کے کیے کی سزا دینا انابیہ کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔۔

حنان زبیر نے اسے جاتے ہوئے دیکھا اور جب تک وہ منظر سے غائب نہ ہوئی تب تک دیکھتا ہی رہا۔۔ اسے اب انابیہ کے حوالے سے کافی اطمینان تھا۔

پارکنگ میں پہنچتے ہی وہ سیدھا اپنی گاڑی کی طرف جا رہی تھی جہاں ڈرائیور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولے اس کا منتظر کھڑا تھا تبھی چلتے چلتے دور کھڑے ایک بائیک پر بیٹھے شخص پر نظر پڑتے ہی اس کے قدم بے ساختہ رک گئے۔۔ وہ وہی تھی Ninja ZX-10R اور اس پر سوار سیاہ ہیلمٹ پہنے شخص وہی تھا۔۔ سٹیل کی انگوٹھیوں والا فرہاد میر۔۔ اپنی زندگی کا دشمن۔۔ جو اس کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑے گا۔۔ جسے اپنی جان سے زیادہ انابیہ کی جان کی فکر تھی۔ دانت پر دانت جمائے اور مٹھی بھینچے وہ اسے دیکھے گئی۔۔ آج اس کا دل کیا کہ سارا غصہ وہ اس سر پھرے پر اتار ہی دے اور ایسا ہی ہوتا اگر وہ وہیں رکتا۔ انابیہ نے جیسے ہی اس تک جانے کے لیے اپنے قدموں کو حرکت دی تو فرہاد نے فوراً سے اپنی بائیک سٹارٹ کی اور بڑے ہی ڈھیٹوں کی طرح اس کے سامنے سے ہوتا ہوا چلا گیا۔ وہ منہ کھولے حیرت اور غصے سے اسے جاتا ہوا دیکھے گئی۔

"جاہل بدتمیز!!اس کے لیے میں کیسے کیسے لوگوں سے ڈیلنگ کرتی پھر رہی ہوں اور اسے دیکھو زرا۔ فرہاد کہیں کا!!میر کہیں کا!!" سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اونچا اونچا چیخ کر وہ پیر پٹختی اپنی گاڑی میں جا بیٹھی۔

شام میں گھر آتے ہی وہ سیدھا عالیان کے کمرے میں گئی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اس نے چاروں طرف نظر گھمائی لیکن وہ وہاں نہیں تھا پھر اس نے گردن بائیں طرف گھما کر دیکھا جہاں سلائیڈنگ ڈور کے شیشے سے وہ باآسانی دوسری طرف ٹریڈ مل پر بھاگتے ہوئے لڑکے کو دیکھ سکتی تھی۔ سر نفی میں ہلاتے ہوئے اس کے قدم اب اس جانب بڑھ گئے۔ سلائیڈنگ ڈور کھولتے ہی وہ دیوار سے ٹیک لگائے ار وہاتھ سینے پر باندھے افسوس بھری نگاہوں سے اسے دیکھے گئی جو آدھی آستینوں کی پولو شرٹ اور ٹراؤزر پہنے کانوں میں بڑے ہیڈ فونز لگائے پسینے سے شرابور مسلسل ٹریڈ مل پر بھاگ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں عالیان کو وہاں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو اس نے بھاگتے ہوئے گردن گھما کر تھوڑا پیچھے دیکھا جہاں وہ کھڑی اسے بغور آنکھیں چھوٹی کیے گھورے جا رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ ہنسا، مشین روکی اور ہیڈ فونز اتار کر اس نے فرش پر قدم رکھے۔

"کب سے کھڑی ہو یہاں؟" اس نے اسی طرح مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے؟ کل تمہیں گولی لگی ہے اور بجائے آرام کرنے کے تم ان مشینوں کے ساتھ لگ گئے ہو۔" انابیہ نے اس کے سوال کو اگنور کرتے ہوئے تیوڑیاں چڑھائے اس سے کہا اور بجائے جواب دینے کے وہ ہنستے ہوئے اس کے ساتھ سے ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے جواب دینا پسند کرو گے؟" وہ فوراً سے اس کے پیچھے آتے ہوئے بولی۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں۔۔"اس نے مختصراً جواب دیتے ہوئے الماری میں سے تولیہ نکالا جس سے اب وہ اپنا چہرہ اور گردن صاف کر رہا تھا۔انابیہ نے بغور اس کا بازو دیکھا جس پر اب بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ایک دم سے اس کے چہرے پر افسردگی سی چھائی تھی۔

"تمہیں یقین ہے گولی ظفر نے چلائی تھی؟"نظریں اس کے بازو پر ٹکائے ہوئے انابیہ نے اس سے پوچھا جس پر اسنے سر اثبات میں ہلایا۔"پہلے باپ اور اب بیٹا۔۔پتہ نہیں چاہتے کیا ہیں یہ ہم سے؟"وہ پھر کچھ نہیں بولا اور سائڈ ٹیبل پر پڑی پانی کی بوتل اٹھا کر پانی پینے لگا۔انابیہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جس پر پھیلا سکون اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

"تمہارے چہرے پر کس بات کا اطمینان ہے ہاں؟کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں؟ایک بات بتادوں عالیان یہ اٹلی نہیں ہے۔۔"پانی پیتے پیتے وہ رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔بوتل واپس ٹیبل پر رکھی اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"تو کیا کروں؟ڈر جاؤں تمہاری طرح؟"اس کے تاثرات نارمل تھے لیکن آواز میں ضرور تلخی تھی۔انابیہ کے تاثرات بلکل ڈھیلے پڑ گئے۔۔"چل رہا ہے میرے دماغ میں بہت کچھ۔لیکن میں فلحال کچھ نہیں کر سکتا کیوں کہ سارے دروازے بند دکھائی دے رہے ہیں۔مگر میں دروازے توڑ نہیں سکتا صرف انتظار کر سکتا ہوں ان کے کھلنے کا۔۔اور مجھے یقین ہے اگر آج وقت ان کا ہے تو ایک دفعہ وقت میری مٹھی میں ضرور ہو گا۔۔"اس نے اپنی بند مٹھی انابیہ کے سامنے کرتے ہوئے کہا جو اس کی سیاہ آنکھوں میں درد،تکلیف،غصہ،بدلے کی آگ سب دیکھ سکتی تھی۔۔"اور تب تم دیکھنا کیسے میں ایک ہی وار میں ان کو تباہ کر دوں گا۔۔میں نے جزبات میں آ کر فیصلے کرنا چھوڑ دیا ہے اب میں دماغ کا استعمال کرنا چاہ رہا ہوں اور دماغ کہتا ہے صبر کرو۔"

ایک ہی سانس میں وہ سب کچھ کہتا اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔انابیہ نے گہرا سانس بھرا اور بلکل خاموش سی کھڑی رہی۔

"مجھے تم سے ایک کام ہے۔۔"اس کی آواز پر عالیان نے شرارتی انداز سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"اب آئی نا لائن پر۔۔جانتا تھا۔۔حکم کرو۔۔"وہ سر اوپر نیچے ہلانے لگا تبھی انابیہ کے قدم ہلے۔اس کا رخ عالیان کی طرف نہیں تھا بلکہ سامنے دیوار کی طرف تھا۔دیوار کے سامنے رکتے ہی اس نے سامنے لگی بڑی تصویر کو دیکھا جو کہ ایک شیشے کے فریم میں قید تھی۔وہ ایک فیملی فوٹو تھی۔ماما جان اور بابا جان ساتھ کھڑے مسکرا رہے تھے۔ان کی مسکراہٹ کتنی دلکش تھی نا اسے لگا شاید وہ پہلی بار انہیں اتنے غور سے دیکھ رہی ہے۔ ان دونوں کے بلکل ساتھ تایا ابو اور تائی جان تھے۔وہ بھی مسکرا رہے تھے۔ان دونوں کے آگے عالیان اور انابیہ ساتھ کھڑے تھے اور ماما جان اور بابا جان کے آگے ردا اور منو موجود تھے۔سب کتنے خوش تھے نا۔یہ ساری مسکراہٹیں کہاں دفن ہو گئیں تھیں؟ان سب کی خوشیوں کو کس کی نظر کھا گئ تھی؟کیوں کسی سے ان کا سکون برداشت نہیں ہوا؟کیوں ان سب کو چپ چاپ شہر خاموشاں میں چھوڑ دیا گیا؟اس سے بھی بڑا سوال کیا انہیں کبھی انصاف ملے گا؟یا ان مسکراہٹوں کے قاتل سر عام پھرتے رہیں گے۔۔ملے گا۔۔انہیں انصاف ضرور ملے گا۔۔

سیاہی آسمان میں گھل چکی تھی اور ٹھنڈ نے شدت اختیار کر لی تھی۔ایسے میں وہ سڑک پر سفید گاڑی کی رفتار نارمل رکھتے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"جہانگیر انکل نے میرے لیے ایک گارڈ اسائن کیا تھا اور اسے میں نے نکال دیا تھا۔" وہ اسی تصویر کو دیکھتے ہوئے نم آنکھوں کے ساتھ گلوگیر لہجے میں بولی۔ عالیان نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ پشت کیے کھڑی تھی۔ "تم تو جانتے ہو مجھے گارڈز سے نفرت ہے وجہ بھی تم جانتے ہو۔" وہ سابقہ حالت میں ہی کھڑی تھی۔

اس نے رفتار تھوڑی سی بڑھائی شاید وہ بہت جلدی میں تھا یا شاید وہ تجسس کا شکار تھا۔ اسے جلد پہنچنا تھا۔

"اسے نکالنے کے باوجود بھی وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا۔ میرے منع کرنے کے باوجود بھی ہر جگہ میری مدد کے لیے پہنچ جاتا ہے۔ میں پچھلے دنوں سے کچھ مشکلات میں جکڑی ہوئی تھی جو صرف وہ جانتا ہے اور اسی کی وجہ سے شاید میں زندہ بھی ہوں۔" وہ اس کی طرف گھومی اور تب اس نے عالیان کے چہرے پر پھیلی بے تحاشا حیرت کو دیکھا۔ اس کے ذہن میں بہت سوال تھے مگر وہ چپ رہا وہ بس اس کی سننا چاہتا تھا۔

اس نے ایک ہاتھ سٹیرنگ پر رکھے دوسرے ہاتھ سے ڈیش بورڈ پر پڑا اپنا فون اٹھایا اور پھر ایک نمبر ملا کر فون کان سے لگایا۔ رنگ جا رہی تھی۔

"پریشان مت ہو۔ اب سب ٹھیک ہے۔" اس نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا اور پھر چل کر اس کے قریب گئی۔ اب کی بار وہ بس خفگی سے اسے دیکھ رہا تھا شاید اس لیے کہ انابیہ نے اسے ہر بات سے انجان کیوں رکھا۔

بس رنگ ہی جا رہی تھی اور مسلسل جا رہی تھی۔ کافی دفعہ ملانے پر بھی جواب ندارد۔ اس نے اکتا کر فون واپس سے ڈیش بورڈ پر پٹخ دیا۔ اب کی بار اس کے دونوں ہاتھ سٹیرنگ پر تھے اور خاموش نظریں سامنے سڑک پر۔

"اب یہ سب تم مجھے کیوں بتا رہی ہو؟؟" اس کے انداز میں شکایت تھی وہ ضرور ہرٹ ہوا تھا۔ انابیہ تلخی سے مسکرائی۔

"میں چاہتی ہوں تم اسے جا کر روکو۔ اسے منع کرو کہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔ میں بہت دفعہ منع کر چکی ہوں وہ باز نہیں آتا۔ تم میرے کزن ہو اور اسے اچھے سے سمجھا سکتے ہو چاہے تو سختی کرو چاہے جو بھی۔"

اس نے گاڑی روک دی۔۔ اسے جہاں پہنچنا تھا وہ وہاں پہنچ گیا تھا۔ ونڈ اسکرین سے جھانک کر اس نے دائیں طرف گھر کو دیکھا۔

"فرہاد میر نام ہے اس کا اور وہ پاگل ہے۔ محبت کرتا ہے مجھ سے اور تبھی یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ خیر میں تمہیں اس کا ایڈریس واٹس ایپ کر دیتی ہوں جب تمہیں مناسب لگے چلے جانا۔۔" وہ یہ کہتے ہی وہاں سے جانے لگی۔ پھر رک کر اس کی طرف گھومی۔۔ "وہ بہت تیز ہے بہت زیادہ۔۔ اور ڈرتا تو کسی کے باپ سے بھی نہیں ہے۔۔ آئی ہوپ تم کامیاب رہو گے۔۔" وہ چلی گئی اور عالیان بالکل ششدر کھڑا رہا۔ اس کی آخری بات میں ایسا کیا تھا جسے اس نے یوں حیران پریشان کر دیا تھا۔ اگلے ہی لمحے جیسے اسے سمجھ آ گئی تھی۔ لمحہ بھر کی دیر کیے بغیر وہ الماری کی طرف بڑھا کپڑے نکالے اور واش روم میں گھس گیا۔ اسے جلد از جلد اس گارڈ کے پتے پر پہنچنا تھا۔

اور اب وہ اس پتے پر کھڑا تھا جس پر پہنچنے کے لیے وہ کب سے بے چین تھا۔ گاڑی سے اتر کر وہ گیٹ تک گیا۔ گیٹ کھلا تھا اور وہاں کوئی چوکیدار بھی نہیں تھا۔ بنا ادھر ادھر دیکھے وہ گیٹ کو پار کرتے داخلی دروازے تک بڑھ گیا۔ دروازہ بند تھا لیکن اسے یقین تھا آج ایک دروازہ تو ضرور کھلے گا وہ دروازہ جس تک اسے انابیہ کے ذریعے پہنچایا گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں انابیہ تم نے مجھے اس دروازے تک کیوں پہنچایا ہے۔۔" ایک گہرا سانس بھر کر اس نے گھنٹی بجائی۔۔ پہلی اور پھر دوسری۔۔ اور دروازہ کھل گیا۔ تبھی ایک شخص دروازے کے اس پار سے عالیان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"کون ہو بھائی؟؟" بڑی بڑی سرمئی آنکھیں۔۔ سانولی رنگت۔۔ پونی میں بندھے بال۔۔ گھنی داڑھی اور قد میں تقریباً عالیان کے برابر کھڑا شخص اس سے پوچھ رہا تھا۔

"انابیہ کا کزن۔۔ عالیان ناصر۔۔ اندر آسکتا ہوں؟" اس نے قدرے نرمی سے کہا۔ تو سامنے کھڑے شخص نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ عالیان مسکرایا اور اس کے ساتھ گھر کے اندر چلا گیا۔

وہ لونگ روم میں ٹانگیں اوپر کیے صوفے پر بیٹھی تھی۔ عالیان کو گئے ہوئے دو گھنٹوں سے زیادہ وقت گزر گیا تھا۔ ایک نظر گھما کر اس نے تایا ابو کے کمرے کی طرف دیکھا جس کا دروازہ بند تھا یعنی وہ سو چکے تھے۔ پھر اس نے ایک نظر موبائل کو دیکھا جو بلکل اس کی طرح خاموش پڑا تھا۔ اسے ایک دفعہ تو کال کر کے اطلاع کرنی چاہیئے تھی۔ وہ خود تو خاموش تھی لیکن اس کا دماغ مسلسل بولے جا رہا تھا کہ انابیہ تم نے جو بھی کیا بلکل ٹھیک کیا۔ تمہیں یہی کرنا تھا۔ دوسری طرف اس کا ضمیر تھا جو مسلسل اسے ملامت کر رہا تھا کہ انابیہ تم نے ایک محبت کرنے والے شخص کا استعمال کیا ہے۔۔ اس کا دماغ تو جیسے پھٹنے پر آگیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر جکڑ کر جھکا گئ۔

"میں جانتی ہوں میں نے تمہارا استعمال کیا ہے۔ ایک محبت کرنے والے دل کا استعمال کیا ہے لیکن میں کیا کرتی میرے پاس کوئی دوسرا آپشن تھا ہی نہیں۔۔" بے ساختہ آنسو آنکھوں سے جھلک پڑے۔

"میں عالیان کو اس قدر ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی مجھے اسے تمہارے دروازے تک پہنچانا تھا۔ تم نے کہا تھا نا مجھے جب تمہاری ضرورت ہو تو میں تمہیں چنوں۔۔ تو میں نے چن لیا تمہیں کیونکہ مجھے۔۔" پل بھر کو

رکی۔۔"ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔۔اور میں جانتی ہوں تم میرے لیے کچھ بھی کر سکتے ہو۔۔کچھ بھی۔۔"اس کی آواز جیسے کانپ رہی تھی۔" اور میں۔۔میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتی۔۔ایک لفظ محبت بھی نہیں۔۔میں جانتی ہوں اس سب کے لیے تم مجھے معاف کر دو گے۔۔تم کر دو گے۔۔"اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے آنسو پونچھے۔پھر اس نے شیشے سے باہر دیکھا جہاں گیٹ سے ایک گاڑی اندر داخل ہوئی۔

عالیان واپس آگیا تھا۔اس نے تیزی سے اپنے دوپٹے سے اپنا چہرہ رگڑ کر صاف کیا تاکہ آنسوؤں کے کوئی آثار بھی باقی نہ رہیں۔مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا لیکن پھر لونگ روم کے کھلے دروازے سے وہ انابیہ کو بیٹھا دیکھ کر اس کی طرف جانے لگا۔

"تمہیں سو جانا چاہیے تھا۔۔"وہ فوراً اندر آتے ہی بولا۔

"سو جاؤں گی۔۔تم بتاؤ۔ایسی بھی کیا ایمرجنسی ہو گئی تھی جو آج رات ہی چلے گئے؟؟"اس کی تفتیشی نظروں کا مرکز عالیان کا چہرہ تھا۔

"تم یہی تو چاہتی تھی۔۔"وہ کندھے اچکا کر بولتے ہوئے صوفے پر ٹک کر بیٹھ گیا۔

"تو ہو گیا وہ منع؟؟دھمکی دے کر آئے ہو؟؟"وہ اداکاری اچھی کر لیتی تھی لیکن سامنے والا بھی اداکاری فوراً پہچان لینے میں ماہر تھا۔

"ڈرامے بازیاں مت کرو۔۔بہرحال تم جو چاہتی تھی بلکل ویسا ہی ہوا ہے۔۔تم نے ٹھیک کہا تھا وہ بہت تیز ہے لیکن انابیہ میڈم وہ تمہاری توقعات سے بھی زیادہ تیز ہے۔۔تم اتنے دنوں میں اسے اتنا نہیں جان سکی جتنا میں اسے کچھ گھنٹوں میں جان گیا ہوں۔۔"انابیہ کی سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر تھیں وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا اس کے لیے خود سے جاننا تھوڑا مشکل تھا۔

اس نے ناک کے ذریعے گیلی سانس اندر کھینچی اور کہا۔۔"اسے اس بارے میں پتہ نہیں چلنا چاہیے۔۔وہ ہرٹ ہو گا۔۔"

"وہ پہلے سے ہی ہرٹ ہے مزید کیا ہو گا۔۔"عالیان نے عام سے انداز میں کہا لیکن انابیہ کو ضرور تکلیف محسوس ہوئی تھی۔ "ایک ایسی بات بتائوں اس کے بارے جو تم بھی نہیں جانتی؟"اب کی بار وہ آگے ہوتے ہوئے تیزی سے بولا۔ انابیہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور سرہاں میں ہلایا۔وہ جاننا چاہتی تھی۔ایسا بھی کیا تھا جو وہ نہیں جانتی اور عالیان ایک ملاقات میں ہی جان گیا؟

"وہ جہانزیب کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔۔"اور یہ بات صرف بات نہیں تھی ایک بم تھا جو اچانک سے انابیہ کو اپنے سر پر پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ "میں نہیں جانتا کیسے لیکن انابیہ وہ اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟؟"وہ بے طرح سے حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"وہ ہمارے بہت کام آسکے گا بہت۔۔"اس کے چہرے پر مطمئن مسکراہٹ تھی لیکن انابیہ کا چہرہ برف کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔۔

"عالیان مجھ سے وعدہ کرو نہ تو تم خود کو کچھ ہونے دو گے نہ اسے۔۔"وہ ٹرانس کی سی حالت میں بول رہی تھی۔۔" مجھ سے وعدہ کرو عالیان کوئی خون خرابہ نہیں کرو گے۔۔"

"انابیہ انابیہ۔۔اپنی جان کی گارنٹی نہیں دے سکتا لیکن ہاں ان ہاتھوں سے اب کسی گناہگار کا قتل بھی نہیں ہو گا وعدہ۔۔ہم صرف کھیل کھیلیں گے۔۔جہانزیب کو اس کے طریقے سے نہیں اپنے طریقے سے سبق سکھائیں گے۔۔"اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔وہ اس کے چہرے پر پھیلا خوف اور اس کی اڑتی رنگت دیکھ سکتا

تھا۔ ایک دم سے اسے لگا جیسے اسے گھٹن محسوس ہونے لگی ہے اس لیے بنا کچھ کہے وہ اٹھ کر وہاں سے سیڑھیاں پھلانگتے چلی گئی۔ عالیان وہیں بیٹھا رہا۔ وہ اب بھی مطمئن تھا۔

دھوپ کی ترچھی کرنیں خان حویلی پر پڑ رہی تھی۔ اس مکمل سفید حویلی کی اپنی ہی شان تھی اور خوبصورتی میں تو سب کو مات دیتی تھی۔ پورچ میں زار و قطار گاڑیاں کھڑی تھیں تبھی ان گاڑیوں کے درمیان سے ایک ہیوی بائیک تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی لیکن پھر ٹھیک گیٹ کے سامنے کھڑے گارڈز کو دیکھ کر بائیک ایک زوردار بریک سے روک دی گئی۔ آس پاس اڑتی دھول ہی دھول جمع ہو گئی تھی اس کی وجہ بائیک کی رفتار تھی۔ سیاہ وردی پہنے گارڈز کے عین درمیان میں سفید قمیض شلوار اور سر پر سفید پگڑی پہنے دلاور کھڑا تھا۔ شالا کے بعد اب دلاور ہی جہانزیب کا سب سے قریبی اور وفادار بندہ تھا اور اسی کی وجہ سے بائیک کو رکنا پڑا اور نہ تو شاید وہ گارڈز کو چیرتی ہوئی نکل جاتی۔

بائیک پر بیٹھے بیٹھے ہی اس نے سیاہ ہیلمٹ اتارا۔ بیک وقت ہی اس کا ہیئر کیچر بھی بالوں سے جدا ہو کر زمین پر گر گیا تھا۔ ہیلمٹ کو ہاتھوں میں پکڑے اس نے اپنے سر کو دائیں بائیں جھٹکا تو اس کے کھلے بھورے بال شانوں پر بکھر گئے۔ دلاور کو سخت نظروں سے گھورتے ہوئے وہ بڑے سٹائل سے بائیک سے اتری ہیلمٹ اس پر رکھا اور اب چل کر اس کے قریب جانے لگی۔ کالی لیدر کی جیکٹ اور پینٹ پہنے۔ گندمی رنگت۔ بھوری آنکھیں۔ کھلے بھورے بال جو کندھوں سے تھوڑا نیچے آتے تھے اور لمبے قد کی مالکن اب دلاور خان کے سامنے کھڑی سینے پر ہاتھ باندھے سر تا پیر اسے گھور رہی تھی۔

"چھوٹی مالکن آپ ایسے اکیلے باہر نہیں جا سکتیں۔ سائیں کو پتہ چلے گا تو وہ غضب کا غصہ ہوں گے۔" اس نے قدرے نرم اور عاجزانہ لہجے میں سامنے کھڑی لڑکی سے کہا۔

"ہمم۔ سائیں کو پتہ چلے گا تو غضب کا غصہ ہوں گے۔۔ سمجھ گئ۔" تھوڑا رکی اور پھر غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ "آپ کو شوگر ہے نا؟" اس نے آنکھیں چھوٹی کیے دلاور سے پوچھا جس پر اس نے حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر کو ہاں میں جنبش دی۔

"آپ کو ڈاکٹر نے میٹھا کھانے سے منع کیا ہے اور آپ کی بیوی نے بھی۔۔" وہ مزے سے بول رہی تھی جبکہ دلاور بس ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ "سنا ہے آپ بابا کے بعد اپنی بیوی سے بہت ڈرتے ہیں۔۔ کیا ہوگا جب ان کو پتہ چلے گا کہ ان کا شوہر ایک کپ چائے میں تین چمچ چینی ڈال کر پیتا ہے۔ وہ بھی صبح شام۔ چچ چچ۔۔" وہ افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ اس کے پاس اس قدر معلومات پر تو دلاور خان اپنا کھلا منہ بند کرنا بھول ہی گیا۔

"میں کہیں نہیں جا رہی خوش۔۔ فلحال آپ کے لیے سرونٹ کوارٹر خالی کروانے جا رہی ہوں۔ جو کبھی کبھی آپ اپنے گھر جاتے تھے وہ بھی نہیں جا سکیں گے۔۔ ظاہر ہے بیگم سب جاننے کے بعد غضب کا غصہ ہوں گی۔۔ آپ کو کوارٹر کی ضرورت تو پڑے گی۔۔" سر ہلاتے ہلاتے وہ کہہ کر پلٹ کر جانے لگی جبکہ دلاور تو فوراً سے اس کے پیچھے گیا۔

"ارے چھوٹی مالکن اس کو کچھ بھی مت بتائیے گا نہ صرف وہ میری اماں بھی مجھے گھر میں نہیں گھسنے دیں گی۔۔ وہ غضب کا ناراض ہوں گے۔۔" وہ التجائیہ انداز میں کہتا گیا تو مسکان کے چہرے پر مسکان پھیلی۔ گول چہرے پر ڈمپل نمایاں ہوئے۔

"آئندہ روکیں گے میرا راستہ؟؟" وہ تنبیہی انداز میں پوچھنے لگی۔

"میری ایسی کیا مجال جو میں آپ کا راستہ روکوں۔ وہ تو بس سائیں کا حکم تھا کہ آپ کو اکیلا نہ چھوڑیں۔۔" اس کا انداز عاجزانہ تھا۔

"تو ٹھیک۔۔ سب گارڈز کو سمجھا دیں۔۔ نہ بابا کو کچھ پتہ چلے گا اور نہ آپ کی بیگم کو۔۔" وہ تھوڑا اس کی طرف جھک کر فاتحانہ انداز سے بولی۔۔ "اب جائیں اور گیٹ کھلوا دیں۔ اس بات کو یقینی بنایئے گا کہ کوئی بھی میرے پیچھے نہ آئے سمجھے آپ۔۔" جس پر دلاور نے بمشکل سر اثبات میں ہلایا۔

"گیٹ کھول دو۔۔" اس نے تیز آواز سے کہا تو اگلے ہی لمحے گیٹ کھول دیا گیا۔ مسکان جہانزیب مسکراتے ہوئے بائیک پر سوار ہوئی ہیلمٹ پہنا اور سر کو دلاور کی طرف گھمایا۔

"شوگر کو ہلکا مت لیں۔۔ اپنا خیال رکھا کریں زندگی نے بار بار کب ملنا ہے۔۔" کہتے ہی وہ تیز سپیڈ سے بائیک کو اڑاتے ہوئے لے گئ۔ دلاور خان نے مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا۔۔

"دوسروں کو زندگی پر سبق دینے والی خود کی زندگی کی دشمن ہے۔۔" وہ اس کی بائیک کی حد سے زیادہ تیز سپیڈ کو دیکھ کر بولا تھا۔

اس کے بعد وہ تقریباً ایک گھنٹہ بغیر رکے حیدر آباد کی سڑکوں پر اپنی بائیک جہاز کی طرح اڑاتی رہی۔ پھر کچھ دیر کے لیے اس نے بائیک ایک سڑک کے کنارے روکی۔ اس سڑک کے ٹھیک دائیں طرف کھیت تھے اور بائیں طرف دوسری سڑک تھی۔ اس سے پہلے وہ ہیلمٹ اتار کر ایک گہرا سانس لیتی ایک بائیک اس کے ساتھ سے ہوتے ہوئے گزری جسکی رفتار بہت نارمل تھی۔ وہ اس بائیکر کو دیکھتی رہی جس نے اگلے ہی لمحے چلتی بائیک سے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ سر کو جنبش دی اور ہاتھ کو چیلنجنگ انداز سے اس کی طرف اٹھا کر

اشارہ کیا۔ ہیلمٹ کے اندر مسکان کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ مقابل اسے چیلنج کر رہا تھا تو وہ جہانزیب عالم خان کی اکلوتی بیٹی مسکان جہانزیب کیسے رکتی۔ اس نے تیزی سے بائیک سٹارٹ کی اور اس کے پیچھے دوڑائی۔ دوسرے بائیکر نے اپنی بائیک کی رفتار مزید بڑھائی۔ وہ آگے تھا اور مسکان اس سے پیچھے۔ پیچھے رہنے کے ڈر سے مسکان نے بھی رفتار تیز کی اور اگلے ہی لمحے وہ آگے تھی اور وہ پیچھے تھا۔ وہ اپنی بائیک کو دائیں بائیں جھکاتی ہوئی جا رہی تھی۔ دفعتاً پیچھے والا اس کے برابر آیا۔ مسکان نے دائیں طرف گردن گھما کر اسے دیکھا جو بائیں ہاتھ کا انگوٹھا اٹھا کر اسے داد دے رہا تھا جس پر اس نے سر کو تھوڑا خم دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بائیکر پھر سے آگے ہو گیا۔ مسکان نے سر جھٹکا وہ اسے ڈاج کر گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ سپیڈ بڑھاتی۔ مقابل نے آگے جا کر بائیک روک دی۔۔ اسے دیکھتے ہی مسکان بھی اس کے قریب جا کر رکی۔ وہ اب بائیک سے اتر گیا تھا جبکہ مسکان نے بائیک پر بیٹھے بیٹھے ہی ہیلمٹ اتارا۔ تیز ہوا کا جھونکا اس کے بالوں کو چھیڑ گیا تھا۔

"کیا ہوا؟ اتنی جلدی ہار مان لی؟" اس نے گہرے گہرے سانس بھرتے ہنستے ہوئے کہا۔ ہیلمٹ کے اندر سے ہی اسے اس شخص کی ہنسی سنائی دی۔ " وہ ہیلمٹ کب اتارے گا؟؟" وہ دل ہی دل میں خود سے کہہ رہی تھی۔۔ تبھی اس نے ہیلمٹ اتار دیا۔۔ وہ کچھ اور مانگ لیتی تو وہ بھی اسے ملتا۔ وہ اپنی نظریں اس کے چہرے پر سے ہٹانا بھول ہی گئی۔ کچھ چہرے پہلی نظر میں ہی اتنے اچھے لگ جاتے ہیں کہ ان پر سے نظریں ہٹانا بدقسمتی سمجھی جاتی ہے۔

"تھکی ہوئی تو آپ لگ رہی ہیں۔۔ "اسکی آواز پر وہ جھرجھری لے کر سیدھی ہوئی۔ وہ اس کی بائیک کے بلکل ساتھ کھڑا تھا اتنا کہ وہ اس کی آنکھوں کے اندر گہرائی تک دیکھ چکی تھی۔ پھر اس نے اپنی نظریں اس پر سے ہٹا دیں۔ وہ کیا سوچے گا کہ پہلی دفعہ کوئی خوبصورت لڑکا دیکھا ہے۔ دل ہی دل میں خود کو کوستے بائیک سے اتری گئی۔

"فرہاد میر۔۔" اس نے اپنا ہاتھ مسکان کی طرف بڑھایا۔ مسکان نے اس کے دستانہ پہنے ہاتھ کو دیکھا جس کی درمیان کی تین انگلیوں میں تین بڑی بڑی سلور انگوٹھیاں تھیں۔

"مسکان جہانزیب عالم۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے فرہاد کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"خود پر نہیں تو حیدر آباد کی سڑکوں پر رحم کریں۔" وہ اچھا بولتا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر اس کی بائیک کو دیکھنے لگی۔

"کافی خوبصورت ہے آپ کی Ninja ZX-10R۔۔" وہ بائیک کے چاروں طرف گھوم کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی بائیک بھی کمال کی ہے۔" جواباً اس نے بھی اس کی بائیک کو سراہتے ہوئے کہا جو ڈارک بلیو کلر کی تھی۔

"آپ کو حیدر آباد میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔۔ نئے آئیں ہیں کیا؟" وہ اب اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"میری رہائش کراچی کی ہے۔ حیدر آباد جاب کے سلسلے میں آیا تھا۔۔ آج واپس جانا ہے۔" یکدم ہی مسکان کے چہرے پر اداسی چھائی۔ ایسا کیوں ہوا اس کا اندازہ اسے اتنی جلدی نہیں ہو سکتا تھا۔

"ہم دیر سے ملے۔۔" اس نے اتنا افسوس سے کہا تھا کہ فرہاد نے پورا گھوم کر اسے دیکھا۔ اس کی خود پر جمی نظریں دیکھ کر وہ ایک دم بوکھلا سی گئی۔۔ "مم۔ میرا مطلب پہلے مل لیتے تو میں اپنی ہار کا بدلہ لے لیتی آپ سے۔۔" اس نے فوراً خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔

"تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ میرے پاس ابھی کافی وقت ہے میں آپ کو مجھے ہرانے کا ایک موقع دے سکتا ہوں۔۔" مسکان کے چہرے پر ایک دم بہار سی آئی۔

"سچ میں؟؟" وہ خوشی سے اس قدر چلائی تھی کہ فرہاد ناسمجھی سے اسے دیکھے گیا اور اگلے ہی لمحے مسکرا بھی دیا۔ اس سے پہلے مسکان کو ایک اور ضروری کام کرنا تھا۔

"بس ایک منٹ۔۔ مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔۔" اس نے روانی میں کہتے ہوئے پینٹ کی جیب سے موبائل نکال کر چہرے کے سامنے کیا۔ ایک نظر اٹھا کر اس نے فرہاد کو دیکھا جو اس کی بائیک کی طرف متوجہ تھا۔ اس نے کوئی نمبر نہیں ملایا۔ فون سائلنٹ پر کیا۔۔ اسے وائبریشن موڈ سے ہٹایا۔ اور برائیٹنیس بلکل کم کر دی۔ پھر فرہاد کی طرف متوجہ ہوئی۔۔

"اوہو۔ اس میں تو بیلنس ہی نہیں ہے۔۔ آپ مجھے اپنا فون دے سکتے ہیں مجھے بہت ضروری کال کرنی ہے۔۔" اس نے معصومانہ انداز سے کہا تو فرہاد نے فوراً اپنا فون اسے دیا۔

"تھینک یو۔۔ مسٹر رائڈر۔" اس نے مسکراتے ہوئے دوسری طرف گھوم کر ایک نمبر ملایا۔ فرہاد اس بات سے بلکل انجان تھا کہ وہ جس نمبر پر کال کر رہی تھی وہ اس کی اپنی ہی جیب میں بج رہا تھا۔ بس کام ہو گیا تھا وہ دوبارہ اس کی طرف گھومی۔

"نہیں اٹھا رہی لگتا ہے کہیں کھو گئی ہے۔۔" اس نے فرہاد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گم صم انداز سے کہا۔

"پھر کب آؤ گے؟" فرہاد نے اس کے ہاتھ سے فون لیا اور جیب میں ڈالا۔

"کب آؤں؟؟" کمال ہے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ وہ سر جھٹک کر حال میں آئی۔

"مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟ جب دل کرے آجانا۔ حیدر آباد دل سے ویلکم کرتا ہے۔۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے اپنی بائیک کی طرف بڑھ گئی۔ فرہاد تھوڑا اس کی طرف جھکا اور بولا۔

"جب بلاؤ گی آجاؤں گا۔۔" یہ جملہ اس کی توقع کے بلکل بر عکس تھا۔یہ کیا کہہ دیا تھا اس نے؟ کیا وہ بلائے گی اور وہ آجائے گا؟ وہ ایسا کیوں کرے گا؟ وہ بس اسے سوالیہ نظروں سے دیکھے جا رہی تھی جو اب اپنا ہیلمٹ پہن رہا تھا۔

"ہرانا مت۔ایک لڑکی سے ہار کر مجھے اچھا نہیں لگے گا۔۔" وہ بائیک پر سوار ہو چکا تھا اور وہ۔۔وہ تو کہیں اور ہی تھی۔وہ اسے کیسے بتاتی وہ تو کب کی ہار گئی تھی۔اس نے اپنا ہیلمٹ پہنا۔دونوں نے ایک ساتھ بائیک کو ریس دی اور تیزی سے نکل گئے حیدر آباد کی سڑکوں پر۔۔

وہ سٹڈی روم سے ابھی باہر ہی نکلی تھی کہ اس نے عالیان کو دیکھا جو بنا اسے دیکھے سیڑھیاں پھلانگتے اپنے کمرے کی طرف گیا۔اسے تو آفس میں ہونا چاہئیے تھا؟ وہ گھر کیوں آیا؟ دل میں ہی خود سے سوال کرتے ہوئے اس نے سٹڈی روم کا دروازہ بند کیا اور باہر لان میں چلی گئی۔آج وہ اپنا تیسرا پیپر دے کر آئی تھی۔اسے عالیان سے بات کرنی تھی جب وہ اسے کالج لینے کے لیے آیا تھا تو اس نے سوچا وہ اسی وقت بات کر لے گی لیکن سارے راستے وہ ہمت ہی نہ کر سکی اور اب عالیان کو یوں اچانک گھر میں دیکھ کر اس کے دل نے پھر سے کہا کہ موقع اچھا ہے وہ اب اس سے بات کر لے۔وہ الگ بات ہے کہ ہمت تو اب بھی نہیں ہو رہی تھی لیکن آج نہیں کہ سکے گی تو دن بہ دن مشکل ہوتی جائے گی۔انہی سوچوں کو دماغ پر سوار کیے وہ لان میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی تبھی اس کی نظر عالیان پر پڑی جو گیٹ کی طرف تقریباً بھاگتے ہوئے جا رہا تھا۔کیا وہ اسے آواز دے؟؟

"عالیان!!!" ہمت مجتمع کر کے آخر اس نے آواز دے ہی دی۔ اپنا نام سنتے ہی عالیان نے دائیں طرف گردن موڑ کر اسے دیکھا اور پھر اس کی طرف جانے لگا۔ وہ چاہے کتنی بھی عجلت میں ہو ردا بلائے اور وہ نہ جائے ہو ہی نہیں سکتا۔

"اگر آپ کے پاس وقت ہو تو مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔" اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے وقت ہے ورنہ وہاں سے بھاگ کر کیوں آتا۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی مگر ردا جانتی تھی کہ مسکراہٹ بس پل بھر کی ہے۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔۔" وہ تھوڑا رکی۔ عالیان بغور اسے دیکھ اور سن رہا تھا۔ "اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ۔۔" وہ پھر رکی۔ عالیان کا سانس بھی رک گیا تھا البتہ نا جانے کیوں مگر چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی تھی۔ وہ کس فیصلے کی بات کر رہی ہے شاید وہ سمجھ چکا تھا۔

"کہ میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔۔" اس نے گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا اور عالیان کو لگا کسی نے اس کی سانسیں اس سے چھین لیں۔ مسکراہٹ یکدم ہی اس کے چہرے سے غائب ہو گئی۔

"وجہ؟؟" بمشکل وہ یہی پوچھ سکا۔

"وجہ ہونا ضروری ہے کیا؟" وہ اس کی آنکھوں میں کرب دیکھ سکتی تھی۔

"کم از کم میرے لیے ہاں۔۔" کھلے آسمان کے نیچے بھی اسے گھٹن نے آگھیرا۔

"کیا یہ وجہ کافی نہیں ہے کہ میں آپ کو پسند نہیں کرتی؟؟"

اس کے بولتے ہی وہ تیزی سے بولا۔۔ "صرف پسند نہیں کرتی یا شدید نفرت کرتی ہو؟" ردا نے یکدم تڑپ کر اسے دیکھا۔

"جو سمجھنا ہے سمجھیں۔ مجھے بس یہی کہنا تھا۔۔" کوفت سے کہتے ہی وہ وہاں سے جانے لگی۔ عالیان نے ہوا میں گہری سانس خارج کی اور اس کے پیچھے لپکا۔ وہ اب اس کے سامنے اس کی راہ روکے کھڑا تھا۔

"میں تمہارے فیصلے کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ میں تمہیں فورس بھی نہیں کروں گا۔ لیکن پھر بھی ایک دفعہ پھر سے سوچ لو۔۔" وہ کیا کر رہا تھا؟؟ منت؟؟؟ التجا؟؟ ردا کا دل کیا وہاں سے بھاگ جائے۔

"میں نے سوچ لیا ہے دل سے بھی اور دماغ سے بھی۔ دونوں یہی کہتے ہیں کہ میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔۔" اس کے گلے میں کچھ اٹک گیا تھا جسے وہ اندر نہیں کر پا رہی تھی۔

"میرے دل میں بسی تمہاری محبت نے مجھے بدل کر رکھ دیا۔ میں ایسا نہیں تھا جیسا مجھے تمہاری محبت نے بنا دیا ہے۔ کیا تم مجھے ایک موقع نہیں دے سکتی؟؟" وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گیا اور ردا کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں دبا کر سارا خون نچوڑ دیا ہو۔

"تو میں نے نہیں کہا تھا آپ کو کہ میرے لیے خود کو بدل دیں۔۔" وہ یکدم چلائی۔ "یہ دیکھیں۔۔" اس نے اپنے ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیے۔۔ "چھوڑ دیں مجھے میرے حال پر۔۔ پلیز میں التجا کرتی ہوں آپ سے۔ نہیں کرنی مجھے آپ سے شادی۔ نفرت ہے مجھے آپ سے۔۔" وہ ایک ایک لفظ نفرت سے چیختے ہوئے ادا کرتی گئی۔ عالیان کو لگا کسی نے رکھ کر اس کی محبت کو تھپڑ دے مارا ہے۔ اس کے وجود پر ٹھنڈا پانی پھینک دیا ہے۔ اسے زندہ زمین میں گاڑھ دیا گیا ہے۔ وہ چلی گئی اور وہ وہیں کھڑا رہا۔ ایک برف کے مجسمے کی طرح۔ ایک بے جان وجود کی طرح۔۔ جسے وقت سے پہلے ہی مار دیا گیا ہو۔۔ اس کا انتظار رائیگاں چلا گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ خود کو بدل کر وہ ردا کے قابل ہو جائے گا لیکن ردا کا کیا جو اسے خود کے قابل سمجھتی ہی نہیں تھی بلکہ اس سے نفرت کرتی تھی۔ نفرت ایک ایسا لفظ جس کا اظہار ہم بلا تاخیر کر دیتے ہیں جبکہ محبت کا اظہار کرنے میں ہم صدیاں گزار دیتے ہیں۔

وہ اپنے کمرے کی بالکونی میں ریلنگ کا سہارا لیے کھڑی نارنجی رنگ میں بدلتے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔اس کی سرخ آنکھیں اس بات کی گواہی دے رہی تھیں کہ وہ کتنی دیر سے روتی رہی ہے۔عالیان کے پاس سے آنے کے بعد وہ ایک لمحے کے لیے بھی چپ نہیں ہوئی۔وہ اسے توڑ کر آئی تھی خود کیسے نہ بکھرتی۔اس کی آنکھوں میں تکلیف، آنسو اب تک اس سے بھولے نہیں تھے۔انہی سوچوں کے دوران اسے اپنے پیچھے سے کسی کی آواز آئی۔۔

"کیا کہا ہے تم نے عالیان سے ؟؟"انابیہ کی آواز پر وہ اس کی طرف گھومی تو اس نے دیکھا وہ بالکونی کے دروازے کے ساتھ کھڑی سخت نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔وہ اس کے اس قدر سخت تاثرات کو دیکھتے ہی جان گئی تھی کہ عالیان اس کے پاس گیا تھا اور اسے سب بتا چکا تھا۔کیسے نہ بتاتا وہ اس کی دوست تھی۔وہ غم میں تھا تکلیف میں تھا اور دکھ میں انسان سب سے پہلے اپنے دوست کے پاس ہی تو جاتا ہے۔

"کس بارے میں ؟"وہ مکمل طور پر خود کو انجان ظاہر کرتے ہوئے دوبارہ آسمان کو دیکھنے لگی۔اس کی اس قدر ڈھٹائی پر انابیہ کا ضبط جواب دے گیا۔

"مجھے بیوقوف مت بناؤ۔۔"اس نے سختی سے اس کو بازو سے دبوچ کر اپنی طرف گھمایا۔ردا اس قدر سختی پر کراہ کر رہ گئی۔"جانتی ہو وہ میرے آفس آیا تھا۔روتا رہا ہے وہ ردا۔۔"اس نے چلا کر کہا۔ردا کا دماغ بھک سے اڑا۔اس کا آخری جملہ اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگنے لگا۔اس سے پہلے انابیہ پھر کچھ کہتی اس نے گردن گھما کر نیچے کھڑے گارڈز کو دیکھا۔وہ ان کے سامنے تماشا نہیں لگانا چاہتی تھی اسی لیے ردا کو بازو

سے کھینچتے ہوئے وہ کمرے کے اندر لے گئ۔ دروازہ بند کیا اور اس کی طرف گھومی جو کسی صدمے کی حالت میں کھڑی تھی جس کے دماغ میں صرف ایک فقرہ گھوم رہا تھا۔۔ "روتا رہا ہے وہ ردا۔۔۔ روتا رہا ہے وہ۔۔"

"کل میں نے اس کی آنکھوں میں بے بسی دیکھی تھی تکلیف دیکھی تھی کہ وہ اپنوں کا بدلہ کیوں نہیں لے پا رہا۔ صرف اس کی تکلیف ختم کرنے کے لیے میں نے وہ کیا جو میں کبھی نہ کرتی ردا صرف اس کے لیے۔۔" انابیہ نے اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔۔ "اور تم۔۔ تم تو محبت کرتی ہو نا اس سے تم کیسے رلا سکتی ہو اسے ؟؟" وہ قہر برساتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ردا نے تڑپ کر بھیگی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا کہا تم نے اس سے نفرت کرتی ہو؟ دو سال اس نے مجھے تکلیف میں رکھا میں اس سے نفرت نہیں کر سکی تم کون ہوتی ہو اس سے محض یہ کہنے والی ؟؟" وہ اب کی بار سارا ضبط توڑ کر باآواز رونے لگی۔ انابیہ نے اسے چھوڑ دیا اور وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گری۔ انابیہ کا دل ایک دم ہی اس کے لیے نرم پڑ گیا۔

"بہن ہوں میں تمہاری اچھے سے جانتی ہوں تم کتنی محبت کرتی ہو اس سے۔ کیا مزہ آتا ہے تمہیں اور کبیر کو بلاوجہ محبت کرنے والوں کو تکلیف دیتے ہوئے۔۔" وہ اس کے سامنے بیٹھ گئ جو مسلسل آنسو بہائے جا رہی تھی۔۔ "ردا یہ محبت خوش قسمت لوگوں کو ملتی ہے۔۔ میں نے مجبوری میں گنوائی تھی تمہیں کیا مجبوری ہے جو اس کا دل دکھاتی ہو"

"تو کیا کروں میں بتائیں نا کیا کروں ؟؟" وہ یکدم پھٹ پڑی۔ آنسوؤں کی رفتار تیز ہو گئ اور سرخ آنکھوں سے وہ انابیہ کو دیکھے گئ۔۔ "میری وجہ سے انہیں گولی لگی تھی میری وجہ سے۔۔" اس نے زور سے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ انابیہ کا دل یکدم اس کے لیے تڑپ اٹھا۔ "آپ نے تو صرف ان کے بازو پر بندھی سفید پٹی دیکھی تھی نا تو میرا کیا آپی جس نے ان کی بازو سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتا خون دیکھا تھا۔۔ میرے دل

کا کیا آپی جس نے یہ سب برداشت کیا تھا۔۔" وہ بلند آواز میں رو رہی تھی اس سے کہہ رہی تھی اور وہ گنگ سی بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"صرف ایک دفعہ۔۔ایک دفعہ ظفر نے ان کو میرے ساتھ دیکھا اور گولی چلا دی۔۔سوچیں اگر اسے ہماری شادی کا پتہ چلے گا تو وہ کیا کر بیٹھے گا ان کے ساتھ۔۔" اس نے رک کر گہرے سانس لیے وہ رو رو کر تھک چکی تھی۔انابیہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر سائڈ ٹیبل تک گئی۔جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور اس کی طرف لائی جسے ردا نے اگلے ہی لمحے جھٹک دیا۔

"پلیز ردا تھوڑا سا پی لو۔۔" وہ ہاتھوں میں گلاس پکڑے اس سے منت کرتے ہوئے بولی۔۔

"میں یہ سب ان کے لیے ہی تو کر رہی ہوں۔مجھے ان کے ساتھ سے زیادہ ان کی زندگی پیاری ہے۔میں خود غرض نہیں ہوں۔مجھے محبت کا حصول نہیں چاہیئے مجھے ان کی زندگی چاہیئے۔۔" انابیہ نے آگے ہو کر اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کیے۔

"شادی سے انکار مت کرو۔تم دونوں کا رشتہ جب مضبوط ہو جائے گا تو وہ کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔تم دونوں ایک ہو جاؤ گے تو اس کے لیے تمہیں جدا کرنا نا ممکن ہو گا۔۔نکاح میں بہت طاقت ہوتی ہے ردا۔۔" وہ اسے رسانیت سے سمجھا رہی تھی۔"عالیان اب ہمارے ساتھ کچھ بھی غلط نہیں ہونے دے گا۔اسے میری دوستی اور تمہاری محبت کی ضرورت ہے لیکن سب سے زیادہ اسے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے کیونکہ محبت انسان کو طاقت دیتی ہے۔یہ وقت ڈرنے کا نہیں لڑنے کا ہے۔ہمیں سب سے اپنا بدلہ لینا ہے۔تم سمجھ رہی ہو نا۔۔" وہ اس کی ہر بات پر کسی چھوٹی بچی کی طرح سر اثبات میں ہلا رہی تھی۔وہ سمجھ گئی تھی۔انابیہ نے زمین سے گلاس اٹھا کر اس کے منہ سے لگایا تو ردا نے تیزی سے ایک ہی سانس میں پانی پیا۔۔

"ایم سوری آپی۔۔ایم رئیلی سوری۔۔" وہ اس کے گلے لگتے ہوئے بولی۔انابیہ نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اسے چپ کرانے لگی۔

عالم خان اس وقت راکنگ چیئر میں بیٹھے اسے آگے پیچھے جھلا رہے تھے۔ان کی آنکھیں بند تھیں۔وہ سو نہیں رہے تھے بلکہ گہری سوچوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔جس دن سے جہانزیب کے چہرے سے پردہ ہٹا تھا تب سے ہی وہ خود کو ہر چیز کا مجرم سمجھ رہے تھے اور جب انسان کو اپنے جرم کا احساس ہو جائے تو اس کی نینداس سے روٹھ جاتی ہے۔ایسی ہی کچھ کشمکش میں وہ بھی گھرے تھے۔ تبھی ان کو اپنی آنکھوں پر کسی کا لمس محسوس ہوا۔ جھولتی ہوئی راکنگ چیئر ایک پل کے لیے رک گئی تھی۔انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ان ہاتھوں کو چھوا جو ان کی آنکھوں پر موجود تھے اور اگلے ہی لمحے ان کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔

"میں پہچان گیا آپ کو۔۔میری پیاری سی مسکان والی شہزادی!!" انہوں نے پیار بھرے لہجے میں کہا تو مسکان کھل کر ہنس دی۔

"آہ۔۔داداجان آپ نے پھر سے پکڑ لیا۔۔" ان کی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹاتے ہی وہ بڑی ہی معصومیت سے بولتے ہوئے ان کے سامنے کارپٹ پر آبیٹھی۔داداجان نے آگے ہو کر اس کے سر پر نرمی سے دلاسہ دیا تو وہ پھر سے مسکرادی۔

"آپ پھر سے بائیک لے کر نکل گئی تھی نا۔۔" وہ شکایت کر رہے تھے جبکہ مسکان دانتوں تلے زبان دبا گئی۔

"میں نے کھڑکی سے دیکھ لیا تھا۔آپ کیوں نہیں سنتی؟"

"چھوڑیں نادادا جان بس بابا سے مت کہیے گا۔ ہماری بات ہمارے درمیان رہنے دیں۔۔" اس نے آنکھ مارتے ہوئے سرگوشی نما انداز میں کہا تو عالم خان سر جھٹک کر رہ گئے۔ مسکان کو سمجھانا مشکل کام تھا۔

"مسکان کے ہوتے ہوئے آپ اداس کیوں بیٹھے تھے وہ بھی اندھیرا کر کے؟" عالم خان کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ اس سے کچھ بھی چھپانا ناممکن کام تھا۔

"میں بھلا کیوں اداس ہوں گا اور اب تو بلکل بھی نہیں ہوں۔۔" وہ صاف مکر گئے۔

"یہ ہوئی نا بات جہاں مسکان ہوتی ہے وہاں مسکراہٹ فرض ہوتی ہے۔۔" عالم خان کھل کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کام میں تو وہ ماہر تھی۔ اداسی کو مسکراہٹ میں بدلنے میں ذرا دیر نہیں لگاتی تھی۔

"راحیلہ اور ناہیدہ کو یاد کر رہے تھے نا۔۔" وہ رک کر ان کا چہرہ دیکھنے لگی جس پر ایک کرب سا ابھرا تھا جیسے ہمیشہ ابھرتا تھا۔۔ "بیس سال کی ہو گئی ہوں اور بچپن سے آپ یہی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ان سے ضرور ملوں گی۔ میرا تجسس ہے کہ ختم نہیں ہوتا اور انتظار ہے جو مزید وقت مانگتا رہتا ہے۔"

"ان سے ملنے کا اشتیاق اب ختم کر دیں۔ وہ جہاں پر ہیں ان سے ملنا اس جہاں میں ممکن نہیں۔۔" وہ کچھ نا سمجھی سے انہیں دیکھے گئی۔ وہ کیا کہنا چاہ رہے تھے اس کی سمجھ سے یہ بات باہر تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر مسکان کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔

"آپ کے چہرے پر مسکان مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ میں راحیلہ اور ناہیدہ کا خیال نہیں رکھ سکا لیکن میں آپ کا ہر طرح سے خیال رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ سے دور نہ جایا کریں۔ آپ کی صورت میں مجھے راحیلہ اور ناہیدہ دوباری ملی ہیں۔۔" وہ یک ٹک خاموشی سے ان کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ "کوئی تھا جس نے ان کو مجھ سے چھین لیا لیکن اب میں آپ کو خود سے دور نہیں جانے دوں گا۔۔" ایک آنسو جو نا جانے کب ان کی آنکھ سے بہہ کر ٹھوڑی سے ٹپکنے ہی لگا تھا کہ مسکان نے تیزی سے اسے اپنی ہتھیلی میں لے لیا اور

بڑی ہی سنجیدگی سے اس چمکتے ہوئے آنسو کو دیکھتی رہی جیسے یہ قطرہ اسے بہت عجیب لگا ہو۔ یہ ایک قطرہ آنکھ سے بلاوجہ تو نہیں بہتا۔ ایسی کون سی اذیت ہوتی ہے جو اس ایک قطرے کے گرنے کا سبب بنتی ہے؟ کسی کی جدائی؟ کسی کی محبت؟ کوئی تنہائی؟ کوئی بیماری؟ کوئی زخم؟ ان سب حالات سے وہ کب گزری تھی جو اس قطرے میں چھپا کرب جان سکتی۔

"کسی کو بھی اتنا موقع مت دیجئے گا کہ وہ آپ کے دل سے کھیل جائے۔ آپ کو دکھ دے۔ میں نے آپ کا نام مسکان رکھا تھا صرف س لیے کیونکہ مسکان صرف آپ کے لیے بنی ہے۔۔" وہ اب اپنے ہاتھ سے ان کے چہرے پر بہتے آنسو صاف کرنے لگی۔ وہ ان کو کہیں سے بھی جہانزیب کی بیٹی نہیں لگتی تھی وہ بہت مختلف تھی۔ بہت صاف دل ہنستی مسکراتی۔ وہ کبھی بھی اس کے باپ کی اصلیت اس کے سامنے ظاہر نہیں کریں گے نہ ہی ہونے دیں گے۔ وہ اپنے باپ کو آئیڈیل مانتی تھی اور جب سچ سے واقف ہو گی کہ اس کا باپ اس کے اپنوں کا ہی قاتل ہے تو وہ کس قدر ٹوٹ جائے گی بکھر جائے گی۔ کچھ بھی کر کے وہ مسکان کی مسکراہٹ ایسے ہی اس کے چہرے کا حصہ رہنے دینا چاہتے تھے۔

گیٹ کے دروازے ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو اس کی بائیک تیزی سے سیدھا پورچ میں گئ۔ چوکیدار اب گیٹ دوبارہ سے بند کر رہا تھا۔ دور کھڑا وہ شخص اب گھر کے اندر جا رہا تھا کہ چوکیدار دور سے ہی بولا۔

"السلام علیکم صاحب جی۔۔" اس نے وہیں سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ہمیشہ سلام کرنے میں پیچھے رہ جاتا تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔" مسکرا کر تھوڑا سر کو خم دے کر کہتے اب وہ اندر جانے لگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ہیلمٹ تھا جو اس نے اندر گھستے ساتھ کونے میں پڑے ٹیبل پر رکھا۔ شوز اتار کر وہیں سائڈ پر رکھے پھر جرابیں اتار کر

انہیں جوتوں میں ٹھونس دیں۔ سامنے ہی اوپن لائونج تھا جہاں پہنچتے ہی اس نے انگوٹھیوں سمیت دستانے اتارے اور لائونج کے وسط میں پڑے ٹیبل پر رکھ دیے۔ سیاہ جیکٹ اتار کر اس نے وہیں صوفے کی پشت پر پھیلا دی۔۔ گہرا سانس بھر کر اس نے سفید شرٹ کے اوپری بٹن کھولے۔ کف کہنیوں تک فولڈ کیے اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا جو بلکل ہی لائونج کے ساتھ تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا سو اس نے ساری بتیاں جلا دیں اگلے ہی لمحے کمرہ مکمل روشن ہو گیا تھا۔ بغیر ادھر ادھر دیکھے وہ سیدھا واشرم میں چلا گیا۔ واش بیسن میں جھک کر اس نے چار سے پانچ دفعہ پانی ہتھیلیوں میں بھر بھر کے اپنے چہرے پر پھینکا اور پھر رک کر سانس لیتے ہوئے وہ اب بیسن کے دہانوں پر دونوں ہاتھ رکھے شیشے میں اپنا تر چہرہ دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے اپنی شہد رنگ آنکھوں میں غور کیا وہ کس قدر تھکی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں اور مسکراتے ہوئے اپنے چہرے کو دیکھنے لگا اس کی شیو بڑھ چکی تھی لیکن اچھی لگ رہی تھی سو ایسے ہی چھوڑ دی۔ مڑ کر اس نے ٹاول ہینگنگ میں سے ٹاول اتار کر اپنا چہرہ صاف کیا اور کمرے میں چلا گیا۔

کمرے میں پہنچتے ہی وہ ایل شیپ صوفے پر ڈھے گیا۔ صوفے کی پشت پر سر رکھا اور آنکھیں بند کر گیا۔

●●●●●●●●●

(کبیر جہانگیر بچپن سے ہی غصے کا تیز، بلا کا ضدی اور انا کا سخت برا تھا۔ اس سے لوگوں کی باتیں اور اپنی زندگی میں بلا وجہ کی مداخلت کبھی بھی برداشت نہیں ہوتی تھیں کوئی اگر اسے منہ سے کچھ کہتا تھا تو وہ ہاتھوں سے اسکی طبیعت اچھے سے صاف کر دیتا تھا۔ کتنی ہی دفعہ جہانگیر صاحب خاص طور پر اس کی پرنسپل کے بلانے پر کراچی سے لاہور جاتے تھے۔

"دیکھیے جہانگیر صاحب اگر آپ کے بیٹے نے اپنے غصے پر قابو نہ کیا تو میں اب آخری دفعہ آپ سے کہہ رہی ہوں کہ میں اسے سکول سے نکال دوں گی۔۔ چھٹی جماعت سے ہی اس کا یہ حال آگے جا کر نا جانے کیا کرے گا۔۔" پرنسپل کی باتیں ان کے کانوں میں سیخ اور دماغ پر پتھر کی طرح لگتی تھیں۔ انہیں کراچی میں بزنس شروع کرنے کا سخت پچھتاوا ہوتا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ آٹھویں جماعت میں تھا۔ وہ سکول سے گھر آیا تو بجائے گھر کے اندر جانے کے وہ سیدھا لان میں گیا جہاں جہانگیر صاحب اور آمنہ بیگم بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جہانگیر صاحب نے سر اٹھا کر اس دراز قد لڑکے کی طرف دیکھا جو چلتا ہوا انہی کے پاس آ رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پوری کھل گئی تھیں اور جسم تو جیسے برف کا ہو گیا تھا۔ اس کی سفید شرٹ کے ایک طرف سرخ خون کا دھبہ تھا۔ شرٹ بری طرح پھٹی ہوئی تھی۔ منہ کے کنارے سے خون نکل رہا تھا۔ آمنہ بیگم اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھیں۔

"کبیر یہ سب ؟؟ یہ سب کیا ہے ؟؟" آمنہ بیگم نے فکرمندی سے اسے بازوؤں سے پکڑتے ہوئے پوچھا۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ نظریں اور چہرہ دونوں سپاٹ تھے۔ بجائے کچھ کہنے کے اس نے آگے بڑھ کے ایک کاغذ اپنے والد صاحب کے سامنے کیا۔ وہ کچھ پل اس کے چہرے پر سے نظریں نہیں ہٹا سکے اور پھر انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں اس کے ہاتھ سے کاغذ لے لیا۔

"مجھے سکول سے نکال دیا ہے۔۔" وہ جو کاغذ خود پڑھنے والے تھے رک گئے۔۔ "پرنسپل آپ کو خود کال کرنے والی تھی میں نے منع کر دیا اور کہا کہ مجھے سرٹیفیکیٹ دے دیں لیکن میرے ڈیڈ کو میری وجہ سے تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" روانی میں کہتے ہی وہ پلٹ کر جانے لگا۔

"کبیر۔۔" جہانگیر نے خود پر ضبط کرتے اسے آواز دی۔ کبیر کے قدم رکے وہ واپس ان کی طرف گھوما۔

''غلطی اس لڑکے کی تھی ڈیڈ۔ اس نے بیڈ ورڈز کا استعمال کیا تھا۔ میری غیر موجودگی میں میری بکس پھاڑی تھیں میں نے تب بھی اسے کچھ نہیں کہا پھر اس نے باسکٹ بال کھیلتے ہوئے میرے آگے ٹانگ رکھ دی جس کی وجہ سے میں منہ کے بل گر گیا مجھ سے برداشت نہیں ہوا تو میں نے اس کا سر پکڑ کر بینچ سے مار دیا۔" تھوڑا رکا جہانگیر صاحب کے تاثرات دیکھے اور پھر بولا۔۔ "ایک دفعہ نہیں بہت دفعہ وہ بھی بری طرح سے۔۔ وہ ہسپتال میں ہے اس کے ڈیڈ کی کال آپ کو آنے والی ہو گی۔ اس کے علاج پر جو بھی خرچہ آئے کر دیجئے گا۔۔"

اور پھر وہ چلا گیا۔ جہانگیر صاحب ہل نہیں سکے۔ ہوش میں وہ تب آئے جب ان کے فون پر کسی کی کال مسلسل آ رہی تھی۔ ہوا میں گہرا سانس بھرتے ہوئے انہوں نے فون اٹھایا۔ کال اٹینڈ کی ایک نظر آمنہ کو دیکھا جو نظریں جھکائے کھڑی تھیں اور پھر چلے گئے۔

اس کے بعد پورا ایک سال کبیر جہانگیر نے سکول کی شکل نہیں دیکھی۔ اس ایک سال میں وہ گھر میں ہی رہا تھا۔ باہر نہیں جاتا تھا۔ کسی سے کچھ خاص بولتا بھی نہیں تھا یہ وہ سال تھا جس میں اس نے پینٹنگ میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ جہانگیر صاحب، عابس اور آمنہ بیگم سب نے اس سے بہت کہا وہ ایڈمیشن لے لے۔ وہ نہیں مانتا تھا اور بس ایک ہی بات کہتا تھا۔۔

"میرے لیے یہی بہتر ہے کہ کچھ عرصہ میں سکول نہ جاؤں کسی سے نہ ملوں آپ لوگ پلیز مجھے تنگ مت کریں ورنہ مجھ سے بعد میں گلہ مت کیجیے گا کیونکہ میں مزید آپ لوگوں کو تنگ نہیں کرنا چاہتا۔۔" وہ سب کو چپ کروا جاتا تھا۔ جہانگیر نے اس سے بہت کہا کہ وہ ان کے ساتھ کراچی چلے کسی طرح میٹرک کر لے پھر وہ اسے باہر بھیج دیں گے۔ وہ نہیں مانا اور باہر کا سن کر تو سخت چڑ جاتا تھا۔ بلآخر ایک سال گزرنے کے بعد اس نے خود عابس سے کہا کہ وہ ایڈمیشن لینا چاہتا ہے۔ اس بات پر سب کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ اب کبیر کافی بہتر تھا سب کو یقین تھا کہ وہ کسی سے بھی ہاتھا پائی تو کیا بات بھی نہیں کرے گا۔ پہلے دن وہ عابس کے ساتھ سکول گیا

تھا۔ عابس اس کے ساتھ اندر جانے تک کا ارادہ رکھتا تھا۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ دونوں باہر نکلے تو کبیر کی نظر دور کھڑی ایک سیاہ رنگ کی ہیوی بائیک پر رکی۔ وہ کچھ پل کھویا کھویا اسے دیکھتا رہا۔ عابس کچھ کہنے کے لیے اس کی طرف گھوما تو اپنے بھائی کو بائیک میں کھویا دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔ آگے بڑھ کر اس نے کبیر کے کندھے پر ہاتھ رکھا وہ ہڑ بڑا کر سیدھا ہوا اور اس کے ساتھ اندر جانے لگا۔

نویں اور دسویں کے سال بہت ہی پرسکون گزرے تھے نہ صرف پرسکون بلکہ کبیر جہانگیر نے بورڈ میں ٹاپ بھی کیا تھا۔ یہ خبر سب کے حیران ہونے کی تو نہیں مگر خوشی کا باعث ضرور بنی تھی کیونکہ پڑھائی میں تو وہ شروع سے ہی اچھا تھا۔ اسی خوشی میں عابس نے جہانگیر صاحب سے چھپ کر اسے ویسی ہی سیاہ رنگ کی بائیک گفٹ کی تھی۔ اس دن کبیر کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

"اسے بہت احتیاط سے چلانا۔۔" اس نے حکم نہیں دیا تھا درخواست کی تھی کیونکہ کبیر سے درخواست کر کے ہی بات منوائی جا سکتی تھی۔۔ فرسٹ ائیر کے دنوں میں اس کی دوستی عاصم چوہدری سے ہوئی تھی اس کے پاس بھی ایسی ہی بائیک ہوتی تھی۔ دونوں کالج کے بعد ریس کے لیے نکل جاتے تھے اور کبیر ہمیشہ اس سے ہار جاتا تھا کیونکہ عاصم کی بائیک چلانے میں مہارت بہت زبردست تھی۔ وہ جب بھی تیز چلانے کا سوچتا اسے عابس بھائی کی درخواست یاد آجاتی تھی۔

"تم سے نہیں ہو گا کبیر رہنے دو۔۔" دونوں میں دوستی بہت زیادہ بڑھ گئ تھی۔ اگر اس طرح سے کبیر کو کوئی اور کہتا تو اس کے دانت سلامت نہ ہوتے۔ وہ بس بے نیازی سے کندھے اچکا جاتا تھا۔ ایک دفعہ جیتنے کے چکروں میں اس کا بری طرح ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ اس کی ٹانگ اور بازو دونوں میں فریکچر آئے تھے۔ خبر جہانگیر صاحب تک تو نہیں پہنچی تھی مگر عابس اس سے بہت ناراض ہوا تھا اتنا کہ اس سے بائیک بھی لے لی تھی۔ اس

نے کوئی ضد بھی نہیں کی تھی جبکہ اسے بری طرح سے اس بائیک کی عادت ہو گئی تھی۔اس کی روزانہ اتری ہوئی شکل اور بے زار رویہ دیکھ کر عاصم نے اسے ایک بائیک خرید کر دی تھی۔

"نہیں عاصم یہ میں تم سے نہیں لے سکتا بھائی کو پتہ چلا تو بہت غصہ ہوں گے۔۔"اس نے صاف انکار کر دیا۔۔

"بکواس مت کرو مجھے تمہیں ہرانے کی عادت ہو گئی ہے اور ویسے بھی یہ میرے گھر پر ہوا کرے گی۔۔"کبیر اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"اور جب کبھی ایکسیڈنٹ ہوا تو تمہیں کیا لگتا ہے بھائی کو خبر نہیں پہنچے گی؟"عاصم نے کچھ پل سینے پر ہاتھ باندھے بڑی خاموشی سے اسے دیکھا۔پھر ایک موبائل اس کے سامنے کیا۔کبیر کی آنکھوں میں ناسمجھی ابھری۔

"جب جب بائیک چلاؤ گے تمہارے پاس یہ فون ہو گا جس میں صرف عاصم چوہدری کا نمبر ہو گا۔یعنی تمہارے ایکسیڈنٹ کی خبر صرف مجھے ہو گی اور ہسپتال کے خرچے ففٹی ففٹی کر لیں گے۔۔ٹھیک نا؟؟"وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔کس پلانر سے واسطہ پڑ گیا تھا اس کا۔۔ماننے کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا سو اسے ماننا پڑا۔ وہ روز صبح جم کے بہانے اٹھ کر گھر سے نکل جاتا اور کافی دیر دونوں سڑکوں پر بائیک جہاز کی طرح اڑاتے رہتے تھے۔سیکنڈ ائیر کے ایگزامز کے بعد اس کی چھٹیاں تھیں سو وہ صبح آرام سے بارہ بجے کے قریب اٹھتا تھا اسی لیے اسے ہر حال میں دس بجے سے پہلے گھر پہنچنا ہوتا تھا تاکہ کسی کو شک نہ پڑے لیکن اس دن وقت دس سے پلٹ گیا تھا بلکہ بہت پلٹ گیا تھا۔یہ اس دن کی آخری ریس تھی جو کبیر کو ہر حال میں جیتنی تھی اسی لیے اس نے چیٹنگ کی تھی وہ بجائے روڈ کے شاٹ کٹ کے چکر میں بازار کے اندر گھس گیا تھا جہاں پر ایک لڑکی اس کی بائیک سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔اس نے بس ایک نظر اس لڑکی کے چہرے کو دیکھا تو اسے خود پر

بڑا پیار آیا کہ اس کی وجہ سے وہ لڑکی جان سے نہیں گئ۔ وہ اسے مسلسل ڈانٹ رہی تھی لیکن وہ تو جیسے کچھ سن ہی نہیں رہا تھا بس نیچے جھک کر اس کی چیزیں اٹھانے میں مصروف تھا۔ سامان اس کے ہاتھ میں تھما کر اس نے پھر اس لڑکی کے تمتماتے چہرے کو غور سے دیکھا۔

"کیا یہ لڑکی اسے دوبارہ ملے گی؟" خود سے کہہ کر وہ بائیک پر سوار ہو گیا اور وہاں سے چلا گیا۔۔

"چیٹنگ کے باوجود بھی تم ہار گئے۔ چچ چچ چچ۔۔" سڑک کے کنارے وہ دونوں اپنی اپنی بائیک کے ساتھ کھڑے تھے جب عاصم نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس سے کہا۔ کبیر کچھ نہیں بولا بلکہ سر جھکا کر ہنسنے لگا۔ اب وہ اسے کیسے بتاتا اس کے ہارنے کی وجہ وہ لڑکی تھی۔

"تم گھر جائو۔۔ میں آتا ہوں۔۔" وہ تیزی سے کہتا بائیک پر سوار ہو گیا۔

"اے رک دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔" عاصم اس سے کہہ رہا تھا لیکن اس نے کب سننی تھی وہ تو کب کا چلا گیا۔۔ کچھ ہی دیر ہوئی تھی وہ دوبارہ اس بازار میں اسی جگہ آ کھڑا ہوا لیکن اب وہ لڑکی وہاں کہیں نہیں تھی۔۔ کچھ دن بعد اسے اپنی ہی یونیورسٹی میں دیکھ کر اسے اپنی قسمت پر جم کے رشک آیا تھا۔۔ "تو دعائیں ایسے قبول ہوتی ہیں کبیر جہانگیر۔۔" اسے دیکھتے ہی کسی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔)

••••••••••

جب اس نے آنکھیں کھولیں تو سب سے پہلے اس نے اپنے سامنے والی دیوار کو دیکھا جس کا ایک حصہ بھی پینٹنگز سے خالی نہیں تھا۔ وہ دیوار اس کی پینٹنگز سے بھری پڑی تھی جہاں تک نگاہ جاتی تھی بس اسی کا چہرہ دکھائی دیتا تھا تبھی اس کی نظر درمیان میں لگی سب سے بڑی پینٹنگ پر رکی جو اس نے پچھلے دنوں بنائی تھی۔ سرمئی رنگ کے سکارف سے نکلتا کھلا کھلا چہرہ۔ ماتھے پر کٹے بینگز۔ گھنی پلکوں کی چھاؤں میں اٹھی ہوئی اس کی بادامی آنکھیں۔۔۔ بے تاثر چہرہ۔۔۔ اور اس کے کھلے بال۔۔

"اس دنیا میں کوئی بھی تمہیں کبیر جہانگیر سے زیادہ نہیں چاہ سکتا۔ تمہیں چاہنے والا پہلا اور آخری شخص صرف میں ہوں۔ تم پر مر مٹنے کا اور تمہارے لیے مار دینے کا حق صرف کبیر جہانگیر کا ہے اور یہ حق میں کیسے کسی اور کو سونپ سکتا تھا۔۔"اس کی نظریں ہنوز اس کی آنکھوں پر جمی تھیں۔ وہ ہمیشہ اسے اصلی آنکھیں معلوم ہوتی تھیں جیسے انابیہ اس کے سامنے ہو اور وہ براہ راست اس کی آنکھوں سے ہمکلام ہو۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہارے پروں کو کاٹنا تو دور کوئی صرف انہیں بری نیت سے دیکھے گا بھی تو میں اس امر کو یقینی بناؤں گا کہ وہ دوبارہ ان آنکھوں سے کچھ نہیں دیکھ سکے گا۔۔" وہ چلتا ہوا اس چہرے کے قریب جا کھڑا ہوا۔۔"میں اب کسی کو بھی ہماری زندگی جہنم نہیں بنانے دوں گا۔۔"اس کی آنکھوں میں چیلنج تھا اور آواز پر اعتماد تھی۔ وہ اگر ایسا کہہ رہا تھا تو ایسا کرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا۔ محبت اور وقت انسان کو بہت مضبوط بنا دیتے ہیں۔

اگلے ہی لمحے اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔"ناجانے سچ جاننے کے بعد تم میرے ساتھ کیا کرو؟" مسکراتے مسکراتے وہ وہاں سے ہٹ کر باہر لائونج میں چلا گیا۔ ابھی وہ وہاں پہنچا ہی تھا کہ جیکٹ کی جیب میں پڑا اس کا فون بجنے لگا۔ آگے بڑھ کر اس نے صوفے کی پشت سے جیکٹ اٹھائی۔ جیب سے موبائل نکالا اور جیکٹ وہیں پھینک کر فون کان سے لگائے کھڑا ہو گیا۔

"ہیلو کبیر کہاں ہو؟" دوسری طرف کوئی عجلت میں پوچھ رہا تھا۔

"کتنی دفعہ کہا ہے مجھے کبیر سر کہا کرو۔۔" وہ ہمیشہ کی طرح اسے یاد دلاتے ہوئے بولا۔ وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

"تم سے عمر میں چار سال بڑا ہوں اور بھولو مت تم میرے سٹوڈنٹ ہو۔ بجائے مجھے سر کہنے کے تم مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو۔ کتنے شرم کا مقام ہے۔۔" وہ ناگواری اور افسوس سے کہتا گیا جبکہ کبیر کھل کر ہنسے بغیر رہ نہیں سکا۔۔"خیر گھر پر ہو تو دروازہ کھولو۔۔"یکدم ہی کبیر کا چہرہ سنجیدہ ہوا اور کال کاٹ کر وہ دروازے تک گیا۔

چوکیدار گیٹ کھول چکا تھا تب دروازے پر کھڑے اس نے دیکھا وہ چوکیدار سے گلے مل کر کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سفری بیگ تھا کبیر کو دیکھتے ہی وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

"منہ کیا دیکھ رہے ہو۔۔ اسے پکڑو۔۔" اس کے ہاتھ میں بیگ تھماتے ہی اس نے سر سے کیپ اتاری۔ بال ہمیشہ کی طرح پونی میں بندھے تھے۔ کبیر بس کچھ ناگواری سے اسے دیکھے گیا۔

"دو دن یار۔۔ صرف دو دن۔۔" کبیر نے چہرے پر صدمہ لیے اسے دیکھ کر کہا۔۔ فرہاد نے ایک تلخ نظر اس پر ڈالی۔ اب وہ پھر اسے سنائے گا۔ بجائے کچھ کہنے کے وہ اندر چلا گیا۔ کبیر فوراً اس کے پیچھے لپکا۔

"تم کوئی جاب ڈھنگ سے کیوں نہیں کرتے۔ ہر دن ایک جاب پر لگاتا ہوں اور اسے چھوڑ آتے ہو۔۔" اس نے غصے سے کہتے ہوئے اس کا سفری بیگ پھینکنے کے انداز میں زمین پر رکھا۔ آواز پر فرہاد نے ایک غصیلی نظر اس پر ڈالی۔

"بدتمیز انسان آرام سے۔۔ ضروری سامان ہے اس میں۔۔" اپنے بیگ کو دیکھتے ہوئے اس نے تنبیہی انداز میں کبیر سے کہا جو سینے پر ہاتھ باندھے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "کیا کروں دل نہیں لگتا تمہارے بغیر میرا کہیں۔۔" اس نے چڑتے ہوئے کہا تھا۔ کبیر نے افسوس سے گہری سانس سانس خارج کی۔

"کل بات کریں گے۔ یہ بتاؤ کھانے میں کیا بنایا ہے؟" اسے بھوک لگ رہی تھی اسی لیے اب تھوڑا نرمی سے بولا تھا۔ کبیر نے سرتاپیر اسے گھورا اور جواب ندارد۔ فرہاد نے اس کی خاموشی پر برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا۔

"بھوکا سونا پڑے گا سمجھ گیا۔ اچھا نا کب تک گھورتے رہو گے۔ اتنی نکچڑی لڑکی تھی کیا بتاؤں توبہ زیادہ دن رہتا تو پاگل ہو جاتا۔۔" کبیر سے ملنے کے بعد یہ اس کی دوسری جاب تھی جسے وہ پھر سے لات مار آیا تھا اور ہر بار بہانہ یہی ہوتا تھا کہ اس کی میڈم بہت نخرے دکھاتی ہے۔ دونوں بار اس کو جاب پر کبیر نے لگایا تھا۔ پہلی دفعہ یہیں کراچی میں اور اگلی جاب کے سلسلے میں وہ لاہور گیا تھا۔ اب پھر سب چھوڑ چھاڑ کر وہ کبیر کے پاس آ

بیٹھا تھا۔ یہ گھر بھی کبیر کا تھا لیکن فرہاد بھی اس کے ساتھ یہیں رہتا تھا۔ اوپر والا کمرہ فرہاد کے پاس ہوتا تھا بلکہ سمجھ لیں پورا گھر ہی اس کے استعمال میں ہوتا تھا کیونکہ کبیر کا زیادہ وقت یا تو آفس میں گزرتا تھا یا اپنے دوسرے گھر میں جہاں وہ جہانگیر صاحب کے ساتھ رہتا تھا یا پھر انابیہ کے ساتھ کیونکہ اسے ہر وقت اس پر بھی نظر رکھنا ہوتی تھی۔

"میں آرام کرتا ہوں۔ جاتے ہوئے چوکیدار سے کہنا گیٹ صحیح سے بند کر دے۔ تمہارے چکر میں لوگ فرہاد میر کو ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔۔" فرہاد بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا اسی لیے بس اتنا ہی کہتے وہ اوپر والے کمرے میں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی کبیر نے گہرا سانس بھرا اور نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔ ایک نظر اس نے اپنے کمرے کو دیکھا جسے وہ لاک کر چکا تھا ویسے تو دونوں میں بہت دوستی ہو چکی تھی اور فرہاد بنا اجازت کے اس کی چیزوں میں ہاتھ بھی نہیں مارتا تھا لیکن پھر بھی وہ رسک نہیں لیتا تھا۔ اندر اس کا قیمتی خزانہ تھا۔ کچھ ہی دیر میں لاؤنج کو ویران چھوڑ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

ماضی:

(وقت میں کچھ دن پیچھے چلتے ہیں۔ وہ دن جب کبیر پہلی دفعہ کراچی آیا تھا اور چار سال بعد انابیہ سے ملتے ہی اب وہ واپس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔)

سوئچ بورڈ پر ہاتھ رکھے انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔ وہ کچھ کہہ رہے تھے کبیر نے ان کی آواز پر سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"روشنی اور اندھیرے میں کیا فرق ہوتا ہے جانتے ہو؟؟" وہ انہیں سن رہا تھا۔ کچھ ہی پل میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ ان کا بیٹا اندھیرے کا شوقین ہو گیا تھا سو انہوں نے بتیاں بجھا دیں۔

"روشنی میں سب کچھ ہم پر واضح ہوتا ہے۔ ہم کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر زخمی نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس اندھیرا ہم پر کسی چیز کو واضح نہیں ہونے دیتا۔ ہم ٹھوکر کھا کر گر جاتے ہیں اور زخمی ہو جاتے ہیں۔۔" وہ مکمل طور پر اس کی طرف گھوم چکے تھے۔ وہ ان کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔ صرف کونے میں ایک ایل ای ڈی بلب جل رہا تھا لیکن کمرہ وسیع ہونے کی وجہ سے اس کی روشنی کمرے میں پھیلنے میں ناکام ہو رہی تھی۔۔ اس کے آگے بیڈ پر پڑے بیگ کا منہ ہنوز کھلا ہوا تھا جس میں کپڑے ترتیب سے رکھے گئے تھے۔

"انابیہ روشنی ہے لیکن تم اندھیرے کے شوقین ہو گئے ہو اور اسی اندھیرے میں ٹھوکریں کھا کر تم نے خود کو زخمی کر دیا ہے۔ مانا کہ اسی روشنی نے ہی تمہیں اندھیرے کی طرف دھکیلا تھا لیکن اب وہی روشنی تمہارے لیے پھر سے بھیجی گئی ہے اور تم اب بھی اندھیرے کا انتخاب کر رہے ہو۔ تم ناشکری کر رہے ہو۔۔" وہ بہت نرمی سے بول رہے تھے۔ کبیر کے کندھے ڈھیلے پڑتے گئے۔

"یاد رکھنا روشنی کی ضرورت تمہیں ہے کیونکہ ایک اندھیرے میں گھرے انسان کو ہی اس کی ضرورت ہوتی ہے وہ لاکھ مرتبہ بھی کہے کہ اسے اندھیرے میں رہنا ہے تب بھی اسے صرف روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔۔" اس نے پھر زخمی نظروں سے انہیں دیکھا۔ وہ اسی طرح شکست خوردہ حالت میں بیڈ کی پائنتی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے اس پر بہت فخر ہے بہت زیادہ۔ تم نہیں جانتے اس نے کتنی سی عمر میں کیا کیا جھیلا ہے۔ تم نے صرف ایک محبت کھوئی ہے اور اس نے محبتیں۔ تمہارے پاس ماں اور باپ دونوں ہیں۔ دل تو اس کا ٹوٹا ہی تھا لیکن وہ والدین جیسی نعمت سے بھی محروم ہو گئی۔ اس کا عزیز تایا ویل چیئر پر ہے اور میں جانتا ہوں میں نے دیکھی

تھیں رپورٹس وہ کبھی پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا لیکن انابیہ پر امید ہے۔۔" وہ اب بھی خاموش تھا وہ صرف سن رہا تھا۔

"وہ ہی تھی جس نے سب کو سنبھالا تھا سب کو۔ اپنے معذور تایا کو اپنی بہنوں کو بزنس کو۔۔ تم اس سب میں اسے الزام کیسے دے سکتے ہو؟ مانا کہ اس نے اس وقت محبت کے لیے سٹینڈ نہیں لیا لیکن اچھی لڑکیاں کبھی سٹینڈ لے ہی نہیں سکتیں وہ قربانی دے دیتی ہیں۔۔" بولتے بولتے وہ چل کر بیڈ کی ایک طرف ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئے یوں کہ کبیر کی پشت ان کی طرف تھی۔

"اس کے ماں باپ کی موت حادثہ نہیں تھی ایک سازش تھی۔ وہ قتل تھا۔۔" کبیر کا ساکت جسم ایک پل کے لیے حرکت میں آیا اور اس نے تیزی سے گردن گھما کر پیچھے بیٹھے اپنے باپ کو دیکھا جو نظریں کارپٹ پر جھکائے بیٹھے تھے۔

"میں نے تمہیں اور عابس کو جہانزیب کے بارے میں تو سب کچھ بتا رکھا ہے۔ وہی جس نے ناصر کی بیوی راحیلہ کا قتل ایک نوکرانی کے ہاتھوں کروایا تھا۔ اسی نے یہ ایکسیڈنٹ بھی کروایا تھا۔" وہ رک رک کر بول رہے تھے اور کبیر بنا پلکے جھپکائے اسی طرح انہیں دیکھ رہا تھا۔

"ان بچوں کو اب بھی اس شخص سے بہت خطرہ ہے کیونکہ آہستہ آہستہ وار کرنا اس کی عادت ہے۔ اس کے علاوہ بھی انابیہ کے ارد گرد بہت سے دشمن ہیں اس کے سخت اصولوں اس کی صاف گوئی اس کی کامیابی اور اس کی بہادری کی وجہ سے۔۔" گلے میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے ہوئے کبیر نے گردن دوبارہ سامنے گھمائی۔

"اسے معلوم نہیں ہے کہ میں نے اس کی حفاظت کے لیے ایک قابل باڈی گارڈ کا بندوبست کر رکھا ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اسے ہماری ضرورت ہے۔۔ اسے تمہاری ضرورت ہے۔۔ اور تمہیں اس

کی ضرورت ہے۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ جا کھڑے ہوئے۔اس کے کندھے پر نرمی سے انہوں نے ہاتھ رکھا تو وہ بس تکلیف سے آنکھیں بند کر گیا۔

"اس تاریکی سے نکل آئو کبیر۔۔جو نفرت تم چار سالوں میں انابیہ سے نہیں کر سکے اسے زبردستی دل میں جگہ دینے کی کوشش مت کرو۔ضد کا پیچھا چھوڑ دو۔۔ورنہ ابھی تو انابیہ تم سے عارضی طور پر دور ہوئی تھی ایسا نہ ہو کہ تم اسے ہمیشہ کے لیے کھو دو۔۔"اس نے یکدم آنکھیں کھول دیں اور تڑپ کر انہیں دیکھا۔اس کی آنکھوں کی نمی چمک رہی تھی۔ایک دم سے اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبا لیا تھا۔جہانگیر نے ایک نظر اسے دیکھا اور کمرے سے نکل گئے۔ان کے جاتے ہی اسے گھٹن محسوس ہونے لگی تھی۔اسے خوف آنے لگا تھا۔اسے لگا جیسے ابھی اس کا سانس بند ہو جائے گا۔اس نے آس پاس اس تاریک کمرے کو دیکھا اسے اندھیرے سے خوف آ رہا تھا۔وہ تیزی سے اٹھا اور ساری بتیاں جلا دیں اگلے ہی لمحے پورہ کمرہ روشن ہو گیا تھا۔اسے روشنی کی ضرورت تھی۔۔اسے روشنی کی ضرورت ہے۔۔اسے انابیہ کی ضرورت ہے۔۔وہ کمرے کا دروازہ کھولتے تیزی سے باہر کی طرف بھاگا اور سیدھا نیچے لونگ روم میں گیا۔۔جہانگیر صاحب شیلف سے ایک کتاب نکال رہے تھے۔

"ڈیڈ۔۔مجھے اس باڈی گارڈ کا نمبر چاہیے۔۔"اس نے پھولے ہوئے سانس میں کہا۔۔جہانگیر نے گردن گھما کر اسے نا سمجھی سے دیکھا۔

"کیوں؟؟"انہوں نے پوچھا مگر کبیر نے کوئی جواب نہیں دیا اور کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔۔جہانگیر نے کچھ دیر غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا جس میں اس کی ساری پلاننگ واضح تھی۔وہ بھی اس کے باپ تھے اس کی رگ رگ سے واقف۔۔وہ مکمل طور پر اس کی طرف گھومے سر تا پیر اسے غور سے دیکھا اور ہلکا سا مسکرائے۔۔

"سوچ لو۔۔"

"سوچ لیا۔۔" وہ فوراً بولا۔۔ "جو کام آپ، ناصر انکل اور احمد انکل نہیں کر سکے وہ میں کروں گا۔۔ جو قاتل آزاد پھر رہا ہے اسے جہنم واصل میں کروں گا اور مجھے آپ کی اجازت نہیں چاہیئے میں صرف آپ کو آگاہ کرنے آیا تھا۔۔" اس کے آخری جملے پر جہانگیر کھل کر ہنسے۔

"کم آن کبیر یہ اتنا آسان نہیں ہے۔۔" وہ اسی طرح ہنستے ہوئے بول رہے تھے۔۔

"ہو گا مشکل لیکن ناممکن بھی نہیں ہے۔۔ انابیہ کے لیے کچھ بھی۔۔" وہ چلتے چلتے آکر اس صوفے پر ڈھے گیا۔۔

"ابھی تو کوئی جا رہا تھا یہاں سے۔۔" ان کا انداز طنزیہ تھا۔۔

"میں گیم کھیلنا چاہتا ہوں۔۔ فل پلاننگ کے ساتھ اور آپ میرا ساتھ دیں گے یہ میں آپ سے پوچھ نہیں رہا حکم دے رہا ہوں۔۔" اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے آنکھیں بند کیے ہوئے کہا۔

"مجھے انابیہ سے محبت ہے لیکن میری اس سے ناراضگی اب بھی ویسی ہی ہے۔۔ مجھے چھوڑ کر آنے کی سزا تو میں اسے دوں گا۔ ڈیڈ۔۔" اس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔۔ "اسے کچھ پتہ نہیں چلنا چاہیے۔۔" انداز تحکمانہ تھا۔

"جو کرنا ہے کرو۔۔ آئی ایم ود یو۔۔ مگر خود کو کسی خطرے میں مت ڈال دینا۔۔" انہوں نے منہ سے تو کہہ دیا تھا مگر دل سے وہ اب اس کے لیے کافی پریشان ہو گئے تھے لیکن کوئی تو ہو جو سب کا بدلہ لے۔

اس سے اگلی صبح ہی فرہاد جہانگیر صاحب کے گھر موجود تھا۔ کل رات ہی جہانگیر نے فرہاد سے کہہ دیا تھا کہ وہ صبح ان کے گھر پر آ کر ان سے ملے لیکن اس کے ٹھیک سامنے بیٹھا شخص جہانگیر نہیں بلکہ کبیر جہانگیر تھا۔

"سوری مگر میں یہ جاب نہیں چھوڑ سکتا۔۔" کبیر نے جب اسے جاب چھوڑنے کا کہا تو اس نے لمحے بھر کی دیر کیے بغیر مطمئن انداز سے کہا۔ کبیر نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا جو صوفے سے ٹیک لگائے بہت ہی پر سکون سا بیٹھا تھا۔

"جاب پر تمہیں ڈیڈ نے رکھا تھا نا اب انہی کا حکم ہے۔ تم اب سے انابیہ کے گارڈ نہیں ہو۔۔" انداز تحکمانہ تھا۔

"اس وقت جب وہ مشکل میں ہے انہیں ایک گارڈ کی ضرورت ہے۔ مسٹر کبیر بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ کوئی انہیں مسلسل تھریٹ کر رہا ہے اور آپ لوگ ان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔۔" اس نے کبیر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جیسے درخواست کرتے ہوئے کہا۔

"تم سے صاف لفظوں میں بات کرنی پڑے گی۔۔" کبیر نے سر کو ہولے سے ہلاتے ہوئے کہا جس پر فرہاد کچھ نا سمجھی سے اسے دیکھے گیا۔ "میں انابیہ سے محبت کرتا ہوں (فرہاد کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری) اور میں خود اس کا باڈی گارڈ بن کر اس کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں تاکہ میں مطمئن رہوں اور۔۔" اس کی مسکراہٹ دیکھ کر کبیر یکدم چپ ہوا اور برہم نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا جس پر وہ تھوڑا سا سیدھا ہوا اور اگلے ہی لمحے پھٹ کر ہنس پڑا۔ کبیر بہت ہی ضبط سے اسے دیکھ رہا تھا آخر یہ خبیث انسان اتنا ہنس کس بات پر رہا تھا۔۔ ہنس ہنس کر وہ دوہرا ہو گیا تھا اور پھر جیسے تھک کر رک گیا۔

''ایک ٹرین گارڈ اور خود سے گارڈ بننے میں بڑا فرق ہوتا مسٹر کبیر (پھر ہنسی۔) آپ اپنے ساتھ ان کی زندگی بھی خطرے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔۔" شکر اب وہ ہنسا نہیں تھا ورنہ کبیر نے آس پاس سے کچھ اٹھا کر پکا اس کے سر پر مار دینا تھا۔

''تمہیں کس نے کہا میں ٹرین گارڈ نہیں ہوں گا۔۔" اس نے خود اعتمادی سے کہا۔" جانتے ہو میں نے تمہیں یہاں کیوں بلایا ہے؟" فرہاد نے سوالیہ ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

''یقیناً جاب چھوڑنے کے لیے۔۔" اس نے جیسے اندازہ لگایا تھا۔ پھر اگلے ہی لمحے کبیر نے سر نفی میں ہلایا۔

''وہ تو میں تمہیں فون پر بھی کہہ سکتا تھا۔۔" پھر تھوڑا آگے ہوا۔ چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔۔" تم مجھے ٹرین کرو گے۔۔" فرہاد کچھ لمحے بول نہیں سکا اور گہرا سانس بھر کر پیچھے کو ہو گیا۔

''عمر کیا ہے آپ کی؟" کبیر کو سوال غیر متوقع لگا تھا۔

''تئیس سال پانچ مہینے۔۔" اس نے کہا تو فرہاد نے سمجھ کر سر ہلایا۔۔" ٹھیک۔۔"

''تم مار کٹائی میں کیسے ہو؟" وہ ایک دم آپ سے تم پر آ گیا تھا کبیر نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا اور پھر اس کے سوال پر غور کیا۔

''بہت اچھا۔۔ ٹین ایج میں بدمعاش ہوا کرتا تھا۔۔ آہستہ آہستہ انسان بنتا گیا۔" اس نے تفاخر سے کہا تھا جیسے بڑا نیک کام کرتا رہا ہو۔ یہ فرہاد نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

" ویسے تو ہاتھوں کا کام کافی ہے لیکن اگر کبھی ضرورت پڑی تو پسٹل چلا لیتے ہو؟" یہ اگلا سوال تھا جو کبیر سے پوچھا گیا تھا۔

''ہاں۔۔ میرے دوست عاصم کے بابا آرمی میں تھے۔ انہوں نے اسے گن چلانا سکھائی تھی اور اس نے چھپ کر مجھے۔ نشانہ تو بہت ہی اچھا ہے لیکن پھر بھی میں ہاتھوں کا استعمال ہی کروں گا چونکہ میں اسی میں ماہر

ہوں۔۔"اس نے پھر فخر سے کہا تھا۔"تم نے صرف مجھے پلاننگ اور طریقہ کار سکھانا ہے۔باقی میں مینیج کر لوں گا۔۔"

"ایک بار پھر سوچ لو۔مجھے تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔۔"فرہاد کندھے اچکا کر بے نیازی سے بولا۔" بس فیس دیکھ لینا پہلے سے زیادہ لوں گا۔۔"کبیر نے آنکھیں گھما کر اسے دیکھا تھا۔

"مجھے تمہارا نام بھی چاہیے۔۔"

"کیا چاہیے؟"بات جیسے فرہاد کے سر کے اوپر سے گزر گئی تھی یا شاید اسے سننے میں غلطی ہوئی تھی۔۔

"نام۔۔"کہہ تو ایسے رہا تھا جیسے مجھے دس روپے چاہییں اور فرہاد فوراً جیب سے نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دے گا۔ خیر وہ دس روپے بھی نہ دے۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔سنا تھا لوگ پیار میں پاگل ہو جاتے ہیں آج دیکھ بھی لیا ہے۔۔"اس نے جیسے برا مانتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھے پاگل کو دیکھا اور پھر ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر اس پر سے نظریں ہٹا گیا۔

"تو دے رہے ہو نا؟"اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی فرہاد نے عجیب طرح سے اسے دیکھا۔کیا اس نے اس سے فارسی بولی تھی؟؟

"بلکل بھی نہیں زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔میرے خیال سے مجھے چلنا چاہئے ورنہ تو تم میری سرمئی آنکھیں میرے بال ہاتھ پاؤں اور پتہ نہیں کیا کیا مانگ لو۔۔"وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔کبیر بھی ہنستے ہوئے اس کے ساتھ ہی کھڑا ہوا تھا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو میرا اصلی نام کہیں سے بھی پکڑا جا سکتا ہے۔ایک معروف بزنس مین کا بیٹا ہوں۔تمہارا کیا ہے تمہیں کون جانتا ہو گا۔۔"بات تو ٹھیک ہی کہی تھی اس نے لیکن فرہاد کو ضرور یہ اپنی بے عزتی ہی لگی

تھی۔ وہ سر نہ میں ہلاتا ہوا باہر جانے لگا۔ اس نے ٹھان رکھی تھی اپنا نام وہ کسی کو نہیں دے گا۔ کبیر تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔

"فرہاد پلیز۔۔ انابیہ کا صرف ایک دشمن نہیں ہے۔۔ یقین کرو صرف نام سے تم مشکل میں نہیں پھنسو گے۔ چہرہ تو میں اپنا ہی استعمال کروں گا۔" وہ رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا جیسے جواب کا منتظر ہو لیکن فرہاد بس کڑی نظروں سے منہ پر تالا لگائے اپنے سامنے کھڑے پاگل کو دیکھ رہا تھا۔ "اچھا ٹھیک ہے ماسک پہن لوں گا؟؟" اس نے فوراً جیسے تصحیح کی۔

"مجھے اس کے خاندان کا بدلہ لینا ہے اور اس کے لیے مجھے بس تمہارے نام اور ساتھ کی ضرورت ہے۔ پلیز۔۔" وہ کبیر جہانگیر تھا جس نے کبھی کسی کے لیے پلیز لفظ کا استعمال نہیں کیا تھا لیکن انابیہ کے لیے کچھ بھی۔۔ فرہاد نے جیسے ہار ماننے کے انداز میں تھکی ہوئی سانس ہوا میں خارج کی۔ کبیر اس کے جواب کا منتظر سا اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"میں نے انابیہ میم کا فون ہیک کر کے اس دن کی کال ریکارڈ کر لی تھی۔ وہ ریکارڈنگ میں تمہیں سینڈ کر دیتا ہوں۔ اس بندے کا پتہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔۔ اور ہاں ایک بائیک کا بندوبست کر لو اس پر پیچھا کرنا آسان ہوتا ہے۔۔" وہ عام سے لہجے میں کہتے کہتے آگے بڑھ گیا اور کبیر کچھ دیر سدھ بدھ وہیں کھڑا رہا کیا وہ مان گیا تھا؟ اتنی آسانی سے؟ سر جھٹک وہ پھر اس کے پیچھے گیا۔

"میں اپنی بائیک نہیں دوں گا۔ واقعی نہیں دوں گا۔۔" اس نے انگشت شہادت اٹھا کر کبیر سے کہا تھا جس پر وہ ہنس دیا۔ اس کے پاس اپنی بائیک تھی۔ وہ دونوں اب ساتھ چلتے جا رہے تھے فرہاد مسلسل اس سے کچھ کہہ رہا تھا جس پر وہ مسلسل سر ہلاتا جا رہا تھا۔

دروازہ کھلا تو روشنی میں وہ نیچے جاتی سیڑھیوں کو دیکھ سکتا تھا۔ یہ فرہاد کے ایک دوست کے گھر کا بیسمینٹ تھا جو اس نے فرہاد کو ہی دیا ہوا تھا۔ وہ خود کسی فلیٹ میں رہتا تھا اور یہاں صرف کام کے لیے آتا تھا۔ فرہاد نے نیچے پہنچ کر لائیٹس آن کر دیں۔ اگلے ہی لمحے بیسمینٹ مکمل روشن ہو چکا تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ہی اس کی نظروں نے پورے بیسمینٹ کا جائزہ لیا۔ وہاں بے ترتیبی بہت تھی اور کبیر کو ایسے الجھن ہوتی تھی خیر وہ اس کے کام کی جگہ تھی۔

"ایک گھر کا بندوبست کرو۔ میں جس فلیٹ میں رہتا تھا اس کا رینٹ بڑھ گیا ہے۔" کبیر کی نظریں دائیں طرف پڑے تین سسٹمز پر تھیں۔ تینوں ایک دوسرے سے مختلف لگتے تھے۔ وہ ضرور ان سے ہیکنگ وغیرہ کا کام لیتا ہوگا۔ گارڈکم کوئی ایجنٹ زیادہ لگتا تھا۔

"اور کچھ ؟؟" ایک طرف دیوار پر بہت سے لوگوں کی تصویریں لگی تھیں۔ وہ انہی کو دیکھتے ہوئے جیسے لاپرواہی سے بولا تھا۔ جہانگیر صاحب تھے نا گھر کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔۔ فرہاد اس کی طرف گھوما جو تصویروں میں کھویا ہوا تھا۔

"انابیہ میم نے میرا چہرہ دیکھا ہوا ہے۔ احتیاط کرنا وہ تمہارا ابھی نہ دیکھ لیں۔ مجھے محبت کے ادھورے قصے بلکل بھی پسند نہیں ہیں۔" کبیر نے برہمی سے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔ فرہاد اس کی سخت نظروں سے اپنی نظریں چراتے ہوئے الماری تک گیا۔ کبیر نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر اسے دیکھا تھا اور پھر درمیان میں چھت سے لٹکتے بڑے سے پنچنگ بیگ نے اس کی توجہ کھینچی۔

"تمہیں اگر کچھ چاہیے تو لے سکتے ہو۔۔" فرہاد کے کہنے پر وہ چلتے ہوئے اس کے قریب گیا اور سب سے پہلے اس کی نظر شیشے کے باکس کے اندر کچھ خوبصورت چار پسٹلز پر رکی۔ فرہاد نے اس کی نظروں کا پیچھا کرتے

ہوئے ٹیبل پر پڑے اس باکس کو دیکھا۔ "سوائے ان کے۔۔ "اس نے فوراً سے باکس اٹھا کر واپس الماری میں رکھ دیا اور الماری بند کر دی۔ کبیر نے کندھے اچکا کر اسے دیکھا۔ پھر اس کی نظر ادھ کھلے دراز پر رکی جس میں کوئی چیز اٹکی ہوئی تھی۔ اس نے دراز کھول کر دیکھا تو اسے معلوم ہوا وہ سیاہ چمڑے کے بنے دستانے تھے جس کی انگلیوں میں بڑی بڑی سلور کی انگوٹھیاں تھیں۔ وہ اب دونوں کو ہاتھوں میں پہن رہا تھا۔

"یہ میرے ہیں۔۔ "فرہاد نے جیسے تڑپ کر کہا تھا۔

"اب سے میرے ہیں۔۔ "وہ دونوں ہاتھوں میں پہن چکا تھا اور اسے یہ واقعی بہت اچھے لگے تھے۔ فرہاد نے خفگی سے اسے دیکھا اور پھر اپنے دستانوں کو جو اسے اب کبھی نہیں ملیں گے۔ وہ مٹھی بند اور کھول کھول کر دیکھ رہا تھا۔ اس دراز میں کچھ اور چیزیں بھی تھیں۔ کبیر نے غور کیا تو کچھ زنجیریں برآمد ہوئیں۔ جن میں سے ایک اس نے اٹھا لی۔ اب کی بار فرہاد کا چہرہ بے تاثر تھا یعنی وہ یہ لے سکتا تھا۔

"میں ایسا گھر لوں گا جس کے ساتھ بیسمینٹ ہو گا تم اپنا یہ سارا سامان وہاں شفٹ کروا دینا۔ وہ والی چیئر بھی مجھے چاہیے۔۔ "اس نے کہتے ہوئے بازو لمبا کر کے فرہاد کے پیچھے چیئر کی طرف اشارہ کیا۔ فرہاد نے گھوم کر دیکھا۔ وہ الیکٹرک چیئر تھی۔ پھر کبیر کو دیکھا۔ "یہ بندہ کتنا خطرناک ہے۔۔ "اس نے دل ہی دل میں کہا تھا۔ ایسا اس نے اس لیے سوچا کیونکہ اس نے آج تک اس چیئر کا استعمال خودکسی کے لیے نہیں کیا تھا۔

"اچھا کام کی باتیں سن لو۔ کچھ رولز ہیں جو تم سیکھ لو تو بہتر ہو گا۔۔ "کبیر نے سمجھ کر سر ہلایا۔۔

"رول نمبر 1۔ گنز کا استعمال صرف مجبوری کے لیے ہوتا ہے۔ مجھے خود گنز کا استعمال پسند نہیں ہے اور یہی توقع رکھتا ہوں کہ میرا اسٹوڈنٹ بھی ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ سبق سکھانے کے لیے دماغ اور ہاتھوں

کا استعمال زیادہ ضروری ہے۔" اس کے سمجھانے پر کبیر نے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ دونوں اسی بیسمینٹ میں تھے۔

وہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے انابیہ کو جاتا دیکھ رہا تھا۔ وہ تیزی سے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھی۔ بیگ زور سے ساتھ والی سیٹ پر پھینکا۔ گاڑی سٹارٹ کی اور اگلے ہی لمحے گیٹ سے گاڑی عبور کرتی وہاں سے چلی گئ۔ اس اندھیری رات میں وہ اکیلی آئی تھی اور اکیلی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ڈرائیور بھی نہیں تھا۔ اسے اس سے پوچھنا چاہئے تھا۔ سر جھٹک کر وہ پردے کھینچتا ہوا اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گیا پھر سر جھٹک کر بیڈ کے ساتھ سے ہوتے ہوئے الماری کی طرف بڑھ گیا۔ پانچ منٹ سے بھی پہلے کپڑے بدل کر وہ اب سائڈ ٹیبل کی دراز سے وہی دستانے نکال کر پہن رہا تھا۔ پھر اس کی نظر اپنے اسی لاکٹ پر پڑی جو کل ہی اس نے نکال کر یہاں دراز میں رکھ دیا تھا۔ اب چونکہ وہ دوبارہ بہت پرانا والا کبیر بننے جا رہا تھا سو تیاری تو پوری ہونی چاہیے دوسرا والا فون جیب میں ڈالا جو وہ اب سے فرہاد بن کر استعمال کرے گا۔ ہیلمٹ اٹھایا اور بھاگتے ہوئے نیچے گیا۔ گیراج میں پہنچ کر بائیک سٹارٹ کی۔ گیٹ کھل گیا تھا اور وہ فل سپیڈ میں بائیک چلاتا وہاں سے اس کے پیچھے گیا۔ انابیہ کی یہ عادت اچھی تھی یا شاید بری کہ وہ گاڑی بہت ہی آہستہ رفتار سے چلاتی تھی۔ رش بلکل بھی نہیں تھی اور وہ دور سے ہی اس کی گاڑی دیکھ چکا تھا وہ اس سے کافی دور تھا۔ صد شکر وہ اس کے پیچھے آیا تھا ورنہ اتنی سنسان سڑک پر ضرور کچھ ہوتا اور اگلے ہی لمحے اس کا ڈر سچ میں بدل گیا۔ ایک بائیک اس کی بائیک کے ساتھ سے ہوتے ہوئے تیزی سے انابیہ کی گاڑی کے پیچھے گئ۔ کبیر کے چھکے چھوٹ گئے۔ اس بائیک پر سوار لڑکوں کے چہروں پر ماسک بھی تھے اور تقریباً اس کی گاڑی کے قریب پہنچ کر ان کی رفتار بھی کم ہو گئ تھی اب تو پکا وہ اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ وہ ان دونوں سے اکیلے لڑ سکتا تھا لیکن اسے یقین تھا یہ اسی کے

بندے ہو سکتے ہیں جو انابیہ کو تنگ کر رہا تھا۔ اس نے کم رفتار سے چلتی بائیک میں ہی تیزی سے جیب سے فون نکالا ایک نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔

"گاڑی لے کر جلدی پچھلی سڑک پر پہنچو۔ پانچ منٹ کے اندر۔۔" وہ ابھی بات ہی کر رہا تھا کہ اس نے دور سے ہی دیکھا انابیہ کی گاڑی رک گئی تھی کیوں؟ ایک لمحے میں جاننا مشکل تھا۔ پھر اس نے دیکھا انابیہ گاڑی سے اتر کر بونٹ کے پاس گئی تھی۔ گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ بائیک والے بڑی احتیاط سے موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہی اس کی گاڑی کے قریب گئے۔ اور اسی لمحے کبیر بائیک اڑاتے ہوئے ان کے قریب لے گیا۔ گاڑی پہنچ جائے گی پہلے اسے خود ان کی طبیعت صاف کرنی تھی اور پھر انہیں نامعلوم جگہ پر لے جا کر ان کی عقل ٹھکانے لگائے گا۔

"رول نمبر 2۔ جزبات سے کام نہیں لینا صبر اور دماغ سے کام لینا بہت ضروری ہے۔ ایک بات یاد رکھنا کوئی کتنی بھی ہوشیاری کر لے ایک غلطی ضرور کر جاتا ہے۔ یہ جو کوئی بھی ہے خود تو سامنے کبھی نہیں آئے گا لیکن کہیں پر یہ ایسی غلطی ضرور کرے گا جو اس کے چہرے سے پردہ ہٹانے کے لیے کافی ہو گی۔۔"

اور اس رات جابر نے ان دو بندوں کو انابیہ کے پیچھے بھیج کر غلطی کر دی تھی۔

اس ٹھنڈی رات میں اس کے سامنے دو نفوس کرسیوں سے بندھے پڑے تھے۔ "ہم نے بس اسے دو دفعہ کلب میں دیکھا تھا اس کے علاوہ کہیں بھی نہیں۔۔ اس نے ہمیں پیسے دیے تھے اس کام کے۔۔" کبیر نے اس کا چہرہ زور سے چھوڑا اور پیچھے ہوا۔

"شاید وہ تمہیں وہیں مل جائے۔" اس نے کلب کا نام بتاتے ہوئے کہا۔ کبیر کے تیور مزید سخت ہوئے۔

"کوئی خاص نشانی جس کی وجہ سے میں اسے پہچان سکوں؟" آواز ہنوز سخت تھی۔ وہ دونوں خاموش رہے شاید دماغ پر زور ڈالے سوچ رہے تھے۔

"اس کی گردن کے دائیں طرف ایک ٹیٹو بنا ہے۔ شاید کوئی تاج سا بنا تھا۔۔" وہ سر ہلاتے ہوئے اپنی دوسری طرف گھوما۔

"ان کا کیا کرنا ہے سر؟" اس کے ایک بندے نے اس سے پوچھا۔

۔"ان کو چھوڑ دو۔۔ ہمارا کام ختم۔۔" تیزی سے اپنے بندے کو حکم دیتے وہ وہاں سے چلا گیا۔۔

"رول نمبر 3۔۔ کوشش کرو کہ دشمن سے دوستی کر لو۔ ایسا تبھی ہو گا جب آپ ایک بہترین stalker ہوں۔"

"سافٹ ڈرنک۔۔" وہ اس وقت سٹول پر بیٹھا کاونٹر کے اس پار کھڑے لڑکے سے کہہ رہا تھا۔ اسے کلب میں ایک گھنٹہ ہونے والا تھا۔ میوزک کافی تیز تھا اور اسے لگ رہا تھا کہ اس کے کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے اوپر سے ناچتے ہوئے پاگل قسم کے لوگ اس کا میٹر اور بھی گھما رہے تھے۔ وہ کافی اکتاہٹ کا شکار تھا تبھی اس کے پاس ایک نسوانی آواز گونجی۔

"کیا چاہتی ہو خود کو بیچ دوں؟" وہ نہایت سختی سے کسی سے بول رہا تھا۔ کبیر نے گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے گردن موڑ کر دیکھا تو اس کی نظر ایک مرد پر رکی جو اس کے ساتھ والے سٹول پر بیٹھا تھا۔ چالیس سے پینتالیس کے قریب عمر کا مرد۔ کبیر نے فوراً اس کی گردن دیکھی۔ وہاں کوئی نشان نہیں تھا۔ شاید دوسری طرف ہو لیکن اس کے لیے یا تو اس شخص کو کبیر کی طرف گھومنا ہو گا یا کبیر کو اٹھ کر اس طرف جانا ہو گا۔

"خدا کے لیے۔۔ میری ماں مر جائے گی پلیز۔۔ مجھے جب بھی پیسے ملیں گے میں تمہیں واپس کر دوں گی۔۔" اس کے ٹھیک ساتھ ایک لڑکی کھڑی اس سے ہاتھ جوڑے منت کر رہی تھی جسے وہ بری طرح سے اگنور کر رہا تھا۔ میوزک کی وجہ سے وہ کافی اونچا اونچا بول رہے تھے اسی لیے اس کے لیے سننا زیادہ مشکل نہیں تھا۔

"جولیٹ تم پاگل ہو گئی ہو۔ میں کہاں سے لاؤں اتنی رقم؟ پیسے کوئی درختوں پر نہیں لگے ہوتے۔۔" وہ اب بھی اس لڑکی کو جھڑک رہا تھا۔ کبیر اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کے ساتھ سے ہوتا کاؤنٹر کے دوسری طرف گیا۔ وہ ایک کانچ کی بوتل دیکھ رہا تھا دفعتاً اس نے گردن موڑ کر اس شخص کو دیکھا اور تبھی اسے اس کی گردن پر بنا وہ تاج مل گیا۔۔ "پرفیکٹ!!" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وہ دوبارہ اپنی نشست پر جا بیٹھا۔

"اپنے باس سے ادھار لے لو۔ پلیز سمجھو میری ماں مر گئی تو میرا کیا ہو گا؟" وہ اب باقاعدہ رونے لگی تھی لیکن جابر کو جیسے احساس نہیں تھا۔ سر جھٹک کر اس نے گہرا سانس بھرا اور اٹھ کر اس کی طرف گھوما۔

"ڈونٹ میک می فول لیڈی۔۔ تم جیسی لڑکیوں کے سو بہانے ہوتے ہیں۔" اس نے درشتی سے اس روتی ہوئی لڑکی کا بازو پکڑا۔۔ "اسی لیے تم میرے ساتھ رہتی ہو نا کہ ایک دن تم مجھ سے اتنی بڑی رقم مانگو گی اور میں تمہارے حسن پر پیسوں کی بارش کر دوں گا۔۔" سختی سے کہتے اس نے اس کا بازو چھوڑا۔ جولیٹ کی سرخ آنکھوں میں کرب سا ٹھہر گیا تھا۔ سامنے کھڑا شخص بغیر ہاتھوں کا استعمال کیے اس کے چہرے پر تھپڑوں کی بارش کر گیا تھا۔

"جاؤ کسی اور سے لے لو۔۔ جابر کے پاس فالتو کا پیسہ نہیں ہے۔۔" یہ آخری بات تھی جو اس نے کہی تھی اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔ جولیٹ بے سدھ سی کھڑی رہی۔۔ موقع اچھا تھا کبیر فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور جولیٹ کے پیچھے جا کھڑا ہوا پینٹ کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور اس کے کان کی طرف جھکا۔

"Why are you crying beautiful lady?" آواز پر جولیٹ تیزی سے پیچھے گھومی اور اسی تیزی سے کبیر نے چہرہ پیچھے کیا۔ایک دراز قد نوجوان اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا جو اس سے عمر میں تو دس بارہ سال چھوٹا ہی ہوگا۔

"Who are you to ask this?" وہ بھیگی آنکھوں مگر سخت لہجے میں اس سے پوچھنے لگی۔

"تم مجھے دوست کہہ سکتی ہو۔۔" وہ دوستانہ انداز میں کہتے ہوئے کاونٹر کی طرف گھوما اور اپنا گلاس اٹھا کر کاونٹر سے ٹیک لگائے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں دوست کہوں اور جسے دوست سے بڑھ کر سمجھا تھا وہ منہ پر طمانچے مار کر چلا گیا اور اب اگلا موقع تمہیں دوں۔۔" وہ غصے سے غرائی تھی اور کبیر کے تاثرات ایک دم سنجیدہ ہوئے مگر اگلے ہی لمحے وہ خود کو کمپوز کر گیا۔اسے صبر سے کام لینا تھا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔بس دیکھا تم رو رہی ہو تو سوچا پوچھ ہی لوں۔۔" مسکراہٹ پھر سے اس کے چہرے پر تھی۔

"تم ایک کلب میں بیٹھے ہو اور یہاں کوئی کسی کے آنسو پونچھنے نہیں آتا اپنا مطلب پورا کرنے آتا ہے۔کیا چاہتے ہو؟"

"کرکٹ۔۔" کبیر نے ہوا میں چٹکی مارتے ہوئے داد دینے کے انداز میں کہا۔۔"تم ایک سمجھدار لڑکی ہو۔ تمہارا بوائے فرینڈ تمہیں چھوڑنے پر ضرور پچھتائے گا۔۔"

"پچھتائیں گے تو اس کے اچھے بھی۔ سمجھتا کیا ہے وہ خود کو؟" اس کی آنکھوں میں نفرت دیکھ کر کبیر کافی محظوظ ہو رہا تھا۔ "میرے ساتھ دشمنی مول کر اس نے اچھا نہیں کیا۔۔" وہ جو بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی پتہ نہیں کیسے مگر بولتی گئی۔

"تو دشمن کا دشمن آپس میں دوست بن جائیں تو کیسا رہے گا؟" یہ دوستی کی پیشکش جولیٹ کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔

"تمہاری کیا دشمنی ہے؟" کمال ہے وہ سٹول کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ کبیر نے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ہے بس کوئی دشمنی تم بتاؤ۔۔ تمہیں کتنی رقم چاہیے؟؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ جولیٹ کچھ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔ وہ واقعی اس کی مدد کرنا چاہ رہا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ اسے بھی اس کی مدد کی ضرورت ہو گی اس لیے بلا جھجک اس نے اسے رقم بتا دی۔

گاڑی ایک گھر کے سامنے رکی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جولیٹ تھی اور اس کے ساتھ پسینجر سیٹ پر کبیر تھا۔ کبیر نے گردن جھکا کر جولیٹ کی طرف کے شیشے سے باہر اس چھوٹے سے گھر کو یکھا۔

"جابر یہاں رہتا ہے؟" اسے کچھ حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں صرف میرے ساتھ۔۔" جولیٹ سیٹ بیلٹ کھول رہی تھی۔ "اس کا اصل گھر یہاں نہیں ہے۔ اس کے اصل گھر پر حملہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کے ساتھ بہت گارڈز ہوتے ہیں۔ یہاں تم اسے آسانی سے پکڑ سکتے ہو کیونکہ یہاں وہ اکیلا آتا ہے میرے لیے۔۔" کہتے ساتھ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔

کبیر نے ٹھنڈی آہ بھری اور اس کے پیچھے گیا اس کے ہاتھ میں وہی بھاری زنجیر تھی۔ جولیٹ اب گیٹ پر لگے تالے کو کھول رہی تھی۔

"اپنے بندوں سے کہو وین گھر کی پچھلی طرف کھڑی کر دیں۔۔" وہ تالا کھول چکی تھی۔ کبیر نے سر اثبات میں ہلایا اور وین کے ساتھ کھڑے اپنے لڑکے کو اشارہ کیا جس پر اس نے تابعداری سے سر ہلایا۔ اندر جاتے ہی اس نے ایک طرف لان کو دیکھا جہاں قطار در قطار بڑے بڑے درخت تھے۔ جولیٹ راہداری سے چلتے ہوئے اب مین دروازے تک چلی گئی تھی۔

"وہ جانتا ہے مجھے اتنی جلدی یہ رقم کوئی نہیں دے گا اور یہ بھی سوچ رہا ہو گا کہ میں دوبارہ اس سے مدد ضرور مانگوں گی۔۔" وہ طنزیہ سا ہنسی۔ دروازہ کھل گیا تھا وہ سیدھا اندر گئی۔ کبیر بلکل اس کے پیچھے تھا۔ کچھ قدموں کے بعد سامنے لائونج آتا تھا۔ سامنے دو کمرے تھے بجائے وہاں جانے کے جولیٹ ساتھ والے کمرے میں گئی۔

کبیر نے دیکھا اس کا رخ الماری کی طرف تھا اس نے تیزی سے الماری کھولی۔ کچھ لاکرز کے لاک کھولے۔ وہاں اس کے ضروری کاغذات اور کچھ جیولری تھی۔ وہ نکال نکال کر بیڈ پر پھینکنے لگی۔ پھر جھک کر نیچے سے ایک بیگ نکالا اور پھر بیڈ تک آئی۔

"وہ آج یا کل یہاں ضرور آئے گا۔۔" وہ اب بیگ کی زپ کھول کر اس کے اندر بیڈ پر پھیلائی ساری چیزیں ایک ایک کر کے ڈال رہی تھی۔

"تم سے تو لڑائی ہوئی ہے پھر یہاں کیوں آئے گا؟" کبیر سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔ جس پر اس نے سیدھے ہو کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

"دو دن پہلے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس دراز میں اس کے کچھ ضروری کاغذات ہیں وہ کل کے دن اسے چاہیے۔ وہ ہر حال میں آئے گا۔۔" کبیر آنکھیں چھوٹی کیے اس دراز کو دیکھ رہا تھا۔

"ایسے کون سے کاغذات ہیں؟؟" اس نے پوچھا۔

"جو بھی ہیں میں نے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا۔ تم بھی ان کو چھوڑو اور پوزیشن سیٹ کرو وہ آتا ہوگا۔" وہ اپنا سارا سامان باندھ چکی تھی۔ پھر اس کے قریب گئی۔

"اور کوئی کام؟؟" چہرے پر مشکور سی مسکراہٹ سجائے وہ کبیر سے پوچھ رہی تھی جس پر اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"پیسے تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو گئے ہیں۔" اس نے عام سے لہجے میں کہا جس پر جولیٹ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔۔ میں نے تو کچھ خاص کیا بھی نہیں جتنی رقم تم نے مجھے دی ہے میں اسے تمہاری مدد ہی سمجھوں گی۔ تم بہت تیز ہو۔ بدلہ بھی لے لوگے اور نیکی بھی کما لی۔۔" کبیر ہنس کر پیچھے ہوا۔

"جو کچھ بھی رہتا ہے جلدی سے لو۔ میں ذرا لڑکوں کو گائیڈ کر دوں۔۔" جولیٹ سر اثبات میں ہلاتی دوبارہ الماری تک گئی۔

کبیر نے دو لڑکوں کو سمجھا کر سامنے کمرے میں جانے کو کہا۔ اور ایک لڑکا اس نے اوپن کچن کی طرف بھیجا۔ کچھ ہی دیر میں جولیٹ ہاتھوں میں بیگ پکڑے کمرے سے باہر آئی۔

"ٹائم پورا ہے وہ آتا ہوگا۔۔" وہ روانی میں بولتی کمرے کو لاک کر گئی تھی۔ کبیر اور وہ دونوں ساتھ ہی باہر گئے تھے۔ کبیر کا ارادہ گھر کے باہر رکنے کا تھا۔

"رول نمبر 4۔ غلطی سے پرہیز کرنا۔ تمہاری کوئی بھی غلطی مخالف کو الرٹ کر دے گی۔۔"

اور اس رات ایک غلطی ہو گئی تھی۔ وہ درخت کے پاس کھڑا چھپنے کی جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔ جولیٹ دروازہ بند کر رہی تھی تبھی اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے دروازہ چھوڑ کر کال اٹینڈ کی۔۔

"کیا ہوا اماں کو؟؟" وہ تقریباً چیختے ہوئے بولی۔ کبیر فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم رومت میں جلد پہنچ جائوں گی۔۔" اس نے تیزی سے کال کاٹی اور بھاگتے ہوئے کبیر کی طرف گئی۔

"مجھے جلد صبح کی فلائٹ سے بیلجیئم پہنچنا ہے۔ میں چلتی ہوں مجھے صبح تک سارے بندوبست کرنے ہیں۔ تم سب سنبھال لینا اور تھینک یو سو مچ فور یور ہیلپ۔۔" وہ روانی میں کہتے کہتے وہاں سے بھاگ گئی۔ جاتے ہوئے گیٹ لاک کر گئی تھی لیکن مین دروازہ وہ کال کی وجہ سے لاک کرنا بھول گئی تھی۔ اس کے جانے کے ٹھیک پانچ منٹ بعد ہی کبیر کو ایک گاڑی کے رکنے کی آواز آئی۔ افف وہ کتنی جلدی آ گیا تھا۔ وہ تیزی سے درخت کے پیچھے گیا۔ شکر سب تیاری مکمل تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے جابر کے چیخنے کی آواز آئی وہ کسی کو فون پر ڈانٹ رہا تھا۔

"جولیٹ تم گھر آئی تھی؟؟" اس نے فوراً سے پوچھا۔ کبیر کا رنگ یکدم بدلا۔

"بکواس بند کرو۔۔ تم نے دروازہ لاک نہیں کیا۔۔ ایسی بھی کیا جلدی تھی؟ تم صبح کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔۔" وہ جتنا غصے سے بول سکتا تھا بول رہا تھا۔۔ کبیر نے افسوس سے سر جھٹکا وہ جاتے ہوئے دروازہ لاک نہیں کر کے گئی تھی۔

"شٹ اپ۔۔ تم اچھے سے جانتی ہو یہاں تمہاری وجہ سے کوئی گارڈ بھی نہیں ہے۔۔ کتنی غیر ذمہ دار ہو تم۔۔ کل صبح چابی مجھے میرے ہاتھ میں چاہیے۔۔ غلطی کر دی میں نے تمہیں چابی دے کر۔۔" اس نے درشتی سے کہتے ہی فون کاٹ دیا۔ کبیر نے تھوڑا سا سر نکال کر دیکھا وہ پینٹ کی پچھلی جیب سے ریوالور نکال کر اسے لوڈ کر رہا تھا۔ وہ الرٹ ہو گیا تھا خیر وہ ڈر بھی تو رہا تھا۔ اس نے سر تیزی سے واپس درخت کے پیچھے کیا۔

تھوڑی دیر بعد کبیر نے جھک کر اپنے پیر کے پاس سے بڑا سا پتھر اٹھایا۔ وہ باہر سے باآسانی دیکھ سکتا تھا جابر نے کسی سے کال پر بات کی اور پھر اسی دراز کی طرف جھک کر کچھ ڈھونڈنے لگا وہ ابھی جھکا ہوا ہی تھا کہ کبیر نے وہ بڑا پتھر پوری قوت سے اندر پھینکا۔ شیشہ ٹوٹ گیا اور خوف نے پر پھیلا لیے تھے۔ اب اس خوف کے پروں میں دب کر ہی جابر کا سانس بند ہو جائے گا۔ اسے پہلے یہی تو کرنا تھا دوسروں کو ڈرانے والے کو پہلے خود خوف سے آشنا کروانا تھا۔

"رول نمبر 5۔۔" وہ تھوڑا رکا۔ کبیر الیکٹرک چیئر کو آگے پیچھے سے دیکھ رہا تھا۔ خاموشی پر اس نے فرہاد کو دیکھا۔ "ہمارے نئے ایڈریس کا کسی کو نہیں پتہ چلنا چاہیے۔ کسی کو نہیں مطلب کسی کو بھی نہیں۔۔" انگشت شہادت اٹھا کر اس نے تنبیہی انداز سے کہا۔

"میرے سپنوں کی رانی کب آئے گی تو۔" وہ کچن کاؤنٹر کے پاس کھڑا ایک بڑے سے برتن میں تکوں کو مصالحہ لگا رہا تھا۔ اس کے کانوں میں وائیر لیس ہیڈ فونز لگے تھے۔ وہ گانے سننے کے ساتھ ساتھ خود بھی گنگنا رہا تھا۔ تبھی اس نے سر اٹھا کر چوکھٹ پر نمودار ہوتے کبیر کو دیکھا جو اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت فرہاد اسے ایک گارڈ کم اور شیف زیادہ لگ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے کانوں پر لگے ہیڈ فونز اتار دیے کیونکہ اسے بات کرنی تھی۔ اور فرہاد تو اب ان مصالحے والے ہاتھوں سے ہیڈ فونز اتارنے سے رہا۔

"وہ آرہی ہے۔۔" اس کی آواز پر فرہاد نے سر اٹھا کر نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کون؟؟" پوچھتے ہی وہ دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا۔

"میرے سپنوں کی رانی۔۔" کبیر نے اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی نما انداز میں کہا۔ جس پر اس نے سمجھ کر سر ہلایا اور پھر صحیح سے سمجھ لگنے پر اس نے برق رفتاری سے گردن موڑ کر کبیر کو دیکھا۔

"بکواس کر رہے ہو؟" وہ حیرت زدہ شکل لیے اسے دیکھنے لگا جو فریج کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

"وہ تو تم کرتے ہو۔۔" بڑا ہی ڈھیٹوں والا جواب تھا جو اس نے دیا تھا۔ فرہاد چل کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"میں نے تم کو منع کیا تھا کہ یہ ایڈریس کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے اور تم نے اسی کو بتا دیا جو کھڑے کھڑے ہم دونوں کو شوٹ کر سکتی ہے۔۔" وہ آنکھوں میں ڈھیروں حیرت لیے کبیر کو دیکھ رہا تھا جو بڑا ہی پرسکون انداز میں کھڑا بوتل منہ سے لگائے جوس پی رہا تھا۔

"ہم دونوں کو تو نہیں تمہیں صرف تمہیں۔ کیونکہ وہ تو فرہاد میر سے ملنے آ رہی ہے نا۔۔" اس نے ہنسی دباتے ہوئے کہا تھا جبکہ فرہاد کا رنگ پل میں بدلا۔

"تم چاہتے ہو کہ یہ مصالحے سے بھرے ہاتھ میں تمہارے چہرے سے صاف کر دوں؟؟" اس نے ہاتھ اس کے سامنے کرتے ہوئے بڑے ہی غصے میں کہا تھا جبکہ اس کے سرخ سرخ مصالحے میں لدے ہاتھ دیکھ کر کبیر کی ہنسی جھٹ سے غائب ہوئی۔

"دور ہٹو۔ میں تمہیں قتل کر کے جیل نہیں جانا چاہتا۔۔" وہ فوراً تھوڑا سا پیچھے کھسکتے ہوئے بولا۔ فرہاد سر نفی میں ہلاتے ہوئے سنک کی طرف چلا گیا تب جا کر کبیر نے سکھ کا سانس لیا۔

"میں کیا کرتا ابھی شام میں مجھے میسج آیا تھا اس کا کہ ایڈریس بتاؤ۔۔" فرہاد نے گردن موڑ کر اسے گھور کر دیکھا۔

"جیسے وائس چینجر سے میری آواز میں بات کرتے ہو نا ویسے ہی کسی فیس چینجر کے ذریعے میرا چہرہ لگا کر چلے جاؤ لیکن قسم کھاتا ہوں اصلی فرہاد میر اس کے سامنے کبھی نہیں جائے گا۔۔" وہ ہاتھ دھو چکا تھا اور اب نل بند کرتے ہوئے صاف صاف کہہ گیا۔

"تمہیں کس نے کہا ہے میں وائس چینجر کا استعمال کرتا ہوں سانو لے بھالو۔ میں اپنی ہی آواز میں تھوڑی سی تبدیلی لا سکتا ہوں بس وہ الگ بات ہے کہ بیا پہچان نہیں سکی۔ اپنی اسی بلیسنگ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عاصم کے نا جانے کتنے ہی بریک اپ کروائے تھے میں نے۔۔" اس کی بات کے اختتام پر سانولا بھالو بڑبڑ کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ اسی دوران گھنٹی بجی۔ دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اتنا جلد بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ کبیر دی سائیکو پیتھ۔۔" وہ کچن سے بھاگتے ہوئے گیا۔ کبیر کو بھی اندازہ نہیں تھا وہ سچ مچ آ جائے گی۔ وہ تو فرہاد کو تنگ کر رہا تھا اسے یقین تھا انابیہ اس سے ملنے نہیں آئے گی۔ وہ ہڑبڑاتے ہوئے اپنے کمرے میں گیا۔ دروازہ بند کیا اور کھڑکی سے چھپ کر دیکھنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں لاؤنج میں فرہاد کے ساتھ آتے شخص کو دیکھ کر کبیر کا منہ حیرت سے کھلا۔ وہ انابیہ نہیں تھی۔ گہرا سانس بھر کر اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ فرہاد نے اسے سر نفی میں ہلاتے ہوئے دیکھا وہ کیسے شیروں کی طرح انابیہ کے کزن کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"تمہارے سپنوں کی رانی۔۔" فرہاد نے مسکراہٹ دباتے ہوئے عالیان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کبیر سے کہا ایسے جیسے شو پیس دکھا رہا ہو۔

"استغفر اللہ۔۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ عالیان تو اسے دیکھتے ہی شاید کسی اور دنیا میں پہنچ گیا تھا۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا خود سے جاننا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔

"تم یہاں کر رہے ہو؟" خود پر طاری سکتے کو توڑتے ہوئے بلآخر عالیان نے سامنے بیٹھے مطمئن شخص سے پوچھ ہی لیا۔ فرہاد نے باری باری دونوں کا چہرہ دیکھا تو اسے معلوم ہوا وہ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے بلکہ بہت اچھے سے جانتے تھے۔

"یہ میرا گھر ہے۔" کبیر نے مختصراً کہا۔ پھر عالیان فرہاد کی طرف گھوما۔

"تو تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس نے فرہاد سے پوچھا۔۔ "بلکہ تم دونوں ساتھ کیا کر رہے ہو؟ او خدایا یہ کیا ہو رہا ہے میں تو فرہاد سے ملنے آیا تھا۔ اس سے کیوں ملوادیا؟؟" وہ سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے اوپر دیکھتے ہوئے رب سے شکوہ کر رہا تھا۔

"اوہیلو۔۔ مافیا مین پر سکون ہو جائو۔ ہم بتاتے ہیں نا تمہیں سب۔۔" کبیر نے اسے سر پکڑا دیکھ کر کہا تو عالیان اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ وہ اسے مافیا مین کیوں کہہ رہا تھا؟

"اتنا حیران نہ ہو۔ تم نے عابس بھائی کو اپنی اٹلی والی ساری کہانی سنائی تھی نا تو انہوں نے بلکل ویسے ہی مجھے بھی سنادی۔ بڑے ایڈوینچر کر کے آئے ہو تمہارے ساتھ مزہ آئے گا۔۔" اس نے ایک آنکھ دباتے ہوئے شرارت سے کہا۔ "میں تو انابیہ کے انتظار میں بیٹھا تھا تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس کے پوچھنے پر عالیان نے گہرا سانس بھرا اور اس کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اچھا اب اسے سانس بھی لینے دو۔ آتے ساتھ سوال جواب شروع کر دیے ہیں۔" فرہاد نے کبیر کو ٹوکنے والے انداز میں کہا اور عالیان کی طرف متوجہ ہوا۔ "لڑکے تم بتائو۔ فلٹر والا پانی پیو گے یا ٹینکی کا لادوں۔۔" عالیان نے اسے بھنویں سکیڑ کر ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو میں مذاق کے موڈ میں بلکل بھی نہیں ہوں۔۔

"گھور کیوں رہے ہو۔۔ اب بتا بھی دو شرمائو مت۔۔"

"جائو یہاں سے تنگ نہ کرو اسے۔۔ پانی لے کر آئو اس کے لیے دیکھ نہیں رہے تمہیں اور مجھے ساتھ دیکھ کر صدمے میں چلا گیا ہے۔۔" کبیر نے استہزائیہ انداز سے کہا تو فرہاد سر اثبات میں ہلاتا کچن کی طرف جانے لگا۔ اس کے جاتے ہی عالیان کبیر کی طرف گھوما۔

"انابیہ نے مجھے یہاں فرہاد سے ملنے کے لیے بھیجا ہے وہ چاہتی ہے کہ فرہاد میرا ساتھ دے۔ میں اپنی فیملی کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ لیکن تم یہاں کیوں ہو؟" عالیان نے فوراً سے پوچھا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ وہ میرا استعمال کر رہی ہے۔۔" اس کی یہ بات عالیان کے سر کے اوپر سے گزر گئ۔

" بلکل جیسے تم نے میرے نام کا استعمال کیا ہے۔۔" فرہاد پانی لے آیا تھا اور لائونج میں داخل ہوتے ہی اس نے یہ بات کہی تھے۔

"اصلی فرہاد میر میں ہوں۔۔" عالیان نے اس کے ہاتھ سے گلاس لیا اور پھر اسے دیکھنے لگا۔ "انابیہ میم کا گارڈ۔۔ مجھے سر جہانگیر نے ان کے لیے ہائیر کیا تھا کیونکہ انہیں زبیر انڈسٹریز کے سی۔ای۔او حنان زبیر سے کچھ خطرہ تھا۔۔" پھر بولتے ہوئے رک کر اس نے کبیر کو دیکھا اور پتہ نہیں کیوں بس ہنس دیا۔ "لیکن یہ کبیر جہانگیر۔۔ دی سائیکو پیتھ۔ پتہ نہیں کہاں سے آٹپکا اور مجھ سے میرا نام لے گیا۔۔" عالیان کو کچھ کچھ سمجھ آنے لگی تھی۔

"میں اسے کسی کے آسرے پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔" اس کی آواز دھیمی تھی۔۔

"لیکن میں کسی نہیں بلکہ Chicago ایجنسی کا سرٹیفائیڈ گارڈ ہوں۔۔" فرہاد نے اترا کر اپنا عہدہ بتاتے ہوئے کہا۔

"ایک کام کیوں نہیں کرتے اپنا نام فرہاد میر کی جگہ فرہاد چیکاگو رکھ دو بار بار بتانا نہیں پڑے گا کہ تم چیکاگو کے گارڈ ہو۔" کبیر نے طنزیہ انداز سے کہا تو فرہاد اسے جواب دینے ہی لگا تھا کہ اس سے پہلے عالیان بول پڑا۔

"سمجھ گیا۔۔" عالیان نے پانی سے بھرا گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔اس نے ایک گھونٹ بھی نہیں پیا تھا۔۔

"تم فرہاد میر بن کر اسے پروٹیکٹ کرتے رہے ہو اور اسے خبر تک نہ ہوئی کمال ہے۔۔" اس نے داد دینے کے انداز میں کہا تھا۔"اور وہ کہتی کہ کبیر جہانگیر اس سے نفرت کرتا ہے۔۔" وہ استہزاء سے کہتے ہوئے ہنسا۔

"میں نے اس سے کبھی نفرت نہیں کی۔۔ غصہ تھا بہت تھا لیکن نفرت نہیں تھی۔۔" اس نے عام سے لہجے میں کہا۔"ڈیڈ نے جہانزیب کے بارے میں مجھے سب بتا دیا کہ کیسے اس نے تم لوگوں کو تباہ کر دیا ہے۔مجھے بہت افسوس ہے۔میں چاہتا ہوں تم ہمارے ساتھ مل کر اپنوں کو انصاف دلواؤ۔۔"

"انابیہ بھی اب یہی چاہتی ہے کہ میں فرہاد۔۔" وہ رکا اور پھر ہنس دیا۔۔"یعنی تمہارے ساتھ مل کر جہانزیب کو اس کے کیے کی سزا دوں۔۔"

"جہانزیب تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔ ہمیں سخت پلاننگ سے کام لینا ہوگا۔" کبیر نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم کسی طرح اس کے قریب ہو جائیں تو۔۔" اس بار عالیان بولا تھا۔کبیر ہنوز پیشانی پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ تبھی دونوں نے پر امید نظروں سے فرہاد میر کو دیکھا جو بڑے ہی مطمئن انداز سے دونوں کو آنکھیں چھوٹی کیے دیکھ رہا تھا۔

"جانتا تھا۔۔" اس نے گہرا سانس بھرتے موبائل آن کر کے اس کی اسکرین دونوں کے سامنے کی جس پر ایک لڑکی کی تصویر تھی جو اپنے بائیک کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھی۔دونوں نے کچھ نا سمجھی سے فرہاد کو دیکھا۔

"مسکان جہانزیب۔جہانزیب عالم خان کی بیٹی۔۔" اس نے فخریہ انداز سے اس لڑکی کا نام لیا جبکہ کبیر اور عالیان بری طرح چونکے تھے۔

’’ظفر کی بہن۔ آہ ایک اور کزن۔۔" عالیان نے پیچھے ہو کر ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

’’بلکل۔۔اسے بائیکس بہت پسند ہیں۔۔"

فرہاد ابھی بول ہی رہا تھا کہ کبیر فوراً سے بولا۔’’ اور بائیکر پسند آنے میں بھی زیادہ دیر نہیں لگے گی۔۔"

’’رائٹ۔۔ پھر تم جیسا بائیکر کسے پسند نہیں آئے گا۔۔"فرہاد کی اس بات پر کبیر کے تاثرات ایک دم بدلے۔ فرہاد اس معاملے میں اسے گھسیٹ رہا تھا۔ عالیان بغور دونوں کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

’’فضول بکواس مت کرو۔ میں تمہاری بات کر رہا تھا۔ جو کرنا ہے اب تم کرو گے۔۔"کبیر یکدم بدمزہ ہوا تھا اور سختی سے اسے کہنے لگا جس پر فرہاد سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

’’بھول گئے تم نے آج صبح میری جاب کے لیے بات کی تھی۔ مجھے کال آگئی ہے اور صبح کی فلائٹ سے میں جا رہا ہوں۔۔"کبیر کے چہرے کی ہوائیاں ایک دم سے اڑی۔ وہ کچھ بھی کر سکتا تھا لیکن بلاوجہ کسی کی زندگی میں مداخلت کبھی نہیں کرے گا وہ بھی جب بات ایک لڑکی کی ہو۔

’’تمہارا مطلب ہے کبیر جائے گا حیدر آباد اور اس لڑکی کو اپنے پیار کے جال میں پھنسا کر جہانزیب کی حویلی میں داخل ہو گا اور پھر۔" عالیان نے جیسے کڑیاں جوڑتے ہوئے کہا۔ کبیر نے تیزی سے گردن گھما کر اسے کچھ خفگی سے دیکھا۔ جبکہ فرہاد نے عالیان کو بڑے ہی داد دینے والے انداز سے دیکھا۔ وہ کتنا سمجھدار تھا۔

’’کبھی بھی نہیں میں کسی لڑکی کے ساتھ ایسا کرنے کی ہمت بلکل نہیں کر سکتا۔۔"وہ سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے صاف مکر گیا۔ فرہاد اور عالیان نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

’’کیوں نہیں کر سکتے۔ اس کے باپ نے جو ہمارے ساتھ کیا اس کا کیا؟" عالیان کی آواز اب اونچی تھی۔

’’تم دونوں پاگل ہو گئے ہو کیا۔ جو بھی جہانزیب نے کیا ہے اس کی سزا اسے دو اس کی بیٹی کا کیا قصور؟؟"

"اور اس کے بیٹے کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے ردا کی زندگی عذاب بنا رکھی ہے۔" اب اس کی آواز پہلے سے بھی زیادہ اونچی تھی۔ کبیر نے کچھ نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "اس کی اولاد بھی اسی کی طرح ہے اور ویسے بھی اس کا کیا دھرا اس کی اولاد بھی بھگتے گی۔" اس کا انداز حتمی تھا۔ کبیر کچھ بول نہ سکا وہ بہت مشکل میں پھنسا دیا گیا تھا۔

"میں یہاں ہوں گا نہیں۔ ہوتا بھی تو یہ کام کبھی نہ کر سکتا۔ مجھے لڑکیوں کو امپریس کرنا بلکل بھی نہیں آتا اور پھر میں تم جیسا گڈ لکنگ بھی نہیں ہوں۔" فرہاد نے بہت ہی افسوس سے کہا تھا۔

"ہاں جیسے میں نے تو زندگی میں سوائے لڑکیوں کو امپریس کرنے کے اور کچھ کیا ہی نہیں ہے نا۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عالیان کی طرف گھوما۔ "تم تو ویسے بھی ان کاموں میں بڑے تیز ہو نا تم کر لو۔" عالیان کو اس کی بات بری لگی تھی اسی لیے خفگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"کر لیتا لیکن مجھ پر آل ریڈی میری کزنوں کی ذمہ داری ہے میں انہیں ایک دن کے لیے بھی چھوڑ کر حیدر آباد کے چکر نہیں لگا سکتا۔" وہ بولتے بولتے رکا اسے لگا شاید وہ کچھ زیادہ ہی بھڑک اٹھا ہے۔ "اور ویسے بھی ظفر مجھے جانتا ہے۔" یہ بات کبیر اور فرہاد دونوں کے لیے حیران کن تھی۔

"مگر کیسے؟؟" کبیر نے پوچھا۔

"میرے سوشل ہینڈل کی وجہ سے۔ (ٹھنڈی آہ بھری) ایک دھوم مچا رکھی تھی میں نے سوشل میڈیا میں۔ وہ مجھ سے خود نہ بھی کہتا تو تب بھی میں یہ رسک کبھی نہ لیتا۔" کبیر شکست خوردہ حالت میں صوفے پر بیٹھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اب وہ کیا کرے۔ یہ دونوں مل کر اس سے وہ کام کروا رہے تھے جس کے لیے اس کا دل کبھی نہیں مانے گا۔

"ابھی کچھ دن پہلے تو کوئی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ انابیہ کے لیے کچھ بھی۔۔" فرہاد نے اس کے چہرے پر پھیلا اضطراب دیکھتے ہوئے کہا۔ کبیر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

"اور اب تم انابیہ کے لیے ایک دل نہیں توڑ سکتے؟" وہ بھنویں سکیڑے بغور اسے دیکھے گیا۔۔

"کسی کا دل توڑنا ہڈیاں توڑنے سے زیادہ مشکل کام ہے۔ تم مجھ سے قتل کروا لیتے لیکن کسی لڑکی کا استعمال کرنے کا نہ کہتے۔۔" اسے لگا وہ کسی کنویں میں بیٹھا خود سے بول رہا ہے۔

"وہ جہانزیب کی بیٹی ہے فکر نہ کرو اسے عشق نہیں ہو گا۔۔ ان کی رگوں میں ایک بیوفا باپ کا خون دوڑ رہا ہے ایک قاتل کا خون۔۔ سمجھ رہے ہو نا تم؟" اب کی بار آواز عالیان کی تھی۔

"تم پریشان نہ ہو میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔۔ جانتا ہوں یہ کام مشکل ہے مگر تم کر لو گے۔" فرہاد چل کر اس کے ساتھ آ بیٹھا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔۔ بلکہ ہم تینوں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ پلیز کبیر ہماری مدد کرو میں بدلہ لینے سے پہلے مرنا نہیں چاہتا۔۔" عالیان کا انداز اس بار التجائیہ تھا اور کبیر جہانگیر نے نہ چاہتے ہوئے بھی سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ بس ایک بات جانتا تھا۔ انابیہ کے لیے کچھ بھی۔

"اب دیکھنا۔۔ ایک سائیکو پیتھ اینگری مین۔ چیکا گو ایجنسی کا باڈی گارڈ اور ایک مافیا مین مل کر اس جہانزیب کی زندگی کیسے جہنم بنائیں گے۔۔" فرہاد نے چیلنجنگ انداز میں کہا۔ تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور سر کو ہاں میں جنبش دی۔ وہ سب تیار تھے۔

موجودہ وقت:

"یہ سب تو ٹھیک ہے۔۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے آفس میں اپنی نشست پر بیٹھی تھی۔ سامنے ہی وانیہ کھڑی تھی جو اس کو یہی فائل دکھانے لائی تھی۔

"تم نے کبیر کو بتایا کہ آج کی میٹنگ میں اس کی موجودگی بہت ضروری ہے؟ کہیں پھر سے غائب نہ ہو جائے پتہ نہیں بار بار آفس چھوڑ کر کہاں چلا جاتا ہے۔۔" نظریں ہنوز فائل پر تھیں البتہ آواز میں کچھ ناگواری ضرور شامل تھی۔

"میں نے انہیں بتایا تھا مگر وہ میٹنگ اٹینڈ نہیں کر سکیں گے۔۔" وانیہ کے کہتے ہی اس نے نامحسوس انداز میں سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں اب کچھ سوالیہ تاثر تھا اور اس تاثر کو دیکھتے ہی وانیہ ایک بار پھر چونکی تھی۔ کیا انابیہ کو ہر بات وانیہ سے پتہ چلے گی؟

"کیوں نہیں کر سکے گا؟" فائل بند کر کے اس نے ٹیبل پر رکھی۔

"کیونکہ وہ لاہور جا رہے ہیں۔" یہ جملہ سنتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں۔۔ "مجھے لگا آپ کو پتہ ہوگا۔۔" وہ اس کے چہرے پر چھائی حیرت کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے تم یہ پکڑو۔۔" اس نے فائل وانیہ کو پکڑائی اور بوجھل سانس سے کہتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وانیہ تابعداری سے سر ہلاتے وہاں سے چلی گئی اور اس کا سانس صرف ایک بات پر اٹک گیا کہ وہ لاہور جا رہا ہے مگر کیوں؟ اس کیوں کا جواب لینے کے لیے وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اپنا آفس ویران چھوڑ کر اس کے آفس کی طرف چلی گئی۔

اس کے آفس پہنچتے ہی اس نے بنا دستک دروازہ کھول دیا۔ اندر سب ویسا ہی تھا بس وہ نہیں تھا۔ اس نے چاروں طرف نظریں گھمائیں لیکن وہ تو وہاں تھا ہی نہیں۔ ایک دم سے اس کی چہرے کی رنگت سفید ہو گئی تھی۔ کیا وہ اس سے ملے بغیر چلا گیا؟ چلو گولی مارو ملنے کو اس نے تو اسے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ تبھی

دروازہ کھلا اور وہ چونک کر اس طرف گھومی۔ اندر آنے والا شخص وہیں دروازے پر کھڑا اسے کچھ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی جیسے انابیہ کی اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔ کبیر بنا کچھ بولے اندر آگیا تھا۔

"تم لاہور جا رہے ہو؟" اسے لگا اس کی آواز کسی کھائی سے آئی ہو۔ کبیر نے رک کر پہلے اسے دیکھا اور سر اثبات میں ہلاتے اپنی چیئر کی طرف بڑھ گیا۔

"کیوں جا رہے ہو؟ اور کتنے دنوں کے لیے؟ اور واپس کب آئو گے؟" یکبارگی میں ہی اس نے اتنے سوال کر ڈالے۔ وہ جو اپنی چیئر کی طرف بڑھ گیا تھا اس کے قدم بے ساختہ رک سے گئے لیکن وہ پلٹا نہیں۔

"تمہیں اس سے مطلب؟" نا چاہتے ہوئے بھی اس نے اپنا لہجہ سخت کیا لیکن انابیہ کو اس کے لہجے کی پرواہ نہیں تھی اسے صرف اس کے یہاں سے جانے کا خوف کھائے جا رہا تھا۔

"مت جائو۔۔" وہ کس قدر ٹوٹی ہوئی آواز میں بولی تھی کبیر نے ضرور محسوس کیا تھا لیکن اپنا سافٹ کارنر وہ فلحال اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ خود پر ضبط کرتا وہ اس کی طرف گھوما۔ انابیہ کی آنکھوں میں خوف کی رمق تھی اس نے بغور دیکھا تھا۔

"تم رکی تھی جب میں نے تم سے کہا تھا کہ مت جائو؟ نہیں نا۔۔" اس کی آنکھوں میں تپش واضح تھی اور لہجہ قدرے سرد تھا۔ انابیہ دم بخود سی اسے دیکھے گئ۔

"پلیز۔۔" اس کی آنکھیں نم ضرور تھیں مگر آنسوؤں پر قابو تھا۔ کبیر کو اب واقعی اس پر غصہ آرہا تھا اتنا کہ کاش وہ سچ مچ اسے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا سکتا۔

"کتنی منتیں کی تھیں نا میں نے بھی لیکن تم نہیں رکی اور آج تم چاہتی ہو کہ تمہارے ایک پلیز کہنے پر میں رک جائوں۔" وہ طنزیہ ہنس دیا۔ انابیہ کچھ نہیں بولی۔ بولتی بھی کیا۔ کچھ تھا ہی نہیں مزید کہنے کو۔ جب وہ اس کے

روکنے پر نہیں رکی تو اسے بھی کوئی حق نہیں تھا اسے روکنے کا۔ وہ اپنی مرضی کا مالک تھا۔ بس یہی سوچتے وہ پلٹ گئی۔ کبیر نے اس کی اس شکست خوردگی پر افسوس سے گہرا سانس بھرا۔ وہ نہ تو خود رک سکتی تھی نہ اسے روکنے کی ہمت کر سکتی تھی۔ وہ ویسی ہی تھی جلد ہار مان جانے والی۔ کم از کم کبیر کو وہ اب بھی ویسی ہی لگی تھی۔

"جلدی واپس آجائوں گا۔۔" انابیہ کے چلتے قدم رک گئے۔۔ "کچھ ضروری کام ہے ورنہ نہ جاتا۔۔" یہ کیا کہہ گیا تھا وہ۔ انابیہ تیزی سے اس کی طرف گھومی۔ جو سابقہ حالت میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ تاثرات بلکل نارمل تھے لیکن انابیہ کے تاثرات کا کیا جو پل میں بدل گئے تھے۔

"میٹنگ تم ڈیڈ کے ساتھ دیکھ لینا اور۔۔" وہ رک گیا۔ وہ کیوں رک گیا؟ انابیہ سے جیسے اس کا رکنا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔ "اور اپنا خیال رکھنا۔۔" کہتے ہی وہ اپنی چیئر کی طرف گھوم گیا اور انابیہ کو لگا جیسے وہ ابھی گر جائے گی۔ اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ پلکیں جھپکنا تو جیسے اسے یاد ہی نہیں رہا۔ بے اختیار ہی وہ مسکرا دی اور بنا کچھ کہے لیکن خوشی ساتھ لیے وہ وہاں سے چلی گی۔ کبیر نے مڑ کر دیکھا جہاں وہ اب نہیں تھی۔ وہ اپنا سافٹ کارنر ظاہر کر گیا تھا۔

اس کی حیدر آباد جانے کی ساری تیاری مکمل تھی۔ انابیہ سے اس نے جھوٹ بولا تھا کہ وہ لاہور جا رہا ہے۔ ظاہر ہے وہ کچھ دن یہاں ہو گا نہیں تو کوئی وجہ تو اسے بتانا تھی۔ وہ کتنا جھوٹا بن گیا تھا بلکہ اسے لگنے لگا تھا کہ جھوٹ اس کی زندگی میں سانس کی طرح شامل ہو گیا ہے جو اسے ہر قدم پر لینا پڑتا تھا۔ انہی سوچوں میں غرق وہ اپنے کمرے میں صوفے پر لیٹا چھت کو دیکھ رہا تھا دفعتاً اس کے کانوں سے اس کے فون کی رنگ ٹکرائی اور رنگ ٹون بھی اس کے دوسرے فون کی تھی جو وہ فرہاد بن کر استعمال کرتا تھا۔ یہ سوچنے پر کہ کال انابیہ کی ہے وہ

تیزی سے اٹھا اور سائڈ ٹیبل کی طرف بھاگا جہاں اس کے دونوں موبائل پڑے تھے۔ایک خاموش اور دوسرا ہنوز بجتا ہوا۔اس نے جھک کر اسکرین پر غور کیا تو کچھ حیران ہوا کیونکہ وہ کوئی غیر شناسا نمبر تھا۔حیران ہونے کی وجہ بس یہی تھی کہ اس نمبر پر اسے صرف انابیہ،فرہاد اور عالیان کال کر سکتے تھے۔ماتھے پر سلوٹیں لیے اس نے کال آنسر کر کے فون کان سے لگایا لیکن بولنے میں شروعات نہیں کی کیونکہ وہ دوسری طرف کی آواز پہلے سننا چاہتا تھا۔

"کیا میں مسٹر رائڈر سے بات کر رہی ہوں؟؟"ایک لڑکی کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔وہ آواز اسی کی تھی۔چہرے کی سنجیدگی مزید بڑھ گئی۔اس نے فوراً خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔

"جی بلکل مگر مسٹر رائڈر ایک ہاری ہوئی لڑکی سے بات نہیں کرتا۔۔"چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے اور لہجے میں اداکاری شامل کرتے ہوئے وہ بولا تو مسکان کا منہ حیرت سے کھلا۔وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ ہنس دی۔

"اور اس ہاری ہوئی لڑکی کے دو بدلے ہیں آپ کے سر جو وہ لینے کے لیے بے تاب ہے۔۔"وہ بیڈ کرائون سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ایک ہاتھ میں پکڑا فون کان سے لگائے اور دوسرے ہاتھ کی انگلی میں بالوں کی ایک لٹ گھماتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی تھی۔

"اور مجھے بلکل اچھا نہیں لگے گا کہ ایک تیسرا بدلہ بھی میرے سر پر آجائے۔۔"وہ افسوس سے بولا تھا۔

"اب تم مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہے ہو۔ہلکا نہیں لینا مجھے۔ہمارے مہمان تھے اس لیے رفتار ڈھیلی رکھی تھی۔۔"لٹ ہنوز اس کی انگلی پر گھوم رہی تھی اور چہرہ ہنوز مسکراہٹ سے سرشار تھا۔

"نمبر کہاں سے ملا؟"کبیر نے پوچھا۔

"نمبر کا کیا ہے وہ تو مل ہی جاتا ہے سوال یہ ہے کہ اب تم کب ملو گے؟" بجائے جواب دینے کے اس نے اپنا سوال سامنے رکھ دیا۔ کبیر نے گہرا سانس لیا شکر کہ وہ ابھی اس کے سامنے نہیں تھی ورنہ اس کے چہرے کے تاثرات بلکل بھی اچھے نہیں تھے۔ اس وقت وہ بلکل بھی اداکاری کے موڈ میں نہیں تھا۔

"لگتا ہے تیسری بار بھی ہرانا پڑے گا۔۔" اس کے کہتے ہی وہ جھٹکے سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور اس کے اگلے جملے کی منتظر ہو گئی۔ "تیاری کر لو پھر آج شام اسی سڑک پر ملوں گا میں تمہیں۔۔" مسکان نے بے ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا جیسے ہاتھ رکھنے سے اس کی تیز دھڑکنیں وہ روکنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

"میں تیار ہوں۔۔" خوشی کے مارے وہ بس یہی کہہ پائی۔ کبیر نے جان کے اسے اپنی ہنسی سنائی اور کال کاٹ دی۔

تو چلو ایک بار پھر چلتے ہیں حیدر آباد کی سڑکوں پر۔ آسمان میں روشنی اب بھی تھی کیونکہ سورج ابھی مکمل طور پر غروب نہیں ہوا تھا اور اسی شام میں ڈھلتے آسمان کے نیچے سڑک کے ایک طرف وہ تھی اس کی بائیک تھی اور انتظار تھا بے تابی۔۔ بے چینی۔۔ اور جان لے لینے والا انتظار۔ سرخ رنگ کا ٹاپ اور سیاہ رنگ کی جینز پہنے وہ اپنی بائیک کے ساتھ ٹیک لگائے دونوں بازو سینے پر لپیٹے منتظر سی کھڑی تھی۔ اس کے بال کھلے کھلے جوڑے میں مقید تھے جس کی دو لٹیں اس کے بلکل نیچرل میک اپ کیے چہرے پر گر رہی تھیں۔ سڑک پر رش نہ ہونے کے برابر تھا اسے یہ بھی پرواہ نہیں تھی کہ جس طرح وہ تن و تنہا سڑک پر کھڑی تھی کوئی نا کوئی گاڑی والا ضرور رک کر اس سے پوچھتا یا اسے تنگ کرتا مگر کہتے ہیں نا جب انسان خوشی کی سب سے اوپری منزل پر ہو تو وہ بس ارد گرد سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ یہی کوئی حال اس کا بھی تھا۔ تبھی وقت کو اس پر ترس آیا اور انتظار کی

گھڑی ختم ہوئی۔ دور سے ہی اس کی نظروں نے اسے دیکھ لیا جو تیز سپیڈ میں بائیک اسی کی طرف لا رہا تھا۔ وہ بلکل سیدھی ہوئی اور سانس روکے اسے دیکھے گئی۔ اگلے ہی لمحے مسٹر رائیڈر اپنی بائیک کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔

"میں نے تمہیں شاید زیادہ ہی انتظار کروا دیا۔۔" اس نے بائیک پر بیٹھے بیٹھے ہی ہیلمٹ اتارتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"اگر انتظار تمہارا کرنا ہو تو مجھے اس انتظار سے پیار ہے۔۔" اس نے قدرے دھیمی آواز میں کہا تھا لیکن آواز سنی جا سکتی تھی سو اس نے سن بھی لی۔

"دیکھ لو۔۔ خود کو مشکل میں پھنسا دیا ہے تم نے۔۔" ہیلمٹ اتارنے کی وجہ سے اس کے بال بکھر سے گئے تھے باقی رہی سہی کسر اب ہوا پوری کر رہی تھی۔

"سو تو پھنس گئی ہوں۔۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے اعتراف کیا اور بائیک کی طرف بڑھ گئی۔ "تیار ہو نا ہارنے کے لیے؟؟" مڑ کر اس نے کبیر سے پوچھا جس پر وہ ہنس دیا۔

"ہرانے کے لیے۔۔" کہتے ہی اس نے ہیلمٹ دوبارہ پہن لیا۔ حیدر آباد کی سڑکیں اب پھر سے پناہ مانگیں گی ان دونوں آفتوں سے۔

تقریباً آدھے گھنٹے کی ریس کے بعد وہ دونوں سڑک کے ایک کنارے پر کھڑے تھے۔ مسکان نے منہ پھر سے پھلایا ہوا تھا وہ اب کے تیسرے مقابلے میں بھی بری طرح سے ہاری تھی۔

"اب یہ تو غلط بات ہے ہار کو تسلیم کرنا چاہیے نہ کہ یوں منہ پھلانا چاہیے۔۔" کبیر نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ دونوں اپنی اپنی بائیک کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ "میں اتنی دور سے آتا ہوں تمہارے لیے اور

تم ہار جاتی ہو۔ ترس کھائو تھوڑا مجھ پر۔۔" اس نے افسوس سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا تھا لیکن مسکان نے جیسے سوائے تمہارے لیے کے اور کچھ سنا ہی نہیں تھا۔

"چھوڑو یار اس ریس ویس کو۔ تم بتائو کتنے دنوں کے لیے آئے ہو؟؟" وہ مکمل طور پر اس کی طرف گھومتے ہوئے بولی۔

"اس بار آیا ہوں تو کچھ دن تو رہوں گا۔ سنا ہے تم عالم خان کی پوتی اور جہانزیب عالم خان کی بیٹی ہو۔۔" اپنے باپ اور دادا کا نام سن کر مسکان نے تفاخر سے گردن ہاں میں ہلائی۔

"دیکھو کتنی بری بات ہے تم میری دوست ہو اور مجھے یہ بات کہیں اور سے پتہ لگی ہے۔۔" کبیر کے چہرے پر ناراضگی ابھری جبکہ مسکان کے چہرے پر بے یقینی امڈ آئی۔ کیا اس نے اسے دوست کہا تھا؟ کیا اس نے سننے میں غلطی کی؟ اس نے دل ہی دل میں خود کو یقین دلایا کہ ہر محبت کا آغاز دوستی سے ہی تو ہوتا ہے سو ہو گیا۔ دوسری طرف کبیر نے بے ساختہ لفظ دوست کا استعمال کرنے پر خود کو ڈھیروں لعنتیں دیں۔

"ایسا نہیں ہے میں تمہیں بتانے ہی والی تھی۔۔" اس نے کہا لیکن کبیر کے چہرے پر خفگی ہنوز برقرار تھی۔

"اوہو ناراض کیوں ہوتے ہو۔۔" وہ بلکل اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔۔ "چلو میں تمہیں اپنا حیدر آباد دکھاتی ہوں۔۔"

"ابھی نہیں کل صبح ضرور میں تمہارے ساتھ تمہارا حیدر آباد دیکھوں گا فلحال مجھے ایک ضروری کام ہے۔۔" اب کی بار کبیر نے مسکراتے ہوئے حامی بھری تو وہ بھی مسکرا دی۔ اب بس فلحال وہ مزید اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا اسی لیے بہانہ بنا گیا۔

رات ہو گئی تھی اور وہ اب اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی ہر طرف چھائی ویرانی نے اس کو خوش آمدید کہا اور اس سانس روکے کمرے کو دیکھ کر اس کا دل ایک دم پھر سے بجھ گیا۔ بوجھل قدموں کے ساتھ وہ اندر آیا اور اس نے ساری بتیاں جلادیں۔ اب تو ایک پل کے لیے بھی اس سے اندھیرا برداشت نہیں ہوتا تھا۔ اسے کسی اپنے کی ضرورت تھی اور اس کا اپنا تو ایک ہی تھا جس کے لیے وہ یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ کیا وہ اسے کال کرے؟

اس نے تیزی سے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور کی پیڈ پر اس کا نمبر ملانے لگا۔ پھر رک گیا۔ کیا وہ اس سے کبیر بن کر بات کرے یا فرہاد بن کر؟؟ اُف وہ کس مشکل میں پھنس گیا تھا۔ ایک وقت میں دو دو کردار ادا کرنا کم از کم اس کے لیے بہت مشکل تھا۔ ایک بات جو وہ جانتا تھا وہ یہ تھی کہ فلحال وہ اس سے کبیر جہانگیر بن کر بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کیسے؟ وہ خود اسے کیسے کال کر دے؟ ایک دم سے خود کو ہر طرح سے ایکسپوز کر کے وہ اپنے کیے دھرے پر پانی نہیں پھیرنا چاہتا تھا لیکن اس سے رہا بھی تو نہیں جا رہا تھا۔ شکست خوردہ حالت میں وہ کاؤچ پر جا بیٹھا اور اپنی کنپٹی مسلنے لگا۔ سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں صرف ایک نام یاد آیا۔ اس نے تیزی سے اب موبائل پر دوسرا نمبر ملایا اور موبائل کان سے لگایا۔ صد شکر رنگ جا رہی تھی۔

"اللہ کرے سب خیر ہی ہو۔ کبیر جہانگیر کی کال آئی ہے اور وہ بھی مجھے۔۔" کانوں پر ائیر پوڈز لگائے وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔

"مجھے تم سے ایک کام ہے۔۔" وہ ایک ہاتھ سے کنپٹی مسلتے ہوئے بولا تو اسے دوسری طرف سے ہنسی سنائی دی۔

"عالیان سے سب کو کام ہی ہوتا ہو۔۔ خیر بولو میں سن رہا ہوں۔۔" اس کی نظریں سامنے سڑک پر تھیں۔

"مجھے انابیہ سے بات کرنی ہے لیکن میں خود اسے کال نہیں کر سکتا۔۔"

"کیوں تم کیوں نہیں کر سکتے۔۔ فرہاد بن کر کر لو۔۔" وہ جیسے اسے مشورہ دیتے ہوئے بولا کبیر نے سر نفی میں ہلا یا۔

"وہ فرہاد سے اس طرح بات نہیں کرے گی جیسے کبیر سے کرے گی۔۔ تم کچھ بھی۔۔ کچھ بھی کہہ دینا بس کسی طرح میری اس سے بات کروا دو۔۔ میں پتہ نہیں کیا کہہ رہا ہوں لیکن تم سمجھ رہے ہو بس یہی کافی ہے۔۔" وہ کافی پریشان اور جھنجھلایا ہوا لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں راستے میں ہوں۔ گھر پہنچ کر کچھ کرتا ہوں۔۔" اس نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔

"جلدی پلیز۔۔" اس کا انداز التجائیہ تھا۔

"اوکے اوکے ڈونٹ وری۔۔ میں کروادوں گا بات۔۔" اب وہ مطمئن تھا اس لیے کال کاٹ دی اور کاؤچ پر سر گرائے لیٹ گیا۔

گھر پر قدم رکھتے ہی اس کا پہلا سامنا ردا سے ہوا جو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے نیچے آرہی تھی۔ اس کو دیکھ کر رک گئی۔ اس نے بھی بس ایک نظر اس پر ڈالی اور بنا کچھ کہے اسے اگنور کرتا لونگ روم کی طرف چلا گیا۔ اس کی اس قدر بیزاری پر ردا کا دل بری طرح دکھا تھا لیکن اس نے بھی تو اس کا دل دکھایا تھا ناانتاری ایکشن تو بنتا ہی تھا۔ وہ حق پر تھا اور وہ جو لونگ روم میں انابیہ سے ملنے جارہی تھی الٹے پیر سیڑھیاں چڑھتے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

لونگ روم میں داخل ہوتے ہی اس نے سامنے بیٹھے ناصر صاحب اور انابیہ کو دیکھا تو مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ جا بیٹھا۔

"دیر کیوں ہو گئی تمہیں؟؟" ناصر صاحب جو ویل چیئر پر بیٹھے تھے عالیان کو دیکھ کر اس سے پوچھنے لگے۔

"آج ذرا کام زیادہ تھا آفس میں۔۔آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں تو ٹھیک ہی ہوں۔۔"

"ہاں طبیعت سے یاد آیا۔انابیہ کبیر کو کال کر کے اس کی خیریت ہی پوچھ لو۔۔" اس بار وہ انابیہ سے مخاطب تھا اور اس کی بات پر انابیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں کیا ہوا ہے اسے؟؟" اس کے چہرے پر یکدم ہی کبیر کے لیے فکر اور پریشانی ابھری۔

"وہ۔۔وہ جہانگیر انکل بتا رہے تھے جب سے لاہور گیا ہے طبیعت کچھ ناساز ہے اس کی بلکہ بہت زیادہ ہی ناساز ہے۔۔میں نے کال کی تھی اسے بہتر ہے تم بھی کر لو ابھی جاگ رہا ہو گا۔۔"

"اچھا۔۔اوکے میں کرتی ہوں اسے کال۔۔" وہ اٹھ کر ناصر صاحب کی ویل چیئر کی طرف آئی تو عالیان فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھا۔

"رہنے دو ڈیڈ کو میں چھوڑ دیتا ہوں کمرے میں۔۔تم اسے کال کر لو۔۔" اس نے آگے ہو کر ناصر صاحب کو ویل چیئر کے ہینڈل کو پکڑ لیا۔انابیہ نے مسکرا کر اسے تشکر بھرے انداز سے دیکھا اور ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتے ہی باہر کی طرف چلی گئی۔

وہ کچھ دیر فون ہاتھ میں پکڑے لان میں ٹہلتی رہی اسی سوچ میں کہ پتہ نہیں وہ اس کی کال اٹھائے گا بھی یا نہیں۔بالآخر اس نے ہمت مجتمع کر کے کال ملا دی۔

انتظار کرتے کرتے اسے آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا اور وہ اسی طرح مکمل روشن کمرے میں کاؤچ پر آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا۔دفعتاً اس کا فون بجا۔اس نے فوراً آنکھیں کھولیں اور فون کی اسکرین پر حیاتی دیکھتے ہی جیسے اسے نئی زندگی ملی۔کچھ دیر اس نے بیل بجتے رہنے دی اور پھر کال اٹھا لی۔

"ہیلو۔۔کبیر۔۔" اس آواز کو سنتے ہی کبیر کی جیسے ساری تکان اتر گئی۔یکدم ہی اس کا ویران دل ایک بار پھر آباد ہو گیا۔

"بیا۔۔" کس قدر نرمی تھی اس کی آواز میں۔انابیہ کو لگا اس کے منہ سے بیا سننے میں اسے صدیاں گزر گئیں۔

"اس وقت کال کیوں کی؟" اس نے فوراً خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔انابیہ کے چہرے سے مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔

"وہ۔۔دراصل۔۔تمہاری طبیعت۔۔" اس کے الفاظ گڈمڈ ہونے لگے۔

"کیا ہوا میری طبیعت کو؟" اس کا انداز پھر سپاٹ تھا لیکن وہ دل کھول کر اسے نہیں بتا سکتا تھا۔

"انکل بتا رہے تھے تمہاری طبیعت خراب ہے۔۔" تو یہ وجہ بتائی تھی عالیان نے۔کمال کا بندہ تھا وہ۔

"ہاں تھوڑا فلو ہو گیا ہے زیادہ کچھ نہیں۔۔" اس نے پھر مختصراً جواب دیا اور ذرا سی کھانسی کرنے کی ایکٹنگ بھی کی۔

"تو تم نے میڈیسن لی؟" وہ اسی طرح لان میں ٹہل رہی تھی۔کتنی فکر تھی نا اسے۔ایک ہلکی سی مسکراہٹ کبیر کے لبوں پر بکھری۔

"ہاں لے لی تھی۔۔" اس کی میڈیسن وہی تو تھی جو اس سے بات کر رہی تھی۔

"اچھا۔۔ٹھیک ہے تم آرام کر لو۔۔" اسے لگا وہ کال کاٹ دے گی۔

"نہیں میں آرام کر چکا ہوں۔۔" وہ اتنا روانی میں بولا کہ انابیہ کو تھوڑی حیرت ہوئی اور اس کے چلتے قدم ایک پل کے لیے رک گئے۔۔"مم۔۔مطلب اتنا آرام کر کے کیا ہو گا۔۔" وہ قدرے بوکھلا گیا۔" تم بتاؤ میٹنگ کیسی رہی آج کی؟" وہ نہیں چاہتا تھا کہ انابیہ کال کاٹ دے اسی لیے بس بات کو طول دے رہا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ کھڑکی کی طرف چلا گیا۔

"اچھی تھی۔۔انکل سے بات نہیں ہوئی تمہاری؟"اس کے رکے ہوئے قدم اب پھر حرکت میں آئے۔کبیر نے سلائیڈنگ ڈور کھول دیا۔ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا کمرے میں داخل ہوا اور اپنے ساتھ دور بیٹھی انابیہ کی خوشبو اور اس کی خیریت کا پیغام ساتھ لایا۔

"نہیں میری بات نہیں ہوئی۔"رات کے وسیع آسمان میں چاند چمک رہا تھا اور اس کی نظریں اسی چاند پر تھیں۔اسے لگا جیسے انابیہ اس کے سامنے تھی وہ اسے دیکھ سکتا تھا۔

"کوئی بات نہیں صبح بات کر لینا۔۔"انابیہ نے نظریں اٹھا کر آسمان پر نور برساتے چاند کو دیکھا۔کچھ پل دونوں طرف خاموشی ہو گئی دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے میں جو مگن تھے۔۔بے تحاشا۔۔

"کیا لاہور میں بھی ایسا خوبصورت چاند نکلا ہے جیسا کراچی میں ہے؟"وہ نظریں ہنوز چاند پر ٹکائے اس سے پوچھنے لگی۔

"نہیں چاند تو کراچی میں ہی ہے یہاں تو اس کا رپورٹر ہے۔۔"اس نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا لیکن اس کی یہ بات انابیہ کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔

"کیا مطلب؟"اس نے ناسمجھی سے پوچھا تو کبیر ہنس دیا۔

"کچھ نہیں۔۔چاند ہے یہاں بھی ہے لیکن کراچی میں موجود چاند جیسا نہیں ہے۔۔"انابیہ کا سر گھوم کر رہ گیا۔چاند تو ایک ہی ہوتا ہے نا جانے لاہور میں کون سا چاند نکل آیا ہے؟

"تم آرام کر لو تو بہتر ہے۔۔"اسے محسوس ہوا کہ شاید سارا فلو اس کے دماغ پر چڑھ گیا ہے اسی لیے ایسی عجیب باتیں کر رہا ہے۔

"لیکن مجھے آرام نہیں کرنا۔۔"اس نے تیزی سے کہا۔۔"مطلب نیند نہیں آ رہی پتہ نہیں آنکھیں بند کرتا ہوں تو گھٹن سی محسوس ہوتی ہے۔۔ایسا کرو تم باتیں کرتی رہو شاید میں بور ہو کر سو ہی جاؤں۔۔"

"کیا؟؟" انابیہ کا منہ حیرت سے کھلا۔ کیا وہ بور کرنے والی باتیں کرتی ہے؟ کبیر نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے سلائڈنگ ڈور واپس بند کر دیا۔ اسے خود پر ہنسی آ رہی تھی۔

"تو میں تمہیں آج آفس میں گزرے دن کی کہانی سناتی ہوں۔ دیکھنا تم بور ہو جاؤ گے۔۔" انابیہ کو اب مزہ آ رہا تھا۔ اب وہ اس سے کیسے کہتا کہ تم بس بولتی رہو بور تو اس نے کبھی ہونا ہی نہیں تھا۔ وہ بس اسے سارا دن کی کہانی سناتی گئی اور وہ انابیہ احمد عالم کو سننے والا بس اسے سنتا گیا۔ وہ اسے ہنساتی گئی اور وہ بے اختیار ہنستا گیا۔

افق پر آسمان اپنے پورے زور سے چمک رہا تھا۔ اس کھلے آسمان کے کے نیچے جہاں تک نظر کی پہنچ ممکن تھی ہریالی ہی ہریالی تھی سبزہ ہی سبزہ تھا کھیت ہی کھیت تھے۔ ہلکی ہلکی ہوا میں پیلے سرسوں کے اونچے اونچے پھول رقص کرتے معلوم ہو رہے تھے جیسے خوشی میں دائیں بائیں مدہوشی سے سر کو ہلا رہے ہوں۔ انہی قد آور پھولوں کے درمیان میں چلتی ہوئی مسکان تھی اور اس کے ساتھ اس کا مسٹر رائیڈر تھا۔ آج اس نے سفید رنگ کی قمیض شلوار پہن رکھی تھی جس کا دوپٹہ ایک کندھے پر ڈالے اپنے کھلے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستی ہوئی اب وہ اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔

"دور دور تک تمہیں جتنی بھی زمینیں دکھائی دے رہی ہیں یہ سب ہماری ہیں۔۔" سیاہ رنگ کی ٹی شرٹ اور پینٹ کے ساتھ سیاہ رنگ کی پی کیپ پہنے کبیر کی سپاٹ نظریں دور دور تک سفر کر رہی تھیں۔ مسکان نے کل اس سے کہا تھا کہ وہ اسے اپنا حیدر آباد دکھائے گی اور اس نے شروعات اپنے گاؤں سے کی۔

"یہاں کے لوگ میرے بابا جان اور دادا جان سے بہت خوش ہیں۔ دن رات ان کے قصیدے پڑھتے رہتے ہیں۔" ایک ہاتھ سرسوں کے پیلے پیلے پھولوں پر پھیرتے ہوئے اس نے نہایت ہی فخریہ انداز سے کہا۔ کیپ

کے سائے کے نیچے کبیر کے تیور مزید سخت ہوئے جیسے اسے مسکان کی یہ بات بلکل پسند نہ آئی ہو۔ یکدم وہ تیزی سے اس کے سامنے آئی۔

"تمہیں پتہ ہے مجھے یہ جگہ بہت پسند ہے۔۔" وہ بلکل اس کے سامنے ہاتھ اپنی کمر پر باندھے الٹے قدم چلتی جا رہی تھی۔ "جب میں بہت خوش ہوتی ہوں تو میں بائیک لے کر سڑکوں پر نکل جاتی ہوں یا یہاں آجاتی ہوں۔۔ یہاں۔ آآآ۔" الٹے قدم چلتے چلتے اس کا پیر ایک پتھر سے ٹکرایا اس سے پہلے وہ کمر کے بل گرتی کبیر نے پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اگلے ہی لمحے وہ بے ترتیب دھڑکنوں کے ساتھ شکر کا سانس لیتے سیدھی ہوئی۔۔

"تھینک یو۔۔ سو مچ۔۔" اس نے قدرے گڑبڑا کر کہا جس پر کبیر صرف مسکرایا اور کچھ نہیں بولا۔ وہ کافی شرمسار ہوئی تھی اسی لیے اب بجائے الٹا چلنے کے وہ انسانوں کی طرح اس کے ساتھ سیدھا چل رہی تھی۔ کچھ دیر وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بلکل خاموش رہی۔ اسے خود پر غصہ بھی آرہا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ خود کو کمپوز کر گئ تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو نا؟" اس نے بہت ہی اپنائیت سے کبیر سے پوچھا۔ کچھ دیر چلتے رہنے کے بعد اب وہ سوکھی مٹی والی زمین پر آگئے تھے۔ دائیں بائیں سبزہ اب بھی تھا۔ مسکان کو اس کی خاموشی بری طرح سے چبھ رہی تھی۔ وہ دونوں کب سے ساتھ تھے اور اب تک اس نے ایک بھی جملہ اس کے منہ سے نہیں سنا تھا۔

"ہاں۔۔" اس نے بہت ہی مختصراً جواب دیا تھا۔ مسکان نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا جو سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تو کچھ بول کیوں نہیں رہے؟؟" نظریں اس کے چہرے پر مرکوز کیے وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ کبیر جانتا تھا وہ اسے ہی دیکھ رہی ہے لیکن پھر بھی اس نے سامنے سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔۔

"دراصل میں کھلی ہوا میں سانس لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں پہلے کبھی بھی ایسی جگہ نہیں آیا تو بس ماحول

کو observe کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور پلیز سامنے دیکھ کر چلو تم گر سکتی ہو۔" اب کے وہ ہلکا سا مسکرایا بھی تھا اور مسکان کو لگا وہ شاید اس کی نظروں سے شرما گیا ہے اس لیے اگلے ہی لمحے وہ خود بھی کھلکھلا کر ہنس دی۔

"سیدھی طرح بولو تم میرے یوں دیکھنے سے کنفیوز ہو رہے ہو۔" اس نے بنا سوچے کہا تھا۔ وہ صاف صاف بات منہ پر بول دیتی تھی اور صرف کبیر ہی جانتا تھا کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے بس اس کا دل ہی نہیں کر رہا تھا اسے دیکھنے کو اور اسے یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں مسکان اس کی آنکھوں کی کیفیت ہی نہ جان لے۔ اسی دوران ایک عورت ان کے ساتھ سے گزرتے ہوئے رک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"چھوٹی مالکن آپ یہاں؟؟" دونوں نے چونک کر اس سانولے رنگ کی موٹی سی عورت کو دیکھا۔ وہ ہلکے سے کپڑے کی ساڑھی پہنے ہوئے تھی جس کا پلو اس کے سر پر تھا اور اسی سر کے اوپر وہ ایک گٹھڑی رکھے ہوئے تھی جسے اس نے دوسرے ہاتھ کے سہارے سے سر پر ٹکایا ہوا تھا۔ وہاں پر عموماً عورتوں کو ایسی ہی ساڑھیاں اور کلائیوں پر بھر بھر کے سفید چوڑیاں لگی ہوتی تھیں۔ مسکان کچھ انجان نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

"پہچانا آپ نے آپ کی حویلی میں بھی آئی تھی۔۔" مسکان عجیب طرح سے مسکرائی اب حویلی میں تو بہت سی عورتیں آتی رہتی تھیں ہر کسی کی شکل یاد رکھنا تو اس کے لیے ناممکن سی بات تھی۔

"اچھا جی چھوڑیں۔۔ راستہ روکنے کے لیے معذرت۔۔" وہ فوراً سے ان کے سامنے سے ہٹی اور کبیر کو گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ ضرور چھوٹی مالکن کا مہمان ہو گا جسے وہ زمینیں دکھانے لائی ہوں گی۔ بس یہی سوچتے وہ سر کو خم دیتے ان کے ساتھ سے گزر گئی۔ وہ دونوں اب پھر آگے کو چلنے لگے۔ جاتے جاتے اس عورت نے پلٹ کر پھر ان دونوں کو جاتا دیکھا نا جانے چھوٹی مالکن کے ساتھ ایک لڑکے کو دیکھ کر اسے کچھ تو کھٹکا تھا۔

"بس یہ زمینیں ہیں تم لوگوں کی؟" مسکان کو اس کا سوال بے تکا لگا تھا لیکن صد شکر اس نے باتیں کرنا تو شروع کیں۔اب یہاں سے گندم کے کھیت شروع ہو گئے تھے۔اونچی اونچی گندم کی بالیاں بھی ہوا کے ساتھ جھوم رہی تھیں۔

"ان کے علاوہ بھی بہت زمینیں ہیں۔اب ساری تمہیں دکھانے لگ گئی تو بہت دن اسی میں لگ جائیں گے۔۔" وہ ہنستے ہوئے بول رہی تھی۔کبیر نے سمجھ کر سر ہاں میں ہلایا۔اسے صرف ایک بات کھٹک رہی تھی کہ ان سب پر ان کا بھی حق تھا جن کے ماں باپ بے دردی سے قتل کر دیے گئے تھے اور آج اس سب پر جہانزیب اور اس کی اولاد ناگ بن کر بیٹھے تھے۔

"ہماری بہت سی فیکٹریاں بھی ہیں۔کچھ یہیں گاؤں میں ہیں اور کچھ شہر میں۔۔یہاں گاؤں میں جو ہماری سب سے اہم فیکٹری ہے اس کا نام سایہ ہے۔سایہ بابا کو بہت عزیز ہے۔" اس کی اگلی بات پر کبیر کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا اور وہ پھر سر کو اوپر نیچے ہلانے لگا جیسے اس کی بات بڑے وثوق سے سن رہا ہو۔۔

" کبھی محبت کی ہے؟" اس نے یکدم ہی ایسا سوال پوچھا تھا اور کبیر اس سوال کے لیے بلکل بھی تیار نہیں تھا اس لیے بے ساختہ رک گیا۔مسکان کو اس کے یوں رکنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔کیا اسے اس کا سوال برا لگا تھا؟ پھر اس کی خفہ نظر جب مسکان پر اٹھی تو اسے یقین ہو گیا کہ واقعی اسے اس کا یہ سوال برا لگا تھا۔اس کے سوال کو نظرانداز کرتے وہ پھر سے چلنے لگا جبکہ مسکان ایک پل کے لیے اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی پھر سر جھٹک کر اس کے پیچھے گئی۔اس سے پہلے اس کے پاس پہنچتے ہی وہ کچھ بولتی کبیر فوراً سے بولا۔

"مجھ سے کچھ بھی پوچھنا بس محبت کا مت پوچھنا کیونکہ میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔۔" مسکان کو اس کی آواز میں درد محسوس ہوا۔وہ کئی سوالوں میں جکڑی گئی۔کیا اسے محبت ہو کر ملی نہیں؟ کیا اسے محبت میں

دھوکا ملا؟ کیا محبت کا قصہ ادھورا رہ گیا؟ جو بھی تھا اسے کم از کم اس کے رویے سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اسے محبت ضرور ہوئی تھی۔ اب تھی یا ہے کے درمیان میں وہ اٹک سی گئی تھی۔

"کیا مجھے۔۔" اس نے رک کر گلے میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کیا۔۔ "کیا مجھے تمہارے دل میں جگہ مل سکتی ہے؟" پھر تیزی سے بولی۔۔ "تھوڑی سی بس تھوڑی۔۔" کبیر جانتا تھا وہ ایسی کوئی بات ضرور کرے گی لیکن پھر اس نے اپنے چہرے پر کچھ حیرت والے تاثرات آنے دیے جیسے وہ ہر بات سے بلکل انجان ہو۔

"نہیں۔۔" اگلے ہی لمحے اس نے صاف انکار کر دیا۔ ایک سایہ مسکان کے چہرے پر سے آ کر گزرا۔ دونوں رک چکے تھے اور ایک دوسرے کے روبرو کھڑے تھے۔

"ہم صرف دوست ہیں مسکان۔۔" اس نے جیسے صاف لفظوں کا استعمال کیا اور مسکان اگلے ہی لمحے گہرا سانس بھرتے ہنس دی۔ کبیر آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھے گیا۔

"ٹھیک ہے تم مجھے صرف دوست ہی سمجھو میں نے بس دل میں تھوڑی جگہ مانگی ہے۔۔" وہ اب مسکراتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ کبیر ہنوز سنجیدگی سے اسے دیکھے گیا۔

"اتنا بتا دوں میں دوستی والے رشتے سے بہت آگے بڑھ چکی ہوں۔۔ اچھا چلو۔۔" اس نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑا۔ "میں تمہیں باقی کی زمینیں بھی دکھاتی ہوں۔۔" اور وہ بس اس کے ساتھ گھسیٹتا ہوا چلا گیا۔ یہ کیسی لڑکی تھی؟ یہ تو کہیں سے بھی جہانزیب کی بیٹی نہیں لگتی تھی۔ یہ تو بہت معصوم تھی۔ اس وقت اس کے ذہن میں ایک بات ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی کہ جب بھی اس کا دل ٹوٹے گا تو بری طرح ٹوٹے گا۔ کسی کا دل توڑنا تو قتل سے بھی بڑا گناہ تھا۔ یہ اس سے کیا ہو گیا تھا کیوں ہو گیا تھا؟ اس پل اس نے کرب سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اس کا دل بولنے لگا۔۔

"یا اللہ اسے سچ کبھی بھی پتہ نہ چلے۔ مجھے اس کی زندگی سے بہت آرام سے نکال دینا یوں کہ اسے یاد بھی نہ رہے کہ کبھی کبیر جہانگیر اس کی زندگی میں آیا بھی تھا۔ بس اسے لگے کہ مر گیا اس کا فرہاد میر۔۔"اس نے آنکھیں کھول دیں وہ اب نم تھیں اور اس کی مضبوط کلائی ہنوز اس کے ہاتھ میں تھی۔

خوشی کسے کہتے ہیں؟

محبت والوں سے پوچھو۔۔

غم کسے کہتے ہیں؟

محبت والوں سے پوچھو۔۔

ہنسنا کسے کہتے ہیں؟

محبت والوں سے پوچھو۔۔

رونا کسے کہتے ہیں؟

محبت والوں سے پوچھو۔۔

آنسو کیسے بہتے ہیں؟

محبت والوں سے پوچھو۔۔

آنسو کیسے رکتے ہیں؟

محبت والوں سے پوچھو۔۔

جدائی کسے کہتے ہیں؟

محبت والوں سے پوچھو۔۔

وقت کیسے کٹتا ہے؟

محبت والوں سے پوچھو۔۔

کس کی کہانی کا انجام اچھا ہے

اور کس کا برا؟

اگر یہ سب جاننا ہے تو۔۔

محبت والوں سے پوچھو۔۔

آج وہ بہت عرصے بعد اپنی ڈائری کے قریب آئی تھی۔اس پر ہاتھ پھیرتے ہی اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈوب گئے۔اس نے ڈائری کا صفحہ وہیں سے کھولا جہاں اس نے وہی سوکھا گلاب رکھا ہوا تھا تب اس نے صفحے کے اختتام میں اپنے لکھے ہوئے آخری جملوں کو پڑھا۔

"مجھے بس اپنی قسمت سے صرف ایک شکایت ہے کہ وہ میرے دل میں ہے دماغ میں ہے سوچوں میں ہے تو میری زندگی میں کیوں نہیں ہے۔وہ ہر پل ہر لمحے میرے ساتھ ہو کر بھی میرے ساتھ کیوں نہیں ہے؟"

بے ساختہ ہی وہ خود پر طنزیہ ہنس دی۔وہ کتنی مایوس ہو گئی تھی اسے لگتا تھا کہ محبت اس کے لیے نہیں بنی غلط لگتا تھا۔قلم اٹھا کر اس نے اگلے صفحے پر لکھنا شروع کر دیا۔

"میں جان گئی ہوں محبت میرے لیے ہی بنی ہے۔تم میرے لیے ہی بنے ہو۔تمہارا یوں میرے پاس آجانا کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔تم ناراض ہو کب تک رہو گے۔ایک وقت آئے گا جب تم تھک جائو گے اور مجھ سے کہو گے کہ بیا سب بھول جاتے ہیں میں تھک گیا ہوں۔ایک نئی زندگی شروع کرتے ہیں۔تب میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی کوئی سوال نہیں کروں گی بس تمہارا ہاتھ پکڑوں گی اور سر اثبات میں ہلا دوں گی۔ہاں مجھے

انتظار ہے اس وقت کا کبیر جہانگیر جب تم ہار مان لو گے۔ جب تم محبت کے آگے گھٹنے ٹیک دو گے اور مجھے یقین ہے وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے۔۔ مجھے یقین ہے۔۔"اس نے قلم پرے رکھ کر ڈائری بند کی اور وہاں سے اٹھ گئی۔ عرصہ ہوا تھا اس نے خواب دیکھنے چھوڑ دیے تھے مگر کبیر کے واپس اس کی زندگی میں آجانے سے اس نے خود سے کیا وعدہ توڑ دیا۔

لیکن لفظ محبت ہر ایک کے لیے ایک جیسا تو نہیں ہوتا جہاں کسی کو اس کے ملنے کا یقین ہوتا ہے وہیں کسی کو اس کے خود سے دور ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔

وہ سٹڈی روم میں سرخ صوفے کی ٹیک پر سر گرائے چھت پر لٹکتے سنہرے جھومر کو اپنی سبز کانچ سی متورم آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے سامنے کانچ اور لکڑی کے بنے میز پر ایک بھولی بسری کتاب کھلی پڑی تھی۔ سفید صفحوں پر گرے سیاہ لفظ اس کمرے میں گونجتے اس کے دل کے درد کو محسوس کر رہے تھے۔

"میں جتنا دور بھاگتی رہی ہوں اس محبت سے اتنا ہی وہ محبت میرے پیچھے آتی رہی ہے۔ میں تھک گئی تھی میں نے ہار مان لی تھی کیونکہ بھاگتے بھاگتے میرا دل زخمی ہو گیا تھا اور اب۔۔ اب جب میرا یہی زخمی دل اس محبت کے پیچھے جانا چاہ رہا ہے تو وقت ایک دیوار کی طرح سامنے آجاتا ہے۔ کیوں ہوں میں ایسی جو محبت کر کے بھی اسے پانا نہیں چاہتی۔۔ کیوں ہوں میں اتنی سنگدل جو میں اس کا دل دکھاتی ہوں۔ میں اس قابل ہی نہیں تھی کہ مجھ سے محبت کی جاتی یا محبت کا لفظ میرے دل پر لکھا جاتا۔۔ اب جب میں نے اس محبت کو خود سے دور کر دیا ہے تو کیوں ہوں میں اتنی تکلیف میں کیوں ؟؟؟" آنکھوں سے پانی بہہ بہہ کر اس کے کانوں کی لو کو چوم رہے تھا۔

یہی لفظ محبت کسی کے لیے ساری عمر کا روگ بن جاتا ہے۔۔ بدلے کی آگ بن جاتا ہے۔۔ لفظ عشق بن جاتا ہے۔۔

وہ بھاگ رہی تھی۔ قہقہوں کا طوفان۔۔بے قابو بیابان کے اس پار۔۔ننگے پیر جھاڑیوں کو چیرتے ہوئے وہ دیوانہ وار بھاگ رہی تھی۔اونچی اونچی جھاڑیاں جو اس کے قد کو چھوتی تھیں۔۔جو اس کے بازوؤں کو زخمی کر رہی تھیں جو اس کے بالوں میں اٹک جاتی تھیں مگر اسے پرواہ نہ تھی بس بھاگتی جارہی تھی پاگلوں کی طرح دیوانوں کی طرح جیسے کچھ کھو گیا ہو یا دور جارہا ہو جسے وہ پانا چاہ رہی جس تک وہ پہنچنا چاہ رہی ہو۔ سورج اس کے سر پر تپ رہا تھا اور وہ پسینے سے شرابور اپنے زخمی ہوتے جسم کی پرواہ کیے بغیر تیز تیز سانس لیتی بس بھاگی جا رہی تھی۔ دفعتاً کسی چیز سے اس نے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل گری۔اس کے سر پر پتھر لگا تھا بڑا سا پتھر اور اگلے ہی لمحے اس کا ماتھا لہولہان ہو گیا تھا۔ وہ جو اوندھے منہ گری تھی بمشکل سیدھی ہوئی۔ سورج کی تیز روشنی اور تپش سے اس کی آنکھیں چندھیاں گئیں اور وہ جھاڑیوں کے عین درمیان گری ہوئی تکلیف سے کراہتی رہی۔

"کب تک بھاگتی رہو گی؟؟"اس کے آس پاس سوال ہونے لگا۔

"جب تک محبت نہیں پا لیتی۔۔"اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور پھر ہاتھ سامنے کر کے دیکھا جو خون سے بھر گیا تھا۔اسے دیکھتے ہی وہ ہنس دی۔

"وہ محبت تمہاری نہیں ہے۔۔"اس کی ہنسی یکدم غائب ہوئی جیسے اسے یہ کڑوا سچ پسند نہ آیا ہو۔

"میری نہیں ہے تو کسی اور کی بھی نہیں ہو گی۔۔"وہ پورا زور لگا کر چیخی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔"میں چھین لوں گی۔ میں حاصل کر لوں گی اسے اور جو میری راہ میں آئے گا اسے ان جھاڑیوں کی طرح چیرتی ہوئی چلی جاؤں گی۔۔"اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور وہ پھر سے بھاگنے لگی اس محبت کے پیچھے جو اسے ہر حال میں حاصل کرنی تھی۔۔ دفعتاً اس کی آنکھ کھلی اور وہ لیٹے لیٹے ہی تیز سانس لیتے ہوئے آس پاس کا جائزہ لینے لگی۔ وہ کسی جنگل

میں نہیں تھی بلکہ اپنے کمرے میں تھی۔ وہ فوراً سے اٹھی۔۔ یہ کیسا خواب تھا؟ کیا ایک بار پھر اسے محبت کے پیچھے جانا پڑے گا؟ کیا اسے پھر سے ایک کوشش کرنی پڑے گی؟

"میں جاؤں گی کیونکہ مجھے چھٹکارا چاہیے اس اذیت سے۔۔ جو جو سبب بنا ہے میری اس اذیت کا میں اسے برباد کر دوں گی۔۔" اس نے اپنا پسینے سے شرابور چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے رگڑا۔۔ "جویریہ سلطان ایک بار پھر آ رہی ہے تم دونوں کی زندگی میں۔ مجھے بھلانا فقط ایک بیوقوفی تھی۔۔" اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں سب تباہ کر دینے کی چمک۔

یہی لفظ محبت کسی کے لیے محض خوش فہمی بن کر رہ جاتا ہے اور انجام کا سوچے بنا ہی وہ بس حسین خواب بننے لگ جاتا ہے۔

اپنے کمرے کی خاموش پناہ گاہ میں وہ ایک قد آوار آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں میں نرمی سے برش پھیر رہی تھی۔ ایک لمبا، خوبصورت شیشہ جس کے کناروں پر سنہری لکڑی کا کام تھا اور جو اس کے وجود کو خود میں مقید کیے ہوئے تھا۔ وہ دوپہر والے سفید لباس میں ہی تھی۔ تبھی اس نے شیشے میں ہی اپنے پیچھے بیڈ پر بیٹھے ایک عکس کو دیکھا۔ وہ تو وہ خود ہی تھی یہ دیکھتے ہی وہ مسکرا دی۔۔

"انجام کا سوچے بغیر ہی محبت کر بیٹھی ہو۔۔" وہ عکس اس سے کہہ رہا تھا بلکہ اسے انجام سے آگاہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ مسکرا کر سر جھٹک گئی۔

"آغاز اتنا حسین ہو تو انجام کی فکر کس کو ہے اور ویسے بھی آغاز انجام کا سوچ کر محبت کی تو کیا خاک محبت کی۔ محبت تو دماغ کو مفلوج کر دیتی ہے ساری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے اور اگر محبت کرنے کے

بعد بھی کسی کا دماغ سلامت رہے تو کیا خاک محبت کی۔" اس کے ہاتھ ہنوز اس کے بالوں میں چل رہے تھے اور وہ تو واقعی ہوش میں نہیں لگ رہی تھی۔

"اور اگر اسے تم سے کبھی محبت نہ ہوئی تو؟؟" مسکان بجلی کی تیزی سے اس عکس کی طرف گھومی اور گھور کر اسے شعلہ وار نظروں سے دیکھنے لگی جیسے اسے اس کی یہ بات سخت ناگوار گزری ہو۔۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ مسکان جہانزیب کسی سے محبت کرے اور بدلے میں اسے محبت نہ ملے۔ ہو گی اسے بھی محبت ہو گی تھوڑا وقت لگے گا لیکن میں بس ایک بات جانتی ہوں کہ میرا نام مسکان ہے اور میرے چہرے پر مسکان ہمیشہ رہے گی۔۔" پر اعتماد آواز میں کہتی وہ دوبارہ شیشے کی طرف گھوم گئ۔

"جیو پھر اسی خوش فہمی میں۔۔" یہ کہتے ہی اس کا عکس سر جھٹک کر غائب ہو گیا۔ اسے سمجھانا مشکل تھا بھلا باولوں کو کون سمجھا سکا ہے۔۔

ایک خاموش رات۔۔ تاریکی میں ڈوبا آسمان اور اس کے نیچے کھڑی بلند و بالا خاموش عمارت۔۔ بند گیٹ کے اس پار ایک چوکیدار اپنی بندوق پکڑے کرسی پر بیٹھا تھا دفعتاً اس نے گیٹ کی دوسری طرف ایک وین کو رکتے ہوئے دیکھا جس کی ہیڈ لائیٹس سامنے سڑک پر پڑ رہی تھیں۔ وین کے دروازے کھلے اور سفید یونیفارم اور ماسک پہنے کچھ بندے باہر نکلے۔ ان کا رخ اس عمارت کے گیٹ کی طرف ہی تھا۔ ان کو اس طرف آتا دیکھ کر چوکیدار فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھ کر گیٹ کے بلکل پاس گیا۔۔

"کون ہو تم لوگ؟؟" اس نے گیٹ نہیں کھولا تھا اور وہیں سے پوچھنے لگا۔

"ہم سمارٹ مشینری سروسز سے آئے ہیں۔۔" ان میں سے ایک شخص نے کہتے ہوئے جیب سے کارڈ نکال کر

گیٹ میں بنے سوراخ کے ذریعے چوکیدار کو تھمایا۔
"ہمیں جہانزیب سر نے یہاں بھیجا ہے فیکٹری کی ساری مشینری چیک کرنے کے لیے۔۔" وہ تفصیل دیتے ہوئے بتا رہا تھا اور چوکیدار بغور کارڈ کو دیکھ رہا تھا۔
"کون ہے فیصل؟؟" آواز چوکیدار کے پیچھے سے آئی تھی۔اس نے گردن گھما کر دیکھا جہاں سیاہ وردی میں ملبوس گارڈ اس سے پوچھ رہا تھا۔
"سمارٹ مشینری سروسز سے آئے ہیں کہتے ہے صاحب نے بھیجا ہے فیکٹری کی مشینری چیک کرنے کے لیے۔۔"
"ہاں ہاں گیٹ کھول دو اور ان کو آنے دو۔۔" وہ گارڈ قدم اٹھاتا چل کر ان کے قریب آنے لگا۔"میری صاحب سے بات ہوئی تھی انہوں نے مجھے آگاہ کر دیا تھا۔۔" وہ چوکیدار کو مزید تفصیل دے رہا تھا جس پر اس نے سر ہلاتے گیٹ کھول دیا۔پھر وہ چھ بندوں کا گروپ اندر داخل ہوا۔ تین بندے چل کر اس گارڈ کے پاس جا رہے تھے جبکہ تین وہیں گیٹ کے پاس کھڑے جھک کر اپنا سامان اٹھا رہے تھے۔ تبھی آگے والے شخص نے گردن موڑ کر چوکیدار کے ساتھ کھڑے اپنے بندے کو دیکھا۔ سرمئی اور شہد رنگ آنکھوں میں پلاننگ واضح تھی۔دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے سر کو خم دیا جیسے کہہ رہے ہوں ہم تیار ہیں۔جیب سے سپرے نکالا اور آگے والے نے گارڈ کے اور پیچھے والے نے چوکیدار کے منہ پر وہ سپرے کر دیا۔اگلے ہی لمحے دونوں کچھ دیر کے لیے بے جان وجود کے ساتھ زمین پر ڈھے گئے۔ سرمئی آنکھوں والا بھاگتے ہوئے واپس پیچھے گیٹ کی طرف آیا۔
"تم تینوں ان دونوں کو کہیں دور چھوڑ آئو۔۔" فرہاد کا اشارہ اس گارڈ اور چوکیدار کے بے جان وجودوں کی طرف تھا۔"اور ہم تین اندر جا کر وائرنگ دیکھتے ہیں۔۔" فرہاد کے کہنے پر کبیر نے پھرتی سے ماسک اتارا۔

"ایک منٹ ایک منٹ!! تمہارا اندر جانا تو پلان کا حصہ نہیں تھا۔۔" کبیر نے سوالیہ نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں تھا تو اب ہو گیا ہے۔۔" اس نے بے نیازی سے کہتے ہوئے جھک کر کبیر کے قدموں میں پڑا بیگ اٹھایا۔۔

"نہیں تم اندر نہیں جاؤ گے۔۔" اس کا انداز تنبیہی تھا لیکن آواز متفکر تھی۔ فرہاد نے سیدھے ہو کر بغور آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھا۔

"میں جاؤں گا لیکن تم اندر نہیں آؤ گے۔۔ تاروں سے کھیلنا مجھے بھی آتا ہے اچھا ہے نا ان کی ہیلپ ہو جائے گی۔ تم باہر سب کچھ سنبھالو۔۔" سپاٹ لہجے میں کہتے ہی وہ مڑا تو کبیر نے فوراً سے اسے بازو سے پکڑا۔۔

"فرہاد پلیز تم مت جاؤ وہ دونوں اس کام میں ماہر ہیں خود کو خطرے میں مت ڈالو۔۔" اس کا انداز اس قدر التجائیہ اور فکریہ تھا کہ ایک لمحے کے لیے فرہاد کو چپ سی لگ گئی۔۔

"میں جاؤں گا۔ کیا پتہ اندر جہانزیب کے اور بھی بندے ہوں۔" ضدی انداز سے کہتے ہی اس نے اپنا بازو چھڑایا اور اندر کی طرف جانے لگا۔۔

"میں انتظار کروں گا جلدی آنا۔۔" کبیر نے وہیں کھڑے بلند آواز میں کہا۔ فرہاد کے چلتے قدموں کو بریک لگی تو اس نے گھوم کر پیچھے کھڑے کبیر کو دیکھا۔

"فکر نہ کرو اس سانولے بھالو سے تمہاری جان اتنی جلدی نہیں چھوٹے گی۔۔" مسکراتے ہوئے بلند آواز میں کہتے ہی وہ ان دونوں بندوں کے ساتھ اندر چلا گیا۔ کبیر نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے گہرا سانس بھرا اور پیچھے کھڑے دونوں بندوں کی طرف گھوما۔

"ان کو گاڑی میں ڈالو اور تم میں سے ایک ان دونوں کو اسی جگہ چھوڑ آؤ جو فرہاد نے بتائی تھی۔۔" کبیر کی سنتے

ہی دونوں نے گارڈ اور چوکیدار کو گھسیٹتے ہوئے گاڑی میں ڈالا۔ایک ڈرائیونگ سیٹ میں بیٹھ کر وین کو وہاں سے لے گیا جبکہ دوسرا وہیں کبیر کے ساتھ رک گیا۔

انتظار کرتے کرتے اب کافی وقت گزر چکا تھا مگر فرہاد اور اس کے ساتھ جانے والے دونوں لڑکوں کا نام و نشان نہیں تھا۔کبیر کی بے چینی میں اب مزید اضافہ ہو رہا تھا۔اس سے پہلے وہ خود اندر جاتا اس کے قدم سامنے سے آتے ان دونوں لڑکوں کو دیکھتے ہی رک گئے۔حیرت اور پریشانی کی بات تو صرف یہ تھی کہ وہ دو تھے فرہاد ان کے ساتھ کہیں نہیں تھا۔

"فرہاد کہاں ہے؟"اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑنے لگا تھا۔

"وہ آجائیں گے۔ہمیں نکلنا ہے فوراً۔"ان میں سے ایک لڑکا بولا تو کبیر اسے اگنور کرتا فیکٹری کے اندر جانے لگا دفعتاً وہ لڑکا اس کے سامنے دیوار کی طرح کھڑا ہو گیا۔

"اندر آگ لگنے شروع ہو گئی ہے جو کسی بھی وقت پوری طرح سے اس فیکٹری کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ہمیں نکلنا ہے۔۔"اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کبیر نے اسے غصے سے پرے کیا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا وہ اندر ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو ہمیں نکلنا ہے۔۔"

"سر وہ آجائیں گے پلیز۔۔وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔وہ پچھلی طرف سے نکل گئے ہیں۔۔"کبیر نے رک کر اسے دیکھا اور پھر دل کو تسلی دیتے باہر کی طرف مڑ گیا۔ان کا رخ اب اپنی وین کی طرف تھا۔

آگ نے بس کچھ ہی وقت لیا تھا پوری فیکٹری کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لیے۔جہانزیب عالم کی فیکٹری "سایہ"اس وقت قیامت کا منظر پیش کر رہی تھی۔وہ اس جلتی فیکٹری سے تھوڑا دور ایک ایسے مقام پر کھڑے تھے جہاں سے با آسانی اس آگ کی زد میں آئی عمارت کو دیکھ سکتے تھے۔ہر طرف گہما گہمی سی مچ گئی تھی۔فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بھی اس آگ کو شانت کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی تھیں۔کبیر جہانگیر کے لیے

خوشی کا ماحول تھا لیکن اس کے چہرے پر صرف خوف کی رمق تھی۔ اسے صرف فرہاد میر کی فکر تھی جواب تک لاپتہ تھا۔ ناجانے وہ کہاں تھا۔ کبیر کا ضبط اب جواب دینے لگا تھا وہ فوراً اپنے پیچھے کی طرف گھوما اور جارحانہ انداز میں اس لڑکے کی طرف بڑھ کر اس کا گریبان اپنے مضبوط شکنجے میں جکڑ گیا۔

"تم نے کہا تھا وہ نکل گیا ہے تو کہاں ہے وہ؟؟" اس کے اس قدر غرانے پر وہ لڑکا گھبرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"پوری کی پوری فیکٹری راکھ بننے والی ہے اور اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔۔"

"سر انہوں نے کہا تھا۔۔"

"اس نے کہا اور تم نے اسے اکیلا اندر چھوڑ دیا۔۔" قہر برساتی آواز سے چیختے ہوئے اس نے زور سے اس لڑکے کا گریبان چھوڑا تو اسے سنبھلنے کا موقع نہ ملا جس کی وجہ سے وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہوا۔ کبیر کے اعصاب دھیرے دھیرے اس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے اور وہ اسی بدحالی کے عالم میں اس جلتی ہوئی فیکٹری کی طرف گھوما جس کی آگ بھڑک کر فلک کو چھو رہی تھی۔ تبھی کچھ سوچتے سمجھتے اس نے ایک قدم اٹھایا اور اس سے پہلے دوسرا قدم اٹھاتا کسی نے پھر اس کا بازو پکڑ کر اسے روکنے کی مزاحمت کی۔ کبیر اس گرفت پر نہیں گھوما بس سدھ بدھ سا اس آگ کو دیکھتا رہا۔

"وہ مر گیا ہے۔۔" اسے لگا یہ بات اس کے کانوں میں چیخ کر کہی گئی ہے جس نے اس کے کانوں کے پردوں کو چیرتے ہوئے اس کے اعصاب پر حملہ کیا ہے۔

"وہ نہیں مر سکتا۔۔ وہ میرا دوست ہے۔۔ ایسے کیسے؟؟ نہیں۔۔" اس کی آواز نے اس کا ساتھ دینا چھوڑ دیا یا شاید الفاظ ہی ایسے تھے جو اسے اپنے منہ سے نکالنا مشکل لگ رہا تھا۔

"مشن سکسیسفل۔۔ کبیر دی سائیکو پیتھ۔۔" اس کے کان کے قریب سرگوشی ہوئی۔ کبیر کا جسم پل بھر کے لیے ساکت ہو گیا۔۔ سانس رک گیا اور وقت تھم گیا۔ وہ اپنی جگہ سے بلکل نہیں ہل پا رہا تھا کچھ پل وہ اسی

طرح کھڑا رہا بے یقینی کی حالت میں اور پھر اس نے بمشکل گردن گھما کر دیکھا جہاں سانولا بھالو چہرے پر مطمئن مسکراہٹ سجائے بلکل ٹھیک ٹھاک اسے دیکھ رہا تھا۔ کبیر کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تو خود کو یقین دلانے کی اسے سب سے بہتر ترتیب سوجھی۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک زوردار پنچ فرہاد کے منہ پر دے مارا۔

سب کچھ اتنا روانی میں ہوا کہ فرہاد میر کو سمجھنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا اور وہ بری طرح لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کو ہوا۔ بروقت اس نے ایک لڑکے کا سہارا لیا ورنہ چکر کھاتے کھاتے ضرور زمین پر گرتا۔

"جاہل مطمئن بے غیرت انسان کہاں مر گئے تھے تم؟" شیر کے غرانے پر وہ جھرجھری لے کر ہوش میں آیا۔ آہستہ آہستہ تارے ہٹنے لگے تھے لیکن دماغ ابھی بھی گول گول گھوم رہا تھا۔ جواب نہ ملنے پر اس سے پہلے کبیر پھر آگے بڑھتا اس کے ملتے قدموں کو دیکھ کر فرہاد تیزی سے بول اٹھا۔

"وہیں رک جائو۔۔ قریب مت آنا ورنہ میں بھی لحاظ نہیں کروں گا۔۔" ایک ہاتھ اپنے پنچ کی زد میں آئے گال پر رکھے اور دوسرا ہاتھ اس کی طرف اٹھاتے ہوئے وہ اسے تنبیہی انداز میں کہہ رہا تھا۔ کبیر کا میٹراب کی بار پہلے سے زیادہ گھومنے لگا تھا۔

"میں بتاتا ہوں تمہیں لحاظ۔۔" اس نے کب کسی کی سننی ہوتی ہے اس لیے اس کی تنبیہ کو اگنور کرتا کبیر بپھرے شیر کی طرح اس کی طرف بڑھا۔

"کیا مذاق تھا یہ؟ کہاں دفن ہو گئے تھے جانتے ہو کتنا ڈر گیا تھا میں۔۔" اس کا گریبان کبیر کے ہاتھوں میں تھا اور خود اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ وہ کبیر کی اس قابل رحم حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا مجھ سے جان اتنی آسانی سے نہیں چھوٹے گی اتنے نیک نہیں ہو تم۔۔" اس پر ایک قہقہہ لگاتے ہوئے فرہاد نے کہا تو کبیر نے زور سے اسے چھوڑ دیا۔

"ہائے تمہاری وہ ایموشنل باتیں قسم سے ایک پل کے لیے میری آنکھوں میں آنسو ہی آ گئے تھے۔۔" نہایت

ہی ڈرامائی انداز سے کہتے ہوئے اس نے اپنی آنکھوں کے کنارے صاف کرتے ہوئے کہا جو بلکل خشک تھے۔

کبیر کی رگیں تن گئیں اسے خود پر واقعی غصہ آرہا تھا کہ کیسے وہ اس ڈھیٹ کے لیے یکدم پریشان ہو گیا تھا۔

ایسے لوگ جلدی کہاں جان چھوڑتے ہیں وہ واقعی نیک نہیں تھا۔

"سو ڈھیٹ مرے ہوں گے تو تم پیدا ہوئے ہو گے۔۔" وہ خاصا تپے ہوئے انداز میں بولا۔

"ننانوے کیونکہ تمہارا مرنا ابھی باقی ہے۔۔" کہتے ہوئے وہ اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ "چھوڑو سب کچھ وہ دیکھو تمہارا خواب پورا ہو رہا ہے۔۔" رک کر اس نے کبیر کا چہرہ دیکھا "میری بدولت۔۔" ناز سے کہتے ہوئے اس نے سینے پر ہاتھ باندھ لیے۔ کبیر نے سر تا پیر اسے گھورا اور "ہونہہ" کر گیا۔۔ "یو ہیو نو آئیڈیا اینگری مین کہ مجھے کتنا مزہ آیا ہے وائرنگ کے ساتھ کھیلتے ہوئے۔۔"

"ڈونٹ وری ایسے مزے اب تمہیں آتے رہیں گے۔ تم نے مجھ سے دل تڑوایا ہے نا میں تم سے ایسے کام کرواتا رہوں گا۔۔" فرہاد کی ہنسی جھٹ سے غائب ہوئی اور آنکھوں میں کبیر کے لیے بڑبڑاہٹ واضح ہوئی۔

کبیر نے گردن موڑ کر بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کا گال ایک طرف سے سوج گیا تھا یہ دیکھتے ہی اس نے اپنی ہنسی دبائی۔

"افسوس خون نہیں نکلا۔۔" افسوس سے سر جھٹک کر کہتے ہی وہ وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ فرہاد نے اپنے سوجے ہوئے گال پر ہاتھ رکھا اور صرف چھونے پر ہی اس کی "آہ" نکل آئی۔

"بد اخلاق اور بد تمیز انسان ہونہہ۔۔" بڑبڑ کرتے ہوئے وہ بھی اس کے پیچھے چل دیا اور ان کے ساتھ آئے ہوئے لڑکے بھی جوان کا تماشا دیکھ کر کافی مزے لے رہے تھے۔

مدھم روشنی والے کمرے میں سائے بھولی بسری یادوں کی طرح کونوں سے چمٹے ہوئے تھے اور جہانزیب عالم خان بستر کے کنارے پر تنہائی کا بوجھ لیے ہاتھ میں ایک دھندلی تصویر پکڑے بیٹھا تھا۔ تصویر میں نظر آنے والی لڑکی جو ہنستی مسکراتی کبھی اس حویلی میں گھوما کرتی تھی اب کتنے ہی سال گزر گئے ایک قبر کی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے تصویر کو اس طرح تھام رکھا تھا جیسے گر جائے گی تو بکھر جائے گی۔ اس خاموش سانس روکے کمرے میں اس نے سرگوشی کی۔

"مجھے تمہیں مارنا نہیں چاہیئے تھا۔۔" اس کمرے کی دیواریں اس کے اعتراف کو جذب کرنے لگی۔ ہر طرف سے بو آرہی تھی۔ ندامت کی بو۔۔

"میں چاہتا تو تمہیں چھین لیتا۔ ناصر کو ڈرا دھمکا کے مار پیٹ کے یا تمہیں اٹھا کر یہاں اس حویلی میں واپس لے آتا۔۔" اس کا لہجہ مغموم تھا اور انگلیاں اس تصویر کے کناروں کو ٹریس کر رہی تھیں۔ پھر اس نے ہوا میں ایک گہرا سانس بھرا کسی ہارے ہوئے انسان کی طرح۔۔ "لیکن تم تب بھی کونسا میری ہو جاتی بلکہ تم اس کا نام لے کر مجھے ہی مار دیتی۔۔ صرف تمہیں قتل کرنے کے بعد سے مجھے سکون نہیں ملا را حیلہ۔ میں اتنا پچھتا رہا تھا کہ اس رات میں نے خود سے وعدہ کر لیا کہ احمد اور ناصر کو بھی اس دنیا میں نہیں رہنے دوں گا کیونکہ وہی دونوں وجہ تھے جو میں نے تمہیں خود سے اتنا دور کر دیا جہاں سے میں تمہیں واپس کبھی نہیں لا سکتا۔۔" آنسو ٹوٹ کر اس کی آنکھوں سے گرتے رہے تھے لیکن ان آنسوؤں پر نہ ہی اس کمرے کی دیواروں کو ترس آیا اور نہ ہی اس تصویر میں مسکراتی سیاہ بالوں والی لڑکی کو۔

"میں اپنا بدلہ لے چکا ہوں اور اب مجھے تم لوگوں کی اولاد سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ ویسے بھی بہت معصوم ہیں جو تم لوگوں کو انصاف تک نہ دلا سکی۔۔" اس نے کہتے ہی افسوس سے سر جھٹکا اور ایک ہاتھ سے

اپنے آنسو پونچھنے لگا۔ دفعتاً اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ جہانزیب نے ہڑبڑا کر تصویر اپنے پیچھے تکیے کے نیچے چھپادی اور فوراً سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آجائو۔۔" اگلی دستک پر اس نے دروازے کے اس پار کھڑے شخص کو اندر آنے کی اجازت دی۔ ہلکی سی آواز سے دروازہ کھل گیا اور اگلے ہی لمحے دروازے کے اس پار سے مسکان کا مسکراتا ہوا چہرہ نمودار ہوا اور اس چہرے کو دیکھتے ہی جہانزیب کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔ سارے غم تو وہ جیسے چٹکی میں بھول گیا تھا۔

"آپ نے بلایا تھا بابا جان۔۔" اس نے چھوٹے چھوٹے قدم اندر رکھتے ہی پوچھا تو جہانزیب نے فوراً سے سر اثبات میں ہلایا۔ اسے کے آنے سے ویرانی میں ڈوبا کمرہ اب جاگ اٹھا تھا اور اس کی خوشبو پورے کمرے میں مہک اٹھی تھی۔ ہوا کے جھونکے سے کھڑکی بھی کھل گئی اور ہوائیں اسے سلام کرنے کمرے میں داخل ہو گئی تھیں۔

"اتنا مصروف ہوتا ہوں کہ لگ رہا ہے آپ کا چہرہ کتنے دنوں بعد دیکھ رہا ہوں۔۔" اس نے بڑے پیار سے مسکان کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے کہا جس پر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"کوئی بات نہیں بابا جانتی ہوں آپ بہت مصروف ہوتے ہیں میں نے تو کوئی شکایت نہیں کی۔۔"

"یہی تو مسئلہ ہے کہ آپ شکایت ہی تو نہیں کرتی۔۔" افسوس سے کہتے ہوئے اس نے گردن دائیں بائیں نفی میں ہلائی۔ "کیا کریں شکایت۔۔ کہا کریں بابا مجھے بھی وقت دیں۔۔"

"اور کام تھوڑے ہوتے ہیں جو میں بھی آپ کو تنگ کرنے لگ جائوں۔ ایسی فرمائش کر رہے ہیں جو مسکان چاہ کر بھی پوری نہیں کر سکتی۔" اس کی بات پر جہانزیب سر گرا کر ہنس دیا جیسے کہہ رہا ہو میں ہارا تم جیتی۔۔

"خیر مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی۔" جہانزیب نے اس کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے کہا۔ اب ان دونوں کا رخ صوفے کی طرف تھا۔

"میں جانتا ہوں آپ بہت چھوٹی تھیں جب آپ کی ماں ہمیں اس دنیا سے چھوڑ کر چلی گئیں۔" وہ دونوں ایک ساتھ ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ مسکان نے گردن موڑ کر اپنے باپ کو دیکھا جس کی آنکھوں کی نمی اس نیم اندھیر کمرے میں بھی چمکتی دکھائی دے رہی تھی۔ "جانتا ہوں کہ ایک بیٹی کی سب سے قریبی دوست ایک ماں ہی ہوتی ہے لیکن میں نے اپنی پوری کوشش کی کہ کبھی بھی آپ کو ماں کی کمی محسوس نہ ہو۔ میں نے آپ کو ماں بن کر بھی پالا ہے آپ بتائیں کہیں مجھ سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہے؟" وہ قدرے نرمی سے پوچھ رہا تھا جبکہ مسکان کے چہرے پر ناسمجھی امڈ آئی۔

"ایسی بات نہیں ہے بابا جان۔ آپ میرے بہترین دوست ہیں۔۔" اس نے آگے بڑھ کر جہانزیب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"تو جو باتیں ہمیں آپ کے منہ سے پتہ چلنی چاہیے وہ ہمیں گائوں کے لوگوں سے کیوں پتہ چل رہی ہیں؟" اب کی بار اس کے لہجے میں تفتیش کا عنصر شامل تھا البتہ آواز پہلے کے جیسے ہی نرم تھی۔ مسکان کو اب بھی ٹھیک سے اس کی باتوں کی سمجھ نہیں لگ رہی تھی۔

"آپ زمینوں پر گئی تھیں؟" اس کے پوچھنے پر مسکان نے فوراً سر کو ہاں میں جنبش دیتے ہوئے حامی بھری۔

"اکیلی؟؟" مسکان کی آنکھیں اب حیرت سے پوری کھلیں اب تو وہ بات کی تہہ تک بھی پہنچ چکی تھی بلکہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی کہ گائوں والوں نے اس کے باپ کو ضرور اس کے ساتھ موجود لڑکے کے بارے میں آگاہ کر دیا ہے۔۔

"اکیلی نہیں تھی۔ ساتھ میں ایک دوست تھا۔۔" اس نے بہت ہی پرسکون انداز میں جواب دیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بھی بلکل نارمل تھے کوئی ڈر خوف کچھ بھی نہیں تھا کیونکہ اس کا باپ صرف باپ نہیں ایک دوست بھی تھا جو شاید بس مسکان کا ہی دوست تھا۔

"آپ کی یونیورسٹی میں پڑھتا ہے؟؟" اس سوال پر مسکان تھوڑا گڑبڑا کر نظریں چرا گئی۔

"نہیں۔۔" اب اس ایک لفظ کے علاوہ وہ کیا بتاتی کی بس ایک دن راہ چلتے کے ساتھ ریس لگائی تھی اور اسے اپنا دوست بنالیا۔ اب ابا حضور کو کون بتائے کہ محبت دیکھ بھال کر تو نہیں کی جاتی۔

"تو پھر؟؟" جب اس نے دوبارہ نظریں اٹھا کر دیکھا تو اس بار اس کی نظریں صحیح معنوں میں اپنے باپ سے ملی تھیں۔

"وہ ایک بائیکر ہے۔۔" حلق میں ابھرتی گلٹی بمشکل نیچے کی۔۔ "بس ایک دن ریس لگائی تھی اس کے ساتھ تب سے دوستی ہو گئی۔ فرہاد میر نام ہے اس کا۔۔"

"صرف دوستی ہی ہے یا۔۔"

"دوستی ہے بابا جان بس دوستی۔۔" وہ تیزی سے مسکراتے ہوئے تسلی آمیز انداز میں بولی تو جہانزیب بھی مسکرا دیا۔ یہی تو ہنر تھا اس کا کسی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ لانے میں ذرا دیر نہیں لگاتی تھی۔

"مگر تھوڑا احتیاط کیا کیجئے ہمیں بلکل اچھا نہیں لگتا کہ گائوں کے چھوٹے لوگ آپ کے بارے میں اتنی بڑی بڑی باتیں کرنے کی ہمت کریں۔"

"اس کو اشتیاق تھا کھیتوں میں گھومنے کا۔ خیر میں آئندہ احتیاط کروں گی۔۔" تبھی دروازے پر پھر سے دستک ہوئی۔ جہانزیب نے پہلے سامنے دیوار پر لگی قدیم زمانے کی گھڑی میں وقت دیکھا جس کی سوئیاں بارہ سے پلٹ چکی تھیں اور پھر دروازے کے اس پار کھڑے شخص کو اندر آنے کی اجازت دی۔

"سائیں وہ۔۔" دلاور کو یوں اچانک دیکھ کر جہانزیب فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔

"کیا ہوا دلاور تم اس وقت؟؟" وہ عموماً اس وقت نہیں آتا تھا کوئی بہت ضروری بات بھی ہو تو وہ صبح کا انتظار ضرور کرتا تھا یوں جہانزیب کے آرام کرنے کے وقت میں خلل نہیں ڈالتا تھا۔

''سائیں وہ سایہ۔۔''اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں اور جہانزیب بس نا سمجھی سے اسے دیکھے گیا۔۔''سائیں سایہ (فیکٹری) جل کر راکھ ہو گئی ہے۔۔''یہ بات سنتے ہی اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی اور وہ پتھرائی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔مسکان یہ خبر سنتے ہی اپنے باپ کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

''کیسے جل گئی فیکٹری؟؟''وہ فوراً ہوش کی دنیا میں آتے ہی پھاڑ کھانے والے انداز میں چیخا۔

''ہمیں نہیں معلوم سائیں۔۔''وہ ابھی بول ہی رہا تھا کہ جہانزیب اس کو دھکا دیتے باہر نکل گیا۔دلاور لڑکھڑاتے ہی سیدھا ہوا اور پھر اس کے پیچھے بھاگا۔مسکان بھی پریشانی کے عالم میں کمرہ ویران چھوڑ کر نکل گئی۔

خان حویلی اس وقت ایک فیکٹری کا ماتم منا رہی تھی۔لائونج میں بھی مکمل خاموشی تھی اور اس میں موجود سبھی چہروں پر پریشانی کے تاثرات واضح تھے سوائے عالم خان کے جو بڑے ہی اطمینان سے سربراہی صوفے پر بیٹھے آنکھیں چھوٹی کیے اپنے سامنے اضطراب کے عالم میں چکر کاٹتے جہانزیب کو دیکھ رہے تھے۔وہ جس نے زندگی بھر سب کو نقصان دیے تھے خود کے ایک ہی نقصان پر اس کا یہ حال تھا کہ گزری رات سے وہ سکون سے نہیں بیٹھا۔مسکان اور اس کا بھائی ظفر بھی وہیں موجود دائیں بائیں پڑے صوفوں پر بیٹھے تھے۔

''پریشان مت ہو۔ایک فیکٹری ہی تو تھی۔۔''اپنے باپ عالم خان کی آواز پر جہانزیب تیورا کر ان کی طرف گھوما۔ماتھے پر پڑتے بل گواہ تھے کہ اسے اپنے باپ کی یہ بات بلکل پسند نہیں آئی تھی۔

''صرف فیکٹری نہیں تھی وہ بابا سائیں۔۔میری بہت اہم فیکٹری تھی۔بڑی تعداد میں مزدور کام کرتے تھے وہاں۔میری تمام فیکٹریوں پر بھاری تھی وہ۔ایسے کیسے آگ لگ گئی اسے؟''اس عالیشان لائونج میں اس کی

سخت آواز گونج رہی تھی۔ عالم خان نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے جھکا دیا۔ تبھی چوکھٹ پر دلاور نمودار ہوا۔ اس کو دیکھتے ہی جہانزیب کے قدموں میں پھر سے حرکت آئی اور وہ اس کے قریب گیا۔

"سائیں۔۔ فیکٹری میں آگ لگنے کی وجہ وائرنگ خراب ہونا تھی۔۔" جہانزیب نے عجیب طرح سے چونک کر اسے دیکھا۔۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ ابھی کچھ دن پہلے میں نے اپنی نگرانی میں ساری وائرنگ چیک کروائی تھی۔۔"

"وائرنگ خود بخود خراب نہیں ہوئی سائیں۔ کی گئ تھی۔۔" اب کی بار اس کی آنکھیں پھر حیرت سے پھیلی تھیں۔۔ "چوکیدار اور گارڈ کا کہنا ہے سمارٹ مشینری سروسز کی طرف سے کچھ لوگ آئے تھے جنہوں نے ان پر کسی چیز کا اسپرے کیا اور وہ دونوں جگہ پر بیہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو پتہ چلا وہ کسی نامعلوم جگہ پر تھے۔۔" وہ ایک ایک بات کی جان کاری حاصل کر کے آیا تھا۔

"مشینری والوں نے تو آج کی رات آنا تھا نا؟؟" اس کی آنکھیں مزید وضاحت کی طلبگار تھیں۔

"جی سائیں۔۔ میں ان کے پاس گیا تھا انہوں نے کل رات اپنی کوئی ٹیم ہماری فیکٹری میں نہیں بھیجی۔۔" ایک کے بعد ایک عجیب خبر جہانزیب کو بری طرح چونکا رہی تھی۔۔ "کل رات تو اس کی ٹیم کسی اور فیکٹری کے کام کے لیے گئ تھی۔۔ سائیں آپ کا کوئی دشمن جاگ اٹھا ہے۔۔"

"کچھ تو ملا ہوگا کوئ ثبوت تو ہوگا؟؟"

"کچھ بھی نہیں ملا سائیں۔۔ سارے سی سی ٹی وی کیمراز جل گئے تھے جو واحد ایک کیمرہ گیٹ کے پاس بچا تھا میں نے اسے پورا کھنگال لیا ہے کسی نے اس کی ساری فوٹیجز ڈیلیٹ کر دی ہیں۔۔ یہ جو کوئی بھی ہے بہت شاطر ہے سائیں۔۔"

"شاطر واطر میں نہیں جانتا۔۔اسے ڈھونڈو۔۔" جہانزیب نے اس کالر سے پکڑ کر جھنجھوڑا اور پھر چھوڑ دیا۔ دلاور لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہوا۔۔" جائو پتہ لگائو۔۔" وہ پھر دھاڑا تو دلاور سر اثبات میں ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔ جہانزیب اپنا سر پکڑے کھڑا تھا اور اسے اس حالت میں دیکھتے ہی مسکان اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئی۔

"باباجان پرسکون ہو جائیں۔۔"اس نے تفکر آمیز لہجے میں اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔۔

"اب کیا کرو گے جہانزیب تمہارے دشمنوں کی فہرست چھوٹی تو نہیں ہے۔ کس کس کو پورے حیدر آباد میں گھسیٹو گے؟" عالم خان وہیں بیٹھے بیٹھے بولے۔ ظفر نے نظریں اٹھا کر اپنے باپ کو دیکھا۔۔

"یہ جو کوئی بھی ہے باباسائیں۔۔ میرے قہر سے نہیں بچے گا۔۔" سرخ آنکھوں میں سب کچھ جلا کر بھسم کر دینے والا غصہ واضح تھا۔ عالم خان دل ہی دل میں اس پر ہنس رہے تھے۔

رات ہو گئ تھی اور وہ اس وقت آفس کے پارکنگ ایریا میں موجود تھا۔ اس کا رخ اپنی گاڑی کی طرف تھا۔ چھت پر لگی ایل ای ڈی لائیٹس سے جگمگاتا پارکنگ ایریا بلکل سنسان سا معلوم ہو رہا تھا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے جیسے ہی دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تبھی اس نے دروازے کے شیشے پر اپنے پیچھے کسی کا عکس دیکھا۔ سیاہ کپڑوں میں ملبوس ایک نقاب پوش شخص ہاتھوں میں بھاری سا ڈنڈا غالباً ہاکی پکڑے اسے مارنے کی غرض سے آ رہا تھا۔ اس سے پہلے اپنے سر سے جاتا وہ پھرتی سے سامنے سے ہٹ گیا جس کی وجہ سے اس کا نشانہ چوک کر شیشے پر جا لگا۔ جھماکے سے شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی۔ سیدھا ہوتے ہی وہ نقاب پوش دوبارہ

اس کی طرف آیا تو اس نے ہوا میں ہی اس کے ہاتھوں میں جکڑی ہاکی پکڑ لی۔ مخالف پورا زور لگا رہا تھا لیکن عالیان نے بھی آج ساری طاقت لگانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ چہرے پر سخت تاثرات لیے دانت پر دانت جمائے وہ اسے روکنے کی پوری کوشش کر رہا تھا تبھی اس نے ایک اور ماسک پہنے شخص کو آتا دیکھا اس کے ہاتھ میں بھی ویسی ہی ہاکی تھی۔ عالیان نے پھرتی سے ہاکی پر سے ایک ہاتھ ہٹا کر اس کے منہ پر زوردار مکا مارا اور پھر فوراً اس کے پیٹ پر لات ماری تو وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے اپنے ہی بندے پر جا گرا۔ ابھی اس نے سیدھا ہو کر سکون کا سانس ہی لیا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کے سر پر رکھ کر کوئی بھاری چیز ماری۔ درد سے اس کی آہ نکلی۔ وہیں کھڑے کھڑے اس نے اپنے گردن کے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھا تو اسے کچھ گرم گرم اور گیلا گیلا محسوس ہوا یقیناً خون۔۔ بمشکل گردن پر ہاتھ رکھے وہ اپنے پیچھے کی طرف گھوما بس اس کے گھومنے کی ہی دیر تھی کہ اگلا وار اس کے چہرے پر ہوا۔ خون اس کے منہ سے فوارے کی طرح پھوٹا اور اگلے ہی لمحے وہ کراہتا ہوا زمین پر گرا۔ سر میں درد کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور سب کچھ گول گول گھوم رہا تھا۔ منظر دھندلا ہونے لگا تھا اور پھر اندھیرا چھا گیا۔ عالیان ناصر عالم خون میں لت پت زمین پر بے ہوش گرا پڑا تھا۔

یہ ایک سیاہ دیواروں والا وسیع کمرہ تھا جس کے چھت کے عین درمیان میں ایک بلب جھول رہا تھا۔ لکڑی کے فرش پر اس بلب کی روشنی کا ایک ہالہ سا بن رہا تھا جس پر ایک کرسی کے ساتھ بندھا عالیان اپنے پورے ہوش وحواس میں سامنے صوفے پر بیٹھے ظفر نامی شیطان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا جو گہرے بھورے رنگ کی قمیض شلوار پہنے بڑے ہی اطمینان سے لائیٹر کی مدد سے سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اس کے دائیں اور بائیں

دو گارڈز بھی کھڑے تھے۔اس کی آنکھیں بھی عالیان کی آنکھوں کی طرح سیاہ کالی تھیں۔سیاہ فوجی کٹ بال اور کلین شیو والا وہ لڑکا ہو بہو اپنے باپ کی کاپی تھا۔

"کتنے پیار سے بات کی تھی میں نے تم سے۔کتنا دوستانہ انداز تھا میرا۔۔لیکن تمہیں پیار کی زبان سمجھ نہیں آتی۔۔"ہوا میں سگریٹ کا دھواں چھوڑتے وہ جیسے طنزیہ افسوس سے بولا۔

"اب سمجھ آیا کیوں میرے باپ نے اپنی زبان میں تمہارے باپ کو سمجھایا۔پیار کی زبان کے قابل جو نہیں ہو۔۔"دو انگلیوں میں سگریٹ پکڑے وہ اب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر عالیان کی بھنویں اکٹھی ہو گئیں۔

"میں چاہتا تو تمہارا قصہ پارکنگ ایریا میں ہی تمام کروا دیتا لیکن تمہیں یہاں بندھا ہوا بے بس دیکھ کر اب مجھے زیادہ مزہ آرہا ہے۔۔"اس کے ہونٹ طنزیہ انداز سے مسکرائے اور عالیان ضبط سے بس اسے دیکھے گیا۔

"کزن کے علاوہ اور کیا رشتہ ہے تمہارا ارداکے ساتھ؟ کیا لگتی ہے وہ تمہاری؟؟"وہ اپنی سیاہ آنکھیں اس کی سیاہ آنکھوں میں گاڑھے پوچھ رہا تھا۔آج سیاہ آنکھوں کا آمنا سامنا ہو ہی گیا۔

"وہ میری زندگی ہے ظفر۔۔اس کا پیچھا چھوڑ دو ورنہ موت تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی"عالیان نے تنبیہی انداز میں کہا تو ظفر استہزاء سے ہنستے ہوئے پیچھے ہوا۔

"تاریخ گواہ ہے ظفر جو چیز بھی چاہتا ہے اسے حاصل کر کے رہتا ہے۔پیچھا تو میرے اچھے بھی نہیں چھوڑیں گے۔۔"وہ بلکل سیدھا اس کے سامنے کھڑا سگریٹ کے کش بھرتے ہوئے بڑے ہی اطمینان سے بولا تھا۔

"وہ میری ہے۔۔"عالیان نے گردن اکڑا کر اترا کر کہا جیسے اپنا حق جتا رہا ہو۔ظفر کی نگاہیں پہلے سے زیادہ سخت ہوئیں اور اگلے ہی لمحے اس کے چہرے پر مکر مسکراہٹ ابھری۔

"تو اسے میرا کر دیتے ہیں۔۔"اس نے چیلنجنگ انداز میں کہتے ہی گارڈ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا اور اگلے ہی

لمحے وہ گارڈ اس کے ہاتھ میں فون رکھ کر واپس اپنی جگہ پر سابقہ حالت میں کھڑا ہو گیا۔ عالیان کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے ایک نمبر ملا کر فون کان سے لگایا۔ اس کے چہرے کا رنگ ایک لمحے میں بدل گیا تھا شاید اس کے دماغ نے اسے ظفر کی شیطانی سے آگاہ کر دیا تھا۔

"ہیلو۔۔"فون کی دوسری طرف سے ایک لڑکی کی آواز سنتے ہی اس کے کان سائیں سائیں ہونے لگے۔

"کیسی ہو ردا ڈارلنگ؟"اس نے عالیان کو فاتحانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے مزے سے پوچھا۔

"کیا مسئلہ ہے؟؟"ردا نے کتاب کھٹاک سے بند کرتے ہوئے کرخت سی آواز میں کہا۔

"مجھ سے کسی نے کہا ہے تم اس کی ہو۔۔"اس کی فاتحانہ نظریں ہنوز عالیان کے فق ہوتے چہرے پر تھیں۔

"ہیں!! اب اچانک تمہاری طرح ایک اور چھچھورا کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟"وہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔

کچھ دیر ظفر خاموش رہا۔ دونوں کی سیاہ آنکھیں ایک دوسرے سے جنگ کر رہی تھیں اور پھر ظفر کی شاطر مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"میرے پاس آجائو۔۔"اس کے اس مطالبے پر عالیان کے تیور مزید سخت ہوئے۔ وہ بندھا ہوا نہ ہوتا تو اس کی گدی سے زبان کھینچ نکالتا یا اسے زندہ زمین میں گاڑھ دیتا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا کیا؟؟ میں مر جائوں گی لیکن خود اپنے پیروں پر چل کر تم تک کبھی نہیں آئوں گی۔ ایسا کرو پھر سے کدنیپ کر لو۔"اسے بلا کا غصہ آیا تھا۔

"اگر میں کہوں تمہاری کوئی قیمتی چیز میرے پاس ہے تب بھی نہیں؟"یہ وہ وقت تھا جب عالیان کے پسینے چھوٹنے لگے اور چہرے پر خوف کی رمق دوڑنے لگی۔

"میں اپنی قیمتی چیزیں سر عام نہیں رکھتی کہ کوئی بھی اٹھا کر لے جائے۔۔ خوامخواہ میرا ٹائم ضائع کر رہے ہو تم۔۔"

"فون مت کاٹنا۔۔" وہ کاٹنے ہی لگی تھی پھر ظفر کی آواز پر رکی اور اگلے ہی لمحے اسے ظفر کی ویڈیو کال آنے لگی۔۔ "آخراس شخص کا مسئلہ کیا ہے ؟؟" اس نے اکتا کر کہتے ہوئے کال اٹینڈ کی اور سب سے پہلے اپنے چہرے سے کیمرہ ہٹا کر وہ اسے اپنے کمرے کا چمکتا ہوا سفید فرش دکھانے لگی۔

"دکھائو میری قیمتی چیز۔" وہ بھڑک کر بولی۔ ظفر کی سکرین پر اس کا چہرہ نہیں تھا لیکن ردا کی سکرین پر ظفر کا چہرہ ضرور دکھائی دے رہا تھا یکدم ہی ظفر کی شکل سے ہٹ کر کیمرہ اب جس بندھے ہوئے شخص کا چہرہ اسے دکھا رہا تھا اسے دیکھتے ہی ردا کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین نکلتی گئ۔ وہ عالیان تھا لیکن اسے اپنی آنکھوں پر جیسے یقین نہیں آرہا تھا۔

"ردا۔۔ میری سنو۔۔ یہاں مت آنا۔۔ میں نکل جائوں گا یہاں سے۔۔" وہ بول رہا تھا اور وہ بے یقینی اور پھٹی آنکھوں سے سکرین پر اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اسے یوں رسیوں میں بندھا ہوا دیکھ کر ردا کی آنکھیں یقین کرنے سے قاصر تھیں۔ پھر اس شیطان ظفر نے کال کاٹ دی۔ ردا کا خون تو جیسے ایک جگہ پر جم ہی گیا اور اسی بدحالی کے عالم میں اس نے کپکپاتی انگلیوں سے اسے کال دوبارہ کی۔

ظفر نے سگریٹ کا ایک کش بھرتے ہوئے موبائل کی سکرین عالیان کی طرف کی جس پر ردا ڈارلنگ کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس کا چہرہ برف کی طرح سفید پڑنے لگا۔ اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بے بسی کی انتہا پر تھا۔

"فون اٹھائو لعنتی انسان۔۔" وہ سر پکڑے فون کان سے لگائے اضطراب کے عالم میں کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی۔۔ بار بار ملانے پر آخر اس کی کال اٹھالی گئ۔

"انہیں جانے دو ظفر۔۔" فون سے نکلتی اس کی منت بھری آواز اس کمرے میں گونج رہی تھی۔ سپیکر کھلا تھا۔ وہ دوبارہ فون عالیان کے قریب کر کے اس کی طرف جھک کر کھڑا ہو گیا۔

"جانے دوں گا۔۔ تم یہاں آجائو۔۔ میرے پاس۔۔" وہ کچھ دیر خاموش رہی۔ عالیان شدت سے اس کے انکار کا منتظر تھا۔ "ڈیل منظور ہے یا نہیں؟؟" ظفر نے دوبارہ پوچھا۔

"منظور ہے۔۔" وہ فوراً سے بنا سوچے سمجھے بولی۔

"نہیں۔۔" عالیان چیخ پڑا۔۔ "مت آنا یہاں۔ میں بتا رہا ہوں تمہیں۔۔ یہاں آئی تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔۔"

"آپ چپ کریں۔۔ ظفر تم بتائو وعدہ کرتے ہو؟؟" اس کی آواز قدرے اونچی تھی۔

"پکا وعدہ۔۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔۔ تم میرے پاس آجائو تو میں نے اس کا کیا کرنا ہے لیکن اگر نہ آئی تو اس کے پرزے پرزے کر کے پورے ملک میں پھیلا دوں گا۔۔ صرف آدھا گھنٹہ ہے تمہارے پاس۔" آواز میں شدید نفرت تھی اور ہونٹ دائیں جانب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

"نہیں انہیں کچھ مت کرنا۔۔ میں آرہی ہوں۔۔" وہ تڑپ کر بولی۔ اس کا یوں تڑپ اٹھنا وہ بھی عالیان کے لیے عالیان کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس سے پہلے عالیان پھر کچھ بولتا ظفر نے کال کاٹ دی۔۔ وہ اب سینے پر ہاتھ باندھے مضحکہ خیز انداز میں اسے دیکھ رہا تھا جو بے بس لگ رہا تھا۔۔

"وہ نہیں آئے گی۔۔" وہ مدھم اور کھوئی کھوئی آواز میں بولا۔

"وہ آئے گی۔۔" اس نے سگریٹ اپنے بوٹ کے نیچے مسلتے ہوئے یقین سے کہا۔

"وہ میری سب کچھ ہے لیکن میں اس کا کچھ نہیں ہوں۔۔ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔۔ اور میرے لیے وہ تم جیسے گھٹیا انسان کے پاس کبھی نہیں آئے گی۔۔"

"وہ تمہارے لیے تڑپ اٹھی تھی۔۔" کہتے ہی وہ وہاں سے پلٹ گیا۔ عالیان نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا تھا۔۔ اگر وہ سچ مچ آگئی تو تو وہ کیا کرے گا؟؟ کاش کہ ردا کو اس سے بے تحاشا

نفرت ہو جائے۔۔وہ کبھی اس کے لیے یہاں نہ آئے۔۔وہ سر گرائے مسلسل دل ہی دل میں خود سے کہتا گیا۔

وہ کچھ دیر اسی طرح اضطراب کے عالم میں کمرے میں چکر کاٹتی رہی۔دل تھا کہ مسلسل بے چینی اور خوف سے دھڑکے جارہا تھا اور دماغ تھا جو مکمل مائوف ہو چکا تھا۔عالیان کا رسیوں میں جکڑا وجود اب تک جیسے اس کی نظروں کے سامنے تھا۔مختلف خیالوں کے ساتھ جو ایک خیال اور اسے ستائے جارہا تھا وہ یہ تھا کہ اب وہ کرے تو کیا کرے؟ظفر سے تو اس نے بڑی آسانی سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کے پاس چلی جائے گی لیکن عالیان۔۔افف وہ اسے بھی تو جانتی تھی وہ واقعی جان سے مار دے گا اور ظفر کی بھی کیا گارنٹی تھی کہ وہ چلی بھی جائے تو وہ عالیان کو چھوڑ دے گا۔ظفر کی پچھلی تمام کرتوتوں کی وجہ سے اس سے کوئی بھی توقع کی جاسکتی تھی۔

"افف میں کیا کروں؟؟کیسے بچائوں ان کو؟یااللہ میری مدد فرما۔۔"اس نے بے بسی سے سر اوپر اٹھا کر التجا کی۔دفعتاً اس کے قدم رکے اور دماغ میں صرف ایک ہی لڑکی کا خیال آیا۔

"آپی۔۔"اس کے ہونٹ جیسے خود بخود ہلے اور مسکرائے بھی لیکن اگلے ہی لمحے اس کی مسکراہٹ پھر غائب ہو گئی۔نہیں وہ انابیہ کو بیچ میں شامل نہیں کر سکتی بلکہ کسی کو بھی نہیں کر سکتی۔اگر ظفر کو پتہ چلا تو عالیان کی جان کو اس شیطان سے خطرہ ہو سکتا ہے۔وہ شکست خوردہ حالت میں ہی بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔سائڈ ٹیبل پر پڑے لیمپ کی سنہری روشنی اس کے چہرے کی زرد رنگت کو ظاہر کر رہی تھی۔ہوا میں گہرا سانس بھر کر وہ اپنی کنپٹی مسلنے لگی۔پھر آنکھیں بند کیے اس نے دھیرے دھیرے اپنی گردن دائیں گھمائی اور پھر بائیں تبھی اس نے آنکھیں کھول دیں اور سب سے پہلی نظر اس کی جس شے پر پڑی تھی وہ اس کے سائڈ ٹیبل کا

دراز تھا۔ دماغ میں فوراً سے ہی کچھ کلک ہوا اور پھر۔۔ اور پھر یاد آنے پر وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس دراز کی طرف جھپٹی۔ دراز کھولتے ہی اسے بلکل کونے میں پڑی ہوئی اپنی مطلوبہ چیز مل گئ۔ وہ ایک چھوٹا بھورے رنگ کا لکڑی کا ڈبہ تھا۔۔ یکدم ہی اس کے چہرے پر خوشی کی رمق دوڑنے لگی۔ اس نے ہنستے ہوئے اپنی پیشانی پر رکھ کر ہاتھ مارا۔ افففف وہ اسے کیسے بھول سکتی تھی۔ وہیں فرش پر بیٹھے اس نے خوشی سے ڈبہ کھولا اور عین درمیان میں پڑی سفید چیز جیسے اس کی آنکھوں میں خوشی اور شکر کے آنسو لانے لگی۔

"انسان کے روپ میں شیطان !! تمہارے پاس آتی ہے صرف ردا کی لعنت۔۔ بلکہ لعنتیں۔۔" اس نے وہ چیز نکال کر اپنی مٹھی میں دبائی اور پھر چیلنجنگ انداز سے بولی۔۔ "اب دیکھتی ہوں کیسے تم عالیان کو واپس میرے پاس نہیں بھیجتے۔۔" وہ تیزی سے اٹھی اور اسٹڈی ٹیبل کی طرف گئ۔ اس کے پاس وقت بہت کم تھا اسے جو بھی کرنا تھا جلدی سے بھی جلدی کرنا تھا۔

عالیان اسی طرح رسیوں میں جکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ ماتھے اور چہرے کے زخم اب بھی ویسے ہی تازہ لگ رہے تھے منہ ایک طرف سے سوجا ہوا تھا اور ہونٹ کنارے سے پھٹا ہوا تھا۔ اس نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہ آنکھیں بند کیں اور نہ ہی سر گرایا۔ سر کو اٹھائے وہ نظریں دور ایک دروازے پر ٹکائے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بلکل نارمل تھے لیکن اندر ہی اندر وہ کس خوف کا شکار تھا صرف وہی جانتا تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور دروازے کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھیں بھی خوف سے پوری کھلیں لیکن اندر آنے والی ردا نہیں تھی یہ دیکھتے ہی اس نے اطمینان کا سانس بھرا۔ ظفر اپنے دو گارڈز کے ساتھ اس کی طرف چلتا ہوا آ رہا تھا۔ کچھ قدم لیتے گارڈز وہیں رک گئے جبکہ ظفر بلکل اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"بھول جائو۔۔وہ کبھی نہیں آئے گی۔۔"اس کی آواز ویسی ہی پر اعتماد تھی۔ ظفر نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا اور پھر اپنی کلائی میں پہنی گھڑی اس کے سامنے کی جو آٹھ بج کر بیس منٹ بجا رہی تھی مطلب آدھا گھنٹہ پورا ہوا۔ عالیان نے گھڑی سے نظریں ہٹا کر گردن دوسری طرف موڑ لی۔ ٹھیک پانچ منٹ مزید گزرنے کے بعد اس خاموش کمرے میں ایک آواز گونجنے لگی۔ عالیان نے گھبرا کر نظریں اٹھا کر ظفر کو دیکھا جو فاتحانہ انداز سے مسکراتے ہوئے اپنے بجتے ہوئے فون کی اسکرین اس کے سامنے کیے کھڑا تھا۔

"رداڈارلنگ کالنگ۔۔"اس نام کو دیکھتے ہی اس کا دل کیا وقت تھم جائے رک جائے یا وہ کسی طرح آزاد ہو جائے پھر ظفر کی گردن ہو گی اور اسکے ہاتھ لیکن افسوس وہ بے بس تھا۔

اسی طرح مسکراتے ہوئے اس نے کال اٹینڈ کر کے فون کان سے لگایا اس بار اس نے اسپیکر نہیں کھولا کیونکہ اس کی سوچ کے مطابق اسے کچھ ہی دیر میں بس دروازہ کھولنا تھا۔۔

"کہاں رہ گئی ہو یار کتنی دیر لگادی اب کتنا صبر آزمائو گی؟؟"وہ عالیان کو دیکھتے ہوئے نہایت ہی ڈرامائی انداز میں دل پر ہاتھ رکھے بول رہا تھا۔ وہ بس اسے تپا رہا تھا اور وہ آخری حد تک تپ رہا تھا۔۔

"بس آگئی۔۔"ردا کی پر سکون آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی اتنی کہ عالیان کو لگا آج سب ختم۔

"کیا کروں سگنلز ہی اتنے ویک ہیں۔۔"اس بات پر ظفر کی مسکراہٹ تھوڑی پھیکی پڑی اور آنکھوں میں کچھ نا سمجھی امڈ آئی۔ عالیان بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا لیکن ہر بات سے انجان تھا۔

"لو آگئی۔۔"وہ تقریباً چیخ کر بولی۔ ظفر کے کانوں کے پردے ہل گئے تھے لیکن سب کچھ اگنور کرتے وہ تیزی سے دروازے کی طرف گھوما۔

"کہاں ہو؟؟"اس کے لب بمشکل ہلے۔

"ابے پاگل۔۔ادھر ادھر کیا دیکھ رہے ہو۔اپنا موبائل دیکھو واٹس ایپ پر رداڈارلنگ کے نام سے نوٹیفکیشن آئی ہو گی۔۔بلکہ نوٹیفکیشنز۔۔" ظفر کا دماغ گھوم کر ہی رہ گیا۔اس نے موبائل کان سے ہٹا کر چہرے کے سامنے کیا۔عالیان نے اس کی پل بھر میں اڑتی رنگت دیکھی تھی آخرایسا بھی کیا دیکھ لیا اس نے موبائل کی سکرین پر جو اس کی ہوائیاں ہی اڑ گئی تھیں۔۔اس کا چہرہ برف کی مانند سفید پڑ گیا تھا اور جسم تو جیسے ہلنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا وہ مسلسل بس پھٹی آنکھوں سے موبائل کی اسکرین کو دیکھتا رہا اور عالیان اسے۔۔

"یہ۔۔یہ سب تمہارے پاس۔۔"اس کی آواز کپکپا گئی۔

"آآ۔۔چھوڑو اس بات کو۔۔جہاں سے بھی آئی بس آ گئی۔۔اب میری بات غور سے سننا۔۔"اس کے کان سائیں سائیں ہو رہے تھے۔"تم بلکل نہیں چاہو گے کہ یہ سب دنیا کے سامنے آئے اسی لیے آدھے گھنٹے کے اندر اندر عالیان مجھے میرے سامنے چاہیے۔۔"اس کی آواز میں کھلا کھلم چیلنج تھا۔

"یہ سب میرے حوالے کر دو۔۔ورنہ۔۔"

"نانا۔۔دھمکی مت دینا۔تم بلکل بھی اس کنڈیشن میں نہیں ہو کہ مجھے دھمکی دے سکو۔اور یہ خیال تو ذہن سے نکال پھینکو کہ میں یہ کبھی تمہارے حوالے کروں گی۔چپ چاپ عالیان کو چھوڑ دو ورنہ دو سال تو قومہ میں گزارے تھے نا باقی کی زندگی جیل میں گزارو گے سمجھے۔۔" تنبیہی لب و لہجے میں کہتے ساتھ اس نے کال کاٹ دی۔

"ہیلو۔۔ہیلو۔۔" ظفر بولتا رہ گیا لیکن کال کٹ گئی۔اس نے کال دوبارہ ملائی لیکن اب کی بار اس کا نمبر بند تھا۔ عالیان ہر بات سے انجان اسے دیکھے جا رہا تھا اتنا تو اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ اس سبز آنکھوں والی خوبصورت بھوتنی نے ضرور کچھ کیا ہے۔ظفر نے ایک غصیلی نظر سے عالیان کو دیکھا پھر تیزی سے اپنے گارڈز کی طرف

گیااوران سے سرگوشی نماانداز میں کچھ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔عالیان نے دیکھاوہ دونوں گارڈز اس کی طرف آرہے تھے۔۔کیوں؟؟اس کا جواب بھی اسے کچھ ہی دیر میں مل جائے گا۔۔

وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر اکیلی بیٹھی تھی۔انابیہ اب تک واپس نہیں آئی تھی۔اس نے صبح جانے سے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اسے آج آنے میں دیر ہو جائے گی۔اس کا کام ہو گیا تھااور اب اس کا دل بھی مطمئن تھا۔سفید رنگ کی یو-ایس-بی لیپ ٹاپ سے نکال کر وہ چند لمحے ہاتھ میں پکڑے اسے دیکھتی رہی پھر اس نے آنکھیں بند کیں۔ذہن کی اسکرین اسے ماضی کے کچھ منظر دکھانے لگی اور وہ کچھ لمحوں کے لیے اس وقت میں چلی گئ جب یہ یو-ایس-بی اس کی زندگی کا حصہ بنی تھی۔

وٹینگ ایریا میں قطار سے لگی کرسیوں میں وہ سیاہ برقعے میں لپٹی لڑکی ردا کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"میں آپ کی کیا مدد کرسکتی ہوں؟؟"ردا نے سوالیہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔بجائے جواب دینے کے وہ اپنا بیگ ٹٹولنے لگی۔ردا بغور اس کی ہر حرکت دیکھ رہی تھی۔تبھی اس نے اپنی مطلوبہ چیز بیگ سے بالآخر برآمد کرلی۔پھر اس نے ردا کا ہاتھ پکڑ کر وہ چیز اس کی ہتھیلی پر رکھ دی۔اپنے ہاتھ میں سفید رنگ کی یو-ایس-بی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں کئی طرح کے سوال اٹھنے لگے۔

"اس یو-ایس-بی میں وہ تمام وائس نوٹس ہیں جو بھائی کے قتل سے دو دن پہلے ظفر نے ان کو کیے تھے۔وہ مینٹل ٹارچر کرتا رہا تھا بھائی کو وائس نوٹس کے ذریعے انکو دھمکیاں بھی دیتا تھااور قتل والے دن جب اس کی اور بھائی کی ہاتھا پائی ہوئی تھی اس کے مختصر مختصر کلپس بھی ہیں جو کسی نے مجھے بھیجے تھے۔سب مناظر ان

ویڈیو میں واضح ہیں کہ کیسے ظفر نے میرے بھائی پر گولیاں چلائی تھیں۔۔"ردا بنا پلک جھپکے اسے پوری محویت اور حیرت سے سنتی گئی۔

"تو آپ اس کے ذریعے اپنے بھائی کو انصاف دلا سکتی ہیں۔مجھے کیوں دے رہی ہیں؟؟"اس کی آنکھیں کھلم کھلا وضاحت کی طلبگار تھیں۔

"میرے ماموں کی وجہ سے۔۔جنھوں نے اپنے گائوں میں ہمیں پناہ دے رکھی ہے۔ان کی بھی چھوٹی بیٹیاں ہیں اور وہ پولیس اور ظفر کے معاملے سے بلکل دور رہنا چاہتے ہیں۔انہوں نے اسی شرط پر ہمیں رہنے کی جگہ دی ہے۔میں نے اپنی ماں کو بہت سمجھایا ہے کہ ہم اکیلے رہ لیں گے لیکن بھائی اور بابا کو انصاف ضرور دلائیں گے لیکن انہوں نے بھی اپنی قسم دے دی ردا۔مجھے سپورٹ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔۔"اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ مغموم تھا۔

"پھر بھی یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے آپ کے پاس ہونا چاہیے۔"ردا نے جیسے اسے سمجھانے کی ایک اور کوشش کی۔

"میں جب جب اس یو-ایس-بی کو دیکھتی ہوں میرا دل کرتا ہے کہ میں خودکشی کرلوں لیکن کیا کروں اپنی ماں کا مزید امتحان نہیں لے سکتی کیونکہ سب میری ہی وجہ سے تو ہوا ہے۔۔اس کا میرے پاس ہونا نہ ہونا برابر ہے۔۔ردا۔"اس نے آگے بڑھ کر ردا کے دونوں ہاتھ پھر سے تھام لیے۔

"میں نہیں چاہتی کہ میری طرح ظفر تمہارے اپنوں کو نقصان پہنچائے اسی لیے میں یہ تمہیں دینے آئی ہوں۔میں تمہاری طرح مضبوط نہیں ہوں اور میں جانتی ہوں یہ تمہارے پاس ہوگی تو ظفر تمہارے کسی اپنے کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا تم اس کا استعمال اسے دھمکانے یا ڈرانے کے لیے کرسکتی ہو لیکن جب تک اشد

ضرورت نہ ہو اس سب کو ظفر کے سامنے مت آنے دینا۔۔ تم سمجھ رہی ہو نا۔" ردا نے ٹرانس کی سی کیفیت میں سر اثبات میں ہلایا جیسے کوئی روبوٹ ہو۔

"دیکھو مجھے تم پر یقین ہے کیا پتہ تمہاری وجہ سے ہمیں بھی انصاف مل جائے بس میں اتنا جانتی ہوں کہ ظفر اب کسی لڑکی کے خاندان کو تباہ کرتے ہوئے سو بار سوچے۔۔" کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ردا بھی اس کے ساتھ ہی اٹھی کیونکہ اس کے دونوں ہاتھ اب بھی اس کی نرم گرفت میں تھے۔ آگے بڑھ کر اس نے ردا کو گلے لگایا اور نقاب اپنے چہرے پر پھینک کر وہ الوداعی کلمات کہتے وہاں سے چلی گئ۔۔

منظر صاف ہونے لگا اور وہ ماضی سے نکل کر دوبارہ اپنے کمرے میں آ پہنچی۔ کچھ دیر وہ ایسے ہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی رہی۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ اس کا دل ایکدم ہی اچھل کے حلق میں آیا۔ تیزی سے اس نے سائڈ ٹیبل پر پڑا باؤل اٹھایا جو چپس سے بھرا ہوا تھا اور لیپ ٹاپ کی سکرین آن کر کے بیٹھ گئ۔ پاکستان اور انڈیا کے میچ کی ہائی لائیٹس چل رہی تھیں۔ دستک دوبارہ ہوئی۔ گہرا سانس بھرتے اس نے "آجائو" کہا۔ اندر آنے والے شخص کو اس نے ایک نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اندر آنے والا شخص کون ہے۔ وہ مکمل طور پر لیپ ٹاپ میں محو اپنے آپ کو بے حد مصروف اور ہر معاملے سے لاتعلق دکھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی ہینا۔۔" اس کے بیڈ سے کچھ قدم دور کھڑے عالیان نے خفہ خفہ آواز میں اس سے کہا۔۔ اس کی سانسیں جو کب سے اٹکی ہوئی تھی عالیان کی آواز سنتے ہی بحال ہو گئیں۔

"کچھ کہا؟" ردا نے بڑی ہی معصومیت اور انجان نظریں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے چپس کا ایک دانہ منہ میں ڈالا اور اگلے ہی لمحے اس کے زخموں کی زد میں آئے چہرے پر سے وہ نظریں ہٹانا بھول ہی گئ۔

"میں کتنی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا اور تم بڑے مزے سے یہاں بیٹھی چپس کھا رہی ہو۔۔" ردا کے لیے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ سنجیدہ ہے یا مذاق کر رہا ہے وہ بس اس کے زخموں کو دیکھتی گئی اور پھر جھرجھری لے کر سیدھی ہوئی۔

"تو مصیبت میں آپ تھے میں نہیں۔۔" اس نے چہرے پر ناگواری سجائے اس پر سے نظریں ہٹا لیں۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔۔" اس نے سادگی سے کندھے اچکا کر کہا۔ ردا کو کہیں سے بھی نہیں لگا کہ یہ وہی شخص ہے جو اس سے ناراض تھا۔

"تم نے اسے ایسا کیا بھیجا تھا جسے دیکھتے ہی اس کے رنگ ڈھنگ اڑ گئے تھے؟"

"میں آپ کو جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔۔ یو نو واٹ خود پر چڑھے سارے احسانوں کا بدلہ میں نے آپ پر یہ احسان کر کے دے دیا ہے چاہے جیسے بھی آپ کو اس سے غرض نہیں ہونا چاہیے۔۔" وہ نظریں ہنوز لیپ ٹاپ پر مرکوز کیے مصروف انداز میں اس سے کہہ رہی تھی جبکہ عالیان اس کے احسان والی بات پر ہلکا سا مسکرایا۔

"میں اسے احسان نہیں مانتا تمہاری ہی وجہ سے یہ ظفر نامی بلا اب میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔۔" شریر لہجے میں بولا تو ردا نے انگارہ اگلتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"تو خوش ہو جائیں یہ بلا اب آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گی کیوں کہا اس سے کہ میں آپ کی ہوں؟" وہ اس قدر بھڑکی تھی کہ عالیان ایک لمحے کے لیے بلکل چپ ہو گیا تھا۔ تبھی اس کے ہونٹ کے کنارے سے نکلتا خون دیکھ کر ردا کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے اور آنکھوں کی کیفیت بھی بدل گئی وہ اب انگارے نہیں اگل رہی تھیں۔

"آپ کو پہلے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیئے تھا نا۔۔"اس کی آواز اب بھی اونچی تھی لیکن اس بار اس میں فکر کی آمیزش بھی تھی۔

"میں نے سوچا جب ڈاکٹر گھر میں ہی ہے تو میں کیوں ہسپتال جا کر خوار ہوں۔۔"اس نے انگلی کی پشت سے اپنے ہونٹ کے کنارے سے خون صاف کیا۔ردا پہلے تو ٹھٹکی لیکن پھر اس کے کندھے یکدم ہی ڈھیلے پڑ گئے۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا وہ ڈاکٹر تو گھر پر موجود تھی۔بنا کچھ کہے وہ بیڈ سے اٹھ کر سیدھا الماری کی طرف گئی۔ عالیان کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا جو اب الماری سے کچھ نکال رہی تھی۔پھر وہ اس کی طرف پلٹی اور اس کے ہاتھوں میں فرسٹ ایڈ باکس دیکھ کر وہ مبہم سا مسکرایا۔ردا کو ہمیشہ کی طرح اس کی مسکراہٹ پھر سے زہر لگ رہی تھی۔

"ایک تو یہ لڑکا ہر بار غلط وقت ہی کیوں مسکراتا ہے؟؟"دل ہی دل میں کہتی وہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"کہیں بیٹھ جائیں تو میں۔۔"وہ بول ہی رہی تھی کہ عالیان نے اس کے ہاتھ سے فرسٹ ایڈ باکس جھپٹ لیا۔ ردا نے اس حرکت پر چونک کر اسے دیکھا۔

"رہنے دو میں کیا کروں گا تم سے پٹی کروا کر۔۔میں خود کر لوں گا۔۔"اس نے اپنائیت سے کہا تھا۔

"مگر۔۔"وہ پھر ٹوک دی گئی۔

"اگر مگر چھوڑو۔۔کیوں خود کو مشکل میں ڈالتی ہو؟ویسے بھی مجھے ان زخموں سے زیادہ دل پر لگے زخم تکلیف دیتے ہیں جب ان کا علاج کرنا ہو تو آنا۔۔"زخمی انداز سے کہتے ہی وہ مڑ گیا اور ردا ہکا بکا سی اسے دیکھے گئی۔ دروازے پر پہنچتے ہی وہ پھر رکا اور اس کی طرف گھوما۔۔

"میں نہیں جانتا تم نے کیا کیا ہے بس اس بات کی خوشی ہے کہ جو کچھ بھی کیا میرے لیے کیا۔۔اس لیے تھینک یو سو مچ۔۔"تشکرانہ انداز اور بڑے ہی پیار سے کہتے ہی وہ چلا گیا جبکہ ردا کا وجود بلکل پتھر کا ہو گیا اور وہ

بھاری تنفس کے ساتھ وہیں کھڑی رہی۔ کیا یہ شخص بھول گیا تھا کیسے اس دن ردا نے اس کی بے عزتی کی تھی کیسے آرام سے نفرت کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ یوں آسانی سے کے لیے نرم کیسے پڑ سکتا تھا کیسے؟ اس کی ندامت سے بھری نظریں اب تک اس دروازے کے پار ٹکی تھیں جہاں سے وہ ابھی ابھی گیا تھا۔

بالکونی کے کھلے دروازے سے صبح کی تازہ ہوا کمرے میں داخل ہوتے چاروں طرف گھوم رہی تھی اور ایسے میں وہ کھلی قمیض اور ٹرائوزر پہنے بیڈ پر ٹانگیں سیدھی کیے بیٹھی چائے کے ایک ایک گھونٹ سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ عموماً صبح خالی پیٹ چائے پینے کی عادی نہیں تھی لیکن آج اسے چائے کی اشد طلب ہوئی تھی شاید موسم کا اثر تھا۔ دفعتاً اس کے ساتھ بیڈ پر پڑا اس کا فون تھر تھرایا بس ایک ہی بار۔ گردن موڑ کر اس نے روشن اسکرین کو دیکھا جس پر وانیہ کا واٹس ایپ میسج سب سے اوپر دکھائی دے رہا تھا اس نے کوئی پکچر بھیجی تھی۔

چائے کا دوسرا گھونٹ بھرتے اس نے فون اٹھا کر اپنے شفاف اور بے داغ چہرے کے سامنے کیا اور وانیہ کے میسج پر کلک کیا۔ اس کی چیٹ کھل گئی تھی۔ سکرین پر جگمگاتی تصویر دیکھ کر انابیہ کا منہ خوشگوار حیرت سے کھل گیا کیونکہ تصویر کسی اور کی نہیں بلکہ کبیر جہانگیر کی تھی جو اپنی چیئر پر بیٹھا سپاٹ نظروں سے کسی فائل کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ تصویر کو دیکھنے سے ہی پتہ چل رہا تھا کہ وہ کسی نے چھپ کر لی ہے اور ایسا نیک کام بھی کسی اور نے نہیں وانیہ ملک نے کیا تھا۔ انابیہ آج کل آفس ذرا دیر سے جاتی تھی اسی لیے وانیہ نے اسے تصویر بھیج کر آگاہ کر دیا تھا کہ آج وہ لمحہ بھر کی دیر کیے بغیر آفس پہنچ جائے۔

بجلی کی تیزی سے وہ بیڈ پر سے اٹھی چائے کا کپ سائڈ ٹیبل پر رکھا جس میں چائے اب بھی باقی تھی اور وہ تیزی سے الماری کی طرف گئی۔ الماری کا دروازہ کھول کر وہ قطار میں ٹنگے کپڑوں کو آگے پیچھے کر کر کے دیکھنے لگی

تبھی اس کی نظر اپنے ہلکے جامنی رنگ کے ایک نئے ریشمی گاؤن پر پڑی جو دو دن پہلے ہی اس کے ڈیزائنر نے بھجوایا تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسی گاؤن کو نکالا اور اسے لیے واشروم میں گھس گئی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ شیشے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کو نیچے نیچے سے کرل کر رہی تھی۔ چہرے پر بہت ہی ہلکا میک اپ، ہونٹوں پر چمکتا ہوا گلوس اور گھنی پلکوں پر بھر بھر کے مسکارا اسے حسین و جمیل دکھا رہا تھا۔ بال کرل ہو گئے تو اس نے الماری کے ہینڈل کے ساتھ لٹکتے ہینگر میں سے ریشمی سکارف نکالا اور اسے پن کی مدد سے سر پر ٹکاتے ہوئے ایک سرا آگے اور دوسرا سرا سامنے گردن سے گھماتے ہوئے پیچھے پھینک دیا۔ قد آور شیشے کے سامنے خود کا مختصر جائزہ لیا سفید ہائی ہیلز پہنی سفید پرس اٹھایا اور تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

سیڑھیاں اترتے ہی اس کے کانوں سے بلینڈر مشین کی آواز ٹکرائی تو اس نے پہلے کچن میں جھانکا جہاں ردا آملیٹ بنانے میں مصروف تھی اور شہناز کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی جوسر بلینڈر میں تایا ابو کے لیے جوس بنا رہی تھی۔

"عالیان کہاں ہے؟" بلینڈر خاموش ہوا تو اس نے وہیں دروازے پر کھڑے کھڑے پوچھا۔ ردا اس کی آواز پر اس کی طرف گھومی اور وہیں شہناز نے بھی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آفس چلے گئے ہیں۔۔" کہتے ساتھ ہی وہ دوبارہ آملیٹ کی طرف متوجہ ہو گئی جبکہ انابیہ کے چہرے پر ناگواری سی ابھری۔

"ملے بغیر ہی چلا گیا۔۔ خیر میں اسے کال کر لوں گی۔" اس نے خفگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

اس بات پر ردا کچھ نہیں بولی وہ اس کے انابیہ سے ملے بغیر چلے جانے کی وجہ جانتی تھی۔ وہ بس کچھ بھی کر کے صبح صبح اسے اپنے چہرے کے زخموں سے آشنا نہیں کروانا چاہتا تھا۔

"آپی ناشتہ۔۔" وہ پلٹ کر جانے ہی لگی تھی کہ ردا نے اسے آواز دی۔

"میں چائے پی چکی ہوں ناشتے کا دل نہیں ہے۔۔" عام سے انداز میں کہتے ہی وہ پہلے تایا ابو کے کمرے کی طرف گئ۔ وہ ہمیشہ ان سے صبح مل کر ہی جاتی تھی۔ ردا نے افسوس سے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

"ناشتہ پیک کروادوان کا۔ سب کے نخرے اٹھانے کا ٹھیکا بھی میں نے ہی لے رکھا ہے۔۔ ہونہہ۔۔" شہناز نے اس کے حکم پر سر اثبات میں ہلایا۔

این۔جے بلڈرز میں حسب معمول سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ لابی سے گزرتے وقت ورکرز رک رک کر اسے سلام کر رہے تھے جس کا وہ خوش اسلوبی سے جواب دیتی رہی۔ تبھی اس کی نظر دور کھڑے جہانگیر اور کبیر پر رکی جن کے چہرے کی سنجیدگی بتا رہی تھی ان کے درمیان حائل موضوع بہت ہی سنجیدہ ہے۔

"ہیلو میم۔۔ آج تو آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔۔" وانیہ نا جانے کب اس کے ساتھ کھڑی ہوئی۔

"کب نہیں لگتی!!" فخریہ انداز سے کہتے وہ آگے کو چلنے لگی۔ وانیہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔۔

"جب کبیر سر نہیں ہوتے۔۔" اس کے کہتے ہی انابیہ کا منہ خوشگوار حیرت سے کھلا اور وہ رک کر اس کی طرف گھومی۔ اگلے ہی لمحے وہ وانیہ کو دیکھتے زور سے ہنس دی جوابًا وہ بھی ہنسنے سے خود کو نہ روک سکی۔

کبیر نے بے دھیانی میں گردن موڑ کر دیکھا تو اس کی نظریں انابیہ پر رکیں جو اسی کی طرف آرہی تھی۔ ہلکے جامنی رنگ میں وہ بلکل گل یاس (lilac) لگ رہی تھی۔ محبت اور یادوں سے وابستہ خوبصورت پھول!!

"السلام علیکم!" قریب آکر اس نے خوش اسلوبی سے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!!" جہانگیر صاحب نے مسکراتے ہوئے اونچی آواز میں اس کے سلام کا جواب دیا جبکہ کبیر نے سر کو خم دیتے سرگوشی نما انداز میں۔

"تمہارا ہی انتظار ہو رہا تھا۔ چلو شاباش اوپر میٹنگ روم میں آجائو کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔۔" ایک نظر کلائی میں پہنی گھڑی پر ڈالتے ہوئے جہانگیر صاحب عجلت میں کہتے ہوئے لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ وہ دونوں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیے۔

"بیمار بچہ اب کیسا ہے؟؟" انابیہ نے سرگوشی نما انداز میں اس سے پوچھا۔ آواز اتنی کم تھی کہ ان کے آگے چلتے جہانگیر صاحب کے کانوں تک نہ پہنچ سکی۔

"بیمار بچہ اب بلکل ٹھیک ہے۔۔" گردن کو تھوڑا اس کی طرف جھکا کر کبیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ لفٹ کے دروازے جدا ہوتے ہی جہانگیر صاحب نے قدم اندر رکھ دیے اور ان کے پیچھے پیچھے ان دونوں نے بھی۔۔

"یعنی ہم اپنا پہلا وار کرنے میں کامیاب ہوئے۔۔" عالیان کی آواز پر فرہاد نے سر اثبات میں ہلایا جو چولھے کے سامنے کھڑا کھانا بنانے میں مصروف تھا۔ وہ دونوں اوپن کچن میں موجود تھے۔ عالیان مرکزی کائونٹر کے پیچھے سٹول پر بیٹھا اپنے سامنے پڑے کانچ کے ڈیکوریشن پیس پر انگلیاں چلا رہا تھا۔ اس کے بلکل پیچھے لونگ روم میں صوفے پر کبیر آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا ہوا تھا یا شاید سو رہا تھا۔

''ویسے کبیر۔۔''سٹول پر بیٹھے بیٹھے اس نے گردن موڑ کر کبیر کو دیکھا اور پھر چپ ہو گیا۔وہ جب سے آیا تھا کبیر تب سے ایسے ہی لیٹا ہوا تھا۔''اگنور کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے۔۔''ناک سے مکھی اڑانے کے انداز میں کہتے ہی وہ دوبارہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''شکر کرو اگنور ہی کر رہا ہے ورنہ تو آج کل ہاتھ بھی بہت چل رہے ہیں اس کے۔۔''فرہاد نے کیبنٹ سے مصالحہ ریک نکال کر اپنے سامنے سلیب پر رکھتے ہوئے خفگی سے کہا۔اسے اس دن والا کبیر کا زوردار پنچ یاد آیا تھا۔۔''ورنہ تو بقول اس کے جو ہم دونوں نے اس کی زندگی مشکل میں ڈالی ہے نا اس سے کچھ بھی توقع کی جا سکتی ہے۔۔''اس کا انداز وارننگ دینے والا تھا۔عالیان بے ساختہ ہی ہنس پڑا۔

''یعنی مسکان کو محبت ہو گئی ہے۔۔''اس کا انداز چھیڑنے والا تھا اور آواز بھی اتنی تھی کہ کبیر سن سکتا تھا۔

''ایسی ویسی۔۔وہ تو دیوانی ہو گئی ہے اس کی دیوانی۔۔''فرہاد کو اپنا سانولا چہرہ بڑا پیارا تھا اسی لیے اس نے اپنی آواز اتنی ہی رکھی کہ صرف عالیان سن سکے۔

''پتہ نہیں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں اس کو جوانا بیہ،اسکی اپنی کزن اور اب مسکان بھی اسی پر مر مٹی ہیں۔''عالیان نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے جیسے افسوس سے کہا۔

''جو خود سیلف اوبسیسڈ ہوتے ہیں نا انہیں دوسروں کی خوبصورتی کہاں نظر آتی ہے۔''فرہاد کا انداز طنزیہ تھا اور طنز کا رخ عالیان کی طرف تھا۔اس نے بھنویں اٹھا کر اس پونی والے کو دیکھا۔''مان لو عالیان ہی از ویری ہینڈسم!! تبھی تو میں نے یہ کام اس کو سونپا ہے۔اس میں کچھ تو ہے جو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔۔''آواز پھر کم تھی اور اب وہ سالن میں مصالحے کا چھڑکاؤ کر رہا تھا۔

''اچھا جی۔۔تمہیں تو نہیں ہو گئی یہ بلا کی محبت اس سے؟؟''اس کے طنزیہ سوال پر وہ اس کی طرف گھوما۔تاثرات بلکل نارمل تھے کیونکہ اسے یہ سوال برا نہیں لگا تھا۔۔

‘‘میں اس کی مدد کے لیے ساری نوکریوں کو لات مار کر آیا ہوں۔ یہاں تک کہ حیدر آباد میں بھی اسے اکیلا نہیں چھوڑا۔۔اندازہ لگالو۔۔" اس نے کندھے اچکا کر بے نیازی سے کہا تو عالیان کی بتیسی کھلی۔

‘‘تمہارے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے۔۔انابیہ جان سے مار دے گی۔۔" وہ چھیڑنے کے انداز میں بولا تھا جبکہ فرہاد سر نفی میں ہلاتے اپنی سالن کی طرف گھوم گیا۔

‘‘ویسے کبیر۔۔" وہ پھر اس کی طرف گھومتے ہوئے اسے تیز آواز میں مخاطب کر گیا۔

‘‘ہوں۔۔" آواز پر عالیان کے چہرے پر پہلے حیرت ابھری اور پھر ناگواری۔۔

"منحوس جاگ رہا تھا۔۔" دل ہی دل میں بڑبڑایا۔۔" اب تم چلے ہی گئے تھے تو کچھ کام اور بھی نپٹا آتے۔۔کم از کم حویلی میں تو داخل ہو جاتے۔۔" وہ اس کے کہنے کے کچھ دیر بعد تک چپ رہا۔

‘‘ایک کام کی بات بتاؤں تمہیں۔۔" کبیر نے آنکھوں پر سے بازو نہیں ہٹایا تھا۔عالیان کے چہرے پر ناگواری مزید ابھری وہ جانتا تھا کوئی نا کوئی طنز ہی مارنا ہے اس نے۔‘‘ سیڑھیوں پر ایک ایک کر کے قدم رکھا جاتا ہے۔پہلی پھر دوسری اور پھر تیسری تب جا کر منزل پر آسانی سے پہنچا جاتا ہے اور جو لوگ ڈائریکٹ اوپر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں نا سر کے بل گرتے ہیں۔ تمہاری طرح۔۔" پھر وہ چپ ہو گیا۔عالیان نے سر کو دو تین دفعہ اثبات میں ہلایا۔اس کی بات پر سمجھ کر نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ ٹھیک تھا کبیر نے طنز مارنا تھا سو مار لیا۔۔

"حویلی میں داخل ہونا اب میرے لیے مشکل نہیں ہے۔۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔" لیکن فلحال جہانزیب کو آگ لگی ہوئی ہے اور وہ اپنے دشمن تک پہنچنے کے لیے اپنے دماغ کو ہر اینگل سے استعمال کرے گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس وقت میرا اس کے ساتھ آمنا سامنا ہو۔۔" وہ صوفے پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھا اس طرح کہ عالیان کی طرف اس کی پشت تھی۔

"یعنی تم دوبارہ جائو گے۔۔" عالیان نے پوچھا نہیں اندازہ لگایا۔ کبیر اٹھ کر اس کے ساتھ پڑے سٹول پر آ بیٹھا پھر اس نے سیلنگ لیمپ کی تیز روشنی میں عالیان کا چہرہ دیکھا۔ ہونٹ کنارے سے زخمی اور ماتھے پر بینڈ تیج۔۔

"یہ تمہاری دھلائی کس نے کی ہے؟؟" فکریہ انداز میں پوچھتے ہوئے وہ اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹا گیا۔ اس کے سامنے ٹوکری میں کچھ پھل پڑے تھے اب وہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ظفر نے اغوا کیا تھا اسی کی عنایت ہے۔۔" وہ جو ٹوکری سے کوئی پھل نکالنے لگا تھا لمحہ بھر کو ٹھٹکا۔

"واٹ!!" اس کے چہرے پر قدرے حیرت تھی اور یہی حال فرہاد کا بھی تھا۔

"مگر کیوں اور تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا؟" اب کی بار سوال فرہاد نے کیا تھا۔ کبیر ہنوز اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"اسے ردا چاہیے جسے وہ کسی قیمت پر حاصل نہیں کر سکتا۔ رہی بات تم لوگوں کو بتانے کی تو تم لوگ حیدر آباد میں تھے اور آل ریڈی مشکل میں تھے۔۔"

"پھر اس نے چھوڑ کیسے دیا؟؟" کبیر نے ٹوکری میں سے ایک سرخ سیب نکالتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں بڑا افسوس ہے۔۔" عالیان کی آنکھوں اور آواز دونوں میں طنز تھا۔ کبیر کندھے اچکا کر سیب کو منہ کے قریب لے کر گیا۔

"دھلا ہوا نہیں ہے۔۔" فرہاد کی آواز پر وہ رکا۔ سخت نظروں سے اسے گھورا اور سیب اس کی طرف اچھال دیا جسے اس نے پھرتی سے کیچ کیا تھا۔

"دھو کر دو۔" انداز تنبیہی تھا اور فرہاد کی آنکھوں میں بڑبڑاہٹ واضح تھی۔۔ "فکر نہ کرو اس کا بھی کچھ سوچتے ہیں۔ فرہاد ہے نا اس کا بھی سارا بائیو ڈیٹا پتہ لگوا لے گا۔" کبیر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے

تسلی آمیز انداز میں کہا جبکہ فرہاد جو سنک میں کھڑے ٹونٹی کے پانی سے سیب دھو رہا تھا پلٹ کر ایک جلی کٹی نظر سے کبیر کو دیکھا اور پھر ٹونٹی بند کر کے ان کی طرف آیا۔۔ سیب کبیر کی طرف اچھالا جسے اس نے کیچ کر کے تشکرانہ آمیز انداز سے اسے دیکھا۔

"میں فلحال جتنا اس کے بارے میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ اپنی سٹڈیز کی وجہ سے یہیں کراچی میں رہتا ہے کہاں یہ نہیں معلوم۔۔ اس کی یونیورسٹی کا بھی نہیں پتہ لیکن ایک بات ہے اس کے ساتھ ہر وقت گارڈز ہوتے ہیں۔۔" عالیان کے پاس جتنی معلومات تھی اس نے بتا دی۔

"ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے اور اگر وہ کمزوری ہاتھ لگ جائے نا تو یہ گارڈز وغیرہ کچھ نہیں کر سکتے۔۔" فرہاد کائونٹر پر ہاتھ رکھے جھک کر کھڑا باری باری دونوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس کی نظر کبیر پر رکی جو سیب ہاتھ میں جکڑے مزے سے کھا رہا تھا۔

"تمہارے کیا ارادے ہیں اب آگے کے؟؟" کبیر نے اس کے سوال پر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں مسکان کو ساری سچائی بتانے کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن مجھے ایک ایسے بندے کی ضرورت ہے جس پر اسے بہت یقین ہو جو اس کا اپنا ہی ہو اور جہانزیب کی سچائی میرے ساتھ مل کر اسے بتائے۔" دونوں نے بے حد حیرت اور تعجب سے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ایسے گھورو مت۔۔ مسکان ایک صاف دل کی لڑکی ہے اور بہت اچھی ہے۔ اپنے جلاد باپ سے بہت پیار بھی کرتی ہے اور جب اسے اپنے باپ کی حقیقت معلوم ہو گی تو وہ ہماری مدد کرے گی۔ جب تک گھر کے اندر کا بندہ جہانزیب کی پیٹھ پر وار نہیں کرے گا تب تک اسے نقصان پہنچانا مشکل ہے۔۔" اس کی اس بات پر فرہاد کا طنزیہ قہقہہ گونجا۔ کبیر نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

''جو باتیں تم کر رہے ہو سب اگر مگر پر مبنی ہے۔۔رسکی کام ہے یہ کبیر۔۔''اس نے نہایت اونچی آواز میں خود کی ہنسی روک کر کہا۔۔''اول تو ایسا بندہ ہی نہیں ہے جو تمہارے ساتھ مل کر جہانزیب کی گواہی دے اور اس بات کی بھی کیا گارنٹی ہے کہ مسکان تمہارا ساتھ دے گی؟اگر اس نے سب جا کر اپنے باپ کو بتا دیا تو۔۔بھولو مت تمہارے دھوکے کا جان کر وہ تمہیں جان سے بھی مار سکتی ہے بیٹی وہ جہانزیب کی ہی ہے سمجھے۔۔''اس نے کھڑے کھڑے کاؤنٹر پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے غصے میں کہا۔اسے واقعی کبیر کے اس احمقانہ فیصلے پر بلا کا غصہ آیا تھا۔رہی بات عالیان کی تو وہ بس خاموشی سے دونوں کو دیکھے جا رہا تھا۔۔

''فلحال جہانزیب کے معاملے کو پرے رکھ کر ظفر کا کچھ سوچتے ہیں۔تمہارے پاس کچھ دن ہیں اس کے بارے میں سب پتہ لگاؤ اور ہاں میرے پاس دماغ ہے اور اسے اچھے سے استعمال کرنے کا طریقہ بھی میں جانتا ہوں۔۔''تنبیہی انداز سے کہتے ہوئے وہ دوبارہ سیب کھانے میں مصروف ہو گیا۔عالیان اور فرہاد دونوں نے گہرا سانس بھرا۔ماحول میں ایک تلخی اور خاموشی سی گھل گئی تھی اور عالیان کو سخت چڑ ہو رہی تھی تبھی اس نے کچن میں پھیلی خوشبو پر غور کیا۔

''خوشبو بہت اچھی آرہی ہے تم کیا بنا رہے ہو؟''عالیان نے معصومانہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے پوچھا تو فرہاد نے اس کے سوال پر بتیسی کھول کر اسے دیکھا۔

''ماش کی دال۔''وہ اسی طرح مسکراتے ہوئے بولا جبکہ عالیان کے چہرے سے مسکراہٹ چھن سے غائب ہوئی۔۔

''تم بلکل بھی مہمان نواز نہیں ہو۔پہلی بار جب آیا تھا تب بھی پانی پر ٹرخا دیا تھا اور آج بھی دال بنا دی وہ ماش کی۔۔حد ہے یار۔۔''وہ ناگواری سے سر جھٹکتے ہوئے بولا۔کبیر سیب چباتے چباتے ہنسا تھا۔

''تو تمہیں ہی جلدی تھی اس دن ورنہ میں نے تو تکوں کو مصالحہ لگا کر رکھا تھا۔ ہم دونوں نے تو بہت انجوائے کیا تھا۔۔''فرہاد شانے اچکا کر چولھا بند کر گیا۔اس کی ماش کی دال پک چکی تھی۔

''اسے دال سبزی بہت پسند ہے اور یہاں تو زیادہ یہی پکتا ہے تم بھی عادت ڈال لو۔۔''اب کی بار کبیر بولا تھا۔

''اللہ وہ دن مجھ پر نہ لائے جب مجھے دال سبزی کی عادت ڈالنی پڑے۔۔ویسے بھی اللہ سلامت رکھے ردا کے ہاتھوں کو کمال کے کھانے پکاتی ہے۔ یہ ماش کی دال تم دونوں ہی کھائو۔ میں تو گیا۔۔''وہ فوراً سے سٹول دھکیلتے اٹھ کھڑا ہوا۔۔''اللہ حافظ۔۔خیال رکھنا اپنا۔۔''مسکراتے ہوئے کہتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔

''تم تو کھانا کھا کر جائو گے نا؟؟''اس کے جاتے ہی فرہاد نے کبیر سے پوچھا جس پر اس نے سر اثبات میں ہلایا پھر ایک نظر ہاتھ میں پکڑے سیب کو دیکھا جو وہ تقریباً کھا چکا تھا۔اس نے اپنی ساری بھوک خراب کر دی تھی۔

''اٹھو پھر جائو باہر چچا سے کہو تندور سے روٹیاں پکڑ کر لے آئیں۔۔''کبیر نے تابعداری سے سر ہلایا اور اٹھ کر چلا گیا۔فرہاد اس کی کبھی کبھی کی فرمانبرداری پر کافی حیران ہوتا تھا۔

این۔جے کے داخلی دروازے کو پار کرتے وہ سنگ مرمر کے فرش پر قدم رکھ چکی تھی۔وہ جو سفید ٹاپ کے ساتھ سیاہ سکرٹ اور سیاہ کوٹ پہنے ہوئے تھی۔وہ جس کے سیاہ بال سامنے سے سیدھی مانگ نکالے پیچھے جوڑے میں مقید تھے۔وہ جس کے چہرے پر ہلکا میک اپ اور ہونٹ جو ڈارک ریڈ لپ سٹک کی وجہ سے کسی گلاب کی مانند لگ رہے تھے اس کی متلاشی سیاہ آنکھیں پورے آفس میں گھوم رہی تھیں۔اس سے پہلے وہ ریسیپشن پر جاتی اس کی نظر سامنے لفٹ کے دروازے سے نکلتے دو وجودوں پر ٹھہری وہ جو ایک دوسرے کو

مکمل دکھارہے تھے۔اس کا چہرہ ہر تاثر سے خالی تھا لیکن اس کی نظریں سرد ہونے لگی تھیں۔۔کس قدر نفرت تھی اس کی آنکھوں میں انابیہ کے لیے کس قدر!!

چلتے چلتے کبیر کی نظر دور کھڑی اس لڑکی پر پڑی تو اس کے قدم ایک پل کے لیے بے ساختہ رک گئے۔انابیہ نے اچانک سے اس کے رکتے قدموں کو دیکھا اور پھر اس کی نظروں کا سفر کرتے اس لڑکی کو جو چہرے پر مسکراہٹ سجائے انہی کی طرف آرہی تھی اور کچھ ہی دیر بعد وہ ان کے سامنے کھڑی تھی۔انابیہ نے پھر کبیر کو دیکھا جس کی اس لڑکی پر جمی نظریں یہ ثابت کررہی تھیں کہ وہ اسے عرصے سے جانتا ہے جبکہ اس کی خود کی نظروں کے لیے وہ انجان تھی۔اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی اس نے اپنی طرف بڑھتے اس لڑکی کے ہاتھ کو دیکھا تو اس نے فوراً مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بھی آگے بڑھا کر اس کے ہاتھ سے ملایا۔اس کا ہاتھ کس قدر سرد تھا شاید آج موسم کچھ زیادہ ہی ٹھنڈا ہوگا۔اس نے دل ہی دل میں سوچا۔۔

"انابیہ۔۔ایم آئی رائٹ؟؟"اس نے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ سجائے پوچھا اور انابیہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"میں جویریہ سلطان۔۔"انابیہ کے چہرے سے مسکراہٹ چھن سے غائب ہوئی۔اس نے ششدر آنکھوں سے جویریہ کو دیکھا۔کیا اسے سننے میں غلطی ہوئی؟؟

"کبیر کی کزن۔۔کبیر نے بتایا تو ہوگا۔۔"انابیہ نے تیزی سے گردن گھما کر کبیر کو دیکھا جو آنکھیں چھوٹی کیے جویریہ کو دیکھ رہا تھا۔پل میں اس کے چہرے کی رنگت کیا سے کیا ہوگئی تھی۔اسے ایک منٹ بھی وہاں رکنا مشکل لگنے لگا اسی لیے بنا کچھ کہے وہ وہاں سے تیز قدم لیتے لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔کبیر نے گردن گھما کر اسے جاتے ہوئے دیکھا اور پھر گہرا سانس لیتے جویریہ کو۔

"تم یہاں کیا کررہی ہو؟؟"کبیر کے پوچھنے پر اس نے خفگی سے چہرہ ایک طرف گرا کر اسے دیکھا۔

"تمہاری کزن ہوں آسکتی ہوں۔۔ خیر میری ٹرانسفر یہاں کراچی کی برانچ میں ہو گئ ہے تو سوچا تم سے اور انکل سے مل لوں۔۔ مجھے بلکل اندازہ نہیں تھا یہ بھی یہاں ہو گی۔۔"اس کے آخری جملے کا اشارہ انابیہ کی طرف تھا۔

"تم ہم سے گھر میں مل سکتی تھی۔۔"اس نے اپنا لہجہ نارمل رکھتے ہوئے کہا لیکن آنکھوں کا سرد پن ویسا ہی تھا جیسا ہمیشہ جویریہ سلطان کے لیے ہوتا تھا۔

"تم مجھے تمہارے آفس آنے سے منع کر رہے ہو؟؟"اس نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر مرکوز کیے پوچھا۔ کتنا پیارا تھا ناوہ اب بھی ویسا ہی لگتا تھا۔۔ کبیر نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا۔۔

"میں نے ایسا نہیں کہا۔۔"

"تو مجھے اپنا آفس ہی دکھا دو۔۔"وہ کہہ کر لفٹ کی طرف بڑھ گئ۔کبیر نے ٹھنڈی آہ بھری اور اس کے پیچھے چل دیا اسے اپنے قدم بھاری محسوس ہونے لگے تھے۔

"تم نے تو مجھے معاف کر دیا ہے لیکن کیا انابیہ مجھے معاف کرے گی؟؟"کبیر سیٹ کی پچھلی طرف دونوں ہاتھ اس کی ٹیک پر رکھے کھڑا تھا اور اس کی سپاٹ نظریں میز پر پڑے دو کافی کے کپس پر ٹکی تھیں جو کب سے انتظار کرتے کرتے ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ تبھی اسے اپنے عقب سے جویریہ کا سوال سنائی دیا جو فریم شدہ گیلری کے کونے میں سائڈ ٹیبل پر پڑی روشن دنیا کو اپنی انگلیوں سے گھما رہی تھی جیسے اپنے اشاروں پر نچا رہی ہو اس نقلی اور چھوٹی دنیا پر اپنی حکمرانی ظاہر کر رہی ہو۔

"وہ نہیں آئے گی؟؟"جواب نہ ملنے پر وہ کبیر کی طرف گھومی۔اس کے کہنے پر وہ پہلے ہی اسے کال کر چکا تھا جو اس نے نہیں اٹھائی تو اس نے وانیہ سے اسے بھیجنے کو کہا۔

"میں واقعی پچھتاوے میں گھری ہوئی ہوں۔میں۔۔"وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔اس یکدم خاموشی پر کبیر نے گھوم کر اسے دیکھا تو اسے معلوم ہوا وہ رو رہی تھی۔

"میں تمہاری محبت سے موو آن کر چکی ہوں۔۔دیر سے ہی سہی لیکن کر چکی ہوں۔۔"اس نے اپنے گالوں پر بہتے آنسو صاف کیے تبھی دروازہ کھلا کوئی اندر داخل ہوا کبیر نے گردن گھمائی تو جانا وہ انابیہ تھی جس کا چہرہ بلکل بے تاثر ساد کھائی دے رہا تھا۔جویریہ تیز تیز قدم لیتے اس کے قریب آئی تو وہ اسے اگنور کرتی وسط میں کھڑے میز کے کنارے جا کھڑی ہوئی اسے جویریہ کے ساتھ کھڑا ہونا بھی اپنی ذات کی توہین لگا تھا۔

"یقیناً تمہارا دل بڑا ہی ہو گا۔۔"وہ اس کے قریب جا کر کھنکھاری۔انابیہ نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں اور مسلسل پلکیں جھپکتے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔کبیر اس کے صبر کو دیکھ سکتا تھا جو اس نے بمشکل کر رکھا تھا۔۔

"تبھی تو کبیر نے صرف اس دل سے محبت کی صرف اس دل کو چنا۔۔"وہ آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔انابیہ نے ایک سخت نظر اٹھا کر کبیر کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اور پھر نظروں کا رخ بدل گئی۔اس نے دھکے مار کر اسے باہر کیوں نہیں نکال دیا؟؟

"اور کہتے ہیں بڑے دل والے۔۔۔"

"سیدھی طرح کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟میرا وقت فالتو نہیں ہے۔۔"اب کی بار وہ اپنی سرد بھوری آنکھیں اس کی سیاہ آنکھوں میں گاڑھے سرد مہری سے بولی۔ایک پل کے لیے کبیر نے اس کی انگارہ اگلتی آنکھوں کو دیکھا تو اسے لگا جیسے وہ سب جلا ڈالے گی۔

"کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟؟میں بہت تکلیف میں ہوں مجھ پر یہ احسان کر دو۔۔"اس نے عاجزانہ انداز میں کہا۔وہ کچھ دیر کے لیے کچھ بول ہی نہ سکی۔کیسے لوگوں کے لیے سب کچھ آسان ہو جاتا ہے نا۔کسی کی زندگی تباہ و برباد بھی کر دیتے ہیں اور پھر آ کر معافی بھی مانگ لیتے ہیں۔۔

"کبیر مجھے معاف کر چکا ہے۔۔کیا تم بھی اپنا دل مزید بڑا کر سکتی ہو؟"

یہ ایک جملہ۔۔"کبیر مجھے معاف کر چکا ہے۔۔کبیر مجھے معاف کر چکا ہے۔۔"یہ ایک جملہ بار بار اسے اس کے کانوں کے پردے پھاڑتا ہوا محسوس ہوا۔۔وہ بے یقین سی کھڑی رہی جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔پھر اس نے دھیرے سے کبیر کو دیکھا۔اس کی نظروں میں ملامت تھی بے یقینی تھی۔۔وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا؟؟ان کی محبت کی قاتلہ کو کیسے معاف کر سکتا تھا؟پھر کبیر اس سے نظریں چرا گیا۔اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔اس کے اس عمل نے جویریہ کی اس بات پر مہر لگا دی تھی۔بے اختیار ہی اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ ٹپکا جسے جویریہ کی نظروں نے مقید کر لیا تھا۔وہ فاتحانہ مسکرائی تھی لیکن کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"بولو انابیہ کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟؟"انابیہ نے بمشکل ٹیبل کا کونا پکڑا اور پھر سرخ آنکھیں اٹھا کر پہلے کبیر کو دیکھا اور پھر جویریہ کو جو عاجز سی شکل بنائے اس کے سامنے کھڑی تھی۔۔وہ جو کبھی نرم دل ہوا کرتی تھی سب کو معاف کر دیا کرتی تھی اسے آج احساس ہوا جو آپ کی زندگی ویران کر دے اسے معاف کرنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔اس کے دل میں درد کی لہر دوڑنے لگی۔بہت سارا تھوک نگلتے اس نے بمشکل اپنے لب ہلائے۔۔

"میں نے تمہیں۔۔معاف کیا۔۔"اس کی آواز لڑکھڑا گئی اور کبیر کرب سے آنکھیں بند کر کے اپنا رخ دوسری طرف موڑ گیا۔وہ کبھی اسے اس کے دشمن کے سامنے ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

انابیہ کو زمین پر کھڑا ہونا مشکل لگنے لگا۔اسے سانس لینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔اس نے فوراً دروازے کی طرف رخ کیا۔ وہ کبھی اپنی کمزوری اس لڑکی کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دے گی بس اسی ڈر سے وہ لڑکھڑاتے قدم اس آفس سے نکل گئی۔۔دروازے کی آواز نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ جا چکی ہے لیکن وہ نہیں پلٹا اور شیشے سے اندر آتی روشنی کو دیکھ کر بھی اسے اپنے ارد گرد اندھیرا محسوس ہونے لگا۔نہ صرف اندھیرا اسے اس روشن کمرے میں گھٹن بھی محسوس ہو رہی تھی۔خود کو تکلیف پہنچے تو تکلیف محسوس نہیں ہوتی اصل تکلیف تو تب ہوتی ہے جب آپ کا کوئی اپنا سخت تکلیف میں ہو اور آپ کچھ نہ کر سکیں۔جویریہ نے آگے بڑھ کر میز پر سے اپنا بیگ اٹھایا پھر اس میں سے ٹیشو نکال کر اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔پھر ایک نظر کبیر کو دیکھا۔۔

"آنسو مقدر رہے ہر محبت کرنے والے کا۔۔" دل ہی دل میں کہتے وہ پلٹی اور اسے خاموش ہی چھوڑ کر وہ وہاں سے نکل گئی۔۔

اپنے آفس کا دروازہ بند کرتے وہ بمشکل ہی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کے جسم میں طاری کپکپی اسے روک رہی تھی۔اس کا رک رک کر آتا سانس اسے روک رہا تھا۔

"اب نہیں۔۔پھر سے نہیں۔۔" بے ساختہ اس نے دل پر ہاتھ رکھا۔اسے پھر سے پینک اٹیک آ رہا تھا۔آنسو ابل ابل کر اس کی آنکھوں سے پھوٹ رہے تھے۔اس کے دل میں پہلی دفعہ کا ڈر بیٹھ گیا تھا اور اسے یہی خوف لاحق تھا کہ وہ پھر سے آگئی ہے وہ پھر سے انہیں جدا کر دے گی۔وہ منہ سے تو معافی مانگ رہی تھی لیکن اس کی

آنکھیں وہ صاف بتا رہی تھیں وہ پھر سب تباہ کرنے آگئی ہے۔ کمزور مگر تیز تیز قدم لیتے وہ میز تک گئی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے پرس کھنگالنے لگی اور دوائیوں کا پلتہ برآمد کیا۔

"وہ جھوٹی ہے۔۔ وہ جھوٹی ہے۔۔" لرزتے ہونٹوں سے کہتے ہوئے وہ جگ سے گلاس میں پانی ڈالنے لگی۔ ہاتھوں کی کپکپاہٹ کی وجہ سے جگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ٹیبل پر ہی گر گیا جس پر پڑے تمام کاغذات اور لیپ ٹاپ اور دیگر اشیاء اگلے ہی لمحے بھیگ چکے تھے لیکن وہ پرواہ کیے بغیر دو گولیاں منہ میں ڈال کر پانی پینے لگی۔ پھر گرنے کے انداز میں کرسی پر جا بیٹھی اور کچھ دیر اسی طرح بیٹھی رہی۔۔ اس نے اپنے دونوں کپکپاتے ہاتھ اپنے سامنے پھیلا لیے۔۔ وہ کس قدر کمزور لگ رہی تھی۔۔ اس کے ہاتھوں سے محبت ایک بار پھر کوئی چھین کر لے جائے گا اور وہ دیکھتی رہ جائے۔۔ ہاتھ ملتی رہ جائے گی۔

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا تھا لیکن کبیر کی بے چینی میں ذرا کمی نہ آئی اور وہ اسی طرح اضطراب کے عالم میں چکر کاٹتا رہا۔۔ دل بار بار اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔۔

"ایک دفعہ اس کے پاس چلے جاؤ۔۔ بس ایک بار۔۔ وہ دھتکار بھی دے تو بس ایک بار۔۔۔" کیا وہ دل کی سنے؟؟ اس کے قدم رکے۔۔ دل کی پکار کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔۔ اور اگلے ہی لمحے وہ بھاگتے ہوئے اس کے کمرے کی طرف گیا۔۔

اس نے دو بار دستک دی تھی لیکن جواب ندارد۔۔ اگلی بار اس نے دستک دیے بغیر ہی دروازہ کھول دیا پھر جو سامنے کا منظر دیکھا تو پل بھر کے لیے صدمے میں چلا گیا۔ وہ میز کے ایک سرے پر سر رکھے لیٹی ہوئی تھی ٹیبل دوسری طرف سے سارا بھیگا ہوا تھا۔ بھاری تنفس کے ساتھ وہ تیزی سے اس کی طرف بھاگا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ کیا وہ سو رہی تھی؟ یا پھر۔۔ وہ گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھا اور ہاتھ کی پشت اس کے ناک

قریب لے جا کر اس کے سانس کا اندازہ لگانے لگا۔ صد شکر وہ سانس لے رہی تھی اس نے شکر کا سانس بھرا اور اٹھنے ہی لگا پھر اس کی آواز پر رکا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے بند آنکھوں سے کہا۔۔ "ابھی تو زندہ ہوں۔۔" پھر آنکھیں کھول دیں۔ وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ اس کی آنکھوں کی سرخی اس نے اب صحیح سے دیکھی تھی۔ پھر اس پر سے نظریں ہٹاتے ہی وہ اٹھا کھڑا ہوا اور بغیر کوئی لفظ کہے جانے لگا تبھی انابیہ نے سر اٹھایا۔

"رک جائو کبیر جہانگیر۔۔ مجھ سے بھاگ رہے ہو؟؟" وہ اٹھ کر اس کے پیچھے آئی۔ اس کی ٹانگیں اسے اب بھی بے جان سی محسوس ہوئی۔ "یا پھر میرے سوالوں سے؟" وہ اس کے راستے میں جا کھڑی ہوئی۔ کبیر نے بہت سارا تھوک نگل کر اسے دیکھا۔

"بولو کبیر۔۔ تمہارا دل سب کے لیے اتنا نرم ہے تو میرے لیے کیوں نہیں؟؟" وہ سراپا سوال بنے اس کے سامنے کھڑی تھی اور وہ خود ایک کٹہرے میں۔۔ "تم اسے اتنی بڑی غلطی پر معاف کر سکتے ہو تو مجھے کیوں نہیں؟؟" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا گریبان ہی جکڑ لے۔

"تمہیں کس نے یہ حق دیا کہ اسے معاف کر دو اتنی آسانی سے۔۔ محبت یہ سب برداشت نہیں کرتی وہ اپنے قاتل کو معاف نہیں کرتی تو تم کون ہوتے ہو ہاں؟؟" اس کی آنکھوں میں غضب کا غصہ تھا۔ کبیر نے اس کے تمتماتے چہرے اور انگارہ اگلتی آنکھوں میں دیکھا۔

"وہ واقعی شرمندہ ہے۔۔ وہ بھی بہت تکلیف سے گزرتی رہی ہے۔۔" جویریہ کے حق میں گواہی سن کر وہ پل بھر خاموشی سے اسے ملامت بھری نظروں سے دیکھے گئی۔

"اور میری تکلیف؟؟" اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔۔ شکوہ تھا۔۔ شکایت تھی۔۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ اس کی ہر تکلیف خود کبیر کی تکلیف تھی۔۔

"انابیہ اس نے جو بھی کیا محبت میں کیا۔۔اس میں اس کا بھی تو قصور نہیں ہے۔۔"

"تو میرا قصور تھا؟؟میں نے بھی تو ایک محبت کے لیے ایک محبت کو چھوڑا تھا نا۔۔فرق صرف یہ ہے وہ میرے اپنوں کی محبت تھی۔۔"وہ ایک قدم آگے آئی۔۔"تم مجھے کیوں سزا دے رہے ہو؟"اب کی بار کبیر کی پیشانی پر کچھ بل پڑے اور بھنویں سکیڑ کر وہ کچھ سیکنڈز اسے دیکھے گیا۔

"کون سی سزا دی ہے میں نے تمہیں؟؟میں اگر تمہیں سزا دینا چاہتا تو یہاں سے فوراً واپس چلا جاتا لیکن میں نہیں گیا خود کو اور تمہیں وقت دینے کی کوشش کی۔۔"اتنی دیر میں یہ پہلی دفعہ اس کا لہجہ تھوڑا سخت ہوا تھا۔

"تم یہاں رہ کر مجھے سزا دے رہے ہو چلے جاتے تو بہتر ہوتا لیکن تم یہاں میرے قریب ہو کر بھی مجھ سے دور ہو۔۔یہ سب سے بڑی سزا ہے میرے لیے۔۔"اب کی بار وہ چلا کر بولی تھی کبیر کے کندھے ڈھیلے پڑتے گئے۔اس نے پہلی دفعہ انابیہ کو اتنا چلاتے ہوئے دیکھا تھا۔اتنا کرب میں دیکھا تھا۔

"میں تم سے اب کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔۔یا میں یہ آفس چھوڑ دوں گی۔۔میں بس تمہارے ساتھ مزید کام نہیں کر سکتی۔۔انا کی جنگ کیا ہوتی ہے اس کا بہترین سبق تمہیں اب میں دوں گی۔۔تم جاؤ لوگوں کو معاف کرتے پھرو۔۔"اس نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔کبیر نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر گہرا سانس بھر کر اسے دیکھا۔وہ مزید بحث نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے بنا کچھ کہے وہاں سے چلا گیا۔معاملات تھوڑے سے ہی بہتر ہوئے تھے کہ پیچیدگیاں بغیر دستک دیے آگئیں۔

"کیا پتہ وہ سچ میں بدل گئی ہو اور واقعی میں معافی کی طلبگار ہو۔۔"یہ لالی تھی۔سیاہ رنگ کی پرنٹڈ ساڑھی میں ملبوس لاریب کریم جو کاؤچ پر بیٹھی سفید کانچ کی چینک سے بھاپ اڑاتی چائے ایک پیالی میں ڈال رہی

تھی۔ انابیہ شیشے کے بنے دروازے کے پاس بلکل خاموش سدھ بدھ سی کھڑی لان میں کھیلتی دو بچیوں کو دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی اور بازو سینے پر لپیٹے ہوئے تھے۔ کبیر سے بحث کرنے کے بعد وہ آفس سے سیدھا لالی کے پاس سکول میں آگئی تھی۔

''ہمیں دوسروں کو اپنی غلطی سدھارنے کا موقع دینا چاہیے۔۔'' اب آواز بلکل ساتھ سے آئی تھی۔ انابیہ نے گردن موڑ کر دیکھا تو اس نے پرچ پر رکھی پیالی اس کے سامنے کی۔ اسی سنجیدگی سے بنا کچھ کہے اس نے پرچ اس کے ہاتھ سے لے لی۔

''اور اگر انسان معافی ہی نہ مانگے تو؟'' اس کے اس سوال پر لالی کے چہرے پر ناسمجھی کے اثرات ابھرے۔

''ابھی تو تم نے کہا کہ اس نے تم سے معافی مانگی تھی۔۔'' اس کی تفتیشی نظریں انابیہ کے چہرے پر ٹکی تھیں جواب چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے باہر ہی دیکھ رہی۔ اونچی پونی والی بچی نے پھولوں کا ہار بلا آخر بنا ہی لیا تھا اور اب وہ دوسری کو فاتحانہ انداز سے دکھا رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو میں نے پہلے بنالیا۔

''مانگی تھی معافی مگر صرف زبان سے۔ تم بتاؤ لالی جو صرف زبان سے معافی مانگے تو کیا مطلب ہے اسے معاف کر دیا جائے؟'' پتہ نہیں وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی کم از کم لالی کی سمجھ سے باہر تھی ہر بات۔

''اب تم نے تو معاف کر دیا نا۔۔'' اس نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''میرے پاس کیا آپشن رہ گیا تھا اس کے علاوہ۔ جب کبیر کا دل اس کے لیے اتنا بڑا ہو گیا تو میرے معاف کرنے نہ کرنے سے کیا ہوتا۔۔'' اس کی آواز میں تکلیف سی گھل گئی تھی۔ اونچی پونی والی بچی نے مسکراتے ہوئے ہار اپنے سامنے بیٹھی دوست کے گلے میں ڈال دیا جیسے کہہ رہی ہو ناراض مت ہو اور یہ میرا ہار لے لو۔۔

''تم نے مجھے منافق اور مخلص لوگوں کے بارے میں بتایا تھا نا۔ اب میں تمہیں بتاتی ہوں اصل منافق کسے کہتے ہیں۔۔'' اس نے دوسرا گھونٹ بھرا۔ لالی پورے وثوق سے اسے سن رہی تھی کیونکہ وہ ایک بہترین دوست

تھی۔‘‘ اصل منافق جویریہ کو کہتے ہیں۔۔وہ جھوٹی ہے۔۔اس کی معافی اس کے آنسو اس کا پورا وجود جھوٹا ہے۔۔"اس کے لہجے میں اتنی نفرت تھی کہ لالی کو ایک پل کے لیے وہ انابیہ نہیں لگی تھی۔

‘‘اس کی آنکھوں میں کھلا چیلنج تھا میرے لیے۔وہ اپنی آنکھوں سے ہی مجھے سب بتا گئی کہ لو انابیہ آگئی ہوں میں پھر سے۔۔چھین لوں گی میں تم سے کبیر کو۔روک سکتی ہو تو روک لو۔۔"اس کی آنکھیں سرخ اور نم ہو رہی تھیں جسے دیکھتے ہی دیکھتے لالی نے گہرا سانس بھرا۔دو پونیوں والی بچی نے ہار گلے سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔یقیناً وہ اس سے یہی کہہ رہی تھی کہ مجھے ہارنا پسند نہیں ہے اور تم مجھ پر ترس نہ کھائو۔۔اونچی پونی والی اسے افسردہ شکل لیے دیکھ رہی تھی لیکن دو پونیوں والی اب مسلسل اس کے ہار کو پیروں کے نیچے بے دردی سے کچل رہی تھی۔انابیہ نے آنکھیں بند کر لیں اور دونوں آنکھوں سے ایک ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔

‘‘افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس کی یہ اداکاری کبیر کو سمجھ کیوں نہیں آئی؟وہ کیسے اس پر ترس کھا گیا لالی اسے مجھ پر تو ترس نہیں آیا تھا۔۔"اس کے گلے میں کچھ اٹک گیا تھا۔آواز رندھ گئی تھی۔

‘‘لیکن انابیہ سب ٹھیک بھی تو ہو رہا ہے نا تم دونوں کے درمیان۔اب ان سب باتوں کا کیا فائدہ۔۔"لالی نے خود کی خاموشی توڑتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

‘‘تم نہیں جانتی اس نے مجھے کتنی باتیں سنائی تھیں۔اس نے مشرق مغرب شمال جنوب ہر طرف سے الزام لا کر میرے سر ڈال دیے تھے کہ میں نے کوشش نہیں کی میں نے ہار مان لی اور جس کا اس سب میں ہاتھ تھا وہ آج ہٹدھرمی سے میرے آفس میں کھڑی مجھے یہ جتا رہی تھی کہ دیکھ لو انابیہ تمہارے دکھ اور تکلیف کی یہ اوقات ہے کہ مجھے معافی مل گئی ہے وہ بھی اتنی آسانی سے۔۔اب تم سے معافی مانگنے آیا کون ہے میں تو بس تمہاری آنکھوں میں کرب دیکھنے آئی تھی۔۔"وہ بالکل بھی رونا نہیں چاہ رہی تھی لیکن آنسو کب کسی کی سنتے ہیں۔اس نے اکتا کر چائے کی پیالی پرچ سمیت لالی کو واپس پکڑا دی اور پھر سے باہر دیکھنے لگی۔دو پونیو والی بچی

اپنی بھڑاس نکال کر جا چکی تھی اور وہ اونچی پونی والی منہ پر دونوں ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔ بس شاید یہی منظر دیکھ کر اسے زیادہ رونا آرہا تھا۔ اس سے پہلے وہ اس بچی کے پاس خود جاتی کیئر ٹیکر اس تک پہنچ چکی تھی۔

''میں جانتی ہوں تم بہت تکلیف میں ہو۔ اپنی محبت کے قاتل کو ایک بار پھر سامنے دیکھنا آسان نہیں ہوتا لیکن انابیہ اس کا حل یہ تو نہیں ہے کہ تم آفس چھوڑ کر بس ماتم کرنے لگ جائو۔۔'' اس نے پیالی ٹیبل پر رکھ دی اور پھر اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔۔

''میں آفس نہیں چھوڑ رہی۔ وہ تو بس میں نے اسے غصے میں کہا تھا۔'' کیئر ٹیکر بچی کے آنسو پونچھ رہی تھی اور بڑے پیار سے اسے کچھ سمجھا بھی رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے بچی نے بھی اپنی آنکھیں رگڑ کر مسکرا کر کیئر ٹیکر کو دیکھا۔ یہ دیکھتے ہی انابیہ نے بھی اپنے آنسو پونچھ دیے اور مسکرانے لگی۔

''ایک کام کرو۔ جویریہ سے ملو اس سے پوچھو کہ وہ چاہتی کیا ہے۔۔''

''میں نہیں جانتی وہ رہتی کہاں ہے کس کمپنی میں کام کرتی ہے اور نمبر بھی نہیں ہے میرے پاس۔۔'' وہ نہایت ہی سادگی سے بولی تو لالی نے کوفت سے سر جھٹکا۔

''اففو انابیہ اپنے دشمنوں کی خبر رکھنی چاہیے۔ بجائے رونے دھونے کے تم اپنی اس عقل کا استعمال کیوں نہیں کرتی؟'' وہ اب باقاعدہ اسے ڈانٹ رہی تھی۔

''آج ہی تو آئی ہے ایک دم کہاں سے ساری انفارمیشن اکٹھی کر لائوں؟'' اس نے جیسے خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم مل بھی چکی ہو نا میں ملی بھی نہیں ہوں۔ اب دیکھو میں کیسے پتہ لگاتی ہوں اس کا۔۔'' وہ چیلنجنگ انداز سے کہتے ہی اپنے ورکنگ ٹیبل پر گئی اس پر سے فون اٹھایا اور کسی کو کال کرنے لگی۔ انابیہ اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو میں لاریب بات کر رہی ہوں۔۔" وہ روانی میں بولی تھی۔

"بولو لاریب میں سن رہا ہوں۔۔" اسپیکر کھلا تھا اور آواز سنتے ہی انابیہ دھنگ رہ گئی۔

"یہ کون سی لڑکی آگئی ہے ایک دم سے تم دونوں کے درمیان ہاں۔۔" وہ ایسے ڈانٹ رہی تھی جیسے کبیر کی ماں ہو اور انابیہ سکتے کے عالم میں بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم جویریہ کی بات کر رہی ہو؟؟" کبیر نے پوچھا۔

"ہاں بھئی اور کون ہو سکتا ہے۔ دیکھو کبیر یہ تو تم ہی جانتے ہو گے کہ یہ لڑکی یہاں کیوں آئی ہے اسے فوراً بھیج دو اس کے ارادے ٹھیک نہیں ہے۔ میری دوست کا رو رو کر برا حال ہے کچھ تو معاملے کو سیریس لو۔۔" انابیہ نے اپنے سر پر ہاتھ دے مارا بھلا وہ کب رو رو کر ہلکان ہو رہی تھی۔

"بیار و رہی ہے؟؟" اس کے تفکر آمیز انداز پر انابیہ کے کان ایک دم کھڑے ہوئے۔

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔۔" اس نے درشتی سے کہا۔

"لاریب میں اسے نہیں نکال سکتا یہ میرا شہر نہیں ہے۔ اس کے آفس والوں نے ٹرانسفر کر دیا ہے اس کا اس شہر میں تم پلیز انابیہ کو سمجھائو کہ وہ واقعی۔۔"

"خبردار۔۔" اس نے فوراً ٹوک دیا۔۔" خبردار جو میرے سامنے میری دوست کی دشمن کی سائڈ لی تو۔ جھوٹ بول رہی ہے وہ کوئی ٹرانسفر نہیں ہوا اس کا۔۔"

"ایسی بات نہیں ہے میں نے خود سٹارز انڈسٹری میں پتہ کروایا ہے انہوں نے ہی ٹرانسفر کی ہے اس کی۔۔" لالی نے نچلے ہونٹ پر دانت رکھے مسکراتے ہوئے دونوں ابرو اٹھا کر انابیہ کو دیکھا جس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔

''اچھا اچھا بس بہت سائڈ لے لی تم نے۔۔ رکھتی ہوں فون۔'' ایک آنکھ دباتے ہوئے اس نے کال کاٹ دی اور پھر اگلا نمبر ملانے لگی۔۔ ''ہاں ہیلو۔۔ صائم کو اندر بھیجو۔۔'' حکم صادر کرتے ہی اس نے انابیہ کو دیکھا جو اب تک حیرت سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔۔ ''بس بس حیران بعد میں ہونا۔۔'' تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔۔

''آجائو۔۔'' پینٹ شرٹ میں ملبوس نوجوان لڑکا صائم اگلے ہی لمحے لالی کے سامنے کھڑا تھا۔

''سٹارز انڈسٹری میں جائو۔ وہاں پر جویریہ۔۔'' رک کر انابیہ کی طرف گھومی۔۔ ''پورا نام؟؟''

''جویریہ سلطان۔۔'' وہ سر جھٹک کر ہوش کی دنیا میں آتے ہوئے بولی۔۔

''شکریہ تو پتہ تھا۔۔'' پھر صائم کی طرف گھومی۔۔ ''جویریہ سلطان نامی لڑکی وہاں کام کرتی ہے اس سے ملو اور اس کی انابیہ میم سے کال پر بات کروا دینا۔ یہ کام کل صبح صبح ہو جانا چاہیے۔ سمجھ گئے؟'' لڑکے نے تابعداری سے سمجھ کر سر اثبات میں ہلایا۔۔ ''ٹھیک ہے اب جائو۔۔'' اس کے جانے کے بعد وہ پھر انابیہ کی طرف گھومی جو اب تک ششدر آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

''ایسے نظر رکھی جاتی ہے دشمنوں پر۔۔ اب اس سے کیا بات کرنی ہے کیسے کرنی ہے ایز آ بزنس پرسن تم اچھے سے جانتی ہو۔ آئی ہوپ تم اسے ڈیل کر لو گی۔۔'' آگے بڑھ کر اس نے نرمی سے انابیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ ''اپنی کوئی بھی کمزوری اس پر کبھی ظاہر مت ہونے دینا۔ اسے بتا دو انابیہ احمد عالم کہ اب تم محبت کے لیے جان کی بازی لگا دو گی لیکن اس بار اسے جیتنے نہیں دو گی۔۔۔'' انابیہ نے سر اثبات میں ہلایا۔ ہمیشہ کی طرح لالی نے پھر اسے ہمت دی تھی پھر حوصلہ دیا تھا۔

وہ سفید کوٹ پہنے ہسپتال کی راہداری پر چل رہی تھی۔ان کے کالج والے پچھلے کچھ دنوں سے ان کو ہاسپٹل میں ٹریننگ دے رہے تھے۔اس کے ساتھ ارم بھی تھی جو مسلسل اس سے کچھ باتیں کر رہی تھی لیکن اس کا دھیان بلکل بھی ارم کی باتوں پر نہیں تھا بلکہ وہ تو راہداری میں چلتے چلتے آس پاس لوگوں کو دیکھ رہی تھی جن میں کوئی تو اپنے کے مر جانے پر دھارے مار مار کر رو رہا تھا کوئی بچے کی پیدائش پر خوشی سے پاگل ہو رہا تھا اور کوئی ہاتھوں میں تسبیح پکڑے آئی-سی-یو میں زندگی اور موت کی جنگ کرتے کسی اپنے کے لیے ڈھیر ساری دعائیں کر رہا تھا۔یکدم اسے اپنے بازو پر ارم کی زوردار گرفت محسوس ہوئی تبھی ردا نے ہوش میں آکر ارم کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھا جو اسے کب سے جھنجھوڑ رہی تھی۔بجائے پوچھنے کے اس نے ارم کی نظروں کا تعاقب کیا تو بے ساختہ اس کی آنکھیں پوری کھلیں۔سامنے سے ہی نیلی جینز پر سفید ٹی شرٹ پہنے ظفر اس کی طرف آ رہا تھا۔

''تم جاؤ ارم۔۔''اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے ارم سے کہا جو سر اثبات میں ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔فاصلہ طے ہو چکا تھا اور ظفر جہانزیب اور ردا احمد ایک دوسرے کے روبرو کھڑے تھے۔اس بار ردا کے چہرے پر خوف کے تاثرات تو بلکل بھی نہیں تھے بلکہ وہ تو سینے پر ہاتھ باندھے شیرنی کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔

''وہ سب ویڈیو اور وائس نوٹس تمہارے پاس کہاں سے آئے؟؟''اس بار ظفر کے چہرے پر بھی وہ مسکراہٹ نہیں تھی جو ہمیشہ ردا کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ہوتی تھی۔۔

''کون سی ویڈیوز؟''وہ انجان بن گئی۔

''ردا میرا ضبط مت آزماؤ پلیز۔۔۔''آواز کافی اونچی تھی۔

''آواز کم کرو ظفر یہ تمہارے باپ کی حویلی نہیں ہے ہسپتال ہے۔۔'' وہ وبی دبی آواز میں غرائی۔۔
''تمہاری ہمت کیسے ہوئی عالیان پر ہاتھ اٹھانے کی؟؟'' وہ اپنی سبز کانچ سی آنکھیں اس کی سیاہ آنکھوں میں گاڑھ گئی تھی۔
''میرے بس میں ہوتا تو اس کے چھیتڑے چھیتڑے کر دیتا۔۔اس کی ہمت کیسے ہوئی تمہارے اور میرے درمیان آنے کی۔۔''اب کی بار وہ بھی دبا دبا غرایا تھا۔ ردا شعلہ وار نگاہوں سے باری باری اس کی دونوں آنکھوں میں دیکھے گئی۔۔'' کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟ میں محبت کرتا ہوں تم سے۔ ہم ایک خاندان ہے تمہیں اپنا بنا کر سب ٹھیک کرنا چاہتا ہوں۔۔''انداز عاجزانہ تھا۔
''محبت کے نام سے صرف واقف ہو تم۔۔اس کا مقام اور مرتبہ کیا ہے جانتے ہو؟؟'' وہ ایک قدم آگے آئی اور بھنویں سکیڑ اس کی آنکھوں میں طیش سے دیکھے گئ۔۔''محبت وہ پھول ہے جو خاص باغوں میں کھلتا ہے ظفر۔۔مگر تمہارا دل گٹر ہے اور گٹر میں پھول نہیں کھلتے۔۔'' تیزاب سے بھی تیز جلا دینے والا لہجہ تھا اس کا۔ ظفر مٹھی بھینچے بس اسے دیکھتا رہا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی ردا کو اٹھائے گاڑی میں ڈالے اور لے جائے۔
''محبت وہ ہے جو عالیان کرتا ہے۔وہ میری عزت کرتا ہے۔تم نے کیا کیا؟ صرف مجھے ہراساں کرتے رہے ہو ٹارچر کرتے رہے ہو یہاں تک کہ اغواء بھی کر لیا تھا۔اسے تم محبت کہتے ہو؟ یہ محض فتور ہے گندگی ہے یہ۔۔''انداز پھاڑ کھانے والا تھا لیکن آواز اتنی تھی کہ تیسرا انسان نہیں سن سکتا تھا۔ ظفر کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔
''انعم۔۔انعم نے دیا ہے نا تمہیں یہ سارا مواد۔۔'' ردا کا رنگ پل میں بدلا۔۔''میرے بندے ڈھونڈ رہے ہیں اسے۔ تمہارے قدموں میں لا کر پھینکوں گا اسے پھر بتاؤں گا محبت کیا ہے اور گندگی کیا ہے۔ تم ابھی مجھے

جانتی نہیں ہو۔۔ میں جہانزیب عالم خان کا بیٹا ہوں۔۔ میں کیا کیا کر سکتا ہوں تم ضرور دیکھو گی۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری محبت کو گندگی کہنے کی۔ تم سب بھگتو گے سب۔۔" انگشت شہادت سے اسے تنبیہ دیتا وہ الٹے پیر وہاں سے چلا گیا جبکہ ردا کے پیروں وہیں جم گئے۔ وہ جوڈٹ کر اس کے سامنے کھڑی تھی اب سانس بھی نہیں لے پا رہی تھی۔ کیا اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی؟ ظفر کو چیلنج کرنے کی غلطی۔ وہ جواب تک ان ویڈیوز اور وائس نوٹس سے ڈر رہا تھا وہ تو اب اس پر کوئی اثر ہی نہیں کر رہے تھے۔ وہ سر کو دونوں ہاتھوں میں جکڑے جھکا گئ۔ اس کے علاوہ وہ فلحال کر بھی کیا سکتی تھی۔

وہ دونوں اس وقت ایک کیفے میں آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔ ان کے درمیان صرف ایک ٹیبل کا فاصلہ تھا۔ ویٹر آیا اور ان کے سامنے کافی کے کپ رکھ کر چلا گیا۔ جویریہ شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی جبکہ انابیہ سرد نگاہیں اس کے چہرے پر جمائے ہوئے تھی۔ لالی کے حکم کے مطابق صائم اس کی ورک پلیس پر گیا تھا اور اسی نے جویریہ کی انابیہ سے بات بھی کروائی تھی۔ انابیہ نے اس مختصر کال پر اس سے صرف یہی کہا تھا وہ اس سے ملنا چاہتی ہے جس پر جویریہ نے حامی بھری اور اسی دن اس کی بتائی ہوئی جگہ پر آ گئ۔

"میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ تم یہاں کیوں آئی ہو کیونکہ میں وجہ جانتی ہوں۔۔" انابیہ کی آواز پر جویریہ نے گردن سیدھی کر کے اسے دیکھا۔ مصنوعی مسکراہٹ اب بھی اس کے چہرے کی زینت تھی۔

"ماضی کی بات کرتے ہیں۔۔" آگے بڑھ کر اس نے کہنیاں ٹیبل پر ٹکا دیں۔ جویریہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی اور تاثرات سنجیدہ ہوئے۔

’’جو لوگ ماضی میں رہتے ہیں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔۔"جویریہ نے سنجیدگی سے کہتے اپنا کپ اچک لیا۔

"میں نے تم سے معافی مانگی اور تم نے مجھے معاف کیا۔اب ماضی چھیڑنے کا میں کیا مطلب لوں؟"اس کی آنکھوں میں طنز تھا۔

’’ایک بات بتادوں۔۔یہ تو ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ تم کل معافی مانگنے نہیں آئی تھی۔۔ماضی یاد دلانے آئی تھی اپنا آپ یاد دلانے آئی تھی۔۔"اس کی اس بات پر جویریہ نے گھونٹ بھرتے بھرتے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

’’تم بات کو غلط رخ دے رہی ہو جب میں نے کہہ دیا کہ میں معافی مانگنے۔۔"

"میں نے کہا نا تم معافی مانگنے نہیں آئی۔۔"انابیہ نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔۔"مجھے اپنی بات بار بار دہرانا قطعاً پسند نہیں ہے اب اگر تم نے کہا کہ تم معافی مانگنے آئی تھی تو۔۔"

’’تو؟؟"جویریہ فوراً بھڑکی۔۔"تو کیا کر لو گی؟تم پہلے کیا کر سکی تھی۔تم اب کیا ہی کر لو گی انابیہ احمد عالم۔۔"

اس کی آواز اونچی نہیں تھی لیکن اس میں سختی ضرور تھی۔"تمہارے باپ نے نہیں بتایا تھا تمہیں کہ جویریہ سلطان آئی تھی ان کے آفس۔۔"رک کر چہرے کو تھوڑا اس کے قریب کیا اور باری باری اس کی دونوں آنکھوں میں نفرت سے دیکھنے لگی۔۔"کبیر کی منگیتر بن کر۔۔"ہونٹ دائیں طرف مسکراہٹ میں ڈھلے تھے اور انابیہ بلکل چپ سی پیشانی پر ڈھیروں بل لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

’’میری تو شروع دن سے تم پر نظر تھی۔ایک ایک دن کی خبر رکھتی تھی میں۔۔جانتی ہو میں نے اور کیا کیا کہا تھا تمہارے بابا سے؟؟"انابیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کی جان ہی لے لے۔وہ بس لب بھینچے اسے دیکھے گئی۔۔’’ پکچرز دکھائی تھیں میں نے تمہاری اور کبیر کی۔اور یجنل پکچرز بغیر کسی ایڈیٹنگ کے۔۔کیونکہ جتنا

میں نے تمہارے بابا کے بارے میں جانا تھا نا ایک تصویر میں اپنی بیٹی کو کسی لڑکے کے ساتھ کھڑا دیکھنا ہی ان کے لیے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔۔"

"بکواس مت کرو۔۔ میرے باپ کے بارے میں زبان احتیاط سے چلانا ورنہ کاٹ کر پھینک دوں گی۔۔" وہ دبی دبی غرائی تھی۔اسے بہت افسوس ہو رہا تھا ملاقات کے لیے ایک کیفے کا انتخاب کرنے پر جہاں وہ اس پر چلا نہیں سکتی تھی ایک تھپڑ نہیں مار سکتی تھی۔۔

"تم تو ابھی سے آگ بگولہ ہو گئی۔۔ آگے بھی تو سنو۔۔" وہ استہزائیہ ہنستے ہوئے پیچھے ہوئی۔ "میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ کی بیٹی تو کردار کی اتنی گری ہوئی ہے کہ کسی کے منگیتر سے چکر چلا رہی ہے۔۔ چچ چچ چچ۔۔ اُفف ان کو اتنا غصہ آیا تھا مجھے تو لگا تمہیں جان سے مار دیں گے۔۔" وہ طنزیہ انداز سے سر جھٹکتے ہوئے تیر انابیہ کے دل کے آر پار کر گئی۔ وہ خود پر بہت ضبط کیے ہوئے بیٹھی تھی کم از کم اگلی دفعہ وہ کسی کیفے کا انتخاب نہیں کرے گی۔۔ "سب قصور تمہارا ہی تو تھا کیوں لی تم نے میری جگہ کیوں قابض ہوئی اس دل پر جس پر صرف میرا حق تھا۔۔"

اس بار انابیہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔ اتنا کہ ہنستے ہنستے وہ سر جھکا گئی۔جویریہ کو آگ لگ رہی تھی۔

"تمہاری جگہ ؟؟" وہ پھر ہنسی۔۔ "جس دل کی تم بات کر رہی ہو وہ دل میرے نام پر دھڑکتا ہے۔ کل بھی آج بھی اور آئندہ بھی اس پر صرف میری حکمرانی ہے میرا قبضہ ہے۔۔" کیا مان تھا! ! کیا حق جتانے کا انداز تھا! ! جویریہ کاٹدار نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ "وہ دل میرے لیے بنا تھا اس پر مجھے ہی قابض ہونا تھا۔ تمہارے نام کا تو پہلا حرف تک کہیں اگزسٹ نہیں کرتا تھا۔ کبیر تو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں۔۔"

"بھولو مت۔۔ وہ میں ہی تھی جس نے تم دونوں کو جدا کیا تھا۔" فخریہ انداز سے اس نے یاد کرایا۔

"ہاں کیا تھا لیکن کیا اس دل سے میری بادشاہت ختم کرنے میں تم کامیاب ہوئی؟ کیا اس دل پر سے میرا نام مٹانے میں کامیاب ہوئی؟" وہ اسے سچائی کا آئینہ دکھا کر تپا رہی تھی اور وہ تپ رہی تھی۔ اس کا دل جل رہا تھا۔ جھولی میں دھرے ہاتھوں سے اس نے اپنی قمیض کے دامن کو جکڑ لیا۔ اس کے برعکس انابیہ فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اس کی جلن کو محسوس کر رہی تھی۔

"مانتی ہوں میرا طریقہ غلط تھا بلکہ بہت سادہ تھا مجھے قصہ تمام کر ہی دینا چاہیے تھا لیکن لو انابیہ میں اپنا ادھورا کام پورا کرنے آ گئی ہوں۔ اس بار کبیر اگر میرا نہ ہوا تو تمہارا ابھی نہیں ہو گا۔" اس کی سیاہ آنکھوں میں انابیہ کے لیے چیلنج تھا۔

"میں مطمئن ہوں کیونکہ کبیر میرا تھا میرا ہے اور میرا رہے گا جو کرنا ہے کر لو لیکن ایک بات بتا دوں کہ میں وہ ہار مان جانے والی انابیہ نہیں رہی مجھے تم جیسے پتھروں کو ٹھوکر مار کر اپنے راستے سے ہٹانا آ گیا ہے۔ رہی بات محبت کی تو اس بار تمہیں تو میں کسی قیمت پر نہیں جیتنے دوں گی۔" اطمنانیت اور پر سکون انداز سے کہتی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بیگ اٹھایا اور تھوڑا اس کی طرف جھکی۔

"میرے دشمن بہت ہیں ایک میں اضافہ ہو بھی جائے تو فرق نہیں پڑتا۔ ویلکم یور نیم ٹو مائی اینیمیز لسٹ۔" پر اعتماد مسکراہٹ سے کہتے ہی وہ وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی جویریہ نے کہنیاں ٹیبل پر ٹکائیں اور ہتھیلیوں پر سر گرا گئی۔ اسے چلانا تھا اپنی بھڑاس نکالنی تھی لیکن خود پر ضبط کرتی وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

آج کالج سے آتے ہی وہ سو گئی تھی اور اب شام ہونے سے پہلے ہی اٹھ بھی گئی تھی۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے اسے شہناز بریکنگ نیوز دے کر گئی تھی کہ آج انابیہ جلدی گھر آگئی ہے اسی لیے بنا دیر کیے وہ تیزی سے کمرے سے نکلی اور بھاگتے ہوئے سیڑھیاں پھلانگتے وہ لونگ روم جا پہنچی۔۔

"آپی!!" اپنی پھولتی سانسوں کے درمیان وہ دروازے میں کھڑی یہی بول سکی۔ انابیہ جو صوفے کی پشت پر سر گرائے ہوئے تھی ردا کی آواز پر چونک کر اٹھی۔۔ "آپ نے عالیان کو تو نہیں بتایا کہ میں ان سے۔۔" آدھا جملہ وہ ضبط کر گئی یا شاید اس سے ضبط ہو گیا۔ انابیہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی لیکن پھر خود بخود سمجھ کر ابرو اٹھائے۔

"میں کیوں بتاؤں گی بھلا۔۔ جانتی ہوں تم کبھی بھی اس پر کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دو گی۔۔" اس کے کہتے ہی ردا فوراً سے مسکرائی۔

"میں شادی کے لیے تیار ہوں۔ آپ ان سے کہہ دیں۔ لیکن صرف نکاح۔۔ میں ظفر کو دکھانا چاہتی ہوں کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔۔" چیلنجنگ انداز سے کہتے ہی وہ واپس بھاگ گئی۔ انابیہ نے سر پھر سے گرا لیا۔ اس کی زندگی کی ولن جویریہ، اس کی بہن کی زندگی کا ولن ظفر اور ان سب کی زندگی کا ولن جہانزیب۔۔ اففف وہ سب کتنے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔

"اور اس عالیان کو بھی بہت شوق ہے نا مجھ جیسے عذاب سے شادی کرنے کا۔ زندگی عذاب نہ بنائی نا تو میرا نام بھی ردا نہیں۔۔" یہ جملہ اس نے سیڑھیوں پر بھاگتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا تھا۔

دونوں ہی لڑکے اسے پسند نہیں تھے کیونکہ دونوں نے ہی اس کی زندگی مشکل میں ڈال رکھی تھی۔ ایک جس سے وہ شدید نفرت کرتی تھی اور دوسرا جس سے وہ شدید محبت کرتی تھی۔

یہ فجر کے بعد صبح صبح کا وقت تھا جب وہ لان میں کافی دیر سے ٹہل رہی تھی۔ بار بار نظریں اٹھا کر عالیان کے کمرے کی بالکونی کی طرف بھی دیکھ رہی تھی جس کا دروازہ اب بھی بند تھا۔ روز وہ اپنی بالکونی سے دیکھتی تھی تو وہ اٹھا ہوتا تھا آج جب ردا منتظر تھی تو اس نے نہیں آنا تھا۔ کوفت سے سر جھٹک کر وہ جانے ہی والی تھی تب اس نے ایک آخری دفعہ سر اٹھا کر دیکھا اور پھر یوں ہوا کہ دروازہ کھل گیا اور ردا نے اس کی ایک جھلک دیکھتے ہی واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس نے تیزی سے سر واپس جھکا لیا اور پھر سے ٹہلنے لگی۔ ٹریک سوٹ میں ملبوس عالیان چلتے ہوئے ریلنگ کے قریب آ کھڑا ہوا اور تب ہی اس کی نظر نیچے لان میں ٹہلتی ردا پر پڑی۔ کل رات انابیہ اسے ردا کی رضامندی کا بتا چکی تھی۔ وہ بری طرح سے شاک ہوا تھا۔ ساری رات اسی صدمے میں سو بھی نہیں سکا تھا۔ اگر ردا کل رات جلدی نہ سو گئی ہوتی تو وہ اسی وقت اس سے کمرے میں جا کر پوچھتا لیکن خیر اب بھی موقع اچھا تھا اسی لیے وہ مزید وقت ضائع کیے بغیر دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا گیا۔ ردا نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی نظر اس پر ٹھہری جو اسی کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے فوراً سے بھی پہلے اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو نارمل کیا۔ ایک تو وہ بلیک ٹریک سوٹ پہنے ہوئے تھا اور اوپر سے ظالم کے گھنگرالے بال بھی ماتھے پر پڑے تھے۔

"اچھی بات ہے صبح صبح واک کرنی چاہیے۔۔" وہ اس کے قریب آتے ہی بولا۔ "ویسے کیا تم روز واک کرتی ہو؟" وہ دونوں اب ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اس کے سوال پر ردا ہڑبڑا سی گئی۔ وہ تو روز واک نہیں کرتی بلکہ کبھی بھی نہیں کرتی لیکن اب اسے وہ کیا جواب دے اگر وہ روز کا کہے گی تو یہ تو روز ہی لنگوروں کی طرح بالکونی پر لٹکتا رہے گا اور اگر نہ کہے گی تو بھی یہاں چلا کاٹنے کی وجہ کیا بتائے گی؟

"روز تو نہیں کبھی کبھی جب دل کرے تو۔۔" اسے یہی بہانہ مناسب لگا تھا۔ عالیان نے سمجھ کر سر اثبات میں ہلایا۔ پھر دونوں یوں ہی چلتے رہے کیونکہ خاموشی حائل ہو چکی تھی۔ بلآخر گہرا سانس بھرتے عالیان نے وہ پوچھنے کی ہمت کی جو پوچھنے کے لیے وہ آیا تھا۔

"انابیہ بتا رہی تھی کہ۔۔" وہ رک گیا اور پھر بولا۔۔ "کہ تم شادی کے لیے راضی ہو۔ مجھ سے شادی کے لیے۔۔" ایسے بول رہا تھا جیسے یقین نہیں ہوا اور ابھی ردا پھر سے ارمانوں پر پانی نہ پھیر دے۔

"جی راضی ہوں۔۔" اس کے قدم رک گئے اور دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ردا تھوڑا آگے پہنچ چکی تھی۔۔

"مگر کیوں؟ تم نے تو انکار کر دیا تھا نا؟" وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے بولا۔۔ خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ ردا نے رک کر اسے بھنویں سکیڑ کر دیکھا۔

"جب میں نے انکار کیا تھا تو آپ نے کہا تھا کہ میں سوچ لوں۔ یاد ہے نا؟ یہ لان گواہ ہے۔۔" اس نے بازو پھیلا کر جیسے لان کی طرف متوجہ کرواتے ہوئے کہا۔۔ "اور اب جب میں نے ہاں کر دی ہے تو اب بھی آپ پوچھ رہے ہیں کیوں۔ چاہتے ہیں کیا ہیں آپ؟؟" اس نے بازو سینے پر باندھے لیے۔

"تمہیں۔۔"

"جی؟؟" ردا کو جیسے سمجھ نہ لگی۔

"تمہیں چاہتا ہوں۔۔" اب سمجھ لگنے پر اس نے سر جھٹک کر اسے دیکھا اور پھر سے چلنے لگی۔

"آ بیل مجھے مار والی بات ہو گئی یہ تو۔ میں پھر سے آپ کو وارن کر رہی ہوں خود ہی انکار کر دیں میں آپ کی زندگی عذاب بنا دوں گی۔۔" اس نے جیسے منت کرتے ہوئے کہا۔۔

"تم میری زندگی میں آؤ گی تو میری زندگی عذاب بن جائے گی؟ سیریسلی؟؟" اسے ہنسی آ رہی تھی۔ ردا نے ایک غصیلی نگاہ اس پر ڈالی اور پھر سامنے دیکھنے لگی۔

"کوئی بات نہیں مجھے اپنی زندگی میں تم جیسا عذاب قبول ہے۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے تنگ آجائیں گے۔۔"

"مجھے تمہارا تنگ کرنا بھی قبول ہے۔۔"

"میں ساری زندگی بلاوجہ کے پنگے لیتی رہوں گی۔۔ سوچ لیں۔۔" اس کا انداز پھر سے التجائیہ تھا۔۔

"مجھے تمہارے سارے پنگے قبول ہیں۔۔" اس سے پہلے ردا کچھ اور بولتی عالیان تیزی سے بولا۔۔ "بس اب کچھ مت کہنا میں تین دفعہ قبول ہے قبول ہے قبول ہے کہہ چکا ہوں۔۔ اب تمہاری باری۔۔" ردا رک گئی تو وہ بھی رک گیا۔۔

"آپ کو یہ سب مذاق لگ رہا ہے؟؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔۔ "میں کچھ نہیں بول رہی۔۔ ہونہہ۔"

"اچھا ٹھیک ہے نکاح والے دن تو بولو گی نا۔۔" وہ پوچھ نہیں رہا تھا اسے تنگ کر رہا تھا۔ ردا نے آنکھیں بند کیے گہرا سانس لیا اور آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر مسکرائی۔۔

"ویلکم ٹو جہنم۔۔" اسے دعوت دیتی وہ وہاں سے چلی گئی جبکہ اس کے جاتے ہی عالیان زور سے ہنسا۔ اسے تو جہنم میں بھی حور مل رہی تھی۔۔ سبز آنکھوں والی خوبصورت حور!!!

دو دن گزر چکے تھے اور اس حساب سے اب نکاح میں صرف پانچ دن باقی تھے کیونکہ ناصر عالم کی فرمائش تھی کہ نکاح ایک ہفتے بعد ہی ہوگا اور اس خبر نے سب میں ہی افراتفری ڈال دی تھی۔ سب سے برا تو مناہل احمد عالم کے ساتھ ہوا تھا کیونکہ نکاح کے اگلے دن ہی اس کے فائنل ایگزامز شروع تھے لیکن بجائے ابھی سے

تیاری کرنے کہ وہ بیچاری کر ہی کیا سکتی تھی۔ بس اسی لیے وہ صبح صبح ہی لان میں کتابیں لیے بیٹھ گئی۔ بالوں کی اونچی بنائے ایک کرسی میں بیٹھے وہ سامنے میز پر رکھی کتاب میں کھوئی ہوئی تھی دفعتاً پڑھتے پڑھتے اس نے سر اٹھایا تو اس کی نظر گیٹ پر کھڑے ایک ادھیڑ عمر شخص پر ٹھہری جو حسن چچا سے کچھ کہہ رہا تھا۔ مشکوک نظروں سے دیکھتے دیکھتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا ہوا چچا کون لوگ ہیں یہ؟" اس نے فوراً قریب جا کر مشکوک نظریں اس ادھیڑ عمر شخص پر ٹکائے حسن چچا کو مخاطب کیا۔ سر پر سفید پگ، چہرے پر گھنی سفید داڑھی اور اور بڑی بڑی گھنی سفید مونچھوں والا شخص کچھ عجیب ہی ترسی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس شخص کے ٹھیک پیچھے سفید پگڑی میں ہی ایک شخص اور بھی کھڑا تھا جو شکل سے عرصے کا بیمار لگ رہا تھا یوں جیسے کوئی اسے وینٹی لیٹر سے اٹھا لایا ہو۔

"کوئی صاحب ہے حیدر آباد سے خاص بڑے صاحب سے ملنے آئے ہیں۔" چچا کو جتنا بتایا گیا تھا ہو بہو انہوں نے مناہل کو بتا دیا۔ مناہل نے سر اثبات میں ہلا کر پھر اس شخص کو دیکھا جس کی آنکھیں اسے دیکھ دیکھ کر اب نم ہونے لگی تھیں۔

"چچا تو عمر کا ہی لحاظ کر لیں۔ کب سے کھڑے ہیں وہ۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے فکریہ انداز میں بولی۔ اب تو اس شخص کو پکا یقین ہو گیا تھا کہ وہ ناصر یا احمد میں سے ہی کسی کی بیٹی ہے کیونکہ ایسی تربیت ناہیدہ اور راحیلہ کے علاوہ اور کر ہی کون سکتا تھا۔

"آپ اپنا نام بتائیں میں چچا جان سے آپ کی ملاقات کروا دیتی ہوں۔۔" اس نے خوش اسلوبی سے پوچھا۔ وہ شخص پہلے تو کچھ بول ہی نہ سکا شاید گلے میں کچھ اٹک گیا تھا۔۔ ندامت کا کانٹا۔

"عالم خان۔۔" وہ بمشکل بولے۔

"چچا آپ ان کو اندر لے کر آئیں میں۔۔" وہ جو حکم کر کے ابھی پلٹی ہی تھی برف کی ہو گئی۔ کیا اسے نام سننے میں غلطی ہوئی تھی۔ اسکی رنگت یکدم سفید پڑ گئی تھی۔ بمشکل اس نے پلٹ کر اس شخص کی آنکھوں میں دیکھا جس کی آنکھیں اب پہلے سے زیادہ نم تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے گلے میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے وہ وہ پھر پلٹ کر بھاری قدموں سے آگے بڑھ گئی۔

ناصر صاحب اور انابیہ اس وقت ساتھ ہی لونگ روم میں بیٹھے تھے۔ وہ دونوں سے آفس نہیں گئی تھی بس اسی حوالے سے ناصر اسے سمجھا رہے تھے تبھی دونوں کی نظر اندر آتی مناہل پر رکی جس کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ہے منو کوئی بھوت دیکھ لیا ہے؟؟" انابیہ نے اس کی یہ حالت دیکھتے ہی پوچھا۔

"وہ۔۔وہ۔۔آپی وہ۔۔" وہ کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔ انابیہ اور ناصر اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ تبھی دونوں کی نظریں اس سے ہٹ کر لونگ روم میں داخل ہوتے شخص پر ٹھہری۔ انابیہ کے لیے تو وہ چہرہ بلکل نیا تھا لیکن ناصر عالم اس چہرے کو دیکھتے ہی جیسے صدمے میں چلے گئے تھے۔ نا جانے کتنے سالوں بعد وہ اپنے باپ کو دیکھ رہے تھے اب تو گنتی بھی انہیں بھول گئی تھی۔

"بابا سائیں۔۔" ان کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ جبکہ ان کی آواز پر انابیہ بری طرح چونک کر ان کی طرف گھومی جو بنا پلکے جھپکے دروازے میں کھڑے شخص کو دیکھ رہے تھے۔

لونگ روم کی سفید دیواریں تمام رازوں اور اعترافات کو خود میں جزب کر چکی تھیں۔ ایک طویل گفتگو کے بعد وہاں لفظوں کی مکمل خاموشی تھی لیکن عالم خان کی سسکیوں کی آواز اب بھی تھی جو صوفے کی ایک

طرف بیٹھے چہرہ جھکائے مسلسل رو رہے تھے۔ مرکزی صوفے پر انابیہ رنجیدہ سی اور عالیان خود پر ضبط کیے بیٹھا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس شخص کو ابھی کے ابھی گھر سے باہر نکال دے۔ اس کے بلکل ساتھ ہی ناصر صاحب کی ویل چیئر تھی اور ان کے پیروں کے قریب ہی سرخ آنسوئوں سے بھری آنکھیں لیے شالا کارپٹ پر بیٹھا تھا۔ بائیں طرف والے صوفے پر ردا اور مناہل بیٹھی تھیں۔ عالم خان کے آنے کی بریکنگ نیوز منو نے ردا اور عالیان کو ان کے اپنے اپنے کمروں جا کر دی تھی۔

"وقت نے مجھ پر ظلم کیا ہے جو مجھے جہانزیب کا اصلی بھیانک چہرہ اتنی دیر سے دکھایا کہ میں اب سوائے رونے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتا۔۔" انہوں نے روتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لفظ ادا کیے۔ ناصر بلکل خاموش تھے ان کے پاس بولنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ سامنے بیٹھا شخص بھی ان کا باپ تھا جو خود ندامت کے گرد چکر لگا رہا تھا وہ انہیں بھی کیا کہہ سکتے تھے۔۔

"شالا تم بیمار ہو اٹھ جائو یہاں سے۔" انہوں نے جھک کر شالا کو کندھوں سے تھامتے ہوئے کہا۔

"نہیں چھوٹے سائیں مجھے کچھ دیر ایسے ہی بیٹھے رہنے دیں کیا پتہ آپ کے پیروں میں بیٹھے بیٹھے ہی مجھے موت آجائے۔۔" اس کا انداز التجائیہ تھا۔

"مت بولو ایسے۔۔ موت آسان نہیں ہوتی میں نے بہت قریب سے دیکھی ہے۔۔" ان کا لہجہ سخت مغموم تھا۔ شالا پھر بھی نہیں اٹھا وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔

"ناجانے ایسا کون سا جادو کر دیا تھا جہانزیب نے مجھ پر جو میں صرف اس کی سنتا رہا۔ عقل سے پیدل ہو گیا تھا میں۔۔" عالم خان نے افسوس سے گلوگیر آواز میں کہا۔

’’صرف عقل سے پیدل نہیں آپ اندھے گونگے بہرے سب ہو گئے تھے۔۔" اتنی سرد مہری سے وہاں بیٹھا ایک شخص ہی بول سکتا تھا۔ عالیان ناصر عالم جو کب سے اپنے لفظوں کو روک کر بیٹھا ہوا تھا۔ عالم صاحب نے تڑپ کر نظریں اٹھا کر اپنے پوتے کو دیکھا۔

’’عالیان پلیز۔۔" انابیہ نے فوراً اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اسے آنکھوں دکھائیں۔

’’کیا پلیز انابیہ۔۔ یہ یہاں اب کیوں آئے ہیں؟ ان کے معافی مانگنے سے کیا ہو جائے گا میری ماں واپس آجائے گی؟؟ تمہارے ماں باپ واپس آجائیں گے؟؟" سختی سے کہتے اس نے اپنی نفرت بھری نظریں عالم خان کی طرف اٹھائیں۔۔" کیوں جہانزیب کی ہر بات ان کے لیے سچی اور آخری بات ہوتی تھی؟ کیوں انہوں نے اپنے باقی دونوں بیٹوں پر صرف اس کو فوقیت دی؟ کیوں اولاد میں توازن نہ رکھ سکے؟ صرف جہانزیب کی جھولی میں دنیا کی ساری محبت دولت عزت رکھ دی؟ کیوں یہاں بیٹھا ہر شخص ان کو سن رہا ہے کوئی ان سے پوچھتا کیوں نہیں ہے؟؟" اس کی آواز بہت اونچی تھی اور وہ ہر تمیز بالائے تاق رکھے سب سے مخاطب تھا۔ عالم خان نے سر پھر سے گرا دیا کیونکہ ان کا پوتا انہیں سچائی کا آئینہ دکھا رہا تھا جو ان سے دیکھا نہیں جا رہا تھا۔۔

’’میری بات سنیں عالم صاحب۔۔ اولاد میں برابری نہ رکھنا ایک ناکام باپ کی نشانی ہوتی ہے۔ نہ آپ اس شیطان کو اتنی ڈھیل دیتے اور نہ یہ سب ہوتا۔ لیکن خیر۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔" ہمیں جب آپکی ضرورت تھی تب آپ آنکھوں پر پٹی باندھے بیٹھے تھے اور اب ہمیں آپ کی ضرورت بلکل بھی نہیں ہے۔ میں آپ سب کی موجودگی میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر جہانزیب اور اس کی اولاد کا انجام میں نے اپنے ہاتھوں سے نہ لکھا تو میرا نام بھی عالیان ناصر نہیں۔۔"

’’تمہیں بھلے میری ضرورت نہ ہو بچے لیکن میں اس کا انجام لکھنے میں تم لوگوں کی مدد ضرور کروں گا۔۔"
انہوں نے دبی دبی آواز میں کہا۔ عالیان نے جو کہنا تھا وہ کہہ چکا تھا اب مزید کچھ بھی کہے بنا ہی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا لونگ روم سے نکل گیا۔

’’اس کی باتوں کا برا مت مانیے گا بابا سائیں۔۔"ناصر نے اس کے جاتے ہی عالم صاحب سے کہا۔

’’میں اس کی دلیری سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ وہ تمہارا بیٹا کم احمد کا بیٹا زیادہ لگتا ہے۔۔"وہ زخمی انداز سے مسکراتے ہوئے بولے۔۔"میں تم لوگوں کا بھرپور ساتھ دوں گا مگر ان سب میں جہانزیب کی بیٹی مسکان کو مت گھسیٹنا وہ بہت صاف دل ہے بہت اچھی ہے بلکل تمہاری ان بچیوں کی طرح۔۔"انہوں نے التجائیہ انداز میں کہتے ہوئے باری باری انابیہ ردا اور مناہل کو دیکھا۔ انابیہ پیشانی مسلتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔ ردا اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی اور باقی سب ویسے ہی بیٹھے رہے۔

"یعنی عالم خان کے سامنے سارے راز کھل گئے ہیں۔۔"کبیر ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔ اس کی سنجیدہ نظریں سامنے سڑک پر تھیں۔ عالیان اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ونڈ اسکرین سے باہر ڈھلتے سورج کو دیکھ رہا تھا۔

’’"اب کیا فائدہ۔۔"اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔ وہ اسے آج صبح ہونے واقعے کے بارے میں سب کچھ بتا چکا تھا۔ کچھ ہی دیر میں کبیر نے گاڑی روک دی۔ دونوں اپنی اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر نکلے۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"کبیر گیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا جب عالیان نے اس کے پیچھے آتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ دکھانا ہے تمہیں۔۔"وہ لاک کھولتے ہوئے مصروف انداز میں بولا۔

"آج چاچا نظر نہیں آرہے؟؟" ہمیشہ گیٹ چاچا کھولتے تھے آج لاک دیکھ کر وہ تھوڑا حیران ہوا تھا۔۔

"جب میں اور فرہاد کسی کو اٹھا کر لاتے ہیں تو چاچا کو کچھ دنوں کے لیے فارغ کر دیتے ہیں۔۔" اپنے سوال کے جواب پر عالیان سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ گیٹ کھل چکا تھا اور وہ دونوں اب اندر آ گئے تھے۔

"تم میری بات کر رہے ہو؟" بجائے گھر کے داخلی دروازے کے اس کے قدموں کا رخ دائیں طرف تنگ راہداری پر تھا عالیان بس اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

"افف عالیان تم اپنے پیروں پر چل کر آئے ہو میں نے کہا ہم جسے اٹھا کر لاتے ہیں یعنی کڈنیپ۔" وہ اب لوہے کے بنے دروازے کا تالا کھول رہا تھا۔ اب جا کے عالیان کو سمجھ آئی تھی لیکن ذہن میں اب بھی ایک سوال تھا وہ یہ کہ ایسا کون تھا جسے یہ لوگ کڈنیپ کر لائے تھے؟

گیٹ کھلتے ہی نیچے کی طرف سیڑھیاں جاتی تھیں۔ وہ ایک بیسمینٹ تھا اور یہاں عالیان پہلی دفعہ آیا تھا۔

سیڑھیوں کے اختتام پر ہی سامنے ایک سفید روشن ہال نما کمرہ تھا اور اس کے سفید چمکتے ہوئے فرش کے عین درمیان میں کرسی سے ایک وجود بندھا پڑا تھا جو غالباً نیند کی وادیوں میں تھا۔

"کتنے اچھے کڈنیپر ہو تم دونوں۔۔ بندے کو روشن کمرے میں لا کر باندھ دیتے ہو اور یوں کہ اس کے لیے روشن دان بھی کھلا چھوڑتے ہو۔۔ امپریسو۔۔" ایسا اس نے اس روشن کمرے اور اپنے پیچھے کھلے دونوں راشن دانوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "ویسے یہ ہے کون؟؟" اس وجود پر مشکوک نظریں ٹکائے اس نے کبیر سے پوچھا جو اس کے پیچھے تھا جبکہ عالیان اس کرسی سے بندھے وجود کے بالکل پاس کھڑا تھا۔

"ظفر کا پرسنل باڈی گارڈ۔۔" اس قدر حیران کن جواب ملنے پر وہ بجلی کی تیزی سے اس کی طرف گھوما اور حیرت سے اسے دیکھے گیا۔

"نہیں یار؟؟" اسے جیسے اب بھی اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

"یہ فرہاد بڑا تیز ہے اس کے گارڈ کا پیچھا کیا۔ اس پر حملہ کیا تھوڑی بہت دھلائی کی اور اٹھا کر ادھر لے آیا۔" وہ ہنستے ہوئے داد دینے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"یہ سب کب کیا اس نے اور تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"وہ سب کر کے بتاتا ہے یہ اس کی عادت ہے مجھے بھی کل ہی فون پر سب بتایا ہے جانتے ہو وہ کہاں ہے؟؟"

کبیر نے لب دائیں طرف پھیلاتے ہوئے اس کے حیرت کی زد میں آئے چہرے کو دیکھا۔

"ظفر کا پرسنل باڈی گارڈ بنا گھوم رہا ہے ہینا؟؟" عالیان نے اندازہ لگایا۔

"ایگزیکٹلی۔۔۔"

"اومائی گارڈ۔۔" اس نے سر پر ہاتھ رکھے خوشگوار حیرت کے باعث گہرا سانس بھرا اور اگلے ہی لمحے ہنس دیا۔

دو دن پہلے:

"یار تم نے تو ایجنسی آنا ہی چھوڑ دیا۔۔" سربراہی نشست پر بیٹھا اس کا باس اس سے گلا کر رہا تھا جو بڑے ہی اطمینان سے سامنے چیئر پر بیٹھا ہاتھ میں پکڑے چمکتے ہوئے گول پیپر ویٹ سے کھیل رہا تھا۔

"آج آگیا ہوں نا سر۔۔" سامنے گلاس ونڈو سے آتی سورج کی روشنی میں اس کی سرمئی آنکھیں ہلکے رنگ کی ہو کر چمک رہی تھیں۔

"جاب کیسی چل رہی ہے تمہاری؟"

"جاب سے تو نکال دیا گیا ہے۔۔"اس نے افسوس سے گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا اس کا باس اس بات پر بری طرح چونکا تھا۔

"مگر جہانگیر صاحب نے تو مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں دی سچ بتاؤ فرہاد کیا کیا ہے تم نے جو یہ وجہ پیش آئی؟"اس بار باس کے لہجے میں تھوڑی سختی تھی۔

"سر میں نے کچھ نہیں کیا بس انابیہ میم نے ہی کہا کہ ان کو گارڈ کی ضرورت نہیں ہے سو انہوں نے مجھے فائر کر دیا۔۔"کندھے اچکا کر بولتے ہوئے اس نے پیپر ویٹ روشنی کے سامنے کر کے دیکھا جس پر پڑتا سورج کا عکس اسے مزید چمکا رہا تھا۔ باس نے تاسف سے سر جھٹکا۔

"وہ جاب تمہارے لیے بہت ضروری تھی خیر میں بندوبست کروا دوں گا کہیں اور تم پریشان مت ہونا۔۔" انہوں نے جھک کر میز کے دراز کھول کر کچھ پیپرز نکال کر اپنے سامنے رکھے۔

"سر سمجھے بندوبست ہو گیا ہے آپ کو بس ایک کال کرنی ہے۔۔" باس نے اس بات پر سر اٹھا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا جس کی نظریں اب بھی اس گول پیپر ویٹ پر جمی تھیں۔۔"جہانزیب عالم خان کے بیٹے ظفر جہانزیب کے پرسنل باڈی گارڈ کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے اور یہ آج صبح صبح ہی کی بات ہے۔۔"اس خبر پر باس کے لب حیرت کے باعث گول ہوئے۔

"اوہ۔۔ لیکن تمہیں یہ کس نے بتایا؟"

"گارڈ ہوں اور گارڈز سے جڑی خبریں مل ہی جاتی ہیں۔ اس سے پہلے وہ کسی اور گارڈ کا بندوبست کریں آپ ان کو میرا نام پیش کر دیں۔۔ کراچی میں ہماری ایجنسی کا ایک بڑا نام ہے اور آپ سے جان پہچان بھی ہے اس کی وہ فوراً حامی بھر لے گا۔۔" باس نے ایک ایک بات پر غور کیا اور سمجھ کر سر ہلایا۔

"تم بے فکر رہو۔۔میں جتنا جلدی ہو سکے بات کرتا ہوں۔۔" انہوں نے تسلی آمیز انداز میں کہا تو فرہاد پیپر ویٹ ٹیبل پر رکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"کوشش کیجئے گا سر مجھے جاب کی بہت ضرورت ہے۔اب اجازت دیں چلتا ہوں۔۔"

"تم بے فکر ہو کر جاؤ۔۔" فرہاد خوش دلی سے مسکرایا اور دروازے کی طرف پلٹا لیکن جاتے وقت اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔۔دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے وہ سیٹی بجاتے بجاتے آفس سے نکل گیا۔

شام میں ہی اسے اس کے باس کی کال آگئی تھی کہ انہوں نے اس کا کام کر دیا ہے۔یہ خبر سب سے پہلے اس نے کبیر کو دی اور تیاری کر کے ظفر جہانزیب کی کراچی والی حویلی میں پہنچ آیا۔اب وہ اس کی حویلی کے عالیشان لائونج میں کھڑا تھا جہاں شاہی طرز کا مہرون رنگ کا فرنیچر چھت پر لگے قطار در قطار جھومر جن کی سنہری روشنی چمکتے ہوئے فرش پر سنہرا عکس ڈال رہی تھی۔سامنے ہی وسیع سیڑھیاں تھیں جس کے درمیان پر سرخ کارپٹ ان سیڑھیوں کی شایان شان میں اضافہ کر رہی تھی۔سیڑھیوں کے عین اختتام میں دائیں اور بائیں طرف دو شیروں کے مجسمے سے بنے تھے۔حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ اکیلا صرف گارڈز اور نوکروں کے ساتھ اس اتنی بڑی حویلی میں رہتا تھا وہ بھی صرف کراچی میں پڑھنے کے لیے۔

کچھ ہی دیر کے انتظار کے بعد اسے ظفر جہانزیب سیڑھیوں سے اترتا ہوا دکھائی دیا جو ہاف وائٹ قمیض شلوار پہنے بلکل فریش دکھائی دے رہا تھا۔

"ویلکم فرہاد میر۔۔" وہ اس کے قریب آتے ہی خوشگوار آواز میں بولا۔" تمہیں تمہارے باس نے تو سب بتا دیا ہوگا۔۔" اس نے بنا ادھر ادھر کی بات کیے مدعے کی بات کی۔

"یس سر۔۔" فرہاد نے تابعداری سے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔۔ میں پھر بھی تمہیں سب پھر سے بتا دیتا ہوں۔۔'' وہ اطمینان سے کمر پر دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے بولا۔۔ '' جیسے کہ تم نے یہاں پر دیکھا ہو گا میرے پاس گارڈز کی کمی نہیں ہے لیکن یہ سب میرے باپ کے پالتو کتے ہیں میری ایک ایک خبر میرے باپ تک پہنچا دیتے ہیں اور میں ٹھہرا ال لیگل بندہ۔۔ ''اس نے فخریہ انداز سے کندھے اچکائے۔۔ '' بہت سے ایسے کام کرتا ہوں جن کی خبر میرے باپ کو نہیں لگنے دیتا۔۔ ''فرہاد غور سے اسے سن رہا تھا۔۔ ''اسی لیے میرے پوشیدہ کاموں کے لیے مجھے ایک پرسنل باڈی گارڈ کی ضرورت ہوتی ہے جو میرا وفادار بن کر رہے ان جگہوں میں میرے ساتھ جائے جن کی خبر میرے علاوہ کسی کو نہیں ہوتی۔۔ میرا گارڈ بہت وفادار تھا میں اسے بھی ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہوں تب تک تم میرے ساتھ رہو گے۔۔ گوٹ اٹ ؟؟''

''آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی سر۔ میں لمبی باتیں نہیں کرتا بس اتنا کہوں گا میں آپ کا وفادار رہوں گا۔۔ '' ظفر نے داد دینے کے انداز میں سر تا پیر اس چوڑی جسامت والے گارڈ کو دیکھا۔ شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی کیونکہ وہ ایک بہت ہی زبردست ایجنسی کا سب سے وفادار گارڈ تھا۔

اگلی ہی صبح فجر کے وقت وہ ظفر کے ساتھ ایک ویران سی جگہ پر آیا تھا۔ وہ سمندر کی پچھلی طرف لگتی ایک سنسان جگہ تھی جہاں بڑے بڑے پرانے تین چار کنٹینرز تھے۔ فرہاد گاڑی کے پاس ہی کھڑا تھا اس سے آگے آنے کی اسے اجازت نہیں تھی جبکہ ظفر تھوڑا دور مسلسل کلائی میں پہنی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کسی کا منتظر کھڑا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ایک بڑی وین اس کی گاڑی کے ساتھ سے ہوتی سیدھا ظفر کے پاس گئی۔ دور سے ہی وہ ظفر کے چہرے پر خوشی دیکھ سکتا تھا۔ وین کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اس میں سے باہر نکلے۔ دونوں باری باری اس

سے گلے مل رہے تھے۔ان کا حلیہ بلکل دہشت گردوں والا تھا۔کندھوں سے نیچے آتے لمبے لمبے بال لمبی لمبی داڑھی اور کھلے کھلے کپڑے دیکھتے ہی فرہاد کو کچھ مشکوک سا محسوس ہوا۔اب وہ دونوں بڑے بڑے بیگ نکال کر ظفر کو دکھا رہے تھے۔ بیگز کا منہ کھول کر ظفر اندر پڑی شے کو دیکھتے ہی بڑا خوش ہوا تھا۔آخر کیا تھا ان بیگز میں ؟ اتنی دور سے ان کی آواز سننا بھی فرہاد کے لیے مشکل تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے کوئی چیز ظفر کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری۔اسے دیکھتے ہی فرہاد کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ظفر نے بجلی کی تیزی سے وہ سفید سفوف سے بھرا پیکٹ اٹھایا اور بیگ کے اندر ٹھونس دیا۔ فرہاد ہکا بکا رہ گیا تھا۔اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا یہ ظفر جہانزیب ایک ڈرگ اسمگلر نکلے گا۔یعنی وہ پورے شہر میں یہ ڈرگ اسمگل کرتا ہے اور بچوں اور جوانوں کو نشے کا عادی بناتا ہے۔اگلے ہی لمحے اس نے بیگز واپس گاڑی کے اندر رکھوا دیے۔اب ان میں سے ایک آدمی نے ایک چھوٹا بیگ اسے تھمایا۔یقیناً وہ اس نے اپنے استعمال کے لیے لیے تھے۔دونوں کے کندھوں پر تھپکی دینے کے بعد اس نے بیگ پکڑا اور بڑے ہی اطمینان سے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا۔ آتے ہوئے اس نے بغور فرہاد کا چہرہ دیکھا تھا جو بلکل نارمل دکھائی دے رہا تھا جیسے اسے کچھ بھی معلوم نہیں ہوا ہو گا جبکہ وہ شاید نہیں جانتا تھا کہ فرہاد میر چیل جیسی نظر کا مالک تھا۔۔

موجودہ وقت:

رات ہو گئی تھی اور وہ آفس میں بس سب وائینڈ اپ کر کے گھر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ دفعتاً اس کا فون تھر تھرایا بس ایک لمحے کے لیے۔ لیپ ٹاپ بند کر کے اس نے میسج چیک کرنے کی غرض سے ٹیبل پر پڑا فون اٹھا کر اس کی اسکرین روشن کی۔

"تمہارا کراچی بہت خوبصورت ہے اور اس سے بھی زیادہ خوبصورت اس سیاہ آسمان کے تلے اس کا وسیع سمندر ہے اور یہ منظر اور بھی حسین ہو جائے اگر تم اسے اپنا دیدار بخش دو۔ تمہاری منتظر سی کھڑی ہوں اگر آجائو تو تمہارا مجھ پر بہت بڑا احسان ہو گا۔" مسکان کے الفاظ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں اسے بلکل اندازہ نہیں تھا وہ اس کے لیے کراچی آجائے گی۔ وہ بجلی کی تیزی سے اٹھا اور آفس سے نکل گیا۔

سرخ رنگ کا پیروں تک آتا فراک، سینے پر پھیلایا ہوا دوپٹہ اور اس کے کھلے بال اس سیاہ رات کی ہوا کے ساتھ رقص کرتے معلوم ہو رہے تھے۔ بازو ہوا میں پھیلائے آنکھیں بند کیے وہ سر کو تھوڑا اوپر اٹھائے صرف لہروں کے شور کو محسوس کر رہی تھی۔ وہ لہریں جن کا شور اس کے دل کی بے قابو ہوتی دھڑکنوں کے شور سے ہار رہا تھا۔ کہتے ہیں سرخ رنگ محبت کی علامت ہوتا ہے اور آج محبت کا دن تھا اس کے اعلان کا دن تھا۔۔ آج مسکان کا دن تھا۔ تبھی اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"حوصلہ رکھو حوصلہ رکھو۔۔ آرہا ہے وہ۔۔" اس نے لہروں کو مخاطب کیا۔۔ "میں جانتی ہوں تم بھی بے تاب ہو میرے اس دل کی طرح۔۔ کیا کریں وہ ہے ہی ایسا کہ اس سے محبت کرنا سب پر فرض ہو جاتی ہے۔ بس کچھ وقت اور پھر وہ ہمارے سامنے ہو گا۔" وہ بلند آواز میں ہنستے ہوئے لہروں سے باتیں کر رہی تھیں۔ وہ لہریں بھی اسے جواب دے تو رہی تھیں اپنی آواز میں اپنی زبان میں۔۔ اس نے اپنے ہونٹوں کے

گرد دونوں ہاتھ رکھے اور بلند آواز میں بولی۔۔ "تم گواہ رہنا۔آج میں اپنا دل اس کے سامنے کھول کر رکھ دوں گی۔آج میں محبت کا اعلان کر دوں گی۔بس تم گواہ رہنا۔۔"اور بس پھر وہ ہنسنے لگی اتنا زیادہ کہ ہنس ہنس کے اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔سمندر کی لہریں خود کو گواہ بنانے کے لیے راضی کر چکی تھیں۔

ایک گاڑی کے رکنے کی آواز پر مسکان کی ہنسی رک گئی۔اس نے فوراً دل پر ہاتھ رکھا جو اتنا تیز دھڑک رہا تھا کہ سینا چیر کے نکل جانے کا ارادہ تھا۔خود کو پر سکون کرنے والا ایک گہرا سانس بھر کے اس نے اپنی گردن گھمائی۔سیاہ گاڑی کا دروازہ کھولتے وہ باہر نکلا تھا۔مسکان کا سانس رک گیا۔آج وہ بائیک پر نہیں تھا اور آج وہ مختلف دکھائی کیوں دے رہا تھا؟سیاہ رنگ کی شرٹ کے اوپر مہرون رنگ کا بلیزر اور سیاہ پینٹ اسے ایک مکمل اور کامیاب بزنس مین دکھا رہا تھا۔

"حیدرآباد جاب کے سلسلے میں آیا تھا۔۔"اس کے الفاظ اس کی سماعت سے ٹکرائے۔وہ قریب آرہا تھا اور وہ بس دم سادھے اسے دیکھے جا رہی تھی۔اور پھر وہ قریب آگیا مسکان سب بھول گئی یاد تھا تو بس یہی کہ وہ اس کے سامنے تھا۔پیچھے لہریں مچل مچل کر پاگل ہو رہی تھیں اور ادھر مسکان کا دل۔۔

"مجھے یقین تھا تم آئو گے۔۔"اتنی دیر میں اس نے ایک دفعہ بھی پلکیں نہیں جھپکی تھیں اور کبیر نے صرف یہی نوٹس کیا تھا۔وہ اس کے یہاں آنے کی وجہ جانتا تھا اور اس کی ترسی نظریں دلفریب مسکراہٹ اور سرخ جوڑا اس وجہ پر مہر لگا گیا تھا۔

"آج نہ آتے تو میں مر جاتی۔۔"کبیر کا چہرہ اب بھی سنجیدہ تھا۔مسکان کے لیے اس چہرے پر کوئی تاثرات نہیں تھے۔"مجھے تم سے آج بہت کچھ کہنا ہے فرہاد۔۔"

''کبیر۔۔''اس نے تیزی سے کہا۔۔''کبیر جہانگیر نام ہے میرا۔۔''مسکان گنگ رہ گئی اور اگلے ہی لمحے زور سے ہنس دی۔

''میں محبت کی بات کرنے آئی ہوں اور تم مذاق کے موڈ میں ہو۔۔''خود کی ہنسی کو قابو میں کرتے ہوئے وہ یہی بولی۔ ہوا کے جھونکے سے اس کے بال گال پر آ گرے۔''مجھے بولنے دو۔۔فرہاد۔ آج میرے بولنے کا دن ہے۔۔''بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے وہ جیسے تنبیہی انداز میں بولی۔

''نہیں۔۔آج صرف میرے بولنے کا اور تمہارے سننے کا دن ہے۔۔''کبیر نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔۔''آج کچھ رازوں پر سے پردے اٹھنے کا دن ہے۔ آج تمہاری بند آنکھیں کھلنے کا دن ہے۔۔''مسکان یک ٹک اس کا چہرہ دیکھے گئی۔ وہ ایسی باتیں کیوں کر رہا تھا؟

''کیسے راز؟؟''بلا آخر اس نے پوچھا۔

''میں کبیر جہانگیر ہوں۔ این۔جے بلڈرز کا سی-ای-او میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا۔۔''لہریں خاموش ہو گئی تھیں یا شاید وہ خود یہ سب سننے کے بعد بہری ہو گئی تھی۔ بے ساختہ وہ ایک قدم پیچھے ہوئی لیکن حیرت زدہ نظریں اس کی اب بھی کبیر پر تھیں جو اتنا بڑا سچ بولنے کے بعد بھی پر سکون کھڑا تھا۔ اس کا ہر قسم کے تاثرات سے عاری چہرہ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ وہ مذاق نہیں کر رہا۔

''کیوں کیا۔۔تم نے ایسا؟''اس کی آواز نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔''تم جانتے تھے نا کہ مجھے تم سے محبت ہے۔۔''وہ اپنے قدموں پر زور دیتی اس کے قریب ہوئی۔''بلکہ ایک منٹ۔۔تم نے جان کر مجھے خود سے محبت کرنے پر مجبور کیا۔۔''آنکھوں میں آنسو تھے بے یقینی تھی۔ کبیر کا چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔

''تم نے میرا استعمال کیا؟؟''وہ اسی جملے سے ڈرتا تھا۔ اب صحیح معنوں میں اس کا دل لرزا تھا۔

"چپ کیوں ہو؟ بولو فرہاد اپنا اصلی نام کیوں چھپایا تم نے؟" آواز رندھنے لگی تھی اور یہ کیا ہوا؟ اس کی آنکھوں سے آنسو جھلک پڑے تھے۔ وہ اب بھی اسے فرہاد کہہ رہی تھی۔

"اس کے پیچھے ایک وجہ تھی۔۔"

"وجہ؟؟" مسکان نے درشتی سے اسے گریبان سے پکڑا۔ "ایسی کون سی وجہ تھی؟ قیامت آنے والی تھی؟ کوئی مرنے والا تھا؟ ہاں بولو۔۔" وہ اتنا زور سے چیخ رہی تھی کہ اس کی پیشانی پر رگیں ابھرنے لگی تھیں۔

"محبت وجہ تھی۔۔" کبیر نے اس کی کلائیوں کو پکڑا۔ "محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر کیا میں نے جو بھی کیا۔۔" مسکان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی حتیٰ کہ اس نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔ "جانتی ہو میری محبت کون ہے؟" وہ اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔ "انابیہ احمد عالم جس کے خاندان کو تمہارے باپ نے تباہ کر دیا مسکان۔۔" اس کی آواز میں اب سختی تھی۔ مسکان پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔

"قاتل ہے تمہارا باپ۔۔ تم ایک قاتل کی بیٹی ہو۔"

"جھوٹ۔۔ جھوٹے ہو تم۔۔ میرے باپ کے بارے میں کچھ بھی غلط بولا تو میں بھول جاؤں گی کہ میں نے کبھی تم سے محبت کی۔۔" انگشت شہادت اٹھا کر اس نے پھاڑ کھانے والا انداز میں کہا تو کبیر آگے سے ہنس دیا۔

"انابیہ تمہاری کزن ہے تمہارے چچا احمد عالم کی بیٹی اس لحاظ سے جہانزیب نے تمہارے خاندان کو بھی تباہ کیا ہے۔ ناہیدہ راحیلہ احمد جانتی تو نا ان سب کو کہ نہیں؟؟" وہ چیخ پڑا جبکہ مسکان سن رہ گئی۔ اسے لگا اس کے جسم میں حرکت باقی نہیں رہی۔ وہ سب کو جانتی تھی اس نے سب کے نام اپنے دادا احمد عالم سے سن رکھے تھے۔ راحیلہ اور ناہیدہ کا نام تو وہ سن سن کر بڑی ہوئی تھی۔۔

"جھوٹے ہو تم۔۔" وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گئی۔ اس کا جسم خالی لگ رہا تھا ہاتھ پاؤں نے جیسے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ کبیر کو اس پر واقعی بہت رحم آ رہا تھا۔۔

''مسکان میری بات سنو۔۔''وہ اس کے قریب بیٹھنے ہی لگا تھا کہ مسکان نے اسے جھڑک دیا۔

''مجھے تمہاری کسی بات کا یقین نہیں ہے تم نے میرا دل توڑا ہے جو دل توڑتے ہیں وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔کبیر گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھا تھا۔اپنوں کے نام سن کر ہی اسے یقین ہو گیا تھا وہ بس خود کو تسلیاں دے رہی تھی۔

''میرا کام ابھی ختم نہیں ہوا تھا مگر بس میں مزید تمہیں دھوکے میں نہیں رکھ سکتا تھا۔مجھے تمہاری مدد چاہیے ۔''اس کا انداز التجائیہ تھا۔

''کبھی بھی نہیں۔۔میں تمہاری مدد نہیں کروں گی تم برے ہو۔تم جھوٹے ہو۔۔''اس کا چہرہ مکمل بھیگ چکا تھا اور آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

''تمہیں میرا یقین نہیں ہے اپنے دادا عالم خان کا تو یقین کرو گی نا جائو ان سے پوچھو وہ سب جانتے ہیں۔۔''کبیر کی آواز میں اتنی نرمی تھی جیسے وہ کسی چھوٹی بچی سے بات کر رہا تھا۔۔ اب کی بار مسکان پھر بری طرح حیران ہوئی تھی۔یہ کیا ہو رہا تھا اس کے ساتھ؟کیوں اسے پردے میں رکھا گیا تھا؟

''تم بہت اچھی ہو مسکان تم بلکل بھی اپنے قاتل باپ کی طرح نہیں ہو اسی لیے میں بھی پچھتا رہا ہوں تمہیں اس سب میں گھسیٹ کر لیکن میں سوائے تم سے مدد مانگنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔۔''وہ بس روتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔

''کیا کروں میں اپنے اچھے ہونے کا جب میرے ساتھ اچھا نہیں ہوا۔۔تم سب نے مل کر مجھے دھوکا دیا ہے۔میں کسی کو معاف نہیں کروں گی۔کسی کی مدد نہیں کروں گی اور تمہارا یقین بھی نہیں کروں گی۔تم نے میری نرم دلی کا فائدہ اٹھایا ہے۔اگر میرا باپ واقعی قاتل ہے تو تم کیا ہو؟تم اس سے بھی بدتر ہو۔۔سنا تم نے تم میرے قاتل ہو۔۔''چیخ چیخ کر کہتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔''نفرت ہے مجھے تم سے کبیر جہانگیر نفرت۔۔

تمہیں کوئی حق نہیں تھا میرے ساتھ اتنا گھٹیا کھیل کھیلنے کا۔۔" کہتے ساتھ وہ وہاں سے بھاگ گئی۔ کبیر کا جسم بے جان ہو گیا اور بس پتھرائی ں ظروں سے خلا میں دیکھتا رہا وہ تو اٹھنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا اسے تو جہانزیب سے بھی بدتر بنا دیا گیا۔

تو ثابت ہوا سرخ رنگ صرف خون کا ہوتا ہے اور آج خون کا دن تھا۔ آج خون ہوا تھا۔ مسکان کے دل کا خون۔ مسکان کی مسکان کا خون۔۔ لہریں گواہ تھیں مسکان کے خون کی گواہ تھیں انہیں محبت کا گواہ بننا تھا لیکن یہاں تو سب الٹا ہو گیا۔ وہ بھاگ رہی تھی بس روتے روتے پاگلوں کی طرح۔ لہریں اسے پکار رہی تھیں اسے روک رہی تھیں۔۔ بس اسے جلد سے جلد اس شہر سے نکلنا تھا کیونکہ جو کام کوئی نہ کر سکا وہ کراچی نے کر دیا تھا۔ مسکان کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب لا گیا تھا۔ وہ جس سمندر کو فخر تھا اپنے پانی پر اسے بتاؤ کہ مسکان کی آنکھوں کا پانی اس سے جیت گیا۔ وہ جس سمندر پر کچھ دیر پہلے اس کے قہقہے گونج رہے تھے اب وہاں اس کے رونے چلانے کی آوازیں تھیں۔ ابھی جہاں شہنائی بج رہی تھی اب وہاں ماتم ہو رہا تھا۔۔

"داستان ختم ہونے والی ہے۔۔" دور کوئی جون ایلیا کا دیوانہ صدائیں لگا رہا تھا۔

"داستان ختم ہونے والی ہے۔۔"

اس کے قدموں کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی تھی۔ لہریں اسکے قدموں کو چوم رہی تھیں اس کی منتیں کر رہی تھیں۔

"تم میری آخری محبت ہو۔۔"

گھٹنوں پر ہاتھ رکھے وہ رک گئی۔ سانس پھولی ہوئی تھی۔ لیکن جسم میں جان نہیں تھی۔

"تم میری آخری محبت ہو۔۔"

ایک زوردار چیخ مار کر اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور پھر سے بھاگتی چلی گئ۔۔ یہ جو کوئی بھی تھا اس کی صدائیں اس کے کانوں میں سیخ کی طرح لگ رہی تھیں۔

مخروطی چھت والے عالیشان کمرے میں عالم خان بستر پر پر سکون اور گہری تو نہیں مگر کچی پکی نیند میں تھے۔ پورا کمرہ اندھیرے میں نہایا ہوا تھا۔ دفعتاً کسی آواز پر وہ جھٹکے سے اٹھے۔ وہ کھڑکیاں کھلنے کی آواز تھی جس میں سے ہوائیں طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ دل پر ہاتھ رکھے انہوں نے گہرا سانس بھرا پھر سائڈ ٹیبل پر پڑا لیمپ روشن کیا اور خود پر سے چادر ہٹاتے کھڑکیوں کی طرف بڑھ گئے۔

''آج ہوائوں کو کیا ہو گیا ہے ؟! اتنی خطرناک ہوائیں۔۔'' وہ کھڑکی میں کھڑے ہوائوں کے بے قابو ہوتے شور کو سن رہے تھے۔ نا جانے وہ کس بات کا پیغام لا رہی تھیں۔ اتنا تو ان کو یقین ہو ہی گیا تھا کہ آج ہوائوں کا موڈ اچھا نہیں ہے۔ سر جھٹک کر انہوں نے کھڑکیاں بند کر دیں۔ اسی دوران ان کے کمرے کا دروازہ زور زور سے بجنے لگا۔ یکبارگی میں ہی اتنی دفعہ دستک ہوئی تھی کہ عالم خان ایک بار پھر پریشان ہو گئے تھے۔ رات کے اس پہر کون ان کے کمرے کا دروازہ زور زور سے پیٹنے کی شرمناک حرکت کر سکتا تھا۔۔ پیشانی پر ڈھیروں بل لیے وہ دروازے تک گئے لاک کھولا اور پھر سامنے سرخ لباس میں کھڑی لڑکی کو دیکھ کر دھنگ رہ گئے۔ اس کے بال بکھرے بکھرے سے تھے۔ آنکھیں اتنی سوجی ہوئیں تھیں کہ کھل بھی مشکل سے رہی تھیں۔ عالم خان اسے اس حالت میں کھڑا دیکھتے ہی ساکت رہ گئے تھے۔۔

''مسکان۔۔ یہ آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے ؟؟'' انہوں نے آگے بڑھ کر نرمی اور فکرمندی سے پوچھتے ہوئے اسے کندھوں سے پکڑ کر کمرے کے اندر کیا۔۔ وہ جن آنکھوں میں انہوں نے کبھی آنسو نہیں آنے

دیے آج آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ یہ وہ لمحہ تھا جب عالم خان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبا کر سارا خون نچوڑ دیا تھا۔۔

"کچھ بول کیوں نہیں رہی کچھ تو بولیں خدا کے لیے میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔۔" انہوں نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلائیں اس کے چہرے سے آنسو صاف کیے لیکن وہ بنا پلک جھپکے انہیں دیکھ رہی تھی۔۔

"جو میں بولوں گی وہ آپ سن نہیں سکیں گے بلکہ اس کے بعد خود بھی کچھ بول نہیں سکیں گے۔۔" اس کا گلا بیٹھ گیا تھا۔ آواز رندھی ہوئی اور پھٹی پھٹی معلوم ہو رہی تھی جیسے نا جانے کتنی ہی دیر چیختی رہی ہو چلاتی رہی ہو۔۔

"مجھے بتائیں کیا ہوا ہے؟؟" انہوں نے اتنا تڑپ کر پوچھا کہ ان کے سامنے کھڑی لڑکی زور سے ہنس دی۔۔

"جب ناہیدہ اور راحیلہ آپ کو چھوڑ کر جا رہی تھیں تب آپ کا دل ایسے کیوں نہیں تڑپا تھا؟ تب آپ نے انہیں کیوں نہیں روکا تھا؟" اس کی شکوہ کن اور جواب کی منتظر نظریں عالم خان پر ٹکی تھیں جبکہ وہ خود بلکل بت کی طرح خاموش ہو گئے تھے۔۔

"مجھ سے اور میرے باپ سے جتنی محبت کی اتنی اپنی باقی اولاد سے کیوں نہیں کی؟ میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر جس طرح سے آپ تڑپ رہے ہیں اپنی سگی اولاد کے لیے کیوں نہیں تڑپے؟؟" اس کی آواز آہستہ آہستہ تیز ہو رہی تھی۔ آج سے پہلے اس نے اپنے دادا جان سے کبھی بھی اس ٹون میں بات نہیں کی تھی۔ عالم خان نے تھکی ہوئی سانس خارج کی اور مسکان کے سامنے اپنے لبوں کو وہ سب باتیں کہنے کی اجازت دی جو وہ کبھی بھی اس کے سامنے نہیں کہنا چاہتے تھے۔۔

"یہ سب ایک لفظ محبت سے شروع ہوا تھا۔۔" مکمل خاموشی میں ان کی آواز کا درد گونج رہا تھا۔ "لفظ محبت کاش کہ صرف ایک لفظ ہوتا تو اتنی اذیت نہ دیتا۔۔" ان کے اس جملے پر مسکان کے دل نے حامی بھری۔ اس

کے دل نے بھی زوروں سے خواہش کی کہ کاش لفظ محبت صرف ایک لفظ ہوتا۔۔کاش محبت مانگنے سے مل جاتی۔کاش محبت مٹانے سے مٹ جاتی۔۔کاش۔۔

"ایک طوائف کی محبت سے لے کر جہانزیب سے محبت تک۔۔کاش محبت پر اختیار ہوتا۔۔"مسکان کے کانوں سے ایک بار پھر ان کی آواز ٹکرائی۔وہ وہیں کارپٹ پر شکست خوردہ ہو کر بیٹھ گئے پھر انہوں نے مسکان کو ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔مسکان بھی تابعدار تھی سو ٹھیک ان کے سامنے بیٹھ گئ۔۔

"کلثوم ایک طوائف جس سے میں نے شادی کی تھی اس کی محبت کے جال میں پھنس کر۔۔کاش کہ محبت کے جال سے نکلنا آسان ہوتا۔۔"مسکان کے دل نے حامی بھری۔۔کاش کہ محبت کے جال سے نکلنا آسان ہوتا۔۔

"وہ میری نہیں بن سکی کبھی نہیں بن سکی کیونکہ طوائف کسی کی نہیں ہوتی۔۔کاش کہ محبت میں کسی کو اپنا بنایا جا سکتا۔۔"مسکان کے دل نے پھر سے حامی بھری۔۔کاش کہ محبت میں کسی کو اپنا بنایا جا سکتا۔۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔نمی آپس مل گئ اور بند آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔۔

"وہ اپنے بیٹے کو میرے پاس چھوڑ کر چلی گئ۔میں اسے نہیں روک سکا۔۔کاش کہ محبت میں جانے والے کو روکا جا سکتا۔۔"اس نے بند آنکھوں سے دل میں اعتراف کیا۔۔کاش محبت میں جانے والے کو روکا جا سکتا۔۔

"اس کے جانے کے بعد میری زندگی میں دوسری عورت آئی۔سویرا میری تاریک زندگی میں سویرا بن کر۔۔میں نے اس کی قدر نہیں کی۔۔کاش محبت کرنے والوں کی قدر کی جاتی۔"آنکھیں اب بھی بند تھیں دل اب بھی حامی بھر رہا تھا۔کاش محبت کرنے والوں کی قدر کی جاتی۔۔

"میں نے کلثوم کے بعد صرف جہانزیب سے محبت کی۔میں چاہ کر بھی سویرا کو اپنے دل میں وہ جگہ وہ مقام کبھی نہ دے سکا جو میں نے کلثوم کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔وہ بہت اچھی تھی مجھ سے محبت کرتی تھی لیکن

میں نے اس سے محبت کبھی نہیں کی۔۔ کاش کہ میرا دل بھی ان دلوں جیسا ہوتا تو جو کسی سے چاہ کر بھی نفرت نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے دل بنے ہی محبت کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔۔" اس بات پر مسکان نے کاش نہیں کہا کیونکہ اس کا دل ایسا ہی تھا وہ چاہ کر بھی اس شخص سے نفرت نہیں کر پا رہی تھی جس نے آج اسے رلایا تھا۔۔

"ایسا نہیں تھا کہ مجھے اپنے باقی دونوں بیٹوں سے محبت نہیں تھی۔۔ تھی بہت تھی لیکن جہانزیب میری پہلی اولاد تھی اور بدقسمتی سے میری محبت کی آخری نشانی۔۔ کاش کہ محبت کے ساتھ اس کی نشانیوں کو بھی ختم کیا جا سکتا۔۔" مسکان کے دل نے شدت سے کہا۔۔ کاش کاش۔۔ سب سے بڑی نشانی یہ دل ہی تو ہوتا ہے کاش اسی کو نکال کر ختم کر دیا جا سکتا۔

"میں نے ہمیشہ اس کی باتوں کو اہمیت دی ہمیشہ اس کے فیصلوں کو فوقیت دی کیونکہ محبت انسان سے سب کروا دیتی ہے سب کچھ۔۔ کاش محبت میں اعصاب قابو میں ہوتے۔۔" مسکان نے بند آنکھیں کھولیں اس کا دل پھر سے چیخا کاش محبت میں اس کے اعصاب قابو میں ہوتے وہ اتنا آگے نہ بڑھتی کہ پیر زخمی ہو جاتے اور واپسی کا سفر طے کرنے سے قاصر نہ ہو جاتے۔۔

"محبت نے ہی تو جہانزیب سے سب کروایا۔۔ دولت اور گدی کی محبت میں اس نے میرے بھائی ابرار خان کا قتل کر دیا۔۔ راحیلہ کی محبت میں ہی تو اس نے اپنی محبت کو ہی مار ڈالا۔۔ اس کی محبت میں ہی تو اپنے بھائی کو مار ڈالا۔۔ اپنی کزن کو۔ مار ڈالا۔۔ کاش محبت میں انسان حیوانیت کے درجے کو نہ پہنچتا۔۔" مسکان نے بے ساختہ تر آنکھیں اٹھا کر ان کو دیکھا ان کا چہرہ مکمل بھیگ چکا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔ اس کے دل نے اس بار اس سے کہا۔۔ کاش تم بھی محبت میں حیوانیت کے درجے کو نہ پہنچو۔۔

"محبت انسان سے سب کروا دیتی ہے بس فرق یہ ہے کہ کچھ محبت میں انسان ہی رہتے ہیں کچھ حیوان بن جاتے ہیں۔۔"انہوں نے آنکھیں کھولیں جو سرخ ہو رہی تھیں۔۔"جہانزیب کی طرح۔۔"ان کے کہتے ہی مسکان نے نظریں جھکالیں۔۔

"ان سب کے جانے کے بعد سے میرے دل کو سکون نہیں ملا۔میں انہیں بہت یاد کرتا تھا بہت انتظار کرتا تھا ان کا لیکن وہ لوگ کبھی نہیں آئے۔۔آتے بھی کیسے میں نے کب اس امر کو یقینی بنایا تھا کہ تم لوگ جب بھی آئو گے حویلی کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہوں گے۔۔کس مان سے آتے وہ؟میں نے بھی تو کبھی انہیں نہیں ڈھونڈا کس حال میں ہیں کیا کرتے ہیں جہانزیب کہتا تھا وہ بڑے خوش رہتے ہیں آپ انہیں بھول جائیں تو بس میرے دل کو اطمینان ہو جاتا تھا کہ وہ اپنے باپ کے بغیر خوش ہیں تو رہیں خوش۔۔کاش میں ان کی خبر لیتا رہتا کاش ان کے دکھوں میں ان کے ساتھ ہوتا۔کاش محبت میں انسان انا پسند نہ بنے۔۔"انہوں نے آنسو پونچھ کر مسکان کو دیکھا جو بلکل خاموش سی بت بنے بیٹھی تھی البتہ آنکھوں سے پانی اب بھی جاری تھا۔۔

"مجھ سے یہ گلہ مت کیجئے گا کہ میں نے سب پہلے آپ کو کیوں نہیں بتایا کیونکہ مجھ جیسے بد نصیب باپ کو بھی یہ سب کچھ دن پہلے معلوم ہوا ہے۔۔کاش کہ سب مجھے پہلے پتہ چل سکتا۔۔"اس کے بعد دونوں میں کچھ پل کی خاموشی چھا گئی۔۔ عالم خان وقتاًفوقتاًاپنے آنسو پونچھ رہے تھے جبکہ مسکان اپنے آنسو بہنے دے رہی تھی کیونکہ اسے خود کے آنسو پونچھنا آتا ہی نہیں تھا۔۔

"کاش کہ آپ یہ سب مجھے اسی دن بتا دیتے تو آج میں جس کرب میں ہوں اس میں نہ ہوتی۔کاش کہ آپ مجھے کچھ دن پہلے ہی سہی لیکن محبت نامی لفظ سے آشنا کروا دیتے اس کی اصلیت بتا دیتے تو آج جس شخص نے میرا دل توڑا ہے میں کبھی اسے اتنی اتھارٹی نہ دیتی۔۔میں کبھی محبت کو دل پر حاوی نہ ہونے دیتی۔۔"وہ اپنے

بے جان جسم پر زور دیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ عالم خان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جواب جانے کے لیے پلٹ گئی تھی۔۔

"مسکان رک جائیں۔۔" ان کا انداز التجائیہ تھا۔ مسکان رک گئی۔۔

"ایک مہربانی کر دیں مجھ پر داداجان۔۔" وہ دوبارہ ان کی طرف گھومی۔۔ "میرا نام بدل دیجئے۔ یہ نام اب میرے اس مرجھائے چہرے پر سوٹ نہیں کرتا۔" اس کی اس بات سے عالم خان کا کلیجہ کٹ کر رہ گیا تھا۔۔ "آپ سب نے مجھ سے میرا نام چھین لیا ہے داداجان۔۔ اب مجھے کوئی اور نام دے دیں یا مجھے بے نام ہی رہنے دیں۔۔" اور وہ چلی گئی۔ آج کی رات عالم خان پر پھر سے بھاری ہونے لگی تھی۔ باہر طوفان ویسا ہی تھا اتنا تیز کہ بند کھڑکیوں کو توڑ کر اندر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اگلے دن کا سورج طلوع ہو چکا تھا۔ اپنے کمرے سے نکل کر وہ تیز تیز قدموں سے راہداری کو پار کر رہی تھی۔ حویلی میں سب نوکر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اس کا باپ صبح ہی صبح اپنے کام کے لیے نکل چکا تھا اور اب اسے وہ کام کرنا تھا جس کے لیے وہ ساری رات صبح کا انتظار کرتی رہی تھی۔ کھلے بال کرل کیے ہوئے تھے اور چہرے پر بے تحاشا میک اپ تھا جو صرف اس نے اپنی زرد رنگت اور سوجی ہوئی آنکھوں کو چھپانے کے لیے کیا تھا۔ وہ کہیں سے بھی رات والی ٹوٹی پھوٹی مسکان نہیں لگ رہی تھی۔ جہانزیب کے کمرے میں پہنچتے ہی اس نے اپنے پیچھے دروازہ لاک کیا اور گھوم کر اس اونچی چھت والے وسیع کمرے کو دیکھنے لگی۔ اس کا دم ایسے گھٹ رہا تھا جیسے وہ جہنم میں آگئی ہو۔ گہرا سانس بھرتے وہ سیدھا بیڈ تک گئی۔ دونوں طرف کے سائڈ ٹیبل کے دراز ٹٹولے۔ وہاں کچھ خاص نہیں تھا۔ پھر وہ بیڈ پر پڑے تکیوں تک گئی۔ ایک ایک کر کے تکیہ ہٹایا

بلآخر اسے ایک تکیے کے نیچے الٹی کی ہوئی ایک تصویر ملی۔ برق رفتاری سے اس نے تصویر اٹھا کر اپنی آنکھوں کے سامنے کی جس میں ایک سیاہ بالوں والی لڑکی مسکرا رہی تھی۔ وہ اس لڑکی کو اچھے سے پہچانتی تھی۔ وہ راحیلہ تھی۔ کافی دفعہ وہ دادا جان کے پاس ان کی بہت سی تصاویر دیکھ چکی تھی۔ بے ساختہ اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔ لب بھینچ گئے۔

"تمہارا باپ قاتل ہے۔۔" کبیر کے الفاظ اس جہنم میں گونج رہے تھے۔ اس نے تصویر سابقہ حالت میں رکھ کر اس پر پھر سے تکیہ رکھ دیا۔ سارے تکیے درست کیے اور الماری تک گئی۔ پہلی طرف کے دروازے کھولے۔ وہ لاک نہیں تھے۔ اندر جہانزیب کے کپڑے ہینگ کیے ہوئے تھے۔ وہ ان کو آگے پیچھے کر کے کچھ نا کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کرتی رہی۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ ایک دراز کھولا وہاں بہت سی گھڑیاں تھیں۔ دوسرا کھولا وہاں بہت سے والٹ تھے۔ تیسرے کی طرف بڑھی۔ وہ لاک تھا۔۔ شٹ!!

اسے چھوڑ کر دوسرے دروازوں کی طرف بڑھی۔۔ بیلٹس، ٹائیاں، شالز، جوتے سب کچھ تھا لیکن کچھ بھی ایسا نہیں تھا جو جہانزیب کے خلاف ثبوت ہوتا۔ تھک ہار کر اس نے الماری کے دروازے بند کر دیے۔ اب تیسری طرف کے خانے رہ گئے تھے۔ آگے بڑھ کر اس نے دروازے کھولے۔ آنکھیں حیرت سے پھیلیں کیونکہ الماری کے اندر ایک اور الماری تھی جس پر پاس ورڈ لگا تھا۔ وہ کچھ پل سوچتی رہی کہ اس کا باپ کیسا پاسورڈ سیٹ کر سکتا ہے؟ ایک دفعہ ہاتھ بڑھا کر اس نے Muskan ٹائپ کیا۔ دروازہ نہیں کھلا۔ پھر اس نے Zafar ٹائپ کیا دروازہ نہیں کھلا۔ پھر کچھ پل کے لیے رک کر دماغ پر زور ڈالنے لگی۔ اسے یاد آیا اس کا باپ سب سے زیادہ محبت راحیلہ سے کرتا تھا۔ تیزی سے اس نے اب کی بار Raheela ٹائپ کیا۔ دروازہ اب بھی نہیں کھلا۔ مسکان کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔ ایک بار پھر اس نے Rahila ٹائپ کیا۔۔ اففف دروازہ اب بھی نہیں کھلا۔ وہ سر پکڑے دو قدم پیچھے ہٹی۔ آخر کیا پاسورڈ ہو گا؟؟ ذہن پر زور دیتے دیتے وہ بیڈ

کی طرف گھومی۔ بے ساختہ اس کی نظر اسی تکیے پر رکی۔ یکدم اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔ اسے یاد آیا تصویر کے اوپر کچھ لکھا تھا جس پر اس نے غور نہیں کیا تھا۔ آگے بڑھ کر تیزی سے اس نے تکیے کے نیچے سے تصویر نکالی۔ جس کے ٹھیک اوپر کونے میں Ruhi لکھا تھا۔ یعنی جہانزیب راحیلہ کو پیار سے روحی بلاتا تھا۔ ایک مطمئن مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ابھری اور دوبارہ اس الماری کی طرف بڑھی۔ اس بار اس نے Ruhi ٹائپ کیا اور بلآخر دروازہ کھل گیا۔ مسکان کھل کر مسکرائی۔ اس کے اندر کچھ فائلز تھیں۔ وہ ایک ایک کر کے فائلز کھول کھول کر دیکھتی رہی اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی رہیں رنگت زرد پڑتی رہی کیونکہ وہ تمام کاغذات اس حویلی زمینوں اور فیکٹریوں کے تھے جو جہانزیب نے چالاکی سے اپنے نام کر رکھے تھے۔ اسے اب بھی یاد تھا کہ داداجان نے اس سے کہا تھا کہ سب کچھ ان کے اپنے نام پر ہے۔ انہوں نے کچھ بھی جہانزیب کے نام نہیں کیا تھا شاید انہیں یقین تھا کہ احمد اور ناصر کبھی نا کبھی ان کے پاس واپس آئیں گے۔ مگر یہاں تو سب الٹا تھا سب کچھ جہانزیب کے نام پر تھا۔ وہ ابھی فائلز دیکھ ہی رہی تھی کہ ایک خاکی لفافہ زمین پر گرا۔ اس نے فائلز واپس اسی ترتیب سے رکھیں اور جھک کر لفافہ اٹھایا۔ لفافے کے اندر سے کچھ تصاویر برآمد ہوئیں۔ ان تصاویر کو دیکھتے ہی مسکان کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے رک گئی اور وہ ڈرز کھا کر فرش پر گری۔

کپکپاتے ہاتھوں سے وہ ایک ایک کر کے تصویر دیکھنے لگی۔ پہلی تصویر میں ایک عورت ہسپتال کے بیڈ پر ڈھیروں پائپوں میں جکڑی لیٹی ہوئی تھی۔۔ دوسری تصویر میں ایک آدمی خون میں لت پت اسٹریچر پر پڑا ہوا تھا۔ لرزتے ہاتھوں سے اس نے تصویر نیچے رکھی پھر تیسری تصویر دیکھی جس میں ایک آدمی خون میں نہایا ہوا سڑک پر الٹا گرا پڑا تھا۔۔ مسکان کا سانس رک گیا۔۔ آنکھوں سے پانی تیز تیز نکلنے لگا۔۔

چوتھی تصویر میں ایک عورت گاڑی کی پچھلی سیٹ کی پشت پر سر رکھے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔اس کا ماتھا خون سے بھرا ہوا تھا۔اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب لوگ اس کی فیملی تھی جو اس کے باپ نے اس سے چھین لی۔ان تصویروں کو دیکھ کر مسکان کی برداشت ختم ہو گئی اور وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔اس جہنم میں آج پہلی بار اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔۔

"تم نے غلط کہا تھا کبیر۔۔" روتے ہوئے اس نے بے ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔۔"میرا باپ صرف قاتل نہیں ہے وہ درندہ ہے۔۔وہ بھیڑیا ہے۔۔" وہ دبی دبی چیخ رہی تھی۔اس کے دل میں درد ہو رہا تھا۔"جو اپنی محبت کو کھا گیا اپنے بھائیوں کو کھا گیا۔۔" چپ ہو کر اس نے روتی آنکھوں سے ان تصویروں کو دیکھا۔دل پر سے ہاتھ ہٹایا اور ایک ایک کر کے تصویریں دوبارہ لفافے میں ڈالیں پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔سامنے سیاہ چھوٹے ڈبے پر اس کی نظر اب پڑی تھی۔لفافہ الماری میں رکھا اور پھر وہ ڈبہ دیکھنے لگی۔وہ سیاہ لکڑی کا بنا ایک چکور ڈبہ تھا۔اچھی طرح سے دیکھ کر اس نے وہ ڈبہ کھولا جس کے اندر سفید مخملی کپڑے پر ایک سیاہ چھوٹی شیشے کی بوتل تھی اور اس کے ٹھیک ساتھ ایک پرانا کاغذ تہہ کیا ہوا پڑا تھا۔بوتل چھوڑ کر اس نے وہ کاغذ ہاتھ میں لیا اور اس کی تہہ کھولنے لگی۔

"اس زہر سے ہوئی پہلی موت (روحی)۔۔" پہلی سطر پڑھتے ہی مسکان کا دماغ بھک سے اڑا یعنی راحیلہ کی موت اس زہر سے ہوئی تھی۔

"اس زہر سے ہونی ایک دوسری اور آخری موت (؟)۔۔" سوالیہ نشان دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں مزید حیرت در آئی یعنی اس کا باپ اس زہر کا استعمال ایک بار پھر کسی کے لیے کرے گا مگر کس کے لیے؟ اس کا ذہن بہت سے سوالوں کے ارد گرد چکر کاٹنے لگا بہر حال یوں جواب جاننا مشکل تھا سو اس نے سب کچھ الماری میں اسی ترتیب سے رکھا جس طرح پہلے رکھا گیا تھا۔الماری لاک کی۔اس کے شیشے میں اپنا عکس دیکھا کاجل

پھیل گیا تھا۔ دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھے آنکھوں کے کناروں سے سیاہی صاف کی بال درست کیے اور کھڑے کھڑے اس جہنم سے ایک وعدہ کیا۔۔

''جہانزیب کا انجام میں کروں گی۔۔'' تیز تیز قدم لیتے وہ اس جہنم سے نکل گئ۔

وہ اپنے آفس میں چیئر پر گم صم سا بیٹھا تھا۔ آج کل اس کا دل بجھا بجھا ہوا کرتا تھا کیونکہ آج کتنے دن ہو گئے تھے انابیہ آفس نہیں آئی تھی۔ کل اسے ماجد نے بتایا تھا کہ وہ ڈائریکٹ سائٹ پر گئ تھی وہ بھی اسے بتائے بغیر۔ اسے برا لگا تھا۔ خیر وہ بھی حق پر تھی۔ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی کبیر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''آپ نے بلایا سر؟؟'' بوائے کٹ والی وانیہ اندر آتے ساتھ بولی۔

''انابیہ آج بھی آفس نہیں آئے گی؟'' کہتے ساتھ اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔۔

''نو سر۔۔ انہوں نے کہا جب تک ان کے کزن کا نکاح نہیں ہو جاتا وہ نہیں آئیں گی۔۔'' کبیر نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

''اچھا ٹھیک ہے بس یہی پوچھنا تھا۔۔'' اس نے سپاٹ لہجے میں کیا۔ وانیہ ہلکا سا مسکرائی اور چلی گئ۔ اب کبیر کو تھوڑا اطمینان ہوا تھا کہ چلو عالیان کے نکاح تک کی بات ہے نا بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب وہ پر سکون ہو کر لیپ ٹاپ میں مصروف ہو گیا۔ تبھی اس کے موبائل پر کسی کا میسج آیا۔ وہ فرہاد کا وائس میسج تھا۔۔

''سوری یار میں تمہیں کال نہ کر سکا اور نہ ہی آگے کر سکوں گا۔ بمشکل ایک وائس میسج کے لیے وقت ملا ہے۔ اب غور سے سننا۔۔'' کبیر پورے وثوق سے اسے اس کی آواز سن رہا تھا۔۔ ''یہ کمینہ ظفر تو ڈرگ اسمگلر نکلا۔'' کبیر کی آنکھوں میں حیرت اڈائی۔۔ ''پورے شہر میں ڈرگ سمگل کرتا ہے اور تو اور خود بھی نشئی

ہے۔مجھے نہیں پتہ فلحال کیا کرنا ہے۔میں اس کے اڈے کے بارے میں جانتا ہوں۔جلد سے جلد اگر مجھ سے کوئی پلاننگ بنتی ہے تو میں تمہیں بتائوں گا۔بس تم عالیان اور میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ وہ تیاری رکھیں میں جلد تمہیں اگلا وائس میسج کروں گا۔۔اللہ حافظ۔۔"کبیر نے چیئر کی پشت سے ٹیک لگا کر گہرا سانس بھرا۔

تبھی اسے فرہاد کا اگلا میسج آیا جس میں کسی گاڑی کا نمبر لکھا تھا۔ساتھ ہی ایک تحریری پیغام بھی تھا۔

"جو لوگ ظفر تک ڈرگز پہنچاتے ہیں یہ ان کی وین کا نمبر ہے۔۔"

اس کی آنکھیں پر سوچ انداز میں چھوٹی ہوئیں اور پھر تھوڑی دیر بعد یہی میسجز عالیان کو فارورڈ کر دیے جو کہ عالیان نے فوراً سین کر لیے۔

"افف منو تھوڑا صبر کر جائو لا رہی ہوں تمہارا جوڑا۔۔"وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر فون کان سے لگائے بیٹھی تھی۔ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا اور باہر سیاہ آسمان سے تھر تھر بارش برس رہی تھی۔۔

"آپ کو نہیں پتہ آپی ایک تو اس درزی نے کپڑے اتنی دیر سے سی کر دیے ہیں کل نکاح ہے اگر کوئی مسئلہ ہوا تو؟؟"فون کی دوسری طرف سے مناہل کی آواز گونج رہی تھی۔انابیہ نے فون گھما کر دوسرے کان سے لگایا۔

"اسی لیے تم سے کہا تھا میرے ڈیزائنر کو دے دو اچھے ڈیزائن بھی کر دیتا اور گھر تک بھی پہنچا دیتا لیکن تمہیں بس اپنے ہی درزی کو دینا تھا اب صبر کرو۔۔"اس کے چہرے پر ناگواری کا بسیرا تھا۔نکاح کی ساری تیاریاں مکمل تھیں۔انابیہ کی تھوڑی شاپنگ باقی تھی بس وہی کرنے وہ آج شاپنگ مال گئی تھی واپسی پر مناہل کے درزی سے اس کا جوڑا بھی پکڑ لائی۔

"جب سے کراچی آئی ہوں مجھے اس درزی کی عادت ہو گئی ہے اچھے سے اچھے ڈیزائنر کا بھی اس سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔۔"

"تو بس پھر یقین رکھو اپنے درزی پر۔۔"وہ رکی اور سامنے شیشے سے دور کھڑی ایک گاڑی کو دیکھنے لگی۔۔"گھر آ کر بات کرتی ہوں۔۔"کہتے ساتھ اس نے فون کان سے ہٹایا۔"گاڑی روکیں۔۔"اس نے فوراً ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ڈرائیور نے تابعداری سے سر ہلاتے ہی گاڑی روک دی۔انابیہ نے بغور گردن نیچے کر کے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جس کی پشت اس کی طرف تھی اور وہ بیچاری برستی بارش میں گاڑی کے کھلے بونٹ سے الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔ بہر حال وہ لڑکی کو پہچان گئی تھی اس لیے اپنے ساتھ پڑی چھتری کو ہاتھ میں پکڑا۔ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی چھتری کھول کر آسمان کے نیچے کی اور باہر نکل آئی۔ بارش کی رفتار کافی تیز تھی۔وہ قدم اٹھاتے اس کے تھوڑا پیچھے کھڑی ہو گئی۔

یکدم جویریہ کو محسوس ہوا جیسے بارش رک سی گئی ہو۔اس نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس پر چھتری کا سایہ تھا۔وہ بنا دیر کیے پیچھے کی طرف گھومی جہاں انابیہ چھتری ہاتھ میں پکڑے اسے سپاٹ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم یہاں؟؟"اس کے کھلے بال مکمل بھیگے ہوئے تھے اور چہرے سے بھی پانی ٹپک رہا تھا۔انابیہ قدم اٹھاتی اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

"تمہیں بھیگتا دیکھا تو آ گئی۔ کیا ہوا ہے؟"اس کا ایک بازو بارش سے بھیگ رہا تھا کیونکہ وہ چھتری کا زیادہ سایہ جویریہ پر کیے ہوئے تھی۔

"پتہ نہیں کیا ہو گیا گاڑی کو چلتے چلتے رک گئی۔" اس نے دوبارہ الجھی ہوئی نظروں سے گاڑی کے انجن کو دیکھا۔ انابیہ نے سمجھ کر سر ہلایا اور اپنے ڈرائیور کی طرف گھومی جو گاڑی کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے اشارہ کرنے پر بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"دیکھو ذرا ان کی گاڑی کو کیا ہوا ہے۔" اس کے حکم پر ڈرائیور فوراً آگے بڑھا۔ جویریہ نے اسے جگہ دی اور دوبارہ انابیہ کے ساتھ چھتری کے نیچے آ کھڑی ہوئی۔ وہ مکمل خاموشی سے ڈرائیور کو دیکھ رہی تھی اور انابیہ ناگواری سے کبھی اسے اور کبھی ڈرائیور کو۔

"میڈم مکینک کو بلانا پڑے گا شاید مسئلہ زیادہ ہے۔" ڈرائیور بھیگتا ہوا ان کی طرف گھوم کر بولا۔

"اتنی بارش میں مکینک کیسے آئے گا؟؟" جویریہ کے چہرے پر پریشانی کے سائے لہرائے۔

"آپ فکر نہ کریں میرے جاننے والا ہے ابھی کال کروں گا آ جائے گا۔ یہیں پاس میں ہی اس کی ورکشاپ ہے۔ آپ دونوں گاڑی میں بیٹھ جائیں۔" ڈرائیور تیز تیز بولتا گیا۔ انابیہ نے گہرا سانس بھرا۔ یعنی کچھ دیر اور اس لڑکی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ پھر وہیں سے اپنی گاڑی کی طرف پلٹ گئی۔ اس کے جاتے ہی جویریہ فوراً سے اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے اس کے ساتھ اندر جا بیٹھی۔ اسے اپنے ساتھ بیٹھا دیکھ کر انابیہ کے تیور مزید سخت ہوئے وہ اپنی گاڑی میں بھی تو بیٹھ سکتی تھی نا لیکن وہ اسے اگنور کرتی سینے پر ہاتھ باندھ کر گردن بائیں طرف موڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بری طرح کھانس رہی تھی اور وہ ضبط سے اس کی کھانسی سنتی جا رہی تھی۔

"گھر جاتے ہی کوئی میڈیسن لے لینا۔" اس نے گردن گھمائے بغیر کہا۔ جویریہ نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا اور پھر کھانستے ہوئے سامنے والے شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔ مکینک آ چکا تھا اور اب وہ انابیہ کے ڈرائیور کے ساتھ کھڑا گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔

"میں تم سے برداشت تو نہیں ہو رہی ہوں گی مگر پھر بھی تمہاری شکر گزار ہوں جو تم نے میری مدد کی اور مجھے برداشت بھی کر رہی ہو۔۔"انابیہ نے برہمی سے گردن موڑ کر اسے دیکھا وہ شکریہ ادا کر رہی تھی یا طنز کر رہی تھی۔(نہ ہی معافی مانگنے آتی ہے نہ ہی شکریہ ادا کرنے آتا ہے ہونہہ)۔۔ سر جھٹک کر اس نے گردن دوبارہ موڑ لی کیونکہ وہ واقعی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔دفعتاً ڈرائیور بھاگتے ہوئے انابیہ کی طرف آیا۔اس کے آتے ہی اس نے بٹن دبا کر شیشہ نیچے کیا۔

"میڈم گاڑی ورکشاپ لے جانی پڑے گی۔۔ یہیں قریب میں ہی ہے۔۔"انابیہ کے ماتھے پر بل واضح ہوئے جبکہ جویریہ یہ خبر سنتے ہی اس کی ٹانگوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے ڈرائیور کی طرف جھکی جس پر وہ کافی زچ ہوئی۔۔

"مجھے جلد گھر پہنچنا ہے بہت کام ہے آفس کے۔۔ ورکشاپ میں کیسے بیٹھی رہوں گی؟؟"وہ نہایت مظلوم لگ رہی تھی۔انابیہ نے کڑی نظروں سے اسے دیکھا جو ڈرائیور سے مخاطب تھی۔۔

"تو تم نے کیا مجھے جویریہ سلطان سمجھ رکھا ہے جو میں اکیلے تمہیں ورکشاپ میں جانے دوں گی وہ بھی اتنی رات کو؟"جویریہ نے اس بات پر کچھ حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا جو اس کی فکر کر رہی تھی۔انابیہ نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔(بہن تو میری ٹانگیں چھوڑ دے۔۔)تو وہ فوراً ہڑبڑاتے ہوئے اس پر سے ہٹ کر پیچھے ہو کر بیٹھ گئی۔

"آپ مکینک سے کہیں گاڑی صبح جویریہ کے گھر پہنچ جانی چاہیے اور جلدی آئیں انہیں گھر چھوڑ کر مجھے بھی گھر پہنچنا ہے۔۔"اس کا چہرہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا جبکہ اس کے لہجے میں تھوڑی کڑواہٹ جویریہ کو ضرور محسوس ہوئی تھی۔وہ تھوڑی الجھن کی شکار بھی تھی کہ وہ کیوں اپنی دشمن کی مدد کر رہی تھی دوسری طرف انابیہ اپنے اتنے نرم دل کو ڈھیروں لعنتیں دے رہی تھی اور افسوس کر رہی تھی اس وقت پر جب اس کی نظر اس بھیگتی ہوئی لڑکی پر پڑی تھی۔

باقی کا سارا سفر خاموشی سے کٹا حتیٰ کہ جویریہ کا گھر آ گیا۔ وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اترنے ہی لگی تھی لمحہ بھر کو رکی اور انابیہ کی طرف گھومی جواب بھی گردن دوسری طرف موڑے بیٹھی تھی۔۔

"تھینک یو سو مچ۔۔"اس نے محض یہی کہا انابیہ نے گردن موڑنے کی تو کیا کچھ بولنے کی بھی زحمت نہیں کی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر اس نے گردن گھما کر جویریہ کو اپنے گھر کے دروازے کا لاک کھولتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ اندر چلی گئی تو اس نے گہرا سانس بھرا۔۔(شکر جان چھوٹی۔۔)اس سے پہلے وہ ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا حکم دیتی اس کی نظر بے ساختہ کونے والے بڑے سے درخت پر رکی۔ اسے لگا شاید اس نے وہاں کسی کا سایہ دیکھا ہے۔ اپنا وہم سمجھ کر اس نے ڈرائیور کو جانے کا کہا۔

اندر گھستے ساتھ ہی اس نے اپنے پیچھے دروازہ لاک کیا۔ گیلا کوٹ اتار کر اسٹینڈ کے ساتھ ٹانگا۔ جوتے اتار کر کونے میں رکھے اور ننگے پیر بھاگتے ہوئے لائونج کی طرف گئی۔ سفید ٹائلوں والا فرش اسے کافی ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا۔ سوئچ بورڈ تک پہنچتے ہی اس نے ساری بتیاں جلادیں اگلے ہی لمحے لائونج روشن ہو گیا تھا۔ وہ سارا دن کی کافی تھکی ہوئی تھی اس لیے سیدھا صوفے پر جا بیٹھی۔ صوفے کی پشت پر سر گرا کر اس نے آنکھیں موندھ لیں لیکن دماغ میں اب بھی انابیہ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ وہ اس کے سر پر چھتری کا سایہ کیے لڑکی اسے بھیگنے سے بچا رہی تھی جس کا خود کا بازو بھیگے جا رہا تھا۔ وہ اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ کچھ ہی دیر بعد اسے اپنی کنپٹی پر کوئی ٹھنڈی چیز محسوس ہوئی۔ اس نے برق رفتاری سے آنکھیں کھولیں۔ ایک آدمی پستول ہاتھ میں پکڑے اس کے سامنے کھڑا تھا اور دوسرا اس کے سر پر پستول کی نالی رکھے اس کے بالکل پیچھے کھڑا تھا۔۔

"شش۔۔اگر چلانے کی کوشش بھی کی تو ساری گولیاں تیرے بھیجے میں اتار دوں گا۔۔" وہ پھٹی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑے آدمی کو دیکھنے لگی۔آن کی آن میں یہ کیا ہو گیا تھا؟

"کک کون ہو تم لوگ ؟؟" ڈرتے سہمتے وہ یہی پوچھ سکی۔

"چور ہیں ہم۔۔زیادہ چوں چیں نہ کر بتا قیمتی سامان کہاں رکھا ہے۔۔" جس آدمی نے اس کے سر پر پستول تانی ہوئی تھی یہ آواز اس کی تھی۔۔جویریہ پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی اور مسلسل تھوک نگلتے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے پہلے اپنے کانوں سے ائیر رنگز اتارے۔انگلیوں سے انگوٹھیاں اتاریں اور ہاتھوں پر سے بریسلٹ اتار کر سب باری باری سامنے ٹیبل پر رکھتی گئی۔۔

"او معصوم بچی۔۔کیا ایسا ویسا چور سمجھ رکھا ہے ہمیں جو چند ہزار کی چیزیں اتار کر ہم پر احسان کر رہی ہے۔۔ قیمتی سامان بتا کہاں ہے ؟؟" سامنے والا پھاڑ کھانے والے انداز میں چیخا اور پیچھے والے نے پستول کی نالی اس کے سر میں گھپائی۔جویریہ کانپ کر رہ گئی۔۔

"دیکھو مم۔میرے پاس اتنا خاص کچھ نہیں ہے تم لوگ۔۔۔" گھنٹی کی آواز پر وہ چپ ہو گئی اور وہ دونوں آدمی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"یہ کون آیا ہو گا بتا جلدی ؟؟" اس کے دھاڑنے پر جویریہ نے لرز کر اسے دیکھا۔

"مم مجھے کیا پتہ یہ تو پوچھ کر ہی پتہ چلے گا نا۔۔" وہ نہایت ہی معصومیت سے بولی۔

"تو اس کو لے کر جا میں اندر دیکھتا ہوں۔۔" سامنے والے نے فوراً اپنے دوسرے ساتھی سے کہا۔۔" اور سن جو بھی ہو نا اس کو بھی پکڑ کر اندر لے آ اسے بھی دیکھتے ہیں۔۔۔" اس کے ساتھی نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

"چل اٹھ۔۔" جویریہ فوراً سیدھی ہوئی اور اس کے آگے آگے چلنے لگی۔

"کک کون ؟؟" دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ڈرتے سہمتے پوچھ رہی تھی۔

"میڈم آپ اپنا کچھ بہت قیمتی سامان میری گاڑی میں چھوڑ گئی تھیں۔۔"آواز جویریہ نے فوراً پہچان لی تھی جبکہ قیمتی سامان کو سنتے ہی اس آدمی کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری اور آنکھیں خوشگوار حیرت سے پھیلیں۔۔

"دروازہ کھول سامان لے اور چپ چاپ دروازہ بند کر دے۔۔اگر کچھ بھی کہا تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔

"اس نے نہایت ہی سرگوشی نما انداز میں اسے تنبیہ کی اور پستول کا نشانہ اس کے سر پر رکھ کر تھوڑا اوٹ میں ہو گیا۔ بہت سارا تھوک نگلتے اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے ہی انابیہ کا ڈرائیور ہاتھوں میں ایک بیگ لیے کھڑا تھا۔

"آپ کا سامان۔۔"اس نے سر کو تھوڑا خم دیتے ہوئے بیگ اس کی جانب بڑھایا جیسے کوئی اشارہ کیا ہو۔

جویریہ نے بیگ تھاما سر کو خم دیا پھر دروازہ بند کر دیا اور ایسے ظاہر کیا جیسے اس نے دروازہ لاک بھی کیا ہے جبکہ دروازہ صرف بند تھا۔ وہ آدمی دوبارہ اس کے سامنے ہوا اس کے ہاتھ میں بیگ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ جویریہ کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے کرنا کیا ہے؟ انابیہ کا ڈرائیور کیوں آیا تھا؟ اسے یہ بیگ کیوں دیا؟؟

لائونج میں پہنچتے ہی سامنے کا منظر دیکھ کر دونوں ہکا بکا رہ گئے۔ اس کا ساتھی گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا تھا اور انابیہ احمد عالم اس کے سر پر پستول کی نوک رکھے کھڑی تھی۔

"لڑکی کو چھوڑ دو نہیں تو یہ جان سے جائے گا۔۔"اس کا انداز تنبیہی تھا جبکہ جویریہ اس کو دیکھ کر پتھر کی ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ کھڑے آدمی نے ہڑبڑا کر اسے گردن سے دبوچا اور پستول اس کے سر پر رکھ گیا جس پر وہ بے ساختہ چیخ پڑی۔

"میرے آدمی کو چھوڑ دو ورنہ یہ جان سے جائے گی۔۔"اس سے پہلے وہ کچھ اور بولتا کسی نے رکھ کر پیچھے سے اس کے سر پر کوئی بھاری چیز ماری تھی۔ وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ جویریہ نے

پھٹی آنکھوں سے گردن گھما کر دیکھا جہاں انابیہ کا ڈرائیور کھڑا تھا۔ آگے بڑھ کر اس ڈرائیور نے پستول پیر کے ذریعے دور دھکیل دیا۔۔ جویریہ جب ہوش میں آئی تو تیزی سے اپنے بیگ کی طرف بھاگی اس میں سے فون نکالا۔ تیز تیز نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔

"ہیلو۔ کبیر کہاں ہو تم جلدی یہاں آجائو۔۔" وہ ڈری سہمی آواز میں بول رہی تھی جبکہ کبیر کا نام سن کر انابیہ نے اپنے سر پر ہاتھ دے مارا بھلا اسے کال کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ سب سنبھال تو چکی تھی۔

"کیا ہوا جویریہ سب ٹھیک تو ہے ؟؟" وہ اپنے کمرے میں تھا اور جویریہ کی ڈری ہوئی آواز پر فکرمندی سے پوچھنے لگا۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہے یہاں چور آگئے ہیں پلیز آجائو۔۔" اب وہ باقاعدہ رو رہی تھی۔ انابیہ نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے دیکھا۔ موقعے کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا جویریہ نے۔

"تم فکر مت کرو میں آتا۔۔"

"اے ہلو مت کیوں میرے ہاتھوں مرنا چاہتے ہو ؟؟" یہ آواز سنتے ہی کبیر کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین بھی نکل گئی تھی۔ انابیہ جویریہ کے ساتھ کیا کر رہی تھی ؟ بنا کچھ کہے وہ بھاگتا ہوا کمرے سے نکلا۔

وہ جب جویریہ کے گھر پہنچا تو سب سے پہلے اس نے باہر کھڑی پولیس موبائل کو دیکھا۔ کچھ پولیس اہلکار دو آدمیوں کو پکڑ کے اس موبائل میں ڈال رہے تھے۔ وہ سب اگنور کرتا بھاگتے ہوئے اندر گیا۔۔

"یہ سب تمہاری پلاننگ تھی نا ؟؟" انابیہ جو جانے ہی والی تھی جویریہ کے اس احمقانہ اور عجیب سوال پر رک کر اس کی طرف گھومی۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"پلاننگ تو تم جیسے گھٹیا لوگ کرتے ہیں کسی کے خلاف۔۔۔ صاف صاف بولو نا میرا احسان تم سے برداشت نہیں ہو رہا۔۔" وہ بھی انابیہ تھی سو اسی کی ٹون میں اسے حقیقت دکھا رہی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب کر کے تم میری نظروں میں اچھی بن جائو گی۔۔ ہونہہ۔۔" وہ طنزیہ انداز سے ہنسی۔۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے گرے ہوئے لوگوں کی نظروں میں اچھا بننے کا۔۔" کرخت انداز سے کہتے ہی وہ پلٹ گئی۔ تبھی دونوں کی نظر چوکھٹ پر نمودار ہوتے کبیر جہانگیر پر رکی۔ جویریہ لمحے بھر کی دیر کیے بنا بھاگتے ہوئے اس کے گلے جا لگی۔ کبیر کو کچھ سمجھ نہیں آیا کہ کیا ہوا ہے وہ بس غائب دماغی کے عالم میں انابیہ کو دیکھے جا رہا تھا۔ جبکہ جویریہ کی اس حرکت پر انابیہ مٹھی بھینچے اور تیوڑیاں چڑھائے اسے گھور کر رہ گئی۔ وہ کیسے بے غیرتوں کی طرح اس کے سامنے اس کے گلے جا لگی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آج جویریہ سلطان کو جلا کر راکھ کر دے۔ دفعتاً اس نے اس پر سے نظریں ہٹا کر کبیر کو دیکھا تو اس کا سارا غصہ کہیں دور جا مرا کیونکہ وہ بس اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ بے ساختہ مسکرا اٹھی۔ بھلے جویریہ اس کے گرد اپنا حصار باندھے ہوئی تھی لیکن کبیر جہانگیر کی نظروں کے حصار میں تو آج بھی انابیہ احمد عالم تھی اور ہمیشہ رہے گی بھی۔۔

"شکر ہے کبیر تم آ گئے۔۔ میں تو بہت ڈر گئی تھی۔۔" وہ پیچھے ہو کر اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی جبکہ کبیر تو شاید کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔ اسے اگنور کرتا وہ قدم اٹھاتا انابیہ کے پاس چلا گیا اور یہ دیکھتے ہی جویریہ جل کر بھسم ہو گئی۔۔

"تم ٹھیک ہو؟؟" وہ دونوں براہ راست ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ انابیہ نے اس کے سوال پر صرف سر اثبات میں ہلایا مگر منہ سے کچھ نہیں بولی۔

"میں بہت ڈر گیا تھا۔۔" اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ واقعی ڈر گیا تھا۔ انابیہ مبہم سا مسکرائی اور اس کے ساتھ سے ہو کر جانے لگی۔ اس کے یوں جانے سے کبیر کا دل یکدم تڑپ اٹھا۔۔

"اسے ساتھ لے جائو۔ یہ جگہ اس کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔۔" جھک کر اس نے صوفے کے ساتھ گرے ہوئے بیگ کو اٹھایا۔ اس میں مناہل کا جوڑا تھا۔ پھر قدم اٹھاتی جویریہ کے پاس گئ۔ فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھتے دیکھتے وہ تھوڑا اس کے کان کی طرف جھکی۔۔

"کبیر صرف میرا ہے۔۔" سرگوشی نما انداز میں کہہ کر وہ پیچھے ہوئی۔ "جاتے ہوئے کھڑکیاں چیک کر کے جایا کرو وہاں سے چور بھی اندر آ سکتے ہیں اور میں بھی۔۔" ہلکا سا مسکرائی اور وہاں سے چلی گئ۔ جویریہ نے مٹھی بھینچ لی اتنے زور سے کہ ناخن اس کی ہتھیلی میں پیوست ہونے لگے۔ کچھ دیر پہلے جو اس کا دل انابیہ کے لیے نرم ہوا تھا اب واپس اس دل میں اس کے لیے وہی نفرت جاگ اٹھی تھی۔۔

بارش کی رفتار اب بھی ویسی ہی تھی بہت تیز۔۔ گھر پہنچتے ہی جویریہ نے گاڑی سے باہر نکلنے کی غرض سے اپنی طرف کا دروازہ کھولا تبھی اس کے کانوں سے کبیر کی آواز ٹکرائی۔۔

"جو حرکت تم نے آج کی ہے آئندہ مت کرنا میں بلکل بھی برداشت نہیں کروں گا۔۔" جویریہ ہل نہیں سکی اور وہ یہ کہہ کر گاڑی سے اتر بھی گیا۔

گھر کے اندر قدم رکھتے ہی کبیر کو ایک بچے کی رونے کی آواز آئی۔ آواز جانی پہچانی تھی۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے لونگ روم میں گیا۔۔

"کیا ہو گیا ہے کنزہ کب سے رو رہا ہے بچہ۔۔ لائو مجھے دو۔۔" آمنہ بیگم نے روتا ہوا بچہ کنزہ کے ہاتھوں سے لیا اور اسے کندھے سے لگائے تھپکنے لگیں۔

‘‘لگتاہے اس کا پیٹ خراب ہو گیا ہے ماں جی۔۔۔'' کنزہ اب اپنے بچے کے لیے فیڈر بنا رہی تھی جواب تک رو رہا تھا۔ آمنہ بیگم کی گود میں جا کر بھی چپ ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ تبھی آمنہ بیگم نے لونگ روم میں داخل ہوتے کبیر کو دیکھا جو حیرت سے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔۔ آمنہ اس کو دیکھتے ہی مسکرائی بچہ کنزہ کو تھمایا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ کبیر بھی لمحہ بھر کی دیر کیے بنا اپنی ماں سے لپٹ پڑا۔۔

‘‘واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز!! آپ لوگ کب آئے؟؟'' وہ ان کے گلے لگے بول رہا تھا۔ آمنہ نے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

‘‘بس ابھی ہی آئے ہیں دیور جی۔ سوچا آپ کو سرپرائز ہی دے دیں۔۔'' آواز کنزہ کی تھی بچہ اب بھی رو رہا تھا۔

''مجھے بتا تو دیتے۔۔ میں خود پک کرتا آپ لوگوں کو۔۔'' آمنہ بیگم سے الگ ہوتے ہی وہ خفہ بولا۔

‘‘کیسے بتاتے؟ یہاں تو سب نے ہی منع کر رکھا تھا کہ کبیر کو کچھ پتہ نہ چلے خاص کر عالیان نے تو صاف صاف بولا تھا سرپرائز خراب ہوا تو وہ ناراض ہو جائے گا۔۔ اب دولہے کو ناراض تو نہیں کیا جا سکتا نا۔۔'' آمنہ بیگم نے کہا تو اب کی بار کبیر پھر حیران ہوا۔

‘‘دیور جی بیٹھ تو جائیں بتاتے ہیں سب آپ کو۔۔'' کنزہ نے بروقت فیڈر بنا ہی لیا تھا جو بچے کے منہ میں جاتے ہی اسے چپ کرانے میں کامیاب ہوا۔ اب ماحول میں ذرا سکون شامل ہوا۔۔ ''عالیان نے ہم سب کو الگ الگ کال کر کے دعوت دی تھی۔ اس نے تو کچھ دن پہلے ہی آنے کا کہا تھا بس آپ کے مسٹر بزنس مین بہت بزی تھے اسی لیے آنے میں دیر ہو گئ۔۔'' کبیر آمنہ بیگم کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا اور بغور کنزہ بھابھی کو سنتا گیا۔ اسی دوران کمرے میں جویریہ داخل ہوئی۔ آمنہ بیگم نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ وہ جانتی تھیں کہ

جویریہ کا یہاں ٹرانسفر ہوا ہے اور یہ بھی جانتی تھیں وہ کسی کرائے کے گھر پر رہ رہی تھی اسی لیے ابھی یہاں اسے دیکھ کر تھوڑا حیرت کا شکار ہوئیں۔۔

''آئو جویریہ کیسی ہو؟؟''انھوں نے نہایت ہی نرمی سے پوچھا۔جویریہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اندر آئی۔

''میں بلکل ٹھیک خالہ۔۔آپ سب یہاں؟''وہ آمنہ بیگم کے گلے لگتے بولی۔پھر کنزہ کے قریب گئی اُس کی گود میں بچہ سو رہا تھا اس لیے وہ اٹھ نہیں سکی تبھی جویریہ جھک کر اس کے گلے لگی۔

''عالیان کا نکاح ہے نا کل بس اس میں شرکت کرنے کے لیے آئے ہیں۔۔تم بتائو جاب کیسی چل رہی ہے؟'' آمنہ بیگم دوبارہ بیٹھتے ہوئے بولیں۔ان چار سالوں میں ان کا رویہ جویریہ سے کافی بدل گیا تھا وہ اب اس سے سختی سے بات نہیں کرتی تھیں۔

''جاب تو بہت اچھی چل رہی ہے۔(کھانسی۔)اچھا لگا آپ لوگوں کو دیکھ کر۔۔''وہ ان کے سامنے کھڑے کھڑے ہی بول رہی تھی۔اس کے کپڑے اور بال بھی کافی بھیگے ہوئے تھے۔۔

''او لگتا ہے تمہیں ٹھنڈ لگ گئی ہے جائو بچے تم آرام کر لو۔ہم صبح بات کر لیں گے۔۔''آمنہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تو جویریہ سر اثبات میں ہلاتی چلی گئی۔اس کے جانے کے فوراً بعد وہ کبیر کی طرف گھومیں جو اتنی دیر سے خاموش ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔کبیر نے ان کی نظروں کی تپش محسوس کی اور پھر ان کی آنکھوں میں دیکھا۔اس سے پہلے وہ سوال کرتیں اس نے جواب دینے کے لیے خود کو تیار کر لیا۔۔

''اس کے گھر چور آ گئے تھے۔بہت ڈری ہوئی تھی اسی لیے میں یہیں لے آیا۔''آمنہ بیگم کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں۔اب جا کر انہیں تھوڑا اطمینان ہوا۔

''اچھا چھوڑو سب۔۔تم بتائو وہ کیسی ہے؟؟''ان کے اس سوال پر کبیر ہلکا سا مسکرایا۔

''ویسی ہی ہے ہمیشہ کی طرح خوبصورت۔۔''

''اونہوں۔۔خیال کر لو میں بھی یہی ہوں۔۔'' کنزہ نے سر تھوڑا آگے کر کے اپنی موجودگی کا احساس دلایا اور اگلے ہی لمحے تینوں ہنس پڑے۔

''جب سے جہانگیر نے مجھے سب بتایا ہے نایقین کرو تب سے میں اس سے ملنے کے لیے بے تاب ہوں۔ پہلے تو مجھے یقین ہی نہیں آیا کہ وہ ناصر صاحب کی بھتیجی ہے۔۔'' وہ جو تیز تیز بول رہی تھیں یکدم خاموش سی ہو گئیں۔ کبیر نے فوراً گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔۔'' کتنی قریب تھی وہ تمہارے اور تمہیں کیسے معلوم نہ ہوا کبیر۔۔''ان کی آواز میں اب کی بار افسوس تھا۔ کبیر کے کندھے یکدم ڈھیلے پڑے۔۔

''میں نے ہی کوشش نہیں کی موم۔ ورنہ وہ مجھ سے اتنے سال دور نہ رہتی۔۔''اس نے گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا۔۔

''چلو شکر ہے اب تو سب ٹھیک ہے۔ ہر کام کا وقت ہوتا ہے۔ تم دونوں کے نصیب میں اتنی جدائی لکھی تھی۔۔'' پھر پورے لونگ روم میں خاموشی کی تلخی سی گھل گئی۔ کنزہ نے باری باری دونوں کے اترے ہوئے چہروں کو دیکھا۔۔

''ماں جی۔۔ جو لاہور سے لائی ہیں کبیر کو وہ تو دکھائیں۔۔'' دونوں کے چہروں پر افسردگی دیکھ کر کنزہ نے فوراً کچھ ایسا یاد کرایا جس سے آمنہ بیگم کے چہرے پر بہار سی آئی۔۔

''اچھا یاد کرایا۔۔ابھی دکھاتی ہوں۔۔'' وہ اب سامنے میز پر رکھے بیگ میں کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔ کبیر بس سوالیہ نظروں سے ان کے بیگ کے اندر حرکت کرتے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ نا جانے وہ کیا لائی تھیں؟؟

موم اور بھابھی سے ملنے کے بعد وہ سیدھا اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہ انھی کے پاس بیٹھا رہتا اگر یہ وقت فرہاد کے میسج کرنے کے نہ ہوتا۔ اس دن کے بعد سے وہ اس کے اگلے پیغام کا منتظر تھا لیکن اس کا کوئی پیغام نہیں آیا۔ ایک طرف وہ اس کے لیے پریشان بھی ہو رہا تھا نا جانے کیا ہوا ہو گا جو وہ کوئی رابطہ نہیں کر رہا۔ کل عالیان کا نکاح بھی ہونا تھا اس حساب سے اب تک تو فرہاد کو میسج کر دینا چاہیے تھا۔ بل آخر سوچوں میں غرق وہ بیڈ کی پائینتی پر ہی بیٹھ گیا۔ تبھی اس کے ہاتھ میں پکڑے فون کی بیپ بجی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا اور تیزی سے فون سامنے کر کے اسکرین آن کی۔ صد شکر فرہاد کا وائس میسج آ ہی گیا۔۔

''چلو یعنی یہ زندہ تو ہے۔۔'' پر سکون مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس نے وائس میسج چلا دیا۔

''پہلے تو معذرت سائیکو پیتھ لیکن میں بہت بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔۔'' کبیر کے ماتھے پر بل پڑنے لگے۔۔ ''یہ ظفر تو مجھے کچھ کرنے ہی نہیں دیتا۔ اس کا بس چلے تو رات کو کمرے میں بھی مجھے ساتھ لے جائے۔ مجھے پکا یقین ہے اس کے دماغ میں یہی گیم ہے کہ جیسے ہی اسے اس کا پرانا گارڈ واپس ملے گا یہ میرا کام تمام کر دے گا جو اسے کبھی نہیں ملے گا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میرے دماغ میں کوئی بھی پلاننگ نہیں ہے۔۔ ہاں ہاں جانتا ہوں کل عالیان کا نکاح ہے اور اس سے پہلے ہمیں سب کرنا تھا مگر اب تو مجھے بہت مشکل لگ رہا ہے۔ اگر اسے کل کی خبر ہو گئی تو سب تباہ کر دے گا۔ اب تم اور عالیان ہی کچھ کر سکتے ہو یار کچھ بھی کرو بس میں مزید اس پاگل کا گارڈ نہیں بنے رہنا چاہتا۔ مجھ سے یہ بلکل برداشت نہیں ہوتا پلیز کبیر اپنا دماغ چلاؤ میں بھی سوچ سوچ کر مر رہا ہوں۔۔'' آواز آنا بند ہو گئی۔ کبیر نے سر اٹھا کر گہرا سانس لیا۔ وہ اس کے آسرے پر بیٹھا تھا اور اب جب کل نکاح ہونے والا تھا اس نے سارا ملبہ یکدم ہی اس کے سر ڈال دیا۔۔ پائینتی سے اٹھ کر اس نے کوفت سے فون بیڈ پر پھینکا اور کمرے میں آگے پیچھے چکر کاٹنے لگا۔

''افف اتنی جلدی میں کیسے کچھ سوچوں ؟؟''اس کا سر اس کے ہاتھوں میں تھا اور آنکھیں بند تھیں۔''کچھ بھی ہو جائے کل عالیان کا نکاح کسی صورت برباد نہیں ہونا چاہیے کبیر کچھ سوچ کچھ تو سوچ۔۔''تبھی اس نے آنکھیں کھولیں یوں جیسے دماغ میں کوئی منصوبہ بننے لگا ہو۔

''وین کا نمبر۔۔ظفر کا اڈہ۔۔ڈرگز۔۔اسمگلرز۔۔اور۔۔فرہاد کے بندے۔۔''کڑیاں جوڑ جوڑ کر بلآخر منصوبہ بن گیا۔کبیر برق رفتاری سے بیڈ کی طرف بھاگا۔فون اٹھایا۔۔نمبر ملایا۔۔اور مطمئن سا فون کان سے لگائے کھڑا ہو گیا۔رنگ جا رہی تھی۔

باہر فجر کی آذان ہو رہی تھی اور ظفر جہانزیب اوندھے منہ بیہوشی کی نیند سو رہا تھا اور یہ نیند اسی طرح برقرار رہتی اگر اس کے فون کی بیل اس کی نیند میں خلل کی وجہ نہ بنتی۔فون ہنوز بج رہا تھا اور کافی دیر سے بج رہا تھا جس کی آواز پر وہ کبھی منہ دوسری طرف کر لیتا کبھی کروٹ ہی بدل لیتا یا تکیہ اپنے کانوں پر رکھ دیتا۔ فون کی دوسری طرف انسان نے بھی قسم کھا رکھی تھی آج اسے تو جگا کر ہی رہے گا۔اب تو حد ہو گئی تھی ظفر جھنجلا کر آخر کار اٹھ ہی گیا۔ منہ میں بڑبڑ کرتے اس نے سائڈ ٹیبل سے فون اٹھایا اور نمبر دیکھے بغیر کال اٹینڈ کر کے فون کان سے لگایا۔۔

''کون بکواس کر رہا ہے جلدی کرو۔۔''اس نے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے کوفت سے کہا۔

''سر میں بات کر رہا ہوں۔ایک بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔۔''ظفر واسیاں لیتے لیتے یکدم سیدھا ہوا ہو۔آواز ان میں سے ایک لڑکے کی تھی جو اسے ڈرگز پہنچاتا تھا۔

''آگے بھی بکو۔۔''

''دراصل یہ بات کال کی نہیں ہے۔اس میں بہت خطرہ ہے۔آپ کو اسی جگہ آنا پڑے گا۔بات بہت ضروری ہے۔۔'' ظفر کی پیشانی کے بل واضح ہونے لگے۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کتنی دفعہ کہا ہے مجھ سے مہینے کے مہینے ملا کرو۔ابھی کچھ دن پہلے تو ہماری ملاقات ہوئی ہے۔ مشکل ہے میں نہیں آسکتا۔۔'' وہ صاف مکر گیا۔

''ٹھیک ہے آپ کی مرضی اتنا بتادوں جتنا نقصان ہمارا ہے اس سے کہیں زیادہ یہ نقصان آپ کا بھی ہے۔'' اس نے آنکھیں بند کر کے کنپٹی پر ہاتھ رکھا اور نرمی سے مسلنے لگا۔

''آتا ہوں۔۔'' کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔ موبائل پھینکنے کے انداز میں اپنے ساتھ بیڈ پر ہی رکھا اور دونوں ہاتھوں سے کنپٹی مسلنے لگا۔ دماغ پر صرف ایک سوچ سوار تھی آخر مسئلہ تھا تو تھا کیا؟؟

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ پینٹ شرٹ پہنے اپنے عالیشان گھر کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ سامنے ہی فرہاد بالوں کی پونی بنائے ایک گارڈ کے حلیے میں مکمل تیار کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ ظفر نے اسے کال پر پہلے ہی بتادیا تھا کہ انہیں جانا ہے۔۔

''سر آپ کہاں جارہے ہیں؟'' سیڑھیاں اتر کر تھوڑا آگے پہنچتے ہی اس کے دوسرے گارڈ نے پیچھے کھڑے کھڑے پوچھا۔ ظفر نے ضبط سے آنکھیں بند کیں اور اس کی طرف گھوما۔۔

''جہنم میں۔۔ جائو گے تم بھی؟ اپنے کام سے کام رکھا کرو۔ گارڈ ہو نا تو گارڈ بن کے رہو میرا باپ بننے کی کوشش مت کرو۔۔'' کمر پر دونوں ہاتھ باندھے وہ ایک قدم اس کے قریب گیا اور طیش سے اس کی جھکی ہوئی نظروں کو دیکھنے لگا۔۔ ''اگر میرا پیچھا کرنے کی کوشش بھی کی یا میری خبریں حیدر آباد تک پہنچائیں تو تم مجھے ابھی ٹھیک طرح سے جانتے نہیں ہو۔۔'' گارڈ نے نظریں اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔ ''میرے ساتھ میرا

پرسنل گارڈ فرہاد ہے۔۔ گوٹ اٹ؟" گارڈ نے جھکے ہوئے سر کو اثبات میں جنبش دی۔ اور ظفر واپس پلٹ گیا۔ وہ آگے تھا اور فرہاد میر اس کے پیچھے۔۔

فرہاد پچھلی بار کی طرح اس بار بھی گاڑی کے ساتھ کھڑا سامنے کمر پر ہاتھ باندھے چکر کاٹتے ظفر کو دیکھ رہا تھا۔ افق پر ابھی مکمل روشنی نہیں ہوئی تھی۔ پرانے کنٹینرز ویسے ہی پڑے تھے۔ جب وہ پہلی بار ظفر کے ساتھ یہاں آیا تھا تب ظفر کے چہرے پر عجیب سی خوشی تھی لیکن اس بار اس کے چہرے کے بگڑے تاثرات یہ بتانے کے لیے کافی تھے کہ کچھ نا کچھ تو ایسا ہوا ہے جس نے ظفر کو بے چین کر رکھا ہے۔

بلآخر جس وین کے آنے کا ظفر کو بے صبری سے انتظار تھا وہ فرہاد کے ساتھ سے ہوتی ظفر تک جا کر رکی۔ ظفر کے کمر پر بندھے ہاتھ کھل گئے۔ زوردار آواز سے وین کا دروازہ کھلا اور وہی دونوں آدمی وین سے باہر نکلتے دکھائی دیے۔ ظفر نے قریب جانے کے لیے ایک قدم ہی اٹھایا اور پھر رک گیا۔ ان دونوں آدمیوں کے پیچھے دو بندے اور نکلتے دکھائی دیے۔ فرہاد نے دور سے آنکھیں چھوٹی کیے اب ان دو نقاب پوش آدمیوں کو دیکھا جن کے آدھے چہرے اریبک رومال سے ڈھکے ہوئے تھے۔ کپڑوں میں انہوں نے بھی ڈھیلی ڈھالی قمیض شلوار زیب تن کر رکھی تھی۔

"آپ کو یوں صبح صبح تکلیف دینے کے لیے معذرت چاہتے ہیں سر مگر۔۔" اس سے پہلے ظفر ان لڑکوں کا پوچھتا اس کا اپنا بندہ خود ہی بتانے لگا۔ "افغانستان کا جو گینگ ہمیں ڈرگز پہنچاتا تھا اس نے اب کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا ہے۔۔" ظفر کی آنکھیں اب کی بات حیرت سے پوری کھلیں کوئی بم تھا جو سیدھا اس کے سر پر آ کر پھٹا تھا۔ وہ تو کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔۔

"ہم نے ان سے بہت منتیں کیں لیکن وہ ہماری بات نہیں سننا چاہتے اسی لیے افغانستان سے اپنے ان دو بندوں کو بھیج دیا ہے کہ یہ خود آپ کو سب صاف صاف بتا دیں۔۔" اس آدمی نے بولتے ہوئے اپنے ساتھ آئے دو نئے لڑکوں کی طرف اشارہ کیا۔ ظفر نے باری باری دونوں کے چھپے ہوئے چہروں کو دیکھا جس میں صرف آنکھیں واضح تھیں۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اپنے باس کو سمجھا دو ظفر کے ساتھ ڈیل اتنی آسانی سے ختم نہیں ہو گی۔۔" وہ تنبیہی انداز سے اپنے الٹے ہاتھ کی طرف کھڑے نقاب پوش لڑکے سے کہہ رہا تھا جو اسے تیوڑیاں چڑھائے گھورے جا رہا تھا۔۔

"مجھ سے بات کرو۔۔" آواز دوسرے نقاب پوش کی تھی جس کا لہجہ پٹھانوں والا تھا۔ ظفر نے گردن گھما کر اسے دیکھا اور کچھ پل گھور کر دیکھتا رہا۔

"صاحب کو اب تمہارے ساتھ کام نہیں کرنا پرافٹ بہت کم ملتا ہے ہمیں۔۔" اس بات پر ظفر نے ضبط سے آنکھیں میچ کر اسے دیکھا۔

"اب تک تو ایسی کوئی بات نہیں کی تھی تمہارے صاحب نے یہ اچانک سے اسے پرافٹ کم کیوں لگنے لگا؟؟" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آگے بڑھ کر اس نقاب پوش کا چہرہ بگاڑ دے۔

"جو بھی کہنا ہے صاحب سے کہہ دینا ہم بس یہاں تمہیں آگاہ کرنے آئے تھے۔۔" نقاب پوش نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ ظفر نے ضبط سے سر اثبات میں ہلا کر پیچھے کھڑے اپنے گارڈ فرہاد میر کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے فرہاد کو آنکھوں سے اشارہ کیا جیسے اس سے کہہ رہا ہو تیار رہنا۔ فرہاد نے سر کو تھوڑا خم دیتے ہوئے اسے اشارہ دیا کہ وہ تیار ہے۔ ہاتھ پیچھے لے جا کر اس نے بڑی مہارت سے اپنی گن لوڈ کی اور پھر ہاتھ ڈھیلے چھوڑ دیے۔ جو نقاب پوش ظفر سے بات کر رہا تھا اس نے بات کرتے کرتے گردن بائیں

طرف گھما کر اس کے گارڈ کو دیکھا پھر ظفر کو وہ دونوں کے اشارے سمجھ گیا تھا۔اس سے پہلے وہ دونوں مارے جاتے اس نے اپنے چہرے پر سے نقاب ہٹا دیا۔ ظفر کے لیے چہرہ انجان تھا جبکہ فرہاد کے لیے اگلے لمحے زمین پر کھڑا ہونا جیسے مشکل ہو گیا تھا۔وہ پلکیں جھپکائے بغیر سامنے کھڑے اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا جس نے ابھی ابھی چہرے پر سے نقاب ہٹا کر اسے حیران بلکہ بہت حیران کر دیا تھا۔صد شکر اس نے گولی نہیں چلائی۔

"زیادہ ہوشیاری مت کرو ظفر ہم بات کرنے آئے ہیں۔۔"اس کے اس انداز پر ظفر مکمل طور پر اس کی طرف گھوم گیا۔ پیچھے کھڑے نقاب پوش نے اپنی جیب سے ایک رومال بر آمد کیا اور ظفر کی پشت کو دیکھتے دیکھتے چالاکی سے آگے بڑھا۔آنکھ سے اپنے ساتھ کھڑے آدمیوں کو اشارہ کیا جنہوں نے موقعے پر ظفر کو دونوں بازوؤں سے جکڑ لیا۔سب آناً فاناً ہوا تھا۔اس سے پہلے ظفر کچھ بولتا کوئی مزاحمت کرتا نقاب پوش نے پیچھے سے ہی اس کی گردن جکڑ کر اس کے ناک پر رومال رکھ دیا جس کی بو ناقابلِ برداشت تھی اور اس کے نتھنوں میں جاتے ہی اسے بیہوش کر گئی۔۔ فرہاد نے گن جیب میں ڈالی اور بھاگتے ہوئے ان کے قریب گیا۔

"کام ہو گیا۔۔"دوسرے لڑکے نے بھی رومال چہرے پر سے اتار کر پھینک دیا۔فرہاد نے باری باری دونوں کو دیکھا وہ ہنس رہے تھے خود کو گیم چینجر سمجھ رہے تھے۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا جیب سے گن نکالے اور ان کے بھیجے اڑا دے۔

"کیا ہوا ہے سانولے بھالو اتنا کیوں گھور رہے ہو؟؟"کبیر نے استہزائیہ انداز سے کہتے ہوئے فرہاد کا لال بھبوکا چہرہ دیکھا۔

"ہضم نہیں ہو رہا کہ ہم اس سے سے زیادہ تیز کیسے نکلے؟"عالیان کہتے ہوئے گھٹنے کے بل بیٹھ گیا اور زمین میں ڈھیر ہوئے ظفر کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ نا جانے خود کو کیا سمجھتا تھا تیس مار خان؟ ہونہہ۔۔

"تم لوگ جائو۔۔کام ختم۔۔"کبیر نے آگے بڑھ کران آدمیوں سے کہا جن کے ڈر کے مارے چہرے سفید پڑ رہے تھے۔ سر اثبات میں ہلاتے وہ تیزی سے اپنی وین میں بیٹھے اور اگلے ہی لمحے وین وہاں سے لے گئے۔

"یہ اسمگلرز تھے کبیر تم نے انہیں کیوں جانے دیا؟"فرہاد کو واقعی اس حرکت پر غصہ آرہا تھا۔کبیر نے شہد رنگ آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کس نے کہا میں نے انہیں جانے دیا؟"اس قدر سکون پر فرہاد نے عجیب طرح سے اسے دیکھا کیونکہ بات تو اس کے سر کے اوپر سے گزر گئ تھی۔کبیر نے اس الجھے ہوئے لڑکے کے چہرے پر سے نظریں ہٹالیں اس کے سوالوں کو جواب دینے کے بجائے اسے اور بھی بہت کام تھے۔

"شکر جان چھوٹی۔۔اب یہ بتائو افغانستان والے باس کو کیا کہیں گے؟"وین نے ابھی کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا تبھی اس آدمی نے ڈرائیو کرتے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

"جہاں تک مجھے لگتا ہے یہ لوگ ظفر کے کوئی بہت ہی پرانے دشمن ہیں اتنی آسانی سے اسے چھوڑیں گے نہیں۔۔"وہ پل بھر کو رکا شاید اس کا دماغ کچھ سوچنے میں مصروف تھا۔"بھاڑ میں گیا یار ہم نہیں جانتے ظفر کہاں گیا نہ ہی اس نے ہمیں کچھ بتایا ہے سمجھے تم؟؟"اس نے کوفت سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"بلکل ہم کچھ نہیں جانتے۔۔"ساتھ والے نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے جیب سے فون نکالا اور اس میں مصروف ہو گیا۔۔ہر معاملے سے انجان بن جانا ہی انہیں سب سے بہتر حل لگا۔۔ابھی وہ فون میں ہی محو تھا کہ یکدم زوردار جھٹکا کھا کر سیدھا ہوا۔۔

"کیا ہو گیا ہے باولا ہو گیا کیا؟؟ اتنی زور کی بریک۔۔" سر اٹھا کر اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اپنے بندے کو دیکھا جو پھٹی آنکھوں سے سامنے دیکھے جا رہا تھا یوں جیسے کوئی بھوت یا موت کا فرشتہ دیکھ لیا ہو۔اس آدمی نے اس کی نظروں کا سفر کرتے ہوئے سامنے دیکھا تو اس کا بھی کوئی اپنے ساتھی جیسا حال ہو گیا تھا۔

سامنے ایک پولیس موبائل کھڑی تھی اور سیاہ وردی پہنے پولیس اہلکار بڑے ہی پر سکون انداز میں ان کی طرف آرہے تھے۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ اپنے آنے جانے کے لیے یہی راستہ استعمال کرتے تھے اور یہاں پولیس کو جب تک بلایا نہ جائے وہ بھول کر بھی نہیں آتی۔۔یعنی ان کے ساتھ گیم ہو گئ تھی۔۔

مربع نما کمرا اس وقت دائمی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے بلب چھت سے لٹک رہے تھے لیکن کمرہ وسیع ہونے کی وجہ سے ان کی روشنی پورے کمرے میں پھیلنے سے قاصر تھی۔درمیان میں کرسی پر ایک وجود بیہوش بندھا ہوا تھا۔اس کے ہاتھ اس کی پیٹھ پر کرسی کی ٹیک سے بندھے ہوئے تھے جبکہ پیر زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ کمرہ بلکل نیا کمرہ تھا جو انہوں نے خاص ظفر جہانزیب کی مہمان نوازی کے لیے چنا تھا۔کمرے میں صرف وہی نہیں تھا وہ تینوں بھی تھے ٹھیک اس کے سامنے تھوڑا دور قطار میں لگی تین کرسیوں میں ایک ہی انداز میں بیٹھے تھے۔درمیان میں فرہاد میر تھا اور اس کے دائیں بائیں عالیان اور کبیر۔۔تینوں کی کرسیوں کا رخ دوسری طرف تھا مگر وہ تینوں ہی کرسی کی ٹیک پر دونوں بازو پھیلائے ان پر ٹھوڑی ٹکائے دائیں بائیں سے ٹانگیں نکالے سرد نگاہوں سے سامنے پڑے نڈھال ظفر کو دیکھ رہے تھے۔

"دل تو کر رہا ہے اس کے چہرے کا نقشہ بگاڑ دوں۔۔" عالیان کو اس کا صاف ستھرا زخموں سے عاری چہرہ سخت زہر لگ رہا تھا۔۔

”پرسکون ہو جائو عالیان۔۔“فرہاد نے جیسے نرمی اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”یہ نیک کام تم کرو گے یا میں؟ کیونکہ اس کی شکل مجھ سے بھی برداشت نہیں ہو رہی۔۔“کبیر کی آواز پر فرہاد نے گردن موڑ کر پہلے اسے دیکھا پھر عالیان کو۔۔وہ کیا تھا ان کا استاد اور وہ ٹھہرے اس کے شاگرد۔ فرہاد نے سر نفی میں ہلایا۔۔غلط وہ دونوں اس کے بھی باپ تھے جن کے سروں پر ہر وقت خون سوار رہتا ہے۔عالیان کو یاد آیا اس کی جیب میں کچھ تھا۔ جسے نکال کر اس نے سامنے کیا۔ایک سیاہ رنگ کی پسٹل۔ وہ اب بغور اسے آگے پیچھے کر کے دیکھ رہا تھا۔ کبیر اور فرہاد نے بیک وقت گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

”جانتے ہو نا عام شہری کے پاس گنز ہونا وہ بھی بنا لائیسنس کے ال لیگل ہے۔۔“کبیر کے چہرے پر ناگواری تھی اور تیوڑیاں چڑھائے اسے گھور بھی رہا تھا۔ یہی کچھ حال فرہاد کا بھی تھا۔

”جانتا ہوں۔۔ ویسے بھی یہ لیگل اور ال لیگل کے قانون تم اسے سکھائو کیونکہ یہ اس کی جیب سے برآمد ہوا ہے۔۔“ظفر کے بیہوش وجود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔“میں اسے سکھاتا ہوں کہ پسٹل جیب میں رکھنے کے لیے نہیں ہوتی۔۔“وہ اس کے قریب جاتے ہوئے بول رہا تھا۔ کبیر فوراً اٹھ کر اس کے پیچھے گیا اس بار فرہاد کچھ نہیں بولا نہ اپنی جگہ سے اٹھا کیونکہ وہ جانتا تھا سننی تو اس کی کسی نے تھی نہیں۔

“آج تمہارا نکاح ہے اور تم لوگوں کو اغوا کرتے پھر رہے ہو۔۔ شرم آرہی ہے تمہیں؟؟“کبیر نے بڑی سنجیدگی سے اسے طنز کا نشانہ بنایا تھا لیکن وہ بھی جانتا تھا کہ کبیر اس سے مذاق کر رہا ہے۔

”آرہی ہے۔۔“ڈھٹائی سے جواب دیتے ہوئے اس نے پسٹل کی نوک ظفر کی ٹھوڑی پر رکھ کر اس کا چہرہ اٹھایا اور کچھ لمحے اپنی سیاہ آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا۔ایک وقت تھا جب اس کی جگہ عالیان ایسے بندھا ہوا بے بس

لگ رہا تھا۔اس نے کتنا ٹارچر کیا تھا اسے اور آج وقت عالیان کے ہاتھ میں تھا۔آج ظفر اس کے سامنے بے بس اور بے ہوش بندھا ہوا تھا۔

"بڑے ہی نیک کام سے شروعات کرنے لگے ہو نئی زندگی کی۔۔"اس کے طنزیہ انداز پر عالیان نے ایک گہرا سانس بھرا۔۔

"یار نہیں مار رہا میں اسے کیوں بار بار غیرت یاد دلا رہے ہو؟؟"خفگی سے کہتے اس نے پسٹل کی نوک اس کی ٹھوڑی پر سے ہٹا دی۔کبیر نے سکھ کا سانس لیا کیونکہ اس مافیا مین سے کوئی بھی توقع کی جا سکتی تھی۔"کیا ہوا ہے فرہاد استاد ایسے کیوں خاموش سے بیٹھے ہو۔دیکھو یار سب برداشت ہو جائے گا تمہارے منہ پر تالے لگے ہوں یہ برداشت نہیں ہوتا۔۔"عالیان مسکراتے ہوئے فرہاد کے قریب آ کر اسے تنگ کرنے لگا۔ فرہاد نے ناگواری سے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔۔

"مجھے کچھ بتاؤ گے؟ یا میں بیچ میں سے نکل ہی جاتا ہوں۔جب تم دونوں نے ہی سب مل کر کرنا ہے تو کرو۔میں چلا جاتا ہوں۔۔"وہ خفگی سے کہتے ہوئے کرسی دھکیلتا اٹھا کھڑا ہوا۔عالیان تیزی سے اس کے قریب آیا جبکہ کبیر اس کی یہ بے بس اور ناراض شکل دیکھ کر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔۔

"کبیر یار بتا دو نا اس کو ہم نے سب کیسے کیا۔۔بچہ ناراض ہو رہا ہے۔۔"عالیان نے اس کے کندھے پر کہنی ٹکاتے ہوئے کبیر سے کہا جو اب تک مسکرا رہا تھا۔

"بتاتا ہوں۔۔"وہ قدم اٹھاتا ان دونوں کے قریب آیا۔۔"جب تم نے ہار مان لی تھی تب میں نے اپنے دماغ کا استعمال کر کے زرک کو کال ملائی۔۔"وہ فرہاد کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔زرک فرہاد کا بہت قابل بندہ تھا جس نے ہر بار ان کا بہت ساتھ دیا تھا۔"اسے وین کا نمبر بھیج کر ان لوگوں کا پتہ کروانے کو کہا جو اس نے

بہت ہی کم وقت میں کر دکھایا۔۔" وہ اب کی بار چپ ہوا تو عالیان اس کے دوسرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولنے لگا۔

"اس کے بعد کبیر نے مجھے کال کر کے سب سمجھایا۔ زرک اپنے ساتھ کچھ بندوں کو لیے ان سمگلر تک پہنچ کر انہیں پکڑ چکا تھا۔ ہم دونوں نے وہاں جا کر اپنا پرانا طریقہ کاف استعمال کیا۔ انہیں ٹارچر کیا دھمکیاں دیں اور وعدہ کیا کہ اگر وہ ظفر کو ہم تک پہنچاتے ہیں تو ہم انہیں جانے دیں گے۔۔" عالیان نے رک کر کبیر کو دیکھا۔

"اور انہوں نے مان لیا۔ باقی سب کچھ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔" کبیر چپ ہوا تو فرہاد نے گہرا سانس بھرا۔

"تم دونوں مجھ سے بھی تیز ہو۔۔" اس نے جیسے اعتراف کیا تھا۔

"مانتے ہو نا۔۔" وہ دونوں بیک وقت ساتھ بولے تھے تو فرہاد نے ہنستے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔ جس پر ان دونوں کا قہقہہ بلند ہوا۔

آج نکاح کا دن تھا عالیان اور ردا کے نکاح کا دن۔ سادہ سی قمیض شلوار میں ملبوس لڑکی اس وقت پارلر میں کھڑی مسلسل فون کان سے لگائے اضطراب کے عالم میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔ رنگ ہنوز جا رہی تھی مگر دوسری طرف سے کوئی کال اٹھانے کی زحمت کر ہی نہیں رہا تھا۔ رک رک کر وہ سامنے شیشوں سے بھری دیوار میں اپنا زرد پڑتا چہرہ بھی دیکھ رہی تھی۔ باقی سب کو عدم کرتے وہ بس اپنی شکل دیکھ رہی تھی جو رونے والی ہو گئی تھی۔ آس پاس کیا ہو رہا ہے ردا کو کیا پرواہ۔ اسے اگر کسی بات کی پرواہ تھی تو بس یہ کہ آپی اس کے ساتھ نہیں تھی اور تو اور آج کے دن جب اسے سب سے زیادہ ان کی ضرورت تھی انہوں نے اسے

مناہل کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا اور بے فکری کی انتہا تو دیکھو وہ اس کی کال بھی نہیں اٹھا رہی تھیں۔ اپنے چہرے پر سے نظریں ہٹا کر اس نے کوفت سے گہرا سانس بھرا۔ گلے میں کچھ اٹک گیا تھا۔ آنسوئوں کا گولہ جو کبھی بھی آنکھوں سے جا رہی ہو سکتا تھا۔ اس سے پہلے وہ سارا ضبط ہار جاتی۔ اس کے کانوں سے انابیہ کی آواز ٹکرائی۔

"کچھ تو خدا کا خوف کریں آپی۔ یہاں میرا کیا حال ہوا جا رہا ہے اور آپ نے تو مجھے میرے حال پر تنہا چھوڑ دینے کی قسم کھا رکھی ہے نا۔۔" اس کے اس طرح سے گلہ کرنے پر انابیہ نے کھڑے کھڑے کمرے میں گہرا سانس لیا۔ عام سے کپڑے، کیچر میں مقید بال اور اس کی تھکی ہوئی شکل بتا رہی تھی کہ وہ کس قدر کاموں میں مصروف تھی۔

"ردا یار کیا ہو گیا ہے؟ بزی ہوں بہت نہیں اٹھا سکی کال۔۔" اس نے پریشانی میں اپنی پیشانی ملتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہو جاتا تھوڑی دیر یہاں آ جاتیں۔"

"منو کو بھیجا تو ہے تمہارے ساتھ اب کیا مسئلہ ہے؟؟" ردا نے چلتے قدموں سے رک کر مناہل کو دیکھا جو صوفے پر بیٹھی سارا سامان کھول کھول کر دیکھ رہی تھی۔

"ہاں اسے دیکھ کر تو میں اور نروس ہو رہی ہوں۔۔ آپی یار مجھے نہیں کرنا نکاح۔۔" وہ اب باقاعدہ رونے لگی تھی۔۔ "مجھے نہیں پتہ میں گھر آ رہی ہوں۔۔" رونا تو انابیہ کو بھی آ رہا تھا مگر اس نے اپنے آنسوؤں پر ضبط کر رکھا تھا۔ دل صبح سے بس ایک گلہ کر رہا تھا۔ کہ کاش وہ سب سے بڑی بہن نہ ہوتی اور اگر اب بڑی تھی بھی تو ماما جان ساتھ ہوتیں۔۔

"ردا پلیز سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہاں اتنے مہمان اکھٹے ہو جائیں گے مجھے ان سب کو بھی دیکھنا ہے گھر کو بھی دیکھنا ہے خود بھی تیار ہونا ہے۔ رونا مجھے بھی آرہا ہے لیکن کیا کروں۔۔" تھوڑی ہی دیر میں ردا کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔ اس روتی ہوئی لڑکی کو دیکھتے ہی میک اپ آرٹسٹ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔

"میم۔ آپ پلیز آجائیں تاکہ ہم کام شروع کر سکیں ورنہ دیر ہو جائے گی۔" ردا نے فوراً سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑی اس عورت کو دیکھا جو بڑے ہی عاجزانہ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"پارلر والی کو فون دو جلدی کرو۔۔" اس کے حکم پر ردا نے فون میک اپ آرٹسٹ کی طرف بڑھا دیا اور آنکھوں سے اشارہ کیا کہ بات کرو۔۔

"السلام علیکم۔ اگر یہ آپ کو زیادہ تنگ کرے نا آپ پلیز اس پر غصہ مت ہویئے گا۔ یہ بس تھوڑی نروس ہو رہی ہے۔ آپ سمجھ رہی ہیں نا؟؟"

"وعلیکم السلام میم آپ بلکل بے فکر رہیں میں سمجھ سکتی ہوں۔۔" وہ بڑی ہی نرمی سے بولی تھی۔

"فون دیجیئے گا اسے۔۔" ردا نے سر اٹھا کر دیکھا میک اپ آرٹسٹ اس کی طرف فون بڑھائے کھڑی تھی۔ اس نے آنسو پونچھتے فون اس کے ہاتھ سے اچک لیا۔

"میری بات سنو۔ چپ چاپ جا کر کرسی پر بیٹھ جائو۔۔ ٹائم بہت کم ہے میری جان۔ مجھے معاف کرنا میں نہیں آسکی تمہارے ساتھ۔۔ شاباش ان کو تنگ مت کرنا اچھے سے تیار ہو جائو کوئی ٹینشن والی بات ہی نہیں ہے سمجھ رہی ہو نا۔۔" بس اس کی نرمی ہی تو ردا کی کمزوری ہوتی تھی اور نا چاہتے ہوئے بھی اسے سارے ہتھیار گرا کر ضد چھوڑنی پڑ جاتی تھی۔

"اوکے۔۔" اس نے بمشکل ناک سے گیلی سانس کھینچتے ہوئے تابعداری سے کہا۔ انابیہ اب مطمئن تھی اور جلدی میں نہ ہوتی تو شاید کال پر ہی رہتی مگر اسے بہت کام تھے سو اس نے کال کاٹ دی۔۔ ردا نے ایک نظر

میک اپ آرٹسٹ کو دیکھا جو بڑے پیار سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی اور ہلکے ہلکے قدم اٹھاتی مناہل کے پاس گئی۔

"میرا سوٹ دو۔" اس کی آواز پر مناہل نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر اس کا جوڑا اسے تھما دیا۔ اپنا جوڑا ہاتھ میں پکڑے ردا سیدھا واشروم میں چلی گئی۔

سر پر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے وہ ابھی سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ اس کی نظر نیچے کام کرتے لڑکوں پر پڑی جو ریلنگ پر سرخ سرخ پھول لگا رہے تھے۔

"ارے ارے یہ کیا لال لال پھول لگا رہے ہیں آپ لوگ۔۔" سر پر ہاتھ مارتے وہ تیز تیز قدم لیتی نیچے آئی۔

ایونٹ پلانرز رک کر اب اسے دیکھ رہے تھے اور پھر اپنے لگائے ہوئے سرخ پھولوں کو جو ابھی انہوں نے تھوڑے سے ہی لگائے تھے۔

"بھائی رخصتی کا فنکشن تھوڑے نا ہے۔ نکاح ہے۔۔ باہر ساری ڈیکوریشن وائٹ تھیم کی ہے اندر آپ سرخ پھول لگا رہے ہیں کتنا آکورڈ لگے گا یہ۔ پلیز سفید پھول لگائیں یہاں بھی۔۔" غصے سے ان کو حکم دیتی وہ سیدھا لونگ روم میں چلی گئی۔ ایونٹ پلانرز نے عجیب نظروں سے اسے جاتے دیکھا ان کا کام ہے وہ بہتر جانتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔ ان کا ارادہ تھا ریلنگ پر وائٹ اور ریڈ روزز کا کومبو زیادہ اچھا لگے گا لیکن یہاں کی مالکن کو سفید پھولوں سے شاید کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔ سر جھٹک کر انہوں نے سرخ پھول اتار کر سفید پھول لگانے شروع کر دیے۔

لونگ روم میں آتے ہی اس نے چاروں اطراف کا مختصر سا جائزہ لیا جو بلکل تیار اور صاف ستھرا دکھائی دے رہا تھا۔ شہناز گلدان میں سفید ٹیلو پس سجا رہی تھی۔ تازہ تازہ ٹیولپس کی مہک اس کے تنے ہوئے اعصاب کو سکون بخشنے لگی تھی۔ ایک دم سے جیسے ذہن کی ساری جھنجلاہٹ غائب ہی ہو گئ تھی۔ تبھی اسے اپنے عقب میں سے کسی کی آواز آئی۔

"انابیہ سنو۔۔" آواز پر وہ فوراً پیچھے گھومی۔ پینٹ شرٹ میں کھڑا لڑکا اس کا میٹر گھما گیا تھا۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئے ؟؟" وہ حیرت زدہ شکل لیے اسے دیکھے گئ جو مسلسل فون پر کچھ ٹائپنگ کر رہا تھا۔

"اہمم۔ میں جا ہی رہا ہوں بس کبیر کا ویٹ کر رہا ہوں اسی نے لے کر جانا ہے کہیں۔۔" مصروف انداز سے کہتے ہی اس نے فون پر سے نظریں اٹھا کر انابیہ کو دیکھا۔ "البتہ تم ایسے کیوں کھڑی ہو ماسی ؟؟" ماسی کا سن کر انابیہ بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا اور کچھ کہہ ہی جاتی مگر پھر عالیان کی بات پر چپ ہو گئ۔۔

"کبیر کی فیملی آرہی ہے۔۔" بولتے بولتے اس نے سلائیڈنگ ڈور سے باہر کھلتے گیٹ کو دیکھا جہاں سے ایک گاڑی اندر داخل ہوئی۔۔ "بلکہ لو آ گئ ہے۔۔" انابیہ فوراً ہڑبڑا گئ۔ اسے لگا ابھی وہ لڑکھڑا کر گر جائے گی۔۔

"اتنی جلدی ؟؟" گاڑی میں سے دو عورتوں کو نکلتا دیکھ کر انابیہ کے تو جیسے ہوش ہی اڑ گئے۔

"آئو میرے ساتھ انہیں ریسیو کریں۔۔" عالیان تیزی سے کہتا باہر کی طرف بھاگا۔

"آآ شہناز یہ سب چھوڑو چائے کا بندوبست کرو جلدی۔۔۔" حکم دیتے ہی وہ عالیان کے پیچھے بھاگی اور شہناز نے پھولوں کو چھوڑ کر کچن کا رخ کیا۔

ان کے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی عالیان وہاں پہنچ چکا تھا۔انابیہ کہیں اس کے پیچھے ہی تھی۔حسن چچا ان کا سامان لے کر اندر جا رہے تھے۔ان کے دروازے تک پہنچتے ہی عالیان نے خوش اسلوبی سے سلام کیا۔ آمنہ بیگم اور کنزہ بھابھی نے مسکراتے ہوئے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"دیکھو کنزہ۔۔ماشاءاللہ کتنا بڑا ہو گیا ہے۔چھوٹا سا تھا جب میں پہلی بار جہانگیر صاحب کے ہمراہ کراچی ناصر بھائی سے ملنے آئی تھی۔۔"انہوں نے عالیان کو دیکھتے ہوئے کنزہ سے کہا جن کی گود میں ان کا بیٹا ان کے کندھے پر سر ٹکائے سو رہا تھا۔

"بس دیکھ لیں آنٹی وقت ظالم کتنی جلدی گزر جاتا ہے۔۔"وہ ابھی بولا ہی تھا کہ اس کے موبائل پر کبیر کی کال آنے لگی۔۔"ایکسکیوز می۔۔"معذرت خواہانہ انداز میں کہتے ہی اس نے کال اٹینڈ کی۔۔"ہاں کہاں ہو؟؟ اوکے میں آتا ہوں۔۔"کال کاٹ کر اس نے موبائل پینٹ کی جیب میں ڈالا۔۔"ارے آپ لوگ اندر تو آئیں نا۔انابیہ۔۔"اس نے مڑ کر خفگی سے انابیہ کو دیکھا جو کب سے ڈری سہمی اس کے پیچھے کھڑی تھی۔۔"اندر لے کر جاؤ انہیں۔۔"کہتے ہی وہ مسکرا کر وہاں سے چلا گیا جبکہ آمنہ بیگم تو اسے دیکھتے ہی جیسے اس پر سے نظریں ہٹانا بھول گئیں۔۔یہ تھی وہ لڑکی جس کی جدائی میں ان کا بیٹا ساڑھے چار سال تڑپتا رہا تھا۔ کیسے نہ تڑپتا اس کی ماں تو خود چند سیکنڈز میں اس کی گرویدہ ہو گئی تھی۔۔ انہوں نے آگے بڑھ کر نرمی سے انابیہ کو گلے لگایا۔ان کے حصار میں جاتے ہی انابیہ ہل نہیں سکی کیونکہ یہ ایک ماں کا حصار تھا جس سے وہ کتنے سالوں محروم رہی تھی۔ان سے اسے اپنی ماں کی خوشبو آ رہی تھی۔بے ساختہ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"کتنی خوبصورت ہو تم۔کہیں میری نظر ہی نہ لگ جائے۔۔دیکھ رہی ہو کنزہ میرے کبیر کی پسند کتنی پیاری ہے۔۔"وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے بولیں۔انابیہ جھینپ کر مسکرا دی۔ایک لمحے میں ہی اس کے گال سرخ پڑنے لگے تھے۔

''آپ لوگ پلیز اندر آئیں۔۔''اس کے درخواست کرنے پر آمنہ اور کنزہ اس کے ساتھ لونگ روم میں چلی گئیں۔

''ماشاءاللہ سجاوٹ کتنی پیاری کی ہے تم لوگوں نے۔۔ویسے بیٹی تمہیں برا تو نہیں لگا ہم صبح ہی صبح آگئے؟؟''انہوں نے اندر پہنچتے ہی پوچھا۔

''استغفراللہ آنٹی۔۔آپ کا گھر ہے آپ جب مرضی آئیں میں کون ہوتی ہوں برا ماننے والی؟؟''اسے واقعی شرمندگی ہو رہی تھی۔کنزہ بھابھی نے آگے بڑھ کر اپنے سوئے ہوئے بیٹے حیدر کو صوفے پر لٹا دیا اور خود اس کے پاس بیٹھ کر اسے ہلکے ہلکے ہاتھوں سے تھپتھپانے لگیں۔

''میں نے سوچا تم بچیاں اکیلے ہی سب کچھ سنبھال رہی ہو گی تھوڑی مدد ہی کروا دوں مگر عابس کے آفس کی وجہ سے ہم کل رات ہی پہنچ سکے ہیں۔۔''وہ بولتے ہوئے صوفے پر جا بیٹھیں۔۔''یہاں آؤ میرے پاس بیٹھو۔۔''ان کے اسرار پر انابیہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

''اچھا کیا آپ آگئیں مجھے ماما جان کی بہت کمی محسوس ہو رہی تھی۔آپ کو دیکھ کر لگ رہا ہے وہ آگئی ہیں۔۔''وہ مغموم سے لہجے میں بولی۔آمنہ بیگم کی مسکراہٹ ایکدم سمٹی۔۔

''جس طرح ماں کے بغیر تم نے گھر سنبھال رکھا ہے ایسے کوئی نہیں سنبھال سکتا۔میں تو حیران رہ گئی ساری ڈیکوریشن دیکھ کر یقین نہیں آ رہا سب ایک بچی کی نگرانی میں ہوا ہے عابس کی شادی میں ماں ہوتے ہوئے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں تم نے تو ایک ماں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔۔''اس بار انابیہ سوائے مسکرانے کے اور کچھ نہ بولی۔

''تمہاری باقی بہنیں نظر نہیں آ رہی؟؟''اس بار سوال کنزہ بھابھی کی طرف سے ہوا تھا۔

''ردا اور مناہل پارلر گئی ہیں۔۔''

"تو تم نہیں گئی؟؟" آمنہ بیگم کے پوچھتے ہی اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"میں کیسے چلی جاتی؟ گھر کو دیکھنا تھا مہمانوں کو ریسیو کرنا ہے ایک کو تو گھر پر رکنا تھا نا۔۔"

"پھر بھی یار تمہارے بھائی کی شادی ہے۔۔" کنزہ نے خفگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں بھابھی میں خود اتنا اچھا میک اپ کر لیتی ہوں۔ آپ دیکھیے گا پانچ منٹ میں تیار ہو کر آجاؤں گی۔۔" اس کی اس بات پر کنزہ ہنس دی۔

"میں محلے کی شادی کے لیے بھی پانچ منٹ میں تیار نہ ہوں اور تم اپنے بھائی کی شادی میں پانچ منٹ والا تیار ہو گی حد کرتی ہو۔۔" چلو اٹھو میں تمہیں تیار کروں گی۔۔" ان کی اس بات پر انابیہ یکدم بوکھلا سی گئی۔

"ارے نہیں نہیں بھابھی تکلف مت کریں میں خود۔۔"

"تکلف کیسا بھلا۔۔ میری ہونے والی دیورانی ہو بھئی اور مجھے اپنا اکلوتا دیور بڑا عزیز ہے اس کے لیے اتنا کرنے میں کیا حرج ہے؟؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں یعنی وہ نہیں ماننے گیں۔ انابیہ کو بھی ضد کرنا فضول لگا تھا اس لیے مزید بحث سے اجتناب کر گئی۔

"اچھا ابھی تو بیٹھیں شہناز چائے لاتی ہی ہو گی۔۔" اس کی اس بات آمنہ بیگم نے افسوس سے سر جھٹک کر اسے دیکھا۔

"انابیہ شادی والا گھر ہے سو کام ہیں تم نے خوامخواہ تکلف کر دیا۔ ہٹو ذرا میں خود اس شہناز کے پیچھے جاتی ہوں۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کچن کی طرف چل دیں۔

"چلو بھی مجھے نہیں معلوم تمہارا کمرہ کہاں ہے؟" کنزہ نے جھک کر اپنے بیٹے کو اٹھایا۔۔ "اسے تمہارے کمرے میں ہی سلا دوں گی۔۔" انابیہ مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی اور کنزہ

اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔ اسے اپنے دل پر سے سارا بوجھ اترتا ہوا معلوم ہوا۔ یکدم ہی وہ سب اسے اپنے اپنے لگنے لگے تھے۔ اب اسے رونا بالکل بھی نہیں آ رہا تھا۔ سوائے شکر کے وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔۔

"میرے سوٹ کے مطابق میرا میک اپ بہت ہی لائٹ رکھیے گا۔ مجھے بولڈ میک اپ بالکل بھی پسند نہیں ہے۔۔" پیسٹل پنک کلر کا کامدار جوڑا پہن کر ردا اب بڑے ہی پر سکون انداز میں چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔

"جی جی بالکل آپ کا میک اپ بہت سافٹ ہو گا۔۔" میک اپ آرٹسٹ ہنوز نرمی سے بات کر رہی تھی۔

"اور بال کھلے مت چھوڑیے گا۔ جوڑا بنا دینا یا کچھ بھی بس کھلے نہ ہوں۔ چہرے پر لٹے بھی نہیں گرنی چاہیے۔ مجھے پسند نہیں ہیں"۔ وہ ایسے ہدایات دیے جا رہی تھی جیسے کوئی انوکھی دلہن ہو۔ ایسا میک اپ آرٹسٹ سوچ رہی تھی۔ اب اسے کون بتائے کہ ردا احمد عالم واقعی انوکھی دلہن تھی۔

"اور سنیں۔۔" وہ تھوڑا آگے ہوئی اور میک اپ آرٹسٹ کو قریب ہونے کا اشارہ کیا۔۔ "یہ پیچھے بیٹھی چڑیل لاکھ مرتبہ بھی کہے نا کہ اس کا میک اپ ڈارک کریں تو بھی مت کیجئے گا اس کا ڈریس بھی لائٹ کلر میں ہے۔۔" اس نے سرگوشی نما انداز میں میک اپ آرٹسٹ کے کان میں کہا جس پر اس نے سمجھ کر سر ہلا یا۔ بل آخر وہ خاموش ہو گئی اور اس خاموشی پر میک اپ آرٹسٹ نے سکون کا گہرا سانس بھرا تبھی پیچھے بیٹھی لڑکی چیخی تو لوشن کی بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گئی۔ ردا نے بھی ہڑبڑا کر اسے دیکھا۔

"یار ردا میرا دوپٹہ نہیں مل رہا۔۔ گھر پر رہ گیا ہے شاید۔۔" وہ سارا سامان کھول کر دیکھ چکی تھی اسے واقعی اپنا دوپٹہ نہیں ملا۔

"تو کیا ہوا دوپٹہ گھر جا کر پہن لینا۔۔" ردا نے ناک سے مکھی اڑانے کے انداز میں کہا اور آنکھیں بند کر کے دوبارہ چیئر کی ٹیک پر سر رکھ گئی۔

"میں نے دوپٹہ سیٹ کروانا تھا خود کیسے کروں گی؟ تمہاری طرح جا کر سٹیج پر بیٹھ نہیں جانا میں نے۔۔ آپی کے ساتھ بڑے کام کرنے ہیں دوپٹہ سنبھالتی رہوں گی یا کام کروں گی۔۔" وہ سارا غصہ ردا پر اتارنے لگی۔

"آپ شروع کریں۔۔" ردا نے لاپرواہی سے شانے اچکائے اور بند آنکھوں سے میک اپ آرٹسٹ کو کہا جس پر وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے جھک کر گری ہوئی لوشن کی بوتل اٹھانے لگی۔ ردا کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا۔ بند آنکھوں اور سوچ میں ڈوبے ڈوبے اس نے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔۔

"تمہیں دوپٹہ چاہیے نا۔۔" منو نے اس کی آواز پر گرا ہوا سر اٹھا کر اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں چمک کچھ اور ہی بتا رہی تھی۔۔ "تم یہاں آکر تیار ہونے شروع ہو اور دوپٹے کی فکر چھوڑ دو سمجھو بس آگیا۔۔" پھر میک اپ آرٹسٹ کی طرف متوجہ ہوئی۔۔ "اور آپ کیا شکل دیکھ رہی ہیں جلدی کریں مجھے ایک ضروری کام ہے۔۔" کہتے ساتھ وہ دوبارہ آنکھیں بند کر گئی۔ میک اپ آرٹسٹ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو منہ کو اپنے آرام نہیں ہے دونوں بہنوں کے اور جلدی کا مجھے کہہ رہی ہیں۔۔ ہونہہ بل آخر ردا کا میک اپ شروع ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ بھی تھی جیسے اسے کچھ کرنا ہے بس جلدی جلدی اس کا میک اپ ہو اور پھر جو شرارت اس کے ذہن میں گردش کر رہی ہے وہ اسے حقیقت بنا دے۔۔ اس کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھی مناہل کا میک اپ بھی شروع ہو گیا تھا۔ سیلون میں اب کافی سکون اور خاموشی تھی۔۔

کچھ ہی دیر میں اس کا میک اپ ہو گیا تھا۔ ہیئر اسٹائل بھی مکمل تھا۔ ردا نے آنکھیں کھول کر شیشے میں اپنا عکس دیکھا اور خود میں بس کھو ہی گئی۔۔

"ہائے میں کتنی پیاری لگ رہی ہوں۔۔" اسے واقعی خود پر رشک آرہا تھا۔ جس طرح کا میک اپ وہ چاہتی تھی بلکل ویسا ہی میک اپ اور ہیئر اسٹائل اسے ملا تھا۔ سامنے سے سیدھی مانگ نکال کر دونوں طرف الٹی فرینچ بریڈ بنی تھی اور پیچھے کے تمام بال جوڑے میں قید کیے گئے تھی۔ جوڑے کے ارد گرد آرٹیفیشل سفید گجرے لگے تھے۔ ڈائمنڈ کی چھوٹی سی بندیا کسی چمکتے ہوئے ستارے کی طرح مانگ سے ہوتی ہوئی ماتھے پر لٹک رہی تھی۔ گلے میں ہلکا ساڈائمنڈ سیٹ اور کانوں میں چمکتے ہوئے ڈائمنڈ ائیر رنگز اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہے تھے۔ اب بس دوپٹہ سیٹنگ رہتی تھی۔۔

"دوپٹہ سیٹ کرنے میں کتنی دیر لگے گی؟؟" وہ میک اپ آرٹسٹ کی طرف گردن گھماتے ہوئے بولی۔۔

"زیادہ سے زیادہ دس یا پندرہ منٹ۔۔" جواب سنتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔۔

"میں بس آئی۔۔" سامنے شیلو سے اپنا موبائل اچک کر اپنا لمبا فراک ہاتھوں سے اٹھائے وہ باہر مین ہال کی طرف چلی گئی۔ ایک نمبر ملایا اور فون کان سے لگا کر وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔

"ہیلو کبیر بھائی۔۔" کال اٹینڈ ہوتے ہی وہ بولی۔۔

"ہاں بولو۔۔" کبیر عالیان کے ٹھیک پیچھے کھڑا تھا جو شیشے کے سامنے کھڑا خود کا معائنہ کر رہا تھا۔

"عالیان آپ کے سامنے ہے؟؟"

"ہاں۔۔"

اسپیکر بند ہے؟؟"

"ہاں۔۔"

"گڈ۔۔ انہیں پتہ نہیں چلنا چاہیے کال پر میں ہوں۔" ردا نے فراک چھوڑ دیا اور اب اطمینان سے کھڑی ہو گئی۔

"کس کی کال ہے کبیر؟؟"سنہرے رنگ کا کام ہوئے سفید شیروانی پہنے عالیان نے شیشے میں ہی کبیر کا عکس دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"فوٹو گرافر کی۔۔ تم تیاری کرو میں ذرا اس سے بات کر کے آتا ہوں۔۔" وہ کہتے ہی کمرے سے نکل گیا۔اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور دوبارہ ردا کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب بولو کیا ہوا ہے سب ٹھیک ہے؟؟"

"ہاں سب ٹھیک ہے۔میں نے آپ کو آپی کے ڈریس کا کلر بتایا تھا بس آج مجھے آپ کی ایک فیور چاہیے۔۔"اِدھر ردا نے رک کر گہرا سانس لیا اور اُدھر کبیر کی آنکھیں پُرسوچ انداز میں چھوٹی ہوئیں۔۔

"پندرہ بیس منٹ میں ہمیں پارلر سے پک کرنے آسکتے ہیں؟؟"

"ہاں مگر عالیان خود آنے والا ہے۔۔"ردا کا مطالبہ اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔

"یہی تو میں انہیں میسج کر کے کہتی ہوں ہمیں ابھی ایک گھنٹہ لگے گا اور آپ کچھ ہی دیر میں ہمیں یہاں سے پک کر کے گھر ڈراپ کر دیں۔۔" وہ بڑے پرسکون انداز میں بول رہی تھی۔۔کبیر کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی لڑکی چاہتی کیا ہے؟؟

"تم چاہتی ہو وہ پریشان ہو؟؟"اس نے جیسے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بے حد۔۔پلیز نا آپ میرے لیے اتنا نہیں کر سکتے۔پلیز۔۔"وہ بچوں کی طرح ضد کر رہی تھی۔کبیر کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔

"اوکے اوکے میں آجاؤں گا اور بے فکر رہو اسے پتہ بھی نہیں چلے گا۔۔"

"یہ ہوئی نا بات۔۔ اب سب سے پہلے آپ ہمارے گھر جائیں گیٹ پر شہناز مناہل کا دوپٹہ لیے کھڑی ہو گی وہ پکڑے اور سیدھا یہاں پارلر آجائیں۔ چوکیدار کو نام اپنا مت بتایئے گا۔۔ ایم ویٹنگ۔۔" کہتے ساتھ اس نے کال کاٹ دی اور وہیں کھڑے کھڑے شہناز کو کال کر کے اسے سب سمجھا کر دوبارہ اندر چلی گئی۔۔

باریک کام والا اس کا ہلکا اور گینزہ کا پیسٹل پنک کلر کا دوپٹہ بھی سیٹ ہو گیا تھا جو اس کے سر سے شروع ہو کر پیچھے کی طرف گر رہا تھا۔ اس کے لمبے گھیر والے چمکدار فراک پر اطالوی اور فرانسیسی سیکوینز کا کام ہو رکھا تھا۔ بلائوز پر ملٹی کلر جس میں جامنی، سنہرا اور نیلے رنگ کا چمکدار کام تھا نہایت ہی شاندار لگ رہا تھا۔ وہ اب گھوم گھوم کر قد آور آئینے کے سامنے خود کو مسرور ہو کر دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی کسی شہزادی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ اسی دوران اس کے موبائل پر کبیر کی کال آئی یعنی وہ آ گیا۔۔ ایک نظر موبائل پر ڈالنے کے بعد اس نے مناہل کو دیکھا جسے میک اپ آرٹسٹ جیولری پہنا رہی تھی۔ اندر ہی اندر خوش ہوتے ہوئے وہ باہر کی طرف بھاگی۔ باہر مین ہال کے ویٹنگ ایریا میں ہی وہ اسے کھڑا دکھائی دیا تھا۔ کبیر نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے اس پاگل لڑکی کو دیکھا جو ہنستے ہوئے اپنے فرش سے لگتے کامدار جوڑے کو ہاتھوں سے اوپر اٹھائے اس کی طرف چلتی ہوئی آ رہی تھی۔

"تم اسے مار کر دم لو گی۔۔ کس چیز کا بدلہ لے رہی ہو اس سے؟؟" افسوس سے کہتے ہوئے کبیر نے بیگ ردا کی طرف بڑھایا۔

"مجھ سے شادی کرنے کا بدلہ لے رہی ہوں۔۔" اس نے بیگ کھول کر اندر جھانکا۔ مناہل کا دوپٹہ اندر موجود تھا۔

"تم اگر اسے یہاں نہ ملی تو اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔۔" اب کی بار ردا نے بلند آواز میں قہقہہ لگایا۔

''ان کو کچھ نہیں ہوتا۔۔اس بات پر تالی ماریں گے؟؟''کبیر سر جھٹک کر ہنسا اور اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کر گیا۔ردا نے آگے بڑھ کر زور سے ہنستے ہوئے اس کے ہاتھ پر تالی ماری اور بھاگ کر جانے لگی۔پھر کچھ یاد آنے پر پلٹی۔

''منو کا دوپٹہ سیٹ ہو جائے پھر ہم چلتے ہیں اور ہاں اس منو پٹاخہ کو کچھ مت بتایئے گا۔کہہ دیجیے گا عالیان نے ہی آپ کو بھیجا ہے۔ان کی بڑی سگی ہے۔۔''کبیر نے تابعداری سے سر ہلایا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھاگ گئ۔

''آپ نے تو کمال کر دیا بھابھی۔مجھے پارلر نہ جانے کا بلکل بھی افسوس نہیں ہے اب۔''انابیہ کرسی پر بیٹھی شیشے میں خود کا خوبصورتی سے کیا ہوا میک اپ دیکھتے ہوئے بولی۔کنزہ بھابھی اس کے پیچھے کھڑی اس کے بالوں کو سٹریٹنر کی مدد سے کرل کر رہی تھیں۔اس کے کمپلیمینٹ پر مسکرا کر شیشے میں اسے دیکھنے لگی۔

''زارا نے بھی بہت پیارا تیار کیا تھا مجھے۔۔''کنزہ بھابھی کو اس کی آواز میں دکھ کا احساس ہوا۔جب نظریں اس کے بالوں پر سے ہٹا کر شیشے میں اس کے چہرے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ نہ صرف آواز بلکہ اس کے چہرے پر بھی دکھ کے سائے تھے۔۔

''زارا؟؟کبیر کی دوست زارا مبین کی بات کر رہی ہو؟''نظریں اس کے چہرے پر ٹکائے وہ اس سے پوچھ رہی تھی جس پر انابیہ نے محض سر اثبات میں ہلایا۔۔

''آپ تو ملتی رہی ہوں گی نا اس سے کیسی ہے وہ؟؟''اس نے بہت ہی آس سے یہ سوال کیا تھا۔

''آخری بار دو سال پہلے ملاقات ہوئی تھی۔اس کے بعد عاصم نے اسے لندن بلوا لیا۔۔''کنزہ بھابھی کے آخری جملے پر وہ ایک دم چونک کر ان کی طرف گھومی۔

''عاصم نے بلا لیا مگر کیوں؟''

"یعنی تمہیں تو کچھ نہیں پتہ۔۔" انہوں نے سر ہر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور انابیہ بس سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھے گئی۔ "آخری بار جب دو سال پہلے میں اس سے ملی تھی وہ اس کی اور عاصم کی منگنی کا دن ہی تو تھا۔ اس کے بعد عاصم واپس لندن چلا گیا اور کچھ ٹائم بعد زارا کو بھی بلوالیا۔ کبیر بھی ان کے ساتھ تھا اب یہ مت کہنا دیور جی نے تمہیں یہ بھی نہیں بتایا کہ دونوں نے لندن میں ہی نکاح بھی کر لیا تھا۔۔" اب کی بار انابیہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس خبر نے جہاں اسے حیران کیا تھا وہیں اسے خوشی بھی ہوئی تھی۔ اس کے بال کرل ہو گئے تھے کنزہ بھابھی نے مسکراتے ہوئے اس کا دوپٹہ اسے تھمایا۔ بخوشی گھوم کر وہ ویسے ہی دوپٹہ پہننے لگی جیسے وہ ہمیشہ پہنتی تھی۔ اس نے سفید رنگ کی لمبی کامدار قمیض پہن رکھی تھی جو اس کے گھٹنوں سے تھوڑی نیچے آتی تھی۔ کڑھائی، شیشے اور سنہرے پتھر کا کام سیدھی سیدھی لائنز کی صورت میں ہور کھا تھا۔ اس قمیض کے ساتھ اس نے کھلا سفید رنگ کا سادہ پلازو زیب تن کیا ہوا تھا۔

تبھی دروازہ کھلا ردا بھاگتے ہوئے اندر آئی۔ انابیہ نے بس اسے دیکھا ہی تھا اور اس دلہن میں کھو گئی۔ ردا کے لیے آج کا دن خاص تھا بلکہ ہر لڑکی کے لیے ہوتا ہے۔ وہ سانس روکے اس مسکراتی ہوئی دلہن کو دیکھے گئی۔ اگلے ہی لمحے دونوں نے فاصلہ طے کیا اور ایک دوسرے کے گلے لگیں۔ بڑی بہن کے گلے لگتے ہی ردا کو سکون ملا اور انابیہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"کاش کہ ماما جان تمہیں اس طرح دلہن بنے دیکھ سکتیں وہ کتنی خوش ہوتی ہینا ردا؟" وہ اسی طرح اس کے گلے لگی آنکھیں بند کیے مغموم لہجے میں بولی۔ ردا فوراً پیچھے ہوئی لیکن بازو اب بھی اس کی کمر کے گرد حصار باندھے ہوئے تھے۔

"آپ کو ان کی یاد آرہی ہے؟" وہ براہ راست اس کی نم ہوتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ انابیہ نے سر ہولے سے اثبات میں ہلایا جس پر ردا فوراً مسکرا دی۔

"پہلے مجھے بھی بہت یاد آ رہی تھی اب آپ کو دیکھا تو یقین کریں وہ تو جیسے مجھ سے بھول ہی گئیں۔اب بس رونا نہیں ورنہ سارا میک اپ۔۔ایک منٹ۔۔یہ آپ کو اتنا پیارا تیار کس نے کیا ہے؟؟"ردا کے سوال پر انابیہ کو جیسے یاد آیا کہ اس کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے۔دونوں بہنیں ایک دوسرے میں اتنا کھو گئی تھیں کہ سب کو بھول ہی گئی تھیں۔

"کنزہ بھابھی۔عابس بھائی کی وائف۔۔"ردا کے حصار سے آزاد ہوتے ہی انابیہ نے پیچھے کھڑی عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو مبہوت سی ان دونوں بہنوں کا پیار دیکھ رہی تھی۔ردا مسکراتے ہوئے آگے بڑھی تو کنزہ نے اسے گلے لگایا۔۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔تم دونوں بہنیں تو بلکل ایک جیسی ہو۔۔"وہ تھوڑا پیچھے ہوتے ہوئے بولیں۔

"دونوں نہیں تینوں۔۔"ردا نے جیسے تصحیح کی اور فوراً انابیہ کی طرف گھومی۔۔"پتہ ہے منو پٹاخہ بھی بہت حسین لگ رہی ہے۔۔"اس نے جیسے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہے کہاں وہ؟"انابیہ دوبارہ آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اس کا دوپٹہ ابھی مکمل طور پر سیٹ نہیں ہوا تھا۔۔

"وہ نیچے آمنہ آنٹی کے ساتھ رک گئی۔میں ان سے مل کر سیدھا آپ کے پاس آ گئی۔۔"ردا جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔بیڈ پر سوتے حیدر کو دیکھ کر وہ مسکرائی۔۔"آپ کا بیٹا بہت کیوٹ ہے۔۔"کہتے ہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گئی۔۔اسے تو اپنا آپ ابھی سے تھکا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔کچھ دیر بعد حیدر اٹھ گیا تھا کنزہ بھابھی اسے لیے نیچے چلی گئیں۔ان کے جاتے ہی ردا کے فون پر کسی کی کال آنے لگی۔اس نے آگے ہو کر اپنا ساتھ پڑا فون اٹھا کر دیکھا جس پر کبیر کی کال تھی۔اس کا دماغ اسے کسی خطرے سے آگاہ کر رہا تھا کیونکہ اب کافی دیر ہو گئی تھی۔عالیان کو پتہ تو چل ہی گیا ہو گا خیر اس نے گہرا سانس بھرتے ہوئے ایک نظر انابیہ کو دیکھا جو کمرے میں سامان سمیٹ رہی تھی اور پھر کال اچک گئی۔

"لڑکی عالیان گھر آرہا ہے اور قسم سے بہت غصے میں ہے۔۔" حلق میں ابھرتی گلٹی ردا نے بمشکل نیچے کی۔۔

"کک۔ کیا زیادہ غصے میں ہیں؟؟" وہ بمشکل یہی پوچھ پائی۔۔

"مجھے بہت سنا کر گیا ہے اب تمہاری طرف آرہا ہے۔ جانتی ہو اس نے کیا کیا ہے؟" ایک نظر اٹھا کر اس نے انابیہ کو دیکھا جو ہاتھوں میں کپڑے پکڑے ابرو اٹھا کر اس سے پوچھ رہی تھی کہ کال پر کون ہے۔ ردا نے بجائے جواب دینے کے اسپیکر کھول دیا۔

"تمہیں لینے پارلر گیا تھا۔ وہاں جب تم نہیں ملی تو اس نے پولیس بلوالی۔ تم یقین کرو گی بنا کسی کی سنے اس نے پارلر سیل (seal) کروا دیا؟؟ تمہارے کہنے پر تو میں نے چوکیدار کو نام بھی غلط بتایا تھا۔" انابیہ کی آنکھیں حیرت اور ناسمجھی سے پھیلیں جبکہ ردا نے رکھ کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔۔ "اوپر سے پارلر والوں کی قسمت اتنی خراب تھی کہ آج ہی ان کے سی سی ٹی وی کیمراز خراب ہو گئے۔۔" کبیر کی آواز ہنوز فون سے گونج رہی تھے انابیہ نے دانت پیس کر اور بھنویں سکیڑ کر ردا کو دیکھا۔ "یہ تو اچھا ہوا عالیان نے ساری کاروائی کر کے مجھے آخر کال کر لی ورنہ تو نا جانے پارلر والوں کا کیا حشر ہوتا۔۔ چلو میں فون رکھتا ہوں بہت شوق تھا نا اسے تنگ کرنے کا آرہا ہے اب سنبھالو۔۔" ردا کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ کبیر نے کال کاٹ دی۔۔ ایک دفعہ پھر اس نے نظریں اٹھا کر انابیہ کو دیکھا جو سینے پر ہاتھ باندھے کھا جانے والے انداز میں اسے گھور رہی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتی۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ برق رفتاری سے بیڈ سے اٹھی۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔۔

"میں اندر آرہا ہوں انابیہ۔۔" اس کی آواز پر ردا کانپ کر رہ گئی اور بالکونی کے دروازے پر لگے پردے ہی قریب تھے سو وہ انہی کے پیچھے چھپ گئی اتنا وقت نہیں تھا اس کے پاس کے بالکونی کا دروازے کھولتی اور وہاں چھپتی سو وہ پردوں میں ہی چھپ گئی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آگیا اگلی دستک دینے کی زحمت اس نے نہیں کی

تھی۔انابیہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا۔دل ہی دل میں ردا اور کبیر کو سواعزازات سے بھی نواز چکی تھی۔ سب کچھ خود کر کے پھنسا اسے دیا تھا۔عالیان کی متلاشی نظروں نے آس پاس کا مختصر جائزہ لیا۔

"کہاں ہیں وہ؟؟"اس کی آواز میں واقعی بہت سختی تھی۔

"دیکھو پر سکون ہو کر میری۔۔"

"پر سکون؟؟ تمہیں پتہ ہے میں کس سٹیج سے گزر کر آیا ہوں جب ایک پل کے لیے مجھ سے کہا گیا کہ ردا کسی اور کے ساتھ چلی گئی ہے۔۔"وہ کڑی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا تبھی اس کی نظر انابیہ کے پیچھے پردے پر ٹھہری۔ سمجھ کر سر ہلاتے وہ آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ انابیہ نے اسے بازو سے پکڑا۔

"یہ وقت نہیں ایسے بات کرنے کا۔۔ابھی جائو یہاں سے۔"اس کا انداز اٹل تنبیہی تھا۔عالیان نا سمجھی سے اسے دیکھے گیا۔وہ صرف اپنی بہن کی سائڈ لے رہی تھی جبکہ جانتی تھی غلطی بھی اسی کی تھی۔۔انابیہ نے بازو چھوڑا اور اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور پھر اس کی طرف جھکی۔۔

"تم صرف غصہ کرو گے اور کچھ نہیں کر سکتے لیکن وہ جو کرے گی نا پھر نہ تم کچھ کر سکو گے نہ میں سمجھے۔۔ چھوڑ دو نکاح ہو جائے پھر دونوں اس کی خبر لیں گے بس نکاح ہونے دو عالی۔۔"وہ اس کے کان کے قریب سرگوشی نما انداز میں کہہ رہی تھی۔عالیان نے بہت ضبط سے اسے دیکھا اور آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔۔

"تو مجھے تھوڑا سا غصہ یا شکایت کرنے کا بھی حق نہیں ہے؟؟"وہ اونچا بول رہا تھا ردا کو سنا رہا تھا۔

"نہیں ہے شکایت کرنے کا حق بلکہ کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔"وہ پردے کے پیچھے سے ہی بولی۔انابیہ نے گھوم کر دیکھا منظر ویسا ہی تھا اسے لگا شاید وہ باہر نکل آئی ہے۔۔"کیونکہ میں آپ کو وارن کر چکی تھی تو اب شکایت کرنا نہیں بنتا سمجھے۔۔میں تو ایسی ہی ہوں آئی ہوپ آپ کو ٹریلر اچھا لگا ہو گا باقی کی فلم دیکھنا چاہتے ہیں نا تو چپ چاپ یہاں سے چلے جائیں ورنہ میں بھی ردا ہوں مائینڈ بدلنے میں زیادہ وقت نہیں لگاتی۔۔"عالیان نے ضبط

سے مٹھیاں بھینچ لی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی اس دن تو عالیان نے اس کی ہر وارننگ پر قبول ہے قبول ہے قبول ہے بولا تھا۔ اسے چھیڑ کر وہ سارے کیے دھرے کا کباڑا نہیں کرنا چاہتا تھا سو خود پر ضبط کیے وہ کمرے سے نکل گیا۔ انابیہ نے آگے بڑھ کر دروازہ لاک کیا اور ردا کی طرف گھومی جو دروازہ بند ہونے کی آواز پر ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ چلا گیا ہے۔

"تمہیں ذرا اس کا خیال نہیں ہے نا؟؟" وہ اس سے گلہ کر رہی تھی۔ سختی کہیں بھی نہیں تھی بلکہ وہ بھی ردا کے سامنے عاجز لگ رہی تھی۔۔

"نہیں ہے۔۔ میں نے تو منع کیا تھا۔ اب محبت میں برداشت تو کرنا ہوتا ہے سو انہیں بھی کرنا پڑے گا۔۔" اطمینان سے کہتی وہ دوبارہ بیڈ پر آ بیٹھی ایک دفعہ دوبارہ انابیہ کو دیکھا۔۔ "اُفف آپی۔۔ اب آپ کیوں افسردگی سے مجھے دیکھ رہی ہیں؟؟ سچ یہ ہے کہ میں نکاح کے بعد انہیں اپنی صورت دکھانا چاہتی ہوں پہلے نہیں۔۔ بس اس لیے میں نے کبیر بھائی سے فیور مانگی تھی۔ اب اتنی محبت کرتے ہیں تو صبر کرنے بھی آنا چاہیے۔۔ جانتی ہیں غصہ ہی اس چیز کا تھا کہ پری کا چہرہ دیکھنے کو کیوں نہیں ملا اب تک۔۔ پارلر میں پچاس ویڈیو کالز کر چکے تھے نہ میں نے اٹھائی نہ منو کو اٹھانے دی۔۔" انابیہ گہرا سانس بھرتے ہنس دی۔ ناجانے عالیان کو آگے کیا کیا دیکھنا پڑے گا اس لڑکی وجہ سے۔

نکاح شروع ہونے میں اب کچھ ہی وقت باقی تھا بس جس کا انتظار کیا جا رہا تھا بلآخر وہ بھی پہنچ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہی وہ باہر نکلا جو سفید رنگ کے کرتہ شلوار میں بہت ہی ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ کرتے پر سوائے کڑھائی کے اور کوئی کام نہیں تھا۔ سینے پر درمیان میں کچھ سفید بٹن تھے جس میں صرف سب سے پہلا

بٹن کھلا تھا باقی بند تھے۔ آستیں کہنیوں تک چڑھائے ہوئے تھے۔ بال سلیقے سے ایک طرف سیٹ کی ہوئے تھے۔ گاڑی سے نکلتے ہی اس نے سب سے پہلے لان میں دیکھا تقریباً سب مہمان آچکے تھے۔ وہیں سے وہ سٹیج پر کھڑے عالیان، فرہاد اور عابس بھائی کو دیکھ سکتا تھا۔ اس سے پہلے وہ آگے بڑھتا اس کی نظر بے ساختہ گھر کے داخلی دروازے میں کھڑی لڑکی پر ٹھہری جو سفید لباس پہنے اپنے بالوں کے ساتھ الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔ خوبصورتی سے کیے گئے میک اپ والے چہرے پر ناگواری کا بسیرا تھا۔ کبیر سانس روکے مسلسل اسے دیکھے جا رہا تھا کیونکہ اسے دیکھتے ہی وہ کچھ اور دیکھنا بھول ہی گیا تھا۔ قدم بڑھانا بھول گیا تھا۔ وہ کہاں کھڑا تھا یہ بھی بھول گیا تھا۔ کچھ یاد رہ گیا تھا تو بس اس کا چہرہ۔۔

اس کے بال بری طرح سے اس کی سیدھی کلائی میں پہنے ہوئے بریسلٹ میں الجھ کر رہ گئے تھے۔ بلآخر اتنی کوشش کے بعد جب اس کے بال آزاد ہوئے تو اس نے شکر کا سانس لیا۔ پھر غصے میں آکر بریسلٹ کھینچ کر کلائی سے نکالا اور پھینکنے کے لیے سر اٹھایا ہی تھا کہ نظریں سامنے کھڑے لڑکے پر ٹھہر گئیں جو گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے بازو سینے پر باندھے اسے مسحور کن نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک پل کے لیے وہ بھی ساری ناراضگی بھلا کر اسے دیکھتی رہی۔ پھر جیسے یاد آنے پر اس کے ابرو شکایتی انداز میں اکٹھے ہوئے۔ چبھن والے عجیب سے بریسلٹ کو مٹھی میں دبائے وہ واپس اندر چلی گئی۔ اسے یہ بھی بھول گیا کہ وہ کرنے کیا گئی تھی۔ اس کے جاتے ہی کبیر چہرہ جھکا کر مسکرایا۔ وہ کبھی اس کی آنکھوں میں نہ دیکھنے والی اس سے نظریں چرا جانے والی اب کچھ پل کے لیے ہی سہی مگر اس کی آنکھوں میں دیکھنا سیکھ تو گئی تھی۔۔

"لو جی آگئے صاحب جی۔۔ خیر سے کدھر رہ گئے تھے آپ؟؟" اس کے سٹیج پر پہنچتے ہی فرہاد نے شرارتی انداز میں اس سے پوچھا۔ اس نے بھی کریم کلر کا سادہ کرتہ پہن رکھا تھا اور بال ہنوز پونی میں بندھے تھے۔ کبیر نے بجائے اسے جواب دینے کے عالیان کو دیکھا جو اسے دیکھتے ہی منہ پھلا گیا تھا۔۔

"دوست کا نکاح ہے یار اچھے سے تیار ہونا تو بنتا تھا نا سو ہو گئی دیر۔" نظریں عالیان کے بارہ بجے ہوئے چہرے پر ٹکائے اس نے فرہاد سے کہا اور پھر بلکل اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔

"اچھا اب کب تک ناراض رہو گے۔ ردا کی بات ماننے کے علاوہ کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا میرے پاس سمجھو اس نے ایک احسان کیا تھا بس وہی اتارا ہے میں نے۔۔" کبیر جہانگیر اپنی صفائی میں بول رہا تھا۔ عالیان ہنوز خاموشی سے بس سامنے دیکھ رہا تھا اور کبیر سے اس کی چپی برداشت بھی تو نہیں ہو رہی تھی۔

"میں اگر کبیر جہانگیر نہ ہوتا تو تمہارے نکاح پر ضرور ڈانس کرتا۔" عالیان جانتا تھا اسے ڈانس سے واقعی نفرت تھی خیر وہ اگر کوئی اور بھی ہوتا تب بھی ڈانس کبھی نہ کرتا۔

"تم اگر کبیر جہانگیر نہ ہوتے تو یہاں بھی نہ ہوتے۔۔" عالیان کی اس بات پر وہ کھل کر مسکرایا۔ تبھی عابس بھائی ان تینوں کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ نکاح کا وقت ہو گیا ہے جس پر عالیان نے سر اثبات میں ہلایا۔

تمام مرد حضرت لان میں ہی موجود تھے جبکہ عورتیں گھر کے اندر لونگ روم میں تھیں۔ عالیان سے رضامندی لینے کے بعد مولوی صاحب ناصر اور جہانگیر صاحب کے ہمراہ ردا سے رضامندی لینے کے لیے لونگ روم میں گئے۔ سرخ رنگ کے قدیم کامدار دوپٹے کا گھونگھٹ لیے ردا نروس سی صوفے پر بیٹھی تھی۔ یہ دوپٹہ اس کی ماما جان ناہیدہ بیگم کی شادی کا تھا۔ انابیہ بلکل اس کے ساتھ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ جس شخص سے زندگی میں اتنی نفرت کی تھی وہی شخص اس کے دل پر قابض ہو جائے گا جس شخص سے اتنی نفرت کی تھی اسی کو اپنا ہمسفر چن لے گی۔ لیکن انسان کا کیا ہے وہ تو بہت کچھ سوچتا رہتا ہے ایسے لمحات کا بھی سوچتا ہے جنہوں نے کبھی ہونا ہی نہیں ہوتا اور کبھی ایسے لمحات پر حیران ہو جاتا ہے جن کے ہونے کا کبھی سوچا ہی نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب اب ردا سے رضامندی لے رہے تھے جس پر اس نے بلا سوچے سمجھے قبول ہے۔۔ قبول ہے۔۔ قبول ہے کہہ دیا کیونکہ یہ وقت سوچنے کا نہیں

تھا وہ اپنے دل کو مکمل تیار کر کے بیٹھی تھی۔ دستخط ہونے کے بعد سب نے اسے مبارکباد اور بہت ساری دعائیں دیں۔ اب اسے اپنا آپ ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔

"بس اتنی سی بات تھی۔۔" دل ہی دل میں کہتی وہ خود پر ہنس بھی رہی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ اسٹیج کے وسط میں کھڑا تھا۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی کلائی پکڑے وہ نظریں سامنے مرکوز کیے سرخ گھونگھٹ اور بھرے ہوئے جوڑے میں آتی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ ردا کے ایک طرف انابیہ تھی اور ایک طرف مناہل جو دونوں طرف سے اس کے بھاری جوڑے کو اٹھائے ہوئے تھیں۔ سفید ماربل کی راہداری پر وہ تینوں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آ رہی تھیں۔ دائیں بائیں سفید کرسیوں پر بیٹھے اور آس پاس کھڑے لوگ پوری طرح سے ردا کی طرف متوجہ تھے۔ سفید پھولوں سے سجے اسٹیج پر عالیان اس کا منتظر سا کھڑا تھا۔ سارا غصہ تو کہیں دور جا کر دفن ہو گیا تھا اب تو بس ایک ہی خواہش تھی اس کی کہ نا جانے کب یہ فاصلہ کٹے اور ردا اس کے سامنے کھڑی ہو۔ اس کی آنکھوں کی نمی چمک رہی تھی زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہو جائے تو آنکھیں کیسے نم نہ ہوتیں۔ اسے انتظار کرنے آتا تھا اور اس انتظار کے بعد جو اسے ملا تھا وہ واقعی اس کی اوقات سے کئی بڑھ کے تھا۔ ردا احمد عالم جسے پانے کی امید وہ کھو بیٹھا تھا آج وہ اس کے نکاح میں تھی۔ آج اس کے نام کے ساتھ عالیان کا نام ہمیشہ کے لیے جڑ گیا تھا۔ آخر کار فاصلہ طے ہو گیا اور اب وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ عالیان نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو گھونگھٹ کے اندر ردا کی آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ ابھری۔ بنا سوچے سمجھے اس نے اپنا ہاتھ عالیان کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ کچھ پل اس کا ہاتھ پکڑے اسے دیکھتا رہا۔

"اجازت ہے؟؟" وہ اس کا گھونگھٹ اٹھانے کے لیے اس سے پوچھ رہا تھا۔

''اجازت نہیں دوں گی تو گھونگھٹ نہیں اٹھائیں گے؟''اس نے مسکراتے ہوئے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا۔عالیان چہرہ دوسری طرف کر کے مسکرا گیا۔

''تم سے پوچھ بھی کون رہا ہے۔۔ ہونہہ۔۔''ہنستے ہوئے کہتے اس نے گھونگھٹ اٹھا دیا۔اس کی سبز آنکھوں میں دیکھ کر عالیان کہیں کا نہیں رہا۔

''آئی ایم بلیسڈ۔۔''اس کے کان کی طرف جھک کر اس نے سرگوشی نما انداز میں کہا جس پر ردا جھینپ کر مسکرائی۔وہ اس سے کہنا چاہتی تھی''می ٹو۔۔''مگر نہیں کہہ پائی۔ان دونوں کو اسٹیج پہ ساتھ کھڑا دیکھ کر سب کو ان پر رشک آرہا تھا پیار آرہا تھا۔سب سے زیادہ خوشی کا مرحلہ تو یہ انابیہ کے لیے تھا کیونکہ ایک طرف اس کی جان سے عزیز بہن تھی اور دوسری طرف اس کا بہترین دوست۔چہرہ جھکا کر اس نے اپنی بھیگی آنکھوں کے کنارے انگلیوں کے پوروں سے صاف کیے اور گہرا سانس بھر کے سر اٹھایا ہی تھا کی نظر بے ساختہ فرہاد پر رکی جس ے دیکھ کر لگ رہا تھا وہ اس سے چھپ کر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ فوراً اس کے سامنے اس کی راہ روکے کھڑی ہوگئ۔اسے یوں اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر فرہاد ہڑبڑا سا گیا۔صد شکر آج اس کے ہاتھ میں پستول نہیں تھا بس یہی دیکھتے اس نے گہرا سانس بھرا۔جبکہ اس کو یوں شکر کا سانس لیتے دیکھ کر انابیہ کی آنکھیں مزید چھوٹی ہوئیں۔

''بڑے ٹائم بعد ملاقات ہوئی آپ سے۔۔ کیسی ہیں آآآ۔۔''اس نے رک کر انابیہ کے پیچھے تھوڑا دور کھڑے کبیر کو دیکھا جو بازو سینے پر باندھے تنبیہی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔اسے دیکھ کر فرہاد مسکرایا۔۔

''آ۔۔ مس ٹیولپ۔ کیسی ہیں آپ؟؟''اب وہ پوری طرح سے انابیہ کی طرف متوجہ تھا۔

''میں تو بلکل ٹھیک ہوں۔۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بھی آؤ گے۔۔''انداز سنجیدہ تھا۔فرہاد کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

''آپ نے تو انوائٹ کیا نہیں خیر تھینکس ٹو یو آپ کی وجہ سے میری عالیان سے دوستی ہو گئی۔۔اچھا میں ذرا جلدی میں ہوں۔۔''وہ عجلت میں بول کر جانے ہی لگا تھا کہ پھر سوچنے لگا کیا اسے کچھ اور بولنا چاہیے؟؟کہیں انابیہ کو شک ہی نہ ہو گیا ہو؟''مل کر اچھا لگا آپ سے۔۔(افف۔۔)چلتا ہوں۔۔''خود کو ڈھیر ساری لعنتیں دیتا وہ بھاگنے کے انداز میں وہاں سے چلا گیا۔انابیہ کی پیشانی پر بل واضح ہوئے۔یہ فرہاد پچھلے فرہاد سے مختلف کیوں لگ رہا تھا؟وہ جو فون پر اس سے اتنی اتنی باتیں کرتا تھا آج اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔یہ کیسی محبت تھی جو وہ اس کی حفاظت تو کر سکتا تھا مگر اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے بھی ڈر رہا تھا؟ایک بات جو اس نے پہلے پل میں ہی نوٹ کر لی تھی وہ تھی اس کی آواز جو فون والے فرہاد سے بہت مختلف لگ رہی تھی۔کیا وہ اس بات پر ناراض ہو گیا ہے کہ انابیہ نے اسے اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا؟سوچتے سوچتے وہ اپنے پیچھے کی طرف پلٹی تب اس نے دیکھا کہ اس کے پلٹتے ہی کبیر بھی دوسری طرف پلٹ گیا بالکل اسی طرح جیسے وہ لائبریری میں اس کے مڑتے ہی مڑ گیا تھا۔اسی نا سمجھی میں اس نے اسٹیج میں بیٹھے عالیان کو دیکھا جو رد اسے کچھ کہہ رہا تھا۔ فرہاد، کبیر اور عالیان۔۔کوئی تو بات تھی جس سے اسے انجان رکھا گیا تھا۔دماغ پر زور زور سے سوچوں کے ہتھوڑے لگ رہے تھے۔

''افف کیا ہو گیا ہے مجھے لگتا ہے تھک گئی ہوں بہت۔۔''کوفت سے سر جھٹکتے وہ تایا ابو کی ویل چیئر کے پاس چلی گئی۔

فرہاد گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔چلتے چلتے اس نے ایک نظر گھر کے داخلی دروازے میں سے نکلتی ایک لڑکی کو دیکھا جس کے ایک ہاتھ میں گفٹس کے ڈبوں سے بھری ٹوکری تھی اور دوسرے ہاتھ میں موبائل تھا اور وہ

پوری طرح سے اس موبائل میں کھوئی ہوئی چل رہی تھی۔اپنی نظروں کا زاویہ بدل کر وہ گیٹ کی طرف مڑ گیا۔ایک دو قدم اٹھانے پر ہی اسے یاد آیا کہ اسے کبیر سے کچھ بات کرنی تھی۔بس اس کے واپس پلٹنے کی دیر تھی کہ وہی لڑکی اس سے آکر زور سے ٹکرائی۔ایک لمحے کے لیے فرہاد کو کچھ سمجھ نہیں لگی کہ کیا ہوا ہے۔

"ہائے یہ اندھوں کو کس نے بلالیا شادی پر؟؟" وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھے آنکھیں بند کیے بول رہی تھی۔جو گفٹس اور موبائل ابھی کچھ دیر پہلے اس کے ہاتھوں میں تھے اب زمین کی زینت بنے ہوئے تھے۔

"یہ شادی نہیں نکاح ہے اور یہ اندھا کس کو بول رہی ہیں آپ؟؟"فرہاد نے عجیب سی نظروں سے اس سنہرے رنگ کی چمکتی ہوئی ساڑھی میں ملبوس لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔اگلے ہی لمحے اس نے آنکھیں کھول کر سامنے کھڑے اندھے کو دیکھا۔

"تم ٹکرائے ہو نا مجھ سے تو ظاہر ہے تم ہی اندھے ہو سو تمہیں ہی اندھا بول رہی ہوں۔۔"وہ اب بھی اپنا سر پکڑے ہوئے تھی اور اپنی ہیزل آنکھیں اس کی سرمئی آنکھوں میں گاڑھے وہ تیز آواز میں بول رہی تھی۔

فرہاد نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"موبائل میں محو ہو کر آپ چل رہی تھیں اور اندھا میں ہوا؟ واؤ!!"وہ اب جھک کر اس کے گفٹس اٹھا رہا تھا۔لاریب نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہی تو کہہ رہی ہوں موبائل میں محو میں تھی اور اندھوں کی طرح ٹکرا تم گئے۔آس پاس دیکھ لیا کرو۔۔"وہ بھی اب جھک کر اپنا فون اٹھا رہی تھی۔

"دیکھیے محترمہ اگر میں آپ کو آپ آپ کر کے مخاطب کر رہا ہوں تو آپ بھی تمیز کے دائرے میں رہتے ہوئے بات کریں اور اپنی غلطی تسلیم کریں۔۔"اس نے سارے ڈبے جمع کر کے اسی ٹوکری میں رکھ دیے۔لالی اپنے موبائل کی اسکرین کو دیکھ رہی تھی جو بری طرح سے نشانات کی زد میں آگئی تھی۔

''تو تمھیں کس نے کہا بلیک اینڈ گرے کومبو کہ مجھ سے آپ آپ کر کے بات کرو۔ جیسے میں تم تم کر رہی ہوں تم بھی تم تم کرو۔ ویسے بھی جتنے تمیز دار تم ہو وہ تو تم نے ٹکرا کر بتا ہی دیا۔۔'' وہ طنزیہ انداز سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ فرہاد نے گہرا سانس بھرا۔ کس آفت سے پالا پڑ گیا تھا اس کا اور پھر افسوس کرتے کرتے کھڑا ہو گیا۔ بنا کچھ کہے اب کی بار اس نے ٹوکری لڑکی کو تھما دی۔

''اگر اس میں کچھ بھی ٹوٹا تو انابیہ بہت ناراض ہو گی۔۔'' وہ گفٹس کے ڈبوں پر نظریں ٹکائے دھیمی آواز میں جیسے خود سے بول رہی تھی۔ فرہاد بغور اسے دیکھ رہا تھا یعنی اسے دھیما بولنے بھی آتا تھا۔

''آپ کون ہیں؟'' یہ سوال اس نے بے ساختہ کیا تھا ورنہ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا کہ اس غصیلی لڑکی سے مزید کوئی بھی بات کرے۔

''تم کون ہو؟؟'' وہ بجائے جواب دینے کہ اس سے پوچھنے لگی۔

''میں عالیان کا دوست ہوں۔۔''

''اور میں انابیہ کی دوست ہوں۔۔'' وہ کہہ کر جانے ہی لگی تھی۔

''تبھی تو اتنا غصہ آتا ہے۔۔اب سمجھ آئی آپ کا قصور نہیں ہے ہنی بی!!'' اس جملے پر اس کے قدم فوراً رکے۔

''انابیہ کو غصہ آتا ہے؟؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ فرہاد کے چہرے پر بھی ناسمجھی ابھری۔

''آپ دوست ہیں نا آپ کو نہیں پتہ؟؟'' یہ لالی کو واضح طنز لگا تھا۔

''دوست ہے تبھی کہہ رہی ہوں کہ اسے تو غصہ نہیں آتا۔۔'' تیزی سے کہتے ہی وہ جانے کے لیے آگے بڑھی پھر اس کے بلکل قریب سے گزرتے ہوئے رکی۔۔ ''میرا نام لاریب ہے ہنی بی نہیں۔۔'' انداز تنبیہی تھا اور آنکھیں فرہاد کی آنکھوں میں کھبی ہوئی تھیں۔ وہ کچھ نہیں بولا بس اس کی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے ایک قدم

پیچھے ہٹا کیونکہ وہ اس کے بہت قریب کھڑی تھی۔ پھر وہ چلی گئی اور فرہاد اس کے جاتے ہی مسکرایا۔ سنہری ساڑھی میں وہ اسے ہنی بی ہی لگی تھی۔ یہ مسکراہٹ اگر لاریب کے سامنے اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوتی تو اس کی خیر نہ ہوتی۔

وانیہ ملک چہرے پر مسکراہٹ سجائے سفید کرسی کے پیچھے کھڑی اس کی ٹیک پر دونوں ہاتھ رکھے سامنے اسٹیج پر انابیہ اور اس کی فیملی کو تصاویر بنواتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کریم کلر کی لمبی پیروں تک آتی قمیض اور ساتھ اسی کلر کا چوڑی دار پاجامہ پہن رکھا تھا۔ دوپٹہ کندھے پر لٹک رہا تھا اور بال روزمرہ کی طرح بوائے کٹ میں کٹے اسے خوبصورت دکھا رہے تھے۔

''آج تو لوگ بجلیاں گرا رہے ہیں۔۔'' اپنے عقب سے آتی آواز پر وہ یکدم سیدھی ہوئی اور پیچھے کی طرف گھومی جہاں سرمئی رنگ کے کرتے میں ملبوس چینی نقوش والا ماجد علی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کے جملے پر غور کرتے ہوئے وانیہ سر اٹھا کر آسمان کو دیکھنے لگی آخر بجلیاں کہاں سے گر رہی تھیں اس پر؟

''کون گرا رہا ہے بجلیاں؟'' اس نے بڑا تپ کر پوچھا تھا جبکہ ماجد علی کو وہ بہت ہی معصوم لگی تھی۔

''خود پر غور کیجیے آپ ہی تو گرا رہی ہیں۔۔''

''تو پھر اپنے ہوش و حواس مت کھوئیے گا ماجد صاحب ایسے نہ ہو یہ بجلیاں ساری کی ساری آپ پر ہی گریں۔۔'' شوخ انداز سے کہتے ہی وہ اپنا رخ دوبارہ موڑ گئی۔ سامنے مڑتے ہی اس نے انابیہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو؟ آجاؤ پکچرز بنوانی ہیں۔۔" وہ خفگی سے وانیہ کو دیکھتے ہوئے بولی اور پھر پیچھے کھڑے ماجد علی کو بھی تنبیہی انداز سے بھنویں اچکا کر آنے کا اشارہ کیا۔ دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ ابھری اور تصاویر کھنچوانے کے لیے انابیہ کے پیچھے چل پڑے۔

تھوڑی دیر بعد فوٹو سیشن ختم ہو گیا تھا۔ اب سب کو مل کر ایک اور کام کرنا تھا۔ اسٹیج پر کھڑی ردا کی متلاشی نظروں نے دور سے ہی انابیہ کو پالیا جو تھوڑا ہی آگے لالی کے ساتھ کھڑی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ اپنے بھاری بھر کم جوڑے کو دونوں ہاتھوں سے اٹھاتے ہوئے وہ اسٹیج سے اتر کر اس کے پاس چلی گئ۔

"آپی میرے ساتھ آئیں۔۔" قریب آتے ہی اس نے نرمی سے کہا اور کہتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جانے لگی۔ انابیہ کے چہرے پر یکدم ناسمجھی اور تھوڑی فکرمندی ابھری۔ پلٹ کر جانے سے پہلے ردا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں لالی کو اشارہ کیا جس پر اس نے سمجھ کر سر ہلایا اور فوراً دوسری طرف سے مناہل کو لیے گھر کے اندر چلی گئ۔ ردا اس کا ہاتھ پکڑے سیدھا اسے اسٹیج پر لے کر گئ تھی۔

"بیٹھ جائیں یہاں۔۔" اس نے کہتے ساتھ انابیہ کو صوفے پر بٹھادیا۔ وہ عجیب نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دوبارہ اٹھ گئ۔

"تم دلہن ہو تم بیٹھو۔۔" اس نے ضدی نظروں سے ردا کو دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے کندھوں سے پکڑ کر اسے پھر سے بٹھادیا۔

"آپی پلیز بیٹھ جائیں۔۔" وہ پھر بیٹھ کر لاچار نظروں سے اپنے ساتھ کھڑی ردا کو دیکھ رہی تھی جو خود دلہن تھی۔ اسے دیکھتے دیکھتے انابیہ نے بے دھیانی میں گردن اپنے دائیں طرف موڑی تو ہکا بکا رہ گئ۔ اس کے بلکل ساتھ کبیر جہانگیر بیٹھا تھا۔ مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا سامنے دیکھ رہا تھا۔ انابیہ برف کی ہو گئ۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ مسلسل اسے گھورے جا رہی تھی جس

نے ایک دفعہ بھی اسے دیکھنے کی زحمت نہیں کی کیونکہ وہ جانتا تھا جن نظروں سے انابیہ اسے دیکھ رہی ہے اگر اسنے ان نظروں میں جھانک کر دیکھا تو ڈر ہے کہ وہ نظروں سے ہی اسے پورا کا پورا نگل نہ جائے۔اس سے پہلے وہ کسی سے کچھ پوچھتی سامنے دیکھتے ہی اسے اس کا جواب مل گیا۔مناہل اور لاریب دونوں راہداری پر چلتے ہوئے اسی کی طرف آرہی تھیں۔دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی اور ہاتھوں میں۔۔۔ہاتھوں میں انگوٹھیاں۔۔اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔آنکھیں نم ہورہی تھیں اور اسے آنسوؤں کو بس کنٹرول کرنا تھا۔اگلے ہی لمحے وہ دونوں قریب آگئیں۔لالی انابیہ کے سامنے کھڑی تھی اور مناہل کبیر کے سامنے۔۔چکور شیشے پر سیاہ رنگ کی مخملی ڈبیا تھی جس کے اندر انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔اس نے بنا کچھ سوچے وہ ڈبیا اٹھالی۔ایک نظر اٹھا کر اس نے تایا ابو کو دیکھا جنہوں نے مسکرا کر اسے آنکھوں کے اشاروں سے تسلی دی۔ان پر سے نظر ہٹ کر عالیان پر ٹھہری جوان کی ویل چیئر کے پاس ہی کھڑا تھا۔اس نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔یکدم سب عدم ہو گیا۔کرسیاں خالی ہو گئیں۔وہاں موجود سب انسان غائب ہو گئے۔ایک کرسی پر کوئی تھا۔وہ شخص مسکراتے ہوئے اسے نم آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔انابیہ کا سانس رک گیا۔۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا کہ تم نے غلط انسان سے محبت نہیں کی۔۔" وہ کتنے عرصے بعد ان کی آواز سن رہی تھی۔کتنے وقت بعد وہ اسے دکھائی دیے تھے۔اسے لگا تھا وہ اس سے ہمیشہ کے لیے ناراض ہو گئے ہیں کیونکہ انہوں نے اسکے خوابوں میں آنا چھوڑ دیا تھا۔

"میں غلط تھا بیا۔میں نے ہی تم سے سب سے زیادہ محبت کی اور میں ہی تمہاری تکلیف کی وجہ بنا مجھے اب بھی افسوس ہے کہ کبیر جیسے انسان کو میں نے تمہاری زندگی سے نکالا۔۔" وہ سانس لے رہی تھی مگر ایسا لگ رہا تھا کہ کب سے اس نے سانس نہیں لی۔دل تھا کہ بس سینہ چیر کے نکل جائے گا۔

”لیکن تمہاری محبت نے ثابت کیا کہ سچی محبت کو کوئی زوال نہیں ہوتا۔ وہ جیت کر رہتی ہے۔ ہار صرف دشمنوں کی ہوتی ہے۔ ہار صرف نفرت کی ہوتی ہے اور نفرت کو سچی محبت کے آگے گھٹنے ٹیکنے ہی ہوتے ہیں۔۔"اس نے ہلنے کی کوشش کی۔ وہ ان کے پاس جانا چاہ رہی تھی۔ وہ اٹھ نہیں پارہی تھی ہل نہیں پارہی تھی۔۔ پھر اسے اپنے کندھے پر کسی کی گرفت محسوس ہوئی۔ اس نے گہرا سانس لے کر ادھر ادھر دیکھا سب پہلے جیسا ہو گیا تھا۔ اس نے سر بائیں طرف اٹھا کر دیکھا وہاں ہمیشہ کی طرح ردا آج بھی اس کے ساتھ کھڑی تھی۔

”آپ ٹھیک ہیں؟؟"اس نے فکر مندی سے پوچھا۔ انابیہ نے اطمینان سے سر اثبات میں ہلایا۔ اب اس کے دل کو سکون تھا کیسے نہ ہوتا ابھی ابھی وہ اپنے باپ سے ملی تھی۔ ڈبیا میں سے انگوٹھی نکال کر وہ تھوڑا کبیر کی طرف گھومی۔ ایک پل دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا اور کبیر نے بایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ناک کے ذریعے سانس اندر کھینچتے ہی انابیہ نے اس کے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا دی۔ کبیر مبہوت ہو گیا اور ہوا تالیوں کی گونج سے مچل اٹھی۔۔ اس نے نظریں جھکائے اپنا بایاں ہاتھ کبیر کی طرف بڑھا دیا۔ کبیر نے نرمی سے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اسے انگوٹھی پہنا دی۔ ایک دفعہ پھر تالیوں کی گونج سنائی دی۔ سب پیار سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ آسمان کو ان پر رشک آرہا تھا۔ ہوا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس خوشی میں پوری دنیا گھوم آئے سب کو پیغام دے آئے کہ دیکھو جلنے والوں دیکھو محبت کے دشمنوں دیکھو آج محبت جیت گئی ہے کیونکہ محبت جیت ہی جاتی ہے اذیت کاٹ کے ہی سہی لیکن جیت ہی جاتی ہے۔

کتنے سال بیتے کتنے موسم بدلے۔

کتنے دن کتنی ہی راتیں کٹیں۔۔

ایک قسمت ہے جو کبھی نہ بدلی۔۔

تم کل بھی میری تھی اور آج بھی

تم صرف میری ہو۔۔

وقت کی بے رحمی دیکھوں یا اس کا کرم۔۔

تمہیں مجھ سے چھین کر

پھر مجھے ہی سونپا ہے۔۔

اس وسیع آسمان کے نیچے سب کے سامنے۔۔

میں خود کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔۔

بس تم خود کو مجھے سونپ دو۔۔

اس جدائی کے طوفان کو جو ہم نے سہا ہے۔۔

مل کر خوشی خوشی الوداع کرتے ہیں۔۔

تو چلو ہم دونوں مل کر سب کو آگاہ کریں۔۔

کہ سچی محبت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔۔

اسے نہ جدائی ختم کر سکتی ہے۔۔

نہ وقت روک سکتا ہے۔۔

نہ ہی کوئی دشمن اسے چھین سکتا ہے۔۔

تو چلو زندگی کے ایک نئے باب کے ساتھ

ہم خود سے وعدہ کرتے ہیں۔۔

کسی انسان کو جدائی کا سبب نہیں بننے دیں گے۔۔

ایک دوسرے کے ہو کر رہیں گے۔

بس تم یہ ایک فقرہ یاد رکھنا

"محبت چھینی نہیں جاسکتی۔"

یہ ظفر جہانزیب کی کراچی والی حویلی کا منظر تھا۔ مکمل خاموشی۔۔ قطار میں سر کو جھکائے کھڑے سیاہ وردی میں ملبوس ظفر کے اہم گارڈز اور ان کے آگے سر پر ہاتھ رکھے پریشانی کی حالت میں چکر کاٹتا جہانزیب عالم خان۔۔پل بھر کر رک کر ایک گارڈ کو شعلہ وار نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تم نے کہا ظفر صبح سے غائب ہے اور اب آدھا دن گزرنے کے بعد تم مجھے بتا رہے ہو یہ سب۔۔" مکمل خاموشی میں اس کی اونچی آواز بہت گونج رہی تھی۔

"سر ہمیں لگا ہمیشہ کی طرح وہ خود آجائیں گے۔۔" وہ نظروں کو جھکائے دھیمی آواز میں بولا۔

"بکواس بند کرو۔ تمہیں ذمہ داری سونپی تھی اس کی کہ وہ جہاں جائے تم مجھے خبر دو گے۔۔ تمہیں کیسے نہیں معلوم کہ وہ کہاں گیا ہے؟؟"

"ہم ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتے تھے سوائے ایک جگہ کے۔۔" وہ رک رک کر اپنی صفائی میں بول رہا تھا۔

"مہینے میں دو یا تین دفعہ وہ سمندر کی پچھلی طرف ایک ویران جگہ پر کسی سے ملنے جاتے تھے یا کچھ لینے ان کے ساتھ ہمیشہ ان کا پرسنل گارڈ ہوتا تھا۔۔ پھر وہ گارڈ کہیں غائب ہو گیا۔ ظفر سر نے ایجنسی سے اپنے لیے ایک نئے گارڈ کا بندوبست کیا تھا کیونکہ انہیں ہم میں سے کسی پر بھی یقین نہیں تھا کیونکہ ہم آپ کے وفادار

ہیں۔۔ ”جہانزیب ماتھے پر ڈھیروں بل لیے اسے سن رہا تھا۔۔"انہوں نے ہمیں ان کے پیچھے جانے سے منع کیا تھا جس گارڈ کو میں نے ان پر نظر رکھنے کے لیے کہا تھا ظفر سر نے اس کو پکڑ لیا اور گولیوں سے اس کا برا حال کر دیا۔۔" جہانزیب جو کب سے تیوڑیاں چڑھائے سن رہا تھا اس کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلیں۔ پیشانی کے بل غائب ہو گئے۔ کوئی بھی باپ کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کا بیٹا قتل کرنے کو ایک کھیل سمجھے چاہے اس نے خود اپنی زندگی میں کتنے بھی قتل کیوں نہ کیے ہوں۔۔" تبھی انہوں نے ہم سب کو جمع کر کے دھمکی دی ہمیں مارنے کی نہیں خود کو مارنے کی سر۔۔انہوں نے کہا تھا کہ اب کوئی بھی ان کا پیچھا کرے گا تو وہ خود کو مار دیں گے اور ذمہ دار ہم ہوں گے۔"ایک ہارے ہوئے انسان کی طرح ہوا میں گہرا سانس خارج کر کے جہانزیب بھاری قدموں سے دوسری طرف پلٹ گیا تبھی اسے سامنے سے دلاور آتا دکھائی دیا۔

"کچھ پتہ چلا میرے بیٹے کا؟؟"وہ امید سے چور نظروں سے دلاور کو دیکھتے نرمی سے بولا جس پر دلاور نے سر کو جھکائے نفی میں ہلا دیا۔ جہانزیب کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔

"سائیں ہم نے ہر جگہ تلاش کر لیا انہیں مگر وہ نہیں ملے البتہ ان کی گاڑی اسی ویرانے سے ملی ہے۔۔اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ وہ جن سے ملنے جاتے تھے ان کے ساتھ چلے گئے ہوں گے یا پھر۔۔"وہ رک گیا اور جہانزیب کو اس کے رکنے سے سخت کوفت ہو رہی تھی۔۔"یا پھر انہی لوگوں نے ان کو اغوا کر لیا ہو گا۔۔" جہانزیب پریشانی سے اپنی پیشانی مسلنے لگا۔

"اس کا گارڈ۔۔"وہ پیچھے کی طرف گھوما۔۔"وہ کس ایجنسی کا ہے؟؟"وہ دوبارہ اسی گارڈ سے مخاطب تھا۔

"سر میں سب سے پہلے اسی کی ایجنسی گیا تھا اس کا پتہ کرنے۔ان لوگوں کو نہیں معلوم نہ ہی ان کا کوئی کنٹیکٹ ہے اس کے ساتھ۔۔ لگتا ہے وہ بھی ان کے ساتھ ہی۔۔"

"غلط مجھے سو فیصد یقین ہے اس سب میں اسی کا ہاتھ ہے۔۔اور یہ سب میرے ہی کسی کی دشمن کی چال ہے لیکن کون ؟؟"اس کے دشمن بہت تھے اگر انگلیوں میں بھی گنتا تو گنتی مشکل تھی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے سائیں آخر کون ہو سکتا ہے ؟؟"

"پہلے سایہ کو آگ لگ جانا اور اب ظفر کا غائب ہو جانا تمہیں نہیں لگتا یہ سب ایک ہی انسان کا کام ہو سکتا ہے لیکن کون ؟کون ہے یہ جو چھپ کر مجھ پر وار کر رہا ہے ؟؟"وہ جھنجھلا اٹھا۔

"کچھ بھی کرو دلاور مجھے پتہ کر کے دو یہ شخص کون ہے۔میں اسے جان سے مار دوں گا سمجھے تم ؟"وہ غرایا تو دلاور نے سر اثبات میں ہلایا اور سر کو خم دے کر وہاں سے چلا گیا۔۔جہانزیب کے دماغ پر سوچوں کے ہتھوڑے لگ رہے تھے۔وہ اپنے ایک ایک دشمن کو بھی سوچے گا تو رات ہو جائے گی لیکن وہ سوچے گا اپنے دماغ کو ہر زاویے سے استعمال کرے گا۔

اگلے دن کا سورج طلوع ہوئے اب کافی دیر ہو چکی تھی۔آسمان پر سفید بادلوں کی رش لگی ہوئی تھی اور سورج کہیں ان کے پیچھے ہی چھپا ہوا تھا۔بلاشبہ آسمان کا یہ منظر خوبصورت ترین مناظر میں سے ایک تھا۔ایسے میں اس خوبصورت آسمان کے نیچے وہ بالکونی میں ہینگنگ چیئر پر بیٹھی مسلسل اپنے ہاتھ کی انگلی میں چمکتی ہوئی ہیرے کی انگوٹھی کو مسرور ہو کر دیکھ رہی تھی۔لبوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں چمک۔۔اس کی انگلی میں دمکتا ہیرا محض ہیرا نہیں تھا بلکہ ان کی محبت کی ایک نشانی بن گیا تھا۔اس محبت کی نشانی جو کتنے سالوں سے اس کے دل پر قابض تھی۔یہ ہیرا اس کے خوابوں کی عکاسی کر رہا تھا اس کی زندگی کے ہر پہلو، ہنسی، مسکراہٹ، آنسو، درد، تکلیف اور ہر وہ غم جو اس نے محبت کی یاد میں کاٹا تھا اس کے سفر کی کہانی بیان کر رہا تھا۔

وہ خوش تھی بلآخران کی محبت کو ایک نام مل گیا تھا وہ ایک رشتے میں بندھ گئے تھے۔ محبت پہلا قدم تھا اور یہ منگنی دوسرا قدم بن گیا تھا۔ ابھی اس نے پر سکون سانس لینے کے لیے سر اٹھایا ہی تھا کہ اس کے کانوں سے اس کے فون کی آواز پھر سے ٹکرائی جو پچھلے ایک گھنٹے سے وقتاً فوقتاً بج رہا تھا۔ سر جھٹک کر وہ اندر کمرے میں چلی گئی لیکن کال پھر بھی اٹھانے کی زحمت نہیں کی جیسے قسم کھا رکھی ہو کہ جاؤ کبیر جہانگیر چاہے فون سے نکل بھی آؤ تب بھی کال نہیں اٹھاؤں گی۔

”بندے کو مار کر دم لیں گی اٹھا بھی لیں۔۔" ردا جو اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھی کب سے اس فون کی آواز کو برداشت کر رہی تھی بلآخر اکتا کر بول ہی اٹھی۔ انابیہ اس کے ساتھ سے گزرتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔ ایک دفعہ پھر فون بجا۔ انابیہ کے قدم وہیں رک گئے کیونکہ اس بار آواز ردا کے فون کی تھی۔ تیزی سے پیچھے گھومتے ہی اس نے دیکھا ردا چیئر پر بیٹھی فون کی سکرین اس کی طرف کیے سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکرین پر کبیر بھائی کا نام لکھا دکھائی دے رہا تھا۔

”کال مت اٹھانا ردا۔۔" اس کا انداز تنبیہی تھا۔ ردا نے سر نفی میں ہلایا۔

"کال تو میں اٹھاؤں گی کیونکہ مجھے سکون سے پڑھنا ہے پچھلے ایک گھنٹے سے میں پڑھ نہیں پا رہی۔۔" وہ بضد تھی۔

”اچھا ٹھیک ہے کہہ دو وہ سو رہی ہے۔۔" اب کی بار ردا نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کال اٹینڈ کی۔

"کیا ہوا بھائی سب خیریت ہے؟؟" انابیہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے پر سکون انداز میں بیٹھ گئی۔۔"جی جی میرے سامنے ہی بیٹھی ہیں بات کروا دوں؟؟" انابیہ بجلی کی تیزی سے سیدھی ہوئی۔۔"اچھا ٹھیک ہے۔۔" کہتے ہی اس نے کال کاٹ دی اور پھر انابیہ کی طرف گھومی جو کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''وہ آرہے ہیں آپ سے ملنے۔۔" یہ ایک اور بم تھا جو ردا نے اس کے سر پر اچانک پھوڑا تھا۔" اور وہ راستے میں ہیں۔۔" ردا مزے سے کہتے ہی دوبارہ اپنی پڑھائی میں مگن ہو گئی جبکہ انابیہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔ وہ فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھی اور آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اسے اپنا حلیہ درست کرنا تھا۔

ٹھیک دس منٹ بعد وہ آگیا تھا اور یہ خبر شہناز نے اس کو آکر دی تھی کہ وہ لان میں کھڑا اس کا انتظار کر رہا ہے۔۔ لان میں قدم رکھتے ہی انابیہ نے دور کھڑے اس لڑکے کو دیکھا جو نیوی بلیو کلر کا تھری پیس سوٹ پہنے اس کی طرف پشت کیے کھڑا تھا۔

''کیا مسئلہ ہے ؟؟" اس نے قریب جاتے ہی پوچھا۔ کبیر آواز پر پیچھے کی طرف گھوما جہاں عام سے کپڑے پہنے اور شیفون کا دوپٹہ سر پر اوڑھے وہ بھنویں سکیڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

''یہی تو پوچھنے کے لیے کب سے کال کر رہا تھا یا آخر مسئلہ کیا ہے ؟؟" وہ سختی سے بات نہیں کر رہا تھا وہ خفگی سے بات کر رہا تھا۔

''میرے ساتھ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے البتہ تمہارے ساتھ ہے۔" ناگواری سے کہتے ہی اس نے نظریں اس کے چہرے پر سے پھیر لیں۔

''تم آفس کیوں نہیں آتی ؟ مجھے بتائے بغیر سائٹ پر چلی جاتی ہو میں اس کا کیا مطلب سمجھوں ؟؟" اس کی سوالیہ نظریں بیا کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

''کیوں بتاؤں میں تمہیں ؟ تم بتاتے ہو کچھ مجھے ؟" آواز میں مزید سختی در آئی۔

''کیا نہیں بتایا میں نے تمہیں ؟؟" اس کے اس سوال پر انابیہ نے الٹے ہاتھ کی پشت اس کے سامنے کی جس پر ہیرے کی انگوٹھی دمک رہی تھی۔

''تمہیں مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا کبیر جہانگیر۔ پوچھنا چاہیے تھا نا؟؟'' کبیر ایک لمحے کے لیے کچھ نہیں بولا وہ بس نا سمجھی سے اس انگوٹھی کو اور اس کے تمتماتے چہرے کو دیکھتا رہا اور پھر۔۔ پھر اگلے ہی لمحے وہ پھٹ کر ہنس دیا۔ اس کے یوں ہنسنے پر انابیہ کے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی اور اس کا دل کیا کہ انگوٹھی اتار کر اس کے منہ پر دے مارے۔

''مجھے پوچھنا چاہیے تھا؟؟ تم سے کیا مجھے پوچھنا چاہیے تھا؟؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنی ہنسی روکے پوچھ رہا تھا۔۔ ''کیا میں تمہارا جواب جانتا نہیں تھا؟ پھر بھی کیا مجھے پوچھنا چاہیے تھا؟؟'' انابیہ خاموش نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ کیا واقعی یہ سوال پوچھنے والا تھا؟ اسے خود پر غصہ آ رہا تھا اس پر بھی آ رہا تھا۔

''کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں تمہاری آنکھیں پڑھ لیتا ہوں۔۔ پھر بھی مجھے پوچھنا چاہیے تھا؟'' وہ بلکل چپ اپنی جگہ پر کب سے جمی ہوئی کھڑی تھی ہاتھ اب تک ہوا میں تھا۔ کبیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے کر دیا۔ انابیہ ہوش کی دنیا میں آئی۔

''اور کیا ہوتا کبیر جہانگیر اگر میں سب کے سامنے انگوٹھی پہننے سے انکار کر دیتی اور اسٹیج سے اٹھ کر چلی جاتی؟؟''

''تم ایسا کبھی نہ کرتی۔۔'' وہ یقین سے بولا تھا۔ ''تم کتنا بھی ناراض ہو مگر میں جانتا ہوں تم کبھی بھی میرا مان نہیں توڑ سکتی۔۔ کبھی بھی میری محبت کو میرے لیے تھپڑ نہیں بنا سکتی۔۔ مجھے یقین ہے بیا۔۔'' اس کے چہرے پر اب بھی مسکراہٹ تھی مطمئن مسکراہٹ۔

''ایک بات بتائو۔۔ میری آنکھیں پڑھ لیتے ہو نا؟'' اس کی آواز میں کچھ تھا اداسی۔۔ شکایت۔۔ کبیر نے سر کو ہاں میں ہلایا۔۔ ''تو اس دن میری آنکھوں میں جویریہ سلطان کے لیے نفرت کیوں نہیں پڑھ سکے؟'' اس سوال پر کبیر ایک لمحے خاموش رہا اور انابیہ اس کی خاموش آنکھوں کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم اس سے نفرت نہیں کرتی۔۔" اس نے بہت یقین سے کہا تھا۔انابیہ دم سادھے اسے دیکھے گئ۔اتنی بڑی بات وہ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتا تھا؟

"میں کرتی ہوں اس سے نفرت۔۔اس کی وجہ سے میں نے کیا کچھ نہیں جھیلا اور تم کہہ رہے ہو میں اس سے نفرت نہیں کرتی؟؟" وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"ہاں نہیں کرتی۔۔اگر تمہیں اس سے نفرت ہوتی تو تم اس رات اس کی جان کبھی نہ بچاتی۔تم نے اس کے لیے اپنی زندگی خطرے میں ڈالی تھی اور جس سے نفرت ہو اسے مرنے دیا جاتا ہے۔۔" اس بار اس کی آواز بھی پہلے کی بنسبت اونچی تھی۔

"وہ سب میں نے انسانیت کے ناطے کیا تھا۔۔" کہتے ہوئے اس نے نظریں چرا لیں۔کبیر نے سر جھٹک کر اسے دیکھا۔۔

"جہاں انسانیت ہو وہاں نفرت نہیں ہوتی اور جہاں نفرت ہو وہاں انسانیت نہیں ہوتی۔۔" کہتے ہی اس نے اپنی کلائی میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا۔اس کی ایک ضروری میٹنگ تھی اس لیے اسے جلدی تھی۔۔

"آفس آجائو بیا سب تمہیں وہاں بہت یاد کرتے ہیں۔میرے ساتھ انہیں مزہ نہیں آتا۔۔" اب کی بار اس نے پھر مسکراتے ہوئے کہا۔انابیہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ پرسوچ انداز میں خلا میں دیکھ رہی تھی۔اس کی خاموشی نے کبیر کے چہرے سے مسکراہٹ چھین لی اسے لگا شاید وہ مزید بات نہیں کرنا چاہتی اس لیے اپنے قدموں کا رخ واپسی کی طرف موڑ گیا۔

"وہ مجھے مار دے گی کبیر۔۔" وہ جو جا رہا تھا اس کے قدم وہیں زنجیر ہو گئے۔۔پلٹ کر اس نے انابیہ کو دیکھا وہ نم اور گھائل نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔"تم نے ٹھیک کہا شاید میں اس سے ویسی نفرت نہیں کرتی

جیسی وہ مجھ سے کرتی ہے۔اب کی بار وہ کسی کو شکایت کرنے یا ہماری تصویریں دکھانے نہیں آئی وہ مجھے مارنے آئی ہے۔۔"

"انف بیا۔ وہ ایسی نہیں ہے۔۔ نہ ہی وہ کچھ ایسا کرنے آئی ہے۔۔اپنے دماغ کو ان فضول خیالات سے آزاد کر دو۔۔" سختی سے کہہ کر وہ رکا نہیں۔اسے اس وقت انابیہ کی ذہنی حالت پر شک ہونے لگا تھا اور مزید بحث پھر خرابی کا باعث بنتی۔ وہ اسے جاتا دیکھتی رہی تھی افسوس بھری نگاہوں سے۔۔ وہ کیوں جویریہ سلطان کا یقین کر رہا تھا وہ کر کیسے سکتا تھا؟ کیا وہ بھول گیا کہ جویریہ ان کی محبت کی قاتلہ رہ چکی ہے اگلا قتل کرنے میں دیر نہیں کرے گی۔

پرنٹڈ قمیض شلوار کے ساتھ اس نے سر پر ہلکے گلابی رنگ کا حجاب لے رکھا تھا۔بیگ کندھے سے ٹکائے اور اوور آل بازو پر لٹکائے وہ اپنے کالج کے لیے بلکل تیار دکھائی دے رہی تھی۔مین دروازہ پار کرتے ہی اس نے سامنے کھڑے عالیان کو دیکھا۔ بھورے رنگ کی شرٹ سیاہ پینٹ اور گھنگرالے بکھرے بالوں والا لڑکا گاڑی سے ٹیک لگائے بازو سینے پر باندھے اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ جبکہ ردا بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی اور یہی سنجیدگی ساتھ لیے وہ آگے بڑھ گئی۔

"پیپر ہے؟" اس کے قریب آتے ہی عالیان نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔۔"

"ٹیسٹ؟؟؟"

"نہیں۔۔"

"تو پھر ہاسپٹل جانا ہے؟؟"ردا نے پھر سر نفی میں ہلایا۔" یعنی صرف کالج جانا ہے۔۔"کہتے ساتھ اس نے آگے بڑھ کر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ردا نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا اور گھوم کر پیسنجر سیٹ پر جا کر بیٹھ گئ۔۔کچھ راستے مکمل خاموشی رہی اور ہمیشہ کی طرح اسے توڑنے میں پہل عالیان نے کی۔

"کیسا لگ رہا ہے مسز عالیان بن کر؟؟"اس سوال پر ردا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا وہ سامنے سڑک پر دیکھ رہا تھا۔

"سب ویسا ہی لگ رہا ہے نارمل اور عموماً نارمل انسانوں کو سب کچھ نارمل ہی لگتا ہے البتہ آپ جیسے باولوں کے بارے میں تھوڑا تجسس کا شکار ہوں۔۔آپ بتائیں آپ کو کیسا لگ رہا ہے ردا کا ڈئیر ہز بینڈ بن کر؟ پیر زمین پر لگ رہے ہیں؟ ہواؤں میں تو نہیں اڑ رہے؟؟"وہ مکمل طور پر چہرہ اس کی طرف گھمائے ہوئے تھی۔یکبارگی میں ہی اسے اتنا کچھ کہتے دیکھ کر عالیان خود کو ہنسنے سے نہ روک سکا البتہ نظریں اب بھی سامنے سڑک پر ہی تھیں۔

"خوش فہمی تمہاری۔۔مجھے بھی سب نارمل لگ رہا ہے۔۔"وہ صاف مکر گیا۔وہ واقعی ہوائوں میں تھا اور پیر بھی زمین پر کیسے لگتے بھلا۔۔سر جھٹک کر اب وہ بھی سامنے دیکھنے لگی۔پھر اس قدر انجان راستہ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئ۔

"یہ میرے کالج کا راستہ نہیں ہے۔۔"وہ بے ساختہ چیخ کر بولی۔اس کے یوں چیخنے پر عالیان نے یکدم پریشانی سے اسے دیکھا۔

''ہاں تو جب ہم کالج ہی نہیں جا رہے ہے تو کالج کا راستہ کیسے ہو گا؟؟''اس کا انداز طنزیہ تھا۔اس کے انداز کو نظرانداز کرتے ردا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھے گئی۔''تم نے کہا نہ کوئی ٹیسٹ ہے نہ پیپر۔ہاسپٹل بھی نہیں جانا تو میں نے سوچا جانا ضروری نہیں ہو گا۔۔''

''کالج نہیں جا رہے ہے تو کہاں جا رہے ہیں؟؟''اسے غصہ آ رہا تھا اور عالیان بس یہ دعا کر رہا تھا کہ جلد سے جلد انہیں جہاں پہنچنا ہے پہنچ جائیں اس سے پہلے ردا اسے گاڑی سے ہی اٹھا پھینکے۔۔

''تمہیں کچھ دکھانا ہے۔۔بھروسہ رکھو یار۔۔''اس کی آگ برساتی آنکھوں میں دیکھنے سے پرہیز کرتے ہوئے وہ سامنے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ردا خود پر ضبط کرتی خاموشی سے بیٹھ گئ۔اسے اس پر بھروسہ تھا۔۔نہیں بھی تھا تو بھروسہ کرنے کے علاوہ اس کے پاس دوسرا کوئی آپشن تھا ہی کہاں۔

کچھ ہی دیر بعد عالیان نے گاڑی روک دی۔۔ایک نظر ردا کو دیکھ کر وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر گیا۔حلق میں ابھری گلٹی کو نیچے کرتے ردا نے بمشکل دروازہ کھولا اور باہر نکلی۔یہ جگہ بہت عجیب تھی پرانی پرانی سی جسے دیکھ کر اسے فلحال خوف آ رہا تھا۔عالیان کو اس کے چہرے پر خوف کی رمق دیکھ کر اپنی ہنسی کنٹرول کرنا مشکل لگ رہی تھی ظاہر ہے اس چہرے پر روز روز کہاں خوف دیکھنے کو ملتا ہے لیکن فلحال اس کے سامنے ہنس کر وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔

''یہاں آئو ردا۔۔''اس کی پکار پر ردا یکدم سیدھی ہوئی اور حلق سے تھوک نگلتے اس کے پاس جا کھڑی ہوئی۔اس کے چہرے پر اطمینان ردا کی سمجھ سے باہر تھا۔شوہر تھا اس لیے بچ گیا ورنہ تو وہ اسے چھوڑتی نہ۔۔عالیان کا رخ سامنے بلڈنگ کی طرف تھا۔وہ بلڈنگ بھی عجیب سی تھی پرانی پرانی۔۔بہرحال ردا اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔بلڈنگ کے داخلی دروازے کے پاس اور باہر بہت سے گارڈز تھے۔دروازے پر کھڑے گارڈ نے ان کو دیکھتے ہی سر کو خم دیا اور ان کے لیے دروازہ کھول گیا۔ردا کی پیشانی پر ناسمجھی کی لکیریں مزید

واضح ہونے لگیں۔ یہاں ایسا کیا تھا جو وہ اسے دکھانے لایا تھا؟؟ اندر پہنچتے ہی روشن مین ہال کو دیکھتے ہی ردا کی آنکھیں حیرت سے مزید پھیلیں۔ بلڈنگ جیسی باہر سے دکھ رہی تھی اس کی بنسبت اندر سے بہت مختلف تھی۔ سفید چمکتا ہوا ٹائلوں سے مزین فرش۔۔ دائیں اور بائیں طرف قطار میں لگے سیاہ رنگ کے مخملی صوفے اور ایل ای ڈی بلبز سے جگمگاتی چھت۔۔ وہ بلاشبہ ایک خوبصورت عمارت تھی۔۔ اندر بھی کچھ گارڈز تھے۔ ایک ورزشی جسامت کے مالک گارڈ سے عالیان باتیں کر رہا تھا جبکہ وہ وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔ گھوم کر اس نے ردا کو دیکھا جو ٹرانس کی سی حالت میں کھڑی تھی۔ وہ تیزی سے اس کے قریب گیا۔۔

"تم ٹھیک ہو نا؟؟" ردا نے آواز پر بمشکل سر اثبات میں ہلایا۔۔ "ڈرو مت یہ سب اپنے ہی لوگ ہیں۔۔" اس نے آگے بڑھ کر ردا کا ہاتھ پکڑا اور اس پر نرم گرفت رکھتے اسے ساتھ لے جانے لگا۔۔ ورزشی جسامت والا گارڈ بھی ان کے پیچھے تھا۔ سامنے لفٹ تھی عالیان نے بٹن دبایا اور دروازے کھل گئے۔ لفٹ کے اندر جاتے ہی عالیان کو اپنے ہاتھ پر ردا کی گرفت مضبوط ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ کیا وہ اتنا ڈر رہی تھی؟ کہیں اس نے اسے یہاں لا کر کوئی غلطی تو نہیں کر دی؟ کچھ ہی دیر میں وہ تیسری منزل پر پہنچ چکے تھے۔ زرک لفٹ کے پاس ہی رک گیا تھا جبکہ عالیان اور ردا آگے بڑھ گئے تھے۔ اب سامنے ایک میٹل کا بنا بڑا سا دروازہ تھا۔ ردا بغور سب دیکھ رہی تھی۔ عالیان نے ہاتھ آگے بڑھا کر دروازے پر لگی ایک چھوٹی اسکرین پر اپنی پوری ہتھیلی رکھ دی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ اس کا ہاتھ اب تک ردا کے ہاتھ میں تھا پھر وہ اسے لیے اندر چلا گیا۔ اندر مکمل اندھیرا تھا اور اس اندھیرے میں ردا کا دل ڈوب گیا۔ عالیان کہیں اس کے پیچھے ہی تھا۔ کچھ ہی پل میں کمرہ روشن ہو گیا اس نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا اور پھر سامنے۔۔ وہاں ایک وجود کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ وہ اور کوئی نہیں ظفر جہانزیب تھا۔ یہ دیکھتے ہی ردا بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہوئی۔ اسے اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"تمہارا مجرم ردا۔" آواز کہیں اس کے عقب میں سے آئی تھی اور قریب سے آئی تھی یعنی وہ ٹھیک اس کے پیچھے تھا۔ ردا بس ساکت اور پتھرائی نظروں سے ظفر کو دیکھے جا رہی تھی۔

"جس نے تمہارا جینا حرام کر رکھا تھا۔ جس نے تمہیں کڈنیپ کیا تھا۔ جس نے تمہیں بہت اذیت دی۔ آج تمہارے سامنے نڈھال پڑا ہے۔۔ کیا کرنا چاہو گی اس کے ساتھ؟؟" ردا تو جیسے کچھ سن ہی نہیں رہی تھی اسے تو جیسے کچھ یاد ہی نہیں تھا۔ اگر کچھ یاد تھا تو عالیان کو دی ہوئی اذیت یاد تھی۔ اگر کچھ یاد تھا تو بس یہی کہ سامنے بے سدھ پڑے وجود نے عالیان کو ٹارچر کیا تھا اسے زخمی کیا تھا۔ دفعتاً اسے اپنے دائیں طرف کسی چیز کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے سر اس طرف اٹھایا تو اس کی نظر سب سے پہلے سیاہ ریوالور پر پڑی جو عالیان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ خود کہیں اس کے پیچھے تھا لیکن بازو لمبا کیے ریوالور کا نشانہ ظفر کے بے ہوش وجود کی طرف کیے ہوئے تھا۔ یہ دیکھ کر ردا نے بمشکل تھوک نگلا اور بمشکل اپنے قدموں پر زور دیتی پیچھے کی طرف گھومی۔ وہ بلکل اس کے پیچھے تھا اتنا قریب کہ اس کی سیاہ آنکھوں میں دہشت وہ باآسانی بہت قریب سے دیکھ سکتی تھی۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ مار دیں گے اسے؟؟" وہ بنا پلک جھپکے بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ عالیان نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اگر میں کہوں کہ نہ ماریں تو؟؟"

"تو میں تمہاری نہیں سنوں گا۔۔" وہ کندھے اچکا گیا۔ نشانہ اب بھی ظفر کے وجود پر تھا۔ ردا نے باری باری اس کی دونوں آنکھوں میں دیکھا کیا وہ واقعی ایسا کرنے کی ہمت کر سکے گا؟ ردا کے سامنے وہ کسی کو قتل کر سکے گا؟ کیا واقعی وہ اس کے مجرم کو یوں گولیوں کا نشانہ بنا دے گا؟ کیا وہ واقعی۔۔۔۔ "ٹھاہ۔۔" دل کے اندر کی آواز دم توڑ گئی اور اس خطرناک آواز پر ردا نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔۔ آنکھیں بند کرتے ہی ذہن میں اب دوسرا منظر تھا۔

(وہ اسی سڑک کے کنارے کھڑی ساکت نظروں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔عالیان!!" وہ پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گئ۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے اس کی آواز بیٹھ گئ تھی۔ وہ چیخ نہیں سکی۔ تبھی عالیان نے گولی چلادی۔ وہ کانوں پر ہاتھ رکھے اندر ہی اندر چیخے جا رہی تھی۔ پھر ایک اور گولی کی آواز۔۔

"وہ مر جائے گا۔۔" وہ بے ساختہ کانوں پر ہاتھ رکھے آنکھیں بند کیے سڑک کے کنارے ہی بیٹھ گئ۔

"مت کریں ایسا پلیز!!!" سر کو جھکائے اور نفی میں ہلاتے ہوئے وہ اسے پکارتی جا رہی تھی۔۔)

یکدم خاموشی پر اس نے تیز تیز سانس لیتے آنکھیں کھول دیں۔ وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا سنجیدہ سپاٹ نظروں سے۔ اس کے برعکس ردا کی آنکھیں سرخ اور نم تھیں۔ تین گولیوں کے بعد چوتھی کی آواز نہیں آئی تھی۔ عالیان نے ہاتھ نیچے پھینک دیا کسی ہارے ہوئے انسان کی طرح۔۔ یوں جیسے کوئی غلطی کر بیٹھا ہو۔ ردا کے لیے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ پیچھے کیا ہوا وہ سب دیکھنے کی اس میں ہمت تو نہیں تھی مگر پھر بھی وہ شل قدموں سے پیچھے کی طرف گھومی۔ سب سے پہلی نظر میں اس نے ظفر کا چہرہ دیکھا۔ اس کی گردن ویسے ہی ایک طرف گری ہوئی تھی۔ پھر اس کے وجود پر نظر دوڑائی۔ سب پہلے جیسا تھا۔ خون کا کوئی نشان کوئی قطرہ تک وہاں نہیں تھا۔ البتہ اس کے ٹھیک ساتھ دیوار پر تین نشان تھے گولیوں کے نشان۔ وہ نشان ظفر کے اتنے قریب تھے جیسے کسی ماہر انسان نے انکا نشانہ لیا ہو۔ ذرا سا نشانہ خطا ہوتا تو ظفر کا سر سلامت نہ رہتا۔

"جانتی ہو ردا جب میں نے اپنی زندگی کا پہلا قتل کیا تھا اس رات میں بہت رویا تھا۔۔" اس کی آواز اب بھی عقب سے ہی آ رہی تھی۔ ردا اس کی طرف نہیں گھومی۔ وہ ظفر پر نظریں ٹکائے بغور اسے سن رہی تھی۔

‘‘میں بلکل اکیلا تھا۔ میرے پاس کوئی نہیں تھا جو اس رات مجھے چپ کرواتا۔ مجھے تسلی دیتا۔ مجھے اپنا کندھا دیتا جس پر سر رکھ کر میں روتا رہتا۔ پھر جانتی ہو کون آیا تھا میرے پاس؟" وہ پل بھر کو چپ ہوا پھر چل کر اس

کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ظفر کا وجود کہیں پیچھے چھپ گیا تھا یوں جیسے عالیان پھر سے اس کے لیے ڈھال بن گیا ہو۔

"تم۔۔ تم آئی تھی ردا میرے پاس۔۔ تم نے مجھے چپ کروایا تھا۔ تم نے میرے آنسو پونچھے تھے۔ تمہاری روشنی میں پرسکون نیند سو گیا تھا۔۔ اور تم نے اس وقت مجھ سے نفرت نہیں کی۔ میرے ہاتھوں میں خون دیکھ کر تم نے مجھے دھتکارا نہیں۔۔" ردا کی آنکھیں پہلے سے نم تھیں مگر بہت روکنے کے باوجود بھی اس کے آنسو نہیں رکے وہ بغیر اجازت کے بہہ نکلے اس کے برعکس عالیان کی آنکھوں میں بھی نمی چمک رہی تھی۔

"میں نہیں جانتا مجھ جیسے گناہ گار انسان کی اللہ کو کون سی نیکی پسند آئی ہے جو اس نے تمہیں میرا کر دیا۔ تم میرے لیے ایک نعمت ہو اور اس نعمت کا میں ساری عمر بھی شکر ادا کرتا رہوں تو بھی کم ہوگا۔۔" بولتے بولتے اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر ردا کے چہرے پر گرتے آنسو صاف کیے۔ وہ سوائے اس کی آنکھوں میں دیکھنے کے اور کچھ نہیں بولی۔

"جتنی اذیت اس نے تمہیں دی ہے میرا بس چلتا تو نا جانے میں اس کے ساتھ کیا کر جاتا لیکن کیا کروں میں اپنی غلطیوں کی معافی مانگ چکا ہوں جب ایک دفعہ توبہ کر لی سو کر لی۔ لیکن اس کے ذریعے ہم اس کے باپ سے سچ اگلوائیں گے۔ جتنی اذیت ہم نے کاٹی ہے یہ لوگ بھی کاٹیں گے۔۔ تم کچھ کہو گی نہیں؟" وہ اس کی خاموشی دیکھتے پوچھ رہا تھا۔۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ہمت۔۔ وہ اس شخص سے بات کرنے کی اپنے دل کا حال سنانے کی ہمت کہاں سے لاتی؟ بلآخر اس نے لب ہلانے کی ہمت کی۔۔

"میں نے زندگی میں جتنی نفرت آپ سے کی تھی اتنی کسی سے نہیں کی لیکن اب مجھے احساس ہوا کہ آپ نفرت نہیں محبت کے لیے بنے ہیں عالیان۔۔ میں نہیں جانتی کہ میں آپ سے محبت کر پاؤں گی یا نہیں لیکن آپ مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پائیں گے۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں گی۔۔" وہ

ادھوری بات کر رہی تھی۔اس کا حق تھا وہ جانے کہ رداا‌س سے کتنی محبت کرتی ہے مگر وہ ابھی اس اعتراف کے لیے تیار نہیں تھی۔۔اس کے کچھ جملے سن کر عالیان کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔وہ اس کا ساتھ دینے کی بات کر رہی تھی وہ۔۔وہ جو کبھی اس سے نفرت کرتی تھی وہ اس سے ساتھ نبھانے کا وعدہ کر رہی تھی۔اس کے لیے یہی کافی تھا بلکہ بہت کافی تھا۔

''اب آپ بھی مجھ سے ایک وعدہ کریں۔۔اسے پھینک دیں اور دوبارہ کبھی ہاتھ مت لگایئے گا اسے۔۔''وہ اس کے ہاتھ میں جکڑے ریوالور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔عالیان نے اس ریوالور کو دیکھا اور پھر ردا کو۔

''زرک۔۔زرک۔۔''اس نے اونچی اونچی دو آوازیں زرک کو دیں جو باہر دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا۔اس کی آواز پر بھاگتے ہوئے اندر آیا۔

''یس سر۔۔''اس نے آتے ساتھ پوچھا عالیان تیز قدم لیتے اس کے قریب گیا اور ریوالور اس کے ہاتھ میں دے دیا۔۔پھر آنکھوں سے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ چلا گیا۔

''وعدہ یہ تمہیں اب کبھی بھی میرے ہاتھ میں نہیں دکھے گا۔۔''وہ ردا کی طرف گھومتے ہوئے مسکرا کر بولا۔۔''اور کوئی حکم؟؟''ردا سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرا گئی۔

''مجھے گھر جانا ہے کالج کل چلی جاؤں گی۔۔''ایک نفرت بھری نگاہ ظفر کے وجود پر ڈال کر فاتحانہ انداز سے مسکرا کر وہ باہر کی طرف چلی گئی۔عالیان فوراً اس کے پیچھے نکلا۔

انتظار کا لمحہ سب سے کٹھن لمحہ ہوتا ہے جو گزرنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

وہ اس وقت ایک ریسٹورنٹ کے بالائی حصے میں موجود تھی۔ سیاہ آسمان کے نیچے وہ بہت خاموش سی اس ایک شخص کی منتظر سی بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے پڑا گہرے سرمئی رنگ کا صوفہ خالی پڑا تھا۔ ٹیبل کے وسط میں پڑا چکور شکل کا گلابی لیمپ جگمگا رہا تھا۔ دائیں بائیں ہر طرف اس ریسٹورنٹ میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ رات کی وجہ سے پورا ریسٹورنٹ سنہری اور سفید بتیوں سے روشن دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے عقب میں شیشے کی بنی ریلنگ تھی جس سے اگر نیچے دیکھا جائے تو سڑک پر چلتی گاڑیوں کا منظر اور سیاہ آسمان بہت ہی خوبصورت لگے لیکن وہ ہر چیز سے بیزار بس دور شیشے کے بنے دروازے پر نظریں ٹکائے بیٹھی تھی۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوا۔ اس کی متلاشی نظریں مسکان کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی مسکان کا سانس اس کو دیکھتے ہی رک گیا تھا۔ سرمئی رنگ کا سوٹ پہنے وہ اسی کی طرف آ رہا تھا۔ مسکرا کر اسے دیکھتے ہی وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ مسکان بغور اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سفید شرٹ کے اوپری دو بٹن کھلے تھے آج اس نے ٹائی بھی نہیں پہنی تھی۔ اس بے وفا کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ اب بھی اتنا ہینڈسم اور خوبصورت لگے کم از کم مسکان کے سامنے تو بلکل بھی نہیں۔

"تم مجھے حیدر آباد بلوا لیتی خوامخواہ کراچی آنے کا تکلف کیا تم نے۔۔" وہ بیٹھتے ساتھ خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔

"کس حق سے بلاتی تمہیں حیدر آباد ؟؟" اس بات پر کبیر کی مبہم مسکراہٹ بھی غائب ہو گئی۔۔ "جس حق سے بلاتی تھی وہ حق تو تم نے کبیر بن کر چھین لیا اور ویسے بھی تکلف کرنا بلاوجہ کی خوش فہمیاں پالنے سے بہتر ہے۔۔ کاش یہ سبق تھوڑا پہلے مل جاتا۔۔ کچھ لوگے ؟؟" کبیر یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

"نو تھینکس۔۔" اس پر سے نظریں ہٹاتے وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا۔ یہ وہ مسکان تھی نہیں یا لگ نہیں رہی تھی۔ کچھ دیر میں اسے اس کا جواب بھی مل جانا چاہیے۔

"پتہ تھا کچھ نہیں لو گے۔ میں نے کافی کا آرڈر دیا ہے دونوں کے لیے۔۔" مطلب اسے اب بھی یقین تھا کہ کبیر اس کے بلانے پر جائے گا۔ کچھ پل کی خاموشی حائل ہو گئی۔ مسکان کو کسی چمکتی ہوئی شے نے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے نظروں کا رخ کبیر کے ٹیبل پر دھرے ہاتھوں پر کیا۔ وہ چمک اس کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں موجود انگوٹھی کی تھی۔ غالباً چاندی کے بینڈ کے اندر لگا ایک چھوٹا چمکتا ہوا ہیرا جو آج سے پہلے کبھی بھی اس کی انگلی کی زینت نہیں تھا۔ گلے میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل اندر کرتے اس نے اپنے آنسو پینے کی کوشش کی۔

"تو بتاؤ مسکان اپنے باپ کی سچائی سے آشنا ہوئی یا اب بھی مجھے جھوٹا کہنے کے لیے یہاں بلایا ہے؟" اس نے ٹیبل پر سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے اور صوفے کی پشت پر بازو پھیلائے پرسکون انداز میں اس سے پوچھنے لگا۔

"جھوٹے تو تم ہو۔۔ نہیں ہو کیا؟" اس کی آنکھوں میں طنز کی چمک تھی اور آواز میں وہ سختی تھی جو آج سے پہلے کبیر نے کبھی نہیں سنی تھی۔۔ "تم وہی شخص نہیں ہو جو میرے باپ سے بدلہ لینے کے لیے ایک نقلی نام اور پہچان کے ساتھ میرے سامنے آیا تھا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔ کبیر کو اس کی باتیں سخت چبھ رہی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ لڑکی حق پر ہے اور اپنا حق استعمال کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ "تم تو خود کسی سے محبت کرتے ہو نا تو تم محبت جیسے لفظ کے ساتھ کیسے کھیل سکتے ہو؟؟" گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا پھنس گیا تھا۔ کبیر جانتا تھا ایک دن مسکان اس سے یہ سوال ضرور کرے گی۔ ویٹر ان کی کافی لے آیا تھا۔ اس کے جانے تک وہ خاموش رہا۔

"میں نے بھی جویریہ سے یہی کہا تھا۔ جویریہ میری کزن ہے اور مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ اسی نے انابیہ کو مجھ سے چھین لیا تھا۔ تب میں نے اس سے کہا تھا کہ تمہیں محبت کے خلاف سازش کرتے ہوئے شرم نہیں

آئی؟ تو اس نے مجھے کہا کہ یہ سب اس نے محبت میں کیا۔۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کرتا اگر میں خود انا بیہ کے لیے فرہاد نہ بنتا۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ محبت میں انسان سب کر سکتا ہے۔۔ تم کیا کہو گی اس بارے میں؟؟" وہ بلکل خاموش بت بنے بغور اسے سن رہی تھی۔ کبیر کی سوالیہ نظریں اب بھی اس کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"میں ایک بات مانتی ہوں محبت چھینی نہیں جا سکتی۔ نہ تو میں محبت میں جہانزیب بن سکتی ہوں۔۔ نہ جویریہ اور کبیر جہانگیر تو بلکل بھی بننا پسند نہیں کروں گی۔۔ میرا ایک ہی ماننا ہے محبت مل جائے تو بہتر نہ ملے تو مر جانا بہتر۔۔" کہتے ساتھ اس نے اپنے سامنے پڑا کپ اچک لیا البتہ آخری جملے پر اس کی آواز ضرور کانپ گئی تھی۔

"مرنے کی بات مت کرو مسکان۔ میرے نزدیک اگر محبت کا کوئی دوسرا نام ہے تو وہ تکلیف ہے اور محبت میں سب کو اپنے حصے کی تکلیف کاٹنی ہوتی ہے۔ یہ آپشنل نہیں ہے فرض ہے۔۔" مسکان نے گھونٹ بھر کر اسے خفگی سے دیکھا جو نظریں جھکائے اپنی کافی میں چمچ چلا رہا تھا۔ وہ اس کے سارے خواب چھین کر اب اس سے کہہ رہا تھا کہ مرنے کی بات نہ کرو۔ کمال کا بندہ ہے ویسے!!

"سایہ کو آگ تم نے لگائی تھی؟؟" کافی میں چلتی چمچ رک گئی اور نظریں اٹھا کر اس نے مسکان کو دیکھا۔

"ہاں۔۔" یک لفظی جواب مگر بہت ہی مطمئن جواب۔

"میرا بھائی بھی تمہارے پاس ہے؟" اس بار وہ کچھ نہیں بولا۔ مسکان اب بھی مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ "بتاؤ کبیر میرا بھائی تمہارے پاس ہے؟" آواز میں سختی نہیں تھی وہ بھی بہت اطمینان سے سوال کر رہی تھی۔

"نہیں۔۔" اس نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"پھر سے جھوٹ۔۔" زخمی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھری تھی۔

''سچ بلکل سچ۔۔ باقی دماغ تمہارے اختیار میں ہے جو مرضی سمجھو۔۔'' وہ کندھے اچکا گیا۔

''تم نے کہا تھا کہ تمہیں میری مدد چاہیے رائٹ؟؟'' اس نے بنا رکے اگلے ہی لمحے یہ سوال کیا۔ کبیر نے سر اثبات میں ہلایا۔ ''چلو مان لو کہ میں تمہاری مدد کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہوں۔۔'' رک کر تھوڑا آگے جھکی اور باری باری اس کی آنکھوں میں دیکھے گئی۔۔ ''مجھے کیا ملے گا؟؟'' اس کی اس بات پر کبیر کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں اور پیشانی کے بل نمایاں ہوئے۔

''کیا مطلب؟؟'' وہ اسی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ مسکان اس کی ناسمجھی پر ہنس پڑی۔

''مطلب صاف ہے کبیر۔۔ دیکھو پورا حیدر آباد یہ بات جانتا ہے کہ میرا باپ جہانزیب عالم مجھ سے بے حد محبت کرتا ہے۔۔ اینڈ آف کورس تمہیں بھی یہ بات معلوم تھی کہ میں اپنے باپ کی کمزوری ہوں تبھی تو تم نے میرا استعمال کیا اور جب تمہیں پتہ چلا کہ مسکان تو بڑی صاف دل ہے اپنے باپ کی طرح نہیں ہے تم نے یہ بھی غنیمت جانا ہیں نا۔۔'' وہ ٹیبل کے دہانوں پر دونوں ہاتھ رکھے اس سے پوچھ رہی تھی جبکہ کبیر بس خاموش بیٹھا تیوڑیاں چڑھائے اسے گھور رہا تھا۔

''تو بتائو نا کبیر اگر میں تمہارے کہنے پر اپنے باپ کے ساتھ دھوکہ کر جاتی ہوں جو مجھ سے بے انتہا محبت کرتا ہے تو مجھے کیا ملے گا؟ مجھ سے تو یہ محبت بھی چھن جائے گی نا میں تو اکیلی رہ جائوں گی بولو نا کیا مجھے کبیر جہانگیر ملے گا؟؟'' اس کی آواز آہستہ آہستہ اونچی ہو رہی تھی۔۔ ''سب محبتیں ٹھکرانے کے بعد کیا مجھے بس ایک محبت ملے گی کیا مجھے کبیر جہانگیر کا ساتھ عمر بھر کے لیے ملے گا؟؟'' وہ کیا کر رہی تھی کیا وہ خود غرض بن رہی تھی؟ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کبیر کے سخت تیور ڈھیلے پڑ گئے۔ مسکان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر سب کو ہی خود پر ضبط کرنا پڑتا ہے۔

"محبت کسی کے اختیار میں نہیں ہوتی مسکان جو یوں کہنے سے دے دی جائے۔ میں مر تو سکتا ہوں مگر انابیہ کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا بلکہ مر کے بھی نہیں دے سکتا یہ میرے بس میں نہیں ہے۔۔"اس نے گہرا سانس بھرتے بہت ہی نرمی کا مظاہرہ کیا۔ مسکان کے دل پر آری چل رہی تھی۔ وہ کیسے اسے بتاتی محبت اس کے بس میں بھی تو نہیں تھی وہ کیسے چھوڑ دے اس شخص سے محبت کرنا کیسے؟؟ یہ کیا کر دیا تھا قسمت نے اس کے ساتھ اسے اپنے آگے اب ہمیشہ کے لیے اندھیرا دکھائی دے رہا تھا۔

"اور اگر وہ مر جائے تو؟؟"کبیر کی نظریں کہیں اور تھیں۔ مسکان کے اس جملے پر وہ پلکیں جھپکنا بھول گیا اور پھر برہمی سے گردن موڑ کر وہ تنبیہی نظروں سے اسے گھورنے لگا۔۔"بتائو نا اگر وہ مر جائے تو؟؟"

"مسکان!!"وہ ٹیبل پر ہاتھ مارتے بھڑک اٹھا۔۔"اب اگر تم نے ایسی بات کی تو میں ہرگز لحاظ نہیں کروں گا۔۔"شہادت کی انگلی اٹھائے وہ اسے تنبیہی انداز میں کہہ رہا تھا۔۔"نہیں کرنی میری مدد تو بھاڑ میں جائو۔۔انابیہ کا نام مت لینا۔۔"درشتی سے کہتا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مسکان ہراساں نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔۔"محبت میں کچھ بھی کرنا کچھ بھی مگر جہانزیب مت بننا۔۔"یہ آج کی ملاقات کا اس کا آخری جملہ تھا جسے کہنے کے بعد وہ رکا نہیں اور تیز تیز قدم لیتا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی مسکان زخمی سا مسکرائی آنسو بہہ نکلے۔ بہت سارا تھوک نگلا اور بولی۔

"کاش وہ مر جائے۔۔"بہتی آنکھوں سے وہ سامنے پڑے اس کے کپ کو دیکھ رہی تھی۔۔رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔

تین دن بعد:

وہ اپنے کمرے میں ون آرم صوفے پر ٹانگیں اوپر کیے بیٹھی تھی۔ دھلا دھلایا چہرہ ایک شانے پر گرے اس کے لمبے بھورے بال اور ہاتھوں میں آئی پیڈ پر جمی مسکراتی ہوئی آنکھیں۔۔ ماجد علی نے اسے آج سائٹ سے تصاویر کھینچ کر بھیجی تھیں۔ اسے آج خود سائٹ پر جانا تھا مگر نہیں گئی۔ تبھی اس کی توجہ اس کی گود میں پڑے بجتے ہوئے فون نے کھینچی۔ کوئی اسے کال کر رہا تھا۔۔ بھلا کون؟؟ کبیر جہانگیر۔۔ وہ پھر اس سے کہے گا آفس کیوں نہیں آ رہی؟ میرا تو پتہ نہیں مگر آفس میں سب تمہیں یاد کر رہے ہیں بلا بلا بلا!!! خیر اس نے آج بھی کال نہیں اٹھائی اور دوبارہ آئی پیڈ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ ایک دفعہ کال پھر سے آئی۔ وہ بری طرح سے اپنے منگیتر کو اگنور کر رہی تھی۔ لمحے بھر کو فون خاموش ہو گیا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ ٹھیک کچھ دیر بعد اسے میسج کی آواز آئی۔ فون اٹھا کر دیکھا تو وہاں کبیر کا وائس میسج تھا۔ چونکہ اس نے سین کر لیا تھا تو سننے میں کیا قباحت تھی۔

"بیا ڈیڈ مجھے آفس کے سلسلے میں ایک ہفتے کے لیے لاہور بھیج رہے ہیں۔۔" وہ تیزی سے سیدھی ہوئی آئی پیڈ ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔۔ "میں جانے سے پہلے تم سے ملنا چاہتا ہوں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔۔ ہو سکے تو سمندر پر آ جاؤ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔۔" اس کی آواز رک گئی۔ وائس میسج ختم ہو گیا اور انابیہ کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔

"وہیں رکنا میں آ رہی ہوں۔۔" تیز تیز میسج ٹائپ کرتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے سوچ لیا تھا زیادہ وقت نہیں ہے اس کے پاس سو وہ صرف کپڑے بدلے گی۔

اس کا میسج آئے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور وہ اب تک افسردہ نظریں سامنے سمندر کی لہروں پر ٹکائے اس کا منتظر سا بینچ پر بیٹھا تھا۔

"کیا مجھے کبیر جہانگیر ملے گا؟"

"سب محبتیں ٹھکرانے کے بعد کیا مجھے بس ایک محبت ملے گی کیا مجھے کبیر جہانگیر کا ساتھ عمر بھر کے لیے ملے گا؟؟" مسکان کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔

"اور اگر وہ مر جائے تو؟؟"

اس نے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں پر رکھ لیے جیسے اس عمل سے وہ آواز جو اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی آنا بند ہو جائے گی۔ یہ جملہ بار بار سننا اس کی برداشت سے باہر تھا۔ تبھی اس نے گہرا سانس بھرتے ہوئے سر اٹھایا اور پھر گردن دائیں طرف موڑ لی۔ وہ وہیں تھی۔ گہرے نیلے گائون میں وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اس کی طرف آ رہی تھی۔ ہر طرف خاموشی ہو گئی۔ تمام آوازیں آنا بند ہو گئیں اور کبیر کا جسم ساکت رہ گیا۔ بمشکل اپنے قدموں پر زور دیتے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور رخ اس کی طرف موڑ گیا۔ اس کے چہرے پر خوف کی رمق اور اس کو یوں بھاگتا ہوا دیکھ کر وہ بے اختیار ہی مسکرا اٹھا۔ وہ اس کے لیے یوں آ جائے تو وہ کیسے نہ مسکراتا۔ وہ آئے تو مسکرانا فرض کر دو!!

"کیوں جا رہے ہو تم؟؟" وہ گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے بولی۔ آتے ساتھ ایسے فکریہ سوال پر کبیر اپنی ہنسی دبائے باری باری اس کی ڈری ہوئی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"آفس کے کام سے جا رہا ہوں۔۔"

"کب جانا ہے؟" انابیہ نے بہت سارا تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"آج ہی۔۔ تھوڑی دیر میں میری فلائٹ کا ٹائم ہو جائے گا۔۔" کلائی میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"کتنے دنوں کے لیے؟؟" ایک اور سوال۔۔ کبیر کو واقعی اس کی حالت پر ترس آ رہا تھا۔ وہ جواب کی منتظر بس اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔۔ کبیر ایک قدم اس کے قریب گیا۔

''کیا میں تمہارا ہاتھ پکڑ سکتا ہوں؟؟''انابیہ نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا اور بنا کوئی جواب دیے اس نے کبیر کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔''اب تم کیا اپنی آنکھیں بند کر سکتی ہو؟''وہ پھر کچھ نہیں بولی۔۔الجھی الجھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے انابیہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔کبیر بدقت مسکرایا۔ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ پکڑے وہ دوسرا ہاتھ اپنی پینٹ کی جیب کی طرف لے گیا۔جیب سے چمکتا ہوا بریسلٹ نکالا اور اس کی کلائی میں پہنانے لگا۔انابیہ بے چین سی کھڑی تھی اسے جلد از جلد اپنی آنکھیں کھولنی تھیں۔

''اب تم آنکھیں کھول سکتی ہو۔۔''بس اس کے کہنے کی دیر تھی انابیہ نے تیزی سے آنکھیں کھولیں اور اپنی کلائی میں چمکتا ہواستاروں والا بریسلٹ دیکھنے لگی۔وہ بری طرح حیران ہوئی تھی کیونکہ یہ وہی بریسلٹ تھا جو اس سے یونیورسٹی میں گم گیا تھا وہی حیرت کی زد میں آئی نظریں اٹھا کر اس نے کبیر کو دیکھا۔اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی کبیر خود بول پڑا۔

''ریئلی سوری تمہارا بریسلٹ میں نے چرایا تھا۔یہ مجھے تمہاری یاد دلاتا تھا۔اور اچھا ہی کیا نا تم نے تو مجھے چھوڑ کر جانا ہی تھا کم از کم ایک نشانی تو میرے پاس تھی تمہاری۔۔''وہ زخمی لہجے میں بول رہا تھا جبکہ انابیہ کی آنکھیں بھی نم ہوئے بغیر رہ نہیں سکیں۔

''تم۔۔''اس نے اس کے سینے پر زور سے مکا مارا۔کبیر کراہ کر پیچھے ہوا۔۔''تم بہت برے ہو کبیر جہانگیر بہت زیادہ۔۔''وہ یکدم رونے لگ گئی کبیر جامد رہ گیا۔اب اس میں رونے والی کیا بات تھی؟

''بیا ایک بریسلٹ ہی تو تھا۔۔''وہ ابھی بول رہا تھا کہ انابیہ چیخ پڑی۔

''شٹ اپ کبیر۔۔میں بریسلٹ کی بات نہیں کر رہی۔۔''وہ ایک ہاتھ سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے تیز آواز میں بولی۔کبیر ڈرتے سہمتے ایک قدم آگے آیا۔۔''جب اتنی محبت تھی تو مجھ سے اتنا وقت ناراض کیوں رہے؟کیوں مجھ پر یہ ظاہر کرتے رہے کہ تمہاری محبت ختم ہو گئی ہے؟''وہ خفگی اور ناراضگی سے کہتے ہوئے

بینچ پر جا بیٹھی۔ کبیر گہرا سانس بھرتے اس کے پیچھے آیا اور بلکل اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ انابیہ ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے رخ دوسری طرف موڑ گئی۔۔ وہ بلکل خاموش بیٹھا تھا اور انابیہ کو اس کی خاموشی سخت چبھ رہی تھی۔ خود پر ضبط کرتے وہ اس کی طرف گھومی وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیوں کیا تم نے میرے ساتھ یہ سب ؟؟"اس کی آنکھوں میں شکوہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"تمہیں یاد ہے تم کبھی میری آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مجھ سے نظریں چرا جاتی تھی۔"انابیہ چپ چاپ اسے دیکھے گئی۔ "اب بتائو اتنے دنوں میں میری آنکھوں کے سوا کچھ دیکھا ہے ؟"

"کچھ بھی نہیں۔۔"اس نے نہایت صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ اب بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی اور اس بار کبیر جھینپ کر مسکرا دیا اور نظریں چرا گیا۔

"بس یہی سبق سکھانا تھا تمہیں۔۔"اس ایک بات پر انابیہ کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اسے واقعی کبیر ایک نمبر کا احمق لگ رہا تھا۔ وہ اس پر ہنستے ہنستے پاگل ہو رہی تھی۔

"ہنس کیوں رہی ہو ؟؟"ہنس وہ خود بھی رہا تھا۔

"بس اس لیے کبیر جہانگیر ؟؟"وہ بے یقینی سے اسے ہنستے ہنستے دیکھ رہی تھی۔۔ "وائو کیا وجہ تھی ! ! کیا ریزن تھا ! ! اوکے فائن۔۔"اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے اپنی ہنسی روکی اور اس کی طرف گھومی۔ وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ جب بھی زیادہ ہنستی تھی تب بھی اس کے آنسو بہہ نکلتے تھے۔ روتی تھی تو آنسو۔۔ ہنستی تھی تو آنسو۔۔ آنسوئوں کا خزانہ تھا اس کے پاس۔۔

"میں نے بہت تنگ کیا ہے نا تمہیں ؟"وہ بہت سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ ایک لمحے تو وہ کچھ بول نہ سکی پھر بولی۔۔

"بہت سے بھی بہت زیادہ۔۔"وہ اسے محض تنگ کر رہی تھی۔

"تم میں بہت صبر ہے بیا۔ میں نے تمہارا صبر آزمایا ہے نا؟" وہ اب بھی سنجیدہ تھا شاید افسردہ بھی۔

"مجھ میں صبر نہیں ہے۔۔" اس نے سر نفی میں ہلایا۔۔ "اور تم نے کچھ نہیں کیا صرف میری محبت بڑھائی ہے۔۔"

"میرا انتظار کرو گی نا؟"

"اب نہیں ہوتا۔۔" وہ مکر گئی۔

"جلدی واپس آجائوں گا۔۔" وہ اس کی آنکھوں سے باتیں کر رہا تھا۔۔ "میری فلائٹ کا ٹائم ہونے والا ہے۔۔" کلائی میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ انابیہ نے بیٹھے بیٹھے گہرا سانس بھرا اور پھر وہ بھی اٹھ گئی۔۔

"میں انتظار کروں گی۔۔" وہ مسکرا کر بولی تو کبیر بھی مسکرایا۔

"معذرت کہ تمہیں انتظار کرنا پڑے گا۔۔" وہ دونوں اب ساتھ ساتھ چلتے جا رہے تھے۔ دونوں کی گاڑیاں سامنے کھڑی تھیں سو دونوں کا رخ اسی طرف تھا۔ پیچھے سورج غروب ہونے والا تھا لہریں ہنوز شور کر رہی تھیں۔

شاہی طرز کے وسیع و عریض سٹڈی روم سے مہوگنی لکڑی کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ لمبی لمبی مستطیل کھڑکیوں سے ڈھلتے سورج کا نارنجی عکس کمرے میں جھانک رہا تھا۔ ٹھیک وسط میں مہوگنی سے بنی آرائشی میز تھی جس میں سنہرے رنگ کے مختلف اور پیچیدہ قسم کے نقش و نگار کے ساتھ خان حویلی کا سفید مجسمہ اس میز میں نکھار پیدا کر رہا تھا۔ عقب میں دیواروں پر اونچی اونچی کتابوں کی الماریاں تھیں جو بہترین بلوط سے تیار کی گئی

تھیں۔اونچی باوقار مخملی کرسی میز کے پیچھے موجود تھی جس کی پشت پر سر رکھے جہانزیب عالم خان آنکھیں بند کیے گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔۔بنا آنکھیں کھولے اس نے دروازے کے پار کھڑے شخص کو اندر آنے کی اجازت دی۔اندر آنے والا شخص گھنی لمبی داڑھی اور سانولی رنگت کا مالک دلاور خان تھا۔

"کچھ پتہ چلا میرے بیٹے کا؟"اس نے بند آنکھوں سے پوچھا۔آواز میں صدیوں کا بوجھ تھا۔آج تین دن گزر چکے تھے مگر ظفر جہانزیب کا کچھ اتہ پتہ نہیں تھا۔دلاور ٹھیک اس کے سامنے عاجزی سے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"چھوٹے سائیں کا تو معلوم نہیں ہوا لیکن۔۔" لمحے بھر کو چپ ہوا۔"آپ کے دشمن کا ضرور پتہ چل گیا ہے سائیں۔۔"جہانزیب نے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔آنکھ کھلتے ہی اس کی نظر اوپر لٹکتے سنہرے جھومر پر پڑی اور پھر سیدھا ہو کر اس نے آس بھری نظروں سے دلاور کو دیکھا۔

"کون ہے میرا دشمن دلاور جلدی بتاؤ؟؟"اس کی تو جیسے جان میں جان آئی تھی۔

"بڑے سائیں۔۔آپ کے والد صاحب عالم سائیں۔۔"ایک لمحے کو جہانزیب کا سانس رک گیا اور روح جیسے کسی نے قبضے میں لے لی۔

"بابا سائیں کا نام لے رہو تم دلاور۔۔ہوش میں تو ہو؟؟"وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے غصے سے پھنکارا۔ دلاور مطمئن کھڑا تھا۔

"جی سائیں اپنے مکمل ہوش و حواس میں آپ کو اس خبر سے آگاہ کر رہا ہوں۔۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟میں نہیں مانتا جاؤ تصحیح کرو تم غلط ہو اس بار۔۔بابا سائیں میرے دشمن نہیں ہیں۔۔"وہ صدمہ طاری آنکھوں سے بولتے بولتے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

''میرے بندوں نے مجھے اس خبر سے آگاہ کیا ہے کہ انہوں نے بڑے سائیں کو ناصر سائیں کے گھر جاتے دیکھا ہے بلکہ وہ اب بھی وہیں موجود ہیں۔۔'' ناصر کا نام سنتے ہی جہانزیب کا دماغ بھک سے اڑا۔ وہ کچھ لمحے بول ہی نہیں سکا۔

''جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔ اس رات مجھے ناصر کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے تھا ایک سنگین غلطی کا خمیازہ اب میرا بیٹا بھگت رہا ہے۔۔'' وہ صدمے کی حالت میں بول رہا تھا۔

''آپ کو شالا کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے تھا سائیں۔۔'' جہانزیب نے سوالیہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

''معافی چاہتا ہوں سائیں ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی تھی مجھ سے۔۔ بہت دنوں پہلے شالا آیا تھا حویلی میں بہت بیمار تھا۔ بابا سائیں سے ملنا چاہتا تھا۔ بات بہت ہی غیر اہم تھی سو آپ کو بتانا مناسب نہیں سمجھا۔''

''دماغ خراب ہو گیا تھا تمہارا۔ یہ کوئی معمولی بات تھی؟'' وہ فوراً اس کی بات کاٹتا بھڑک اٹھا۔ دلاور نے نظریں جھکا لیں۔۔ ''ایک انسان جو میرے تمام رازوں سے واقف تھا اور وہ مرنے والا بھی تھا تم نے اسے بابا سائیں سے ملنے کیسے دیا؟؟'' اس کا بس نہیں چل رہا تھا آگے بڑھے اور دلاور کا قتل کر ڈالے۔۔ ''کہاں ہیں شالا ڈھونڈو اسے۔۔''

''میں سب سے پہلے اسی سے ملنے گیا تھا مگر آج صبح ہی اس کا انتقال ہو چکا ہے سائیں۔۔'' جہانزیب نے ضبط سے آہ بھری اور میز کے دہانوں پر دونوں ہاتھ رکھے جھک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

''اور سائیں۔۔ ظفر سائیں کے گارڈز نے بتایا کہ کچھ دن پہلے ظفر سائیں نے ناصر کے بیٹے عالیان کو اغوا کیا تھا یہ ضرور عالیان کا کام ہے۔۔''

''اس کا مطلب مجھے ناصر کے بیٹے کو بھی ناکارہ سمجھنے کی حماقت نہیں کرنی چاہیے تھی۔۔ آہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔۔'' اس نے رکھ کر میز پر ہاتھ مارا۔۔ ''اب سنو غور سے اپنے بندوں کو کہو چپ چاپ وہاں سے

واپس آجائیں کہیں باباسائیں کو شک نہ ہو۔۔ وہ یہیں آئیں گے ان سے میں نمٹ لوں گا۔ رہی بات ناصر کی تو اب ویل چیئر سے اس کی اگلی منزل سیدھا قبر ہے۔۔ میں تباہ و برباد کر دوں گا اسے۔۔" دلاور نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے قدم واپسی کے لیے موڑے۔۔ دروازے کے اس پار کھڑی لڑکی فوراً وہاں سے ہٹی اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کمرے میں پہنچتے ہی اس پسینے میں نہائی ہوئی لڑکی نے سب سے پہلے دروازہ بند کیا اور پھر بیڈ پر پڑا اپنا فون اٹھایا۔ کپکپاتی انگلیوں سے نمبر ملا کر فون کان سے لگایا۔ صد شکر رنگ جا رہی تھی۔

"فون اٹھا لیں دادا جان۔۔ پلیز۔۔" وہ اضطراب کے عالم میں فون کان سے لگائے ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

"مسکان میری شہزادی سب خیر تو ہے نا؟؟" وہ لونگ روم میں ناصر کی ویل چیئر کے سامنے صوفے پر بیٹھے تھے۔۔ آواز سنتے ہی مسکان نے سکون کا گہرا سانس بھرا۔۔

"دادا جان آپ جہاں بھی ہیں وہیں پر رہیں حویلی مت آیئے گا۔۔" وہ تنبیہی انداز میں تیز تیز بول رہی تھی۔ عالم خان کے ماتھے پر ناسمجھی کی لکیریں ابھریں۔

"کیا ہوا ہے مسکان آپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں؟" ان کے ساتھ ساتھ ناصر بھی کچھ الجھن کا شکار ہونے لگے تھے۔

"باباجان کو سب پتہ چل گیا ہے دادا جان سب کچھ۔۔" خوف کے مارے اب اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ عالم خان پلکیں جھپکنا تو جیسے بھول ہی گئے تھے۔۔ "آپ کو اللہ کا واسطہ ہے یہاں مت آیئے گا۔ میں آپ کو نہیں کھونا چاہتی۔ وہیں رہیے گا دادا جان پلیز۔۔" وہ منتیں کر رہی تھی۔

"مگر یہ سب کیسے؟؟ آپ تو ٹھیک ہیں نا؟؟" انہیں یکدم اس کی فکر لاحق ہو گئی۔۔

’’میں ٹھیک ہوں داداجان ان کی بیٹی ہوں مجھے کیا ہو گا؟؟ مگر آپ پلیز یہاں مت آیئے گا۔ دلاور کے بندوں نے آپ کو چچا جان کے گھر جاتے دیکھ لیا ہے۔ وہ آپ کے منتظر ہیں ایک قدم باہر مت نکالیے گا۔۔"وہ اب باقاعدہ رو رہی تھی۔۔

’’ٹھیک ہے مسکان میں کہیں نہیں جا رہا یہاں سے آپ پلیز رونا تو بند کریں کچھ نہیں ہو گا۔۔"

’’آپ اپنا خیال رکھنا داداجان میں فون رکھتی ہوں۔۔اللہ حافظ۔۔"دوسری طرف سے بھی الوداعی کلمات کہتے ہوئے کال کاٹ دی گئی۔۔

’’کیا ہوا بابا سائیں سب ٹھیک ہے؟؟"ناصر ان کی اڑتی ہوئی رنگت دیکھ کر پوچھے بنا نہ رہ سکے۔۔

’’جہانزیب کو سب معلوم ہو گیا ہے۔ مسکان یہی کہہ رہی تھی کہ میں حویلی مت جائوں وہ میرا منتظر ہے۔۔"ناصر کو یکدم چپ لگ گئی۔۔

’’یعنی ایک بار پھر۔۔نہیں نہیں۔۔"انہوں نے جھرجھری لے کر خود کو مطمئن کیا۔۔"آپ یہیں رکیے بابا سائیں کہیں مت جایئے گا۔۔"

’’بے فکر رہیں ڈیڈ۔۔ میں گھر کی سیکیورٹی بڑھا دیتا ہوں۔۔"عالیان لونگ روم میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔۔"میرے ہوتے ہوئے پریشان کیوں ہوتے ہیں؟اس بار جہانزیب کو کچھ نہیں کرنے دوں گا۔۔"وہ ان کی ویل چیئر کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ وہ ان کو یوں پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا۔ عالم خان اپنے پوتے کو اپنے باپ کے لیے فکرمند دیکھ کر مسکرائے تھے۔

گھر پہنچتے ہی وہ سب سے پہلے دادا جان سے ملی تھی۔ وہ اس کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد آ گئے تھے سوا سے علم نہیں تھا۔ عالیان اسے جہانزیب کے بارے میں سب کچھ بتا چکا تھا۔ گھر کی سیکیورٹی کافی سخت ہو گئی تھی اور اس نے سب کو ہی وارن کر دیا تھا کہ جب تک وہ ظفر کا کچھ کر نہیں لیتا تب تک گھر سے کوئی ایک قدم بھی باہر نہیں نکالے گا۔ کبیر کے جانے سے اس کا دل ویسے ہی اداس تھا اور اب اچانک جہانزیب کا ڈر۔۔ سو وہ زیادہ دیر ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکی اور اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔ اس کا دل بری طرح سے گھبرا رہا تھا۔ غالباً کبیر اس وقت ایئرپورٹ میں ہو گا اس لیے اس نے اسے تنگ کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ ابھی آ کر بیڈ پر بیٹھی ہی تھی کہ یکدم فون کی آواز پر اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔ سر جھٹک کر اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور اسکرین پر جویریہ کا نام دیکھ کر دھک سے رہ گئی۔ وہ اسے کال کیوں کر رہی تھی وہ بھی رات کے اس وقت؟ سوچوں کی دنیا سے نکل کر اس نے کال اٹینڈ کی اور گہرا سانس بھر کر فون کان سے لگایا۔۔

"کیسی ہو انابیہ؟" انابیہ کی آنکھیں سوالیہ انداز میں چھوٹی ہوئیں۔ اس کی دشمن اس کی خیریت پوچھ رہی تھی۔۔

"کیوں کال کی ہے؟؟" بجائے جواب دینے کے اس نے سخت انداز میں بولتے ہوئے اپنا سوال اس کے سامنے پیش کر دیا جس پر اسے جویریہ کی ہنسی سنائی دی۔

"پہلے سوال میں نے کیا ہے سو جواب بھی پہلے مجھے ملنا چاہیے۔۔ اب بتاؤ کیسی ہو؟" انابیہ نے سر نفی میں ہلایا۔ وہ واقعی کوئی ڈھیٹ لڑکی تھی۔

"اچھی ہوں بلکہ بہت اچھی ہوں۔۔ ہو گیا برداشت موت تو نہیں آ گئی؟؟ اب بتاؤ کیوں کال کی ہے؟؟" آواز اب پہلے سے زیادہ سخت تھی۔

''تم سے ملنا چاہتی ہوں۔۔''انابیہ اب کی بار کچھ نہیں بولی کیونکہ وہ ایسا مطالبہ کر رہی تھی جس نے انابیہ کو چپ کروا دیا تھا۔

''میں نہیں ملنا چاہتی وہ بھی تم سے تو بلکل بھی نہیں۔۔''طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے اس نے کہا۔

''جانتی تھی بڑی ٹیڑھی کھیر ہو۔۔ملنا بہت ضروری ہے انابیہ بہت زیادہ۔۔''انابیہ کا دماغ کئی طرح کے سوالوں کے گرد گھومنے لگا اسے جویریہ کی بات کی بلکل بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔''ایک پکچر بھیجی ہے واٹس ایپ پر ذرا دیکھنا تو۔۔''اس نے تیزی سے موبائل کان سے ہٹایا اور واٹس ایپ کھول کر دیکھا جہاں جویریہ نے اسے ایک تصویر بھیجی تھی۔تصویر دیکھتے ہی انابیہ کا سانس رک گیا اور پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی کیونکہ تصویر میں جو لڑکی تھی وہ اور کوئی نہیں لاریب تھی اس کی دوست۔نیم اندھیر جگہ۔۔بند آنکھیں۔۔منہ پر ٹیپ اور سر سے بہتا خون۔۔۔انابیہ کو لگا وہ بیٹھے بیٹھے ہی مر گئی ہے۔۔

''میں تمہیں جان سے ماردوں گی جویریہ۔۔''فون کان سے لگاتے ہی وہ چیخ پڑی۔

''فکر مت کرو یہ ابھی زندہ ہے لیکن اگر تم نہ آئی تو یہ مر جائے گی پھر ٹھہراتی رہنا ساری عمر خود کو اس کی موت کی ذمہ دار۔۔''انابیہ نے بہت سارا تھوک نگلا۔دل وحشت سے دھڑک رہا تھا۔۔

''میں آرہی ہوں جویریہ اسے چھوڑ دو وہ معصوم ہے۔۔''اس کے لہجے میں اب منت تھی۔

''معصوم تو میں بھی تھی معصوم تو تم بھی ہو۔معصوم تو سب ہوتے ہیں کاش کہ معصومیت پر کوئی ترس کھاتا۔۔''وہ طنزیہ انداز سے ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔''خیر میرے گھر ہی آنا جہاں تم نے مجھے چوروں سے بچایا تھا یاد ہے نا؟؟اور جلدی میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اور تمہارے پاس بھی۔۔کسی کو ساتھ لانے کی غلطی مت کرنا وہ کیا ہے نا اپنے انجام سے تو میں واقف ہوں بہت برا ہے۔۔''وہ پھر ہنسنے لگی۔۔''یہ نہ ہو تم لاریب سے بھی جاؤ شاباش اب جلدی سے آجاؤ۔۔''آواز آنا بند ہو گئی۔انابیہ کے ہاتھوں سے فون چھوٹ گیا

اور بنا پلک جھپکے وہ کچھ دیر خلا میں دیکھتی رہی۔ پھر جھک کر اپنا فون اٹھایا اور دروازے کی طرف قدم بڑھا گئی۔ وہ جائے گی کسی کو بتائے بغیر وہ جائے گی اپنی دوست لالی کے لیے وہ جائے گی۔

تیز تیز سیڑھیاں پھلانگتے وہ نیچے آئی۔ لونگ روم کا دروازہ کھلا تھا۔ عالیان تایا ابو دادا جان سب ویسے ہی بیٹھے تھے۔ ردا اسٹڈی روم میں تھی منوا اپنے کمرے میں تھی۔۔ سلائیڈنگ ڈور پر پردے پڑے تھے باہر کا منظر کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ وہ آرام سے نکل سکتی تھی کیونکہ اندر سب باتوں میں مگن تھے۔ وہ وہاں سے بھاگ کر باہر گئی۔ گارڈز اپنی اپنی جگہ پہرا دے رہے تھے۔ مطمئن انداز میں وہ سیدھا حسن چچا کے پاس گئی۔

"چچا مجھے جانا ہے گیٹ کھول دیں۔۔" چچا یکدم پریشانی سے اسے دیکھنے لگے۔۔

"مگر بٹیا۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں چچا میرا جانا بہت ضروری ہے سمجھنے کی کوشش کریں میں نہ گئی تو کسی کی موت ہو جائے گی۔۔ عالیان کو کچھ مت بتائیے گا میں خود اسے سب بتا دوں گی۔۔" تحکمانہ انداز میں کہتے ہی وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ چچا کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کریں؟ پھر آگے بڑھ کر انہوں نے گیٹ کھول دیا۔ گیٹ کھلتے ہی انابیہ نے گاڑی سٹارٹ کی اور تیزی سے گاڑی گیٹ سے عبور کرتی نکل گئی۔۔ گاڑی کی آواز پر اندر بیٹھا عالیان جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر کی طرف بھاگا۔ بیرونی دروازے پر کھڑے عالیان نے انابیہ کی گاڑی کی ایک جھلک دیکھی۔ اسے اپنے قدموں پر کھڑے رہنا مشکل لگنے لگا۔ قدموں پر زور دیتا وہ گیٹ کی طرف بھاگا۔

"انابیہ!! انابیہ!!۔۔" اس نے اسے بہت آوازیں دیں مگر اس کی گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ یہ کیا بیوقوفی کر دی تھی اس نے وہ سیدھا گاڑی میں بیٹھ کر اس کے پیچھے جاتا تو شاید اسے روکنے میں کامیاب ہوتا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا تھا۔ وہ واپس اندر بھاگا۔ ایک غصیلی نظر چچا پر ڈالی۔۔

"آپ سے تو میں آکر بات کرتا ہوں چچا۔۔" غصیلے انداز میں کہہ کر وہ اپنی گاڑی میں جا بیٹھا اور انابیہ کے پیچھے گیا۔ وہ کافی آگے آچکا تھا مگر انابیہ کی گاڑی اسے کہیں نہیں دکھی۔ اس کے دل کو خوف نے بری طرح جکڑ لیا تھا۔ حواسوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ایک ہی راستہ جو بچ گیا تھا وہ انابیہ کو کال کرنا تھا۔ وہ مسلسل اس کا نمبر ملا رہا تھا آخر کار اس نے کال اٹھالی۔۔

"انابیہ کہاں گئی ہو تم پلیز مجھے بتائو؟؟" وہ التجائیہ انداز میں بولا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں عالیان میرے بارے میں پریشان مت ہو بس لاریب کو بچالو۔۔" اس کی آواز کپکپائی ہوئی تھی۔۔ "پلیز عالیان اسے بچالو میری فکر چھوڑو آئی ایم فائن۔۔"

"لاریب کو کیا ہوا ہے انابیہ؟؟" اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک لی تھی۔

"اسے کچھ بندوں نے پکڑ کر سکول میں ہی بیسمینٹ میں باندھ کر رکھا ہوا ہے عالیان فرہاد کی مدد لو اور اسے بچا لو۔۔" اسے یقین تھا کہ وہ سکول میں ہی ہے کیونکہ تصویر میں جو گلابی رنگ کی دیواریں نیم اندھیرے میں بھی دکھائی دے رہی تھیں وہ سکول کے بیسمنٹ کی ہی تھیں۔۔

"ٹھیک ہے انابیہ مگر تم کہاں ہو خدا کے لیے بتادو میرا دل بیٹھا جارہا ہے۔"

"میں نے کہا نا عالی میں ٹھیک ہوں اور جلد ہی تمہارے سامنے ہوں گی لیکن اگر لالی کو کچھ بھی ہوا تو نہ میں خود کو معاف کر سکوں گی نہ تمہیں۔۔۔" کہتے ساتھ اس نے کال کاٹ دی۔ عالیان نے تڑپ کر اس کا نمبر دوبارہ ملایا لیکن اب کی بار انابیہ اپنا فون آف کر چکی تھی۔ زور زور سے سٹیئرنگ ویل پر ہاتھ مارتے مارتے اس کے ہاتھ دکھ گئے تھے اور وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے فرہاد میر کو کال کی اور اسے سب بتانے لگا۔۔ اب انہیں کیا کرنا ہے وہ بہتر جانتے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ جویریہ کے گھر کے باہر موجود تھی۔ گیٹ کھلا تھا سو وہ سیدھا گاڑی اندر لے گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے ہی وہ شیشے کے پار سامنے داخلی دروازے پر کھڑے دو گارڈز کو دیکھ سکتی تھی۔ ایک دل کیا کہ گاڑی ریورس کرے اور واپس نکل جائے۔ لالی تو ویسے بھی بچ جائے گی اسے یقین تھا۔ اگلے ہی لمحے اس نے اندر جانے کا اپنا ارادہ پکا کر لیا۔ اب جب وہ آ ہی گئی ہے تو جویریہ کا ارادہ جان کر ہی واپس جائے گی۔۔ موبائل ہاتھوں میں پکڑے وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ باہر نکلتے ہی اسے کوئی دھن سنائی دینے لگی اور غالباً آواز گھر کے اندر سے آ رہی تھی۔ گھٹن زدہ ہوا میں بمشکل دو تین گہرے سانس لیے اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"فون دو اپنا۔۔" وہ جیسے ہی دروازے کے قریب پہنچی تو ایک گارڈ نے اس سے تحکمانہ انداز میں مطالبہ کیا۔ پیشانی پر ڈھیروں بل لیے وہ اس کا چہرہ دیکھے گئی اور موبائل اس کی طرف بڑھا گئی۔ اس سے پہلے وہ گارڈ اس کے ہاتھ سے موبائل لیتا انابیہ تیزی سے پیچھے گھومی اور موبائل دور کھڑی گاڑی میں دے مارا۔ جھماکے سے شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی۔ اس کی گاڑی کا فرنٹ شیشہ چکنا چور ہو گیا تھا۔

"جا کر لے لو۔" مطمئن انداز میں ان کی طرف گھومتے ہوئے وہ بولی تو گارڈز تیوریاں چڑھائے اسے گھورنے لگے۔۔ "گھور کیا رہے ہو؟ دروازہ کھولو گے یا اسے بھی توڑ کر اندر جاؤں؟؟" پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتی وہ دونوں کو گھورے گئی۔ گارڈ نے بنا کچھ کہے دروازہ کھول دیا۔ لمحہ بھر کی دیر کیے بغیر وہ اندر چلی گئی۔ ابھی وہ دروازے میں ہی کھڑی تھی جب اس نے سامنے لائونج میں صوفے پر بیٹھی جویریہ کو دیکھا جو آنکھیں بند کیے کھوئے کھوئے انداز میں وائلن بجا رہی تھی۔ کتنا اچھا وائلن بجاتی تھی وہ۔۔ تبھی اسے اپنے پیچھے کھٹاک سے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ اس نے گھوم کر دیکھا دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر وہ شاید باہر سے بند

کر دیا گیا تھا۔ بے ساختہ اس نے دل پر ہاتھ رکھا اور دوبارہ جویریہ کی طرف گھومی۔ وائلن کی افسردہ دھن اب بھی بج رہی تھی اور وہ اب بھی آنکھیں بند کیے اسی میں کھوئی ہوئی تھی۔ اس نے ہیلز وہیں اتاریں اور لائونج میں داخل ہونے کے لیے وہاں کا واحد زینہ پار کرتے وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ پھر وہیں رک گئی۔ پچھلی بار کی بنسبت جویریہ کا گھر اس بار زیادہ روشن تھا۔ پورا لائونج تازہ پھولوں سے مہک رہا تھا۔ سامنے شیشے کے میز پر خوبصورت لمبی گردن والی چینک اور دو پیالیاں موجود تھیں۔ چائے کے ساتھ مختلف کھانے کے لوازمات سجے پڑے تھے۔ وہ مکمل تیاری کر کے بیٹھی تھی۔ تبھی اس نے آنکھیں کھولیں۔ سامنے کھڑی لڑکی کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے اس نے وائلن روک دیا۔ اور مسرور نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ انابیہ کو اس کا یوں دیکھنا بلکل سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیا کرنا چاہ رہی تھی۔ پھر اس نے دیکھا اس پر سے نظریں ہٹا کر اب وہ اوپر چھت کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی بلکہ اب اس کا چہرہ کچھ اور تاثر دے رہا تھا۔ انابیہ نا سمجھی سے اسے دیکھے گئی وہ کیا تھی کوئی پاگل؟؟ اس کی نظروں کا پیچھا کرتے ہوئے انابیہ نے سر اٹھا کر ٹھیک اپنے اوپر چھت کو دیکھا۔ وہاں ایک عدد سنہرا جھومر تھا اور وہ ہل رہا تھا۔ انابیہ کی آنکھیں خوف کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ تو اس نے اسے مارنے کے لیے یہاں بلایا تھا۔ اس سے پہلے کوئی کچھ بولتا یا وہ اپنے قدموں کو ہلاتی جھومر گر گیا۔۔

اس کے دل میں بہت زور سے تکلیف ہوئی تھی یوں جیسے کسی نے اس کا دل اپنی مٹھی میں سختی سے جکڑ لیا ہو۔ وہ کچن میں کھڑا اپنے لیے کھانا بنا رہا تھا سب کچھ چھوڑ کر وہ سیدھا فریج کی طرف گیا۔ فریج کا دروازہ کھولا اس میں سے پانی کی بوتل نکالی اور کھڑے کھڑے غٹا غٹ پینے لگا۔ یکدم ہی اس کے دل کی حالت خراب ہونے

لگی تھی اور سب سے پہلے اسے جس کا خیال آیا تھا وہ انابیہ تھی۔وہ تیزی سے کائونٹر کے پاس گیا اس پر سے موبائل اٹھایا اور انابیہ کو کال کرنے لگا۔اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔خوف کے مارے اس نے اگلا نمبر عالیان کا ملایا۔

"عالیان انابیہ کہاں ہے؟میری اس سے بات کروا دو پلیز۔۔"عالیان کے بولنے سے پہلے ہی وہ روانی اور فکریہ انداز میں اس سے کہنے لگا۔گلے میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے کرتے عالیان نے اس اندھیری رات میں ادھر ادھر دیکھا۔وہ سکول کی پچھلی طرف تھوڑا دور اپنی گاڑی کے ساتھ کھڑا فرہاد کا انتظار کر رہا تھا۔

"وہ کبیر۔۔دراصل۔۔"اسے الفاظ کا چنائو اس وقت سب سے کٹھن کام لگ رہا تھا۔

"عالیان!!میری بات کروائو اس سے۔۔"وہ چیخ پڑا۔عالیان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"انابیہ کہیں چلی گئی ہے۔۔"وہ بمشکل بولا اور کبیر نے لڑکھڑاتے ہوئے کائونٹر کا سہارا لیا۔

"کک کیا مطلب کہیں چلی گئی ہے؟مذاق مت کرو یار۔۔"وہ جیسے منت کر رہا تھا۔عالیان نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"تم واپس آجائو کبیر یہاں کچھ ٹھیک نہیں ہے پلیز واپس آجائو۔۔"وہ خود کو بے انتہا بے بس محسوس کر رہا تھا۔کبیر کچھ لمحے بولنے کے قابل ہی نہیں رہا۔۔وہ کہاں جا سکتی تھی؟؟کیوں جا سکتی تھی؟؟

"میں یہی کراچی میں ہوں عالیان فرہاد نے مجھے بتایا تھا کہ جہانزیب سب جان گیا ہے تو میں نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔۔"عالیان بے طرح سے حیران ہوا تھا اسے خوشی بھی ہو رہی تھی۔کم از کم وہ اس کے ساتھ تو تھا وہ یہیں تھا۔کبیر کے جانے کی خبر سن کر اس نے کبیر کو جہازیب والے معاملے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔سب سے پہلے اس نے فرہاد کو سب بتایا تھا تا کہ وہ تمام حالات کے لیے تیار رہے۔۔

"اول تو اس کا فون کافی دیر سے آف ہے مگر پھر بھی تم انابیہ کے فون کو ٹریک کر سکتے ہو کبیر جلدی دیکھو وہ کہاں ہے۔۔" عالیان کا دماغ جیسے کام کرنے شروع ہوا اس نے سب سے پہلے یہی تجویز کبیر کو دی۔اسی دوران دو گاڑیاں تیزی سے عالیان کے پاس آکر رکی۔

"فرہاد آگیا ہے میں تمہیں پھر کال کرتا ہوں۔۔" اس نے کال کاٹ دی۔ کبیر نے سب سے پہلے انابیہ کی لوکیشن معلوم کرنے کی کوشش کی۔اس کی آخری لوکیشن شاہراہِ فیصل شو ہو رہی تھی۔ کیا وہ اس روڈ پر تھی؟ سوچنے کا وقت نہیں تھا اس نے پینٹ کی جیب چیک کی۔ بائیک کی چابی جیب میں ہی تھی پھر وہ فوراً باہر کی طرف بھاگا۔

سب سے پہلے اس نے ایک گاڑی سے فرہاد کو اترتے ہوئے دیکھا تھا۔ زرک سے کچھ باتیں کر کے وہ سیدھا عالیان کے پاس آیا تھا۔اس کے بندوں کے چہروں پر عجیب سے ماسک دیکھ کر عالیان کچھ حیران پریشان سا ہو گیا۔

"یہ سب کیا ہے فرہاد؟؟" فرہاد اس کے سامنے کھڑا اپنے ہاتھوں میں پکڑے ماسک کو اوپر نیچے کر کر کے دیکھ رہا تھا تبھی عالیان کے سوال پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ سب سے پہلے بجائے جواب دینے کے اس نے ایک ماسک عالیان کو تھما دیا۔

"یہ گیس ماسک ہے کیونکہ ہم Tear gas کا استعمال کریں گے۔اب جلدی سے اسے پہن لو۔۔" عجلت میں کہہ کر اس نے اپنا ماسک پہن لیا جبکہ عالیان اب بھی ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"تم اچھے سے جانتے ہو نا کہ اندر لاریب بھی ہے۔۔"اسے لاریب کا کھٹکا لگا ہوا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ گیس لاریب کے لیے تو خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

"یہ رسک ضروری ہے عالیان باہر والوں کو میرے بندے خود ہی دیکھ لیں گے ہم بس کسی طرح بیسمینٹ کی سیڑھیوں تک پہنچ کر اس گیس کا استعمال کریں گے اور پھر ہم کسی طرح لاریب کو وہاں سے نکال لائیں گے۔۔اب چلو زیادہ وقت نہیں ہے ہمارے پاس ہمیں انابیہ میم کو بھی ڈھونڈنا ہے۔۔"تیز تیز کہہ کر اس نے عالیان کے کندھے پر تھپکی دی جس پر سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس نے بھی وہ ماسک پہن لیا۔فرہاد سیدھا زرک کے پاس گیا تھا وہ اب اسے سب سمجھا رہا تھا۔

زرک نے پچھلی دیوار سے بڑے ہی محتاط انداز میں اندر جھانکا تھا وہاں پہرا دیتے بس کچھ ہی آدمی تھے۔تھوڑی دیر بعد ان آدمیوں کے ارد گرد دھواں ہی دھواں ہو گیا تھا۔اب کہ وہ بری طرح کھانس رہے تھے۔آنکھیں بری طرح جل رہی تھیں۔ان کی سمجھ سے باہر تھا کہ یہ آنا فانا کیا ہو گیا تھا۔زرک اور اس کے کچھ بندوں نے چونکہ ماسک پہن رکھے تھے سو دیواروں کو پھلانگتے سیدھا اندر چلے گئے اور ان کھانستے ہوئے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر مارنے لگے۔دوسری طرف عالیان اور فرہاد سیدھا بیسمینٹ کی سیڑھیوں کی طرف بھاگے تھے۔

سیڑھیوں کی شروعات میں دونوں اوٹ میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ایک دوسرے کو دیکھ کر سر کو خم دے کر دونوں نے ایک ساتھ آنسو گیس کی گولیاں اندر پھینک دیں۔اگلے ہی لمحے وہاں دھویں کا پورا زور تھا۔ان دونوں کے ہاتھوں میں ٹارچ موجود تھی۔فرہاد آگے تھا اور عالیان اس کے ٹھیک پیچھے۔

سوائے ان کے اندر سب کا کھانس کھانس کر برا حال تھا لیکن وہ سب کو اگنور کرتے اس دھویں میں گم لاریب کے پاس گئے جو دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی نیم بیہوشی کی حالت میں کھانسے جا رہی تھی۔اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔فرہاد نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو دو تین بار تھپکا اور پھر اسے ماسک پہنانے لگا۔عالیان

بھی بلکل اس کے ساتھ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا اس بندھے ہاتھ کھول رہا تھا۔ماسک پہنانے کے بعد دونوں نے مل کر اسے بازوؤں کے سہارے اسے اٹھایا اور اس نیم بیہوش لڑکی کو پکڑے وہاں سے باہر لے جانے لگے۔لاریب مکمل ہوش میں نہیں تھی اسی لیے اسے باہر نکالنے میں فرہاد اور عالیان کو تھوڑی مشکل ضرور پیش آئی تھی۔۔لان کے بعد فرہاد کے آدمیوں نے بیسمینٹ کا بھی صفایا کر دیا تھا۔وہ سب بندوں کو پکڑ پکڑ کر گاڑیوں میں ڈال رہے تھے۔وہ دونوں لاریب کو لیے سکول کی عمارت سے باہر آ گئے تھے۔گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر اسے بٹھا کر پانی پلایا تب جا کر لاریب کو تھوڑا ہوش آیا۔۔

"میں کہاں ہوں؟" اسے منظر اب بھی دھندلایا ہوا لگ رہا تھا۔ماتھے پر گہری چوٹ کی وجہ سے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

"بے فکر رہو لاریب تم بلکل ٹھیک ہو۔۔" عالیان اس کے دروازے کے پاس ہی کھڑا جھک کر اس سے کہہ رہا تھا۔"لاریب کیا تمہاری آخری دفعہ انابیہ سے کوئی بات ہوئی تھی؟؟" وہ پوچھ رہا تھا جبکہ لاریب کے جسم سے ایک کرنٹ ہو کر گزرا اور وہ جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

"انابیہ۔۔او میرے خدایا۔۔کہیں اس نے میرے لیے اپنی جان خطرے میں تو نہیں ڈال دی؟؟" یکدم ہی اس کی رنگت سفید پڑ گئی تھی۔وہ مکمل طور پر ہوش میں آ گئی تھی۔عالیان اسی طرح جھک کر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"سب شروع سے بتاؤ ہوا کیا تھا؟انابیہ کہاں گئی ہے؟"

"جویریہ نے کیا ہے یہ سب کبیر کی کزن جویریہ نے۔۔میں عموماً اس وقت تک سکول میں نہیں ہوتی آج کام زیادہ تھا سو رکنا پڑا تبھی وہ پتہ نہیں کیسے مگر اپنے بندوں کے ساتھ سکول میں گھس گئی۔اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے بدلے وہ انابیہ کو اپنے پاس بلائے گی۔۔یا خدایا وہ اسے لے گئی ہو گی عالیان۔تم نے اسے کیوں

جانے دیا؟؟" وہ اب کے نم آنکھوں سے تڑپ کر بول رہی تھی۔ عالیان آہ بھرتے ہوئے پیچھے ہو گیا اور فرہاد کی طرف گھوما۔

"میں کبیر کے پاس جاتا ہوں اسے بتانا بہت ضروری ہے کہ اس سب میں جویریہ کا ہاتھ ہے تم بحفاظت لاریب کو اس کے گھر پہنچا دو پھر میں تمہیں جگہ بتا دوں گا وہیں آ جانا۔۔" اس نے فرہاد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شکست خوردہ انداز میں کہا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"میں کہیں نہیں جا رہی مجھے انابیہ کے پاس لے چلو۔۔" وہ فوراً گاڑی سے اتر آئی۔ سر بری طرح چکرایا تھا بروقت فرہاد اسے نہ تھامتا تو وہ نیچے گر جاتی۔

"کیا کر رہی ہیں آپ؟؟ انابیہ میم کا تو ہمیں خود معلوم نہیں کہاں ہیں۔۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں ان کو بحفاظت آپ کے پاس لے کر آئوں گا ہنی بی!!" لاریب نے فوراً اپنا آپ چھڑوایا اور اس سے دور گاڑی کا سہارا لیے کھڑی ہو گئ۔

"آپ کو یاد ہے کہ آپ کے سر پر وار کس نے کیا تھا؟" وہ بغور اس کے ماتھے پر زخم دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ لاریب نے ایسے سوال پر عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ کیسا سوال ہے؟ مجھے کیا پتہ کس نے مارا ہو گا؟" کوفت سے کہتی وہ دوبارہ پسنجر سیٹ پر بیٹھ گئ۔

"یعنی سب کے سر پھوڑنے پڑیں گے۔۔" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے لاریب کی طرف کا دروازہ بند کیا اور سیدھا زرک کے پاس چلا گیا۔

"تم اچھے سے جانتے ہو ان سب نامرادوں کو کہاں لے کر جانا ہے۔۔ ایک کام جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے کرنا ہے وہ یہ کہ مجھے ان سب کے ماتھے کی ٹھیک اس جگہ پر (شہادت کی انگلی اپنی پیشانی کے بائیں طرف زور دیتے ہوئے کہا۔) گہری چوٹ کے نشان چاہیے۔۔ اب تم جا سکتے ہو۔۔" اس پر حکم صادر کرتے وہ اپنی گاڑی

کی طرف بڑھ گیا۔ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہی اس نے ایک نظر ساتھ بیٹھی لاریب کو دیکھا جو سیٹ کی پشت پر سر ٹکائے آنکھیں موندے ہوئی تھی پھر سر جھٹک کر ڈرائیونگ میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی رکنے پر لاریب نے آنکھیں کھول کر سامنے شیشے سے باہر دیکھا۔وہ اس کا گھر نہیں تھا بلکہ ہسپتال کی عمارت تھی۔وہی الجھی الجھی نظریں اس نے فرہاد کی طرف کیں۔اس سے پہلے وہ اس سے پوچھتی وہ خود ہی بول پڑا۔

"آپ کا زخم بہت گہرا ہے۔براہ مہربانی مزاحمت مت کیجئے گا پٹی کروالیں پھر میں آپ کو گھر چھوڑ دوں گا ہنی بی!!"وہ بنا اس سے نظریں ملائے سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے بڑے ہی عاجزانہ انداز میں بات کر رہا تھا۔

لاریب نے واقعی کوئی بحث نہیں کی اور چپ چاپ دروازہ کھول کر باہر نکل گئ۔فرہاد یہ دیکھتے ہی مسکرایا تھا۔۔وہ زخم کی پٹی کروائے گی۔

"انابیہ!!!"

جھومر گرنے سے پہلے جو زوردار چیخ اس نے سنی تھی وہ جویریہ کی تھی۔وہ زینے سے نیچے منہ کے بل گری پڑی کراہ رہی تھی۔کانچ کے ٹکڑے اس کے دونوں پیروں میں کھب گئے تھے۔اگر بروقت وہ پیچھے نہ ہوتی تو اس کا پورا وجود اس جھومر کے نیچے ہوتا۔جویریہ جو صوفے سے سمٹ کر بازو اپنی آنکھوں پر رکھے بیٹھی تھی گہرے گہرے سانس لیتی سامنے کا منظر دیکھنے لگی۔لائونج میں تو جیسے قیامت آئی تھی۔جھومر کے بیشتر حصے ہو گئے تھے۔وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی اور کناروں کناروں سے بھاگتے ہوئے اس کے قریب گئ۔

"تم ٹھیک ہو؟؟"وہ اسے اٹھنے میں مدد دے رہی تھی۔

"دفع ہو جائو یہاں سے۔۔" انابیہ نے درشتی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر اسے اپنے سے دور دھکیلا۔۔ "مجھے لگا تم نے۔۔ مجھ سے بات۔۔ کرنے کے لیا۔ بلایا ہے۔۔ مگر تم۔۔" وہ بمشکل اپنے بازوؤں پر زور دیتے ہوئے اٹھی۔ اس کے چہرے پر اس کے کھلے بالوں کا بسیرا تھا سکارف تو کب کا اس کے سر سے گر کر زینے پر پڑا ہوا تھا۔ جویریہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم اتنا گر سکتی ہو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔۔" اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ مگر وہ ہمت کرتے بیٹھ گئ۔ "میں نے تمہاری جان بچائی تھی جویریہ۔۔" اس کے پیروں میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ دونوں ہتھیلیوں کے زور پر وہ خود کو پیچھے گھسیٹنے لگی۔۔ "لو جویریہ میں زندہ بچ گئ۔ کوئی نیا طریقہ آزما لو۔۔ میں یہیں ہوں۔۔" خود کو فرش پر گھسیٹتے گھسیٹتے وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا گئی جویریہ سے دور بہت دور۔۔ کرب سے آنکھیں بند کر کے اس نے گہرے سانس بھرے۔ تبھی اس نے تکلیف سے آنکھیں کھولیں جویریہ اس کے سامنے بیٹھی اس کے پیروں سے کانچ کے ٹکڑے نکال رہی تھی۔ اس نے اپنا پائوں کھینچنے کی کوشش کی جس پر جویریہ نے اس کی ٹانگ پر اپنی گرفت سخت کر دی اور اس کی دونوں ٹانگیں اپنی گود میں رکھ گئ۔ انابیہ نے انگارہ اگلتی نظروں سے اسے دیکھا اور سر دیوار سے لگا گئ۔

"تم نے میری جان بچا کر غلطی کی تھی۔۔" ایک بڑا کانچ کا ٹکڑا اس نے کھینچ کر نکالا۔ خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔۔ اپنے گائون کے دامن کو مٹھی سے جکڑے انابیہ بری طرح سے کراہ رہی تھی۔۔ "انسان مکمل پاگل ہو جائے تو اسے مار دینا چاہیے ورنہ وہ اپنے آس پاس لوگوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔۔" وہ مصروف انداز میں بول رہی تھی۔ انابیہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ تکلیف سے اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے بیٹھی لڑکی کی جان لے لے۔

''میں تمہیں مارنا نہیں چاہتی۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ مجھے کبیر مل جائے۔۔''جویریہ نے اس کے دونوں پائوں آرام سے فرش پر رکھے اور پھر اس کے سامنے بیٹھے بیٹھے اس نے نظریں اٹھا کر اس تکلیف سے دوچار لڑکی کو دیکھا۔۔''پھر میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ تمہیں کبیر کی زندگی سے نکال دوں۔۔ جانتی ہو اب میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟''وہ نم آنکھوں سے اس کی سرخ آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔۔''میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ انابیہ احمد عالم کا قتل میرے ہاتھوں نہ ہو۔۔''اپنی بات کے آخر میں وہ مسکرائی تھی۔انابیہ بس نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

''لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ میری کوئی بھی خواہش پوری نہیں ہوتی۔۔''اس نے زخمی انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔ایک پل کے لیے انابیہ کے چہرے پر خوف کی رمق دکھائی دی۔

''میں نے تمہیں مارنے کے لیے یہاں نہیں بلایا لیکن تمہیں واپس بھی نہیں جانے دوں گی۔۔کاش تم اس دن میرے لیے اپنی جان خطرے میں نہ ڈالتی تو آج تمہیں مارنا میرے لیے بہت آسان ہوتا مگر اب میں تمہیں مارنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔۔''وہ تھوڑا سیدھی ہوئی اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی انابیہ کی نظریں اب بھی اس کے چہرے پر تھیں۔۔''میں نے کبیر سے بچپن سے محبت کی ہے اور وہ کم ظرف انسان یہ بات بہت پہلے جانتا تھا پھر بھی اس نے میرے ساتھ یہ سب کیا۔تم سے تو وہ بہت بعد میں ملا تھا۔میری محبت کی تذلیل کی وجہ تم نہیں تھی اس کی انا اور ضد تھی۔افسوس اس بات کا ہے جس شخص کو ٹوٹ کر چاہا تھا میں نے اب اس سے اتنی نفرت کرتی ہوں کہ اسے خوش نہیں دیکھ سکتی۔۔''وہ پھر زخمی انداز سے مسکرائی۔۔''میری دشمنی کبیر سے ہے جس کی وجہ سے میں نے کتنی راتیں ہسپتالوں میں گزاری ہیں کتنی راتیں خودکشی کی کوششوں میں گزاری ہیں کتنی راتیں میری ماں نے تکلیف کاٹی ہے۔۔میں سب کا بدلہ تمہاری صورت میں لوں گی کیوں کہ تمہارے لیے وہ جان بھی دے سکتا ہے۔۔''

''اور یہ سب کر کے تمہیں کیا ملے گا؟'' انابیہ نے کانپتی ہوئی آواز سے پوچھا۔

''مجھ جیسے لوگوں کو اپنا انجام پتہ ہوتا ہے اسے لیے ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔۔ایک راز کی بات بتائوں؟؟'' وہ چہرہ اس کے چہرے کے قریب لے جا کر بولی۔انابیہ نے فوراً اپنا چہرہ پیچھے کیا اسے اس پاگل سے خوف آرہا تھا۔

''میں مر چکی ہوں مرے ہوئے لوگوں کو کیا فکر انجام کی۔۔''اس کے بعد اس کا بلند قہقہہ گونجا انابیہ اسے ہراساں نظروں سے دیکھتی رہی۔

''محبت انسان کو انسان بناتی ہے اور اس محبت میں انسان حیوان بن جائے تو اسے سمجھ جانا چاہئے اس نے محبت نہیں کی۔۔'' وہ اسے آئینہ دکھانے کی کوشش کر رہی تھی مگر جویریہ ان لوگوں میں سے تھی جو اپنی سچائی یا تو جاننے کی طاقت ہی نہیں رکھتے یا سچ سے انکاری ہو جاتے ہیں۔۔

''ٹھیک کہا تم نے میں نے محبت نہیں کی۔میں نے اس سے عشق کیا تھا اور اس عشق کی آگ میں میں اس کی وجہ سے جلتی رہی ہوں اب وہ جلے گا میرے عشق کی آگ میں۔مجھے تو خود اپنے آپ پر حیرت ہوتی ہے کہ اس شخص سے مجھے آخر اتنی نفرت کیوں ہو گئی ہے؟ صرف اس لیے کیونکہ اس کی محبت جیت رہی ہے اور میری محبت تو مقابلے میں حصہ لینے سے پہلے ہی ہار گئی۔۔'' وہ اس کے پیروں سے نکلتے خون کو دیکھتے ہوئے کھوئے کھوئے انداز میں بولتی جا رہی تھی۔انابیہ کا گلہ سوکھنے کے باعث اسے کھانسی شروع ہو گئی۔وہ مسلسل کھانس رہی تھی۔

''رکو میں پانی لاتی ہوں تمہارے لیے۔۔'' وہ فوراً اٹھ کر چلی گئی۔اس کے جاتے ہی انابیہ کی کھانسی رک گئی کیونکہ اس کا گلہ سوکھا ہی نہیں تھا نہ ہی اسے پیاس لگی تھی۔وہ بمشکل زخمی پیروں پر کھڑی ہوئی اور لڑکھڑاتے قدم دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ابھی اس نے کچھ قدم ہی لیے تھے کہ اسے اپنے بازو پر کسی

کی گرفت محسوس ہوئی۔اس نے گھوم کر دیکھا وہاں جویریہ کھڑی گردن ایک طرف گرائے اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔

''کہاں جا رہی ہو؟؟لو پانی پیو۔۔''وہ پانی کا گلاس اس کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔انابیہ نے سر نفی میں ہلا دیا۔اس کا بازو اب بھی اس کی گرفت میں تھا۔پھر وہ اسے کھینچ کر اندر لے جانے لگی۔۔

''کہا نا تم اب کبیر کو نہیں دیکھ سکو گی کبھی بھی نہیں۔۔''وہ پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے اسے اندر لے جا رہی تھی۔بڑی احتیاط سے چلتے ہوئے وہ اسے صوفے کے قریب لے گئی۔

''کچھ کھا لو پھر میں تمہیں یہاں سے بہت دور لے جاؤں گی شاباش۔۔''وہ اسے صوفے پر بٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔انابیہ نے موقع پاتے ہی رکھ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔جویریہ ایک طرف گرتے گرتے بچی۔اس سے پہلے وہ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھتی انابیہ نے ٹیبل سے کوئی بھاری چیز اٹھا کر اس کے سر پر دے ماری۔۔

''کبیر سے مجھے کوئی دور نہیں کر سکتا۔۔سمجھی تم؟؟''وہ بھوکی شیرنی کی طرح دھاڑی۔جویریہ کے ماتھے سے خون نکل رہا تھا اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا تھا۔دیکھتے ہی دیکھے وہ ٹیبل کے پاس گر گئی۔انابیہ نے بھاگنے سے پہلے ٹیبل پر پڑا جویریہ کا فون اٹھایا اور لڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے بھاگنے لگی۔دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔وہ بند تھا۔

''نہیں۔۔نہیں۔۔''وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے رونے لگی۔۔''دروازہ کھولو۔۔کھولو دروازہ۔۔''وہ بری طرح سے اس دروازے کو پیٹ رہی تھی مگر کوئی بھی اس کے لیے دروازہ نہیں کھول رہا تھا۔۔وہ بلک بلک کر صدائیں لگا رہی تھی لیکن آج کوئی اس کی صدائیں نہیں سن رہا تھا۔اسے کبیر کی یاد آ رہی تھی سب کی یاد آ رہی تھی۔پھر ایکدم کسی اور کی یاد پر اس کے آنسو تھم گئے۔۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ کی زندگی میں ہمیشہ فرسٹ آپشن کوئی اور ہو گا۔۔ لیکن مجھ سے وعدہ کریں جب بھی آپ کو دوسرے آپشن کی ضرورت ہو گی وہ دوسرا آپشن میں ہوں گا۔۔۔"

فرہاد میر۔۔ صرف وہی اس کی مدد کر سکتا ہے۔اسے اس کا نمبر بھی یاد تھا۔ تیز تیز موبائل پر اس کا نمبر ملا کر اس نے موبائل کان سے لگایا۔ صد شکر رنگ جا رہی تھی۔۔

"ہیلو۔۔ کہاں ہو تم؟؟ پلیز مجھے بچا لو۔۔" وہ روتے ہوئے اس کی منتیں کرنے لگ گئی۔اس کی آواز سن کر کبیر کی جان میں جان آئی۔۔ وہ اسی سڑک پر اپنی گاڑی کے ساتھ کھڑا تھا۔۔

"بیا کہاں ہو تم؟ مجھے بتائو کہاں ہو تم؟؟"اس سارے چکر میں وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ دوسرے نمبر سے بات کر رہا تھا جس نمبر سے وہ انابیہ سے فرہاد میر بن کر بات کرتا تھا۔

دوسری طرف انابیہ کبیر کی آواز سن کر کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی۔ سکتے کے عالم میں اس نے سکرین پر لکھا نمبر دوبارہ دیکھا۔اس نے فرہاد کا نمبر ملایا تھا تو کبیر؟؟

"پلیز بیا مجھے بتائو تم کہاں ہو میں تمہیں لینے آتا ہوں۔ تم کچھ بول کیوں نہیں رہی۔۔" وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھا اور اب تو انابیہ کو بھی اپنے اعصاب کام کرتے محسوس نہیں ہو رہے تھے۔اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر کبیر کو صرف اس کی چیخ سنائی دی۔۔

"بیا بیا!!!" وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا۔۔ دوسری طرف انابیہ کے بال جویریہ کی مٹھی میں جکڑے ہوئے تھے۔۔ زوردا تھپڑ اس کے منہ پر مار کر جویریہ نے اسے نیچے گرا دیا۔

"کس سے بات کر رہی ہو؟؟" جھک کر اس کے ہاتھ سے فون کھینچ کر اس نے فون کان سے لگایا جبکہ جویریہ کی آواز سن کر کبیر اپنی جگہ پر جم گیا۔۔

''جویریہ جویریہ اسے چھوڑ دو۔۔''کبیر کی آواز پر اس کی آنکھیں خوشگوار حیرت سے پوری کھلیں۔ماتھے پر سے خون صاف کرتے ہوئے وہ بلند آواز میں ہنسی۔۔دوسری طرف کبیر تیزی سے اپنی بائیک پر سوار ہوا۔ اسے جلد از جلد جویریہ کے گھر پہنچنا تھا۔

''اچھا تو تمہیں کال کی ہے اس نے اچھا کیا بہت اچھا۔۔''وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی۔۔

''میں تمہیں جان سے مار دوں گا جویریہ اسے چھوڑ دو۔۔''اس کی منت بھری آواز سن کر جویریہ کے دل میں سکون اتر رہا تھا۔

''چیخو کبیر گڑ گڑاؤ۔۔روتے رہو۔۔منتیں کرو کبیر کرو نا۔۔''وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔۔''تڑپو جیسے میں تڑپتی رہی ہوں۔۔چیخو کبیر آج اپنے دل کو پھٹ جانے دو۔۔آج کے بعد سے یہ تمہیں کبھی نہیں دکھائی دے گی۔۔چچ چچ کبھی بھی نہیں''

''پلیز جویریہ میں تمہاری منت کرتا ہوں مجھے مار دو مجھ سے دشمنی ہے اس کو چھوڑ دو۔۔میں خود آتا ہوں تمہارے پاس۔۔''آنسو بہہ بہہ کر اس کا چہرہ بھگو گئے تھے مگر جویریہ سلطان اس پر ہنس رہی تھی اور ہنستے ہنستے اس نے کال کاٹ دی۔۔وہ دیوانہ وار بائیک جویریہ کے گھر کی طرف لے جا رہا تھا۔

''جھومر میں نے نہیں گرایا۔۔تمہیں ہاتھ تک نہیں لگایا۔۔تمہارے پیر سے کانچ کے ٹکڑے نکالے کیونکہ مجھے تم سے نفرت نہیں ہے۔۔''اس نے آگے بڑھ کر انابیہ کے بال پھر سے مٹھی میں جکڑ لیے۔۔''اور تم نے ہی مجھ پر وار کیا مجھے زخمی کیا۔۔سو سیڈ!!''سر کو افسوس سے نفی میں ہلاتے ہوئے اس نے اسے کھینچ کر اپنے برابر کھڑا کیا۔۔اور پھر کال ملانے لگی۔

''تیاری مکمل ہے؟؟ ٹھیک ہے اندر آجاؤ۔۔''اس نے اپنے گارڈز کو بلا اجازت اندر آنے سے منع کیا تھا۔اب چونکہ کبیر جان گیا تھا اسے جلد سے جلد انابیہ کو لے کر یہاں سے نکلنا تھا تبھی دروازہ کھلا مگر سامنے کھڑے

آدمی اس کے آدمی نہیں تھے اور وہ بھی اتنے سارے۔۔ سیلاب کی طرح اندر آتے ہوئے انہوں نے انابیہ اور جویریہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

"کون ہو تم لوگ؟؟" وہ ہراساں نظروں سے ان لوگوں کو دیکھے گئی لیکن وہ سب منہ پر خاموشی کا تالا لگائے ہوئے تھے۔ تبھی ایک اور شخص کمر پر ہاتھ باندھے بڑی اطمنانیت اور پر سکون انداز میں اندر داخل ہوا۔ گھنی سیاہ سفید مونچھیں۔۔ سیاہ کالی آنکھیں۔۔ سر پر پگ اور کندھے پر خاکی رنگ کی شال ڈالے وہ وجیہہ شخصیت کا حامل آدمی شاطر انداز سے مسکرا رہا تھا۔

"کیسی ہو بھتیجی؟؟" رعبدار آواز پر انابیہ کے کان سائیں سائیں ہونے لگے۔ ایک لمحہ نہیں لگا تھا انابیہ کو یہ جاننے میں کہ سامنے کھڑا شخص جہانزیب عالم خان ہے۔۔ اس کے ماں باپ اور تائی جان کا قاتل۔۔ عالم خان کا سب سے بڑا بیٹا۔۔ خان حویلی کا موجودہ مالک۔۔ اپنی تمام تر تکالیف تو وہ جیسے بھول ہی گئی تھی۔ پہلے اس کی نظروں میں خوف تھا مگر اب اس کی نڈر اور بے خوف نظریں جہانزیب کے چہرے پر جمی تھیں۔ اب ان نظروں میں وہ نفرت دکھائی دے رہی تھی جو ہمیشہ سے جہانزیب کے لیے اسے محسوس ہوتی تھی۔۔ جویریہ اس کے بال کب کے چھوڑ چکی تھی۔۔ پیروں کا درد بھی بھاگ گیا تھا اور انابیہ احمد عالم کے قدموں میں اتنی جان آگئی تھی کہ وہ بلا خوف و خطر جہانزیب کی طرف چل دیے تھے۔

"قاتل۔۔ طوائف کے بیٹے۔۔ ہاہاہا۔" وہ پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہی تھی ہنس رہی تھی۔۔ "دیکھو جویریہ تمہاری وجہ سے مجھے آج اس حیوان سے ملاقات کا شرف ملا ہے۔۔" وہ ہنس ہنس کر دوہری ہو رہی تھی جبکہ جہانزیب کی مسکراہٹ تو اس کے بولتے ہی غائب ہو گئی تھی۔۔

"اگر تم مجھے بھتیجی نہ کہتے ناتو میں کبھی تمہیں نہ پہچان سکتی۔۔ تمہیں پتہ ہے تمہاری تو شکل بھی نہیں ملتی دادا جان سے۔۔" وہ ہنستے ہوئے اس کا مذاق اڑا رہی تھی اسے آئینہ دکھا رہی تھی لیکن وہ صرف ضبط سے مٹھیاں بھینچے اسے دیکھ رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ عالم خان کا بیٹا نہیں ہے۔

"ہنس لو انابیہ جتنا ہنسنا ہے ہنس لو۔۔ تم سب کی خوبی ہی یہی ہے چاہے جیسا بھی وقت ہو اچھا یا برا تم لوگ ہنس کے کاٹ دیتے ہو۔۔ اور میری خوبی کیا ہے جانتی ہو؟؟" وہ چہرہ جھکا کر اس کی آنکھوں میں دیکھے گیا وہ اب بھی مسکرا رہی تھی۔۔ "میری خوبی یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ہنستے ہنستے رلا دیتا ہوں۔۔" مطمئن انداز سے کہہ کر پیچھے ہو گیا۔۔ "پکڑو ان دونوں کو اور ذرا آرام سے ہماری نازک بھتیجی کو دکھا مت دینا۔۔" کہہ کر وہ پلٹ گیا۔۔ ان سب میں سے دو آدمیوں نے انابیہ اور جویریہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی کیونکہ وہ ان کے ساتھ جانا چاہتی تھی وہ جہانزیب کو اور جاننا چاہتی تھی۔۔

بائیک سے اترتے ہی سب سے پہلے اس نے انابیہ کی گاڑی کو دیکھا جس کے سامنے کا شیشہ بری طرح سے چکنا چور ہو گیا تھا۔ وہ دیوانہ وار اندر کی طرف بھاگا۔ دروازہ کھلا تھا اور اندر کا منظر ہی اس کی روح کھینچ نکالنے کے لیے کافی تھا۔ وہ جو بھاگ کر آیا تھا اندر گرے جھومر کو دیکھ کر ہی اس کے قدموں سے جان نکل گئی تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا جب اسے زینے پر ایک سکارف پڑا ہوا دکھائی دیا۔ بجلی کی تیزی سے اس نے وہ گہرے نیلے رنگ کا ریشمی سکارف اٹھایا جو شام میں اس نے انابیہ کے سر پر دیکھا تھا اور اب یوں زمین پر۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ابل ابل کر گر رہے تھے۔ وہ اسکی حفاظت نہیں کر سکا۔۔ وہ جس نے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھا رکھا تھا کیسے اتنا غیر ذمہ دار ہو گیا؟

"بیا!! بیا!!" اس نے آگے بڑھتے ہوئے تڑپ تڑپ کر اسے آوازیں دیں کہیں سے وہ نکل آئے کہیں سے وہ اسے مل جائے۔ وہ اسے ایک پل کے لیے بھی خود سے دور نہیں کرے گا بس ایک بار وہ اسے مل جائے۔۔

"بیا!! بیا!!" وہ دیوانوں کی طرح اسے پکار رہا تھا۔ اس نے سارے کمروں میں دیکھ لیا تھا پورا گھر چھان لیا تھا لیکن اس کی بیا کہیں نہیں تھی۔۔ وہ کہیں نہیں تھی۔۔

"اس بار نہیں۔ اس بار نہیں۔۔ اس بار وہ مجھ سے نہیں چھینی جاسکتی۔۔ میں دوبارہ اسے نہیں کھو سکتا۔۔" وہ گھٹنوں کے بل وہیں سیڑھیوں کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کا سکارف سینے سے لگائے وہ بلک بلک کر رو رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عالیان بھاگتے ہوئے اس کے پاس آیا۔ اندر کا منظر دیکھ کر تو دھڑکنیں اس کی بھی رک گئ تھیں مگر خود کو مضبوط کر کے اس نے کبیر کو بھی تو سنبھالنا تھا۔ اسے دیکھتے ہی کبیر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس سے لپٹ کو رونے لگا۔

"وہ اسے لے گئ ہے۔۔ پتہ نہیں کیا کر دیا ہو گا اسنے اس کے ساتھ؟؟ وہ کیسی ہو گی؟؟ وہ کہاں ہو گی؟" وہ مسلسل پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ عالیان مسلسل اس کی کمر تھپکتے ہوئے اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہا تھا مگر کوئی تسلی کوئی بھی دلاسہ اس کے یے کافی نہیں تھا اسے انابیہ کا چہرہ دیکھنا تھا۔۔ اگر اسی وقت عالیان کا فون نہ بجتا تو شاید وہ ایسے ہی روتا رہتا۔ اس کے فون کی آواز پر وہ فوراً پیچھے ہوا۔ عالیان نے تیزی سے فون اپنی پینٹ کی جیب سے نکال کر سامنے کیا۔ روشن سکرین پر ایک ان نون نمبر دکھائی دے رہا تھا۔ پھر دونوں کی نظریں ملیں۔ کبیر نے آنسو پونچھتے ہوئے اسے کال اٹینڈ کرنے کا اشارہ کیا۔ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس نے برق رفتاری سے کال اٹینڈ کر کے فون کان سے لگایا۔

"کیا حال ہے بھتیجے؟ میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا نا؟؟" اس قدر انجان آواز پر عالیان کے ماتھے پر بل پڑے۔ اسپیکر کھلا تھا اور یہی کچھ حال کبیر کا بھی تھا۔

"کون بول رہا ہے؟"

"یاد ہو تو تمہارے چچا کو تو میں مار ہی چکا ہوں اب تمہیں بھتیجا کہنے والا صرف ایک شخص ہی تو ہے۔ جہانزیب عالم خان بات کر رہا ہوں۔۔" نام سنتے ہی عالیان کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے اور کبیر پھٹی آنکھوں سے اس کی اڑتی ہوئی رنگت دیکھ رہا تھا۔

"میرا بیٹا تمہارے پاس ہے اسی کا پوچھنے کے لیے کال کی ہے بتاؤ کیسا ہے میرا بیٹا؟؟" وہ کھلے آسمان کے نیچے کھڑا سگریٹ کے کش بھر رہا تھا۔ دوسری طرف عالیان نے بمشکل تھوک نگلا۔

"تمہارا کوئی بیٹا بھی میرے پاس نہیں ہے سمجھے تم۔۔" اس بار اس کی آواز میں سختی تھی لیکن جواب میں اسے جہانزیب کا قہقہہ سنائی دیا۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم۔۔ خیر میں جھوٹ نہیں بولتا تمہاری کزن اس وقت میرے پاس ہے اور یقین جانو وہ بلکل ٹھیک ہے۔۔" عالیان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ کبیر کا دل یکدم تڑپ اٹھا اور اس نے تیزی سے فون عالیان کے ہاتھ سے کھینچ کر اپنے کان سے لگایا۔

"میری بات کان کھول کر سن لے جہانزیب تیرا بیٹا ہمارے پاس ہے اگر انابیہ کو ذرا سی خراش بھی آئی تو تیرے بیٹے کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تیرے آگے پھیلا دوں گا سمجھا۔۔" وہ غرا کر بولا تھا جبکہ اس نئی اور انجان آواز پر جہانزیب کی آنکھیں پر سوچ انداز میں چھوٹی ہوئی۔

"تم کون ہو؟؟" منہ سے سگریٹ کا دھواں ہوا میں چھوڑتے ہوئے اس نے پوچھا۔ آخر کون تھا یہ شخص جو اس سے اس ٹون میں بات کر رہا تھا؟

"جہانگیر کا بیٹا کبیر جہانگیر بات کر رہا ہوں۔۔ بتاؤ تمہارے بیٹے کو کہاں لانا ہے؟"

"اواچھا جہانگیر کے بیٹے ہو۔۔ ناصر کا دوست جہانگیر۔۔امپریسو۔۔" کبیر اپنے ضبط کے آخری مرحلے پر تھا۔ اس کی فضول کی بک بک اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔ "تھوڑی دیر میں لوکیشن سینڈ کرتا ہوں۔اسی پتے پر ظفر کو لے آنا اور انابیہ کو لے جانا۔۔ زیادہ ہوشیاری مت دکھانا۔۔" کہتے ساتھ اس نے کال کاٹ دی۔ وہ واقعی ان کا ضبط آزما رہا تھا۔۔ کبیر نے فون عالیان کو تھمایا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔عالیان نے افسوس سے گہرا سانس بھرا اور اس کے پیچھے چل دیا۔

یہ ایک عجیب سا سیاہی میں ڈوبا چار دیواری کمرہ تھا جسکی سامنے دیوار پر انابیہ اور جویریہ دونوں ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔انابیہ کی آنکھیں بند تھیں کیونکہ وہ یہاں آنے سے قبل راستے میں ہی بیہوش ہو گئ تھی جبکہ جویریہ دیوار سے سر لگائے بس خلا میں دیکھ رہی تھی۔ تبھی اسے اپنے ساتھ کچھ عجیب محسوس ہوا۔بے ساختہ گردن موڑ کر اس نے دیکھا جہاں اس کے ساتھ پڑی انابیہ مسلسل بری طرح سے کانپ رہی تھی۔اسے سانس لینے میں دقت پیش آ رہی تھی۔یہ دیکھتے ہی وہ تیزی سے سیدھی ہوئی اور مکمل طور پر اس کی طرف گھومی۔انابیہ کی آنکھیں اب بھی بند تھیں لیکن اس کی حالت بہت بری تھی۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی پر رکھا تو اسے اس کا چہرہ ٹھنڈا برف معلوم ہوا۔اسے ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔ابھی اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا ہی تھا کہ انابیہ نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا یوں جیسے چھوڑ دے گی تو گر جائے گی۔یکدم جویریہ کے دل کو کچھ ہوا۔اس کا ایک ہاتھ انابیہ کے ہاتھ میں تھا اور دوسرے سے وہ اس کا چہرہ تھپک رہی تھی۔کچھ بھی کر کے بس اسے اس کی آنکھیں کھلوانی تھیں جو وہ کھول ہی نہیں رہی تھی۔۔

"انابیہ آنکھیں کھولو۔۔ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟؟" وہ فکر یہ انداز میں اس کے دونوں ہاتھوں کو باری باری ملنے لگی۔ وہ اب بھی گہرے سانس لے رہی تھی۔ اسے سانس نہیں آرہا تھا۔۔

"دیکھ کیا رہے ہو پانی لائو۔۔" اس نے اونچی آواز میں گارڈز کو مخاطب کیا۔ وہاں گارڈز کھڑے بس تماشا دیکھ رہے تھے کوئی بھی اس کی مدد کے لیے آگے نہیں آرہا تھا۔ کیسے آتے وہ انسانی مخلوق تھوڑے نہ تھے۔۔ اس سب میں جویریہ کے اپنے ہاتھ پیر پھولنے لگے تھے۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کرے تو کرے کیا؟ نہ وہ آنکھیں کھول رہی تھی نہ کچھ بول رہی تھی بس کانپے جا رہی تھی۔۔ سانس نہیں لے پا رہی تھی پھر بھی اس نے مضبوطی سے جویریہ کے ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے آنکھیں نہ کھولیں تو یہ اسی حال میں مر بھی سکتی تھی۔ اس نے اب کی بار اسے دونوں کندھوں سے تھام کر زور زور سے جھنجھوڑا۔ اتنی زور سے کہ انابیہ نے سخت اور بھاری سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ جویریہ نے سکھ کا سانس لیا۔ وہ دل پر ہاتھ رکھے پوری کھلی آنکھوں سے سامنے وحشت سے دیکھ رہی تھی اور پھر یکدم رونے لگی۔ زار و قطار پھوٹ پھوٹ کر وہ رونے لگی۔ جویریہ نے اتنی بری طرح اور دل کو ہلا دینے والے انداز میں روتے ہوئے آج تک کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ پائوں فرش پر رگڑ رہی تھی۔۔ اس کے ہاتھ بہت تیزی سے کانپ رہے تھے اور وہ بلند آواز میں چہرے پر دونوں ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔ جویریہ نے بہت سارا تھوک نگل کر ایک بار پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا لیکن وہ بس روتی رہی۔

"مم۔ میڈی۔۔ میڈیسن۔۔ مم مجھے۔ میری۔۔ میڈی۔۔ سن چاہیے۔۔" اس نے بمشکل اپنے لب ہلائے اور ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اپنی بات کہہ دی۔

"کون سی میڈیسن ہیں انابیہ؟ کیا تم ساتھ لائی تھی جلدی بتائو؟" اس کے پوچھنے پر انابیہ نے سر نفی میں ہلایا اور سر دیوار سے لگا کر مزید رونے لگی۔۔ جویریہ کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ کہاں سے لائے اس کی میڈیسنز؟ یہاں تو کوئی اسے پانی دینے کا روادار نہیں تھا دوائیاں کیا خاک لا کر دے گا۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور جہانزیب اندر داخل ہوا لیکن اندر کا منظر دیکھ کر وہ کچھ دیر وہیں کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ قدم لیتے آگے آیا۔ گارڈ اس کے لیے کرسی لایا تھا جسے وہ بلکل انابیہ کے سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔

"چچ چچ چچ!! تم تو بڑی کمزور نکلی انابیہ۔۔" اس کے دونوں کپکپاتے ہاتھ چہرے پر تھے جب اسے جہانزیب کی آواز سنائی دیا۔ اس کا دل کیا کہ وہ مر ہی جائے۔ اپنے دشمن کے سامنے وہ کس قدر کمزور بیٹھی تھی۔ اس نے یہ تو کبھی نہیں چاہا تھا۔ "کیا ہو رہا ہے؟؟ ہرٹ اٹیک آ رہا ہے؟ دل کی مریضہ بن گئی ہو؟؟ تمہیں دیکھ کر تو لگ رہا ہے جیسے مرنے والی ہو۔۔" وہ یقیناً محظوظ ہو رہا تھا۔ انابیہ نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر جھولی میں گرا دیے اور سرخ متورم آنکھوں میں نفرت لیے اسے دیکھنے لگی۔

"ارے دیکھ نہیں رہے میری بھتیجی کو پینک اٹیک آ رہا ہے پانی لا کر دو اسے مر گئی تو میرا بیٹا نہیں ملے گا مجھے۔۔" وہ اس کی بے بسی پر ہنس رہا تھا۔ وہ واقعی کوئی حیوان تھا کیونکہ انسانوں والا دل تو اس کے پاس تھا ہی نہیں۔

گارڈ پانی کا گلاس لے کر اس کے پاس گیا تو جویریہ نے فوراً گلاس جھپٹ لیا اور اسے اپنے ہاتھوں سے پانی پلانے لگی۔ اسے لگ رہا تھا وہ صدیوں کی پیاسی تھی۔ پانی پی کر وہ دوبارہ دیوار سے سر لگا گئی۔

"قدرت اتنی ظالم نہیں ہو سکتی۔۔" دل پر بے دردی سے دو تین مکے مار کر وہ سیدھی ہوئی یا تو ایک ہی بار دھڑکن رک جائے یا پھر ٹھیک ہو جائے۔۔ "ہو سکتا ہے موت میرا مقدر ہو۔۔ (گہرے سانس کا وقفہ)۔۔ لیکن تمہاری موت کے بعد۔۔" وہ اب بھی کانپ رہی تھی مگر اس نے بولنے کی ہمت کر ہی لی تھی۔ بمشکل

ہی سہی لیکن وہ بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔"میں پہلے تمہارا انجام دیکھنا پسند کروں گی۔۔میں نے بہت دعائیں کی ہیں۔دعائیں رد نہیں ہوتیں۔۔"جہانزیب کو وہ نہایت ہی احمق لگی تھی اس لیے سر گرا کر زور زور سے ہنسنے لگا۔۔

"دعائیں کیا ہوتی ہیں انابیہ ؟میں تو عملوں پر یقین رکھتا ہوں۔خود ہاتھ پیر مانے پر یقین رکھتا ہوں۔۔تمہیں کیا لگتا ہے ایک میرے بیٹے کو اغوا کر کے تم لوگ جہانزیب کے برابر آ کھڑے ہوئے ہو؟بلکل بھی نہیں جہانزیب بہت اوپر کی چیز ہے اس کا مقابلہ مت کرنا۔۔"دونوں بازو اپنی ٹانگوں پر رکھے وہ اس کے سامنے جھک کر بیٹھا اس سے کہہ رہا تھا۔"تمہیں پتہ ہے تمہارا باپ بھی بڑا تیز بنتا تھا۔اسے بھی میری موت کی بڑی خواہش تھی لیکن کیا ہوا؟میرے ہی ہاتھوں مارا گیا وہ۔تم بھی یہی حسرت لیے مر جائو گی۔۔"اپنے باپ کے ذکر پر انابیہ کے آنسوؤں کی رفتار تیز ہو گئی مگر آج جسم کا کوئی بھی حصہ حتیٰ کہ آنسو بھی اس کے کنٹرول میں نہیں تھے۔۔

یکدم خاموشی سی چھا گئی۔جہانزیب کے لب اب بھی ہل رہے تھے مگر اسے سنائی نہیں دے رہا تھا۔وہ ہراساں نظروں سے آس پاس دیکھنے لگی ماحول کچھ عجیب سا ہو گیا تھا۔تبھی اس کی نظر دور سے آتے ایک شخص پر رکی تو اس کی نظریں پتھر کی ہو گئیں۔صاف شفاف چہرہ ہلکی ہلکی داڑھی سبز آنکھیں سفید چمکتا ہوا لباس زیب تن کیے وہ شخص اس کی طرف آ رہا تھا۔بے ساختہ انابیہ کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔وہ عجیب ماحول یکدم پرسکون ماحول بن گیا۔

جہانزیب بولتے بولتے چپ ہو گیا اور عجیب سی نظروں سے سامنے بیٹھی بھیگے چہرے سے مسکراتی ہوئی لڑکی کو دیکھے گیا۔وہ کہیں اور دیکھ رہی تھی شاید کسی کو دیکھ رہی تھی۔اس کی نظروں کا پیچھا کرتے ہوئے جہانزیب

نے گردن موڑ کر دیکھا وہاں ایسا کچھ بھی نہیں تھا جسے دیکھ کر وہ مسکراتی۔ وہ دوبارہ اس کی طرف گھوما وہ اب بھی مسکرائے جا رہی تھی کیا وہ پاگل ہو گئی تھی یا موت کا فرشتہ دیکھ لیا تھا؟؟

"ایسے نہیں کر سکتی تم بیا؟؟" احمد صاحب ٹھیک اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کے آنسو صاف کرنے لگے۔۔ "میری بیٹی ہو تم دشمن کے سامنے اتنی کمزور کیسے ہو سکتی ہو؟؟" وہ اسے نرمی سے ڈانٹ رہے تھے مگر انابیہ بس ان کی موجودگی میں کھو گئی تھی۔ یوں جیسے برسوں سے بھٹکے ہوئے انسان کو اپنی منزل دکھ گئی ہو۔ یوں جیسے برسوں سے تھکے ہارے انسان کو سر رکھنے کے لیے کسی کی گود مل گئی ہو۔ وہ بہت بے یقینی اور بہت ہی نرمی سے اپنے دونوں ہاتھ ان کے چہرے پر پھیر رہی تھی۔

جہانزیب اور جویریہ اب کے بری طرح چونکے تھے وہ ہوا میں ہاتھ پھیر رہی تھی یوں جیسے اس کے سامنے کسی کا چہرہ ہو۔ سب سے حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اب نہ تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے نہ ہی اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے وہ بلکل پر سکون لگ رہی تھی لیکن یکدم اچانک اسے کیا ہوا تھا؟؟

"موت برحق ہے اس پر جہانزیب کا کنڑول نہیں ہے۔ موت سے مت ڈرو وہ کہیں بھی آسکتی ہے جب آنی ہی ہے تو ڈرنا کس بات کا بیا؟" وہ اسے سمجھا رہے تھے اور وہ سمجھ رہی تھی۔۔ "اس کی آنکھوں میں دیکھو۔۔ جلدی دیکھو۔۔" ان کے حکم پر انابیہ نے جہانزیب کی آنکھوں میں دیکھا۔

انابیہ کی نظروں سے وہ ضرور ڈرا تھا۔ کیا کوئی اسے کنڑول کر رہا تھا؟

"اب جو میں کہوں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دہرانا ٹھیک ہے نا؟" اس کی آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں گاڑھے انابیہ نے بے خوفی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں تم سے نہیں ڈرتی جہانزیب۔۔" احمد صاحب کی آواز پر اس نے سر کو خم دیا اور اپنے لب ہلانے شروع کیے۔

''میں تم سے نہیں ڈرتی جہانزیب۔۔'' بلا خوف وخطر اس نے جہانزیب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس جملے پر اسے کسی کی یاد آئی تھی۔

''بلکہ تم اس قابل ہی نہیں کہ تم سے ڈرا جائے تم جیسے لوگوں پر صرف ترس کھایا جاسکتا ہے۔۔'' جہانزیب نے غور کیا سامنے بیٹھا سبز آنکھوں والا شخص اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔۔انابیہ کہیں نہیں تھی۔

''تم ڈرو جہانزیب۔ کیونکہ جو اپنے نفس سے محبت اور انسانوں سے نفرت کرتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے انجام سے ڈرے۔۔'' وہی رعبدار آواز۔۔جہانزیب سانس نہیں لے سکا وہ تو احمد کو مار چکا تھا۔

''تم نفرت کی آگ میں اس حد تک بڑھ چکے ہو کہ رب کو فراموش کر بیٹھے ہو۔۔'' وہ اپنی کرسی دھکیلتے اٹھ کھڑا ہوا۔اسے لگ رہا تھا کہ اس کے پیروں کے نیچے زمین نہیں ہے۔

''تمہاری عقل تمہارا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔۔ تمہاری آنکھیں حق دیکھنے سے قاصر ہیں۔ڈرو جہانزیب ڈرو۔۔'' منظر بدل گیا۔انابیہ ہنس رہی تھی اور وہ ڈر کے مارے اپنی پیشانی پر آتا پسینہ اپنے ہاتھ سے صاف کر رہا تھا۔یہ سب باتیں احمد نے جہانزیب سے اس دن اس کے کمرے میں جاکر کی تھیں جس دن جہانزیب نے ابرار خان کا قتل کیا تھا۔

''تمہیں مرنا ہوگا انابیہ۔۔ تمہیں بھی اپنے باپ کے پاس جانا ہوگا۔۔ تم مروگی۔۔ مروگی تم۔۔'' وہ چیخ رہا تھا چلا رہا تھا جبکہ انابیہ ہنس ہنس کر دوہری ہو رہی تھی۔اس کے ہنسنے کی آوازیں جہانزیب کو اپنے کانوں کے پردے پھاڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔وہ فوراً وہاں سے بھاگ گیا۔جویریہ ساکت نظروں سے سارا منظر دیکھتی رہی۔انابیہ کی ہنسی سے زیادہ اسے جہانزیب کے یکدم سہم جانے پر حیرت ہو رہی تھی۔۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک گارڈ جویریہ کے پاس آیا۔ "چلو اٹھو صاحب بلا رہے ہیں تمہیں۔۔" جویریہ نے ڈری سہمی نظروں سے اسے دیکھا پھر اپنے ساتھ بیٹھی انابیہ کو جو اب تک دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے پر سکون بیٹھی تھی۔

"اب اٹھ بھی جاؤ۔۔ جلدی کرو۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی بندوق کی نوک اس کی بازو پر مارتے ہوئے سختی سے کہا۔ جویریہ ڈرتے ڈرتے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ وہ اسے باہر کھلے صحن میں لے آیا تھا جس کے اوپر تاریک آسمان خطرناک منظر پیش کر رہا تھا۔۔ دور سے ہی اس نے جہانزیب کو دیکھ لیا تھا جو اس کی طرف پشت کیے کمر پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ گلے میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی اور جویریہ اس کے ٹھیک پیچھے جا کھڑی ہوئی۔ آہٹ پر جہانزیب نے گردن اس کی طرف گھمائی۔

"کیوں بلایا ہے تم نے مجھے ؟؟" اس نے خود کو مضبوط کرتے ہوئے پوچھا۔

"غلط تمہیں پوچھنا چاہیے کہ کیوں لایا ہے تم نے مجھے یہاں۔۔" وہ مکمل طور پر گھوم کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔۔ "کیا لگتی ہو تم انابیہ کی اور وہ تمہارے گھر پر کیا کر رہی تھی ؟"

"کچھ نہیں لگتی وہ میری۔۔" جواب دو ٹوک تھا۔ جہانزیب نے سر نفی میں ہلا کر اسے دیکھا۔

"جو منظر تمہارا گھر پیش کر رہا تھا اور جس طرح تم نے اس کے بال پکڑ رکھے تھے کوئی گہرا تعلق لگتا ہے تم دونوں میں۔۔" جویریہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا وہ اسے مشکوک انداز میں دیکھ رہا تھا۔ "دشمن ہو نا اس کی ؟؟" یکدم اس کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ کچھ لمحے بولنے سے قاصر رہی۔

"میں اس کی دشمن نہیں ہوں میرا دشمن صرف ایک ہے کبیر جہانگیر۔۔" اب کی بار اس کی آواز میں جو نفرت تھی کبیر کے لیے اسے جہانزیب جیسے لوگ فوراً پرکھ لیتے ہیں۔

''اوو۔۔ جہانگیر کا بیٹا۔۔ ابھی بات ہوئی تھی میری اس سے۔۔ تمہیں پتہ ہے انابیہ کے بدلے مجھے میرا بیٹا لا کر دے گا جسے اس نے قید کر رکھا ہے۔۔'' اس کے بولنے کے انداز سے خوشی جھلک رہی تھی۔۔'' خیر کبیر سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟؟''

''کیونکہ اسنے انابیہ کے لیے میری محبت ٹھکرائی تھی۔ میں چار سال تڑپی ہوں اس کے لیے۔ اس نے مجھے بددعا دی تھی کہ میں محبت کی آگ میں جلوں گی اور اب میں اسے جلانا چاہتی تھی تڑپانا چاہتی تھی لیکن تم نے سب برباد کر دیا۔ میں انابیہ کو اس سے بہت دور لے جانا چاہتی تھی بہت دور تاکہ وہ اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے پاگل ہو جاتا لیکن تم نے۔۔'' رک کر گہرا سانس لیا۔۔'' تم نے میری پلاننگ برباد کر دی۔۔''

''چچ چچ چچ!! تمہارے ساتھ تو میرے والا ظلم ہوا ہے۔۔ لیکن پتہ ہے میں نے کیا کیا تھا؟ جو محبت میری نہیں تھی میں نے ناصر کی بھی نہیں ہونے دی۔ میں نے خود اپنی محبت کا قتل کر دیا۔'' جویریہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

''تم مارنا چاہتی ہو انابیہ کو؟؟'' وہ چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہی اور پھر نظروں کا زاویہ بدل گئی۔

''نہیں میں اسے بس کبیر سے بہت دور لے جانا چاہتی تھی۔ انابیہ بہت اچھی ہے اسے مار کر مجھے ہی تکلیف ہو گی۔'' وہ نا چاہتے ہوئے سچ بولتی جا رہی تھی۔ جہانزیب نے پھر افسوس سے اسے دیکھا۔

''دل کو نیوٹرل مت رکھو جویریہ۔ دل کو ایک طرف کرو۔ یہ آدھی محبت آدھی منافقت چچ چچ۔۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔۔ یا تو محبت کرو یا نفرت مگر پوری طرح۔۔ یا تو مار دو یا پھر چھوڑ دو۔۔ یہ کیا بات ہوئی بھلا کہ اسے دور لے جاؤ گی۔۔'' وہ ایک قدم آگے آیا جویریہ فوراً پیچھے کھسکی۔۔'' کبیر سے بدلہ لینا چاہتی ہو نا تو انابیہ کو مار دو ختم۔۔۔ جب سامنے محبوب کا جنازہ ہو گا نا تب وہ صحیح معنوں میں تڑپے گا۔۔ جو محبت تمہاری نہیں ہو سکتی اسے دوسرے کے مقدر کا حصہ بھی مت بننے دو اور اس کا یہی حل ہے کہ محبت کا قصہ ختم کر دیا جائے۔۔''

جویریہ اٹکی ہوئی سانس سے بنا پلک جھپکے اس حیوان کا چہرہ دیکھتی رہی۔ "بتاؤ ختم کرو گی اس محبت کے قصے کو؟؟" اب کی بار جویریہ نے صدمہ طاری آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

"تمہاری مرضی۔۔" جہانزیب نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ "تم جاؤ تمہیں میرا گارڈ بحفاظت گھر پہنچا دے گا۔ میں یہ اگلا قصہ بھی خود ختم کر دوں گا۔۔" جویریہ اپنی جگہ سے نہ ہلی وہ یک ٹک اسے کا چہرہ دیکھے گئی۔۔ "جاؤ جویریہ۔۔" اس نے دوبارہ کہا۔۔

"میں ماروں گی اسے۔۔" وہ جانتی تھی جہانزیب کے ارادے اچھے سے جانتی تھی وہ اسے کبھی بھی بحفاظت گھر نہیں بھیجے گا۔ وہ اس تمام قصے کی گواہ تھی اور وہ کیسے اس لڑکی کو جانے دے گا جو اس کی ساری حقیقت جان گئی تھی۔۔ "میں اس قصے کو ختم کر دوں گی۔۔" جہانزیب نے شاطر آنکھوں سے اسے دیکھا یقیناً وہ جان گئی تھی کہ وہ اسے بھی مار دے گا اس لیے اس نے یہی مناسب سمجھا موت تو اسے آنی ہی ہے کیوں نا دشمن کو مار کے مرا جائے۔ اس نے دور کھڑے گارڈ کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ گارڈ دوڑتا ہوا اس کے قریب آیا اس کی ہتھیلی میں کچھ چیزیں رکھیں اور وہاں سے چلا گیا۔ جویریہ نے غور کیا تو اسے معلوم ہوا جہانزیب کے ہاتھ میں ایک سرنج اور ایک چھوٹی سیاہ رنگ کی شیشے کی بوتل تھی۔۔ اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی جہانزیب خود بول پڑا۔

"یہ وہ زہر ہے جو میں نے اپنی محبت کو دیا تھا۔۔ ایک نوکرانی کے ذریعے یہ میں نے راحیلہ کے کھانے میں شامل کروایا تھا جسے کھا کر وہ تقریباً بارہ گھنٹوں بعد ناصر کو تڑپا تڑپا کر مری تھی۔ اب یہی زہر تم اس سرنج کے ذریعے انابیہ کے خون میں شامل کرو گی تا کہ وہ جلدی مر جائے۔ خون میں جب زہر جائے گا تو وہ بہت جلد اس دنیا سے چلی جائے گی۔۔" جہانزیب نے کہتے ساتھ وہ سرنج اور زہر کی بوتل جویریہ کے سامنے کی۔ وہ پھٹی

آنکھوں سے ان دونوں چیزوں کو دیکھتی رہی اور پھر کپکپاتے ہاتھوں سے وہ دونوں چیزیں اس نے جہانزیب کے ہاتھ سے لے لیں۔

"چلو شاباش میں نے کبیر کو لوکیشن بھیج دی ہے وہ لوگ آتے ہوں گے۔انابیہ کو جلدی مرنا چاہیے۔۔میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا کہیں تمہارا دل نرم ہی نہ پڑ جائے۔۔"اس کی آواز پر جویریہ بھاری قدموں سے اندر کی طرف بڑھ گئی جہانزیب ٹھیک اس کے پیچھے تھا۔

اندر پہنچتے ہی اس نے دیکھا اب کی بار انابیہ کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔ایک دم جویریہ کے قدم بے ساختہ رک گئے۔

"آگے بڑھو۔۔جویریہ۔۔"جہانزیب نے اسے بازو سے پکڑ کے آگے کی طرف دھکیلا۔جویریہ نم آنکھوں سے آگے گئی اور پھر انابیہ کے ٹھیک سامنے فرش پر بیٹھ گئی۔جہانزیب کرسی دھکیلتا اس کے ٹھیک ساتھ بیٹھ گیا۔

"دوبارہ اسے اس طرح ہاتھ مت لگانا جہانزیب۔۔کوشش کیا کرو کہ اپنے غلیظ ہاتھوں کو معصوم لوگوں سے دور رکھا کرو۔۔"وہ چبھتی ہوئی نظروں سے جہانزیب کو دیکھتے ہوئے تنبیہی انداز میں بولی جبکہ جویریہ کا دل کیا زمین کھلے اور وہ اس میں دفن ہو جائے۔

"جلدی جویریہ جلدی۔۔"اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور انابیہ نا سمجھی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔وہ اسے کون سا کام جلدی کرنے کا حکم دے رہا تھا؟جویریہ زہر کی بوتل اور سرنج اپنے دونوں ہاتھوں میں دبائے بیٹھی تھی۔یہ دیکھتے ہی جہانزیب نے اپنے گارڈز کو اشارہ کیا۔دونوں طرف سے آتے گارڈز نے بندوق کی نالیاں جویریہ کے سر پر رکھیں۔وہ ڈر کے مارے آنکھیں بند کر گئیں۔اس سے پہلے انابیہ اس کے حق میں آواز اٹھاتی جویریہ کے ہاتھ میں دو چیزیں دیکھ کر وہ صدمے میں چلی گئی۔۔وہ تیز تیز مگر کانپتے ہاتھوں سے سیاہ شیشے کی

بوتل سے سرنج میں کچھ بھر رہی تھی۔ دفعتاً اس نے بوتل نیچے رکھی۔ بھری ہوئی سرنج ہوا میں اونچی کی اور انابیہ کے مزید قریب گئی۔

"دور ہٹو مجھ سے۔۔ کیا کر رہی ہو تم؟؟" اس کے سینے پر دونوں ہاتھ زور سے مارتے ہوئے انابیہ نے اسے خود سے دور کیا کیونکہ وہ سمجھ گئی تھی اسے زہر دیا جا رہا ہے۔۔ تبھی اسے دونوں طرف سے گارڈز نے جکڑ لیا۔

جویریہ جو اس کے دھکا دینے کی وجہ سے پیچھے کی طرف گری تھی بمشکل سیدھی ہوئی۔

"جلدی کرو ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔۔" جہانزیب بھڑکا تو وہ روتی آنکھوں سے سیدھی ہوئی۔

انابیہ پوری کوشش کر رہی تھی خود کو چھڑانے کی مگر دونوں طرف مقابل کی گرفت سخت تھی۔

"میرے قریب مت آنا جویریہ۔ تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی۔۔" اب کی بار انابیہ نے اپنے پیروں کا استعمال کیا۔ وہ چیختی چلاتی رہی مگر اس کی آج کون سنے گا؟ جہانزیب نے افسوس سے سر ہلا کر دور کھڑے اپنے گارڈ کو دیکھا۔

"رسی لاؤ۔۔ یہ ایسے نہیں مانے گی۔۔" اسے سخت الجھن ہو رہی تھی اس لڑکی سے۔ وہ جگہ ہی ایسی تھی جہاں سے یہ چیزیں فوراً برآمد کی جا سکتی تھی سو رسی بھی فوراً ہی آ گئی۔ اب دو آدمی زمین پر بیٹھے اس کے پیروں کو آپس میں باندھ رہے تھے۔

"جہانزیب۔۔ کبیر تمہیں مار ڈالے گا۔۔" وہ اتنی دردناک آواز میں چیخی تھی کہ وہاں موجود صرف جویریہ کا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔۔

"وہ اس قابل رہے گا تو نا۔۔" وہ استہزاء سے کہہ کر ہنسنے لگا۔۔ جویریہ بمشکل آگے بڑھی اب نہ تو انابیہ ہاتھ ہلانے کے قابل تھی نہ پیر ہلانے کے قابل تھی۔ وہ بس ایک کام کر سکتی تھی وہ صرف منہ سے روک سکتی تھی لیکن منہ سے کون رکے گا؟

"مت کرو جویریہ ایسا خدا کے لیے۔۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں صرف اس کی منت کر رہی تھی شاید وہ رک جائے۔ جویریہ نے اس کی آستین اوپر چڑھائی۔ انابیہ دیکھ سکتی تھی اس کے اپنے ہاتھ کانپ رہے تھے وہ یہ سب مجبوری میں کر رہی تھی۔۔ "تم نے کہا تھا تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ تم انابیہ کو قتل نہ کرو۔۔ کیوں جویریہ ؟؟" اس کی آنکھوں سے آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے۔ انابیہ کو اس کی یہ بات تو یاد تھی مگر شاید اس کا دوسرا جملہ بھول گئی تھی کہ اس کی کوئی بھی خواہش پوری نہیں ہوتی۔

بنا کچھ کہے اس نے انجیکشن انابیہ کے سفید بازو پر لگا دیا۔ سوئی جسم کے اندر جاتے ہی اس کی چیخ بلند ہوئی اور وہ بری طرح ہار گئی۔۔ اب نہ تو وہ کسی کی منتیں کر سکتی تھی نہ ہی کسی سے لڑ سکتی تھی۔ تھوڑی دیر میں زہر اس کے خون پر قابض ہو جائے گا۔ جہانزیب کا قہقہہ اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔۔ اس کے بابا جان نے اس سے کہا تھا کہ موت سے مت ڈرنا وہ کیسے انہیں بتائے کہ جب انسان کو معلوم ہو جائے کہ اب وہ مرنے والا ہے تو ڈر کو کوئی نہیں روک سکتا۔

"میں ہار گئی بابا جان۔۔ میں آپ لوگوں کا بدلہ نہیں لے سکی۔۔ میں ہار گئی۔۔ جہانزیب پھر جیت گیا۔ آج ایک اور موت ہو گی اُس کے ہاتھوں۔۔ بد قسمتی تو دیکھیں بابا میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ یہ موت آخری ہو گی کیونکہ جہانزیب اب بھی زندہ ہے۔۔" یہ سب الفاظ اس کا دل چیخ چیخ کر ادا کر رہا تھا لیکن زبان پر بھاری تالے لگ گئے تھے۔۔ سب نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بازو آزاد ہو گئے اس کے پیر رسیوں سے آزاد ہو گئے۔

جویریہ سے اس سے دور دیوار سے ٹیک لگائے ٹرانس کی سی حالت میں بیٹھی خلا میں دیکھ رہی تھی۔۔

جہانزیب ہنس ہنس کر پاگل ہو رہا تھا۔ ہنستے ہنستے اس کے لبوں نے کچھ کہنا شروع کیا۔۔

"لو آج پھر ایک محبت کا قصہ ادھورا رہ گیا۔۔

ایک قصہ پہلے ادھورا ہوا تھا۔۔ میری بدولت۔۔

ایک قصہ آج ادھورا رہ گیا۔۔ میری بدولت۔۔

پہلے راحیلہ مری تھی۔۔ ناصر تڑپا تھا۔۔

آج انابیہ مرے گی۔۔ کبیر تڑپے گا۔۔

اور کل۔۔ کل ناجانے کون ہو گا؟؟

سلسلہ چلتا رہے گا۔۔ جب تک جہانزیب زندہ رہے گا۔۔"

تقریباً تین گاڑیاں اور ایک بائیک اس ویران گھر کے سامنے آکر رکیں۔ سب سے پہلے کبیر اپنی بائیک سے اترا تھا۔

"جہانزیب۔۔ باہر نکلو۔۔ ہم آگئے ہیں۔۔" کبیر بلند آواز میں اسے پکار رہا تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی انابیہ نے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ آنکھیں سرخ قیامت کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ اس کے دل نے بہت گہرائی سے رب کا شکر کیا تھا کہ اس نے مرنے سے پہلے اس کی آواز سنی تھی کاش اسے تھوڑی مہلت اور مل جائے کاش وہ اس کا، اپنوں کا چہرہ آخری بار دیکھ سکے۔ وہ فوراً اپنے پیروں پر زور دیتی کھڑی ہوئی۔ اس کے زخموں میں اب بھی درد تھا مگر وہ پرواہ کیے بغیر دروازے کی طرف بھاگی لیکن اسے وہیں پر گارڈز نے روک لیا۔ اسے آگے جانے کی اجازت نہ تھی۔۔

عالیان اور فرہاد خود کو مضبوط کیے کھڑے تھے۔ عالیان اندر سے کتنا ٹوٹا ہوا تھا وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا جبکہ کبیر کی بے چینی دور سے بھی دیکھی جا سکتی تھی اور یہ بے چینی اب تبھی ختم ہو گی جب اسے انابیہ کے دیدار کا شرف ملے گا جب وہ اسے صحیح سلامت اپنے سامنے کھڑا دیکھے گا۔

عالیان کے ہاتھ میں پستول تھا۔اس وقت اسے ردا سے کیا ہوا کوئی بھی وعدہ یاد نہیں تھا۔اگر آج ضرورت پڑی تو وہ اس پستول کی ساری گولیاں جہانزیب کے سر میں اتار دے گا اور وہ یہ سوچ کر آیا تھا۔ تبھی انتظار کی گھڑی ختم ہوئی اور جہانزیب عالم خان اپنے گارڈز کے ساتھ باہر آیا۔اسے دیکھتے ہی تینوں کا خون کھول اٹھا۔

"بھتیجے تمہارا ہی انتظار تھا۔۔"وہ ابھی بولا ہی تھا کہ عالیان نے درشتی سے اسے بولتے ہوئے ٹوک دیا۔

"بکواس مت کرو۔ تمہاری بکواس سننے نہیں آیا۔انابیہ کو بھیجو اور اپنے اس نامراد بیٹے کو لو اور دفع ہو جائو یہاں سے۔۔"اس کی پستول کا رخ نیچے تھا لیکن وہ فل لوڈ تھی۔آج وہ اسے لوڈ کرنے میں بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا سو لوڈ کر کے آیا تھا۔

"اتنا غصہ اچھا۔۔۔"

"کہا نا جہانزیب سنائی نہیں دیتا کیا؟ بکواس سننے نہیں آیا۔ یہ نہ ہو میرا دماغ کام کرنا چھوڑ دے۔آخری بار کہہ رہا ہوں انابیہ کو بھیجو۔۔"کہتے ساتھ اس نے گھوم کر اپنے بندوں کو اشارہ کیا۔ سر کو خم دیتے ہوئے انہوں نے گاڑی سے ظفر کو نکالا۔ جہانزیب کی سانس میں سانس آیا۔اس کا بیٹا زندہ تھا اور صحیح سلامت تھا کہیں بھی کسی چوٹ کا نشان نہیں تھا بس ہاتھ کمر پر بندھے تھے اور دائیں بائیں سے اسے دو بندوں نے جکڑ رکھا تھا۔ لمحہ بھر کی دیر کیے بغیر ہی اس نے دلاور کو انابیہ کو لانے کا کہا۔ دلاور نے اپنے ساتھ کھڑے گارڈ کو حکم دیا۔

اگلے ہی لمحے انابیہ ان سے تھوڑی دور مگران کے سامنے تھی۔اس کو دونوں بازوؤں سے دو گارڈز نے پکڑ رکھا تھا۔ یہ دیکھتے ہی کبیر زمین میں دھنس گیا۔اسے خود پر سخت افسوس ہو رہا تھا وہ جس لڑکی کو وہ خود ہاتھ لگانے سے پہلے سو بار سوچتا تھا آج اس کے بازو کسی اور کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ جس کے سر پر ہر وقت سکارف ہوتا تھا آج وہ سکارف اس کے سر پر تو کیا جسم کے کسی حصے پر بھی نہیں تھا۔اس کے خوبصورت

بال الجھے الجھے بکھرے بکھرے اس کے چہرے پر پڑے ہوئے تھے۔۔اس کی آنکھیں وہ دور سے دیکھ سکتا تھا کس قدر روئی ہوئی تکلیف سے دوچار لگ رہی تھیں۔

"ظفر کو آنے دو اور اسے لے جائو۔۔"وہ سب آمنے سامنے کھڑے تھے۔جہانزیب کی آواز پر عالیان نے سر اثبات میں ہلایا اور اس کے ایک ہی اشارے پر اس کے بندوں نے ظفر کو چھوڑ دیا۔ادھر انہوں نے ظفر کو چھوڑا ادھر انابیہ کو چھوڑ دیا گیا لیکن اتنا زور سے کہ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گری۔کبیر تڑپ کر آگے بڑھا لیکن عالیان نے ایک ہاتھ سے اس کا بازو دبوچا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑے پستول کا نشانہ ظفر کی کمر کی طرف کیا۔یہ دیکھتے ہی دلاور نے اپنی بندوق کا نشانہ انابیہ کی کمر کی طرف کیا۔

انابیہ زمین کا سہارا لیتی کھڑی ہوئی اور گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کبیر کو دیکھے گئ۔۔پھر اس نے ایک قدم کبیر کی طرف بڑھایا۔

"کوئی تمہیں مجھ سے زیادہ نہیں چاہ سکتا۔۔"کبیر کا یہ ایک جملہ بار بار اس کی سماعتوں سے ٹکرا رہا تھا۔اس نے کیسے سوچ لیا تھا کہ کوئی اسے کبیر جہانگیر سے زیادہ چاہ سکتا ہے۔اسے کیسے یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ ایک کبیر جہانگیر ہی تو ہے اس دنیا میں جو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنی انابیہ کی حفاظت کر سکتا ہے۔

"تمہیں میرے لیے ہی بنا گیا ہے۔تم مجھے ہی ملو گی۔۔"وہ لڑکھڑاتے قدم اس کی طرف بڑھاتی جا رہی تھی۔ وہ اسے کیا سمجھتی رہی اور وہ صرف نام بدل کر اس کے لیے کیا کچھ کرتا رہا۔اس کا کبیر جہانگیر جس نے اسے کبھی تنہا نہیں چھوڑا۔وہ اس سے ناراض ہو سکتا تھا مگر نفرت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔اس کے آنسو بہہ بہہ کر اس کی ٹھوڑی سے ٹپک رہے تھے لیکن راستہ تھا جو ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔کبیر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دوڑ کر اس کے پاس چلا جائے مگر اس کا بازو وہ اب تک عالیان کی گرفت میں تھا۔وہ اسے آگے نہیں جانے دے رہا تھا جب تک ظفر ان تک نہیں پہنچ جاتا کبیر کے آگے بڑھنے کا وہ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

دلاور خان نے ایک نظر اپنے مالک کی طرف دیکھا۔ دونوں کی آنکھوں ہی آنکھوں میں بات ہوئی تھی اور پھر دلاور خان نے ٹریگر پر ہاتھ رکھا۔۔

"ٹھاہ!!!" ہوا میں ایک زوردار آواز گونجی تھی۔ انابیہ کانوں پر ہاتھ رکھے زمین پر گر گئی کبیر اپنا بازو چھڑاتے ہی تیزی سے اس کی طرف بھاگا۔ زمین پر بیٹھتے ہی اس نے انابیہ کو اپنی بانہوں میں چھپالیا۔ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔۔ اور عالیان بس پھٹی آنکھوں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ دلاور خان کے ہاتھ پر گولی لگی تھی بندوق اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آئی کہ گولی کس نے چلائی تھی۔ تبھی جہانزیب نے گردن گھما کر دیکھا اور بس دیکھتا ہی رہ گیا۔۔ ہاتھوں میں پستول پکڑے اونچی پونی بنائے ایک بیٹی اپنے باپ کی طرف آرہی تھی اور قریب آکر رک گئی۔۔

"مسکان۔۔" اسے لگا اس کی آواز کسی کھائی سے آئی تھی۔ وہ بلکل ساکت ہو گیا تھا پتھر کے مجسمے کی طرح اس میں جان نہیں تھی۔

"کبیر۔۔ انہوں نے مجھے زہر دیا ہے۔۔ میں مرنا نہیں چاہتی پلیز مجھے بچالو۔۔" وہ اس کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی جبکہ زہر کا سنتے ہی کبیر ہلنے کے قابل بھی نہیں رہا۔

"میرے خون میں زہر۔۔" تبھی اسے احساس ہوا انابیہ خاموش ہو گئی ہے۔ اس کا جسم ساکت ہو گیا ہے۔ اس نے بار بار اس کا چہرہ تھپتھپایا مگر وہ ہل نہیں رہی تھی اس کا چہرہ برف کی طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ کیا کرے اس لیے بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے انابیہ کے بے سدھ وجود کو بانہوں میں اٹھایا اور بھاگتے ہوئے اسے گاڑی کی طرف لے گیا۔ سامنے کیا ہو رہا تھا سب بھول گئے تھے۔ ان تینوں کو انابیہ کی فکر لاحق تھی۔ فرہاد اپنی گاڑی کی طرف دوڑا صرف اس کا دماغ کام کر رہا تھا وہ جانتا تھا وہاں سب مسکان سنبھال

لے گی بس اسے اپنے دوستوں کے ساتھ جانا تھا۔عالیان تیزی سے اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ میں بیٹھا۔ کبیر پچھلی سیٹ پر انابیہ کا سر اپنی گود میں رکھے بیٹھا تھا۔

"خدا کے لیے انابیہ آنکھیں کھول دو۔ میرے ساتھ ایسا مت کرو یار۔۔ پلیز آنکھیں کھول دو۔۔" وہ چھوٹے بچوں کی طرح اس کی منتیں کر رہا تھا مگر وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔عالیان ارد گرد سے بیگانہ پاگلوں کی طرح گاڑی چلا رہا تھا انہیں جلد از جلد ہسپتال پہنچنا تھا۔

"مسکان یہ سب ؟؟"

"شش بابا ایک قاتل کے منہ سے مجھے میرا نام کبھی اچھا نہیں لگے گا۔۔ براہ مہربانی میرا نام مت لیجیے گا۔۔" اس کی آواز میں اس قدر نفرت وہ بھی اپنے باپ کے لیے۔۔ جہانزیب یہ دیکھتے ہی کھڑے مر گیا تھا۔۔ تو کیا اس کی بیٹی سب جانتی تھی ؟؟

دفعتاً اس کے پیچھے پولیس سیلاب کی طرح آ گئی۔ "ان سب کو گرفتار کر لیں انسپکٹر صاحب۔۔ تمام ثبوت جو میں آپ کو دے چکی ہوں میرے خیال سے وہ سب کافی ہیں۔۔"

نہیں یہ اس کی بیٹی نہیں ہو سکتی۔ جہانزیب کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اکڑ کر زمین پر چلنے والا دومنٹ میں اس زمین پر پٹخ دیا گیا تھا اور اسے پٹخنے والی اور کوئی نہیں اس کی بیٹی تھی مسکان جہانزیب عالم۔۔۔ شاید اسے کسی نے بتایا نہیں تھا کہ انسان کو واقعی کوئی نہیں ہرا سکتا تب تک جب تک اس کی پیٹھ میں اس کا کوئی اپنا ہی چھرا نہیں گھونپتا کیونکہ جب کوئی اپنا ہی انسان کو منہ کے بل گراتا ہے نا تو وہ اٹھنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔

"جویریہ اپنے گلے سے وہ لاکٹ دو۔۔"اس نے پستول نیچے کردی اور جویریہ کو مخاطب کیا جو پیچھے کہیں ڈری سہمی سی کھڑی تھی۔اس کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئی اور لاکٹ اتار کر اس کے ہاتھ میں تھما گئی۔

"یہ لیں انسپکٹر صاحب اس لاکٹ میں کیمرہ نسب تھا اور جہانزیب نے ہر گناہ کا اعتراف خود اپنے منہ سے کیا ہے۔۔انہیں پھانسی ہونی چاہیے۔۔"پولیس اسے ہتھکڑیاں پہنا رہی تھی مگر وہ صدمے میں صرف اپنی بیٹی کو دیکھے جا رہا تھا۔وہ جس کا عاجزی سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں تھا آج اس سے زیادہ عاجز اور مسکین کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے مسکان میں آپ کا بابا۔۔۔"

"نہیں ہیں آپ میرے بابا۔۔"وہ غرائی۔۔"آپ صرف قاتل ہیں میرے خاندان کے قاتل۔۔ سمجھے آپ؟؟ لے جائیں انہیں اور ہاں میرے اس سمگلر بھائی کو بھی اس کے کیے کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔۔"اپنی بہن کو اس طرح اپنے مقابل کھڑا دیکھ کر ظفر کا بھی سانس سوکھ گیا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔مجھے اپنی بیٹی سے بات کرنی ہے۔۔"وہ منتیں کر رہا تھا مگر وہ دوسروں کی منتیں نہ سننے والا آج اس کی منتیں بھی کیوں سنی جائیں گی؟پولیس ان سب کو اب موبائل میں ڈال رہی تھی۔۔مسکان نفرت بھری نگاہوں سے اپنے باپ اور بھائی کو دیکھ رہی تھی۔۔پھر وہ تیزی سے جویریہ کی طرف گئی۔

"تھینک یو جویریہ اگر تم میری مدد نہ کرتی تو میں اپنے باپ کو سلاخوں تک نہ پہنچا سکتی۔۔"وہ اس ٹرانس کی سی حالت میں کھڑی لڑکی کو نرمی سے اس کے بازوؤں سے تھامتے ہوئے بولی۔۔

"مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ پلیز مجھ میں کسی کا سامنا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔۔پلیز۔۔"وہ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔مسکان نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"کیا ہوا ہے جویریہ۔۔انابیہ؟؟وہ ٹھیک تو ہے نا؟؟"اس کے پوچھنے پر جویریہ سر نفی میں ہلانے لگی۔

"میں تمہیں سب بتاتی ہوں مجھے ساتھ لے چلو۔۔"وہ اب باقاعدہ رو رہی تھی۔مسکان نے مزید اس سے کچھ نہیں پوچھا اور اسے ایک کندھے سے تھامتے ہوئے اپنے ساتھ لے جانے لگی۔

ہسپتال کی بتیوں سے جگمگاتی راہداری بھی سنسان اور ویران معلوم ہو رہی تھی۔ہر طرف خاموشی تھی خوف میں مبتلا کر دینے والی خاموشی۔

"کبیر۔۔انہوں نے مجھے زہر دیا ہے۔۔میں مرنا نہیں چاہتی پلیز مجھے بچالو۔۔" وہ بینچ پر بلکل خاموش سر دونوں بازوؤں میں لپیٹے بیٹھا تھا۔اس کے ذہن میں انابیہ کی بس آخری بات گونج رہی تھی۔اس کا روتا ہوا چہرہ۔۔اس کی منتیں۔۔اس کا ساکت وجود۔۔اسے لگ رہا تھا کہ وقت وہیں کہیں رک گیا ہے وہ آگے نہیں بڑھ رہا۔۔وہ منظر اس کے دماغ کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔۔اسے لگتا تھا وہ بہتر طریقے سے انابیہ کی حفاظت کر سکے گا غلط لگتا تھا۔وہ اسے دشمنوں سے نہیں بچا سکا۔اسے ہر طرف سے مایوسی نے گھیر رکھا تھا۔

عالیان دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا مسلسل آئی-سی-یو کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔اس نے اپنے گھر والوں سے وعدہ کیا تھا کہ انہیں کچھ نہیں ہونے دے گا۔وہ گھر پر ہوتے ہوئے بھی انابیہ کو جانے سے نہ روک سکا وہ اتنا غیر زمہ دار کیسے ہو سکتا تھا؟؟اصلی امتحان تو اس کا تب شروع ہوا تھا جب اس نے گردن موڑ کر ردا کو راہداری میں پاگلوں کی طرح بھاگتے ہوئے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔وہ قدرے حیران ہوا تھا کیونکہ وہ اکیلی نہیں تھی اس کے ٹھیک پیچھے مناہل ناصر صاحب کی ویل چیئر گھسیٹتے ہوئے لا رہی تھی۔انہیں وہاں کون لایا تھا؟اس کا جواب بھی فرہاد کو دیکھتے ہی اسے مل گیا تھا۔

"آپی۔۔آپی۔۔" وہ پھولی ہوئی سانس میں عالیان کا سہارا لیتے ہوئے بولی۔ بر وقت وہ اسے نہ تھامتا تو جس طرح وہ بھاگ رہی تھی ضرور گر جاتی۔۔ "میری آپی کہاں ہے عالیان؟؟" وہ اس کو امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔یوں جیسے کہہ رہی ہو کہ آپ نے حفاظت کرنی تھی نا آپی کی۔۔عالیان کچھ بول ہی نہیں سکا۔ اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔۔

"بولیں نا۔۔کہاں ہیں میری آپی؟؟آپ کو سمجھ نہیں آرہی؟ چھوڑیں مجھے۔۔" اپنا آپ چھڑاتے ہی وہ دیوانہ وار آئی-سی-یو کی طرف بھاگی۔عالیان فوراً اس کے پیچھے لپکا اور اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھما گیا۔

"وہ آئی-سی یو میں ہے تم ابھی اندر نہیں جاسکتی سمجھنے کی کوشش کرو۔۔" ردا نے سرخ متورم آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر درشتی سے اپنا بازو چھڑوایا۔

"کہاں تھے آپ جو وہ اس حال میں پہنچ گئی۔۔بتا بھی نہیں رہے انہیں ہوا کیا ہے؟؟" اس کے سینے پر مارتے ہوئے وہ بلند آواز میں اس سے کہہ رہی تھی۔عالیان بس زخمی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"جہانزیب نے زہر دیا ہے اسے ردا۔۔" وہ بولا تو ردا چپ ہو گئی بلکل چپ۔۔اور صدمے کی حالت میں پیچھے جاتی گئی۔۔زہر کا سنتے ہی اس کے اعصابوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔اسے بلکل بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کی آپی کو زہر دیا گیا ہے۔۔ مناہل فوراً آگے بڑھی اور ردا کے گلے لگ کر رونے لگی۔

"انہیں کچھ نہیں ہوگا ردا۔۔وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔" وہ بمشکل روتے ہوئے بول رہی تھی لیکن ردا تو جیسے سن ہی نہیں رہی تھی یا شاید اسے کچھ سنائی دے ہی نہیں رہا تھا۔۔ تبھی آئی-سی-یو کا دروازہ کھلا۔سفید کوٹ پہنے ڈاکٹر باہر نکلا۔سب نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ردا اور عالیان تیزی سے ڈاکٹر کے پاس گئے۔

"انابیہ کیسی ہے؟؟" سوال عالیان نے کیا تھا۔ کبیر نے اب بھی سر نہیں اٹھایا تھا بلکہ اب کی بار اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے وہ کچھ بھی برا سننے کو تیار نہیں تھا۔ کاش وہ بہرا ہو جائے کوئی بھی بری خبر سننے سے پہلے وہ خود مر جائے۔

"شی از ناٹ فائن مسٹر عالیان۔۔" عالیان اور ردا برف کے ہو گئے۔ کبیر نے دونوں ہاتھوں کو کانوں پر زور دیا وہ بہرا کیوں نہیں ہو رہا تھا؟ وہ مر کیوں نہیں رہا تھا؟ "ان کی ہارٹ بیٹ کنڑول میں نہیں آ رہی لیکن آپ بے فکر رہیں ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر نے عالیان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی آمیز انداز میں کہا۔

"اور زہر؟؟ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"آپ کو کس نے کہا تھا کہ انہیں زہر دیا گیا ہے؟" ڈاکٹر کچھ مشکوک انداز سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"انابیہ نے خود کہا تھا کہ اسے زہر دیا گیا ہے۔۔" وہ پہلے تو ایسے سوال پر چونکا تھا پھر بولا تھا۔

"تبھی تو ان کی ہارٹ بیٹ کنڑول میں نہیں آ رہی۔۔ انہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یا ضرور انہیں زہر کے نام سے ڈرایا گیا ہے۔ کیا مس انابیہ Anxiety patient ہیں؟؟" عالیان ناسمجھی سے اس ڈاکٹر کو دیکھے گیا یہی حال ردا کا بھی تھا۔ کبیر کے ہاتھ ڈھیلے ہوتے گئے سانس دھیرے دھیرے بحال ہوتی گئ۔۔

"جی وہ anxiety patient ہے مگر اس کا زہر سے کیا تعلق ہے؟؟"

"انہیں کوئی زہر نہیں دیا گیا مسٹر عالیان۔" عالیان بری طرح چونکا۔ کتنی ہی دیر بعد اب جا کر کبیر نے سر اٹھایا تھا اور سرخ آنکھوں سے سامنے کھڑے ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا۔

"تو پھر انابیہ کو کیا ہوا ہے ڈاکٹر؟؟"

"ڈر مسٹر عالیان۔۔انہیں شاید موت سے ڈرایا گیا ہے۔۔انہیں بری طرح سے مینٹلی ٹارچر کیا گیا ہے۔۔ انہیں موت سے پہلے ہی بتادیا گیا تھا کہ وہ مرنے والی ہے تبھی ان کی یہ کنڈیشن ہے۔وہ خود سے لڑ رہی ہیں مگر بری طرح ناکام ہو رہی ہیں۔اگر ان چوبیس گھنٹوں میں انہیں ہوش نہ آیا تو ڈر ہے کہ وہ قومہ میں جا سکتی ہیں۔۔"کبیر اپنے بے جان قدموں پر زور دیتا کھڑا ہوا اور لڑکھڑاتے قدم آگے گیا پھر ردا کی آواز پر وہیں رک گیا۔

"کیا میں ان سے مل سکتی ہوں؟ پلیز ڈاکٹر میں بس ان کا چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔۔"وہ منت بھرے انداز میں سامنے کھڑے ڈاکٹر سے کہہ رہی تھی۔کبیر نے قدم واپس پیچھے کو لیے۔

"دیکھیں ایسی کنڈیشن میں ہم کسی کو ان سے ملنے نہیں دے سکتے۔۔"کبیر ضبط سے دونوں مٹھیاں بھینچے کھڑا ڈاکٹر کو دیکھتا رہا۔وہ اس سے نہیں مل سکے گا۔کہیں اس سے ملے بغیر موت خود اسے ہی گلے نہ لگالے۔

"صرف میں اندر جائوں گی پلیز مجھے جانے دیں ایک دفعہ انہیں دیکھ لوں گی تو قسم کھاتی ہوں ضد نہیں کروں گی۔۔عالیان کہیں نا ان سے مجھے ملنے دیں۔۔"وہ اب باقاعدہ رو رہی تھی۔ڈاکٹر کے کندھے اس روتی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر ڈھیلے پڑ گئے۔

"اوکے فائن مگر صرف ایک بندہ۔وہ بھی بس تھوڑی دیر کے لیے۔۔لیکن کوشش کیجئے گا اس دوران آپ ان سے اچھے لمحات کی بات کریں محبت کی بات کریں انہیں اچھے دن یاد کرانے کی کوشش کریں مگر ان کے دماغ پر زیادہ زور مت دیجئے گا۔"ردا نے اس کی ہر بات پر تابعداری سے سر ہلایا اور وہ اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر وہاں سے چلا گیا۔اس نے آئی-سی-یو میں جانے کے لیے بس ایک قدم بڑھایا اور پھر کسی احساس کے تحت رک گئی۔وہ کیوں رک گئی؟عالیان عجیب سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ردا بغیر اسے دیکھے اپنے پیچھے کی

طرف گھومی جہاں کبیر سرخ بھیگی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہل نہیں سکی۔ یہ پہلی بار تھا جو اس نے کبیر کو اس قدر ٹوٹا ہوا دیکھا تھا۔

"کبیر بھائی۔۔" اسے مخاطب کرتے وہ سیدھا چل کر اس کے پاس گئی۔ کبیر آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔" جائیں نا۔ آپی سے مل لیں۔۔ انہیں صرف آپ واپس لا سکتے ہیں۔۔ پلیز۔۔" اس کی اس ایک بات پر کبیر کے آنسو بہہ نکلے۔ پہلے تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر آئی-سی-یو کی طرف بھاگ گیا۔۔ عالیان نے فخریہ نظروں سے ردا کو دیکھا جواب اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بینچ پر جا بیٹھی۔

چاروں طرف ویرانی۔۔ گھپ اندھیرا۔۔ خاموشی۔۔ اونچے اونچے سوکھے درخت۔ اور بنجر زمین۔۔ سیاہی میں ڈوبا ہوا آسمان۔۔ یہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں وہ آج سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی جو آج سے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"یہ کیسی جگہ ہے؟ میں کیسے یہاں پہنچ گئی؟؟" وہ کتنی ہی دیر سے پاگلوں کی طرح بھاگ رہی تھی کبھی ادھر کبھی ادھر مگر اس ویران اور بنجر جنگل سے اسے نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔۔ وہ اسی گہرے نیلے رنگ کے گاؤن میں بکھرے بکھرے بالوں کے ساتھ زخمی ننگے پیر بھاگ رہی تھی۔۔ کچھ دیر بعد وہ رک گئی اور تھک ہار کر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ بار بار بھاگ کر ایک ہی جگہ واپس آجاتی تھی۔ وہ آگے نہیں بڑھ پا رہی تھی۔ اب کی بار اسے کچھ عجیب آوازیں سنائی دینے لگی۔۔ جیسے دور جنگلوں میں کوئی جانور دھاڑے مار رہا ہو۔ وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے رونا شروع کر دیا کیونکہ وہ ساری امیدیں ہار بیٹھی تھی۔ اسے لگ رہا تھا وہ یہاں سے کبھی بھی نہیں نکل سکے گی۔ اپنوں کے پاس کبھی نہیں جا سکے گی۔ وہ جس طرف بھی

دیکھتی بری طرح خوف کی زد میں آتی جارہی تھی۔۔وہیں بنجر زمین پر بیٹھ کر وہ اپنے پائوں کا معائنہ کرنے لگی۔اس کے پیروں سے بہت خون نکل رہا تھا تکلیف تو اسے کب سے تھی مگر اب یہ دیکھتے ہی اس کی تکلیف مزید بڑھ گی ٔاور اب وہ بچوں کی طرح گھٹنوں میں سر دیے بلک بلک کے رو رہی تھی۔۔روتے روتے اسے احساس ہوا کسی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔بجلی کی تیزی سے اس نے سر اٹھایا وہاں کوئی نہیں تھا سوائے اسی ویرانی کے۔اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تب جا کر اسے اپنے بائیں طرف دور کسی روشنی کا احساس ہوا۔ایک امید جاگی اور وہ اپنے آنسو پونچھتے اٹھ کھڑی ہوئی۔زخمی پیروں پر تقریباً بھاگتے ہوئے وہ اس روشنی کی طرف جارہی تھی۔۔جیسے جیسے وہ قریب گی ٔتو اسے معلوم ہوا کہ وہ روشنی چاند سے آرہی تھی۔۔ایک وقت آیا اس نے آس پاس دیکھا ساری ویرانی کہیں پیچھے رہ گی ٔتھی وہ کسی اچھی جگہ پہنچ گی ٔتھی۔۔ہر طرف سبزہ تھا جو چاندنی میں چمک رہا تھا۔مدھم مدھم ہوا کے جھونکوں میں اس نے کھڑے کھڑے گہرے سانس لیے۔۔سامنے ایک لمبی اور وسیع جھیل تھی۔۔اسی جھیل کے کنارے اسے کوئی شخص بیٹھا دکھائی دیا جس کی اس طرف پشت تھی اور اس کی سفید شرٹ چمک رہی تھی چاند کی روشنی کی طرح۔۔۔وہ بھاگتے ہوئے اس کے پاس گی ٔ۔

"شکر ہے تم مجھے مل گئے۔۔میں کب سے ماری ماری پھر رہی ہوں۔۔" وہ ٹھیک اس کے ساتھ جھیل کے پانی میں ٹانگیں لٹکائے ہو بہو اسی کی طرح بیٹھ گئی۔اسے ٹیولپس کی خوشبو آرہی تھی۔۔اس نے غور کیا تو دیکھا اس کے ہاتھ میں کینوس تھا اور وہ پینٹنگ کر رہا تھا۔اس کی گود میں بہت سارے ٹیولپس کے پھول بھی تھے۔

"تمہارے سامنے کتنی خوبصورت جھیل ہے اور چاند آسمان میں پورے زور سے چمک رہا ہے اور تم اتنا خوبصورت منظر چھوڑ کر میرا چہرہ بنا رہے ہو۔کتنے بدنصیب ہو نا تم۔۔" اس نے افسوس سے کینوس پر اپنا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی ہوگا جسے تمہارا چہرہ پینٹ کرنے کا شرف ملا ہو؟؟" اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور تبھی کینوس پر چلتا ہوا اس کا ہاتھ رک گیا۔

"یہ تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہو گیا ہے بیا۔۔" اس کی نم اور سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر اس کا دل لرز گیا۔ بے اختیار ہی اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس کے چہرے کے قریب لے جانا چاہا۔ وہ اس کی آنکھوں کو چھونا چاہتا تھا لیکن پھر اس کا ہاتھ وہیں ہوا میں رک گیا وہ آگے نہیں بڑھا سکا۔

"کیا حال بنا لیا ہے تم نے اپنا بیا میں مر گیا ہوں کیا؟؟" وہ اب اس کی آنکھوں سے نظریں ہٹا کر اس کے کھلے بکھرے بالوں کو دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ جواب تک ہوا میں تھا اس نے نیچے کر لیا۔

"کیا میں تمہارا ہاتھ پکڑ سکتا ہوں؟؟ اس نے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور انابیہ نے اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔۔ دونوں اب سامنے جھیل کو دیکھ رہے تھے جس کے پانی میں چاند کا عکس پڑ رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے چاند جھیل میں تیر رہا ہو۔

"مجھے یہاں سے لے جاؤ کبیر۔۔ میں تھک چکی ہوں بھاگ بھاگ کر۔۔ یہ جگہ اچھی نہیں ہے۔۔" معصوم انداز میں بولتے بولتے وہ اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا گئی۔ ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔

"تمہیں خود نکلنا ہوگا یہاں سے۔۔ میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ میری دنیا میں واپس آجاؤ بیا۔۔ میں بے صبری سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔۔" ایک آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹ کر گرا۔ وہ اب بھی اسی جھیل میں تیرتے ہوئے چاند کو دیکھ رہی تھی۔ کبیر کی موجودگی اور ٹیولپس کی خوشبو اس کے اعصاب کو سکون بخش رہی تھی۔

"تو تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔۔ مجھے راستہ نہیں آتا۔۔" اس نے جیسے ضد کی۔۔ کبیر نے گہرا سانس بھرا۔۔

''میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر نہیں جا سکتا کیونکہ تمہیں خود یہاں سے نکلنا ہے میرے لیے اپنوں کے لیے۔۔ کوشش کرو بیا۔۔ صرف ہمیں سوچو صرف ہمیں کیونکہ تم صرف مجھ سے نہیں سب سے محبت کرتی ہو سوان سب کا سوچو جن سے تمہیں بے انتہا محبت ہے۔" انابیہ نے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مزید سخت کر لی اسے اس کے چلے جانے کا ڈر تھا۔ وہ اس کے کندھے سے سر نہیں ہٹائے گی۔۔ سو اس نے یہی کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

''میں واپس آؤں گی۔۔ ہر حال میں آؤں گی۔۔ تمہارے لیے ردا منو کے لیے تایا ابو کے لیے عالیان کے لیے لالی کے لیے سب کے لیے۔ میں واپس آؤں گی۔۔۔" سب کے چہرے اس کی بند آنکھوں کے گرد گھوم رہے تھے۔۔

اس کی بند پلکوں پر جنبش ہوئی اور اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھول دیں۔۔ سب کچھ دھندلا دھندلا تھا۔۔ اس کی آنکھیں اتنی تھکی ہوئی تھیں جیسے صدیوں کا سفر کر کے آئی ہوں۔ اس نے ارد گرد دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ کسی روشن کمرے میں تھی۔ اس نے بمشکل گردن تھوڑی دائیں طرف گھمائی تو اس نے دیکھا کبیر بلکل اس کے ساتھ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے اور اپنی آنکھوں سے لگائے بیٹھا تھا۔ وہ اس کے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔ انابیہ نے بمشکل اپنا دوسرا ہاتھ اٹھایا جو اسے اٹھانے میں بہت مشکل ہو رہی تھا بلآخر اس نے کبیر کو احساس دلائے بغیر اپنا ہاتھ اٹھا لیا اور اپنے چہرے کے قریب لے جا کر اس نے آکسیجن ماسک منہ سے ہٹا کر ٹھوڑی پر رکھ دیا پھر گہرا سانس لیا اور خوش ہوئی کیونکہ اسے سانس لینے میں دقت پیش نہیں آ رہی تھی۔ سب سے پہلے جو چیز اس نے محسوس کی وہ ٹیولپس کی خوشبو تھی جو شاید اس کے آس پاس ہی کہیں پڑے تھے۔ وہ کچھ پل یونہی خاموشی سے کبیر کو دیکھے گئی۔ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ رو رہا تھا۔ اس کا دل کیا کہ

وہ ایسے ہی خاموشی سے بس اسے دیکھتی رہے اس کی سسکیوں کو محسوس کرتی رہے اس کے آنسوؤں کی نمی اپنے ہاتھوں میں جذب ہوتے رہنے دے مگر وہ اتنی ظالم کیسے ہو سکتی تھی۔

اپنے سوکھے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے بولنے کی کوشش کی۔

"تو مجھ سے دوسری بار محبت کرنے والا بھی کبیر جہانگیر ہی نکلا۔۔" آواز پر کبیر اپنی جگہ جم سا گیا۔ کچھ پل تو وہ ہل نہیں سکا اور پھر اس نے تیزی سے سر اٹھا کر دیکھا۔ انابیہ ادھ کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ بھی تھی۔ "اور مجھ پاگل کو دیکھو زرا۔۔ میں سمجھی کہ کوئی اور بھی ہے جو کبیر جہانگیر سے زیادہ مجھ سے محبت کر سکتا ہے میری ہر وقت حفاظت کر سکتا ہے۔ میرے لیے سب سے لڑ سکتا ہے۔۔" وہ افسوس سے مسکراتے ہوئے کہتی گئی اور کبیر چپ چاپ سا اسے سنتا گیا اسے دیکھتا گیا۔

"تم سے پہلی، دوسری، تیسری اور آخری محبت کرنے کا حق صرف میرے پاس ہے۔ تمھارے لیے سب سے لڑ جانا میرا حق ہے۔ کوئی بھی تمہیں مجھ سے زیادہ نہیں چاہ سکتا۔ میرے علاوہ کوئی بھی تمھارے لیے دوسرا کبیر جہانگیر نہیں بن سکتا۔۔" وہ اس کے سامنے بیٹھا ہر بات کا اعتراف کر رہا تھا۔ انابیہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے کھینچ لیا۔ کبیر نے خفہ خفہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"جاؤ یہاں سے کبیر جہانگیر مجھے آرام کرنے دو۔۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی جھوٹے۔۔" وہ ڈرامائی انداز میں جیسے ناراض ہوتے ہوئے بولی۔ کبیر نے حیرت اور افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"میں یہاں تمھاری زندگی کی دعائیں مانگ مانگ کر آدھا ہو گیا ہوں اور تمہیں آرام کی پڑی ہے۔ مجھے ٹھیک سے تمہیں دیکھ تو لینے دو۔۔" وہ جیسے شکوہ شکایت کے ساتھ منت بھی کر رہا تھا۔

''شکر کرو آرام سے جانے کا کہہ رہی ہوں ورنہ تو جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے نا ایک بار ٹھیک ہو جانے دو سارے حساب لوں گی تم سے۔۔'' ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہتے ہی وہ منہ دوسری طرف کر کے آنکھیں بند کر گئی۔ایک پل کے لیے اس کی بند آنکھیں دیکھ کر کبیر کے دل کو پھر کچھ ہوا۔

''کر لو جتنا آرام کرنا ہے کر لو اور پلیز جلدی سے ٹھیک ہو جائو میں تمہیں حساب دینا چاہتا ہوں۔۔'' ہنستے ہوئے کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔انابیہ بند آنکھوں سے مسکرائی۔ پھر یکدم کچھ یاد آنے پر اس نے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔

''اچھا سنو۔۔ یاد آیا مجھے تو زہر دیا گیا تھا۔۔'' کبیر جو کمرے سے جا رہا تھا اس کی آواز پر اس کی طرف گھوما۔

''تمہیں کوئی زہر نہیں دیا گیا تھا۔۔'' اس بات پر انابیہ نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔اسے اچھے سے یاد تھا کہ جویریہ نے اسے زہر دیا تھا۔اسے انجیکشن لگایا گیا تھا۔

"میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ انابیہ احمد عالم کا قتل میرے ہاتھوں نہ ہو۔۔" دماغ میں جویریہ کی خواہش زور سے آ لگی۔ حیرت سے منہ کھولے اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

''بیا کیا کر رہی ہو یار؟؟'' وہ اسے حرکت کرتا دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف آیا۔

''کبیر۔۔ جویریہ۔۔ جویریہ کہاں ہے؟'' کبیر اسے بازوؤں سے تھامے کھڑا تھا۔جویریہ کے نام پر اس کے چہرے پر ناگواری کا بسیرا ہوا۔۔

''مت نام لو اس کا۔۔ دعا کرو بس میرے سامنے نہ ہی آئے۔۔'' وہ بہت نفرت سے جویریہ کے لیے بول رہا تھا۔

''خبردار کبیر۔ایسے مت کہو۔۔ پلیز اسے بلا لائو مجھے اس سے بہت کچھ پوچھنا ہے۔۔'' اس نے ضدی بچے کی طرح کبیر کے ہاتھ پکڑ لیے۔۔'' مجھ سے وعدہ کرو کبیر اسے صحیح سلامت میرے پاس لائو گے۔۔ پلیز نا

کبیر۔۔"وہ اتنا کیوں تڑپ رہی تھی وہ بھی جویریہ کے لیے جو اس سب کی ذمہ دار تھی جس کی وجہ سے اس کی انابیہ موت سے جنگ لڑ کر آئی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ خود کتنا تڑپا تھا۔۔ خیر انابیہ کی ضد کے آگے سوائے ہتھیار ڈالنے کے اور کیا ہی چارہ تھا سو اس نے ہتھیار ڈال دیے۔

"میں لائوں گا اسے تمہارے پاس بس پلیز تم آرام کرو۔۔"اس نے دوبارہ اسے لٹاتے ہوئے کہا۔انابیہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور آنکھیں بند کر گئ۔

مکمل خاموشی اور نیم اندھیر راہداری میں چلتے ہوئے صرف اس کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اس کے برعکس وہاں ہر طرف خاموشی تھی۔ چلتے چلتے وہ ایک سیل کے سامنے آرکی۔اندر جھانک کر جب اس نے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا باپ اسی سیل میں موجود تھا۔وہ بلکل ساکت وجود دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا پتھرائی نظروں سے خلا میں دیکھ رہا تھا۔وہ اب تک اتنے صدمے میں تھا کہ اسے مسکان کی آمد کی خبر تک نہیں ہوئی تھی۔ وہ چپ چاپ خاموشی سے ٹھنڈی سلاخوں سے ٹیک لگائے فرش پر بیٹھ گئ یوں کہ اس کی پشت اب جہانزیب کی طرف تھی۔اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سلاخوں کی ٹھنڈ اس کی کمر سے ہوتے ہوئے جسم کے اندر تک سرائیت کر گئ تھی۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں آپ کو اس طرح بے بس دیکھوں گی۔۔"جہانزیب کی آنکھوں کی پتلیوں میں حرکت ہوئی۔اس نے تیزی سے گردن موڑ کر دیکھا اس کی بیٹی وہاں موجود تھی۔کب کے بے جان جسم میں اب جا کر جان آئی تھی۔خود کو گھسیٹتے ہوئے وہ اس کے قریب گیا۔۔

"آپ میرے آئیڈیل تھے بابا۔ میں نے آپ سے کتنی محبت کی آپ کو اندازہ نہیں ہے۔۔" وہ اب تک سامنے اندھیری خلا میں دیکھ رہی تھی۔ اس میں اپنے باپ کو دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔

"مجھے بھی آپ سے بہت محبت ہے مسکان۔ مجھ سے یوں منہ نہ موڑیں مجھے دیکھیں تو۔۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں اس کی منت کر رہا تھا۔ ایک ہی دن میں اس کی آواز کا سارا رعب اور دبدبہ ختم ہو چکا تھا۔

"کاش کہ آپ کو سب سے محبت ہوتی۔ کاش کہ جتنی محبت آپ نے مجھ سے کی تھی اتنی سب سے کی ہوتی۔ انسانوں سے نفرت نہیں کی جاتی ان سے محبت کی جاتی ہے مگر آپ نے انسانوں کو انسان نہیں سمجھا۔۔" اس کی آواز میں زخمی پن تھا۔ جہانزیب اس بار کچھ نہیں بولا۔ وہ چپ چاپ اسے سن رہا تھا۔

"کوئی انسان اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے بابا جسے اپنوں کے خون سے کھیلنے میں مزہ آتا ہو؟ وہ سب آپ کے اپنے تھے۔ اپنا نہ سمجھتے کم از کم انسان تو سمجھتے۔۔" وہ ٹھنڈی سلاخوں کو پکڑے بیٹھا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان سلاخوں کو توڑ کر وہ اپنی بیٹی کے سامنے جا بیٹھے۔ "مجھے اب تک یقین نہیں آ رہا کہ میرے بابا (سینے پر زور سے شہادت کی انگلی رکھی) میرے بابا ایسے ہو سکتے ہیں میں آپ کو کیا سمجھتی رہی اور آپ کیا نکلے۔۔ وہ سب معصوم اور بے گناہ۔۔"

"معصوم نہیں تھے وہ۔۔" وہ یکدم سلاخوں پر ہاتھ مارتے ہوئے چلا اٹھا۔ مسکان نے اٹکی ہوئی سانس میں گردن موڑ کر اسے دیکھا۔۔ "نہیں تھے وہ معصوم نہ ہی بے گناہ تھے۔۔ جانتی ہو ان کا سب سے بڑا گناہ کیا تھا؟؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ پہلے سے زیادہ سرخ تھا اور آنکھوں میں وہی دہشت وہی نفرت جو ہمیشہ احمد اور ناصر کے لیے ہوتی تھی۔

"انکا سب سے بڑا گناہ یہ تھا کہ وہ ایک پاک عورت کی اولاد تھے۔ ان کا سب سے بڑا گناہ یہ تھا کہ وہ کسی طوائف کے بیٹے نہیں تھے۔ ان کا سب سے بڑا گناہ یہ بھی تھا کہ وہ عالم خان کا اپنا خون تھے۔ میں ہوں ازل

سے ابد تک معصوم کیونکہ میں ایک طوائف کا بیٹا ہوں۔۔آپ بتائیں مسکان اس میں میرا کیا قصور تھا کہ میری رگوں میں دوڑتا خون حرام کا ہے۔۔" وہ یہ سب بغیر کسی کی پرواہ کیے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا جبکہ مسکان اس کے آخری دونوں جملوں پر دھنگ رہ گئی۔وہ یہ بات تو جانتی تھی کہ عالم خان کی پہلی بیوی ایک طوائف تھی مگر یہ بات اس کے لیے حیران کن تھی کہ جہانزیب اس کے دادا عالم خان کا خون نہیں ہے۔

"اور کون سے اپنوں کی بات کر رہی ہیں آپ۔وہ میرے اپنے نہیں تھے تو آپ کے اپنے کیسے ہو گئے۔۔آپ ان سب کے لیے میرے ساتھ یہ سب کر رہی ہیں مسکان آپ ان کا خون نہیں ہیں میرا خون ہیں۔۔آپ کا اپنا صرف میں ہوں۔۔" مسکان کو اپنے ہاتھ پاؤں پھولتے ہوئے محسوس ہوئے۔اور یہ وہ سچائی تھی جس سے اس کے دادا جان عالم خان بھی انجان تھے۔

"ملی تھی مجھے اپنی ماں عالم خان کے چھوٹے بھائی ابرار خان کے قتل سے کچھ دن پہلے۔مجھے ساتھ لے جانا چاہتی تھی لیکن میں سچائی جاننے کے باوجود بھی واپس نہیں گیا۔وہ مجھے کیا دیتی گندی زندگی۔۔ہونہہ۔میں عالم خان کی حویلی چھوڑ کر اس کے ساتھ جانے کی اتنی بڑی بے وقوفی نہیں کر سکتا تھا۔میں عالم خان کا بڑا بیٹا بن کر خان حویلی میں مالک بننا چاہتا تھا۔۔تب جب مجھے پتہ چلا کہ عالم خان گدی اپنے بھائی ابرار خان کو سونپنا چاہتا ہے تب میرے اندر کا حیوان جاگا تھا اور چونکہ میں عالم خان کا سب سے پسندیدہ بیٹا تھا اسی لیے میں نے انجام کی پرواہ کیے بغیر ہی ابرار خان کا قتل کر دیا۔۔" وہ ایک ایک لفظ سختی سے ادا کر رہا تھا مگر اب اس کی آواز پہلے سے قدری آہستہ تھی۔مسکان کی رنگت تو سفید پڑ گئی تھی۔خون جم گیا تھا اور اسے لگ رہا تھا اپنے باپ کی اتنا خطرناک روپ اور کڑوی سچائی وہ ہضم نہیں کر سکے گی۔

"احمد سے میری دشمنی صرف یہی تھی کہ اسے میرے پہلے قتل کا پتہ چل گیا تھا۔میں نے اسے اپنے بندوں سے خوب پٹوایا تھا۔میں چاہتا تو اسے اسی وقت مروا سکتا تھا لیکن اس وقت میں نے خود کو دوسرے قتل کے

تیار نہیں کیا تھا۔ میں جانتا تھا عالم خان ہر حال میں میرا یقین ہی کرے گا اس نے کبھی بھی اپنے ان دونوں بیٹوں کو وہ عزت اور وہ مقام نہیں دیا تھا جو اس نے مجھے دے رکھا تھا۔۔ احمد نے ہمیشہ مجھے طوائف کا بیٹا ہونے کا طعنہ دیا تھا۔ وہ میرے خلاف کچھ کر نہیں سکتا تھا اپنے چچا کو انصاف تک نہیں دلا سکتا تھا اسی لیے پوری حویلی میں اعلان کرتا پھرتا تھا۔ اس نے کبھی مجھے میرے نام سے نہیں پکارا۔۔ طوائف کا بیٹا!! طوائف کا بیٹا!!" اس نے پھر دو تین مکے سلاخوں پر مارے۔ مسکان اب تک سرخ متورم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"میں نے زندگی میں اگر کسی سے خالص محبت کی تھی تو وہ راحیلہ تھی ابرار خان کی بیٹی اور اگر کسی سے خالص نفرت کی تھی تو وہ عالم خان اور اس کی اولاد سے کی تھی۔۔ عالم خان خود کو مرد کہتا ہے ایک بیوی کی نگرانی تو کر نہیں سکا۔ یہ بھی اس کا قصور ہے کہ میں اس کا بیٹا نہیں ہوں۔۔" مسکان نے اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ جھکا لیا۔ اسے لگا اس کی سننے کی سکت ختم ہوتی جا رہی ہے لیکن جہانزیب اب بھی چپ نہیں ہوا۔۔

"صرف ایک دن رہتا تھا میرے اور راحیلہ کے نکاح میں اور وہ میری منگیتر کو بھگا کر لے گیا۔ سوچیں مسکان کیا گزری ہوگی میرے دل پر۔۔ تب میں نے خود سے وعدہ کیا تھا میں ان دونوں بھائیوں کو تباہ کر دوں گا اور میں نے کیا۔۔"

"بس کر دیں بابا۔۔ بس کر دیں۔۔" وہ دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے اس سے فریاد کر رہی تھی۔۔ "مجھ پر رحم کریں۔ میرا دل بہت کمزور ہو گیا ہے اتنا سچ برداشت نہیں کر سکے گا۔ آپ نے کبھی میری آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دیے اور آج آپ ہی کی وجہ سے میں اس مقام پر کھڑی ہوں کہ مجھے اپنے اگلے سانس تک کا بھروسہ نہیں ہے۔ ہر سیکنڈ بعد مجھے لگتا ہے کہ میرا دل بند ہو جائے گا۔ میں مر جاؤں گی۔۔" وہ چھوٹے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ جہانزیب کا دل اپنی بیٹی کو یوں دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔ اس کی بیٹی دل کی مریضہ بن گئی تھی اب جا کر اس کا دل اس کے لیے لرز گیا تھا۔ یکدم اسے انابیہ کا تیز تیز سانس لیتا وجود یاد آیا۔

جب وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھے تڑپ رہی تھی تب وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا اس پر ہنس رہا تھا اور اب جب یہی حال اس کی اپنی بیٹی کا ہوا تھا تو وہ یوں اپنی بیٹی کے لیے بلک اٹھا تھا۔

''سب کے ساتھ برا کرتے ہوئے کبھی ہمارے بارے میں سوچ لیتے بابا کہ آپ کی بھی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔ آپ کے گناہوں کی سزا اب ہم دونوں بھگت رہے ہیں۔ آپ نے ظفر کو بھی اپنی طرح بنا دیا کاش میرا دل بھی آپ اور ظفر کی طرح سخت ہوتا تو کم از کم آج مجھے یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا نا۔۔ ٹھیک کہتے ہیں لوگ والدین کا کیا دھرا ان کی اولاد بھگتتی ہے تو لیں خوش ہو جائیں بابا میں بھی تباہ ہو گئی ہوں۔۔'' وہ اپنے آنسو پونچھتے اٹھ کر جانے ہی لگی تھی جب جہانزیب نے سلاخوں کے درمیان سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا۔۔

''مت جائیے مسکان مجھے یہاں سے نکالیں میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ میں آپ کا علاج کرواؤں گا آپ کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ میرے گناہوں کی سزا آپ نہیں کاٹیں گی۔۔'' مسکان نے بہت نرمی سے اپنے باپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی کلائی چھڑوائی۔

''میں نے اتنی محنت اس لیے نہیں کی کہ آپ کو خود ہی یہاں سے نکال دوں۔۔ آپ نہیں نکل سکتے۔ ہر انسان نے جو کچھ بویا ہوتا ہے وہی اسے کاٹنا بھی ہوتا ہے آپ بھی کاٹیں گے اور اسی جیل میں رہ کر کاٹیں گے۔'' وہ فوراً اٹھ کر چلی گئی۔ پیچھے بیٹھا جہانزیب اسے آوازیں دیتا رہا مگر وہ ایک آواز پر بھی نہیں پلٹی۔ راہداری پھر سے سنسان ہو گئی تھی اور جہانزیب دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا آنسو بہاتا رہا تھا۔ یہ آنسو ندامت کے نہیں تھے یہ آنسو اس کی بیٹی کے لیے بہہ رہے تھے۔ اسے اب بھی انجام کی پرواہ نہیں تھی اسے مسکان کی پرواہ تھی۔

یہ ہسپتال کا ایک کھلا اور روشن کمرہ تھا۔ مکمل ہوش میں آنے پر اسے آئی-سی-یو سے دوسرے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ سر پر سکارف لپیٹے اور ڈرپس لگے ہاتھ بیڈ پر دھرے وہ بہت ہی پر سکون انداز میں ٹیک لگائے اپنے ساتھ بیٹھی لڑکی کو تفتیشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جویریہ بلکل خاموش اس کے بیڈ کے ساتھ رکھی کرسی پر نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ کبیر تھوڑے دور پڑے صوفے پر براجمان تھا۔ عالیان اس کے صوفے کے ساتھ ہی سینے پر بازو باندھے کھڑا تھا۔ سب کی نظروں کا مرکز جویریہ ہی تھی۔ تایا ابو، ردا اور منو وہ سب سے مل چکی تھی۔ سب اس کے ٹھیک ہونے پر بہت خوش تھے مگر ابھی اس نے جویریہ سے بات چیت کے لیے سب کو وہاں سے بھجوایا دیا تھا۔ سوائے کبیر اور عالیان کے کیونکہ وہ اس کے کہنے کے باوجود بھی اسے تنہا چھوڑ کر نہیں گئے۔ انہیں جویریہ سلطان پر یقین نہیں تھا۔

"جہانزیب اور مسکان کو تم کیسے جانتی ہو؟ زہر کے بارے میں کیا جانتی ہو؟ تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟ ہر چیز۔۔ مجھے شروع سے آخر تک جاننی ہے۔۔" مکمل خاموشی کے بعد اس نے سوال کیا۔ جویریہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا بس ایک لمحے کے لیے اور پھر نظریں جھکا گئ۔

"اس رات میں سب چھوڑ کر واپس لاہور جا رہی تھی۔ اس رات سے پہلے میں ان میں سے کسی کو نہیں جانتی تھی لیکن۔۔" اس نے رک کر گہرا سانس لیا۔ کیا وہ اسے سب سچ بتائے گی؟ کیا وہ تیار تھی؟ ہاں وہ تیار تھی۔ وہ اسے سب بتائے گی جو جو وہ جانتی تھی جو جو اس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ سوکھے لبوں پر زبان پھیر کر اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور اپنے لبوں کو حرکت دی۔ وہ شروع سے اس طرح بتا رہی تھی جیسے دوبارہ اسی منظر میں چلی گئ ہو۔۔

(جس رات جویریہ نے انابیہ کو کال کی تھی یہ اس سے پچھلی رات کا واقعہ تھا۔ وہ اپنے کمرے میں موجود تھی اور واپس لاہور جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ اس کے سامنے بیڈ پر سفری بیگ کھلا پڑا تھا جس میں وہ کپڑے

پھینکنے کے انداز میں ڈال رہی تھی۔ جس رات سے انابیہ نے اسے چوروں سے بچایا تھا اس رات کے بعد سے ایک دن بھی اس کا سکون سے نہیں گزرا۔ وہ بس ایک بات جانتی تھی کہ انابیہ اچھی لڑکی ہے اور کبیر کے لیے ہی بنی ہے بس اسے اب ان کے راستے کا کانٹا نہیں بننا تھا اور ہر حال میں واپس لاہور جانا تھا۔ اس نے زبردستی اپنی کمپنی سے کراچی کا ٹرانسفر کروایا تھا اور اب پھر وہ ان سے درخواست کر چکی تھی کہ اسے واپس لاہور والی برانچ میں کام کرنا ہے جس کا بہانہ اس نے یہ بنایا تھا کہ اس کی ماں کی طبیعت ہر وقت بہت خراب رہتی ہے۔

ابھی وہ سوچوں اور کام میں ہی مصروف تھی کہ اسے بیل کی آواز آئی۔ وہ ایک لمحے کو ساکت رہ گئی کہ رات کے اس پہر کون اس کے گھر آسکتا ہے۔ دوبارہ بیل بجنے پر بھاگتے ہوئے باہر گیٹ کی طرف گئی۔ ہلکا سا دروازہ کھول کر اس نے دیکھا سامنے کھلے بالوں والی لڑکی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ شکل سے تو اچھی معلوم ہو رہی تھی سو اس نے پورا دروازہ کھول دیا۔۔

"آپ کون ہیں؟" اس نے فوراً سے پوچھا۔

"بس اتنا جان لو کہ تمہاری طرح میرا دل بھی ٹوٹا ہوا ہے۔۔۔" اس کی یہ بات جویریہ کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔۔ "انابیہ کی کزن ہوں۔۔ اندر آنے کا نہیں کہو گی؟" اس نے مسکرا کر کہا تھا جویریہ نے جھرجھری لے کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ ذہن میں بس ایک سوال گردش کر رہا تھا کہ انابیہ کی کزن بھلا اس سے کیوں ملنے آئی ہے؟

کچن سے دو چائے کے کپ لے کر وہ سیدھا لائونج میں گئی جہاں وہ صوفے پر بیٹھی نظریں چھت پر ٹکائے ہوئے تھی۔ اس کے سامنے ٹیبل پر ٹرے رکھتے ہوئے جویریہ نے اس کی نظروں کا پیچھا کرتے ہوئے چھت کو دیکھا جہاں ایک جھومر لگا تھا۔

"تم بھی یہی سوچ رہی ہوگی نا کہ یہ جھومر کتنی عجیب جگہ پر لگا ہوا ہے۔۔"اس کی آواز پر مسکان یکدم سیدھی ہوئی اور اسے دیکھنے لگی۔۔"میں بھی جب یہاں شفٹ ہوئی تھی تو مجھے بھی بہت ہنسی آئی تھی کیونکہ جھومر لائونج میں بلکل عین درمیان میں لگا اچھا لگتا ہے۔۔"ہنس کر کہتے ہوئے وہ ٹھیک اس کے سامنے صوفے پر جا بیٹھی۔

"تمہیں نہیں لگتا یہ ہل رہا ہے؟"اس سوال پر جویریہ چونک کر پھر سے جھومر کو دیکھنے لگی۔اس کی نظر دھوکہ نہیں کھا سکتی تھی کم از کم اسے یقین تھا کہ وہ نہیں ہل رہا۔۔"خیر میرا مشورہ ہے کہ اسے چیک کروا لینا۔۔" بولتے بولتے اس کی نظر سامنے پڑے چائے کے کپ پر رکی۔۔"اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟؟"

"تکلف کا تو پتہ نہیں مگر کیا تم یہاں آنے کی وجہ بتائو گی؟آئی مین سوائے انابیہ کی کزن ہونے کے تم نے اپنا مزید تعارف نہیں کروایا۔"وہ مشکوک نظروں سے اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی جس کے مسکراتے ہی اس کے ڈمپل نمایاں ہوتے تھے۔

"میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تمہاری طرح میرا دل بھی ٹوٹا ہوا ایک ہی شخص کے ہاتھوں۔۔"وہ بڑے اطمینان سے بول رہی تھی جبکہ جویریہ اس کی بات سمجھتے ہی حیران ہوئی۔۔

"تم کبیر کی بات کر رہی ہو؟؟"وہ بے طرح حیران ہوتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں میں کبیر جہانگیر کی بات کر رہی ہوں۔اب یہ مت پوچھنا کہ دل کیسے ٹوٹا کیونکہ نہ تو میں خود کو یہاں بیٹھ کر بیوقوف بتانا چاہتی ہوں نہ ہی اس کی برائی کرنا چاہتی ہوں۔بس اتنا جان لو مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔۔"اس نے بولتے ہوئے بغور جویریہ کا چہرہ دیکھا۔وہ اس کے بہت سے سوالوں کو چہرے سے ہی پڑھ سکتی تھی۔۔"میں جانتی ہوں تمہیں مجھ سے بہت کچھ پوچھنا ہے۔۔میں تمہارے بارے میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ تم کبیر جہانگیر کی کزن ہو۔۔"

"اور تم نے مجھے ڈھونڈا کیسے؟"

"تم جس فرم میں کام کرتی ہو وہاں کی مینیجر میری خالہ ہے۔" بات کے اختتام میں وہ کندھے اچکا گئ۔

"اب میں تمہیں اپنا یہاں آنے کا مقصد بتاتی ہوں۔۔اس سے پہلے تم مجھے جان لو۔۔میں مسکان جہانزیب ہوں جہانزیب عالم خان کی بیٹی۔میرا باپ قاتل ہے انابیہ کے ماں باپ اور تائی کا اور ظاہر سی بات ہے یہ سب میرے اپنے تھے اسی لیے میں اپنے باپ کو اس کے انجام تک پہنچانا چاہتی ہوں۔کبیر کو میری مدد کی ضرورت ہے۔میں اسے انکار تو نہیں کر سکی لیکن اس پر ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتی کہ میں اس کی مدد کر رہی ہوں۔۔"

جویریہ پورے وثوق سے اسے سن رہی تھی۔وہ اتنا روانی میں بول رہی تھی کہ کچھ دیر کے لیے چپ ہو گئ۔۔

"تو جاؤ انابیہ سے مدد مانگو کبیر سے مانگو۔میرے پاس کیا لینے آئی ہو؟ مجھے اب تک تمہارے یہاں آنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔۔"

"کہا نا میں ان میں سے کسی کو بتا کر مدد نہیں کرنا چاہتی اور اکیلے کچھ کر نہیں سکتی مجھے کسی کے ساتھ کی ضرورت ہے۔۔بس یوں سمجھ لو کہ میں تمہیں اس سب میں شامل کرنا چاہتی ہوں باقی تمہاری مرضی ہے اگر تم انکار کرنا چاہتی ہو تو بلا جھجک کر دو لیکن مجھ سے کبیر نے کہا تھا کہ محبت میں انسان سب کر سکتا ہے۔۔"

"تو تم یہ سب کبیر کی محبت میں کر رہی ہو؟" اس کا انداز استہزائیہ تھا۔مسکان نے اس کی بات کا برا نہیں مانا۔

"ٹھیک ہے بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے؟" اس کے ہونٹ اب بھی استہزائیہ مسکراہٹ سے سرشار تھے۔

"کیوں؟؟" مسکان نے پوچھا جبکہ جویریہ اس کے کیوں پر آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھے گئ۔آخر چاہتی کیا تھی وہ؟ "میرا مطلب ہے میں تو محبت میں کر رہی ہوں اور مجھے اپنوں کا بدلہ بھی لینا ہے تم کیوں مان گئ اتنی جلدی؟؟" وہ جویریہ کو الجھا ہوا دیکھ کر تفصیل دیتے ہوئے پوچھنے لگی۔۔

"میں نے کبیر کی محبت میں جو کرنا تھا کر چکی ہوں۔ مجھے اس سے نفرت ہے۔ بس یوں سمجھ لو میں انابیہ کے لیے سب کروں گی کیونکہ اس نے مجھ پر ایک احسان کیا تھا۔۔" مسکان نے اس کی ہر بات پر سمجھ کر سر ہلایا۔۔

"پھر غور سے سنو۔۔ کبیر نے انابیہ کے ساتھ مل کر میرے بھائی کو اغوا کیا ہے کیوں کیا ہے اس کی ڈیٹیل میں مت جائو۔ میرے بابا کو یہ سب معلوم گیا ہے تو وہ کچھ نا کچھ ضرور کریں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ کسی طرح انابیہ ان کے ہاتھ لگ جائے۔ وہ انابیہ کے بدلے ظفر کو مانگیں گے اور کبیر کو ان کی بات ماننے پڑے گی۔۔" اس کو بولتے ہوئے ٹوک کر جویریہ فوراً سے بولی۔۔

"ایک منٹ ایک منٹ تم انابیہ کی مدد کر رہی ہو یا اس کو موت کے منہ میں دھکیل رہی ہو؟؟" وہ بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"پوری بات سنو جویریہ مجھے ٹوکو مت۔۔" وہ درشتی سے بولی۔۔ "انابیہ کو ان تک پہنچانے والی تم ہو گی کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتی۔ تم اسے کال کر کے یہاں بلائو گی۔ میرے بابا کے بندے اس کا پیچھا کریں گے اور پھر اسے یہاں سے لے جائیں گے۔۔"

"تمہیں یقین ہے کہ تمہارا باپ اسے صحیح سلامت کبیر کو واپس کرے گا؟"

"نہیں میرے باپ نے اس کے لیے زہر تیار کر رکھا ہے۔۔" یہ ایک جملہ گویا بم کی طرح جویریہ کے سر پر پھٹا تھا۔

"واٹ!!!" وہ تقریباً چیخی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ "نکلو یہاں سے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرنے والی۔۔" اسے بے پناہ غصہ آیا تھا۔

"بیٹھو جویریہ کہا نا پوری بات سن لو۔۔ میں نے زہر کی بوتل تبدیل کر دی ہے جو جہانزیب کے پاس ہے وہ زہر نہیں ہے ایک عام سی درد کی میڈیسن ہے۔۔ جب انہیں یقین ہو جائے گا کہ انہوں نے زہر انابیہ کو دے دیا ہے وہ اسے کبیر کے حوالے کر دیں گے۔۔" جویریہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

"اس بات کی کیا گارنٹی ہے جیسا تم نے پلان کر رکھا ہے سب ویسا ہی ہو گا" اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"سب ایسا ہی ہو گا جیسا میں چاہتی ہوں اور بے فکر رہو میں پولیس کو لے کر وہاں وقت پر پہنچ جاؤں گی۔ اب بتاؤ تم میرا ساتھ دو گی؟؟"

"مجھے کچھ نہیں سمجھ آ رہا اگر میری کسی غلطی سے انابیہ کو کچھ ہو گیا تو؟؟" وہ کندھوں کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کچھ نہیں ہو گا۔۔ بس تم مجھ پر بھروسہ رکھو۔ میرے بندے وہیں آس پاس ہوں گے اور ایک جاسوس میں نے جہانزیب کے ساتھ چھوڑ رکھا ہے جو مجھے ہر چیز کی اطلاع دیتا رہے گا بس کوشش کرنا کہ انابیہ کو تمہاری وجہ سے کوئی نقصان نہ ہو۔۔"

"وہ میرے بلانے پر کبھی نہیں آئے گی کبھی بھی نہیں۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے ٹرانس کی سی حالت میں بول رہی تھی۔

"اب یہ تم پر ہے تم اسے مجھ سے بہتر جانتی ہو اسے کیسے بلانا ہے یہ سب تم پر ہے۔ میں تمہارے لیے کچھ گارڈز چھوڑ کر جا رہی ہوں۔۔" کہتے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "چاہے تو تم ان کی مدد لے سکتی ہو۔" وہ بولتے ہوئے اپنے گلے سے لاکٹ اتار رہی تھی۔ لاکٹ اتار کر اس نے بڑے احتیاط سے ٹیبل کے مرکز پر رکھ دیا۔ جویریہ نے الجھی نظروں سے اس لاکٹ کو دیکھا اور پھر اس کی مالکن کو۔

"اس میں کیمرہ لگا ہے۔اپنے فیصلے کے بارے میں مجھے جلد آگاہ کر دینا میں نے تمہیں میسج کیا ہے سو میرا نمبر تمھارے پاس آگیا ہو گا۔اب چلتی ہوں۔۔" کہتے ساتھ اس نے ٹیبل پر سے اپنا بیگ اٹھایا اور باہر کی طرف چل دی۔جویریہ نے ایک گہرا سانس بھرا اور اسے سی آف کرنے کے لیے اس کے پیچھے لپکی۔۔)

اب اس روشن کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔انابیہ کو ایک گہری سوچ میں مبتلا کر کے جویریہ مسلسل نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مسل رہی تھی۔کبیر بھی صوفے کی پشت پر سر ٹکائے چھت کو دیکھ رہا تھا۔ مسکان سے آخری ملاقات پر اس نے کم از کم یہ ضرور جان لیا تھا وہ اس کی مدد کبھی بھی نہیں کرے گی لیکن مسکان نے یہ ثابت کیا کہ ظلم نسل در نسل نہیں چلتا۔

کچھ لمحے کی خاموشی کے بعد جویریہ اپنی جگہ سے اٹھی اور انابیہ کے سامنے بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ گئی یوں کہ نظریں وہ اب بھی فرش پر ٹکائے ہوئے تھی شاید اس میں انابیہ کی آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔اس کی آنکھوں سے مسلسل بہتے آنسو دیکھ کر انابیہ منجمد رہ گئی۔

"کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟؟" آواز قدرے دھیمی تھی یوں جیسے اس میں معافی مانگنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔اس بار وہ اس قدر ٹوٹی ہوئی اور ندامت دکھائی دے رہی تھی کہ انابیہ کو اس کی معافی پر کم از کم آج شک نہیں ہوا۔جب پہلی دفعہ اس نے معافی مانگی تھی تب وہ جویریہ کوئی اور تھی جھوٹی اور منافق لیکن آج جو جویریہ اس کے سامنے بیٹھی اس سے معافی مانگ رہی تھی وہ کوئی اور تھی سچ مچ کی شرمندہ۔

"میں کیا کہوں جویریہ؟ایک رات میں ہی میں نے تمہارے اتنے روپ دیکھے ہیں کہ میرے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل ہو گیا ہے کہ تم اچھی ہو یا بری۔۔" وہ واقعی الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"نہ میں اچھی ہوں نہ بری۔۔بس میری نیت بری ہو گئی تھی۔۔" اپنے چہرے سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے اعتراف کیا۔۔"یہ سب جو بھی میں نے کیا زیادہ تر ہماری پلاننگ کا حصہ نہیں تھا۔میں نے مسکان کا فائدہ

اٹھایا۔اس کے دیے ہوئے گارڈز کا فائدہ اٹھایا۔میں جانتی تھی تم کبھی بھی میرے یوں بلانے پر نہیں آؤ گی اسی لیے میں نے انہی گارڈز کے ذریعے لالی کو اسی کو سکول میں قید کروادیا۔"ناک سے گیلی سانس کھینچ کر اس نے انابیہ کو دیکھا۔۔"جھومر میں نے نہیں گرایا تھا۔میں نے تمہیں مارنے کے لیے نہیں بلایا تھا میں بس کبیر کو سزا دینا چاہتی تھی تمہیں اس سے دور کر کے۔اس لیے میں نے پلان بنایا تھا کہ میں تمہیں نہ جہانزیب کے حوالے کروں گی نہ واپس کبیر کے پاس جانے دوں گی۔۔"اس نے بہت ہی نرمی سے انابیہ کا ڈرپ لگا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔۔"میں تم پر ہاتھ تک نہیں اٹھانا چاہتی تھی میں اس کے لیے بھی شرمندہ ہوں انابیہ۔۔ بس یوں سمجھ لو مجھ پر شیطان آگیا تھا۔مجھے نہیں معلوم میں نے تمہارے ساتھ کیسا جانوروں والا سلوک کیا ہو گا کیونکہ میں کبیر کی نفرت میں اپنے اعصاب کھو بیٹھی تھی۔۔"

"جب تمہیں شدید پینک اٹیک آیا تو میں بہت ڈر گئی تھی مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اس بیماری کا شکار ہو گی۔تب جا کر مجھے اپنے فیصلے پر سخت افسوس ہوا کہ نہ مسکان میرے گھر آتی نہ یہ سب ہوتا۔میں بہت ڈر گئی تھی مجھے یقین تھا جہانزیب تمہیں اور مجھے مار دے گا۔میں نے شدت سے دعا کی تھی مسکان کی سوچ کے مطابق وہ تمہیں اسی زہر سے مارے جو مسکان نے بدل دیا تھا تب جب جہانزیب نے مجھے بلایا اور میں نے اس کے ہاتھ میں وہ زہر دیکھا تو میرے دل کو اطمینان ہوا کہ مسکان کا اندازہ بلکل ٹھیک نکلا۔میں کسی طرح تمہیں اشارہ دے دینا چاہتی تھی کہ یہ زہر نہیں ہے مگر میں مجبور تھی میری ذرا سی غلطی تمہاری جان خطرے میں ڈال سکتی تھی۔۔"رک کر اس نے پھر امید بھری نظروں سے انابیہ کو دیکھا۔۔"تم مجھے جو سزا دینا چاہو مجھے منظور ہے تم چاہے پولیس کو کال کرو یا اپنے ہاتھوں سے مجھے سزا دو میں یہی ہوں۔۔"انابیہ نے باری باری اس کی دونوں آنکھوں میں دیکھا پھر اس سے نظریں چرا لیں۔اگلے ہی لمحے اس نے اپنا ہاتھ بھی جویریہ کی نرم

گرفت سے آزاد کروالیا۔ بغیر اسے دیکھے اس نے کبیر کو دیکھا جو سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے منع کر رہا تھا۔ اسے بتا رہا تھا کہ اسے معاف کرنے کی غلطی ایک بار وہ کر چکا تھا وہی غلطی اب وہ نہ دہرائے۔

"تم مجھ سے کن غلطیوں کی سزا کی توقع رکھتی ہو جویریہ؟ وہ غلطیاں جو تم نے کی ہی نہیں۔ میں کون ہوتی ہوں سزا کا فیصلہ کرنے والی؟؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھے اس سے پوچھ رہی تھی۔۔ "میں تمہارے گھر پر تھی تم چاہتی تو اپنے ہاتھوں سے میرا کام تمام کر سکتی تھی۔ مجھے مار سکتی تھی لیکن تم نے تو ایسا کچھ نہیں کیا۔ جھومر تم نے نہیں گرایا پھر بھی تمہاری سنے بغیر ہی میں نے تمہیں برا بھلا کہا۔ تم پر سب سے پہلے ہاتھ میں نے اٹھایا تمہیں زخمی کیا۔ تمہارے دل میں اگر واقعی میرے لیے نفرت ہوتی تو تم جہانزیب کو بتا سکتی تھی کہ اس بوتل میں زہر نہیں ہے مگر تم نے ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ مجھے انجیکشن بھی اپنے ہاتھوں لگایا کہ کہیں جہانزیب از خود زہر دیتے ہوئے زہر کی شناخت نہ کر لے۔ تمہاری آنکھوں میں خوف میں نے اسی وقت بھانپ لیا تھا۔ میں تمہاری اور مسکان کی مشکور ہوں جو کچھ بھی تم دونوں نے میرے لیے کیا وہ بہت زیادہ ہے جویریہ۔۔ چاہے اس پلاننگ میں تم نے کتنی ہی تبدیلی کی تھی کم از کم تم نے مجھے نقصان نہیں پہنچایا۔" وہ بولتی گئی اور جویریہ سنتی گئی۔

"میں نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے انابیہ مان لو۔۔"

"میں اسے نقصان پہنچانا نہیں مانتی۔ اصل نقصان تم مجھے تب پہنچاتی جب تم جہانزیب کو زہر کے نقلی ہونے کا بتا دیتی اور اس کی باتوں پر آ کر تم سچ مچ مجھے مار دیتی۔۔" اس نے آگے بڑھ کر جویریہ کا ہاتھ اپنے گرم ہاتھوں میں لیا جس پر جویریہ ساکت رہ گئی۔۔ "تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہوئی جویریہ سلطان۔ انابیہ احمد عالم کا قتل تمہارے ہاتھوں نہیں ہوا۔۔" بات مکمل کرتے ہی وہ آگے ہو کر اس کے گلے لگ گئی۔ جویریہ کی رگوں میں چلتا خون اسے رکتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ کچھ لمحے ہل نہیں سکی۔۔

کبیر نے سر پھر سے ٹیک پر گرا لیا اور آنکھیں بند کر گیا۔ اس نے جویریہ کو سب سے پہلے معاف کیا تھا مگر اب نہیں جس حال میں انابیہ تھی اس سب کا ذمہ دار وہ اسے ہی سمجھتا تھا۔ کم از کم اپنی زندگی میں وہ جویریہ کو کبھی دوبارہ معاف نہیں کرے گا اور انابیہ کے معاملے میں اس پر بھروسہ کبھی نہیں کرے گا۔ انہی سوچوں میں غرق اسے اپنے کندھے پر کسی کی تھپکی محسوس ہوئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا عالیان اس کے ساتھ کھڑا اسے تسلی آمیز انداز میں دیکھ رہا تھا جس پر وہ صرف زخمی انداز میں مسکرایا اور کچھ نہیں بولا۔ ان دونوں کو بس اس بات کی خوشی تھی کہ انابیہ کو ابھی تھوڑی دیر میں ڈسچارج کر دیا جائے گا وہ جلد از جلد اسے گھر لے جانا چاہتے تھے۔

آج کی صبح خوشگوار تھی۔ سورج بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا تھا اور ہوائیں سکون کا پیغام لیے عالم ہاؤس کی کھڑکیوں سے اندر داخل ہو رہی تھیں۔ انابیہ کے ڈسچارج ہونے کی خوشی میں سب لوگ لونگ روم میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

''بھئی اب جو بھی ہو آج تو میں تاریخ لے کر ہی جاؤں گی۔'' آمنہ بیگم نے اپنا چائے کا کپ سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بڑے ہی تنبیہی انداز میں کہا۔ ''میں جلد از جلد انابیہ کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں۔۔'' وہ چائے پی چکی تھیں اور اب صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بڑی ہی اطمنانیت سے سب کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر رہی تھیں۔ انابیہ بلکل ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ان کے اتنے بڑے فیصلے کے بعد بھی اس کے چہرے پر کوئی تاثرات نہیں تھے۔ وہ ہنوز سنجیدگی سے ہر طرف دیکھ رہی تھی جبکہ کبیر اپنی ماں کے فیصلے پر دل سے خوش ہوا تھا اور اس کے

ہونٹوں پر بکھری مسکراہٹ اس بات کی گواہی دے رہی تھی۔ وہ جس صوفے پر بیٹھا تھا اس کے ٹھیک ساتھ جہانگیر صاحب اور عالیان بیٹھے تھے۔

"آپ کی امانت ہے جب چاہے لے جائیں ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوگا۔۔" ویل چیئر میں بیٹھے ناصر صاحب مسکراتے ہوئے گویا ہوئے۔

"اور تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟" آمنہ بیگم نے اپنے ساتھ بیٹھی انابیہ سے پوچھا۔ جبراً مسکراتے ہوئے اس نے سر نفی میں ہلایا اور پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ کبیر نے اس کے چہرے پر غور کیا تو اسے محسوس ہوا شاید وہ کسی کو ڈھونڈ رہی ہے اور جس اہم موضوع پر بات ہو رہی ہے اس کی تو جیسے اسے بلکل بھی پرواہ نہیں ہے۔ وہ مسلسل نظریں دروازے پر ٹکائے ہوئے تھی۔ دفعتاً دروازے سے ردا اور مسکان مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔ کبیر نے دیکھا وہ یک ٹک مسکان کو دیکھ رہی تھی۔ پیشانی پر اب لکیروں کا تناؤ زیادہ تھا۔ نا جانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا؟

"بس ٹھیک ہے اگلے مہینے کی تین تاریخ ٹھیک رہے گی۔۔" انابیہ نے چونک کر آمنہ بیگم کو دیکھا۔ اگلے مہینے کی تین تاریخ اور آج تھی اکیس تاریخ اور یہ مہینہ تھا اکتیس کا۔ اس حساب سے اسے صرف تیرہ دن کی مہلت دی گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ بہت کم وقت ہے مگر پھر بھی کچھ نہیں بولی۔

"جیسے آپ کی مرضی۔۔ جو بھی تاریخ آپ کو مناسب لگے میں اپنی دونوں بیٹیوں کی رخصتی ایک ساتھ ہی کروں گا۔۔" اس بار چونکنے کی باری ردا اور عالیان کی تھی۔ عالیان تو بہر حال اگلے لمحے خود کو کمپوز کر گیا تھا لیکن ردا بنا پلکیں جھپکے اپنے تایا ابو کو دیکھ رہی تھی۔

"آپی کی رخصتی تو ہو جانے دے نا تایا ابو۔۔" اس نے بڑے ہی عاجزانہ انداز میں منت کی لیکن ناصر صاحب نے سر جھٹک دیا۔

"رخصتی تو تم دونوں کی ساتھ ہی ہو گی۔۔" وہ ابھی بول رہے تھے کہ عالم خان نے اپنی خواہش بھی سامنے پیش کر دی۔

"اور دونوں کی رخصتی انشاءاللہ سے خان حویلی سے ہی ہو گی۔۔" ان کی خواہش پر ناصر نے سر اثبات میں ہلایا۔ انابیہ کو ان باتوں سے فلحال کوئی لینا دینا نہیں تھا اس کے دماغ میں بس جویریہ کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔ اس نے ایک نظر مسکان کو دیکھا وہ ردا سے کچھ کہہ رہی تھی اور پھر کبیر کو وہ جہانگیر صاحب سے کوئی بات کر رہا تھا۔ ان پر سے نظریں ہٹاتے ہی اس نے اپنا فون سامنے کیا۔ کبیر کی چیٹ کھولی تیز تیز میسج ٹائپ کیا اور سینڈ کر دیا۔ فون کی چھوٹی سی بیپ پر کبیر نے جہانگیر صاحب سے بات کرتے ہوئے بڑے ہی مصروف انداز میں جیب سے فون نکالا۔

"باہر آؤ مجھے بات کرنی ہے۔۔" انابیہ کا میسج پڑھتے ہی اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ ایکسکیوز کر کے بنا اسے دیکھے باہر کی طرف چل دی۔ کبیر نے آس پاس دیکھا کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔۔

"ایک ضروری کال ہے ڈیڈ میں آتا ہوں۔۔" اس نے کچھ تو کہنا تھا سو جہانگیر صاحب سے یہی کہہ کر باہر کی طرف چل دیا۔

گھر سے باہر نکلتے ہی اس نے پہلے بائیں دیکھا وہ وہاں نہیں تھی پھر دائیں دیکھا وہ وہیں تھی۔ سبز گھاس پر اس کی طرف پشت کیے وہ کھڑی تھی۔ آہٹ پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا کبیر جہانگیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"اگر تمہیں تاریخ سے مسئلہ ہے تو میں۔۔"

"مجھے تمہارے جھوٹ سے مسئلہ ہے تمہاری باتیں چھپانے والی عادت سے مسئلہ ہے۔ بتاؤ میں کیا کروں؟" وہ اونچا بول رہی تھی۔

''آہستہ بولو بیا تمہاری طبیعت۔۔"

''بھاڑ میں گئی میری طبیعت۔۔ تم مجھے سب کچھ ایک ہی دفعہ میں کیوں نہیں بتا دیتے؟؟ ہر بار مجھے کچھ نیا معلوم ہوتا ہے تمہارے بارے میں۔ دیکھو کبیر مجھ سے آدھے ادھورے کبیر بن کر پیش مت آئو۔ تمہیں پتہ ہے میں تم سے محبت کرتی ہوں اور مجھے لگتا ہے میں تمہیں جانتی ہی نہیں ہوں۔ تم میرے لیے دن بہ دن انجان بنتے جا رہے ہو۔۔" روانی میں بولتے بولتے اس نے رک کر گہرا سانس لیا۔ وہ اتنی سختی سے بات کر رہی تھی اسے اندازہ تھا۔ "تم مجھ سے کچھ وقت ناراض رہے ٹھیک ہے بنتا تھا۔۔ تم نے نام بدلا۔۔ ٹھیک ہے تم خود میری حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ تم مجھے کسی دوسرے انسان کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ تم نے ہر طرح سے میری مدد کی عالیان کا ساتھ دیا۔۔ سب ٹھیک ہے لیکن مسکان۔۔" وہ نم آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھے گئی۔ کبیر کے گلے میں کچھ اٹک گیا۔ تو کیا وہ اس پر شک کر رہی تھی؟

''میں شک نہیں کر رہی بس مجھے اتنا بتا دو تم اسے کیسے جانتے ہو اور اس کا دل ٹوٹنے کی وجہ تم کیوں ہو؟؟"

کبیر کچھ نہیں بولا۔ وہ چپ چاپ بس اس سے نظریں چرا گیا۔ وہ اسے کیا بتاتا کہ اس نے جہانزیب کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے اس کی صاف دل بیٹی کا استعمال کیا تھا۔ اسے اپنی محبت کے جال میں پھنسایا تھا۔ نہیں ایسے تو وہ انابیہ کی نظروں میں گر جائے گا۔ کاش وہ یہ سچ کبھی نہ جانے۔

''بولو نا کبیر کیسے جانتے ہو تم اس حیدر آباد میں رہنے والی لڑکی کو؟؟" اسے کبیر کی خاموشی اس وقت زہر لگ رہی تھی۔

''ریس لگائی تھی میں نے اس کے ساتھ۔۔" اس آواز پر وہ دونوں چونکے کبیر نے نظریں اٹھا کر بائیں طرف دیکھا۔ وہاں مسکان کھڑی تھی۔ ''یہ حیدر آباد آیا تھا وہاں سڑک پر اتفاقاً مجھے مل گیا۔ اس کی بائیک کی سپیڈ بہت تیز تھی۔ مجھے غصہ آیا کہ کوئی مسکان سے تیز کیسے ہو سکتا ہے سو میں نے اس کے ساتھ ریس لگائی۔۔"

وہ چلتے چلتے ان کے قریب آ کر رک گئی۔ کبیر کی اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔ وہ جانتا تھا مسکان سب سنبھال لے گی۔۔ "خیر پھر یہ جیت گیا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ میں جہانزیب کی بیٹی ہوں۔ چونکہ میں حیدر آباد میں رہتی تھی تو بس اس نے مجھے بتایا کہ یہ حیدر آباد عالم خان سے ملنے آیا ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اسے یہ بتا کر میں عالم خان کی پوتی ہوں اور اسے بڑا تعجب۔۔ "انابیہ ماتھے پر ڈھیروں بل لیے اسے سن رہی تھی اور کبیر اس کے جھوٹوں پر دل ہی دل میں اسے داد دے رہا تھا۔۔

"میں نے اس کو عالم خان سے ملانے کے لیے ایک شرط پیش کی۔ میں اسی دن اسے ملوا سکتی تھی مگر مجھے اس سے اپنی ہار کا بدلہ لینا تھا سو میں نے اس سے کہا کہ اگر یہ دوبارہ مجھ سے ریس لگانے آئے گا تو ہی میں اسے عالم خان سے ملواؤں گی۔۔ اس کا ملنا بہت ضروری تھا تو اس کے پاس سوائے میری بات ماننے کے دوسرا کوئی چارہ نہیں تھا۔ "ایک نظر اس نے کبیر کو دیکھا جس پر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا جبکہ انابیہ اب بھی مسکان کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔ "جب یہ دوبارہ آیا اس نے مجھے پھر سے ہرا دیا۔ مجھے بہت غصہ آیا تھا میں نے اس ایک دن میں چار پانچ دفعہ اس سے ریس لگائی تھی۔ میں نہیں جیت سکی اور بس انہی چکروں میں۔۔ "وہ رک گئی۔ ایک کرب سا آکر اس کے چہرے پر ٹھہر گیا۔ کبیر نے محسوس کیا تھا۔ "مجھے اس سے محبت ہو گئی۔ "انابیہ نے نظریں چرا لیں وہ کبیر کے لیے ایسی باتیں نہیں سن سکتی تھی۔۔ "پھر میں نے اسے عالم خان سے ملوایا۔ دونوں میں کیا بات ہوئی میں اس وقت نہیں جانتی تھی۔ بس جب کراچی اس سے ملنے آئی تھی اسے اپنی محبت کی داستان سنانے آئی تھی تو اس نے مجھ سے کہا کہ وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے نہ صرف یہ اس بے رحم نے اسی دن مجھے میرے باپ کی سچائی بتا دی۔ "وہ زخمی انداز میں مسکرائی۔۔ "خیر میں نے یقین تو نہیں کیا یقین تو تب آیا جب میں نے سب اپنے دادا کے منہ سے سنا تھا۔۔ محبت میں کرتی ہوں اس سے انابیہ اس میں اس کا کیا قصور؟ یہ تو تمہیں چاہتا ہے نا تمہارے لیے اس نے یہ سب کچھ کیا۔ مجھ سے تو بس اس نے مدد مانگی تھی۔۔"

انابیہ نے باری باری دونوں کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر مکمل طور پر مسکان کی طرف گھوم گئ۔۔

"اس نے یہ سب میری محبت میں کیا اور تم نے؟ تم نے یہ سب اس کی محبت میں کیا؟ جہانزیب تو باپ تھا نا تمہارا۔۔"

"غلط میں نے یہ سب اپنے دادا جان کی محبت میں کیا۔ میں اس دنیا میں سب سے زیادہ انہیں چاہتی ہوں اور کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ محبت میں انسان سب کر سکتا ہے۔" یہ بات اس نے کبیر کو دیکھتے ہوئے کہی تھی۔۔ "میں نے یہ سب تم لوگوں کو انصاف دلانے کے لیے کیا۔۔ جس شخص کی وجہ سے میرے دادا جان اتنے سال اپنی اولاد سے دور رہے مجھے اس سے بدلہ لینا تھا چاہے وہ میرا باپ ہی کیوں نہیں تھا۔ حقیقت صرف یہ ہے کہ وہ غلط انسان تھا اور میرا ضمیر غلط انسان کا ساتھ دینے کے لیے کبھی نہ مانتا سو میں نے صحیح کا ساتھ دیا۔۔ رہی بات کبیر کی محبت تو انابیہ مجھے موو آن کرنے آتا ہے اور صرف مجھ جیسی لڑکیوں کو ہی آتا ہے جو اپنے باپ کو جیل تک پہنچا سکتی ہیں۔" اس نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اللہ تم دونوں کو ہمیشہ ساتھ خوش رکھے۔۔" دل سے دعا دے کر وہ مسکرائی تو اس کے ڈمپل نمایاں ہوئے۔ جواباً انابیہ بھی مسکرائی۔ اب جا کر جب اسے سارے سوالوں کے جواب مل گئے تھے تو اس کی دل کو سکون ہوا تھا۔

"ہمارے لیے اتنا کچھ کرنے کے لیے بہت شکریہ مسکان۔۔"

"اہم انابیہ۔۔ تم لوگ میری فیملی ہو اور اپنی فیملی کے لیے میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے بدلے مجھے تھینکس نہیں تم سب کی محبت چاہیے تم سب کا ساتھ چاہیے۔۔" انابیہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس نے بہت ہی پیار سے کہا۔۔" ہم فیملی ہیں اور فیملی بن کر رہیں گے۔۔" سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے۔ ایک نظر کبیر کو دیکھا جس پر اس نے تشکر آمیز انداز میں سر کو خم دیا پھر وہ پلٹ گئ اور ان کو ساتھ چھوڑ کر مسکان اپنے راستے چل دی۔

''موو آن ؟؟ موو آن کیا ہوتا ہے ؟ یہ تو وہ لفظ تھا جس کا اس نے اپنی بیس سالہ زندگی میں کہیں استعمال نہیں کیا تھا اور جس چیز کا انسان نے استعمال نہ کیا ہو وہ اسے کبھی نہیں آتا۔ وہ بس ایک بات جانتی تھی ایک محبت جو وہ اپنے باپ سے کرتی تھی اور ایک محبت جو وہ کبیر سے کرتی تھی۔ ان دونوں محبتوں سے وہ کبھی موو آن نہیں کر سکے گی۔ وہ ساری عمر اپنے باپ کے پیار کے لیے تڑپے گی ساری عمر کبیر کی محبت کے لیے تڑپے گی اور کچھ نہیں کر سکے گی کیونکہ اس جیسی نرم دل لڑکی کے لیے ان دونوں کی کہانی میں جہانزیب بننا تو مشکل تھا ہی لیکن ان کی کہانی سے نکل جانا سب سے زیادہ اذیت ناک تھا اور اس نے یہی اذیت چنی تھی۔ اپنے لیے ازیت چن کر دوسروں کو ان کے حصے کی محبتیں دینا بس اعلیٰ ظرفوں کی ہی صفت ہوتی ہے۔"

اکتاہٹ بھرا سانس بھر کے اس نے ہاتھ میں پکڑا پلانر اپنے سامنے پڑے ٹیبل پر پٹخ دیا۔ چونگم چباتے ہوئے اب وہ اپنی ریوالونگ چیئر کو دائیں بائیں گھما رہی تھی۔ نظریں ہنوز ٹیبل پر پڑے اس پلانر پر ٹکی ہوئی تھیں۔ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔ لالی نے چونک کر سر اٹھایا اور باہر والے کو اندر آنے کی اجازت دی۔ ہلکی سی آواز سے دروازہ کھلا اور اس کی پرسنل سیکرٹری کا چہرہ دکھائی دیا۔

"میڈم لاریب کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔۔"

"اس کون کا کوئی نام بھی ہو گا۔" کہہ کر اس نے منہ میں چباتے ہوئے چونگم کا غبارہ پھلایا۔

"جی۔ اپنا نام فرہاد میر بتا رہا ہے۔ بھیج دوں اسے ؟" فرہاد کا نام سنتے ہی لالی کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ وہ اتنی حیران تھی کہ بس سرہاں میں ہی ہلا سکی۔ سیکرٹری دروازہ بند کر کے چلی گئ۔ سوچتے سوچتے لالی نے اپنے

دائیں طرف لگے بڑے سے شیشے میں خود کو دیکھا۔ وہ چونگم کا غبارہ پھوڑنا بھول ہی گئی تھی۔ تیزی سے غبارہ پھوڑا، سامنے ٹیبل سے ریپر اٹھایا اور منہ کے قریب لے جا کر چونگم اس میں ڈال کر لپیٹا اور اٹھ کر ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔ ایک نظر شیشے میں دیکھ کر سیاہ ساڑھی کا پلو ٹھیک کیا۔ آنکھوں میں لگا گہرا کاجل بلکل صحیح لگ رہا تھا البتہ ہونٹوں کے کناروں پر لپ اسٹک تھوڑی پھیلی ہوئی تھی۔ تیز تیز اپنی انگلی کی مدد سے وہ نشانات صاف کیے اور دوبارہ آ کر اپنی چیئر پر بیٹھ گئی۔ دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ پر سکون سانس خارج کر کے اس نے "یس" کہا۔ اگلے ہی لمحے دروازہ کھلا اور اس سرمئی آنکھوں والے کا چہرہ دکھائی دیا۔ سیاہ ہڈی اور سیاہ پینٹ پہنے بالوں کی پونی بنائے وہ بلا جھجھک اندر داخل ہوا۔ ہیزل آنکھوں پر سیاہ کاجل لگائے سامنے چیئر پر بیٹھی لڑکی اسے آنکھیں چھوٹی کیے دیکھ رہی تھی۔ آج وہ فرہاد کو بلکل ایک بلی لگ رہی تھی۔

"کیوں آئے ہو؟" اس قدر ڈائریکٹ بے عزتی پر فرہاد کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"میرے خیال سے اگر کوئی مہمان آئے تو اس کے آنے کی وجہ پوچھنے سے پہلے اسے بیٹھنے کو کہا جاتا ہے۔ آپ بیٹھنے کا نہیں کہیں گی؟" وہ معصومیت سے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"جب میرے بلائے بغیر آ گئے ہو تو میرے کہے بغیر بیٹھ بھی جاؤ کیا فرق پڑتا ہے۔۔ تشریف رکھیں پلیز۔۔" ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہتے ہوئے لالی نے سامنے پڑے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ فرہاد بڑی تابعداری سے سر کو خم دیتے ہوئے صوفے پر جا بیٹھا۔

"آپ کا آفس بہت پیارا ہے۔۔" لمحہ بھر کو چپ ہوا۔ لالی کو دیکھا جو آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھور رہی تھی۔۔

"کیا کر رہی ہیں ہنی بی؟ اتنا کیوں گھور رہی ہیں میں بہت جلدی شرما جاتا ہوں۔۔" وہ جھینپ کر مسکرایا۔ لالی نے کوفت سے سر جھٹکا۔ تو اس بے شرم انسان کو شرمانا بھی آتا تھا۔

"منہ سے تو تم نے وجہ بتانی نہیں ہے سوچا دماغ پڑھنے کی ہی کوشش کر لوں۔ سو وہی کر رہی تھی۔۔"

"دماغ کی جگہ جناب کا دل پڑھ لیں تو آپ کا کرم ہو گا۔۔" وہ بڑبڑایا تھا لیکن بڑبڑاہٹ اتنی واضع تھی کہ لالی نے سن لی تھی۔اس کے چہرے کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر فرہاد نے اعتراف کیا وہ واقعی بلی بھی تھی۔

"خیر میرے دماغ کو پڑھ کر کیا جانا آپ نے ؟؟" بڑے اطمینان سے وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"کچھ نہیں۔خالی دماغ نہیں پڑھے جا سکتے سو میری کوشش رائگاں گئی۔۔" بڑے ہی آرام سے اس نے ایک طنز اٹھا کر پھینکا تھا فرہاد کے منہ پر۔اس نے محض کندھے اچکائے کیونکہ وہ جانتا تھا فرہاد میر کی قسمت ہی ایسی تھی اس کا پالا ایسے ہی طنزیہ لوگوں سے پڑتا تھا مگر سب بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اسے ایسے ہی طنزیہ لوگوں سے بڑی جلدی پیار بھی ہو جاتا تھا۔سو اس نے اپنی قسمت،دل اور دماغ کو ڈھیروں لعنتیں دیں۔

"یہاں سے گزر رہا تھا سوچا آپ کا حال احوال پوچھتا ہوا جائوں۔۔" بلآخر اس نے وجہ بتا ہی دی لیکن لالی جانتی تھی وہ جھوٹ بول رہا ہے وہ اسپیشل اس سے ملنے آیا تھا۔جناب کے سارے ارادوں سے وہ آج اچھے سے واقف ہو گئی تھی خیر وہ کیا کہتی ان جناب نے اس رات محترمہ کی بہت مدد کی تھی اور سب سے بڑی بات وہ آج کل انابیہ کی فیملی کا ایک فرد بھی بنا ہوا تھا بدقسمتی سے۔

"آپ کے ہاں مہمانوں سے چائے وائے پوچھنے کا رواج نہیں ہے ؟"اس نے اگلی شکایت کی۔

"نہیں ہے۔اور بن بلائے مہمانوں سے پوچھنے کا رواج تو بلکل بھی نہیں ہے۔"

"مہمان مہمان ہوتے ہیں ہنی بی۔اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔اب جب تک چائے آتی ہے آپ کو مجھے برداشت کرنا پڑے گا۔جتنی جلدی آئے گی اتنی جلدی جان چھوٹے گی آپ کی مجھ سے۔۔"لالی نے بغیر اگلی بات کہے لب بھینچ کر انٹر کام اٹھا کر کان سے لگایا۔وہ دونوں ایک دوسرے کو ہی دیکھ رہے تھے۔لالی کھا جانے والی نظروں سے اور فرہاد معصوم نظروں سے۔

"ایک چائے بھجوادو۔۔" حکم صادر کرتے ہی اس نے انٹر کام رکھ دیا پھر فرہاد کو دیکھا اور جبراً مسکرائی۔ وہ بھی اسی کے انداز میں مسکرایا پھر وہ سنجیدہ ہو گئی وہ بھی یکدم سنجیدہ ہوا۔ پھر اس نے نظریں چرا لیں لیکن فرہاد نے یہ زحمت نہیں کی۔ وہ اب دوبارہ انہی پیپرز کی جانب متوجہ ہو گئی تھی اور فرہاد میر اسی کو دیکھ رہا تھا لیکن اب کی بار مسرور ہو کر۔۔

"آپ نے بلایا ڈیڈ۔۔" وہ دروازہ کھولتے اندر داخل ہوتے ساتھ بولا۔ ناصر نے گردن گھما کر اسے دیکھا اور مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔ عالیان قدم اٹھاتا ان کے قدموں میں جا بیٹھا۔

"صوفے پر بیٹھا کرو یوں بار بار میرے قدموں میں آکر کیوں بیٹھ جاتے ہو؟" وہ اس سے گلہ کر رہے تھے جس پر عالیان کے چہرے پر زخمی سا تاثر ابھرا۔

"مجھے یہاں سکون ملتا ہے۔ بیٹھنے دیا کریں نا۔۔" وہ معصومانہ انداز میں گویا ہوا تو ناصر سر جھٹک کر رہ گئے۔

"بابا سائیں چاہتے ہیں بلکہ ان کی خواہش ہے کہ حیدر آباد کی زمینیں تم سنبھالو۔۔" اس کے چہرے کی مسکراہٹ یکدم ہی غائب ہوئی۔۔ "وہ خود تم سے کہتے مگر وہ ڈرتے ہیں تم سے۔۔" انہوں نے ہنستے ہوئے کہا مگر عالیان کے لیے ہنسنا مشکل تھا۔

"آپ نے انکار کر دیا نا؟؟" وہ تفتیشی نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"میں کیوں انکار کرتا عالیان؟ وہ ہماری زمینیں ہیں کون دیکھ بھال کرے گا ان کی؟" عالیان نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"عالم خان سے کہیں کہ اب انہیں یاد آ گئی ہے ہماری جب ان کی زمینیں بے سہارہ ہو گئی ہیں۔۔" وہ قدرے سرد مہری سے بول رہا تھا۔

"پہلی بات تو ادب سے انہیں داداسائیں کہا کرو۔ آئیندہ میں تمہارے منہ سے ان کا نام نہ سنوں عالیان۔۔ دوسری بات انہیں پچھتاوا ہے نا اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ ویسے بھی میں نے اپنی پھول جیسی بیٹی تمہیں سونپی ہے بھئ تمہاری تنخواہ پر اس کا گزارہ نہیں ہونے والا۔ لات مارو اس نوکری کو۔ ہم خان حویلی میں رہیں گے ہمیشہ کے لیے اور تم زمینیں سنبھالو گے۔۔ میں اور کچھ نہیں سن رہا۔۔" تنبیہی انداز میں کہتے ہی وہ رخ موڑ گئے۔

"ڈیڈ!!" وہ ملامتی نظروں سے ان کو دیکھے گیا۔ دو منٹ کے اندر اندر انہوں نے عالیان کی بے عزتی کر دی تھی۔ ناصر صاحب اسے نہیں دیکھ رہے تھے۔ گہرا سانس بھر کے اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔ میں گدی نشین بننے کے لیے تیار ہوں۔۔" اس نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔

"تم سچ بول رہے ہو نا۔۔" عالیان نے نرمی سے ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"میں نے ضد کرنا چھوڑ دی ہے ڈیڈ۔ اب میں صرف آپ کی سنوں گا۔۔ جیسا آپ کہیں گے میں بلکل ویسا ہی کروں گا بس مجھ سے ہمیشہ راضی رہیے گا۔۔" اس نے پیار سے ان کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہا۔ ناصر نے فخریہ انداز سے اسے دیکھا۔ ان کا عالیان انہیں واپس مل گیا تھا وہ تو بہت پہلے ہی مل گیا تھا۔

تاریخ: ۳ جنوری

شہر: حیدر آباد

وینیو: خان حویلی

وہ قد آور آئینے کے سامنے کھڑی تھی وہی آئینہ جس کے کنارے سنہری لکڑی کے بنے تھے۔ سرخ کامدار دلہن کے جوڑے میں آج وہ واقعی کسی شاہی خاندان کی شہزادی لگ رہی تھی حالانکہ نہ ابھی اس کا میک اپ ہوا تھا نہ ہی اس کے بال سنورے تھے پھر بھی اس کے وجود پر وہ سرخ جوڑا ہی قیامت ڈھا رہا تھا۔ خود کا ہر طرف سے معائنہ کر کے جب وہ اپنے جوڑے سے مطمئن ہو گئی تھی تبھی وہ پیچھے کمرے میں ٹہلتی مسکان کی طرف گھومی جو کب سے فون کان سے لگائے ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

"کیا ہوا نہیں اٹھا رہی ناکال۔۔" بھاری جوڑے کو دونوں اطراف سے پکڑے وہ مسکان کے قریب جا کر تپے ہوئے انداز میں بولی۔ گہرے سبز رنگ کے چمکتے ہوئے گاؤن میں ملبوس کھلے بالوں والی مسکان نے گہرا سانس بھر کر اسے دیکھا اور سر نفی میں ہلا گئی۔

"پتہ تھا مجھے۔۔ عجیب لڑکی ہے خود بیٹھی پارلر میں تیار ہو رہی ہو گی اور مجھے دیکھو زرا۔۔" اس نے خود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور بیڈ پر جا بیٹھی۔

"یار انابیہ تمہیں کس نے کہا تھا کہ ردا کی بات مانو؟ تم خود بھی تو کسی پارلر میں اپنی بکنگ کروا سکتی تھی یا پھر مجھے ہی بتا دیتی اتنے اچھے پارلر میرے پتے میں ہیں۔۔" وہ اب بھی مسلسل فون کان سے لگائے کھڑی انابیہ کو سنا رہی تھی۔

"تو میں کیا کرتی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میری بکنگ وہ کروا چکی ہے اور بیوٹیشن گھر آ کر تیار کرے گی مجھے۔ نا جانے کیسی پارلر والی ہے وقت کی پابندی نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔" اس کا انداز اب رونے والا ہو گیا تھا کیونکہ اب تو حد ہو گئی تھی ان کے پاس وقت بھی کافی کم تھا۔

"اس لڑکی کو سمجھنا واقعی ہی مشکل کام ہے۔ جہاں خود کی بکنگ کروائی ہے وہیں تمہاری بھی کروادیتی تو کیا بگڑ جاتا اس کا۔۔" مسکان جوردا کی شان میں بول رہی تھی موبائل غصے میں بیڈ پر پٹخ کر خود بھی وہیں بیڈ پر ہی بیٹھ گئی۔

"اوپر سے یہ پارلر والی لگتا ہے حیدر آباد نہیں لاہور سے آرہی ہے۔۔" کوفت سے کہتے ہوئے انابیہ نے اپنا سر گھٹنوں میں چھپالیا۔

"جی بلکل لاہور سے ہی آرہی ہوں اور شکر کرو کہ تمہاری اتنی بیوفائی کے بعد آبھی گئی ہوں۔۔" جانی پہچانی آواز پر انابیہ سر اٹھانا بھول ہی گئی۔ اسے لگا شاید اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ وہ کیا کرے کیا وہ سر اٹھا کر دیکھے؟ ہاں اسے سر اٹھا کر دیکھنا تھا اسے خود کو یقین دلانا تھا کہ اسے واقعی سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ تبھی اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو بس ساکت رہ گئی۔ پلکیں جھپکنا بھول گئی۔

"اب یہ مت کہنا کہ میں تمہیں یاد بھی نہیں ہوں۔۔ خدا کے لیے مت بولنا ورنہ میں الٹے پیر لاہور چلی جائوں گی۔۔" وہ اس سے گلہ کر رہی تھی مگر انابیہ بس دم سادھے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"سب سے پہلے تو مجھے بتائو تم کس پارلر سے آئی ہو اول شکایت تو درج کروں کہ میڈم ہی وقت کی پابند نہیں ہیں تو ورکرز کیا خاک ہوں گی۔۔" مسکان ہاتھ جھاڑتے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"میں کسی پارلر وارلر سے نہیں آئی۔ اس بے وفا محترمہ کی پرانی دوست ہوں جسے کچھ بھی بتائے بغیر یہ چھوڑ آئی تھی۔۔" مسکان کو اس کی اس بات پر قدرے تعجب ہوا۔ اس سے پہلے وہ مزید کچھ پوچھتی انابیہ بمشکل اٹھی اور مسکان کے ساتھ کھڑے ہو کر سامنے والی کو نم آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

''ہاں ہاں کوئی سراب کوئی خواب کوئی دھوکا نہیں ہوں میں سچ کی زارا مبین تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔۔'' کہتے ہوئے وہ انابیہ کے گلے آلگی۔ وہ ہل نہیں سکی اور آنسو بہہ نکلے۔ کچھ ہی سیکنڈز بعد اس نے روتے ہوئے زارا کے گرد اپنا حصار باندھا اور زار و قطار رونے لگی۔

''بس کردو انابیہ اچھی بلیک میلنگ ہے۔۔'' وہ اس کی کمر تھپکتے ہوئے بولی۔۔ ''میں تو اچھا خاصا ڈانٹنے آئی تھی لیکن تم نے تو رونا ہی شروع کردیا۔۔'' وہ جب پیچھے ہوئی تو انابیہ کے آنسو اپنے ہاتھوں سے پونچھنے لگی۔

''عاصم بھی آیا ہے؟''اس نے بمشکل خود کو سنبھال کر یہی سوال پوچھا۔

''کیسے نہ آتا۔اس کے دوست کی شادی ہے۔ویسے تمہیں اندازہ نہیں ہے بیا میں کتنی خوش ہوں تم دونوں کے لیے۔ محبت کے قصے ایسے بھی پورے ہوتے ہیں میں نے بس کہانیوں میں سن رکھا تھا۔۔'' وہ اس کو دونوں بازوؤں سے تھامے اب کی بار پرجوش ہوتے ہوئے بول رہی تھی۔۔ ''چلو شاباش تمہیں جلدی سے تیار کردوں۔۔'' اب کی بار مسکان اور انابیہ دونوں ہی حیران ہوئی تھیں۔

''تم تیار کرو گی؟''مسکان نے پوچھا۔

''ہاں بلکل اس سے پوچھ لو میں بہت زبردست میک اپ کرتی ہوں۔ کیوں بیا؟؟''انابیہ نے اسے دیکھتے دیکھتے حیرت سے سر اثبات میں ہلایا۔'' یہ ساری کبیر اور ردا کی پلاننگ تھی اور کبیر کی خواہش پر ہی میں تمہیں تیار کر رہی ہوں۔۔ دیکھو لڑکی میک اپ کے دوران رونا دھونا مت شروع کردینا۔۔''انداز تنبیہی تھا۔انابیہ تابعداری سے سر ہلاتے ہلاتے کرسی پر جا بیٹھی۔اس سے پہلے خان حویلی مہمانوں سے بھر جائے اسے جلد از جلد تیار ہونا تھا۔

حیدرآباد میں سورج غروب ہو چکا تھا اور خان حویلی کی رونقیں اپنے پورے عروج پر تھیں۔ سفید خان حویلی آج کے دن سنہری لگ رہی تھی۔ اتنی روشن کہ اس کی روشنی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہوا جوش و خروش سے بھری ہوئی تھی۔ ایک ہلچل سی مچ گئی تھی کیونکہ بارات آچکی تھی۔ سب سے پہلے ان کا استقبال حیدرآباد کی بے قابو ہوتی ہوائوں نے کیا تھا۔

سفید گھوڑوں پر سوار کبیر جہانگیر اور عالیان ناصر عالم آج انابیہ احمد اور ردا احمد کو اپنا بنانے آئے تھے۔ دونوں نے ہی سنہرے رنگ کی شیروانی زیب تن کی ہوئی تھی۔ سر پر سنہری پگڑی تھی جو کہ چمکتے ہوئے بروچ سے مزین تھی۔ باراتی اپنے بہترین روایتی لباس میں ملبوس ان کے ارد گرد جمع تھے۔ مردوں نے متحرک پگڑیاں اور شیروانی پہن رکھی تھی جبکہ خواتین رنگ برنگے لہنگوں، ساڑھیوں اور قمیض شلوار میں چمک رہی تھیں۔

ڈھول کی آواز اور مشہور شادی کے گانے بجانے والے بینڈ کی جاندار دھنوں سے ماحول برقی تھا۔ کچھ افراد خوشی سے رقص کر رہے تھے جس میں عاصم چودھری اور عابس جہانگیر بھی شامل تھے۔ ان کی دھڑکنیں موسیقی سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں کچھ لڑکیاں اور بچے سرخ گلاب کی پتیاں ہوا میں پھینکتے ہوئے محفل کو اور چار چاند لگا رہے تھے۔

جیسے جیسے وفد اور شور قریب آتا گیا انابیہ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں۔ وہ جو کب سے خود کو روکے ہوئے تھی اس کے دل نے اس کی ساری محنت پر پانی پھینک دیا اور وہ بھاگتے ہوئے کھڑکی کی طرف گئی۔ اتنے مجمعے میں بھی وہ بس اس سفید گھوڑے میں سوار اپنے شہزادے کو دیکھ رہی تھی۔ دل میں جاگے جذبے نے رکھ کر کبیر کے دل پر دستک دی اور اس نے تیزی سے سر اٹھا کر کھڑکی میں کھڑی اس سرخ جوڑے میں ملبوس لڑکی کو دیکھا اور بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کے زیورات کی طرح اس کا چہرہ بھی چمک رہا تھا۔ آج اس کی یہ

خواہش بھی پوری ہوئی تھی کہ وہ شہزادی کی طرح کھڑکی میں کھڑی باہر جھانکے اور وہ ایک شہزادے کی طرح نیچے کھڑا اسے دیکھے۔ اُفف کیا سماں تھا!!

اس نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔ وہ کہتا تھا کہ جب آئوں گا تو ایسے آئوں گا کہ پوری دنیا دیکھے گی اور واقعی آج پوری دنیا گواہ بن کر اسے دیکھ رہی تھی اور وہ۔۔ وہ بس کھڑکی میں کھڑی اپنی مسکراتی ہوئی شہزادی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کیا کہتا تھا جب وہ مسکرائے تو خود پر بھی مسکراہٹ فرض کر دو۔ اسے مسکراتا دیکھ کر وہ کیسے نہ مسکراتا۔ وہ کہتا تھا جب اس کی آنکھیں نم ہوں تو آنسو خود پر بھی فرض کر دو۔ اس کی آنکھیں نم تھیں تو اس کی خود کی آنکھیں کیسے نم نہ ہوتیں۔

"تو دعائیں ایسے قبول ہوتی ہیں کبیر جہانگیر۔۔" آج ایک بار پھر سفید گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اس نے دل ہی دل میں خود سے اعتراف کیا تھا۔

"محبت میرے لیے ہی بنی ہے۔ تم میرے لیے ہی بنے ہو۔۔" اپنی آنکھوں سے گرتے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے انابیہ نے دل ہی دل میں خود سے اعتراف کیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے نصیب میں تھے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کو ہی ملنا تھا۔ تمام کٹھن راستے پار کر کے انہیں ایک دوسرے تک ہر حال میں آنا تھا۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟" وہ دونوں بلکل ساتھ سرخ گلابوں سے سجے سٹیج پر کھڑے سامنے دیکھ رہے تھے۔ عقب میں دھیما دھیما رومانٹک میوزک بج رہا تھا۔ سامنے سٹیج سے نیچے کھڑی لڑکریاں اور بچیاں اپنے اپنے ہاتھوں میں موبائل پکڑے اس چارمنگ کپل کی تصویریں کھینچ رہے تھے۔

"کیا اب بھی مجھے یہ بتانے کی ضرورت ہے بیا؟؟" کبیر نے سامنے دیکھتے دیکھتے تھوڑا اس کی طرف جھک کر مسکراتے ہوئے کہا۔ انابیہ نے گردن موڑ کر ذرا خفگی سے اسے دیکھا۔

"مس ٹیولپ۔۔ تم مجھے اسی نام سے پکارا کرو۔ مجھے اچھا لگتا ہے۔۔" ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہہ کر وہ دوبارہ سامنے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"مس ٹیولپ، بیا، حیاتی۔ سب نام تمہارے ہی ہیں۔"

"اور تعریف؟؟" وہ ہنوز اسی خفہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ کبیر کچھ لمحے کے لیے بلکل خاموش رہا اور پھر تھوڑا اس کی طرف جھک کر بولا۔

"Your are the most beautiful bride in the world.." ایک لمحے کے لیے وہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔ ابھی وہ مسکراہٹ لیے اس کی طرف گھومی تھی ہی کہ وہ بولا۔

"Because you are mine.." اگلے ہی لمحے اس کے لبوں پر سجی مسکراہٹ غائب ہو گئی اور وہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھے گئی۔

"تمہاری ہوں اس لیے خوبصورت دلہن ہوں؟؟" وہ سرتاپیر اسے گھورتے ہوئے بولی جس پر وہ بجائے اسے دیکھنے کہ سامنے دیکھتے ہوئے کندھے اچکا گیا۔ اس کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ دیکھ کر انابیہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"افف کب ختم ہوگا یہ فنکشن میں تو تھک گئی ہوں۔۔" ردا اپنے بھاری جوڑے کو سنبھالتے سنبھالتے کافی کڑھ گئی تھی۔ اسی لیے ناک چڑھائے بول رہی تھی۔ عالیان نے اس کی آواز پر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ دونوں بھی انابیہ اور کبیر کے ساتھ سٹیج پر ہی کھڑے تھے۔

''کتنا اسپیشل دن ہے اور تم چاہتی ہو جلدی ختم ہو جائے۔ میرے بس میں ہو تو میں وقت کو یہی روک لوں۔۔''اس نے مزے سے کہا جس پر ردا نے تپ کر اسے دیکھا۔

''اچھا جی۔۔ خود تو ایک شیروانی پہنے کھڑے ہے نا ایسا بھاری جوڑا پہنتے تو تب وقت روکنے کے بجائے وقت کو پہیے لگا دیتے۔۔ آئے بڑے ہونہہ۔۔''کہہ کر وہ اب اپنے ماتھے پر ٹیکا سیٹ کرنے لگی۔ عالیان نے سر جھٹک کر اسے دیکھا۔ اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اپنی شادی کے دن بھی اچھے سے خوش نہیں ہو سکتی تھی۔

فرہاد میر لان سے چلتا ہوا سیدھا سٹیج کی طرف جا رہا تھا۔ بالوں کی پونی بنائے سیاہ رنگ کی شیروانی پہنے وہ اچھا خاصا ہینڈسم لگ رہا تھا۔ تبھی چلتے چلتے اس کی نظر بائیں طرف ہجوم سے پرے ہٹ کر بیٹھی لاریب پر پڑی۔ مبہم سی مسکراہٹ لیے اس کے قدم بجائے سٹیج کے لاریب کی طرف بڑھ گئے۔

''آپ کی دوست کی شادی ہے اور آپ یہاں تنہا بیٹھی بریانی کے مزے لے رہی ہیں۔۔''وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ لاریب نے اس کی آواز پر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ چہرے پر ہنوز سنجیدگی تھی جبکہ فرہاد کے چہرے پر مسکراہٹ۔

''تو تمہیں کس نے منع کیا ہے تم بھی اڑاؤ بریانی کے مزے۔۔''کڑوے لہجے میں کہتے ہی اس نے اس پر سے نظریں ہٹا کر دوبارہ پلیٹ پر مرکوز کر لیں۔ جبکہ فرہاد کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔

''میرا مطلب ہے کہ دوست کی شادی آپ کو انجوائے کرنی چاہیے۔''خود کو کمپوز کرتے ہوئے وہ نہایت ہی دوستانہ انداز میں بولا تھا۔ لالی چاولوں کا چمچ منہ میں لے جاتے لے جاتے رکی اور برہمی سے اسے دیکھنے لگی۔

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے کب انجوائے کرنا ہے کب نہیں میں اچھے سے جانتی ہوں اور دوسری بات جب میں تمھیں تم کہہ کر مخاطب کر رہی ہوں تو تم مجھے آپ کہہ کر کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو کہ میں کوئی بہت ہی بد تمیز اور بد اخلاق لڑکی ہوں اور تم ٹھہرے با اخلاق اور بڑے ہی تمیز دار۔۔"اس کا لہجہ اس قدر تلخ تھا کہ فرہاد کو اپنا یہاں آنا زندگی کی سب سے بڑی حماقت لگی۔

"لیکن میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔"

"کہا نہیں لیکن سوچا تو ہے نا اور کیا گارنٹی ہے کہ بعد میں نہ کہتے؟؟"

"میں کبھی بھی نہ کہتا۔آپ کی طرح (ایک نظر اس کے چہرے کے بگڑے تاثرات دیکھے) تمہاری طرح ڈائریکٹ بولنے کی عادت نہیں ہے۔۔"اس بار لالی کچھ نہیں بولی اور پھر سے بریانی کھانے میں مصروف ہو گئی۔

"ویسے تمہارا موڈ اتنا خراب کیوں ہے؟"اس نے فوراً ہی اگلا سوال کیا۔

"فوٹو گرافر کی وجہ سے۔۔"اس بار اس نے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔"کب سے ان لوگوں کا فوٹو شوٹ ہی ختم نہیں ہو رہا۔بھئی میں بھی دلہن کی دوست ہوں مجھے بھی پکچرز بنوانی ہیں لیکن اسٹیج ہی فارغ نہیں ہو رہا جو میں انابیہ کے ساتھ پکچرز بنوائوں۔"اس کے لہجے میں خفگی ہی خفگی کا بسیرا تھا۔فرہاد نے ہونٹ گول کیے جیسے کہہ رہا ہو اچھا تو یہ وجہ ہے۔

"ابھی تو تم نے اتنی پکچرز بنوائی تھیں میں نے دیکھا تھا اتنی پکچرز کا کیا کرو گی؟؟"لالی کو اس کا یہ سوال بے حد بے حد بے تکا لگا تھا۔

"کیا مطلب کیا کروں گی دیکھ دیکھ کر خوش ہوں گی اور کیا۔۔"وہ ابرو اچکا کر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

"دیکھ دیکھ کر خوش ہو گی وہ بھی اپنی پکچرز۔۔ ویری فنی۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا اور لالی کو اس کو یوں مذاق اڑانا بلکل اچھا نہیں لگا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے اب تم جیسے ڈارک لوگوں کی پکچرز اچھی نہیں آتی تو ہم خوبصورت لوگوں کا کیا قصور۔۔ ہم پر تو خوشی فرض ہے۔۔" فرہاد کی ہنسی جھٹ سے غائب ہوئی اور لالی کو بڑا ہی مزہ آیا۔

"ایک تو میں جب بھی اپنے دل کی بات کہنے آتا ہوں تم طنز کی بوچھاڑ کر کے سارا موڈ غارت کر دیتی ہو۔۔" وہ افسوس کرتے ہوئے بولا۔لالی نے پلیٹ میز پر رکھی اور ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھے آگے ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ اس سے پہلے کچھ بولتی وانیہ اپنا لہنگا دونوں ہاتھوں سے پکڑے اس کے پاس بھاگتی ہوئی آئی۔

"اٹھو تمہیں انابیہ میم بلا رہی ہیں پکچرز بنوانے کے لیے۔۔" اس نے جھک کر کہا تو لالی تیزی سے اٹھی۔

"شکر اسے میرا خیال تو آیا۔۔" خفگی سے کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور مڑ کر جانے لگی۔فرہاد نے خفہ خفہ نظروں سے اسے دیکھا۔تو کیا آج بھی وہ اس سے دل کی بات نہیں کہہ سکے گا؟

"مجھ سے شادی کرو گی؟" وانیہ کب کی آگے پہنچ گئی تھی اور وہ ابھی کچھ قدم ہی چلی تھی کہ اتنے بڑے اعلان پر اس کے قدم کچھ پل کے لیے وہیں زنجیر ہو گئے۔اس نے گھوم کر دیکھا فرہاد میر اسے آس بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا کہا تم نے؟" قدم اٹھاتی وہ اس کے پاس گئی۔پکچرز اور انابیہ تو جیسے وہ بھول ہی گئی تھی۔

"جانتا ہوں بلیک اینڈ گرے کومبو ہوں اور آپ۔۔" پل بھر کو رکا اور تصحیح کی۔"تمہاری طرح کچھ خاص خوبصورت بھی نہیں ہوں لیکن۔۔" بہت سارا تھوک نگلا۔۔"میرا دل بہت خوبصورت ہے اور تمہیں بہت چاہتا ہے۔" وہ قدرے بوکھلایا ہوا لگ رہا تھا۔وہ اس سے بھی ڈر رہا تھا اور اس کے انکار سے بھی۔تاثرات تو کچھ یہی بتا رہے تھے کہ وہ انکار کر دے گی کیا بھروسہ بھری محفل میں تھپڑ بھی کھینچ مارے۔

"جانتے ہو بہت بڑی بات کر رہے ہو۔۔" وہ دونوں آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑھے اس سے پوچھ رہی تھی۔۔

"جانتا ہوں مگر میں صرف بڑی بڑی باتیں نہیں کرتا۔ایک تنہائی پسند انسان رہا ہوں مگر جب سے تمہیں دیکھا ہے اپنی تنہائی سے وحشت ہونے لگی ہے۔ کیا تم میری تنہا زندگی کی ساتھی بن کر میری تنہائی ختم نہیں کر سکتی؟" اس نے ایک دفعہ بھی لالی سے نظریں نہیں چرائیں کیونکہ وہ خود کو چور ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"فوراً انکار کر کے میں تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتی اور فوراً ہاں کر کے خود کے ساتھ زیادتی بھی نہیں کرنا چاہتی۔ تمہارا کیریکٹر سرٹیفیکیٹ درکار ہوگا جس پر ٹھپا تو کبیر اور عالیان ہی لگائیں گے۔اگر کیریکٹر پوزیٹیو ہوا تو لالی تمہاری۔۔" کہہ کر وہ رکی نہیں اور اسٹیج کی طرف بڑھ گئی۔ فرہاد ایک لمحے کے لیے خوش ہوا تھا لیکن اگلے ہی لمحے کبیر اور عالیان کا نام سن کر اس کی ہنسی چھن سے غائب ہوئی تھی۔ وہ دونوں دے ہی نہ دیں فرہاد میر کا پوزیٹیو کیریکٹر سرٹیفیکیٹ۔۔ کوفت سے سر جھٹکتے ہوئے وہ بھی اسٹیج کی طرف بڑھ گیا۔

کچھ خواب ادھورے ہیں

کچھ راز ادھورے ہیں

کچھ محبت کے لگے دل پر

نشان ادھورے ہیں

لمحات ادھورے ہیں

جذبات ادھورے ہیں

میری آنکھوں سے گرتے

کچھ آنسو ادھورے ہیں

ایک قصہ محبت تھا سنانے کو

وہ بھی ادھورا ہے ہم بھی ادھورے ہیں

جیسے جیسے رات تاریک ہوتی جا رہی تھی اس کے دل کی تاریکی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔اسے اپنے ہر طرف تاریکی محسوس ہو رہی تھی۔اپنے کمرے کی ساری بتیاں جلائے رکھنے کے باوجود بھی اس تاریکی کا اثر اس پر سے ہٹ نہیں رہا تھا۔دل پر ہاتھ رکھے وہ بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔کپڑے وہ بدل چکی تھی۔بلکل عام سے حلیے میں وہ آج پرانی والی مسکان سے مختلف لگ رہی تھی بہت مختلف۔دفعتاً دروازے کی دستک پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔دل پر سے ہاتھ ہٹایا خود کو کمپوز کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
"آجایئے۔۔"اجازت دیتے ہی وہ بیڈ کی چادر ٹھیک کرنے لگی۔دروازہ کھلا اور اندر آنے والا شخص اور کوئی نہیں بلکہ عالم خان تھا۔
"میں نے آپ کے آرام میں خلل تو نہیں ڈالا۔۔"وہ بہت ہی نرمی سے مسکراتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔
"نہیں دادا جان۔۔مجھے ویسے بھی نیند نہیں آرہی۔۔"جواباً مسکراتے ہوئے اس نے جواب دیا۔اس کے لبوں پر یہ نقلی مسکراہٹ دیکھ کر عالم خان کے دل میں درد سا اٹھا۔عالم خان اس مسکراہٹ کو جانتے تھے وہ مسکراہٹ یوں زبردستی نہیں لائی جاتی تھی وہ تو خود بخود لبوں پر آجاتی تھی جو ہر وقت مسکان کے چہرے کی زینت ہوتی تھی اب صدیوں بعد دکھائی دیتی تھی وہ بھی ادھوری۔

"آپ نے رخصتی میں شرکت نہیں کی۔انا بیہ پوچھ رہی تھی آپ کا۔۔"مسکان نے نظریں چرا لیں۔اسے واقعی برا لگا تھا لیکن وہاں مزید رکنا اس کے بس میں نہیں تھا۔

"طبیعت ٹھیک نہیں تھی دادا جان۔بے فکر رہیں میں صبح کال پر اس سے معذرت کر لوں گی۔"بولتے اس کی نظر سائڈ ٹیبل پر پھیلی دوائیوں کے پلتوں پر ٹھہری۔تقریباً بھاگتے ہوئے وہ سائڈ ٹیبل کے قریب گئی دراز کھولا اور ساری دوائیاں اس میں پھینک دیں۔دراز بند کر کے وہ پیچھے گھومی ہی تھی کہ عالم خان کے تاثرات دیکھ کر دھنگ رہ گئی۔اس نے دیر کر دی تھی عالم خان وہ دوائیاں دیکھ چکے تھے۔

"یہ سب۔۔یہ سب دوائیاں۔۔مسکان یہ آپ کے کمرے میں اتنی دوائیاں کیوں ہے؟"وہ بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے قریب گئے۔مسکان کے گلے میں پھندا سا لگ گیا۔

"کچھ نہیں دادا جان۔۔آپ بتائے کیا بات کرنی تھی؟"اس نے فوراً سے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"بات کو گھمایئے مت۔بتائیں مجھے یہ کس چیز کی دوائیاں ہیں؟"اب کی بار ان کی آواز اونچی تھی۔مسکان کو اپنا سانس رکتا ہوا معلوم ہوا۔اب وہ اپنے دل کے مرض کی دوائیوں کا کیا جواز پیش کرے گی۔

"سکینہ۔۔"اس کے دماغ میں تیزی سے اپنی ذاتی میڈ کا نام آیا۔۔"سکینہ کی امی کی دوائیاں ہیں جو آج دن کو وہ یہیں بھول گئی۔۔عجیب بھلکڑ لڑکی ہے۔۔"اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے نہایت ہی اداکاری کا مظاہرہ کیا۔

"آپ سچ بول رہی ہیں نا۔مجھ سے کچھ چھپا تو نہیں رہی؟؟"ان کی پیشانی کی لکیریں ڈھیلی پڑ گئی تھیں مگر آواز میں ہنوز فکر مندی ضرور تھی۔

"کم آن دادا جان۔۔بیس سال کی ہی تو ہوں مجھے کیا ہو گا۔۔اچھے سے جانتے ہیں ایک سر درد کی گولی تک تو میں کھا نہیں سکتی۔خوامخواہ پریشان ہو جاتے ہیں۔۔"وہ تیزی سے ان کے پاس گئی اور ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں

میں لیے نرمی سے ان سے کہتی گئی۔ ''آئیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔۔'' پھر انہیں لیے صوفے کے پاس چلی گئی۔

''جہانزیب کو کل پھانسی ہو جائے گی۔۔ جانتی ہیں نا آپ؟؟'' وہ صوفے پر بیٹھتے ساتھ بولے۔ مسکان جو جگ سے گلاس میں ان کے لیے پانی انڈیل رہی تھی وہیں رک گئی۔ سارا غم ہی تو اسی بات کا تھا کہ کل اس کے بابا جان کو پھانسی ہو جائے گی۔

''جانتی ہوں۔۔'' مختصراً کہہ کر اس نے گلاس پانی سے بھرا اور ان کے پاس لے گئی۔ عالم خان نے پہلے اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی پھر اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔

''آپ پچھتا رہی ہیں اسے جیل بھیج کر؟؟'' اس بات پر وہ زخمی انداز میں مسکرائی اور ان کے ساتھ پڑے دوسرے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

''پچھتاتا انسان غلط کام پر ہے۔ میں نے تو غلط کام نہیں کیا بلکہ غلط انسان کو اس کے صحیح انجام تک پہنچایا ہے۔۔'' وہ قدرے سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔ عالم خان نے ایک گھونٹ پانی پیا اور گلاس سامنے چھوٹے شیشے کے میز پر رکھ دیا۔۔ ''جانتے ہیں دادا جان۔۔ میں کافی دفعہ نہ چاہتے ہوئے بھی جیل ان سے ملنے گئی ہوں صرف اس آس پر کہ بس ایک دفعہ ان کے چہرے پر ندامت دیکھ لوں ایک دفعہ وہ مجھ سے کہہ دیں کہ وہ سب سے معافی مانگ لیں گے۔ جانتی ہوں ان کی معافی سے کچھ ٹھیک تو نہیں ہو گا لیکن کم از کم مجھے اس بات کی تو خوشی ہوتی کہ میرے بابا جان اپنی غلطیوں پر نادم تو ہوئے لیکن ہر بار انہوں نے اپنے گناہوں کا بڑی ہی ڈھٹائی سے میرے سامنے اعتراف کیا۔ وہ فخر سے مجھے سب بتاتے رہے تھے۔ انہیں کسی بات کا افسوس نہیں ہے دادا جان۔۔'' بولتے بولتے کب اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اسے پتہ ہی نہ چلا۔

''وہ بار بار ایک ہی جواز پیش کرتے ہیں کہ انہیں آپ سب سے نفرت تھی۔اس ہی نفرت کی آگ میں وہ اتنا گر گئے۔انہیں کسی کی پرواہ نہیں ہے سوائے میرے۔اتنا سب ہونے کے باوجود بھی وہ مجھ سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں میری فکر کرتے ہیں لیکن آپ بتائیں دادا جان کیا کروں میں ان کی فکر اور محبت کا؟؟ کاش وہ اسی محبت کا لاج رکھ لیتے۔سوچ لیتے کہ ان کی ایک بیٹی بھی ہے جو آج سب کچھ ان کی وجہ سے سہہ رہی ہے۔مجھے تو کہیں کا نہیں چھوڑا انہوں نے۔میں نے اتنی محبت کی ان سے اور مجھے۔۔مجھے کیا ملا دادا جان؟ سوائے دکھ کے انہوں نے مجھے کیا دیا ہے؟اور اب بھی میرے بس میں ہوتا تو میں وقت کو روک لیتی ان کی پھانسی روک لیتی مگر میں کچھ نہیں کر سکتی۔بس ان کی موت پر سوگ منا سکتی ہوں۔رو سکتی ہوں بہت زیادہ رو سکتی ہوں۔ہاں مجھ سے نہیں برداشت ہو رہا کہ کل میرے بابا جان کو میری وجہ سے پھانسی ہو جائے گی۔میں اس سب کا قصوروار خود کو سمجھتی ہوں۔کاش کہ وہ مجھے سچ کبھی نہ بتاتا میں کبھی آپ کے پاس نہ آتی۔مجھے اگر پتہ ہوتا کہ محبت کے اظہار پر مجھے یہ سب سننے کو ملے گا تو میں کبھی نہ جاتی۔۔''رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔اس کی درد بھری آواز میں لرزش سی طاری ہو گئی تھی۔عالم خان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

''کیا آپ کے دل ٹوٹنے کی وجہ صرف جہانزیب ہی ہے یا کوئی اور بھی؟؟''طویل خاموشی کے بعد عالم خان نے اس سے پوچھا۔مسکان نے سر اٹھا کر انہیں نہیں دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا تر چہرہ صاف کرنے لگی۔

''اس نے تو کچھ بھی نہیں کیا دادا جان۔ہاں اس نے مجھے سچ بتایا تھا مگر یہ سچ جاننا میرا حق تھا۔ہاں مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے مگر اس تکلیف کی وجہ وہ تو نہیں ہے۔وہ تو بہت اچھا ہے۔۔''

''جانتے ہیں دادا جان ہم انسان اپنا دل خود توڑتے ہیں اپنے دل کو کسی کی محبت میں مبتلا کر کے ہم اپنا دل خود زخمی کرتے ہیں۔مجھے لگتا تھا کہ تمام محبتوں پر میرا حق ہے کیونکہ مجھے ہمیشہ محبتیں ملی ہیں۔اس کی محبت پر بھی

میں نے پہلے دن ہی اپنا حق سمجھ لیا یہ جانے بغیر کہ اسکے دل میں کیا ہے۔ تو ثابت کیا نا میں نے کہ میں جہانزیب عالم خان کا خود غرض خون ہوں۔۔" آخر میں وہ خود پر ہنسی تھی۔ عالم خان ہنوز نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔ "اس نے مجھ سے کہا تھا کہ محبت میں انسان سب کر سکتا ہے سو میں نے بھی سب کیا۔۔ میرے دل میں اس کے لیے کچھ برا نہیں ہے میرے دل میں اب بھی اس کے لیے ویسی ہی محبت ہے۔ بس وہ اپنی زندگی میں خوش رہے وہ جس سے محبت کرتا ہے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔ رہی بات میرے غم کی تو وہ بس یہ ہے کہ کل میرے باپ کو پھانسی ہونے جا رہی ہے۔۔" ایک پل کو رکی۔۔ "میری وجہ سے۔۔"

"خود کو ہر جرم سے آزاد کر دیں مسکان آپ نے کوئی جرم نہیں کیا جس پر آپ پشیمان ہوں۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ "آرام کریں صبح بات کریں گے۔۔" آگے بڑھ کر انہوں نے نرمی سے مسکان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کمرے سے نکل گئے۔ مسکان کچھ پل اس بند دروازے کو دیکھتی رہی اور پھر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آج کی رات اس پر بھاری پڑنے لگی تھی۔ آج کی رات وہ روتی رہے گی۔ آج کی رات وہ اپنے باپ کا سوچ سوچ کر تڑپتی رہے گی۔۔ اور کچھ نہیں کر سکے گی۔۔

کراچی میں موجود جہانگیر ہاؤس سنہری روشنیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نئے جوڑے کا بہت ہی پر جوش طریقے سے استقبال کیا گیا تھا۔ آسمان پر آتش بازیوں کی دھوم دھام تھی اور قطار میں کھڑے لڑکے لڑکیوں نے ان پر سرخ پھولوں کی برسات کی تھی ان کی راہ میں پھول بچھائے گئے تھے۔ انابیہ کو یہ سب بہت اچھا لگا تھا۔ اندر لے جاتے ہی بس چھوٹی موٹی رسومات ہوئی تھیں جنہیں اس نے بہت انجوائے کیا تھا۔

کبیر کا کمرہ انتہائی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ پورا کمرہ گلابوں اور ٹیولپس کی مہک سے جاگ اٹھا تھا۔ کمرے کی لائٹنگ مدھم اور روشن کا امتزاج تھی نہ زیادہ تیز نہ بہت کم۔ فیری لائیٹس اور جلتی موم بتیوں کی خوشبو ایک رومانوی منظر پیش کر رہے تھے۔ وہ ہر چیز سے بے خبر بس کھڑی سامنے دیوار کو دیکھ رہی تھی جس کا ایک بھی حصہ اس کے چہرے سے خالی نہیں تھا۔ ہر طرف مختلف انداز سے بنائی گئی اس کے چہرے کی پینٹنگز تھیں جو آج سے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھی تھیں تو حیران ہونا تو بنتا تھا۔ وہ اتنا تو جانتی تھی کہ کبیر کو پینٹنگ کا شوق ہے مگر پینٹنگ کو وہ صرف اس کے چہرے کے لیے مختص کر دے گا یہ اسے آج معلوم ہوا تھا۔ وہ کیسے خوش ہوتی تھی کیسے روتی تھی کیسے صرف مسکراتی تھی اور کیسے غصہ کرتی تھی اس کے چہرے کا ایک ایک تاثر اس طرح سے بنایا گیا تھا جیسے وہ ہر پل کبیر کی نظروں کے سامنے رہی تھی۔

"کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے میری بیا کو؟" وہ اس کے عقب میں کھڑا اس کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی رکھے ہوئے بولا تھا۔ انابیہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اس بار کبیر نے اپنا چہرہ پیچھے نہیں کیا تھا وہ قریب سے بہت قریب سے اسے دیکھ سکتا تھا۔ انابیہ یک ٹک اسے دیکھے گئی وہ ان پینٹنگز میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ وہ کب آیا اسے یہ ہوش بھی نہیں تھا۔

"یہ سب تم نے کتنے دنوں میں بنایا ہے؟" وہ بہت سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"دنوں میں؟؟" وہ بے یقینی سے بولتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ انابیہ مکمل طور پر اس کی طرف گھوم گئی۔۔ "یہ پوچھو کتنے سالوں میں بنائی ہیں میں نے یہ سب۔۔ ان ساڑھے چار سالوں میں جب تم میرے پاس نہیں تھی۔ ان ساڑھے چار سالوں میں جب تم مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔۔" انابیہ بالکل بھی نہیں مسکرائی بلکہ اس کے چہرے کی سنجیدگی مزید بڑھ گئی تھی۔۔ "صرف یہی نہیں ہیں اور بھی بہت ساری ہیں۔ جب تم میرے ساتھ لاہور

چلو گی تو تمہیں دکھاؤں گا۔۔ کیا ہوا تمہیں اچھا نہیں لگا؟" وہ اس کے چہرے پر کوئی تاثرات نہ دیکھ کر بولا تھا۔ اسے لگا تھا وہ خوش ہو گی بہت خوش ہو گی کم از کم ایک مسکراہٹ تو بنتی تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔۔" عام سے انداز میں کہتے ہی وہ دوسری طرف چلی گئی اور کھڑکی کا شیشہ دھکیل کر آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو دیکھنے لگی۔ وہ کیسے خوش ہوتی اسے دکھ ہوا تھا۔ یہ سب کبیر نے جدائی کے لمحات میں بنایا تھا وہ جدائی کے لمحات جو انابیہ نے اس کے حصے میں ڈالے تھے۔ یہ سب اس نے اس کی یاد میں بنائے تھے۔ آج اسے صحیح معنوں میں کبیر کی تڑپ کا احساس ہوا تھا آج وہ صحیح معنوں میں اس کے ان دکھوں سے آشنا ہوئی تھی جو اس نے اس کی قسمت میں ڈالے تھے۔

"تمہیں یاد ہے تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم نے میرا صبر آزمایا ہے۔۔" کبیر بلکل اس کے ساتھ کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں میں چمکتی ہوئی نمی دیکھ سکتا تھا۔۔ "آج میں تم سے کہتی ہوں کبیر کہ تم نے نہیں میں نے تمہارا صبر آزمایا ہے۔ تم نے تو میرے لیے بہت کچھ کیا باوجود اس کے کہ میں تمہیں محبت کی تکلیف دے کر تنہا چھوڑ آئی۔ تم میرے لیے لاہور واپس نہیں گئے۔ مجھے بچاتے رہے۔ میرے لیے کتنے لوگوں سے لڑتے رہے۔ تمہاری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو۔۔"

"میری جگہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا بیا۔۔ میں نے کہا نا مجھے ہونا تھا ہر حال میں تمہارے ساتھ ہی ہونا تھا۔ یہ پہلے سے طے تھا۔" اس نے نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف گھمایا۔ انابیہ نم آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔ "سب بھول جاؤ بیا۔ کہتے ہیں جب صبر کے بعد اچھا وقت آئے تو تلخ یادیں بھلا دینی چاہئے اور انسان کو موجودہ حسین وقت کے ساتھ نئی زندگی کی شروعات کرنی چاہیے۔ میں نے بھلا دیا سب تم بھی بھلا دو۔ اب آگے دیکھو کبیر جہانگیر تمہارے سامنے کھڑا ہے اور جتنی زندگی ساتھ لکھوا کر لایا ہے ساری تمہارے ساتھ گزارے گا۔ بس ہمیں اپنی باقی کی زندگی یادگار بنانی ہے۔۔" وہ بہت

پیار اور بے حد نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا اور وہ سمجھ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ سی اسے دیکھے گئی۔ اسے سب مل گیا تھا بچھڑی ہوئی محبت۔۔ بچھڑے ہوئے دوست۔۔ نئے دوست۔۔ آمنہ اور جہانگیر کی شکل میں ماما جان اور بابا جان۔۔ سب کچھ اب اسے صرف ان کے ہمیشہ کے ساتھ کی خواہشات تھی۔

کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے ایک گہرا سانس لیا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا لیکن سامنے کا منظر دیکھتے ہی عالیان ششدر رہ گیا۔ ردا کا مدار دوپٹہ بیڈ پر پڑا تھا اور وہ خود بیڈ پر عین درمیان میں کھڑی چلا رہی تھی۔

"ہٹ جائیں وہاں سے عالیان۔۔ چوہا ہے وہاں۔۔" وہ چیخ کر بولی جبکہ چوہے کا سنتے ہی عالیان تیزی سے اس کی طرف بھاگا اور ٹھیک اس کے ساتھ بیڈ پر جا کھڑا ہوا۔

"شرم نہیں آتی آپ چوہے سے ڈر رہے ہیں؟؟" اپنے ساتھ اسے کھڑا دیکھ کر ردا کو تو مانو آگ ہی لگ گئی تھی۔

"ہاں تو تمہیں شرم نہیں آ رہی؟" وہ نظریں سامنے مرکوز کیے پوچھ رہا تھا شاید ہی چوہا نظر آجائے۔

"میں تو لڑکی ہوں نا اور اچھے سے جانتے ہیں کہ بچپن سے ڈرتی ہوں۔۔"

"تو میرا اس میں کیا قصور کہ میں لڑکا ہوں۔ کیا میرے سینے میں دل نہیں ہے؟" اس نے افسوس مگر ڈرامائی انداز میں کہا تو ردا نے کوفت سے سر پر ہاتھ مارا۔

"مجھے نہیں پتہ نکالیں اس چوہے کو یہاں سے۔۔" انداز تنبیہی تھا۔

"نکالیں اس چوہے کو یہاں سے۔۔" ہو بہو اسی کی نقل اتاری۔۔" دماغ تو خراب نہیں ہو گیا میں اتنی رات کو تمہارے لیے چوہا نکالوں گا پاگل دکھتا ہوں تمہیں؟؟" وہ ہونہہ کے انداز میں بولا جبکہ ردا کاٹدار نظروں سے اسے دیکھے گئ۔

"ٹھیک ہے مت نکالیں بلکہ ایسا کریں رات اسی کے ساتھ گزار لیں کیونکہ میں تو نہیں ٹھہرنے والی اس کمرے میں۔۔" وہ لہنگا دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بیڈ سے کودی اور باہر کی جانب بھاگنے لگی تبھی عالیان نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھمایا۔

"خبردار ردا عالیان عالم جو اس کمرے سے ایک قدم بھی باہر نکالا تم نے۔۔" وہ اس قدر سنجیدگی اور سختی سے بولا تھا کہ ایک لمحے کے لیے ردا کانپ کر رہ گئ تھی۔ کچھ پل یونہی اسے سخت نظروں سے گھورنے کے بعد عالیان اگلے ہی لمحے پھٹ کر ہنس پڑا۔۔" ڈرو نہیں یار۔۔ ٹھیک ہے اس کمرے سے اگر کوئی نکلے گا تو وہ چوہا ہوگا اور اسے تمہارا عالیان نکالے گا۔۔ ٹھیک نا؟" ردا آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورتی رہی لیکن بولی کچھ بھی نہیں تبھی چوہا اس کے ساتھ سے ہوتے ہوئے واشروم میں گھس گیا۔ ردا کی ایک زوردار چیخ بلند ہوئی اور عالیان کو تو لگا کہ آج اس کے کان سلامت نہیں بچے ہوں گے۔

"دیکھا دیکھا کب سے کہہ رہی تھی نکالیں اب واشروم میں گھس گیا ہے وہ۔۔" وہ عالیان کے سینے پر مکا مارتے ہوئے بولی۔

"تو اچھا ہے نا کم از کم کمرے میں تو نہیں ہے رکو میں واشروم کا دروازہ بند کر دیتا ہوں۔۔" اس نے جیسے بہترین حل نکالا تھا۔

"عالیان!!!!" ردا نے بلند آواز میں اس کا نام لیا۔

"افف ردا کیا ہے یار؟؟"

"واشروم سے نکالیں اسے۔۔" وہ اب کی بار پھر سے دھاڑی۔ عالیان کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ اس چوہے کو نکالنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا۔

"اوکے اوکے۔۔ نکالتا ہوں۔۔" شیروانی کا اوپری حصہ اتار کر اس نے بیڈ پر پھینکا اور آستین کہنیوں تک چڑھائے ہوئے وہ واشروم کی طرف چلا گیا۔ ردا نے سکھ کا سانس لیا اور دبے دبے قدم اس کے پیچھے گئی۔

"تم بے فکر رہنا۔ آج اس چوہے کو میں مار کر دم لوں گا۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی میری نئی نویلی دلہن۔۔۔"

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز پر اس کے الفاظ منہ میں رہ گئے۔ تیزی سے وہ پیچھے کی طرف گھوما اور دروازہ کھولنے کی بے سود کوشش کی۔

"جب تک اس چوہے کو نہیں مار لیتے باہر نہیں آنے دوں گی۔ آج یا تو اسے ماریں یا پھر اسی کے ساتھ ایڈجسٹ کر لینا۔۔" عالیان کا دماغ گول گول گھومنے لگا تھا۔

"ردا کی بچی دروازہ کھولو۔۔ یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟" وہ دروازے پر دونوں ہاتھوں سے دستک دیتے ہوئے بول رہا تھا۔ دوسری طرف ردا کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

"عالیان زیادہ وقت نہیں ہے اگر میں سو گئی نا تو۔۔"

"خبردار ردا جاگی رہو۔۔ ورنہ مجھے دروازہ کون کھولے گا۔۔" اسے اپنی زندگی میں جتنی ہنسی اور ترس بیک وقت آج عالیان پر آیا تھا اتنا کبھی نہیں آیا۔ وہ اب اندر اس چوہے کو ڈھونڈ رہا تھا جو فلحال تو اسے نہیں مل رہا تھا تبھی اس کی نظر وائیپر پر پڑی۔ چلو کم از کم اسے ہتھیار تو ملا۔ دوسری طرف اتنی خاموشی پر ردا کو اب اس کی ٹینشن ہونے لگی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتی اسے اندر سے آوازیں آنے لگی تھیں۔ دو آوازیں ایک مار کٹائی کی اور دوسری چوہے کی جو چیں!! چیں!! کر رہا تھا پھر یکدم خاموشی ہو گئی۔ وہ کچھ پل ہل نہیں سکی کیا واقعی

عالیان نے چوہا مار دیا تھا؟ اگلے ہی لمحے ہوش کی دنیا میں آتے ہی اس نے دروازہ کھول دیا۔ سامنے ہی کھڑا عالیان تیوڑیاں چڑھائے اسے گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وائپر تھا یعنی چوہا گیا۔

"مار دیا؟؟" وہ ہکا بکا سی اسے دیکھے گئی۔

"تو کیا نہیں مارنا تھا؟؟" تپے ہوئے انداز میں کہہ کر اس نے وائپر دیوار کے ساتھ رکھا اور باہر آ گیا۔۔ "جاؤ جا کر دیکھ لو بہت ٹیسٹی لگ رہا ہے۔۔" اس کے اس طرح کہنے پر ردا نے گندی سی شکل بنا کر جھرجھری لی۔۔ دیکھے گی تو وہ کبھی بھی اس لیے دروازہ بند کر کے عالیان کے ساتھ جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"نہیں سچ میں۔۔" وہ بول رہی تھی کہ عالیان برہمی سے اس کی طرف گھوما۔ ردا ایک دم تھوڑا پرے کھسکی۔۔

"ہاں سچ میں۔۔ اسے نا میں نے ظفر سمجھ کر مارا ہے اسی لیے زیادہ مشکل پیش نہیں آئی۔۔" کہہ کر وہ اٹھ کر جانے لگا تبھی ردا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اب کہاں جا رہے ہیں؟؟" عالیان نے پلٹ کر اسے دیکھا اور اس کے چہرے کی معصومیت دیکھتے ہی موم کی طرح پگھل گیا۔

"اندر جس کی لاش پڑی ہے اسے ٹھکانے بھی تو لگانا ہے۔ کسی کو بلا کر لاتا ہوں کہ اسے اٹھائے اور اس حویلی سے دور پھینک آئے۔۔" گھوم کر اس نے ردا کا ہاتھ پکڑا اور اپنا ہاتھ چھڑوایا۔۔ "تم بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔۔ مجھے جانے دو تا کہ پھر تم چینج کر کے آرام کر سکو۔۔" نرمی سے کہہ کر وہ جانے لگا۔

"عالیان!!" ایک بار پھر ردا نے بہت ہی نرمی اور پیار سے اس کا نام لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ضرور شکریہ بولے گی یا دروازہ بند کرنے والی حرکت پر معافی مانگے گی۔ اس لیے وہ پلٹا نہیں اور وہیں کھڑے بولا۔۔

"آگے کچھ مت کہنا۔ ابھی ابھی مجھے بڑی خوشی ملی ہے اور میں اس خوشی میں کچھ دیر اور خوش چاہتا ہوں۔۔" پھر وہ چلا گیا ردا کو پریشان کر کے۔ اب آخر اس سارے معاملے میں خوش ہونے والی کون سی بات تھی؟ سر جھٹک کر وہ کانوں سے بھاری جھمکے اتارنے لگی۔

آج ایک نئے دن کا آغاز ہوا تھا۔ سب کی زندگیوں کو بدل دینے والے دن کا آغاز۔ سب کی کہانی نئے سرے سے لکھنے والے دن کا آغاز۔۔ بائیک سے اتر کر وہ کچھ لمحے اپنے سامنے سکول کی عمارت کو دیکھتا رہا۔ آج وہ بن بلائے نہیں آیا تھا بلکہ لاریب کے بلانے پر آیا تھا۔ اس نے خود صبح ہی صبح اسے کال کر کے بلایا تھا۔ وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا ڈر بھی رہا تھا صرف اس بات سے کہ ناجانے لاریب کریم کا جواب کیا ہو گا۔ ایک گہرا سانس بھر کے خود کو دل ہی دل میں تسلی دے کر بلآخر وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گیٹ پار کرتے ہی وہ سیدھا اس کے آفس کی طرف جا رہا تھا تبھی اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ لان میں بیٹھی بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ بچے اس کے بالوں میں پھول لگا رہے تھے اور وہ مسکرائے جا رہی تھی اس کے قہقہے ہر طرف گونج رہے تھے۔ کتنا پیارا ہنستی تھی وہ!!

"لگتا ہے آپ کو بچوں سے بہت پیار ہے۔۔" لالی جو اپنے کان میں اڑسے پھول نکال رہی تھی آواز پر چونکی اور گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی اور پھر فوراً ہی اپنی آنکھوں کے آگے اس نے ہاتھ رکھ لیا کیونکہ جس طرف وہ کھڑا تھا اس کے بلکل اوپر ہی سورج تھا اس لیے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ یہ دیکھتے ہی فرہاد بلکل اس کے سامنے آ کھڑا ہوا سورج کہیں چھپ گیا تھا اور تب لاریب نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

''چلو بچوں آپ لوگ کھیلو میں ابھی آتی ہوں۔۔''بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔آج اس نے ہلکے گلابی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی۔

''آج تم اچھے لگ رہے ہو کیونکہ آج تم میرے بلانے پر آئے ہو۔۔''وہ اٹھتے ساتھ طنزیہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''ایک مشورہ دیتی ہوں تمہیں کہ ہمیشہ کسی کے بلانے پر ہی جایا کرو سب کو اچھے لگو گے۔۔''وہ اپنے بالوں میں اٹکی پھولوں کی پتیوں کو جھاڑ رہی تھی۔

''سب کا تو نہیں پتہ آپ کے بلانے پر ہمیشہ آ جایا کروں گا۔۔''وہ اس بالوں کے ساتھ الجھی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر بولا تھا جو اس کی بات پر سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرائی تھی۔''تو پھر کیا جواب ہے آپ کا؟''کچھ پل خاموشی سے اسے دیکھنے کے بعد فرہاد نے پوچھا۔بجائے جواب دینے کے اس نے اپنا رخ دوسری طرف موڑ لیا اور پھر ساڑھی کا پلو دوسری طرف سے پکڑے آگے کو چلنے لگی۔

''میں نے کبیر اور عالیان سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا مطلب رائے لی تھی۔۔''فرہاد اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا پیشانی پر فکر کی چند لکیریں ابھریں۔۔''اور انہوں نے تو شاید ایک کے ساتھ دس لگا کر سنائی ہے خیر۔۔''وہ رک کر اس کی طرف گھومی۔پیشانی کی لکیروں میں اضافہ ہو گیا تھا۔۔''مجھے نہیں پتہ تھا تم اتنے زیادہ ڈیسنٹ اور ویل مینرڈ ہو گے۔کافی اچھا نقشہ کھینچا ہے انہوں نے تمہارا۔۔''پیشانی کی لکیریں غائب ہو گئیں اور اس کی جگہ حیرت نے لے لی۔

''انکار کا جواز نہیں بنتا سو میری طرف سے ہاں ہیں۔وہ کیا ہے نا مجھے یتیم دل دکھانے کا بلکل بھی شوق نہیں ہے۔۔''اس وقت اسے لاریب کا کوئی طنز بھی طنز نہیں لگ رہا تھا وہ بس اس کے ''ہاں''پر کہیں کھو گیا تھا کہیں دور نکل گیا تھا۔

"دیکھو فرہاد میر۔۔میں جیسی بھی ہوں اب تم نے مجھے چن لیا تو میں کچھ نہیں کر سکتی۔مانا بہت طنز کرتی ہوں اور ایسی باتیں بھی بول دیتی ہوں گی جس سے شاید تم ہرٹ ہوتے ہو جبکہ تمہیں حقیقت تسلیم کرنی چاہیے لیکن یاد رکھنا انسان اسے ہی تنگ کرتا ہے جسے اپنی زندگی کا حصہ سمجھتا ہے اور اب سے میں بھی بدقسمتی سے تمہیں اپنی زندگی کا حصہ سمجھتی ہوں۔۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے اس سے ایک ایک بات کر رہی تھی جبکہ فرہاد کو وہ آج کچھ زیادہ ہی اچھی لگ رہی تھی۔"دوسری بات مجھے وہ انسان بلکل بھی پسند نہیں ہیں جو اپنی ظاہری شخصیت کا رونا روتے رہتے ہیں سو پلیز لالی کی زندگی میں آنے سے پہلے اپنے تمام کمپلیکسز سے باہر نکل آئو کیونکہ میرے نزدیک انسانوں کے چہروں کی خوبصورتی دیکھنے کے بجائے اگر ان کے دل کی خوبصورتی دیکھی جائے تو شاید اصل خوبصورت اور بدصورت کی پہچان کرنا آسان ہو جائے۔۔" پھر ایک قدم اس کے قریب گئی۔اس کی سرمئی آنکھوں میں باری باری جھانکنے لگی۔۔"اور لالی دلوں کی خوبصورتی دیکھتی ہے چہرے کی خوبصورت تو وہ خود بھی ہے۔۔" اس کی تنبیہی ہیزل آنکھوں میں دیکھنے کے بعد فرہاد نے نظریں جھکا کر مسکراتے ہوئے سر کو دو تین دفعہ اثبات میں ہلایا۔

"میں آپ کی امیدوں پر اترنے کی پوری کوشش کروں گا۔۔" اس سے پہلے ان کے درمیان مزید گفتگو ہوتی فرہاد کو اپنے ہاتھ پر کسی کی گرفت محسوس ہوئی۔ نظریں جھکا کر اس نے دیکھا وہاں ایک بچی اس کا ہاتھ پکڑے کھڑی تھی۔

"کیا آپ میرے ساتھ پھولوں کا ہار بنائیں گے؟؟" وہ سرخ سرخ گالوں والی بچی اپنی آنکھیں مٹکا مٹکا کر اس سے پوچھ رہی تھی۔

"وہ کیسے بنتا ہے؟" اس نے الجھی ہوئی شکل بنا کر اس بچی کو دیکھا۔

"ڈونٹ وری انہیں میں سکھادوں گی۔۔" لالی نے بچی کو آنکھ مارتے ہوئے کہااور گھوم کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس بچی کا ایک ہاتھ فرہاد کے ہاتھ میں تھااور دوسرا لالی کے ہاتھ میں۔تینوں کارخ سامنے تھوڑا دور بیٹھے بچے بچیوں کے گروپ کی طرف تھا۔

صبح صبح کے وقت کبیر آئینے کے سامنے کھڑا اپنے سفید کرتے کی آستین کلائیوں سے تھوڑا اوپر تک موڑ رہا تھا۔انابیہ تیار ہو کر آمنہ بیگم کے ساتھ نیچے جا چکی تھی اور وہ اب تیار ہو رہا تھا۔دفعتاًاس کے نظر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے سیاہ ڈبے پر پڑی۔ مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے وہ ڈبہ اٹھا کر کھولا۔اس کے اندر سلور کلر کی گھڑی چمک رہی تھی۔یہ گھڑی اسے انابیہ نے گفٹ کی تھی۔گھڑی نکال کر اس نے ڈبہ واپس ڈریسنگ ٹیبل پر رکھااور اسے کلائی میں پہننے لگا۔اسی دوران اس کی توجہ اس کے موبائل کی رنگ نے کھینچی۔ تیز تیز گھڑی پہنتے ہوئے وہ سائڈ ٹیبل کے قریب گیا۔اس پر سے موبائل اٹھایا کر سکرین پر دیکھا تو سامنے عالیان کا نام لکھا نظر آرہا تھا۔اس وقت اسے اس کا کال کرنا تھوڑا عجیب لگا تھا۔

"ہیلو۔۔عالیان خیریت ہے؟"کال اٹینڈ کرتے ہی اس نے موبائل کان سے لگایا۔

"کبیر وہ۔۔"کبیر کو اس کی آواز ڈری ہوئی لگ رہی تھی یکدم اس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔

"عالیان کیا ہوا ہے؟؟کچھ بولو بھی۔۔"اسے اب باقاعدہ فکر ہونے لگی تھی۔

"جلدی حویلی پہنچو۔۔مسکان۔۔۔مسکان مر گئی ہے کبیر۔۔"کبیر کا جسم وہیں جم گیااور فون اس کے ہاتھ سے ریت کی طرح پھسل کر فرش پر جا گرا۔سانس رک گیا وقت رک گیا۔

"تم نے میری نرم دلی کا فائدہ اٹھایا ہے۔ اگر میرا باپ واقعی قاتل ہے تو تم کیا ہو؟ تم اس سے بھی بدتر ہو۔۔ سنا تم نے تم میرے قاتل ہو۔۔"

"میرا ایک ہی ماننا ہے محبت مل جائے تو بہتر نہ ملے تو مر جانا بہتر۔۔" مسکان کے الفاظ اس خاموش کمرے میں گونج رہے تھے۔۔ کبیر کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کے پیروں میں حرکت ہوئی اور وہ دیوانہ وار باہر کی طرف بھاگا۔

پچھلی رات:

وہ اپنے کمرے میں فرش پر بیٹھی روئے جا رہی تھی۔ پورے کمرے میں اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ دل پر ہاتھ رکھے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کے دل میں بہت زیادہ درد تھا پر وہ رونے سے باز نہیں آ رہی تھی۔

"چپ کر جائو مسکان۔۔ بس کر دو۔۔" وہ روتے ہوئے بلند آواز میں خود سے کہہ رہی تھی۔ "خدا کے لیے چپ ہو جائو۔۔ کیوں اتنا رو رہی ہو؟" وہ خود کو سمجھا رہی تھی لیکن آنسو تھے جو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ دماغ سوچ سوچ کر پھٹے جا رہا تھا اس کے باپ کو پھانسی ہو جائے گی وہ مر جائے گا اس کا بھائی جیل میں تھا اسے کبیر نہیں ملا تھا آج اس کی آنکھوں کے سامنے وہ کسی اور کا ہو گیا تھا تو وہ کیسے نہ روئے۔ وہ رو رہی تھی پاگلوں کی طرح زمین پر ہاتھ مار مار کر وہ رو رہی تھی۔ آواز کافی اونچی تھی اس میں اتنا درد تھا کہ وہ درد اس کمرے کی ایک ایک چیز محسوس کر رہی تھی۔ اس کمرے کی ایک ایک چیز اس کے ساتھ رو رہی تھی چلا رہی تھی۔ سر اٹھا کر اس نے گہرے گہرے سانس لیے اور آئینے پر نظر پڑتے ہی اپنے قدموں پر زور دیتے ہوئے

اٹھی کھڑی ہوئی۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے خود کو دیکھا اس کے آنسو ایسے بہہ رہے تھے جیسے پانی کی آبشار ہو۔ آنکھیں حد سے زیادہ سرخ تھیں چہرہ حد سے زیادہ سرخ تھا پیشانی کی رگیں ابھری ہوئی تھیں اسے خود سے خوف آ رہا تھا۔

"چپ کر جاؤ۔۔ پلیز چپ کر جاؤ۔۔ رونے سے کیا ہو گا۔۔ تمہارا باپ بچ جائے گا تمہارا بھائی رہا ہو جائے گا تمہیں کبیر مل جائے گا۔۔ نہیں نا تو بس کر دو۔۔" وہ خود کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی خود کی منتیں کر رہی تھی۔ مگر نہیں آج اس کا رونا نہیں رک رہا تھا آج اس کی روح نے قسم کھا رکھی تھی مسکان کے جسم سے آزاد ہو کر رہے گی۔ دل کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ تیزی سے سٹڈی ٹیبل کے قریب گئی۔ نوٹ بک سے ایک صفحہ پھاڑا اور تیز تیز اس پر کچھ لکھنے لگی۔ چند سطریں لکھنے کے بعد اس نے صفحہ اچھے طریقے سے تہہ کیا اور نوٹ بک کے اندر رکھ دیا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی اور روتے روتے ہی وہ بیڈ کی طرف گئی اپنا موبائل اٹھایا اور سکینہ کے لیے ایک پیغام چھوڑا۔ پھر رک کر گہرا سانس خارج کیا آنسو پونچھے اور لڑکھڑاتے قدم سائڈ ٹیبل تک گئی اس پر سے گاڑی کی چابیاں اٹھائی اور کمرے سے باہر کی طرف بھاگی۔

"چھوٹی مالکن آپ اس وقت۔۔" وہ جیسے ہی گاڑی تک آئی تھی چوکیدار اسے دیکھتے ہی بھاگتے ہوئے اس کی طرف آیا تھا۔

"زیادہ سوال مت کرو۔۔ گیٹ کھولو۔۔" وہ درشتی سے کہتے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگی جبکہ دوسری طرف چوکیدار اس اجڑی ہوئی مسکان کو دیکھ کر جیسے سکتے میں چلا گیا تھا۔

"مجھے بڑے سائیں کو خبر کرنی ہو گی چھوٹی مالکن آپ اس طرح نہیں۔۔"

"صبح تک میرا باپ مر جائے گا یا میں۔۔۔ گیٹ کھولو شامو۔۔" اب کی بار وہ بلند آواز میں غرائی اتنا کہ شامو کو سانپ سونگھ گیا اور وہ تابعداری سے سر ہلاتے ہی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گیٹ کھلتے ہی مسکان نے آندھی

طوفان کی طرح گاڑی اڑائی اور حویلی چھوڑ کر نکل گئ۔ایک ہاتھ دل پر رکھے دوسرے سے وہ بمشکل ڈرائیو کر رہی تھی۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کی اندھادھند ڈرائیونگ کے بعد وہ ایک پولیس سٹیشن کے سامنے موجود تھی۔

جہانزیب کو کچھ دنوں پہلے ہی حیدرآباد کی جیل میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

"مجھے ایس پی صاحب سے ملنا ہے۔۔"ایس پی کے آفس کے باہر ہی کانسٹیبل کھڑا تھا جس نے مسکان کے مطالبے پر اندر جا کر اجازت طلب کی۔کچھ ہی دیر بعد وہ دوبارہ باہر آیا اور اس نے مسکان کو اندر جانے کی اجازت دی۔

"مجھے میرے بابا سے ملنا ہے سر۔۔"ایس-ایچ-او نے اس کی بات سن کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر وہ اسی طرح کھڑی رہی۔

"دیکھیے مس مسکان کل انہیں پھانسی ہونی ہے اس لیے قانونی طور پر اب ہم کسی کی ملاقات ان سے نہیں کروا سکتے۔۔"

"میں نے اپنے باپ کو جیل تک پہنچایا ہے۔بے فکر رہیں میں بس آخری دفعہ ان سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔۔"وہ بضد تھی اور عالم خان کی پوتی بھی تھی اس لیے ایس-ایچ-او کے پاس انکار کرنے کی ہمت نہیں تھی سو اس نے اس کے پیچھے کھڑے کانسٹیبل کو اشارہ کیا کہ اسے اس کے باپ کے پاس لے جائے۔بنا کچھ بولے وہ اس کانسٹیبل کے پیچھے پیچھے چل دی۔

یہ راہداری کراچی کے تھانے والی راہداری سے زیادہ سنسان اور اندھیر تھی۔تقریباً کچھ ہی سیلز کے بعد جہانزیب کا سیل آگیا تھا۔وہ وہیں تھا۔چھت کے وسط میں لٹکتے ایک بلب کے نیچے وہ بیٹھا تھا۔مسکان کو دیکھتے ہی تڑپ کر اس کے قریب گیا۔

"میں جانتا تھا آپ آئیں گی۔۔" وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی رنگت پہلے سے زیادہ ڈھل گئی تھی۔ آنکھوں کے گرد ہلکے نمایاں تھے اور دھاڑی کافی بڑھ چکی تھی۔ "آپ ٹھیک تو ہے نا مسکان؟؟" مگر وہ اس حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں بابا۔ بلکل ٹھیک نہیں ہوں۔۔" جہانزیب نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹا کر دیکھا تو اسے معلوم ہوا اس کی بیٹی دل پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

"کیا ہوا ہے مسکان آپ کو؟ مجھے بتائیں۔۔" وہ فکریہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ مسکان ایک ہاتھ دل پر رکھے دوسرے ہاتھ سے سلاخوں کا سہارا لیتے زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی جہانزیب بھی بیٹھ گیا تھا۔

"یاد ہے نا بابا۔ بچپن میں جب مجھے چوٹ لگ جاتی تھی تو آپ فوراً مجھے مرہم لگا دیتے تھے اور مجھے رونے نہیں دیتے تھے۔ میں پھولوں میں کھیلتی تھی تو جب کانٹا چبھ جاتا تھا آپ سب چھوڑ کر میرے لیے دوڑ کر آجایا کرتے تھے بس مجھے رونے نہیں دیتے تھے۔۔" کافی دیر رو رو کر اس کا گلہ بیٹھا ہوا تھا۔ آنسو اب بھی بہہ رہے تھے اور شعلوں کی طرح جہانزیب کے دل پر گر رہے تھے۔۔ "آپ ظفر کو ڈانٹ دیا کرتے تھے مگر مجھ سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کیا کرتے تھے۔۔ اور آج دیکھیں آپ نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے میرے آنسو پونچھنے بھی نہیں آتے۔ میں رو رو کر پاگل ہو گئی ہوں مگر آپ نہیں آتے۔۔ آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ مسکان ایک وقت ایسا آئے گا جب تمہیں بہت رونا ہو گا تب میں تمہارے پاس نہیں ہوں گا اس لیے بہت سارا رونا سیکھ لو۔۔" اس کی آواز رندھنے لگی تھی اور جہانزیب کے گلے میں کانٹا نہیں کانٹے اٹک گئے تھے بہت سارے کہ وہ بولنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔۔ "آپ نے مجھے اتنا نازک دل بنا دیا کبھی نہیں سوچا کہ جب میری سچائی سے میری بیٹی آشنا ہو گی تو اس کا کیا حال ہو گا؟ آپ نے تو نہیں سوچا تھا نا کبھی آپ پر بھی زوال آئے گا آپ خود کو وقت کا بادشاہ سمجھتے تھے نا بابا۔۔" وہ اپنی سرخ متورم آنکھوں سے اس کی آنکھیں

میں دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔ "صبح آپ کو پھانسی ہو جائے گی اور آپ کچھ نہیں کر سکے کہاں گی آپ کی بادشاہت کہاں گیا آپ کا عروج؟؟ سب مٹی میں مل گیا نا۔۔ آج آپ کا ایک اور فخر آپ کی ایک اور محبت مٹی میں دفن ہونے جا رہی ہے اور وہ ہے مسکان جہانزیب عالم۔۔" وہ بہتے آنسوئوں کے ساتھ ہنس رہی تھی جہانزیب اگلے لمحے کا سانس نہیں لے سکا۔۔ "میرا دل یا تو رک جائے گا یا پھٹ جائے گا۔۔ آپ کی سب سے بڑی سزا پھانسی نہیں ہے آپ کی سب سے بڑی سزا میری موت ہے جو آج آپ کے سامنے ہو گی۔۔"

"نہیں نہیں مسکان۔۔ ایسے مت کہیں آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔۔ اے حوالدار اے کوئی سن رہا ہے؟" وہ سلاخوں کو پکڑے بلند آواز میں حوالدار کو پکار رہا تھا۔ مسکان ہنستے ہنستے اس کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئی۔۔

"مسکان۔۔ ایسا مت کریں میرے ساتھ۔۔ آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔" سلاخوں کے درمیان میں سے ہاتھ نکال کر وہ اسے کندھوں سے جھنجھوڑ رہا تھا۔

"اے کیوں چلا رہے ہو؟؟" اس کی آواز پر کانسٹیبل پہنچ چکا تھا اور آتے ساتھ اس پر برسنے لگا تھا۔۔

"میری بیٹی۔۔ اسے ہسپتال لے جائو اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے جلدی کرو۔۔" وہ تیز روتے ہوئے بول رہا تھا منت کر رہا تھا۔ کانسٹیبل اس کی منتوں پر نیچے بیٹھی مسکان کی طرف جھکا۔۔

"بی بی۔۔" اس نے آواز دی جواب نہیں ملا۔ جہانزیب کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ پھر وہ اسے بازو سے ہلانے لگا۔ یکدم اس کا دل پہ رکھا ہاتھ زمین پر گر گیا اور اگلے ہی لمحے وہ خود بھی۔ کانسٹیبل بری طرح چونکا اور جہانزیب پھٹی آنکھوں سے اس کے بے سدھ زمین پر گرے وجود کو دیکھتا رہا۔ اس نے جھک کر اس کی نبض چیک کی شہ رگ پر ہاتھ رکھا اور پھر اس کی خود کی رنگت سفید پڑ گئی۔

"یہ۔۔ یہ مر گئی ہے۔۔" کہتے ساتھ وہ اندر کی طرف بھاگا اسے جلد از جلد اطلاع دینی تھی۔ دوسری طرف جہانزیب بلکل خاموش ہو گیا۔ وہ اب کس کی منتیں کرے۔۔ جانے والی تو کب کی چلی گئی تھی۔ بجائے موت

کے اسے اب پچھتاوے نے آگھیرا۔ ذہن کی سکرین پر تمام منظر ابھرنے لگے۔ کیسے اس نے بے دردی سے ابرار خان کا قتل کیا تھا۔۔ کیسے اس نے ایک نوکرانی کے ہاتھوں راحیلہ کو تڑپا تڑپا کر مارا تھا۔ اس رات کا وہ ایکسیڈنٹ جس میں احمد اور ناہیدہ کی جان گئی تھی جس میں ناصر ہمیشہ کے لیے معزور ہو گیا تھا۔۔ سب کے سب مناظر اسے صاف صاف دکھائی دے رہے تھے۔

"تم ڈرو جہانزیب۔ کیونکہ جو اپنے نفس سے محبت اور انسانوں سے نفرت کرتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے انجام سے ڈرے۔"

"تم نفرت کی آگ میں اس حد تک بڑھ چکے ہو کہ رب کو فراموش کر بیٹھے ہو۔۔"

"تمہاری عقل تمہارا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔۔ تمہاری آنکھیں حق دیکھنے سے قاصر ہیں۔ ڈرو جہانزیب ڈرو۔۔"

کیوں اس نے کبھی نہ سوچا کہ جس طرح وہ ایک خاندان تباہ کر رہا ہے کبھی اس کا خاندان تباہ ہو گیا تو وہ کیا کرے گا۔۔ کیوں اسے دوسروں کی لاشوں پر سے گزرنا آسان اور اپنی بیٹی کی لاش کو دیکھنا تک مشکل لگ رہا تھا۔ کیوں اس نے کبھی اپنے اختتام کا نہیں سوچا تھا۔۔ آج اس کا بھی سب ختم ہو گیا تھا آج وہ بھی اجڑ چکا تھا۔ خود بخود تو اسے موت آئی نہیں تھی اسے صبح کا انتظار تھا اسے پھانسی کا انتظار تھا۔ اس نے شکر کیا تھا کہ اسے ساری زندگی موت کے انتظار میں نہیں رکھا گیا۔

موجودہ دن:

سلام مسٹر رائڈر۔

"مجھے یقین ہے یہ خط تم تک پہنچ چکا ہوگا۔ مجھے سکینہ پر بھروسہ تھا وہ یہ خط بحفاظت تم تک پہنچا چکی ہوگی۔ میں جانتی ہوں میری موت پر میرے بابا اور داداجان کے علاوہ اگر کسی اور کو شدید افسوس اور دکھ ہوگا تو وہ تم ہوگے۔ میرے بابا اور دادا کے علاوہ اگر کوئی میرے لیے خالص آنسو بہائے گا تو وہ تم ہوگے۔

میری یہ خط لکھنے کی وجہ بس یہی ہے کہ تم خود کو میری موت کا ذمہ دار مت ٹھہراتے رہنا۔ جانتی ہوں تم ضرور گلٹ میں ہوگے اور تمہیں لگ رہا ہوگا کہ شاید مسکان کی موت تمہاری وجہ سے ہوئی ہے تو جان لو مسٹر رائیڈر ایسا ہرگز بھی نہیں ہے۔ غلطی کسی کی نہیں تھی میری بھی نہیں بس مجھ سے ایک چھوٹا سا درد برداشت نہیں ہوا۔ دل کا درد۔ لوگ تو بڑے بڑے صدمے برداشت کر لیتے ہیں بس مجھے کسی نے سکھایا ہی نہیں تھا۔ اچھا ہوا میں مر گئی۔ اگر زندہ رہتی تو تمہاری زندگی میں کانٹے بن جاتی سو میں نے پھول بننا پسند کیا۔ میں نے جہانزیب بننے پر موت کو فوقیت دی۔ میں نے مرنا پسند کیا اور مرنا جہانزیب بننے سے بہتر ہے۔۔"

تمہاری بائیکر دوست

مسکان۔۔

سطریں ختم ہوگئیں اور اس کے ہاتھ میں پکڑا کاغذ مکمل بھیگ گیا اس کے آنسوئوں سے۔ کاغذ ہاتھ میں پکڑے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا کسی بچے کی طرح اس کا خط لکھنا رائیگاں چلا گیا کیونکہ کبیر جہانگیر اب بھی اس کی موت کا ذمہ دار خود کو ٹھہرا رہا تھا۔ اسے مسکان کی زندگی میں نہیں جانا چاہیے تھا اسے سچ نہیں بتانا چاہیے تھا وہ جہانزیب کو پکڑنے کا کوئی اور حل ڈھونڈ لیتے لیکن مسکان کو اس سب میں شامل نہ کرتے۔ سب کچھ ہونے کے بعد اسے لگا تھا کہ مسکان ایک بہت بہادر لڑکی ہے لیکن نہیں وہ بہادر نہیں تھی بہادر ہوتی تو یوں ہارٹ

اٹیک سے نہ مرتی۔ زندہ رہتی۔ اس کے سامنے لہروں کا شور اسے اور جذباتی کر رہا تھا۔ وہ کیسے اس گلٹ سے نکلے گا؟

''کبیر۔۔ کبیر۔۔'' اپنے عقب سے آتی آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا وہاں انابیہ تھی۔ گاڑی سے اترتے ہی وہ بھاگتے ہوئے اس کی طرف آ رہی تھی۔ کبیر نے کاغذ مٹھی میں دبایا اور پینٹ کی جیب میں چھپا لیا پھر بھاگتے ہوئے اس کے گلے جا لگا۔

''تم مجھے کبھی چھوڑ کر تو نہیں جائو گی نابیا؟؟'' انابیہ کا جسم ساکت رہ گیا وہ کیسے چھوٹے بچوں کی طرح رو رہا تھا اور کیوں؟ ''مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا۔ اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو مجھے لگے گا کہ مجھے میرے گناہوں کی سزا مل رہی ہے۔۔'' وہ بہت زور اسے ساتھ لگائے کھڑا تھا۔ انابیہ نے تسلی آمیز انداز میں اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔۔ ''اگر ہمیشہ میرے ساتھ رہو گی تو مجھے یقین ہو جائے گا کہ مجھے معافی مل گئی ہے۔۔''

''میں کہیں نہیں جائوں گی پلیز تم چپ ہو جائو۔۔ اس طرح روتے رہو گے تو میرا کیا ہو گا۔۔'' اس کی اس بات پر کبیر اس سے الگ ہوا اور اپنے آنسو پونچھتے لگا جبکہ انابیہ اب بھی دکھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''گھر چلتے ہیں۔۔'' سارے آنسو پی کر اس نے مسکراتے ہوئے انابیہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دونوں کا رخ گاڑی کی طرف تھا بس اسے گھر جانا تھا سب بھلا کر انابیہ کے ساتھ اچھی زندگی گزارنی تھی۔

''آ گئی تو؟ کھانا لگا دوں؟'' گھر پر قدم رکھتے ہی اس کی اماں نے اس سے پہلا سوال یہی کیا۔

''بھوک نہیں ہے اماں۔۔'' مسکرا کر کہتے ہی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"اور پتہ نہیں تجھے بھوک کب ہو گی۔۔ کھانا لگا رہی ہوں تھوڑی دیر میں نیچے آجائیو۔۔" وہ سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔اماں کی آوازیں پیچھے سے آرہی تھیں جس پر وہ ہنسے جارہی تھی۔بہت تنگ کرتی ہے وہ اماں کو۔۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے پرس بیڈ پر رکھا اور واشروم کی طرف بڑھنے لگی تبھی اس کی نظر اس کے وائلن پر پڑی جو بہت ہی خاموشی سے دیوار کے ساتھ لگا پڑا تھا۔شرارتی انداز سے مسکرا کر وہ وائلن کی طرف بڑھ گئی۔

"چلو ذرا اماں کو تنگ کرتے ہیں۔"صوفے پر بیٹھ کر اس نے وائلن بجانا شروع ہی کیا تھا کہ اماں کی آواز آگئی۔

"لے پھر سے لے کر بیٹھ گئی باجا۔۔ارے کبھی تو اسے بھی بخش دے۔۔پتہ نہیں کب عقل آئے گی تجھے۔۔"وہ بلند آواز میں صدائیں لگا رہی تھی اور جویریہ وائلن بجاتے ہوئے بس ہنسے جارہی تھی۔

اس سارے واقعے میں اس نے کم از کم یہ تو سیکھ ہی لیا تھا کہ محبت چھینی نہیں جاسکتی۔اگر ایسا ہوتا تو آج راحیلہ جہانزیب کی ہوتی۔۔ردا ظفر کی ہوتی۔۔اور کبیر جویریہ کا ہوتا۔لیکن ہوا کیا جہانزیب کو پھانسی ہو گئی۔ظفر کو عمر قید ہو گئی اور جویریہ زندہ رہ کر بھی مردہ ہے۔سب میں فائدہ کس کا ہوا مسکان کا جسے محبت تو نہیں ملی مگر موت تو ملی نا اور جو جھوٹ موٹ کی خوش زندگی جویریہ گزار رہی تھی اس سے موت بہتر تھی۔جس کی محبت کا قصہ پہلے سے پورا لکھ دیا گیا ہو اسے کوئی انسان ادھورا کرنے کی طاقت نہیں رکھ سکتا کیونکہ انسان صرف سوچتا ہے ہوتا وہی جو قسمت میں طے پایا ہوتا ہے۔

"جتنی منتیں میں نے تمہاری کی تھیں کبیر اتنی اس دل کی کی ہوتی تو آج یہ اس حال میں نہ ہوتا۔

سنا تھا سب کو سب نہیں ملتا۔۔میں نہیں مانتی سب کو سب ملتا ہے بس جویریہ کو کبیر نہیں مل سکتا کبھی بھی نہیں۔۔"

وائلن بجاتے بجاتے وہ کب رونے لگ گئی اُسے اندازہ ہی نہیں ہوا۔ رک کر جب اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو آج بھی۔۔ آج بھی اس کے آنسو ویسے ہی بہہ رہے تھے۔۔ آنسو صاف کرتے ہوئے وہ پھر خود پر ہنسنے لگی۔ وہ جانتی تھی ان سے چھٹکارا ممکن نہیں کیونکہ

"آنسو مقدر ہے ہر محبت کرنے والے کا۔۔"

ختم شد